جلد 05

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعْمَةُ الْبَارِی

فِی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بُک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸- اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمۃ الباری
فی
شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء الخامس

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کرسکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعْمَةُ الْبَارِی

فی

شرح صحیح البخاری

جلد پنجم

الاحادیث: ۲۳۵۱ ——— ۳۰۹۰

کتاب المساقاۃ، کتاب فی الاستقراض، کتاب الخصومات، کتاب فی اللقطۃ، کتاب المظالم والغصب، کتاب الشرکۃ، کتاب الرھن، کتاب العتق، کتاب المکاتب، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، کتاب الشھادات، کتاب الصلح، کتاب الشروط، کتاب الوصایا، کتاب الجھاد والسیر

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرید بک سٹال ۳۸۔اُردو بازار لاہور

الطبع الاوّل : ذوالحجۃ 1431ھ/دسمبر 2010ء
الطبع الثانی : رجب 1432ھ/جون 2011ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، محمد اشتیاق
: حافظ اختر حبیب اختر
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور
قیمت : -/680 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۳۷۱۲۳۴۳۵-۳۷۳۱۲۱۷۳-۰۹۲-۴۲
فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد پنجم)

خطبة الكتاب

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه ربّ العالمين' الّذى جعلنا من المسلمين' ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين' وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم. والصلٰوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغرالمحجلين' الذى شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم' وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين' وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم' وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين' وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة اللّٰه وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى.(تقبله اللّٰه بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ باللّٰه من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى. من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضلل' فلا هادى له. اللهم ارنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه. اللهم ارنى الباطل باطلًا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على وعلى والدى وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیامِ قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

٤٢ - كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

باغ بانی کا بیان

''مساقاۃ'' کا لغوی معنی ہے: پانی دینا اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: باغ کے درختوں اور بیلوں کو اُگانے اور ان کی دیکھ بھال کرنے اور باغ کے پھلوں کی حفاظت کرنے کا' باغ کے معین پھلوں کے عوض معاملہ' اس پر ''مساقاۃ'' اور معاملہ کے لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے' جس طرح مزارعت کو ''مخابرہ'' کہا جاتا ہے اور اجارہ کو بیع اور مضاربت کو مقارضہ اور صلوٰۃ (نماز) کو سجدہ کہہ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں ''مساقاۃ'' کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍO وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍO وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍO وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍO وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍO (الواقعہ:٢٨-٣٢)

وہ بے کانٹوں کی بیریوں میں ہوں گےO اور تہ بہ تہ کیلوں میںO اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میںO اور چھلکتے ہوئے پانی میںO اور بہ کثرت پھلوں میںO

ہر چند کہ ان آیات میں جنت کے درختوں اور پھلوں کا ذکر ہے لیکن اس سے پھلوں اور درختوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَO ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَO لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَO اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَO بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَO اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَO ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَO لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَO (الواقعہ:٦٣-٧٠)

بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ (بہ ظاہر) کاشت کرتے ہوO اس کو (حقیقت میں) تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیںO اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل چورا چورا کر دیں' پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤO کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیاO بلکہ ہم تو محروم ہو گئےO بھلا بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہوO کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیںO اگر ہم چاہیں تو اس (پانی کو) سخت کڑوا بنا دیں تو پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟O

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًاO لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًاO (الفرقان:٤٨-٤٩)

اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیاO تاکہ ہم اس پانی سے مردہ شہر کو زندہ کریں اور وہ پانی ہم اپنے پیدا کیے ہوئے بہت سے انسانوں اور چوپایوں کو پلائیںO

١ - بَابٌ فِي الشُّرْبِ

پانی کی تقسیم

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ

اور اللہ تعالیٰ کا قول: اور ہم نے پانی سے ہر جان دار چیز بنائی

شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۳۰) وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿اَفَرَاَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ اَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾ (الواقعہ: ۶۸۔ ۷۰). ثَجَّاجًا (النبا: ۱۴) مُنْصَبًّا. اَلْاُجَاجُ اَلْمُرُّ. اَلْمُزْنُ اَلسَّحَابُ.

تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے (الانبیاء: ۳۰) اور اللہ عزوجل کا قول: بھلا بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں اگر ہم چاہیں تو اس (پانی کو) سخت کڑوا بنادیں تو پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟ (الواقعہ: ۷۰۔ ۶۸) (امام بخاری نے کہا:) ''اجاجا'' کا معنی ہے: بہنے والا ''الاجاج'' کا معنی ہے: سخت کڑوا ''المزن'' کا معنی ہے: بادل۔

اس باب میں صرف قرآن مجید کی آیات مذکور ہیں اور اس سے متعلق تعلیقات اور احادیث اگلے باب میں مذکور ہیں۔

۲ - بَابٌ فِي الشُّرْبِ

پانی کی تقسیم

وَمَنْ رَاٰى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهٗ وَوَصِيَّتَهٗ جَائِزَةً مَقْسُوْمًا كَانَ اَوْ غَيْرَ مَقْسُوْمٍ.

اور جس نے پانی کے صدقہ' ہبہ اور اس کی وصیت کو جائز قرار دیا خواہ پانی تقسیم شدہ ہو یا غیر تقسیم شدہ۔

پانی کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پانی کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) وہ پانی جو کسی کی ملکیت نہ ہو اور اس پانی کو پینے میں اور اپنے مویشیوں کو پلانے میں تمام لوگ مساوی ہوں' جیسے بڑے بڑے دریا مثلاً نیل اور فرات۔

(۲) وہ پانی جو کسی کی ملکیت ہو مثلاً وہ پانی جس کو سربراہِ ملک نے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا ہو' پس لوگ اس پانی کو پینے میں اور اپنے مویشیوں کو پلانے میں مساوی ہیں' لیکن دریا کا پانی پینے سے ان کا حق کم ہے۔

(۳) وہ پانی جس کو کوئی شخص اپنے برتنوں میں بھر کر محفوظ کر لے' یہ پانی اس کی ملکیت ہے اور دوسروں کا حق اس سے منقطع ہے' حتیٰ کہ اگر کسی نے اس پانی کو ضائع کر دیا تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا لیکن ایک حدیث کی بناء پر اس میں بھی دوسرے مسلمانوں کا حق متعلق ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: آگ' پانی اور گھاس اور ان کی قیمت (لینا) حرام ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۴۷۲' المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۱۰۵)

جس شخص نے سب سے پہلے اس پانی کو اپنے برتن میں بھر لیا وہ دوسروں کی بہ نسبت اس کا زیادہ حق دار ہے' اور یہ اس کی ملکیت ہے اور دوسرے مسلمان جو اس میں شریک ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے لیے اس پانی کو لینا مباح ہے' اس لیے جو مسلمان پیاسا ہو اور اس سے پانی کو طلب کرے یا اس کے مویشی پیاسے ہوں اور وہ اس سے پانی کو طلب کرے تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُثْمَانُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّشْتَرِيْ بِئْرَ رُوْمَةَ فَيَكُوْنُ دَلْوُهٗ فِيْهَا كَدِلَاءِ

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رومہ کے کنویں کو کون خریدے گا؟ تاکہ اس کنویں میں اس کا ڈول عام

الْمُسْلِمِيْنَ. فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ. مسلمانوں کے ڈول کی مثل ہو جائے' تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خرید لیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

حضرت عثمان کا رومہ کے کنویں کو مسلمانوں کے لیے وقف کرنا اور اس سے مسلمانوں کے پانی لینے پر استدلال

ثمامہ بن حزن القشیری بیان کرتے ہیں: میں اس مکان کے پاس حاضر تھا جب اس سے جھانک کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس اپنے ان دو صاحبوں کو لاؤ' پس ان دونوں کو لایا گیا تو وہ دونوں ایسے تھے جیسے دو اونٹ ہوں یا دو گدھے ہوں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں' کیا تم کو معلوم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تھے تو سوائے رومہ کے کنویں کے مسلمانوں کے پینے کے لیے میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہیں تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رومہ کا کنواں کون خریدتا ہے اور اس کا ڈول تمام مسلمانوں کے ڈولوں کے لیے کرتا ہے؟ اور اسے اس کے عوض جنت میں خیر ملے گی' تو میں نے اس کنویں کو اپنے اصل مال سے خرید لیا اور تم لوگ آج مجھ کو اس کنویں کا پانی پینے سے روک رہے ہو' حتیٰ کہ میں سمندر کا پانی پی رہا ہوں! تو ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ اس مسجد میں تمام نمازیوں کے لیے گنجائش نہیں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فلاں شخص کی زمین کا قطعہ خرید کر کون اس قطعہ زمین سے مسجد کی توسیع کرے گا اور اس کے عوض اس کو جنت میں خیر ملے گی؟ تو میں نے اس قطعہ زمین کو اپنے اصل مال سے خریدا اور تم آج مجھے اس زمین میں دو رکعت نماز پڑھنے نہیں دیتے! ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم کو معلوم ہے کہ غزوۂ تبوک کے لشکر کی میں نے اپنے مال سے مدد کی تھی؟ ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے ثُبیر نامی پہاڑ پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں تھا' اس وقت وہ پہاڑ لرزنے لگا' حتیٰ کہ اس کے پتھر نشیب میں گرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پاؤں زمین پر مارا اور فرمایا: اے ثُبیر! ساکن ہو جا! تجھ پر ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں' ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! تب حضرت عثمان نے کہا: اللہ اکبر! انہوں نے میرے حق میں گواہی دے دی' ربّ کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں۔ (سنن ترمذی: ٣٧٠٣' سنن نسائی: ٣٦٠٨)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

رومہ کا کنواں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا' وہ اس کنویں کو بند کر کے قفل لگا دیتا اور غائب ہو جاتا' مسلمان اس کنویں سے پانی پینے کے لیے آتے تو وہ یہودی موجود نہ ہوتا اور مسلمان پانی پیے بغیر لوٹ جاتے' تب مسلمانوں نے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے' سو اس کے لیے جنت ہوگی' تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خرید لیا' یہ کنواں مدینہ میں مشہور ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو پینتیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کنویں کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دے اس کا بھی اس کنویں سے پانی لینے کا اتنا ہی حق ہوتا ہے' جتنا دوسرے مسلمانوں کا حق ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٠٣-٤٠٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

تعلیق مذکور سے امام بخاری کے استدلال کی عدم صحت

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی مسلمان پانی کا کنواں کھود لے یا اس کو خرید لے تو وہ اس کی ملکیت ہو جاتا ہے' لیکن دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کا حق اس سے منقطع نہیں ہوتا اور وہ حسب ضرورت اس سے پانی لے سکتے ہیں' لیکن اس تعلیق سے امام بخاری کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا اور وہ ان کی ملکیت نہیں رہا تھا' وہ اس کنویں سے اسی طرح پانی لیتے تھے' جس طرح دوسرے مسلمان پانی لیتے تھے' اور امام بخاری کا مدعا یہ تھا کہ جو پانی کسی مسلمان کی ملکیت ہو' اس سے دوسرے مسلمان پانی لے سکتے ہیں' جب کہ یہ کنواں وقف تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ملکیت نہیں رہا تھا۔

۲۳۵۱ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ، وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ، فَقَالَ يَا غُلَامُ، أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أُعْطِيَهُ الْأَشْيَاخَ؟ قَالَ مَا كُنْتُ لِأُوْثِرَ بِفَضْلِيْ مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۶-۲۴۵۱-۲۶۰۲-۲۶۰۵-۵۶۲۰]

(صحیح مسلم: ۲۰۳۰' الرقم المسلسل: ۵۱۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس (کسی مشروب کا) پیالہ لایا گیا' آپ نے اس سے پیا' (اس وقت) آپ کی دائیں جانب ایک کم عمر لڑکا تھا اور دیگر لوگ اور معمر (صحابہ) آپ کی بائیں جانب تھے' آپ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا یہ (پس خوردہ) ان معمر لوگوں کو دے دوں؟ تو اس لڑکے نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے بچے ہوئے مشروب میں سے اپنا حصہ کسی کو بھی نہیں دوں گا' تب آپ نے وہ بچا ہوا مشروب اسی (کم عمر لڑکے) کو دے دیا۔

اس باب کا عنوان ہے: پانی کو تقسیم کرنا اور اس سے مراد عام ہے' یعنی پانی کو تقسیم کرنا خواہ وہ مملوک ہو یا غیر مملوک ہو' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بچایا ہوا مشروب اس کم عمر لڑکے کو دے دیا تو وہ ان کی ملکیت ہو گیا اور انہوں نے اس مشروب کو دیگر افراد میں تقسیم کرنے کو پسند نہیں کیا' رہا یہ کہ وہ کون سا مشروب تھا تو ''کتاب الاشربہ'' میں اس کی تفصیل ہے کہ وہ پانی تھا یا دودھ میں ملا ہوا پانی تھا اور وہ کم عمر لڑکے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما تھے یا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم' ان کا پورا نام سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی ہے (۲) ابوغسان' ان کا نام محمد بن مطرف اللیثی المدنی ہے' انہوں نے عسقلان میں سکونت اختیار کر لی تھی (۳) ابوحازم' ان کا نام سلمہ بن دینار الاعرج المدنی ہے' ابوعمرو نے کہا ہے کہ ابوحازم نے یہ حدیث اپنے والد سے روایت کی ہے (۴) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' یہ صحابیٔ رسول ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۶۸)

صدر مجلس کی دائیں جانب سے تقسیم کی ابتداء کرنی چاہیے!

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ابوعمرو نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابوحازم نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

تھے اور اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا محدثین کے نزدیک خطاء ہے اس کے مقابل جو حدیث محفوظ ہے وہ اس طرح ہے:

زہری از عمرو بن حرملہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مجلس میں تھے وہاں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس ایک برتن میں دودھ لائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دودھ کو پیا میں آپ کے ساتھ تھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ آپ کی بائیں جانب تھے آپ نے مجھ سے فرمایا: اس پس خوردہ دودھ پر تمہارا حق ہے (کیونکہ تم دائیں جانب ہو) اور اگر تم چاہو تو اپنے اوپر خالد کو ترجیح دو میں نے کہا: میں آپ کے پس خوردہ میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا پھر آپ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ کوئی طعام عطا کرے اسے یہ کہنا چاہیے: اے اللہ! ہم کو اس میں برکت دے اور ہم کو اس سے بہتر عطا فرما اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے اس کو یہ دعا کرنی چاہیے: اے اللہ! ہم کو اس میں برکت دے اور ہم کو اس سے زیادہ عطا فرما۔

اس حدیث میں دائیں جانب کی بائیں جانب پر فضیلت ہے اور یہ کہ جب مجلس میں کوئی چیز تقسیم کی جائے تو اس کی ابتداء صدر مجلس کی دائیں جانب سے کرنی چاہیے نہ کہ بائیں جانب سے۔

زیر بحث حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی عطیہ کا مستحق ہو اس کی اجازت کے بغیر وہ عطیہ کسی اور کو نہیں دینا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کم عمر لڑکے سے پوچھا کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہ پس خوردہ مشروب معمر لوگوں کو دے دوں؟

٢٣٥٢ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهَا حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ دَاجِنٌ وَهُوَ فِيْ دَارِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَشِيْبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِّنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ فِيْ دَارِ اَنَسٍ فَاُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ حَتّٰى اِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ عَنْ فِيْهِ وَعَلٰى يَسَارِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ عُمَرُ وَخَافَ اَنْ يُّعْطِيَهُ الْاَعْرَابِيَّ اَعْطِ اَبَا بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدَكَ فَاَعْطَاهُ الْاَعْرَابِيَّ الَّذِيْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ الْاَيْمَنَ فَالْاَيْمَنَ. [اطراف الحدیث: ٢٥٧١-٥٦١٢-٥٦١٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک پالتو بکری کا دودھ دوہا گیا اس وقت آپ (حضرت) انس بن مالک کے گھر میں تھے (حضرت) انس کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر اس دودھ میں ملایا گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ دودھ پیش کیا گیا آپ نے اس دودھ سے پیا پھر اس پیالہ کو اپنے منہ سے الگ کر دیا آپ کی بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ آپ اپنا پس خوردہ دودھ اعرابی کو دے دیں گے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ابوبکر آپ کے پاس ہیں آپ ان کو عطا کر دیں سو آپ نے وہ دودھ اس اعرابی کو دے دیا جو آپ کی دائیں طرف تھا پھر آپ نے فرمایا: دائیں طرف سے دو پس دائیں طرف سے دو۔

(صحیح مسلم: ٢٠٢٩ الرقم المسلسل: ٥١٨٣ سنن ترمذی: ١٨٩٣ سنن ابن ماجہ: ٣٤٢٥ سنن ابوداؤد: ٣٧٢٦ صحیح ابن حبان: ٥٣٣٣-٥٣٣٣ تاریخ بغداد ج ٤ ص ٢١٥-ج ٧ ص ٣٣٦ مسند الحمیدی: ١١٨٢ مسند ابویعلیٰ: ٣٥٢٥ سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٨٥ شعب الایمان: ٦٠٣٤ شرح

السنۃ: ۳۰۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۷۷۔ ج ۱۹ ص ۱۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

صدر مجلس کی دائیں جانب والا عطا کا بائیں جانب والے سے زیادہ مستحق ہے خواہ بائیں جانب والا افضل ہو

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بچائے ہوئے دودھ کا پیالہ اعرابی کو دے دیا کیونکہ وہ دائیں جانب تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیا' اس لیے کہ وہ بائیں جانب تھے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو دائیں جانب بیٹھا ہو' اس کو ترجیح دینی چاہیے خواہ وہ کم درجہ کا ہو اور جب اصول یہ ہے کہ دائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے تو اس اصول پر عمل کرنا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس عمل سے یہ بتایا ہے کہ اصول کو توڑنا نہیں چاہیے خواہ اصول پر عمل کرنے کی وجہ سے اعرابی کو حضرت ابوبکر پر ترجیح دینی پڑے۔

حدیث مذکور کا اس حدیث سے تعارض جس میں بڑوں کو مقدم رکھنے کا حکم ہے اور اس اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک حدیث اس کے خلاف ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب (کوئی مشروب) پیتے تو فرماتے: (دینے کی) ابتداء بڑوں سے کرو۔ (مسند ابویعلیٰ: ۲۴۲۵۔ ج ۴ ص ۳۱۵' المعجم الاوسط: ۷۸۶ ۳۔ ج ۳ ص ۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۱۰' حافظ الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے کہا ہے کہ امام ابویعلیٰ کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۲' دارالفکر' بیروت)

اسی طرح حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم بھی تھے' اس مجلس میں ایک پیالہ میں مشروب لایا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مشروب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا' حضرت ابوعبیدہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس مشروب کو پینے کے زیادہ حق دار ہیں' آپ نے فرمایا: تم اس کو لو' حضرت ابوعبیدہ نے وہ پیالہ لے لیا' پھر اس کو پینے سے پہلے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ آپ لے لیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پیو! بے شک ہمارے بڑوں کے ساتھ برکت ہے' پس جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہمارے (طریقہ کاملہ) سے نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر: ۷۸۹۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس سند کے ایک راوی عبدالملک کو میں نہیں پہچانتا اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۲' دارالکتب العربی' بیروت)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جو صحابہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' ان کی دو صورتیں تھیں: ایک صورت یہ تھی کہ صحابہ دائیں اور بائیں جانب بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' اس صورت میں یہ حکم تھا کہ کسی چیز کو دینے کی ابتداء دائیں جانب سے کی جائے اور دوسری صورت یہ تھی کہ صحابہ صرف سامنے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' اس صورت میں حکم یہ تھا کہ دینے کی ابتداء بڑوں سے کی جائے۔

علامہ نووی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ بڑوں کو مقدم رکھنے کا حکم اس وقت ہے جب باقی اوصاف میں تمام شرکاء مجلس مساوی ہوں' ورنہ دائیں جانب سے ابتداء کی جائے۔

اس حدیث میں مشروب کے متعلق فرمایا ہے کہ دینے کی ابتداء دائیں جانب سے کی جائے' اب سوال یہ ہے کہ اگر مشروب کے بجائے پھل اور میوہ جات ہوں یا مٹھائی ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کھانے اور پینے کی تمام چیزوں میں دینے کی ابتداء دائیں جانب سے کرنا مستحب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں کوئی ہدیہ آئے تو ادب اور مروّت اور فضل و احسان کا تقاضا یہ ہے کہ تمام شرکاء مجلس اس ہدیہ میں مشترک ہوتے ہیں لیکن یہ مستحب ہے' واجب نہیں ہے حتیٰ کہ کسی شریک مجلس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس ہدیہ میں سے اپنا حصہ طلب کرے۔

ابن الملقن نے شرح البخاری میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ تمہارے جلساء ہدیہ میں شریک ہوتے ہیں' مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔
(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۱ ص ۳۲۹' مکتبۃ الغزالی' دمشق)

جس کے متعلق معلوم ہو کہ اس کی آمدنی حلال ہے' اس سے اس کے ہدیہ کے متعلق سوال نہیں کرنا چاہیے

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کے پاس کھانے یا پینے کی کوئی چیز ایسا شخص لائے جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ نیک اور متقی آدمی ہے اور اس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ اس کی آمدنی حلال ہے تو اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اس سے یہ سوال کرے کہ یہ کیا چیز ہے' اس کو تم نے کہاں سے اور کس ذریعہ سے حاصل کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کو ترجیح دینے کے لیے حضرت ابن عباس سے سوال کیا تو اعرابی سے کیوں سوال نہیں کیا؟

صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: کیا تم مجھے یہ اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا یہ (پس خوردہ مشروب) ان معمر لوگوں کو دے دوں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی اجازت نہیں دی' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا حضرت ابن عباس کو یہ نہیں چاہیے تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا تو وہ اجازت دے دیتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم نہیں دیا تھا' اگر آپ ان کو حکم دیتے تو پھر ان پر واجب تھا کہ وہ اجازت دے دیتے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو یہ سوال کیا تھا کہ آپ اپنا پس خوردہ معمر اصحاب کو دے دیں تو آپ نے اعرابی سے یہ سوال کیوں نہیں کیا کہ آپ اپنا پس خوردہ دودھ حضرت ابوبکر کو عطا کر دیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اعرابی چونکہ زمانۂ جاہلیت کے قریب تھا تو آپ نے اس سے اس لیے سوال نہیں کیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کو اس سوال سے وحشت (اُلجھن اور اکتاہٹ) ہو اور وہ آپ کے متعلق کوئی بدگمانی کرے اور رہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو ان کے متعلق آپ کو اطمینان تھا کہ ان کو اس سے وحشت نہیں ہوگی اور نہ وہ آپ کے متعلق کوئی بدگمانی کریں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص صدر مجلس کی دائیں جانب ہو' وہ بائیں جانب والے کی بہ نسبت عطا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے' خواہ بائیں جانب والا اس سے مرتبہ اور درجہ میں کتنا ہی زیادہ افضل کیوں نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۱-۲۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۵۱۷۳-۵۱۷۲-ج ۶ ص ۲۸۳ پر مذکور ہیں' ان کی شرح کا عنوان ہے: تبرکات اور عبادات میں دوسروں کے لیے ایثار نہیں کیا جاتا۔

٣ - بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتّٰى يَرْوٰى' لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس شخص نے یہ کہا کہ پانی کا مالک پانی کا زیادہ حق دار ہے حتیٰ کہ وہ اپنی زمین کو سیراب کر لے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ضرورت سے زیادہ

لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ

پانی سے کسی کو منع نہ کیا جائے

٢٣٥٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ.

[اطراف الحدیث: ٢٣٥٤-٢٣٥٤-٦٩٦٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضرورت سے زیادہ پانی سے منع نہ کیا جائے تا کہ اس کے سبب سے گھاس کی کاشت سے منع کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ١٥٦٦، الرقم المسلسل: ٣٨٩٧، سنن ترمذی: ١٢٧٢، سنن نسائی: ٤٦٧٤، سنن بیہقی ج ٦ ص ١٥٢، مسند احمد ج ٢ ص ٢٧٣ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٦٩٧- ج ١٣ ص ١٢٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ضرورت سے زائد پانی سے منع نہ کیا جائے اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ جب ضرورت سے زائد پانی نہ لیا جائے تو زمین کا مالک اس پانی کا زیادہ حق دار ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا، ایک وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے زائد پانی تھا اور اس نے کسی مسافر کو پانی لینے سے منع کیا، دوسرا وہ آدمی جس نے سودا بیچنے کے لیے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی، تیسرا وہ آدمی جس نے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کی، اگر وہ اس کو عطا کرے تو وہ اس کی بیعت کو پورا کرے اور اگر وہ اس کو عطا نہ کرے تو وہ اس کی بیعت کو پورا نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ٢٦٧٢، صحیح مسلم: ١٠٨، سنن ابوداؤد: ٣٤٧٤، سنن نسائی: ٤٤٧٤)

بہیسہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ میرے والد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی تو وہ آپ کے اور آپ کی قمیص کے درمیان داخل ہو گئے، وہ آپ کے بدن کو بوسا دے رہے تھے اور آپ سے لپٹ رہے تھے، پھر انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! وہ کون سی چیز ہے جس کو دینے سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی، انہوں نے پھر کہا: اے اللہ کے نبی! وہ کون سی چیز ہے جس کو دینے سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: نمک، انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! وہ کون سی چیز ہے جس سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم نیکی کرو تو وہ تمہارے لیے خیر ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٤٧٦)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب مہاجرین میں سے ایک شخص نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تین غزوات میں تھا، میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: گھاس میں، پانی میں اور آگ میں۔ (سنن ابوداؤد: ٣٤٧٧)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی، نمک اور آگ، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پانی کو تو ہم نے پہچان لیا، پس نمک اور آگ کو منع نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اے حمیراء! جس نے آگ عطا کی، گویا اس نے آگ سے پکی ہوئی تمام چیزوں کو صدقہ کر دیا اور جس نے نمک عطا کیا اس نے گویا اس نمک کے ذائقہ کی تمام چیزوں کو صدقہ کر دیا اور جس نے کسی مسلمان کو اس جگہ ایک گھونٹ پانی پلایا جہاں پانی نہیں تھا، اس نے گویا ایک غلام کو آزاد کر دیا اور جس نے کسی مسلمان کو اس جگہ ایک گھونٹ پانی پلایا جہاں پانی نہیں تھا اس نے گویا اس مسلمان کو زندہ کر دیا۔ (سنن ابن ماجہ: ٢٤٧٤)

٢٣٥٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلَأِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابن المسیب وابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ضرورت سے زائد پانی کو منع نہ کرو تاکہ تم اس کی وجہ سے زائد گھاس کو منع کرو۔

حیوانات کو پلانے کے لیے اور کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ ضرورت سے زائد پانی کو منع کرنے کی ممانعت کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہ کے لیے ہے؟ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ علماء نے اس ممانعت کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ وہ پانی مملوک ہے یا نہیں ہے، پس اولیٰ یہ ہے کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے۔ التوضیح میں مذکور ہے کہ امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے اور علامہ خطابی اور علامہ ابن التین نے امام شافعی سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک فاضل پانی کو دینا مستحب ہے اور ہمارے نزدیک مویشیوں کو پلانے کے لیے پانی دینا واجب ہے اور کاشت کاری کے لیے پانی دینا واجب نہیں ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) فقہاء احناف کا بھی یہی مذہب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مویشی جاندار ہیں، اگر ان کو پانی نہیں ملا تو وہ پیاس سے مر جائیں گے اور کاشت کاری میں ایسا کوئی خطرہ نہیں، اس لیے حیوانوں کو پلانے کے لیے پانی دینا واجب ہے اور کاشت کاری کے لیے پانی دینا واجب نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٧٢-٢٧١، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی دونوں حدیثیں، شرح صحیح مسلم: ٣٨٩٤، اور ٣٨٩٥۔ ج ٤ ص ٢٩٢-٢٩١ پر مذکور ہیں، ان حدیثوں کی شرح کا عنوان ہے: فالتو پانی کی بیع میں مذاہب۔

٤ - بَابُ مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ

جس نے اپنی ملک میں کنواں کھودا، وہ ضامن نہیں ہوگا

اس عنوان کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے اپنی ملکیت میں کنواں کھودا اور اس میں کسی کے گرنے سے نقصان ہوگیا تو زمین کا مالک اس نقصان کا ضامن نہیں ہوگا، کیونکہ انسان کو اپنی ملکیت میں تصرف کرنے کا حق ہے۔

٢٣٥٥ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

[طرف الحدیث: ٤٤٩٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از اسرائیل از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معدن میں (گرنے کے نقصان کا) کوئی تاوان نہیں ہے اور کنویں میں (گرنے کے نقصان کا) کوئی تاوان نہیں ہے اور جانور کے مارنے کا کوئی تاوان نہیں ہے، اور دفینہ میں سے پانچواں حصہ (بیت المال کو) دینا واجب ہے۔

(صحیح مسلم: ١٧١٠، الرقم المسلسل: ٤٣٥٦، سنن ابوداؤد: ٤٥٩٣، سنن ترمذی: ١٣٧٧، سنن نسائی: ٢٤٩٦، مسند الحمیدی: ١٠٧٩، مصنف ابن ابی

شیبہ ج ۹ ص ۱۷۲'۱۷۱' المنتقی: ۲۷۳' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۵۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۵' سنن دارمی: ۲۳۷۸-۲۶۶۸' سنن کبریٰ: ۵۸۳۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۲۶' صحیح ابن حبان: ۵۰۰۵-۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۵۴- ج ۱۲ ص ۱۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جانور کے نقصان پہنچانے اور کنویں میں گرنے کے تاوان میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کنویں میں کوئی تاوان نہیں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے کسی ایسی جگہ کنواں کھودا' جہاں پر اس کے لیے کنواں کھودنا جائز تھا' پھر اس میں کوئی گر گیا تو اس کے اوپر کوئی تاوان نہیں ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری' باب: ۶۶ ''فی الرکاز الخمس'' میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۳' مطبوعہ بیروت)

※ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۱- ج ۴ ص ۸۸۰ میں مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں حسب ذیل مسائل ذکر کیے گئے ہیں:

① جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ ② جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ③ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ ④ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء احناف کا نظریہ ⑤ کنویں اور کان میں گرنے کا حکم ⑥ ''رکاز'' سے دفینہ مراد ہے یا معدن ⑦ معدنیات کی اقسام اور ان اقسام کے احکام ⑧ معدنیات میں نصاب اور سال گزرنے کی شرط کی تحقیق ⑨ جس جگہ معدنیات پائے گئے' اس جگہ کے اعتبار سے معدنیات کے احکام ⑩ معدنیات کو حاصل کرنے والے کے اعتبار سے معدنیات کے احکام ⑪ معدنیات کا مصرف اور زمین کے اعتبار سے معدنیات کا حکم ⑫ اگر آج کل کسی کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل نکل آئے تو ادائیگی خمس کی کیا صورت ہوگی؟

۵- بَابُ الْخُصُوْمَةِ فِی الْبِئْرِ وَالْقَضَاءِ فِیْهَا

کنویں کے متعلق جھگڑنا اور اس کا فیصلہ کرنا

اس باب میں کنویں کے متعلق جھگڑے اور اس میں فیصلہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۳۵۶'۲۳۵۷- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ' عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ شَقِیْقٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ یَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ' هُوَ عَلَیْهَا فَاجِرٌ' لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا﴾ اَلْاٰیَةَ. (آل عمران:۷۷) فَجَآءَ الْاَشْعَثُ فَقَالَ مَا حَدَّثَكُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فِیَّ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ' كَانَتْ لِیْ بِئْرٌ فِیْ اَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِیْ' فَقَالَ لِیْ شُهُوْدَكَ؟ قُلْتُ مَا لِیْ شُهُوْدٌ' قَالَ فَیَمِیْنُهُ' قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِذًا یَحْلِفَ' فَذَكَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از شقیق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جس شخص نے کوئی قسم کھائی جس کے ذریعہ وہ کسی مسلمان شخص کے مال پر قبضہ کر لے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ (آل عمران: ۷۷) پھر حضرت اشعث رضی اللہ عنہ آئے اور

وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ تَصْدِيْقًا لَّهٗ.

[اطراف الحدیث (۲۳۵۶): ۲۴۱۶_۲۵۱۵_۲۶۶۶_۲۶۶۹_ ۲۶۷۳_۲۶۷۶_۴۵۴۹_۶۶۵۹_۶۶۷۶_۷۱۸۳_۷۴۴۵]

[اطراف الحدیث (۲۳۵۷): ۲۴۱۷_۲۵۱۶_۲۶۶۷_۲۶۷۰_۲۶۷۷_ ۴۵۵۰_۶۶۶۰_۶۶۷۷_۷۱۸۴]

کہا: تمہیں ابوعبدالرحمان نے اس آیت کے متعلق کیا بتایا ہے جو میرے متعلق نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرے عم زاد کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم اپنے گواہ لاؤ (کہ یہ تمہارا کنواں ہے)؟ میں نے کہا: میرے پاس گواہ نہیں ہیں' آپ نے فرمایا: پھر اس کی قسم ہوگی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو حلف اٹھالے گا! تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ذکر فرمایا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق نازل فرمائی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۸' الرقم المسلسل: ۲۵۲' سنن ترمذی: ۳۰۰۷' سنن ابوداؤد: ۳۲۴۳' سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۳' مسند الحمیدی: ۹۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۷۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷' مسند احمد: ۳۵۷۶۔ ج ۶ ص ۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جو شخص حق پر ہونے کے باوجود قسم نہ کھائے' اس کی جزاء

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عدی بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ امرء القیس اور حضر موت کے ایک شخص کے درمیان کوئی تنازعہ تھا' دونوں نے اپنا مقدمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا' آپ نے حضرمی سے فرمایا: تم گواہ پیش کرو' ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' حضرمی نے کہا: یارسول اللہ! اگر اس نے قسم کھالی تو پھر یہ میری زمین لے لے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کا مال کھانے کے لیے جھوٹی قسم کھائی' وہ جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر غضب ناک ہوگا' امرء القیس نے کہا: یارسول اللہ! جو شخص حق پر ہونے کے باوجود قسم نہ کھائے اور اپنا حق ترک کردے' اس کی کیا جزاء ہے؟ آپ نے فرمایا: جنت' اس نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں قسم کو ترک کرتا ہوں' عدی بن عمیرہ نے بیان کیا: پھر آل عمران: ۷۷ نازل ہوئی۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۲۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

عہد شکنی کرنے اور جھوٹی قسم کھانے والوں کی سزا کا بیان

ہر چند کہ آل عمران: ۷۷ کا شانِ نزول چند خاص لوگوں کے متعلق ہے لیکن اس آیت کے الفاظ عام ہیں: جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ اور اعتبار خصوصیت مورد کا نہیں بلکہ عموم الفاظ کا ہوتا ہے' اس لیے ہر عہد شکنی کرنے والے اور مالِ دنیا کی خاطر جھوٹی قسم کھانے والے کا یہی حکم ہے' اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی پانچ سزائیں بیان فرمائی ہیں: (۱) ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے (۲) آخرت میں اللہ ان سے کلام نہیں فرمائے گا یعنی اللہ تعالیٰ ان سے خوشی سے بات نہیں کرے گا (۳) قیامت کے دن ان کی طرف نظر نہیں فرمائے گا' یعنی ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا (۴) اللہ تعالیٰ ان کا تزکیہ نہیں فرمائے گا' اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے گناہوں کے میل اور زنگ سے پاک اور صاف نہیں کرے گا بلکہ ان کو ان کے گناہوں کی سزا دے گا اور ان کو معاف نہیں کرے گا اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے نیک بندوں کی تعریف اور ستائش کرے گا' ان کی تعریف اور تحسین نہیں کرے گا' بلکہ ان کی مذمت کرے گا اور ان کو زجر و توبیخ کرے گا۔

اس آیت کی مزید تفصیل کے لیے ہماری تفسیر تبیان القرآن میں آل عمران: ۷۷ کی تفسیر کا مطالعہ کریں۔

مدعی پر گواہ پیش کرنے اور مدعیٰ علیہ پر قسم کا لزوم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اشعث سے فرمایا: تم اپنے گواہ لاؤ' انہوں نے کہا: میرے پاس گواہ نہیں ہیں' آپ نے فرمایا: پھر اس کی قسم ہوگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے' اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

※ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۶۱۔ ج ۱ ص ۱۰۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: باطن میں قضا نافذ نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور احناف کا جواب۔

٦ - بَابُ اِثْمِ مَنْ مَّنَعَ ابْنَ السَّبِيْلِ مِنَ الْمَاءِ

۲۳۵۸ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ رَجُلٌ كَانَ لَهٗ فَضْلُ مَاءٍ بِالطَّرِيْقِ فَمَنَعَهٗ مِنِ ابْنِ السَّبِيْلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَّا يُبَايِعُهٗ اِلَّا لِدُنْيَا، فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ وَاِنْ لَمْ يُعْطِهٖ مِنْهَا سَخِطَ، وَرَجُلٌ اَقَامَ سِلْعَتَهٗ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ، لَقَدْ اَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا، فَصَدَّقَهٗ رَجُلٌ. ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران: ۷۷).

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۹۔ ۲۶۷۲۔ ۷۲۱۲۔ ۷۴۴۶] (صحیح مسلم: ۱۰۸' الرقم المسلسل: ۲۰۰' سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۰' الاسماء والصفات ص ۲۲۳۔ ۲۲۲' شرح السنۃ: ۱۶۶۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۴۴۴۔ ج ۱۲ ص ۴۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جو مسافر کو پانی دینے سے منع کرے' اس کا گناہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوحید بن زیاد نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کی طرف قیامت کے دن نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا' اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے' ایک وہ شخص جس کا راستہ میں ضرورت سے زائد پانی ہو' پھر وہ مسافر کو پانی سے منع کرے' دوسرا وہ شخص جس نے کسی امام سے صرف دنیا (کے مال) کے حصول کے لیے بیعت کی' اگر اس کو اس نے دنیا عطا کر دی تو وہ راضی ہو گیا اور اگر اس نے اس کو دنیا عطا نہیں کی تو وہ ناراض ہو گیا اور تیسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد سودا فروخت کیا اور کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! مجھے یہ چیز اتنے میں دی گئی ہے اور ایک آدمی نے اس کی تصدیق کر دی' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خرید تے ہیں (الآیۃ) (آل عمران: ۷۷)۔

ضرورت سے زائد پانی سے منع کرنے والوں کی سزا

اس حدیث میں اس شخص پر وعید ہے جس کے پاس ضرورت سے زائد پانی ہو' پھر وہ مسافر کو پانی سے منع کرے' اس سے معلوم ہوا کہ پانی کے مالک کو پانی استعمال کرنے کی ترجیح ہے' اور مویشیوں اور انسانوں کو پانی دینے سے اگر پانی کا مالک منع کرے تو اس

سے جنگ کی جائے گی اور اگر وہ اس جنگ میں مارا جائے تو اس کی کوئی دیت یا تاوان نہیں ہے اور اگر پانی کو طلب کرنے والا مارا جائے تو پانی کے مالک پر اس کی دیت ہے اور اس کو سزا بھی دی جائے گی اور اس کو قید بھی کیا جائے گا' اسی طرح علامہ داؤدی نے کہا ہے اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اگر وہ پیاس سے مرگیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ یعنی عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ داروں) پر ہے' اور اگر اس جنگ میں مسافروں سے کوئی مرگیا تو پانی سے منع کرنے والوں کا تمام مال ضبط کرلیا جائے گا اور ان کو قتل کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷ - بَابُ سَكْرِ الْأَنْهَارِ نہروں کے پانی کو روکنا

اس باب کے عنوان میں ''سکر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پانی کو روکنا اور نالے کے اوپر بند باندھنا۔

۲۳۶۰٬۲۳۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ' خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِرَاجِ الْحَرَّةِ' اَلَّتِيْ يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ' فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ' فَاَبٰى عَلَيْهِ' فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ' ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ. فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ثُمَّ قَالَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ' ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ. فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَحْسِبُ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥). قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَيْسَ اَحَدٌ يَذْكُرُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اِلَّا اللَّيْثُ فَقَطْ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۱-۲۳۶۲-۲۷۰۸-۴۵۸۵] (صحیح مسلم: ۲۳۵۷' الرقم المسلسل: ۶۰۰۶' سنن ابوداؤد: ۳۶۳۷' سنن ترمذی: ۱۳۶۸' سنن نسائی: ۲۴۲۶' سنن ابن ماجہ: ۱۵' شرح السنۃ: ۲۱۹۴' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۵۳' المنتقٰی: ۱۰۲۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۹- ج ۳ ص ۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس سیاہ پتھریلی زمین کے نالے کے متعلق جھگڑا کیا' جس کا پانی مدینہ کے لوگ کھجور کے درختوں کو دیا کرتے تھے' انصاری نے حضرت زبیر سے کہا: پانی کو چھوڑ کر گزرنے دو' حضرت زبیر نے اس کا انکار کیا' پھر ان دونوں نے نبی کے سامنے اپنا اپنا موقف پیش کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر سے فرمایا: اے زبیر! (پہلے) تم پانی دے لو' پھر پانی کو اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' پس وہ انصاری غضب میں آیا' اس نے کہا کہ ہاں! زبیر آپ کے پھوپھی زاد ہیں نا' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا' سو آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم اپنے درختوں کو پانی دو' پھر پانی کو روک لو' حتیٰ کہ وہ (باغ کی) منڈیروں تک چڑھ جائے' حضرت زبیر نے کہا: اور اللہ کی قسم! یہ آیت اسی قضیہ کے متعلق نازل ہوئی تھی: تو (اے رسولِ مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں' پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف اپنے دلوں میں تنگی بھی نہ پائیں اور اس کو خوشی سے مان لیں ○ (النساء:۶۵) محمد بن العباس نے کہا کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ لیث کے سوا اور کسی نے نہیں کہا ہے: عروہ از عبداللہ۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر سے فرمایا: تم اپنے درختوں کو پانی دینے کے بعد پانی کو روک لو یا اس نالے پر بند باندھ دو۔

حضرت زبیر اور انصاری کے نزاع میں آیا یہ انصاری صحابی تھے یا نہیں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' ہمارے شیخ علامہ زین الدین نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ میں نے کسی حدیث میں اس انصاری کا نام نہیں پڑھا' گویا کہ حضرت زبیر اور اس حدیث کے دوسرے راویوں نے اس انصاری کا پردہ رکھا۔

داؤدی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ وہ انصاری منافق تھا' اگر تم یہ کہو کہ اس کے متعلق مذکور ہے کہ وہ انصار میں سے تھا تو علامہ نووی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ انصار کے قبیلہ سے تھا' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ انصار مسلمین میں سے تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے کتاب الصلح میں حضرت زبیر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان سے انصار کے اس شخص نے جھگڑا کیا' جو غزوۂ بدر میں حاضر ہو چکا تھا۔ (صحیح البخاری:۲۷۰۸) اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سنن ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ وہ انصاری غضب میں آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! حضرت زبیر آپ کے عم زاد ہیں اس لیے! (سنن ترمذی:۱۳۶۸) اور نبی ﷺ کو یارسول اللہ سے خطاب کرنا' صحابہ کا طریقہ تھا' نہ کہ منافقین کا' منافقین آپ کو یا محمد (ﷺ) کہتے تھے۔ علامہ داؤدی نے اس پر اعتماد کیا ہے کہ وہ شخص منافق تھا اور اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ اس انصاری کے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے سے پہلے کا ہے کیونکہ جو مسلمان غزوۂ بدر میں شامل ہوئے' وہ سب مغفور ہیں اور ان سے نفاق کی نسبت مسلوب اور منتفی ہو چکی ہے اور رہا حضرت زبیر کا یہ کہنا کہ وہ انصار میں سے تھا تو یہ اس پر محمول ہے کہ یہاں انصار سے مراد لغوی معنی ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ نبی ﷺ کی نصرت کرنے والوں میں سے تھا اور نہ یہ معنی ہے کہ وہ مشہور انصار میں سے تھا۔

علامہ تورپشتی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ بعض شارحین نے اس انصاری صحابی کو منافق کہنے کی جرأت کی ہے اور یہ بالکل باطل ہے کیونکہ انصار کا لفظ مدح پر دلالت کرتا ہے' اس لیے اس کے جواب میں اولیٰ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ غصہ اور غضب میں شیطان نے اس کو لغزش میں مبتلا کر دیا اور کسی بشر کا لغزش میں مبتلا ہونا بعید نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس عبارت میں انہوں نے یہ اعتراف کر لیا ہے کہ جنہوں نے حضرت زبیر سے جھگڑا کیا تھا' وہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ تھے' لیکن انہوں نے ان کو منافق قرار دینے کو باطل قرار دیا ہے اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ وہ معروف معنی میں انصاری نہیں تھے۔

الواحدی نے اسباب النزول میں کہا ہے کہ وہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ تھے' اسی طرح محمد بن الحسن النقاش اور مکی اور مہدوی نے کہا ہے: لیکن ان سب پر یہ رد کیا گیا ہے کہ حضرت حاطب مہاجروں میں سے تھے' انصار میں سے نہیں تھے لیکن اگر یہاں انصار کو لغوی معنی پر محمول کیا جائے اور انصار سے مراد معروف معنی نہ لیا جائے تو پھر ان کا کلام صحیح ہو سکتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۸۲۔۲۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے مذکور الصدر اقوال بھی نقل کیے ہیں اور دیگر اقوال بھی نقل کیے ہیں' لیکن انہوں نے کوئی

فیصلہ کن بات نہیں لکھی‘ جس پر ان کا اعتماد ظاہر ہوتا ہو۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۷ ‘ دار المعرفہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۶ ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زبیر کو دو حکم دیئے‘ ان دو حکموں کا باہمی فرق

حافظ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تاویل میں علماء کے مختلف اقوال ہیں‘ بعض نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو پہلا ارشاد تھا کہ اے زبیر! پہلے تم اپنے درختوں کو پانی دو‘ پھر اس پانی کو انصاری کے لیے چھوڑ دو (کیونکہ حضرت زبیر کا باغ اونچائی پر تھا اور انصاری کا باغ پتھریلی زمین کے نچلے حصہ پر تھا اور معروف یہی تھا کہ پہلے اونچائی والے پانی استعمال کرتے تھے‘ پھر نشیب والے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زبیر سے بہ طور مشورہ یہ فرمایا تھا اور اس انصاری کی دل جوئی کے لیے فرمایا تھا اور یہ آپ کا دینی حکم اور فیصلہ نہیں تھا‘ اور جب اس انصاری نے آپ کا حکم نہیں مانا اور غضب ناک ہوا تو پھر آپ نے اس صورت میں دینی حکم دیا اور فیصلہ فرمایا: اے زبیر! تم اپنے درختوں کو پانی دو‘ پھر پانی کو روک لوحتیٰ کہ وہ پانی (باغ کی) منڈیروں تک چڑھ جائے (یعنی اس وقت تک پانی کو روکے رکھو اور اتنا پانی جمع کر لو کہ وہ انسان کے ٹخنوں کے برابر ہو جائے‘ پھر اس پانی کو اس انصاری کے لیے چھوڑ دو)۔ یعنی پہلا حکم بہ طور مشورہ تھا اور دوسرا حکم بہ طور قضاء اور فیصلہ تھا۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جب اس انصاری نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زبیر سے قرابت داری کی وجہ سے یہ فرمایا ہے کہ پہلے حضرت زبیر اپنے درختوں کو پانی دے لیں‘ پھر اس انصاری کے لیے پانی چھوڑیں تو وہ اس قول کی وجہ سے دین سے مرتد ہو گیا اور اس کے باغ سے اس کی ملکیت زائل ہو گئی اور اب اس کا باغ فیئ ہو گیا اور تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے باغ کو حضرت زبیر کی ملک میں دے دیا‘ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ مالِ فیئ جس کو چاہیں عطا کر دیں۔

(معالم السنن ج ۴ ص ۱۶۸ ‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اس انصاری کے متعلق شارحین کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیصلہ نہ ماننے کی وجہ سے وہ مرتد ہو گیا تھا اور جنہوں نے اس کو منافق قرار دیا ہے‘ وہ اسی اعتبار سے ہے لیکن اس پر یہ اشکال رہے گا کہ وہ تو غزوۂ بدر میں شریک تھے‘ اور ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ارتداد کے بعد انہوں نے توبہ کر لی تھی اور وہ خالص مؤمن ہو گئے تھے‘ شارحین کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ مؤمن تھے اور شیطان نے ان کو لغزش دے دی تھی اور بعد میں انہوں نے اس پر توبہ کر لی تھی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر اب کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی حکم پر اعتراض کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا‘ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا تھا کہ کہیں کفار یہ نہ کہیں کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں اور اس سے تبلیغ اسلام میں کوئی رکاوٹ ہو۔ اوّلِ اسلام میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ‘ منافقین کی سخت باتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کی بدسلوکی کا جواب نیک سلوک سے دیتے تھے۔ (اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۶ ‘ دار الوفاء‘ ۱۴۱۹ ھ)

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ یہ نزاع کھیت میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا

ہم نے یہ لکھا ہے کہ حضرت زبیر اور اس انصاری کا جھگڑا باغ میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا‘ اس کے برخلاف شیخ تقی عثمانی نے یہ لکھا ہے کہ ان دونوں کا یہ جھگڑا کھیت میں پانی دینے کے متعلق تھا‘ ان کی عبارت کے چند جملے یہ ہیں:

اس میں قدرتی پانی کی نالیاں گزرتی تھیں تو جہاں سے یہ نالی گزر رہی تھی‘ وہاں سے اوپر کی طرف حضرت زبیر کا کھیت تھا‘ اور نیچے کی طرف ایک دوسرے صاحب کا کھیت تھا۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۶۳۸)

آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے زبیر! پہلے تم اپنی کھیتی میں پانی دے دو پھر اپنے پڑوس کے لیے چھوڑ دو کیونکہ پہلے حضرت زبیر کی کھیتی آتی تھی۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۶۳۸)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے زبیر! تم اپنے کھیتوں کو پانی دو پھر تم پانی کو روکے رکھو یہاں تک کہ پانی منڈیروں تک لوٹ آئے یعنی منڈیروں تک بھر جائے' پھر اس کے بعد چھوڑ دو۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۶۳۸)

مصنف کے نزدیک یہ نزاع باغ میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا

اس پر مصنف کا حدیث کی عبارت سے استدلال

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں کھیت کا ذکر نہیں ہے' کھجور کے درختوں کو پانی دینے کا ذکر ہے' حدیث کا الفاظ یہ ہیں:

فی شراج الحرة التی یسقون بھا النخل. ان کا جھگڑا حرہ کی پانی کی گزرگاہوں میں تھا' جس سے وہ کھجور کے درختوں کو پانی پلاتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۳۶۰-۲۳۵۹' دار الفکر' بیروت' صحیح مسلم: ۲۳۵۷' سنن ابوداؤد: ۳۶۳۷' سنن ترمذی: ۱۳۶۸' سنن نسائی: ۲۴۲۶' سنن ابن ماجہ: ۱۵' دار الفکر' بیروت)

اس حدیث میں کھجور کے درختوں کو پانی دینے کا ذکر ہے اور درخت باغ میں ہوتے ہیں' کھیت میں تو مثلاً گندم یا جو کی فصل ہوتی ہے' جس کے لیے عربی میں ''زرع'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے' نیز متقدمین نے اس حدیث کی شرح میں ''حـــائـط'' کا لفظ لکھا ہے اور ''حائط'' کا معنی باغ ہے۔

مصنف کا شارحین حدیث کی عبارات سے استدلال

قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

واختلف فی المراد بـه ھھنـا فقیل اصل الحائط وقیل اصول الشجر. اس میں اختلاف ہے کہ یہاں پر کیا مراد ہے؟ ایک قول ہے: باغ کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے اور ایک قول ہے: درخت کی جڑوں تک۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۳۲۶' دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ لکھتے ہیں:

یحتمل ان تکون صورة التسریح من داخل الحائط الذی یلی حائط الانصاری ویحتمل الزمن خارج الحائط. پانی چھوڑنے کی صورت باغ کے اندر سے بھی ہوسکتی ہے' جو انصاری کے باغ کے قریب تھا اور باغ کے باہر سے بھی ہوسکتی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۱۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

نیز علامہ ابی نے علامہ مازری کی اس عبارت کو نقل کیا ہے:

واختلف فی المراد بالجدر ھھنا فقیل اصل الحائط وقیل اصل الشجر. یہاں منڈیروں سے کیا مراد ہے؟ ایک قول ہے: باغ کی جڑوں تک۔ دوسرا قول ہے: درخت کی جڑ تک۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۱۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی متوفی ۸۹۵ ھ نے لکھا ہے:

وهل يراع بلوغ الكعبين في الساقية او في ارض الحائط.
کیا ٹانگوں کے ٹخنوں تک پانی کے پہنچنے کی رعایت مطلوب ہے یا باغ کی زمین تک۔

(مکمل اکمال الاکمال ج ۸ ص ۱۰۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مصنف کا بخاری کے مترجمین کی عبارت سے استدلال

صحیح بخاری کے مترجمین نے بھی باغ ہی لکھا ہے' غیر مقلد عالم شیخ محمد راز لکھتے ہیں:
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پہلے (اپنے باغ سینچ لے)۔

(صحیح البخاری ج ۳ ص ۵۰۱ 'مکتبہ قدوسیہ' اردو بازار لاہور)

شیخ ظہور الباری اعظمی فاضل دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:
آں حضور نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ (پہلے اپنا باغ) سینچ لیں۔ (تفہیم البخاری ج ا ص ۱۰۵۱ 'دارالاشاعت' کراچی)

وادی کے پانی کی ترتیب وار تقسیم اور اس کے ثبوت میں دیگر احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قدرتی وادیوں میں بہتا ہوا پانی ہر ایک کے لیے مباح ہے اور جس شخص تک اس وادی کا پانی پہلے پہنچے' وہ اس کا زیادہ حق دار ہے' کیونکہ اس وادی کا پانی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغ کی طرف سے بہتا ہوا آ رہا تھا' اس لیے وہ اس پانی کے حصول کے زیادہ حق دار تھے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کا باغ اونچائی پر ہو' پہلے اس وادی سے وہ پانی لے گا اور جس کا باغ زمین کے نچلے حصہ پر ہو' وہ اس کے بعد پانی لے گا اور وہ اس وادی پر بند باندھ لے گا حتیٰ کہ وہ پانی اس کے باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے' اس کے بعد وہ اس پانی کو زمین کے نچلے حصہ والوں کے لیے چھوڑ دے' پھر زمین کا یہ حصہ اس سے نچلی زمین پر مقدم ہے' وہ اس پانی کو روک لے حتیٰ کہ وہ اس کی دیواروں تک پہنچ جائے' اسی طرح اس باب کی حدیث میں ہے: آپ نے حضرت زبیر سے فرمایا: تم پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ منڈیروں تک چڑھ جائے یعنی باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے' اور دوسری حدیث میں ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیلِ مہزور (بنو قریظہ کی وادی) میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کا پانی روک لیا جائے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں تک پہنچ جائے' پھر زمین کے اوپر والے' نیچے والوں کے لیے پانی چھوڑ دیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۳۹ 'سنن ابن ماجہ: ۲۴۸۲)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وادی کے پانی سے کھجور کے درختوں کو پانی پلانے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اونچی زمین' پھر اونچی زمین کو نچلی زمین سے پہلے پانی دیا جائے گا اور پانی کو ٹخنوں تک چھوڑا جائے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں تک پہنچ جائے' پھر پانی کو نچلی زمین کی طرف چھوڑ دیا جائے اور اسی طرح اوپر والی زمین کو نچلی زمین پر مقدم کیا جاتا رہے گا ''حتى تنقضى الحوائط'' حتیٰ کہ باغات ختم ہو جائیں یا پانی ختم ہو جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۴۸۳)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ''الحوائط'' کا لفظ ہے' یہ ''حائط'' کی جمع ہے' جس کا معنی باغ ہے اور یہ واضح طور پر ہماری شرح کی صحت کی دلیل ہے کہ یہ نزاع کھیت میں پہلے پانی دینے کے متعلق نہیں تھا بلکہ باغ میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا۔

وادی کے پانی کی تقسیم میں مذاہب فقہاء

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر تم یہ سوال کرو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: پھر تم پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو۔ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آیا جو پانی اس کے روکنے کے بعد بچ گیا ہے وہ مراد ہے یا تمام وہ پانی جو ٹخنوں تک پہنچنے کے بعد باقی بچا ہے؟ اس کے جواب میں ہمارے شیخ (علامہ زین الدین) نے کہا ہے کہ صحیح وہ بات ہے جو فقہاء شافعیہ نے کہی ہے اور جو مالکیہ میں سے ابن ماجشون ابن وہب اور ابن القاسم کا مختار ہے کہ جب آدمی باغ کی دیواروں کے پاس کھڑا ہو اور پانی اس کے ٹخنوں تک پہنچ جائے تو پھر وہ اپنے نیچے سے وادی کا تمام پانی چھوڑ دے اور پھر اس پانی کو بالکل نہ روکے۔ اس جگہ یہ اعتراض ہے:

امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ زمین کے اوپر والوں کو زمین کے نیچے والوں پر مقدم نہیں کیا جائے گا اور ہر ایک کو ان کے حصے کے مطابق پانی دیا جائے گا' اور ان کا یہ قول احادیث کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے:

امام ابوحنیفہ کے قول کا محمل یہ ہے کہ اس طرح نہ کیا جائے کہ تمام پانی اوپر والوں کو دے دیا جائے اور نیچے والوں کو بالکل محروم کر دیا جائے بلکہ پانی کے استحقاق میں سب برابر ہیں تاہم پہلے اوپر والا اپنے باغ کو سیراب کرے گا' پھر اس سے نیچے والا' پھر اس سے نیچے والا۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

اگر چھوٹی نہر ہو یا قدرتی پانی کی وادی اور لوگ اس پانی میں تنازع کریں تو پہلے ان کو پانی دیا جائے جو اوّل میں ہوں' پس وہ اس سے اپنی زمین کو سیراب کرے گا اور پانی کو روک کر رکھے گا حتیٰ کہ وہ پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے' پھر اس پانی کو اس کے قریب والی زمین کی طرف چھوڑ دیا جائے گا' اس میں بھی اسی طرح کیا جائے گا اور تمام زمینوں کے ساتھ اسی طرح کیا جائے گا حتیٰ کہ زمینیں ختم ہو جائیں اور اگر پہلی زمین میں پانی دینے کے بعد پانی نہ بچے تو پھر ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا' یہ زمینیں عصبات کی طرح ہیں' اگر پہلے عصبہ کو وراثت میں سے دینے کے بعد کچھ نہ بچے تو پھر دوسرے عصبات کو کچھ نہیں ملتا۔ فقہاء مدینہ' امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور ہمارے علم میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے (یعنی فقہاء احناف اور فقہاء حنبلیہ کا بھی یہی مذہب ہے) اور اس مسئلہ کی دلیل حضرت زبیر اور ایک انصاری کے نزاع کی حدیث ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۳۶۰' صحیح مسلم: ۱۸۳۰' وغیرہما)

(المغنی ج ۷ ص ۴۶۷' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ ھ)

ان کے بعد علامہ عینی نے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کی ہے اور اس کا بھی یہی مآل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۹۹۱۔ ج ۶ ص ۸۱۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حجیت حدیث' اور اس میں علامہ ابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ انصاری منافق تھا۔

٨ - بَابُ شُرْبِ الْأَعْلٰى قَبْلَ الْأَسْفَلِ

جس کا باغ بلندی پر ہو وہ نچلے باغ سے پہلے اپنے باغ کو سیراب کرے

٢٣٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت

وَسَلَّمَ يَا زُبَيْرُ، اِسْقِ ثُمَّ اَرْسِلْ . فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ اِنَّهُ ابْنُ عَمَّتِكَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ يَبْلُغَ الْمَاءُ الْجَدْرَ، ثُمَّ اَمْسِكْ. فَقَالَ الزُّبَيْرُ فَاَحْسِبُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥).

زبیر رضی اللہ عنہ کا انصار کے ایک آدمی سے جھگڑا ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو' پھر (اس کی طرف) پانی چھوڑ دو' اس انصاری نے کہا: یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں نا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو' پھر جب پانی (باغ کی) دیواروں تک پہنچ جائے تو پانی کو روک لینا' حضرت زبیر نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی: (اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ (النساء:٦٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۶۰ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضرت زبیر کا باغ بلندی پر تھا اور آپ نے ان کو یہ حکم دیا کہ پہلے وہ اپنے باغ کو سیراب کریں۔

٩ - بَابُ شُرْبِ الْاَعْلٰى اِلَى الْكَعْبَيْنِ

اوپر والوں کا (اپنے باغ کو) ٹخنوں تک پانی سے سیراب کرنا

٢٣٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِيْ شِرَاجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ لِيَسْقِيَ بِهِ النَّخْلَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ فَاَمَرَهُ بِالْمَعْرُوْفِ ثُمَّ اَرْسِلْهُ اِلٰى جَارِكَ. فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ اِسْقِ ثُمَّ احْبِسْ، حَتّٰى يَرْجِعَ الْمَاءُ اِلَى الْجَدْرِ. وَاسْتَوْعٰى لَهُ حَقَّهُ، فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اُنْزِلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥). قَالَ لِي ابْنُ شِهَابٍ فَقَدَّرَتِ الْاَنْصَارُ وَالنَّاسُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ، ثُمَّ احْبِسْ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ وَكَانَ ذٰلِكَ اِلَى الْكَعْبَيْنِ. اَلْجَدْرُ هُوَ الْاَصْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر' انہوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ انصار کے ایک آدمی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے سیاہ پتھریلی زمین کی وادی کے پانی سے کھجور کے درختوں کو پانی دینے کے بارے میں جھگڑا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو' آپ نے ان کو یہ حکم دستور اور رواج کے مطابق دیا تھا' پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو' تب انصاری نے کہا: یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں نا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ میں) پانی دو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ پانی (باغ کی) دیواروں کی طرف لوٹ جائے اور آپ نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق دیا' پس حضرت زبیر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ آیت اس قضیہ میں نازل ہوئی تھی: (اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ

مان لیں۔ (النساء:٦٥) مجھ سے ابن شہاب نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا: اے زبیر! تم (باغ کو) سیراب کرو حتیٰ کہ پانی (باغ کی) دیواروں تک پہنچ جائے' اس ارشاد سے انصار اور دوسرے لوگوں نے یہ اندازہ کیا کہ پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے۔ حدیث میں جو' الجدر'' کا لفظ ہے' اس سے مراد جڑ ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ٢٣٦٠ کا مطالعہ کریں' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ٹخنوں تک باغ کو پانی سے سیراب کرنے کا ذکر ہے۔

١٠ - بَابُ فَضْلِ سَقْيِ الْمَاءِ

پانی پلانے کی فضیلت

٢٣٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ، يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ بِي، فَمَلَا خُفَّهُ ثُمَّ اَمْسَكَهُ بِفِيهِ، ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ قَالَ فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ. تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَالرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص کہیں جا رہا تھا' اس اثناء میں اس کو سخت پیاس لگی' وہ کنویں میں اترا' پس اس نے پانی پیا' پھر کنویں سے باہر آیا تو ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا' اس نے کہا: یہ بھی میری مثل پیاسا ہے' پھر اس نے کنویں میں اُتر کر اپنے موزے میں پانی بھرا اور موزہ اپنے منہ سے پکڑ کر اوپر کی طرف چڑھا اور کتے کو پانی پلایا تو اللہ نے اس کی قدر افزائی کی' سو اس کو بخش دیا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! اور بے شک ہمارے لیے جانوروں میں بھی اجر ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر تر جگر میں اجر ہوتا ہے۔ حماد بن سلمہ اور الربیع بن مسلم نے اس حدیث کی از محمد بن زیاد متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٣ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جانوروں کو پانی پلانے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

٢٣٦٤ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةَ الْكُسُوْفِ، فَقَالَ دَنَتْ مِنِّي النَّارُ، حَتّٰى قُلْتُ اَيْ رَبِّ وَاَنَا مَعَهُمْ! فَاِذَا امْرَاَةٌ حَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ، قَالَ مَا شَانُ هٰذِهِ؟ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف پڑھائی' پھر فرمایا: دوزخ کو میرے قریب کیا گیا حتیٰ کہ میں نے (تعجب سے) کہا: اے میرے رب! کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟ (یعنی آپ تو جہنمیوں سے دور ہیں) پس وہاں ایک عورت تھی' میں نے گمان کیا کہ ایک بلی اس کو نوچ رہی تھی'

آپ نے پوچھا: اس کا کیا ماجرا ہے؟ تو فرشتوں نے کہا: اس نے بلی کو باندھ کے رکھا تھا' حتیٰ کہ وہ بھوکی مرگئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۴۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں جانوروں کو کھلانے پلانے سے محروم رکھنے کا عذاب بیان کیا گیا ہے۔

۲۳۶۵ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا، فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ. قَالَ فَقَالَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لَا اَنْتِ اَطْعَمْتِيْهَا وَلَا سَقَيْتِيْهَا حِيْنَ حَبَسْتِيْهَا، وَلَا اَنْتِ اَرْسَلْتِيْهَا فَاَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ. [اطراف الحدیث: ۳۳۱۸۔ ۳۴۸۲] (صحیح مسلم: ۲۲۴۲' الرقم المسلسل: ۵۷۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کے سبب سے عذاب دیا گیا' اس نے بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ بھوک سے مرگئی' سو اس سبب سے وہ دوزخ میں داخل ہوگئی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کے فرشتے نے اس عورت سے کہا: اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے' تو نے اس بلی کو کھلایا نہ پلایا' جب تو نے اس کو باندھ کر رکھا اور نہ تو نے اس کو آزاد کیا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھالیتی۔

جانوروں کو بھی ایذاء پہنچانا حرام ہے

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہنم کو پیدا کیا جا چکا ہے اور اس میں اب بھی بعض لوگوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور بلی کی وجہ سے عذاب دینا' اس کی دلیل ہے کہ بلی کو ایذاء پہنچانا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱ - بَابُ مَنْ رَّاٰى اَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ اَوِ الْقِرْبَةِ اَحَقُّ بِمَائِهٖ

جس کے نزدیک حوض کا مالک اور مشک کا مالک ہی اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے

یعنی جس شخص کا حوض بھرا ہوا ہے یا اس کی مشک پانی سے بھری ہوئی ہے تو وہ دوسروں کی بہ نسبت اس پانی کا زیادہ حق دار ہے' کیونکہ وہ پانی اس کی ملکیت ہے اور اس کے قبضہ میں ہے اور اس کو بیچنے' خریدنے یا اس کو ہبہ کرنے کا وہی تصرف کر سکتا ہے اور کسی دوسرے شخص کے لیے اس کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۳۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ، وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ هُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ وَالْاَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهٖ، قَالَ يَا غُلَامُ، اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ الْاَشْيَاخَ؟ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی' از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لایا گیا' آپ نے اس میں سے پیا' آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا جو سب سے کم عمر تھا اور معمر لوگ آپ کی بائیں جانب تھے' آپ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں (یہ پیالہ) معمر لوگوں کو دے دوں؟ اس

لڑکے نے کہا: یارسول اللہ! آپ سے مجھے جو میرا حصہ ملے گا اس پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ جس طرح کوئی شخص اپنے حوض یا مشک کے مشروب کا زیادہ مستحق ہوتا ہے' اسی طرح کوئی شخص اپنے پیالہ کے مشروب کا بھی زیادہ مستحق ہوتا ہے۔

۲۳۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَاَذُوْدَنَّ رِجَالًا عَنْ حَوْضِيْ، كَمَا تُذَادُ الْغَرِيْبَةُ مِنَ الْاِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ. (صحیح مسلم: ۲۳۰۲' الرقم المسلسل: ۵۱۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں (قیامت کے دن) اپنے حوض سے کچھ لوگوں کو اس طرح منع کروں گا' جس طرح اجنبی اونٹوں کو حوض سے بھگا دیا جاتا ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: حوض کا مالک اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے۔ یعنی وہ جس کو چاہے اپنے حوض سے پانی دے اور جس کو چاہے نہ دے' اسی طرح قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حوض سے جس کو چاہیں گے پانی عطا فرمائیں گے اور جس کو چاہیں گے منع فرمادیں گے۔ مؤمنین کو اس حوض سے پانی عطا فرمائیں گے اور مرتدین کو منع فرمادیں گے۔

علامہ ابن بطال اور علامہ ابن جوزی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حشر کے دن حوض پر مرتدین کو کیسے بلائیں گے جب کہ آپ پر دنیا میں ان کے اعمال پیش کیے جاچکے تھے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حوض سے قیامت کے دن ان مرتدین کو بھگا دیں گے' جنہوں نے آپ کے بعد اپنے دین کو تبدیل کرلیا تھا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قیامت کے دن آپ کی امت تو غرمحجل ہوگی (یعنی ان کا چہرہ اور ہاتھ پیر آثارِ وضوء سے سفید اور چمک دار ہوں گے) پس وہ مرتدین آپ کے پاس غرمحجل ہوکر کیسے آئیں گے اور منافقین کے تو ہاتھ اور پیر اور چہرہ سفید نہیں ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر امت اس حال میں آئے گی کہ اس امت میں اس کے منافقین بھی ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۸۰۶' اور صحیح مسلم: ۱۸۲ میں اس کی مثل حدیث ہے)

قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امت میں منافقین بھی شامل ہیں:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ. (الحدید: ۱۳)

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں۔

لہٰذا صحیح یہ ہے کہ حشر کے دن مؤمنین میں وہ منافقین بھی شامل ہوں گے' جو ان کے ساتھ دنیا میں تھے حتیٰ کہ ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا' منافق کے لیے نہ غرہ ہوگا نہ تحجیل ہوگی لیکن مجموعی طور پر مؤمنوں پر غرہ اور

تحجیل کی علامت لگا دی جائے گی (یعنی ان کا چہرہ اور ان کے ہاتھ پیر سفید ہوں گے) اور منافق ان کے درمیان میں ہوں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان منافقین یا مرتدین کا حال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسے مخفی رہا، حالانکہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ پر خالص مسلمانوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، منافقین اور کافرین کے اعمال نہیں پیش کیے جاتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحیح بخاری کی ذکر کردہ مختصر حدیث کی صحیح مسلم میں تفصیل

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر بہت اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے، اس حدیث کی مفصل روایت درج ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا: "السلام علیکم دار قوم مؤمنین!" اور بے شک ان شاء اللہ ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، میری خواہش ہے کہ ہم اپنے (دینی) بھائیوں کو دیکھیں، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں، آپ نے فرمایا: تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے، پھر صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جو لوگ ابھی تک نہیں آئے، آپ ان کو (قیامت کے دن) کیسے پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ کسی کے سفید چہرے اور سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے، سیاہ گھوڑوں کے ساتھ مخلوط ہو جائیں تو کیا وہ ان سیاہ گھوڑوں میں سے اپنے گھوڑوں کو شناخت نہیں کر سکتا، صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: جب میری امت میرے حوض پر آئے گی تو ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں آثار وضوء سے سفید اور چمک دار ہوں گے اور میں ان کے استقبال کے لیے پہلے سے حوض پر موجود ہوں گا، اور سنو! بعض لوگ میرے حوض سے اس طرح دور کیے جائیں گے، جس طرح بھٹکا ہوا اونٹ دور کر دیا جاتا ہے، میں انہیں آواز دوں گا: اِدھر آؤ! پھر بتایا جائے گا کہ آپ کی وفات کے بعد انہوں نے دین بدل لیا تھا، پھر میں کہوں گا: "سُحقًا سُحقًا" (دور ہو جاؤ! دور ہو جاؤ!)۔ (صحیح مسلم: ۲۴۹، الرقم المسلسل: ۵۷۴، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۶، صحیح ابن خزیمہ: ۶، مسند ابو یعلیٰ: ۶۵۰۲، سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۹۹۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

علامہ زُرقانی کی طرف سے اعتراضِ مذکور کے دس جوابات

اس حدیث پر بھی یہ اشکال ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے آپ کی وفات کے بعد دین بدل لیا تھا، آپ کیسے ان کو آواز دے کر بلائیں گے: اِدھر آؤ! علامہ محمد عبد الباقی الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ نے اس اشکال کا بہت تفصیل کے ساتھ جواب دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

ایک دوسری حدیث میں ہے: میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میری امت سے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ از خود نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا! اس حدیث پر آپ کی دوسری حدیث سے اشکال ہے:

بکر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے، تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہو گی، مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، جب میں نیک عمل دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب میں بُرا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ)

حافظ سیوطی نے اس حدیث کا ذکر کر کے لکھا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔ (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۵۸۲، دار الفکر، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ مناوی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (المطالب العالیہ ج ۴ ص ۲۳-۲۲ 'فیض القدیر ج ۳ ص ۴۰۱)
حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ اور علامہ الہیثمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور مؤخر الذکر نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔
(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷ 'دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ ھ' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴ 'دار الکتاب العربی' بیروت)

(۲-۱) اس اشکال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ پر اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں' مثلاً کہا جاتا ہے کہ آپ کے اُمتی نے بُرا کام کیا یا آپ کی امت نے اچھا کام کیا ہے یا اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور عامل کا تعین نہیں کیا جاتا' ان دو جوابوں کو علامہ اُبی نے ذکر کیا ہے اور یہ جواب بعید ہیں' ان کے خلاف یہ حدیث ہے:
ابن المبارک' سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ ہر روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صبح اور شام آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' آپ ان لوگوں کو علامتوں اور اعمال سے پہچانتے ہیں۔

(۳) بعض علماء نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ ان میں حسرت اور رنج پیدا کرنے کے لیے ان کو بلائیں گے' کیونکہ جب آپ ان کو آواز دے کر بلائیں گے تو ان کو نجات کی امید حاصل ہوگی اور پھر جب آپ فرمائیں گے: ''سحقًا سحقًا'' دور ہو جاؤ! دور ہو جاؤ! تو ان کی امید بندھ کر ٹوٹ جائے گی' امید کا بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ رنج اور اذیت کا سبب ہوتا ہے۔

(۴) علامہ باجی اندلسی متوفی ۴۶۴ ھ نے کہا ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ منافقین اور مرتدین میں سے جس نے بھی وضوء کیا ہو' اس کا چہرہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں' اس وجہ سے آپ نے انہیں آواز دے کر بلایا ہو اور اگر ہاتھ پیروں کی سفیدی صرف مؤمنوں کی علامت ہوتی تو آپ یہ گمان نہ فرماتے کہ وہ مؤمنوں میں سے ہیں۔

(۵) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن کو آپ نے آواز دے کر بلایا تھا' یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا اور آپ کی وفات کے بعد انہوں نے دین تبدیل کر لیا اور مرتد ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ظاہری حیات میں ان کے ایمان اور اظہارِ اسلام کا علم تھا' اس کے اعتبار سے آپ نے ان کو آواز دے کر بلایا تھا خواہ ان کے ہاتھ پیر اور چہرہ سفید نہ ہو کیونکہ آپ کے نزدیک وہ آپ کی حیاتِ ظاہرہ میں مسلمان ہی تھے۔

(۶) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ پہلا جواب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ منافق کو نور دیا جائے گا اور اس کی ضرورت کے وقت پل صراط پر وہ نور بجھ جائے گا' اسی طرح یہ بھی مستبعد نہیں ہے کہ ان کو چہرے اور ہاتھ پیروں کی سفیدی دی جائے اور اسی سبب سے آپ نے ان کو آواز دے کر بلایا ہو اور جب ان کو اس کی ضرورت ہو تو ان سے وہ سفیدی سلب کر لی جائے اور ان کو حوض سے بھگا دیا جائے۔

(۷) علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ان کو حوض سے بھگانا' اس بات کی قطعی دلیل نہیں ہے کہ وہ دوزخی ہیں' یہ ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں ان کو بھگا دیا جائے اور آپ ان سے ''سحقًا سحقًا'' فرمائیں' پھر دوسرے وقت میں اللہ اپنی رحمت سے اس کی تلافی کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شفاعت کرنے کا اذن عطا فرمائے۔

(۸) قاضی عیاض اور علامہ باجی نے کہا ہے کہ گویا کہ ان کو مؤمنینِ مرتکبینِ کبائر کے درجہ میں قرار دیا گیا ہے۔

(۹) قاضی عیاض نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہوسکتا ہے ان لوگوں نے سنت کو بدعت سے تبدیل کر دیا ہو' لیکن وہ ایسی بدعت نہ ہو' جو اُن کو اسلام سے نکال دے۔

(۱۰) دوسرے علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کا چہرہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں گے کیونکہ مرتکب

کبائر بھی بہر حال مؤمن ہوتا ہے اور اس سفیدی کی وجہ سے ہی رسول اللہ ﷺ نے ان کو آواز دے کر بلایا تھا۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ہر وہ جماعت جس نے دین میں اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ بدعت نکالی تو اس کو حوض سے بھگا دیا جائے گا' اور ان میں سب سے زیادہ بُرے وہ لوگ ہیں جن کے عقائد مسلمانوں کی جماعت کے خلاف ہوں جیسے خوارج' روافض اور ناصبی اور وہ ظالم لوگ جو بے دھڑک سب کے سامنے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں' پس اس قسم کے تمام لوگوں کے متعلق یہ خطرہ ہے کہ وہ اس حدیث کے مصداق ہیں۔ (شرح الزرقانی علی الموطا للامام مالک ج ۱ ص ۱۲۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

شیخ زکریا کاندھلوی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

شیخ محمد زکریا بن محمد یحییٰ الکاندھلوی نے بھی ان ہی جوابات کا ذکر کیا ہے' جن کا ذکر علامہ عبد الباقی زرقانی نے کیا ہے۔

تاہم انہوں نے ایک جواب اضافی ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

اگر رسول اللہ ﷺ پر اعمال پیش کیے جانے والی حدیث صحیح بھی ہو' تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی ﷺ ہر وقت یہ یاد رکھیں کہ فلاں وقت فلاں شخص نے کوئی ایسا کام کیا تھا جس سے وہ مرتد ہو گیا تھا' پھر میدانِ محشر میں اس کو دیکھ کر آپ کو یاد آئے کہ یہ تو وہی شخص ہے' جو مرتد ہو گیا تھا اور اس کا تقاضا یہ ہو کہ آپ اس کو حوض پر پانی پلانے کے لیے نہ بلائیں۔

(اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا حوض پر مرتدین کو اصیحابی کہہ کر بلانا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ آپ کو ان کے مرتد ہونے کا علم نہ ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کے مرتد ہونے کا علم تو ہو لیکن حشر کی شورش اور ہنگاموں میں اس طرف آپ کی توجہ نہ رہی ہو' شیخ کاندھلوی کا یہ جواب صحیح ہے۔

مصنف کی طرف سے اعتراضِ مذکور کا جواب

تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کو دنیا میں بھی ان مرتدین کا علم تھا جن کو حشر کے دن نبی ﷺ حوض پر بلائیں گے اور جب آپ کی توجہ اس طرف ہوگی کہ یہ تو مرتد ہو گئے تھے تو آپ ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کو حوض سے واپس کر دیں گے اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

نافع بن عمر بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے یہ حدیث بیان کی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض پر رہوں گا اور یہ دیکھوں گا کہ تم میں سے کون میرے پاس آتا ہے' کچھ لوگ میرے سامنے پکڑے جائیں گے' میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ میرے پیروکار ہیں اور میری امت سے ہیں' تو یہ کہا جائے گا: کیا آپ نے نہیں جانا کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا ہے؟ بہ خدا! آپ کی وفات کے بعد یہ لوگ فوراً اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے تھے۔ راوی ابن ابی ملیکہ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہم اس سے تیری پناہ میں آتے ہیں کہ ہم اپنی ایڑیوں پر پلٹ جائیں اور ہم اپنے دین میں کسی آزمائش سے دوچار ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۵۹۳' صحیح مسلم: ۲۲۹۳' الرقم المسلسل: ۵۸۶۶)

صحیح مسلم کی اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اما شعرت ما عملوا بعدك'' کیا آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کی وفات کے بعد کیا عمل کیے ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے یعنی آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی وفات کے بعد یہ اسلام سے کفر کی طرف پلٹ گئے تھے' سو یہ حدیث قیامت کے دن آپ کی بے علمی کی دلیل نہیں ہے' بلکہ آپ کے علم کی دلیل ہے۔

صحیح بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''ھل شعرت ما عملوا بعدك'' کیا آپ کو علم ہے کہ انہوں نے آپ کی وفات کے بعد کیا عمل کیے تھے؟ اس حدیث میں بھی جملہ استفہامیہ ہے اور اس کا بھی وہی مآل ہے' صحیح مسلم میں ہمزہ استفہام کا ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں ''ھل'' استفہام کا ہے' اور جن احادیث میں حرف استفہام کا ذکر نہیں ہے' وہاں پر حرف استفہام کو مقدر ماننا ہوگا تا کہ اس باب کی تمام احادیث کا معنی واحد ہو اور ان میں تعارض نہ رہے۔

نیز میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں جو مؤمنوں اور کافروں کی علامات بیان کی گئی ہیں' ان علامات سے تو میدانِ حشر میں موجود ہر شخص کو پتا چل جائے گا کہ کون مؤمن ہے اور کون کافر یا مرتد ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے دن مرتدین کا علم کیسے نہیں ہوگا!

قرآن مجید میں کفار کی حسب ذیل علامات بیان کی گئی ہیں:

(۱) یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ. (آل عمران:۱۰۶)　جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

یعنی مؤمنوں کے چہرے سفید ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(۲) وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ۞ (الواقعہ:۹)　بائیں طرف والے بدبخت' کیسے بُرے ہیں بائیں طرف والے۞

اس کے برعکس اہل ایمان کو دائیں جانب والا قرار دیا' فرمایا:

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ۞ (الواقعہ:۸)　دائیں طرف والے' کیسے اچھے ہیں دائیں طرف والے۞

یعنی قیامت کے دن مؤمنوں کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور کفار کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا۔

(۳) وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا۞ (طٰہٰ:۱۰۲)　اس دن ہم مجرموں کو ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں خوف سے پتھرا کر نیلی پڑ چکی ہوں گی۞

(۴) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ۞ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ۞ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ۞ (عبس:۴۲-۴۰)　کتنے منہ اس دن خاک آلود ہوں گے۞ ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۞ یہی لوگ کافر بدکار ہیں۞

(۵) وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ۞ (ابراہیم:۴۹)　اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے وہ (ایک دوسرے کے ساتھ) زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۞

(٦) يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ. (الرحمٰن:۴۱)　اس دن مجرم اپنی صورتوں سے پہچانے جائیں گے۔

غرض یہ کہ قیامت کے دن کافروں اور مرتدوں کے چہرے سیاہ ہوں گے' ان کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا' ان کی آنکھیں نیلی اور پتھرائی ہوئی ہوں گی' ان کے چہرے غبار آلود اور تاریک ہوں گے' وہ ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے اور وہ اپنی صورتوں سے پہچان لیے جائیں گے' ایسے میں میدانِ محشر میں موجود ہر شخص ان کو دیکھ کر جان لے گا کہ یہی کافر اور مرتد ہیں' پھر کیسے ممکن ہے کہ جن کو دیکھ کر سب جان لیں گے کہ یہ کافر اور مرتد ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دیکھ کر نہ جان سکیں!

✻ ہم نے شرح صحیح مسلم ج۱ ص ۹۰۸-۹۰۳ میں اور شرح صحیح مسلم ج٦ ص ۷۵۳-۷۴٦ میں اس اعتراض کے متعدد جوابات لکھے ہیں' قارئین کو چاہیے کہ اس مسئلہ پر شرح صدر حاصل کرنے کے لیے ان جوابات کو بھی پڑھ لیں۔

٢٣٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ اَيُّوْبَ وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرٍ، يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ، لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِيْنًا، وَاَقْبَلَ جُرْهُمُ، فَقَالُوْا اَتَاْذَنِيْنَ اَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ نَعَمْ، وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوْا نَعَمْ. [اطراف الحدیث: ٣٣٦٢۔ ٣٣٦٣۔ ٣٣٦٤۔ ٣٣٦٥] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبردی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبردی از ایوب و کثیر بن کثیر ان میں سے ایک روایت میں دوسرے پر اضافہ کرتا تھا از سعید بن جبیر انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے! اگر انہوں نے زمزم کو چھوڑ دیا ہوتا یا آپ نے یوں فرمایا: اگر وہ زمزم سے چلو بھر کر نہ لیتیں تو وہ بہنے والا چشمہ ہوتا اور قبیلہ جرہم کے لوگ آئے تو انہوں نے حضرت ھاجَر سے کہا: کیا آپ ہمیں اپنے نزدیک قیام کی اجازت دیتی ہیں؟ حضرت ھاجَر نے کہا: ہاں! اور تمہارا پانی میں کوئی حق نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

حضرت ھاجَر' حضرت اسماعیل اور قبیلہ جرہم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا ذکر ہے' اور یہ ھاجَر ہیں (ھاجرہ نہیں)' جب شام میں قحط پڑ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر کی طرف روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے' اور اس وقت مصر میں فرعونِ اوّل کی حکومت تھی' اس کا نام سنام بن علوان تھا' وہ سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھا اور حضرت سارہ تمام عورتوں سے زیادہ حسین تھیں' پھر حضرت سارہ کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہوا' آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کو اس فرعون سے نجات دے دی اور فرعون نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجَر بہ طور خادمہ دے دیں' حضرت ھاجَر کے بارے میں اختلاف ہے' مقاتل نے کہا ہے کہ حضرت ھاجَر' حضرت ھود علیہ السلام کی اولاد سے تھیں' اور الضحاک نے کہا ہے کہ وہ مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھیں یعنی شاہ زادی تھیں' یہ بادشاہ منف میں رہتا تھا' اس کے اوپر دوسرا بادشاہ غالب آ گیا' اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی کو قید کر لیا اور اس کو باندی بنالیا' پھر اس نے حضرت سارہ کو یہ باندی ہبہ کر دی' پھر حضرت سارہ نے یہ باندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی' پھر ان کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ھاجَر کو مکہ لے گئے' اس وقت مکہ میں خودرو جھاڑیاں تھیں اور کیکر اور ببول کے درخت تھے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو اس جگہ ٹھہرایا جہاں اس وقت کعبہ بنا ہوا ہے' حضرت ھاجَر کے پاس پانی کی مشک تھی جس میں پانی ختم ہو چکا تھا' وہ خود بھی پیاسی تھیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی پیاسے تھے' پھر حضرت جبریل علیہ السلام وہاں پر نازل ہوئے اور ان دونوں کو زمزم کی جگہ لے گئے' پھر حضرت جبریل نے اپنی ایڑی ماری (بعض روایات کے مطابق اپنا پَر مارا) تو وہاں چشمہ اُبل پڑا' اسی لیے زمزم کو حضرت جبریل کی ایڑی کی ضرب کہا جاتا ہے' جب وہاں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا تو حضرت ھاجَر نے اپنی مشک بھر لی' وہ چشمہ اُبل رہا تھا اور حضرت ھاجَر اس سے پانی بھر رہی تھیں' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے! اگر وہ زمزم کو بہتا ہوا چھوڑ دیتیں تو وہ بہنے والا چشمہ ہو جاتا' پس حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس سے پانی پیا' اور حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت ھاجَر سے کہا: آپ اس شہر کے لوگوں پر پیاس کا خطرہ محسوس

نہ کریں' عنقریب اللہ کے مہمان اس چشمہ سے پانی پئیں گے اور اس جگہ اللہ اس بچے سے اور اس کے والد سے اپنا گھر بنوائے گا' پھر حضرت ھاجر اور حضرت اسماعیل اسی کیفیت پر تھے حتیٰ کہ وہاں سے قبیلہ جرہم کے لوگوں کا گزر ہوا' وہ اس راستہ سے ملک شام کی طرف جارہے تھے' وہ مکہ کے نچلے حصے میں اترے تو انہوں نے ایک پہاڑ پر پرندہ کو دیکھا' انہوں نے کہا: یہ پرندہ پانی کے گرد چکر لگا رہا ہے اور ہم اس وادی میں ہیں اور یہاں پانی نہیں ہے' پھر انہوں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو ان کو پانی نظر آیا' تب انہوں نے حضرت ھاجر سے کہا: اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں قیام کرلیں' ہم آپ کے ساتھ مانوس رہیں گے اور پانی پر آپ ہی کا قبضہ رہے گا' حضرت ھاجر نے ان کو اجازت دے دی اور وہ وہاں رہنے لگے اور یہ مکہ کے سب سے پہلے باشندے تھے' وہ وہاں رہتے رہے حتیٰ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو گئے اور حضرت ھاجر کی وفات ہو گئی' اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جرہم کی لڑکی سے نکاح کرلیا' ان کا نام الجداء بنت سعد العملاقی تھا اور ان کی زبان بولنے لگے اور یہی عربی زبان تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٩٧-٢٩٦ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٣٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى سِلْعَةٍ لَقَدْ اَعْطٰى بِهَا اَكْثَرَ مِمَّا اَعْطٰى وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ الْيَوْمَ اَمْنَعُكَ فَضْلِيْ كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ. وَقَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعَ اَبَا صَالِحٍ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا' ایک وہ شخص جس نے قسم کھائی کہ اسے اس کے سودے کی قیمت اس سے زیادہ دی جا رہی تھی جتنی اب دی جارہی ہے اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا' دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم پر حلف اٹھایا تاکہ اس قسم کے ذریعہ کسی مسلمان شخص کا مال کھا جائے' تیسرا وہ شخص جس نے اپنی ضرورت سے زائد پانی سے کسی کو منع کیا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: آج میں اپنے فضل سے تجھے اس طرح منع کروں گا جس طرح تو نے اپنی ضرورت سے زائد حصہ سے منع کیا تھا حالانکہ اس چیز کو تو نے پیدا بھی نہیں کیا تھا۔ اور علی نے کہا: ہمیں کئی مرتبہ سفیان نے عمرو سے روایت کی' انہوں نے کہا: ابوصالح اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٥٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ضرورت سے زائد پانی نہ دینے کی ممانعت ہے۔

١٢ - بَابٌ لَا حِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ اور رسول کے سوا مویشیوں کی چراگاہ کو مخصوص کرنے کی ممانعت

اس باب کے عنوان میں "حِمٰی" کا لفظ ہے' "حمٰی" کا معنی ہے: ایسی مخصوص چراگاہ جس میں کوئی دوسرا شخص اپنے جانور نہ

چرا سکے۔ ''مَحْمِیّ'' کا معنی ہے: ممنوع' اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ سربراہِ ملک کسی چراگاہ کو اپنے مویشی چرانے کے ساتھ مخصوص کر لے اور عام آدمیوں کو وہاں اپنے جانور چرانے کی اجازت نہ ہو' زمانۂ جاہلیت میں کوئی سردار زمین کے کسی ٹکڑے کو اپنے جانوروں کے ساتھ خاص کر لیتا تھا اور عام آدمیوں کو وہاں جانور چرانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا' اور مخصوص چراگاہ کی نسبت صرف اللہ اور اس کے رسول کی طرف کی' ماسوا ان چراگاہوں کے جن میں جہاد کے لیے گھوڑوں اور اونٹوں کو چرایا جاتا ہو' جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نقیع نام کی ایک چراگاہ کو صدقہ کے جانوروں اور زکوٰۃ کے اونٹوں کے لیے مخصوص کر لیا تھا۔

۲۳۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِمٰى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ. وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ، وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى السَّرَفَ وَالرَّبَذَةَ. [طرف الحديث: ۳۰۱۳] (سنن ابوداؤد: ۳۰۸۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مخصوص چراگاہیں صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔ امام بخاری نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقیع کی چراگاہ کو مخصوص کر لیا تھا اور حضرت عمر نے سرف اور ربذہ کو مخصوص کر لیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کا اپنے لیے چراگاہوں کو مخصوص کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مخصوص چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی چراگاہ کو صرف اپنے لیے خاص کرے اور عام لوگوں کو وہاں جانور چرانے سے منع کرے' یہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے جائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کے لیے جائز ہے' جن کو مسلمانوں کی مصلحت اور مفادِ عام کے پیش نظر اس کی ضرورت پڑتی ہے' جس طرح حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے ضرورت کی بناء پر اس طرح کیا' ان کے علاوہ اور کسی شخص کے لیے اس پر انکار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے اس طرح کر چکے ہیں اور آپ کے خلفاء کی اقتداء کرنا بھی لازم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۰۰)

۱۳ - بَابُ شُرْبِ النَّاسِ وَسَقْيِ الدَّوَآبِّ مِنَ الْأَنْهَارِ

نہروں سے عام لوگوں اور جانوروں کا پانی پینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ راستہ کے دوران نہروں سے لوگوں کے خود پانی پینے اور اپنے جانوروں کو پانی پلانے کا کیا حکم ہے؟ اور اس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نہروں کا جاری پانی کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا اور بغیر کسی کی اجازت لیے جاری پانی سے پینے اور جانوروں کو پانی پلانے پر اجماع قائم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پانی کو انسانوں اور حیوانوں کے لیے پیدا کیا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس پانی کا اور کوئی مالک نہیں ہے' اور جب کوئی شخص اپنے برتن میں نہر سے پانی لے گا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اس کا اس پانی کو فروخت کرنا اور ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے کہا ہے کہ پانی کو پانی کے

عوض اضافہ کے ساتھ اور مدتِ معینہ کے اُدھار پر فروخت کرنا جائز ہے۔ امام محمد نے کہا ہے کہ پانی کی پیمائش کی جاتی ہے اور اس کا وزن کیا جاتا ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے اور چار لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے (یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پانی کی پیمائش کی جاتی ہے)۔ اس وجہ سے پانی کو اضافہ کے ساتھ اور اُدھار فروخت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں حرمتِ سود کی علت پائی جاتی ہے اور وہ کیل اور وزن ہے اور شافعیہ کے نزدیک اس میں حرمتِ سود کی علت اس کا طُعم ہے یعنی اس کا پینے کی چیز ہونا۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ١٠ ٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٣٧١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ اَلسَّمَّانِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ لِرَجُلٍ اَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ فَاَمَّا الَّذِيْ لَهٗ اَجْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَاَطَالَ لَهَا فِيْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا اَصَابَتْ فِيْ طِيَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ اَنَّهٗ انْقَطَعَ طِيَلُهَا، فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ، كَانَتْ اٰثَارُهَا وَاَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَّهٗ، وَلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ، وَلَمْ يُرِدْ اَنْ يَّسْقِيَ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَّهٗ، فَهِيَ لِذٰلِكَ اَجْرٌ. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ رِقَابِهَا، وَلَا ظُهُوْرِهَا، فَهِيَ لِذٰلِكَ سِتْرٌ. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ، فَهِيَ عَلٰى ذٰلِكَ وِزْرٌ. وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ، فَقَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهَا شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (الزلزلۃ: ٧-٨). [اطراف الحدیث: ٢٨٦٠-٣٦٤٦-٤٩٦٢-٤٩٦٣-٧٣٥٦] [صحیح مسلم: ٩٨٧' الرقم المسلسل: ٢١٧٩' سنن ابوداؤد: ١٦٥٨' سنن ابن ماجہ: ٢٧٨٨' سنن ترمذی: ١٦٣٦' مسند ابویعلیٰ: ٦٦٤١' صحیح ابن خزیمہ: ٢٢٥٢' صحیح ابن حبان: ٤٦٧١' سنن بیہقی ج ١٠ ص ١٥' مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٢' مسند احمد: ٧٥٦٣ طبع قدیم' مسند احمد ج ١٣ ص ٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' یہ حدیث شیخ البانی کی مسند

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از زید بن اسلم از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے ایک آدمی کے لیے اجر کا باعث ہوتے ہیں اور دوسرے آدمی کے لیے اس کے عیوب اور گناہوں کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہوتے ہیں اور تیسرے آدمی کے لیے اس کے گناہوں کا بوجھ بن جاتے ہیں' رہا وہ شخص جس کے لیے گھوڑے اجر کا باعث ہوتے ہیں تو یہ وہ آدمی ہے جو گھوڑوں کو اللہ کی راہ میں باندھتا ہے' چنانچہ طویل عرصہ تک وہ اسے کسی سرسبز میدان میں باندھتا ہے یا کسی باغ میں تو وہ اس سرسبز میدان میں جس قدر چرے گا وہ اس کی نیکیوں میں شمار ہوگا' اگر اس کی رسّی ٹوٹ جائے اور وہ ایک بار یا دو بار پاؤں اٹھا کر اچھلا تو اس کے قدموں کے نشان اور اس کی لید بھی اس کے مالک کی نیکیوں میں لکھی جائے گی' اور اگر وہ گھوڑا کسی نہر کے پاس سے گزرا اور اس نہر سے اس نے پانی پیا خواہ اس کے مالک نے اس کو پانی پلانے کا اس کو پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تو یہ بھی اس کے مالک کی نیکیوں میں شمار ہوگا' سو یہ گھوڑا اس کے مالک کے لیے اجر کا باعث ہے' اور جس شخص نے گھوڑے کو دوسروں سے مستغنی رہنے کے لیے اور سوال سے بچنے کے لیے باندھا' پھر اس نے گھوڑے کی سواری میں اور اس کی پیٹھ میں اللہ کے حق کو فراموش نہیں کیا تو یہ اس کے عیوب اور گناہوں کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہے' اور جس نے اپنے گھوڑے کو فخر کرنے' دکھاوے اور مسلمانوں سے دشمنی کے لیے باندھا تو یہ گھوڑا اس کے گناہوں کے بوجھ کا سبب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر

میں بھی مذکور ہے) اس کے متعلق کوئی خاص حکم نہیں نازل کیا گیا' سوائے اس جامع اور منفرد آیت کے: جس نے ایک ذرّہ کے برابر بھی نیکی کی تو وہ اس کی جزاء پائے گاO اور جس نے ایک ذرّہ کے برابر بھی بُرائی کی تو وہ اس کی سزا پائے گاO (الزلزال:۸۔۷)

گھوڑوں پر زکوٰۃ کی دلیل' الزلزال:۸۔۷ کا عموم' نبی ﷺ کے اجتہاد کی دلیل اور گھوڑوں کو پالنے کی ترغیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر اس نے گھوڑے کی سواری میں اور اس کی پیٹھ میں اللہ کے حق کو فراموش نہیں کیا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس گھوڑے کی تجارت میں سے اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہا۔ اس میں امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہوتی ہے' اور اس گھوڑے پر اتنا بوجھ نہیں لادا جس کو وہ اٹھا نہ سکتا ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جہاد میں اس گھوڑے پر سوار ہوتا ہو۔

گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نازل نہیں کیا گیا سوائے اس جامع اور منفرد آیت کے' جامع کے لفظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ آیت اطاعات کی تمام انواع پر مشتمل ہے اور ہر خیر اور نیکی کو شامل ہے اور منفرد کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے الفاظ کم ہیں لیکن اس کا معنی ہر خیر اور شر کو اور ہر نیکی اور بدی کو شامل ہے' یعنی جو شخص گدھوں کو نیکی اور خیر کے لیے استعمال کرے گا اس کو ثواب ہوگا' اور جو اُن کو برائی اور شر کے لیے استعمال کرے گا اس کو عذاب ہو گا۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر ان کے متعلق کوئی مخصوص حکم نہیں نازل کیا گیا۔

بعض علماء نے حدیث کے اس قطعہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ اجتہاد نہیں کرتے تھے' آپ صرف وحی کے مطابق حکم دیتے تھے' لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گدھوں کے احکام اور احوال کے متعلق کوئی تفصیل نازل نہیں کی جیسی تفصیل اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے متعلق نازل کی ہے اور اس ارشاد میں آیت کے عموم سے استدلال کرنے کی طرف اشارہ ہے اور امت کو آیت سے مسائل کے استنباط اور اخراج اور قیاس کرنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص گدھوں کے معاملہ میں ایک ذرّہ کے برابر بھی نیکی کرے گا' اس کو اس کا ثواب ہوگا اور جو شخص گدھوں کے معاملہ میں ایک ذرّہ کے برابر بھی بُرائی کرے گا' اس کو اس کا عذاب ہوگا' مثلاً جو شخص گدھے پر بیٹھ کر نماز پڑھنے جائے گا یا جہاد کرنے جائے گا یا جو شخص تجارت کے لیے گدھے پر حلال مال لاد کر لے جائے گا' اس کو ثواب ہوگا اور جو شخص گدھے پر بیٹھ کر شراب پینے جائے گا یا زنا کرنے جائے گا یا جو شخص تجارت کے لیے گدھے پر حرام مال لاد کر لے جائے گا اس کو عذاب ہوگا' اور یہ سورۂ زلزال کی اس آیت سے بعینہٖ اجتہاد اور قیاس ہے' جس کا منکرین نے انکار کیا ہے۔

نیز اس حدیث میں گھوڑوں کو پالنے کی ترغیب ہے جب کہ انسان ان پر بیٹھ کر جہاد کرے اور ان کی زکوٰۃ ادا کرے اور جن کے پاس سواری نہ ہو' ان کو ان گھوڑوں پر سوار کرے کیونکہ گھوڑوں کی لید کا بھی قیامت کے دن وزن کیا جائے گا اور اس کا اس شخص کی نیکیوں میں شمار ہوگا اور اس حدیث میں یہ بھی بتایا ہے کہ دکھاوے اور ریا کاری کے لیے عمل کرنے کا کوئی اجر و ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ گھوڑوں پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب ان کو تجارت کی نیت سے رکھا جائے اور ان کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے' اور اگر گھوڑے صرف سواری کے لیے ہوں تو پھر ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

۲۳۷۲ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَاِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا وَاِلَّا فَشَانُكَ بِهَا. قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ هِيَ لَكَ اَوْ لِاَخِيكَ اَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ فَضَالَّةُ الْاِبِلِ؟ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسمٰعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید مولی المنبعث از زید بن خالد رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے لقطہ (راستہ میں پڑی ہوئی چیز) کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اس چیز کی تھیلی کے مادے اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کرلو' پھر اس کا ایک سال تک اعلان کرتے رہو' اگر اس عرصہ میں اس کا مالک آ جائے تو وہ چیز اس کو دے دو ورنہ وہ چیز تمہاری ہے' سائل نے پوچھا: اگر وہ گم شدہ بکری ہو تو؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیے کی ہے' سائل نے پوچھا: اگر وہ گم شدہ اونٹ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟ اس کے ساتھ اس کے پانی کی مشک اور اس کے کھر ہیں' وہ پانی پینے جائے گا اور درخت کے پتے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو لے جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں اونٹ کے پانی پینے کے لیے پانی پر جانے کا ذکر ہے۔

۱۴ - بَابُ بَيْعِ الْحَطَبِ وَالْكَلَإِ

لکڑی اور گھاس کو فروخت کرنا

۲۳۷۳ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَّاخُذَ اَحَدُكُمْ اَحْبُلًا، فَيَاخُذَ حُزْمَةً مِّنْ حَطَبٍ، فَيَبِيعَ، فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهٖ وَجْهَهٗ، خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ، اُعْطِيَ اَمْ مُنِعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص رسیاں لے' پھر لکڑیوں کا گٹھا (باندھ کر) لائے پھر ان کو فروخت کرے اور اس کے سبب سے اللہ اس کو سوال کرنے سے بچا کر رکھے تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے' اس کو دیا جائے یا منع کر دیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں ''کتاب المساقات'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ جس طرح جنگل سے پانی لانا مباح ہے' اسی طرح جنگل سے لکڑیوں اور گھاس کو بھی لانا مباح ہے۔

٢٣٧٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحیٰی بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابی عبید مولیٰ عبدالرحمن بن عوف انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے پس وہ اس کو دے یا منع کر دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۰ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث کو یہاں روایت کرنے کی وجہ اس سے پہلی حدیث میں بیان کی جا چکی ہے۔

٢٣٧٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيْهِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَغْنَمٍ يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ وَأَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَارِفًا أُخْرٰى، فَأَنَخْتُهُمَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْخِرًا لِأَبِيْعَهُ، وَمَعِيَ صَائِغٌ مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ، فَأَسْتَعِيْنَ بِهٖ عَلٰى وَلِيْمَةِ فَاطِمَةَ، وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَشْرَبُ فِي ذٰلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْنَةٌ، فَقَالَتْ أَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ . فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ، فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا. قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ وَمِنَ السَّنَامِ؟ قَالَ قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَنَظَرْتُ إِلٰى مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِيْ، فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ، فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلٰى حَمْزَةَ، فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ، فَرَفَعَ حَمْزَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از علی بن حسین بن علی از والد خود حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹنی مالِ غنیمت میں حاصل کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک اور اونٹنی بھی عطا فرمائی' میں نے ان دونوں اونٹنیوں کو انصار کے ایک آدمی کے دروازے کے پاس بٹھایا اور میرا ارادہ تھا کہ میں ان دونوں اونٹنیوں کے اوپر اذخر گھاس کو فروخت کرنے کے لیے لاد کر لاؤں گا اور میرے ساتھ بنو قینقاع کا ایک سنار تھا اور اس کو فروخت کر کے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں گا' اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس گھر میں شراب پی رہے تھے (اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی) ان کے ساتھ ایک گانے والی تھی' اس نے یہ مصرع پڑھا: اٹھو! اے حمزہ! فربہ جوان اونٹنیوں کی طرف' تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر جوش میں ان اونٹنیوں کی طرف بڑھے اور ان کے کوہانوں پر وار کر کے ان کی کوکھوں کو چیر ڈالا' پھر ان کی کلیجیوں کو نکال لیا۔ ابن جریج نے کہا: میں نے ابن شہاب سے پوچھا: کیا ان کا کوہان بھی کاٹ لیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ ان کے دونوں کوہان کاٹ لیے اور ان کو لے گئے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے

بَصَرَهُ وَقَالَ هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبَائِي. فَرَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَهْقِرُ حَتّٰى خَرَجَ عَنْهُمْ وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ.

یہ منظر دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ کی مجلس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے' میں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی' آپ وہاں سے نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ بھی تھے' میں آپ کے ساتھ گیا' آپ حضرت حمزہ کے پاس گئے' آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا' حضرت حمزہ نے آپ کی طرف نظر اٹھا کر کہا: تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اُلٹے پاؤں واپس آ گئے' یہ واقعہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸۹ میں گزر چکی ہے' مفصل شرح یہاں ذکر کی جا رہی ہے۔

بعض الفاظ کے معانی' حدیث مذکور کے فقہی مسائل اور فوائد

اس حدیث میں ''شارف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جوان اور فربہ اونٹنی۔

نیز اس حدیث میں یومِ بدر کا لفظ ہے' غزوۂ بدر ۲ھ میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ''صائغ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سُنار۔

''قینۃ'' کا معنی ہے: باندی' اور یہاں اس سے مراد ہے: گانے والی۔

• اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تو آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے' انہوں نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا' اس وقت یہ کم سن اور بچے تھے' آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم ان کو پہلے زید بن محمد کہتے تھے' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ. (الاحزاب: ۵) ان منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ ہی کی طرف نسبت کر کے بلاؤ۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا' حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس میں مذکور ہے: حضرت حمزہ نے کہا: تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو۔ اس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر فخر کا اظہار کیا کہ میں حضرت عبد المطلب کے زیادہ قریب ہوں۔ علامہ داؤدی نے کہا کہ حضرت حمزہ کی مراد یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد تھے' یہ دونوں حضرت عبد المطلب کے غلام کی مثل تھے کیونکہ حضرت عبد المطلب ان دونوں کے والد تھے اور باپ اپنی اولاد کے مال میں تصرف کرنے کا مالک ہوتا ہے' لہٰذا حضرت عبد المطلب ان دونوں کے بہ منزلہ مالک تھے اور وہ دونوں ان کے بہ منزلہ غلام تھے اور حضرت عبد المطلب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا تھے اور دادا بھی مالک اور آقا کے حکم میں ہوتا ہے اور وہ حضرت حمزہ کے والد تھے' اس لیے انہوں نے کہا کہ تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو اور یہ الفاظ انہوں نے شراب کے نشہ میں کہے تھے' اس لیے ان کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی اور توہین کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ شراب کی تحریم سے پہلے کا واقعہ تھا' کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے اور غزوۂ اُحد پندرہ شوال' تین ہجری ہفتہ کے دن ہوا تھا' اور شراب اس کے بعد حرام کی گئی تھی' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کے قول اور فعل میں معذور قرار دیا اور ان سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو اونٹنیاں ملی تھیں' ایک اونٹنی مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ تھی اور دوسری اونٹنی وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالِ خُمس میں سے ملی تھی اور آپ نے وہ اونٹنی حضرت علی کو عطا کر دی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اس وقت گھر میں ایک باندی سے گانا سن رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ باندی سے گانا سننا جائز ہے' لیکن اس گانے کے ساتھ معازف اور مزامیر (موسیقی کے آلات) نہیں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ ایسا گانا مباح ہے جس کے ساتھ معازف اور مزامیر یعنی آلاتِ غنا نہ ہوں اور اُس گانے کا مضمون کسی خلافِ شرع امر پر مبنی نہ ہو۔

اس باندی نے حضرت علی کی اونٹنیوں کی طرف اشارہ کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ دار کی اونٹنیوں کی طرف ذبح کرنے کا اشارہ کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رشتہ دار کی اونٹنیوں کو اس کی اجازت کے بغیر ذبح کرنا جائز ہے' مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت حمزہ نے یہ کام شراب کے نشہ میں کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے ظلم کی شکایت کرنا جائز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کی شکایت کے ازالہ کے لیے تشریف لے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کو عوام پر ہونے والے ظلم کے ازالہ کے لیے سعی اور جد و جہد کرنی چاہیے اور آپ اپنے ساتھ حضرت زید بن حارثہ کو بھی لے کر گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ سلطان جب کسی پیش آمدہ معاملہ کی تفتیش کے لیے جائے تو اپنے خادم کو بھی لے کر جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ کے پاس گئے اور آپ نے ان پر اظہارِ ناراضگی فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نشہ میں ہو' اگر اس کو ملامت کا شعور ہو تو اس کو ملامت کرنی چاہیے۔

حضرت حمزہ نے حضرت علی کی دو اونٹنیاں کاٹ کر تلف کر دی تھیں' ان اونٹنیوں کا تاوان حضرت حمزہ پر آتا تھا لیکن حضرت علی نے حضرت حمزہ سے قرابت کی بناء پر ان سے تاوان نہیں لیا' حالانکہ حضرت علی کو اس وقت رقم کی ضرورت تھی کیونکہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقدِ نکاح کا ولیمہ کرنا تھا' یہ ان کے عمدہ اخلاق اور کریمانہ خصائل کا اثر تھا۔

١٥ - بَابُ الْقَطَائِعِ — سربراہِ ملک کا قطعاتِ زمین عطا کرنا

اس باب کے عنوان میں ''القطائع'' کا لفظ ہے' یہ ''قطیعۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: سربراہِ ملک کسی شخص کو زمین کا قطعہ (پلاٹ) عطا کر دے اور وہ شخص زمین کے اس قطعہ کا مالک بن جائے۔

٢٣٧٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ حَتّٰى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِثْلَ الَّذِي تُقْطِعُ لَنَا، قَالَ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً، فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوْنِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین کے قطعات عطا کرنے کا ارادہ کیا تو انصار نے کہا: آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی ایسے قطعات عطا کریں' جیسے قطعات آپ ہمیں عطا کر رہے ہیں' آپ

نے فرمایا: عنقریب تم میری وفات کے بعد دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جارہی ہے، تم اس پر صبر کرنا حتیٰ کہ (قیامت کے دن) تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔

[اطراف الحدیث: ۲۳۷۷-۳۱۶۳-۳۷۹۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین کی زمین کے قطعات عطا کرنے کا ارادہ کیا۔

سربراہِ ملک کا جزیہ میں سے مستحقین کو عطا کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ بحرین کا مال جزیہ تھا کیونکہ اس زمانہ میں مجوس بہت بڑی تعداد میں تھے کیونکہ وہاں کسریٰ کی سلطنت تھی اور وہاں پر مجوس کے علاوہ دوسرے اہل ذمہ بھی تھے اور اس وقت وہاں کے گورنر ابان بن سعید بن العاص تھے۔ علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ اس عبارت میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو جن قطعات کے عطا فرمانے کا ارادہ کیا تھا' وہ زمین کے قطعات نہیں تھے کیونکہ وہ زمین صلح سے حاصل ہوئی تھی اور وہاں کے باشندے جزیہ ادا کرتے تھے بلکہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ بحرین سے جو مال بہ طور جزیہ آیا تھا' آپ اس میں سے انصار کو عطا کریں' کیونکہ جزیہ خراج اور خمس کے قائم مقام ہے اور اغنیاء کے لیے اس کو لینا جائز ہے۔

بعض احادیث میں یہ عبارت ہے کہ وہ قطعہ زمین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہیں تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دینے کا ارادہ نہیں کیا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بنوالنضیر کو جلاوطن کیا تھا تو آپ نے ان کی زمین مہاجرین کو عطا کردی تھی تاکہ مہاجرین انصار کی عطا اور ان کی مشارکت سے بے نیاز ہو جائیں اور ان کی عطا کردہ چیزوں کو واپس کردیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو انصار سے فرمایا: عنقریب تم میری وفات کے بعد دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہے' تم اس پر صبر کرنا حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔ اس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ خلافت انصار میں نہیں ہوگی' کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے ان کو قیامت تک صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صبر وہی کرتا ہے جو مغلوب اور محکوم ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

سربراہِ ملک کا مستحقین کو پلاٹ عطا کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کے قبضہ میں جو زمینیں ہیں' ان میں سے وہ کوئی قطعۂ زمین جس کو وہ مستحق سمجھے' عطا کردے۔

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ جن لوگوں نے کسی زمین کو آباد کیا ہے' ان کے لیے اس زمین میں درخت لگانا اور ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اور اس زمین میں جو پانی کے چشمے اور نمک اور دیگر معدنیات ہوں' ان کا کسی کو عطا کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نمک اور پانی میں تمام لوگ شریک ہیں۔

نیز اس حدیث میں آپ کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی اور بتایا کہ میرے بعد دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

قطعہ زمین مستحق افراد کو الاٹ کرنے کی فقہی حیثیت

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ١٨٢ھ نے خلیفہ ہارون رشید سے کہا:

اے امیر المؤمنین! آپ نے ان زمینوں کے متعلق سوال کیا ہے جو جنگ سے فتح ہوئی ہوں یا وہاں کے باشندوں کے ساتھ صلح سے فتح ہوئی ہیں اور ان کی بعض بستیوں میں بہت سی خالی زمینیں ہوتی ہیں' جہاں پر کسی کھیتی باڑی کا اثر ہوتا ہے نہ وہاں کوئی تعمیر ہوتی ہے' سو جب وہاں کوئی تعمیر ہو نہ کھیت ہو' نہ وہاں کوئی چراگاہ ہو نہ قبرستان ہو اور وہ زمین کسی کی ملک میں نہ ہو اور نہ اس پر کسی کا قبضہ ہو' تو وہ غیر آباد زمین ہے' جو شخص اس زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ہے اور آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ اس زمین کا قطعہ جس کو چاہیں عطا کر دیں' اور آپ چاہیں تو اس زمین کو کرائے پر دے کر اس میں کاشت کاری کرائیں' اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ہے' بشرطیکہ ملک کے سربراہ نے اسے اس زمین کو آباد کرنے کی اجازت دی ہو اور جس شخص نے سربراہِ ملک کی اجازت کے بغیر کسی زمین کو آباد کیا تو وہ اس کی ملکیت نہیں ہوگی اور سربراہ کے لیے یہ جائز ہے کہ اس شخص کو اس زمین سے نکال دے اور اس کی مرضی ہے کہ وہ اس زمین کو کرائے پر دے دے یا وہ قطعہ زمین کسی اور کو الاٹ کر دے' یا کچھ اور کرے۔

امام ابو یوسف سے کہا گیا کہ امام ابوحنیفہ نے جو سربراہِ ملک کی اجازت کی شرط لگائی ہے' اس کے خلاف یہ احادیث ہیں:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا تو وہ زمین اسی کی ہے اور ظالم کو کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٠٧٣' سنن ترمذی: ١٣٧٨' دار الفکر' بیروت)

عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا تو وہ اسی کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٣٠٧٤' دار الفکر' بیروت)

قاضی ابو یوسف نے کہا: امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ سربراہ ملک کی اجازت اس لیے ضروری ہے کہ اگر دو آدمیوں نے زمین کو آباد کرنے کے لیے ایک ہی جگہ کو منتخب کیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو منع کرتا ہے تو ان میں سے کس کو اس زمین کے آباد کرنے کا مستحق قرار دیا جائے گا؟ یا ایک شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرتا ہے اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ اس زمین کی مجھے ضرورت ہے تو پھر اس کا کیسے فیصلہ ہوگا؟ اس لیے ان تنازعات کو ختم کرنے کے لیے سربراہِ ملک کی اجازت کی ضرورت ہے' اور امام ابوحنیفہ کا قول حدیث کے خلاف اس وقت ہوتا' جب امام ابوحنیفہ یہ کہتے کہ اگر کسی شخص نے امام کی اجازت سے بھی غیر آباد زمین کو آباد کیا' پھر بھی وہ زمین اس کی ملکیت نہیں ہوگی۔

امام ابو یوسف نے کہا: بہر حال اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ جب اس زمین کی ملکیت میں کسی کا ضرر نہ ہو اور نہ کسی کا اس میں تنازع ہو تو وہ زمین آباد کرنے والے کی ملکیت ہوگی' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اجازت دی ہے' وہ قیامت تک قائم رہے گی اور اگر اس سے کسی کا ضرر ہو تو اس حدیث کے مطابق عمل کیا جائے گا کہ ظالم کو کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی غیر آباد زمین کو آباد کیا تو وہ اسی کی ملکیت ہے اور ظالم کو کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ١٣٧٨' مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع' ریاض)

ظالم کی کاشت کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی زمین میں کاشت کرے۔ (سنن ترمذی ص ٣٢٦' ریاض)

(کتاب الخراج ص ٦٤۔ ٦٣' المکتبۃ السلفیہ)

اگر قطعہ زمین کو الاٹ کرنے میں شرعی قواعد کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس کا عدم جواز

صحیح البخاری: ۲۳۷۶ میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے قطعاتِ زمین عطا کیے ہیں اور سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ملکیت ہے اور امام ابویوسف نے دلائل سے بیان کیا ہے کہ سربراہِ ملک اگر کسی شخص کو کوئی غیر آباد زمین الاٹ کر دے تا کہ وہ اس زمین میں زراعت کرے تو یہ جائز ہے' لیکن عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ہر جائز کام میں اس کی حدود کو فراموش کر کے چور دروازوں سے ناجائز کاموں کے راستے نکال لیے جاتے ہیں' پس قاعدہ تو یہ تھا کہ سربراہِ ملک کو اس کی اجازت دی گئی کہ وہ غیر آباد زمین کو آباد کرنے کے لیے وہ قطعہ زمین کسی آباد کرنے والے کو عطا کر دے لیکن اس پر عمل یوں کیا گیا کہ سربراہِ ملک اپنے حامیوں کو خوش کرنے کے لیے یا ان کے کسی ناجائز کام پر ان کو نوازنے کے لیے ان کو پلاٹ الاٹ کر دیتا ہے' حالانکہ وہ سربراہ اس ملک کی زمین کا مالک نہیں ہوتا کہ وہ جس کو چاہے اس ملک کی زمینیں الاٹ کر دے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

بنوزُریق کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایک قطعہ زمین دیا اور اس کی ایک دستاویز لکھ دی اور اس پر چند لوگوں کو گواہ بنایا' ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے' حضرت طلحہ حضرت عمر کے پاس وہ دستاویز لے کر آئے اور کہا: اس پر آپ دستخط کر دیں' حضرت عمر نے فرمایا: میں اس پر دستخط نہیں کروں گا' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اور مسلمانوں کے سوا یہ قطعہ زمین صرف تم کو دیا جائے! وہ ناراض ہو کر چلے گئے اور حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر ہیں' حضرت ابوبکر نے کہا: نہیں! وہ عمر ہیں لیکن انہوں نے انکار کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۲۱۔ ج ۶ ص ۴۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن العساکر المتوفی ۵۷۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ از ابن سیرین از عبیدہ روایت کی ہے' جس کو حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور علامہ علی متقی بن حسام الدین ھندی متوفی ۹۷۵ھ نے متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے اس طرح لکھا ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک غیر آباد اور بنجر زمین کا قطعہ عُیینہ بن حِصن اور اقرع بن حابس کے نام لکھ دیا اور اس کی دستاویز میں حضرت عمر کا نام بھی بہ طور گواہ لکھا' حضرت عمر نے اس دستاویز کو مٹا دیا اور کہا: یہ بُری دستاویز ہے' اور حضرت ابوبکر سے کہا کہ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے ان دونوں کو جو یہ زمین الاٹ کی ہے' آیا یہ زمین صرف آپ کی ملکیت تھی یا یہ زمین تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: بلکہ یہ زمین تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے' حضرت عمر نے کہا: پھر آپ کو کس نے برانگیختہ کیا کہ آپ دیگر مسلمانوں کو چھوڑ کر صرف ان دو شخصوں کو زمین الاٹ کریں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میرے گرد جو لوگ تھے میں نے ان سے مشورہ کیا تھا' حضرت عمر نے پوچھا: کیا اس عطا پر تمام مسلمان راضی ہو گئے تھے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ اس کارِ خلافت کے تم زیادہ اہل ہو مگر تم نہیں مانتے تھے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۹ ص ۱۴۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ' جمع الجوامع: ۲۳۲۴۔ ج ۱۲ ص ۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ' کنز العمال: ۹۱۵۱۔ ج ۳ ص ۹۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

غور فرمایئے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلیفہ مسلمین کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ بغیر دلیل اور مرجح کے قطعہ زمین جس کو چاہے عطا کر دے بلکہ اس عطا کے لیے شرعی قواعد کی پابندی ضروری ہے' جس کی تفصیل امام ابویوسف نے یوں بیان کی ہے کہ جس شخص کو وہ زمین دی جائے' وہ تین سال کے اندر اس کو زراعت سے آباد کرے ورنہ ملک کا سربراہ اس سے وہ زمین واپس لے کر اس کو خود آباد

کرائے یا کسی اور مستحق کو دے دے۔ (کتاب الخراج ص ٦١)

جاگیرداری نظام کے مفاسد

اور چونکہ ان شرعی قواعد کا لحاظ نہیں کیا گیا تو امیرِ مملکت کے ہاتھوں میں ملک کی زمین اس کی شخصی ملکیت کی طرح ہوگئی اور اس نے جس کو چاہا اس پر نوازش کر کے پلاٹ الاٹ کر دیئے۔ انگریزوں کے دورِ حکومت میں جو لوگ انگریز کی چاپلوسی کرتے اور حریت پسند مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرتے' انگریز ان غدار مسلمانوں کو بڑی بڑی جاگیروں سے نوازتے' ان کو خان بہادر کا لقب دیا جاتا یا ان کو کسی علاقہ کا نواب اور حاکم بنا دیا جاتا اور یوں جاگیرداری نظام وجود میں آیا' آزادی کے بعد انگریز تو یہاں سے چلا گیا لیکن اس نے جو جاگیرداری نظام کا پودا لگایا تھا' وہ اپنے برگ و بار لاتا رہا۔

اور پاکستان میں جمہوری نظام کے تحت منتخب ہونے والا صدر اس ملک کی زمینوں کو اپنے من پسند افراد میں بانٹتا رہا اور اس بات کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا کہ یہ نئے مالکان' زمین میں کاشت کاری کر کے اس ملک کی زراعت کو فروغ دیں گے یا اس پلاٹ میں کوئی انڈسٹری یا صنعت قائم کریں گے یا کوئی بڑی فیکٹری لگا کر وہ چیزیں بنائیں گے جن کو ہمیں باہر کے ملکوں سے درآمد کرنا پڑتا ہے اور ملک کے زرمبادلہ کی بچت ہوگی اور ملک کے باشندوں کے لیے روزگار فراہم ہوگا اور ملک زرعی پیداوار یا صنعتی پیداوار کے لحاظ سے خود کفیل ہو جائے گا!

خلاصہ یہ ہے کہ ملک کا فرماں روا ملک اور قوم کی اجتماعی مصلحت سے اگر مستحق افراد کو کوئی قطعہ زمین الاٹ کر دے تو جائز ہے لیکن ان کو اس کا پابند بنائے کہ وہ تین سال کے اندر اندر اس زمین میں کاشت کاری کر کے اس زمین کو ملک اور قوم کے لیے سودمند بنائیں گے یا اس قطعہ اراضی پر کوئی بڑا صنعتی پلانٹ لگائیں گے' جس سے ملک میں صنعتی ترقی ہوگی اور یہاں کے لوگوں کو صالح روزگار حاصل ہوگا' ورنہ اس الاٹ منٹ کو منسوخ کر دیا جائے اور حکومت اپنے طور پر اس قطعہ زمین کو ملک اور قوم کے لیے کارآمد اور سودمند بنائے اور ملک کی زمین کو عطا کرنے کا اختیار صرف اس لیے نہ رہ جائے کہ ہر حکمران اپنے من چاہے افراد کو نوازتا رہے اور اس کو سیاسی رشوت کا ذریعہ بنائے رکھے۔

١٦ - بَابُ كِتَابَةِ الْقَطَائِعِ — قطعاتِ زمین کو لکھ کر دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سربراہِ ملک کسی کے نام قطعہ زمین لکھ کر دے دے تو یہ جائز ہے تاکہ اس کے پاس سند رہے۔

٢٣٧٧ - وَقَالَ اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ لِيُقْطِعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ، فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ فَعَلْتَ، فَاكْتُبْ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا، فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي.

اور لیث نے کہا از یحییٰ بن سعید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلایا تاکہ بحرین کا ایک قطعہ ان کو عطا کر دیں تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ اس طرح کر رہے ہیں تو ہمارے بھائیوں میں سے قریش کو بھی اتنا ہی عطا کر دیں' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور قطعات نہیں تھے تو آپ نے فرمایا: بے شک تم عنقریب میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی' پس تم صبر کرنا حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے، صحیح البخاری: ۲۳۶۷ کو ملاحظہ فرمائیں۔

١٧ - بَابُ حَلَبِ الْإِبِلِ عَلَى الْمَاءِ
پانی کے پاس اونٹنی کا دودھ دوہنا

٢٣٧٨ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ حَقِّ الْإِبِلِ أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن الفلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اونٹنیوں کا حق یہ ہے کہ پانی کے پاس ان کا دودھ دوہا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۲ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابُ الرَّجُلِ يَكُوْنُ لَهُ مَمَرٌّ أَوْ شِرْبٌ فِيْ حَائِطٍ أَوْ فِيْ نَخْلٍ
کسی شخص کا باغ سے گزرنے کا حق یا پانی میں یا کھجور کے درختوں میں اس کا حق

امام بخاری نے یہاں پر پانچ احادیث ذکر کی ہیں' وہ سب اس سے پہلے گزر چکی ہیں۔ ان ابواب کی فقہ یہ ہے کہ ایک چیز میں کئی حقوق جمع ہو سکتے ہیں مثلاً ایک چیز کسی شخص کی ملکیت ہو اور دوسرے شخص کا اس سے کوئی نفع متعلق ہو' جیسے کسی شخص کے باغ میں ایک شخص کے پھل ہوں' پس اس شخص کا اس باغ سے اپنے پھل لینے کے لیے اس باغ میں داخل ہونے کا حق ہے یا ایک شخص کی زمین ہو اور دوسرے شخص کے پانی کا اس میں حق ہو' پس پانی پینے کے لیے اس شخص کا اس زمین میں داخل ہونے کا حق ہے اور ان اُمور کا اس باب کی احادیث میں بیان آ رہا ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پیوند لگانے کے بعد کھجور کا درخت فروخت کیا' اس کے پھل بائع کے لیے ہیں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول صحیح البخاری: ۲۲۰۴ میں گزر چکی ہے۔

فَلِلْبَائِعِ الْمَمَرُّ وَالسَّقْيُ حَتّٰى يَرْفَعَ، وَكَذٰلِكَ رَبُّ الْعَرِيَّةِ.

سو بائع کے لیے اس باغ سے گزرنے اور پانی پلانے کا حق ہے حتیٰ کہ اس باغ سے پھل توڑ لیے جائیں' اسی طرح صاحب عریۃ کو بھی یہ حق حاصل ہوتا ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے' جس کو انہوں نے اس باب کی احادیث سے مستنبط کیا ہے۔

٢٣٧٩ - أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِيْ بَاعَهُ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سالم بن عبداللہ از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کھجور کے درخت میں پیوند لگانے کے بعد اس کو فروخت کیا تو اس درخت کے پھل بائع کے لیے

الْمُبْتَاعُ. وَعَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ فِي الْعَبْدِ.

ہیں، سوا اس کے کہ خریدار ان کی شرط لگا لے اور جس شخص نے کسی غلام کو خریدا اور اس کا مال تھا، تو اس کا مال بائع کے لیے ہے، سوا اس کے کہ خریدار اس کی شرط لگا لے اور از امام مالک از نافع از حضرت ابن عمر از حضرت عمر غلام کے متعلق حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا تَمْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے العرایا میں اندازے سے کھجوروں کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ، وَعَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَأَنْ لَّا تُبَاعَ إِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ اور محاقلہ سے اور مزابنہ سے منع فرمایا اور پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ان کی بیع صرف دینار اور درہم کے عوض کی جائے، ماسوا بیع عرایا کے۔

بیع عرایا کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کسی ضرورت مند کو اپنے باغ سے تازہ کھجوریں توڑنے کی اجازت دے دے، پھر اس کے بار بار آنے سے اس کو حرج ہو تو وہ اس کو تازہ کھجوروں کے عوض اندازہ سے پانچ وسق چھوارے دے دے، یہ صورۃً بیع ہے اور درحقیقت صدقہ یا ہبہ ہے، اور مخابرہ یہ ہے کہ پھلوں کی معین مقدار کے عوض باغ کی حفاظت اور خبر گیری کرائی جائے، اور محاقلہ یہ ہے کہ کھیت کی معین پیداوار کے عوض کسی چیز کی اپنے کھیت میں کاشت کرائی جائے، اور مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لٹکے ہوئے ناپختہ پھلوں کی بیع کی جائے۔ اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۴۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلٰى أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ، فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ. شَكَّ دَاوُدُ فِي ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از داؤد بن حصین از ابی سفیان مولیٰ ابی احمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع العرایا میں پانچ وسق یا پانچ وسق سے کم کھجوروں کی اندازے سے بیع کرنے کی اجازت دی۔ اس میں راوی داؤد بن حصین کو شک ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۸۴،۲۳۸۳ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ، مَوْلٰى بَنِيْ حَارِثَةَ اَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ وَسَهْلَ بْنَ اَبِيْ حَثْمَةَ حَدَّثَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، اِلَّا اَصْحَابَ الْعَرَايَا، فَاِنَّهٗ اَذِنَ لَهُمْ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنِيْ بُشَيْرٌ، مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے ولید بن کثیر نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے بشیر بن یسار مولیٰ بنی حارثہ نے خبر دی کہ حضرت رافع بن خدیج اور حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہما ان دونوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المزابنہ سے یعنی پھلوں کی کھجوروں کے عوض درخت پر بیع سے منع فرمایا ماسوا بیع العرایا کے کیونکہ آپ نے اس کی ان کے لیے اجازت دی ہے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور ابن اسحاق نے کہا: مجھے بشیر نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۹۱ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب المساقات'' کی تکمیل

''الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین'' آج ۱۸ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ/ ۲۷ مارچ ۲۰۰۸ء بروز جمعرات قُبیل نماز فجر ''کتاب المساقات'' مکمل ہوگئی، اس کتاب میں چھتیس احادیث ہیں، جن میں سے پانچ تعلیقات ہیں اور بقیہ موصول احادیث ہیں اور اس میں سترہ احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث اُنیس (۱۹) ہیں۔ اے بارِالٰہ! جس طرح آپ نے ''کتاب المساقات'' مکمل کرادی ہے، صحیح بخاری کی بقیہ کتب اور ابواب کو بھی مکمل کرادیں اور اپنے فضل سے میری اور میرے والدین کی مغفرت فرمادیں۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

٤٣ - کِتَابٌ فِی الْاِسْتِقْرَاضِ وَاَدَاءِ الدُّیُوْنِ وَالْحَجْرِ وَالتَّفْلِیْسِ

قرض لینے‘ قرض ادا کرنے‘ کسی کے تصرفات پر پابندی لگانے اور کسی کو دیوالیا قرار دینے کا بیان

اس عنوان میں ”استقراض“ کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: قرض طلب کرنا اور ”اداء الدیون“ کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: قرض ادا کرنا اور ”حجر“ کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: کسی شخص کو اس کی کم عقلی یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے تصرفات سے روک دینا اور ”تفلیس“ کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: جس شخص کے اوپر قرضے بہت زیادہ ہوں اور ان قرضوں کو ادا کرنے کے لیے اس کے پاس رقم نہ ہو تو حاکم اس کو دیوالیہ قرار دے دے‘ پھر اس کے تمام مال و متاع کو نیلام کر کے وہ رقم اس کے قرض خواہوں کو دی جائے اور قرض کی اوسط کے لحاظ سے اس پر اس نقصان کو تقسیم کیا جائے۔

١ - بَابُ مَنِ اشْتَرٰی بِالدَّیْنِ وَلَیْسَ عِنْدَهٗ ثَمَنُهٗ‘ اَوْ لَیْسَ بِحَضْرَتِهٖ

جب کوئی شخص کسی چیز کو قرض سے خریدے اور اس کے پاس اس کی قیمت نہ ہو یا اس وقت اس کی قیمت نہ ہو

٢٣٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ‘ عَنِ الْمُغِیْرَةِ‘ عَنِ الشَّعْبِیِّ‘ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ‘ قَالَ کَیْفَ تَرٰی بَعِیْرَكَ‘ اَتَبِیْعُنِیْهِ؟ قُلْتُ نَعَمْ‘ فَبِعْتُهٗ اِیَّاهُ‘ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ‘ غَدَوْتُ اِلَیْهِ بِالْبَعِیْرِ‘ فَاَعْطَانِیْ ثَمَنَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از المغیرہ از الشعبی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما‘ انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا‘ آپ نے فرمایا: تمہارا اپنے اونٹ کے متعلق کیا خیال ہے؟ کیا تم مجھے یہ اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر میں نے آپ کو وہ اونٹ فروخت کر دیا‘ پھر جب آپ مدینہ میں آئے تو میں صبح کو وہ اونٹ لے گیا تو آپ نے مجھے

اس کی قیمت ادا کردی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جابر سے وہ اونٹ خرید لیا تھا اور اس وقت اس کی قیمت ادا نہیں کی تھی۔

٢٣٨٦ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ اِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ' فَقَالَ حَدَّثَنِي الْاَسْوَدُ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ اِلٰى اَجَلٍ' وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم ابراہیم کے پاس اُدھار بیع میں رہن رکھنے کا ذکر کر رہے تھے تو انہوں نے کہا: مجھے اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی سے ایک معین مدت کے اُدھار پر طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے اُدھار طعام خریدنے کا ذکر ہے۔

٢ - بَابُ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَ هَا اَوْ اِتْلَافَهَا

جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے اور جو اُن کا مال ضائع کرنے کی نیت سے لے

٢٣٨٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ' عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ' عَنْ اَبِي الْغَيْثِ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَ هَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ' وَمَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ. (سنن ابن ماجہ: ۲۴۱۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴' شرح السنۃ: ۲۱۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۷۳۳۔ ج ۱۴ ص ۳۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' شیخ البانی نے سنن ابن ماجہ کی سند کو بھی صحیح لکھا ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابوالغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: جس نے لوگوں کے اموال لیے اور وہ ان کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے (ان اموال کو) ادا کردے گا' اور جس نے (لوگوں کے) اموال لیے اور وہ ان کو تلف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو اللہ اس کو تلف کردے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ بن عمرو بن اویس (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (۳) ثور بن زید' یہ عمرو الدیلی کے بھائی ہیں اور یہ ثور بن یزید کے غیر ہیں (۴) ابوالغیث' یہ ابوعبداللہ بن المطیع کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۱۷)

انسان کی ادائیگی کو اللہ کی ادائیگی قرار دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کی ادائیگی کو اللہ کی ادائیگی فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کبھی ثواب نیکی کی جنس سے ہوتا ہے اور انسان کے تلف کرنے کو اللہ کا تلف کرنا فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کبھی سزا معصیت کی جنس سے ہوتی ہے۔

اس حدیث میں لوگوں کے اموال کی ادائیگی میں سستی کو ترک کرنے پر اُبھارا ہے' اور قرض میں حسن ادائیگی کی ترغیب دی ہے' نیز اس حدیث میں نیت کو اخلاص پر رکھنے کی ترغیب ہے' کیونکہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔

قرض کی ادائیگی کی نیت کی فضیلت میں احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرض لیا کرتی تھیں اور ان کے پاس ادائیگی کے لیے رقم نہیں ہوتی تھی' ان سے کہا گیا کہ جب آپ کے پاس ادائیگی کے لیے رقم نہیں ہوتی تو آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس بندہ کی قرض ادا کرنے کی نیت ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد حاصل ہوتی رہتی ہے' تو میں اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد طلب کرتی ہوں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۲' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۱ـ ۹۹ـ ۷۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرض لیا اور اس کے دل میں اس قرض کو ادا کرنے کا ارادہ تھا' پھر وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے گا اور اس کے قرض خواہ کو جس طرح وہ چاہے گا راضی کر دے گا' اور جس نے قرض لیا اور اس کے دل میں اس قرض کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں تھا' پھر وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قرض خواہ کی طرف سے اس سے بدلہ لے گا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۳' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۹۷' کنز العمال: ۱۵۴۴۵)

حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنی شدت نازل فرمائی ہے' آپ سے اس شدت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: قرض کے معاملہ میں' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں مارا جائے' پھر اس کو زندہ کیا جائے اور اس پر قرض ہو تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۳۱۴' بیروت' المستدرک ج ۲ ص ۲۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۵' کنز العمال: ۱۵۴۷۳)

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ قرض لیا کرتے تھے' ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر دے۔

(سنن داری ج ۲ ص ۲۶۳' المستدرک ج ۲ ص ۲۳' کنز العمال: ۱۵۴۳۰' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۴' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۶۰۳)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ تین چیزوں سے بَری تھا' تکبر' خیانت اور قرض سے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۱۵۷۲' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۰۲ـ ۱۰۱)

۳ - بَابُ اَدَاءِ الدُّيُوْنِ

قرضوں کا ادا کرنا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا۝﴾ (النساء: ۵۸).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو' بے شک اللہ تمہیں کیسی اچھی نصیحت فرماتا ہے' بے شک اللہ سننے والا' دیکھنے والا ہے۝ (النساء: ۵۸)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق فرماتے ہیں:

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' فتح مکہ کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان سے چابیاں لے لیں' پھر آپ بیت اللہ کے باہر اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے آئے' پھر آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلایا اور انہیں چابیاں دے دیں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۹۲' دار المعرفہ' بیروت)

امانت کی ادائیگی کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے پاس امانت رکھے' اس کی امانت ادا کرو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے' اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

(سنن ابو داؤد: ۳۵۳۵' سنن ترمذی: ۱۲۶۸' سنن دارمی: ۲۵۹۷' المستدرک ج ۲ ص ۴۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: مجالس کی گفتگو امانت ہوتی ہے' ماسوا اس کے کہ کسی کا ناجائز خون بہانا ہو یا کسی کی آبروریزی کرنی ہو یا کسی کا مال ناحق طریقہ سے حاصل کرنا ہو۔ (سنن ابو داؤد: ۴۸۶۹)

یعنی اگر مجلس میں ایسی کوئی بات کی جائے تو اس کی صاحبِ حق کو اطلاع دے کر خبردار کر دینا چاہیے ورنہ مجلس میں کسی کے متعلق جو بات ہو' اسے دوسرے تک نہیں پہنچانا چاہیے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو تو میں تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو تم امانت ادا کرو (۲) جب تم عہد کرو تو اس کو پورا کرو (۳) جب تم بات کرو تو سچ بولو (۴) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (۵) اپنی نظریں نیچی رکھو (۶) اپنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔

(شعب الایمان: ۵۲۵۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں سے جو چیزیں سب سے پہلے اٹھا لی جائیں گی وہ حیا اور امانت ہیں' سو تم اللہ عزوجل سے ان کا سوال کرو۔ (شعب الایمان: ۵۲۷۶)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کی نماز اور روزے سے تم دھوکے میں نہ آنا' جو چاہے نماز پڑھے اور جو چاہے روزے رکھے لیکن جو امانت دار نہیں ہے' وہ دین دار نہیں ہے۔ (شعب الایمان: ۵۲۷۹)

۲۳۸۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اَبْصَرَ يَعْنِيْ اُحُدًا قَالَ مَا اُحِبُّ اَنَّهٗ تُحَوَّلُ لِيْ ذَهَبًا، يَمْكُثُ عِنْدِيْ مِنْهُ دِيْنَارٌ فَوْقَ ثَلَاثٍ، اِلَّا دِيْنَارًا اُرْصِدُهٗ لِدَيْنٍ. ثُمَّ قَالَ اِنَّ الْاَكْثَرِيْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ، اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا. وَاَشَارَ اَبُوْ شِهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ. وَقَالَ مَكَانَكَ. وَتَقَدَّمَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَسَمِعْتُ صَوْتًا، فَاَرَدْتُ اَنْ اٰتِيَهٗ، ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از الاعمش از زید بن وہب از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا' جب آپ نے اُحد کی طرف دیکھا تو فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ یہ اُحد پہاڑ میرے لیے سونا ہو جائے اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین دن سے زیادہ باقی رہے سوا اس ایک دینار کے جس کو میں قرض ادا کرنے کے لیے محفوظ رکھوں' پھر فرمایا: جو زیادہ مال رکھنے والے ہیں وہی کم مال والے ہوں گے' ماسوا ان کے جنہوں نے اس طرح اور اس طرح مال کو (راہِ حق میں) خرچ کیا۔ ابوشہاب نے اپنے سامنے

ذَكَرْتُ قَوْلَهُ مَكَانَكَ حَتَّى اٰتِيَكَ. فَلَمَّا جَاءَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِيْ سَمِعْتُ؟ اَوْ قَالَ الصَّوْتُ الَّذِيْ سَمِعْتُ؟ قَالَ وَهَلْ سَمِعْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قُلْتُ وَاِنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ نَعَمْ.

اور دائیں اور بائیں اشارہ کیا' اور ایسے لوگ بہت کم ہیں' پھر آپ نے فرمایا: تم یہیں ٹھہرے رہو' اور آپ تھوڑی دور آگے گئے تو میں نے ایسی آواز سنی جیسے آپ کسی سے بات کر رہے ہوں' میں نے سوچا میں آپ کے پاس جاؤں' پھر مجھے آپ کا یہ ارشاد یاد آیا کہ تم یہیں ٹھہرو' حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آؤں' پھر جب آپ آئے تو میں نے آپ سے پوچھا: یارسول اللہ! میں نے کچھ سنا تھا یا میں نے کوئی آواز سنی تھی' آپ نے پوچھا: تم نے بھی سنا تھا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے' پس انہوں نے کہا: آپ کی امت میں سے جو بھی اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتا تھا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا' میں نے کہا: خواہ اس نے اس طرح اور اس طرح کے کام کیے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٣٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض ادا کرنے کی اہمیت کا ذکر ہے۔

٢٣٨٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ، عَنْ يُوْنُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا، مَا يَسُرُّنِيْ اَنْ لَّا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِيْ مِنْهُ شَيْءٌ، اِلَّا شَيْءٌ اَرْصِدُهُ لِدَيْنٍ. رَوَاهُ صَالِحٌ وَعُقَيْلٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[اطراف الحدیث: ٦٤٤٥-٧٢٢٨] (صحیح مسلم: ٩٩١' الرقم المسلسل: ٢١٩١' شعب الایمان: ٥٥٦٤' مسند احمد ج ٢ ص ٤٥٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٩٨٩٣- ج ١٥ ص ٥٥٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن شبیب بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس' ابن شہاب نے کہا: مجھے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ مجھ پر تین دن گزر جائیں اور میرے پاس اس سونے میں سے کچھ باقی ہو مگر اتنی چیز جس کو میں قرض ادا کرنے کے لیے رکھ لوں۔ اس حدیث کی صالح اور عقیل نے زہری سے روایت کی ہے۔

قرض ادا نہ کرنے پر وعید

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرض کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس کو ادا کرنے کی تیاری کرنی چاہیے اور جب انسان اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر قادر ہو تو اس کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا چاہیے' اور اس کو اس سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ قرض اس کا احاطہ کر لے کیونکہ جب انسان مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو اس میں جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے

اور قرض کی ادائیگی میں تاخیر سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ جب انسان کو قرض ادا کرنے پر قدرت ہو اور وہ قرض ادا نہ کرے تو یہ امانت میں خیانت ہے' اور خیانت کرنے اور قرض ادا نہ کرنے پر وعید ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض اور خیانت کے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں خیانت سب سے بڑا گناہ ہے' کیونکہ قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا: اپنی امانت کو ادا کرو' وہ کہے گا: میں کہاں سے امانت ادا کروں' دنیا جا چکی ہے۔ اس سے کہا جائے گا: ہم تم کو امانت دکھائیں گے' پھر اس کو جہنم کی تہ میں امانت کی مثل دکھائی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: اس میں اترو اور اس امانت کو نکال کر لاؤ' وہ جہنم میں اترے گا اور اس امانت کو اٹھا کر اپنی گردن پر رکھے گا حتیٰ کہ جب نکلنے کے قریب ہوگا تو پھر پھسل کر نیچے جا گرے گا اور مسلسل ابد تک گرتا ہی رہے گا۔ اس حدیث کو اسماعیل بن اسحاق نے از زازان از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابُ اِسْتِقْرَاضِ الْاِبِلِ — اونٹ قرض لینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اونٹوں کو قرض میں لینا جائز ہے' اور یہ اوزاعی اور لیث بن سعد کا مذہب ہے' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے' اور الثوری' حسن بن صالح اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ حیوان کو قرض میں لینا جائز نہیں ہے' اس کو جائز قرار دینے والے اس باب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کی حیوان کے عوض اُدھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۵۶' سنن ترمذی: ۱۲۳۱' سنن نسائی: ۴۶۳۱' مسند احمد ج ۵ ص ۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۲۶۴' الباقی)

اور اس باب کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل مذکور ہے اور جس حدیث سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے' نیز اس باب کی حدیث اباحت پر دلالت کرتی ہے اور جس حدیث سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے' وہ ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور جب حرام اور اباحت میں تعارض ہو تو حرام کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے۔

۲۳۹۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ بِمِنًى يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا تَقَاضٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْلَظَ لَهٗ، فَهَمَّ اَصْحَابُهٗ، فَقَالَ دَعُوْهُ، فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا، وَاشْتَرُوْا لَهٗ بَعِيْرًا فَاَعْطُوْهُ اِيَّاهُ. وَقَالُوْا لَا نَجِدُ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ، قَالَ اِشْتَرُوْهُ، فَاَعْطُوْهُ اِيَّاهُ، فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلمہ بن کہیل نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے منٰی میں سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقاضا کیا' پس سختی کی' آپ کے اصحاب نے (اس کو ڈانٹنے یا مارنے کا) ارادہ کیا' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور اس کے لیے ایک اونٹ خرید کر اس کو عطا کر دو' صحابہ نے کہا: ہم کو ایسا اونٹ ملا ہے جو اس کے اونٹ سے زیادہ عمر کا ہے' آپ نے فرمایا: وہی خرید کر اس کو عطا کر دو' کیونکہ تم میں بہترین

شخص وہ ہے جو قرض اچھی طرح سے ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض کو ادا کرنے کا ذکر ہے۔

٥ - بَابُ حُسْنِ التَّقَاضِيْ

عمدہ طریقہ سے قرض کا تقاضا کرنا

۲۳۹۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَاتَ رَجُلٌ، فَقِيْلَ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ؟ قَالَ كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوْسِرِ، وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ، فَغُفِرَ لَهُ. قَالَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک از ربعی از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص فوت ہو گیا' اس سے اس کے اعمال کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا: میں لوگوں کو چیزیں فروخت کرتا تھا تو میں مال داروں کو ادائیگی کے لیے مہلت دیا کرتا تھا اور تنگ دستوں کا قرض معاف کر دیا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۰۷۷ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں قرض ادا کرنے کا ذکر ہے۔

٦ - بَابٌ هَلْ يُعْطٰى أَكْبَرَ مِنْ سِنِّهٖ؟

کیا قرض خواہ کو اس کے اونٹ کی عمر سے بڑا اونٹ دیا جائے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو جتنی عمر کا اونٹ قرض میں دیا تھا' مقروض اس کو اس کے اونٹ سے بڑی عمر کا اونٹ واپس دے سکتا ہے۔

۲۳۹۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ بَعِيْرًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطُوْهُ. فَقَالُوْا مَا نَجِدُ إِلَّا سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ، فَقَالَ الرَّجُلُ أَوْفَيْتَنِيْ أَوْفَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطُوْهُ، فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ أَحْسَنَهُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے سلمہ بن کہیل نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اپنے اونٹ کا تقاضا کرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اونٹ دے دو' صحابہ نے کہا: ہم کو صرف اس کے اونٹ سے بڑی عمر کا اونٹ ملا ہے' اس شخص نے کہا: آپ مجھے پورا پورا قرض ادا کریں' اللہ تعالیٰ آپ کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو وہی اونٹ دے دو' کیونکہ وہی بہترین لوگ ہیں جو قرض اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض کی ادائیگی کا ذکر ہے۔

۷ - بَابُ حُسْنِ الْقَضَاءِ

عمدگی سے قرض ادا کرنا

۲۳۹۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ' عَنْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِنٌّ مِنَ الْاِبِلِ' فَجَاءَهُ یَتَقَاضَاهُ' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوْهُ. فَطَلَبُوْا. فَطَلَبُوْا سِنَّهُ فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُ اِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا' فَقَالَ اَعْطُوْهُ. فَقَالَ اَوْفَیْتَنِیْ وَفَی اللّٰهُ بِكَ' قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خِیَارَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سلمہ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خاص عمر کا اونٹ لینا تھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اپنے اونٹ کا تقاضا کرنے لگا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو اونٹ عطا کر دو' صحابہ نے اس کی عمر کا اونٹ تلاش کیا تو ان کو نہیں ملا' مگر اس سے بڑی عمر کا اونٹ مل گیا' تو آپ نے فرمایا: اس کو وہی اونٹ دے دو' اس شخص نے کہا: آپ نے مجھے پورا پورا قرض ادا کیا ہے' اللہ آپ کو پورا پورا اجر عطا فرمائے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو بہت اچھی طرح قرض ادا کریں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۹۴ - حَدَّثَنَا خَلَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ. قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ قَالَ ضُحًی' فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَیْنِ. وَكَانَ لِیْ عَلَیْهِ دَیْنٌ' فَقَضَانِیْ وَزَادَنِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا' اس وقت آپ مسجد میں تھے' مسعر نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ چاشت کا وقت تھا' آپ نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو' اور میرا آپ کے اوپر قرض تھا' آپ نے مجھے قرض ادا کیا اور مجھے زیادہ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو بھی یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں قرض کو عمدہ طریقہ سے ادا کرنے کا ذکر ہے۔

۸ - بَابُ اِذَا قَضٰی دُوْنَ حَقِّهٖ اَوْ حَلَّلَهٗ فَهُوَ جَائِزٌ

جب مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے یا قرض خواہ اپنا حق معاف کر دے تو جائز ہے

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں یہ کہا ہے کہ جب مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے تو یہ جائز ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے' یہ اس وقت جائز ہے جب قرض خواہ اپنا باقی حق معاف کر دے' کیونکہ اگر قرض خواہ چاہے تو وہ اپنا تمام قرض بھی معاف کر سکتا ہے اور جب وہ تمام قرض معاف کر سکتا ہے تو بعض قرض کو بہ طریقِ اولیٰ معاف کر سکتا ہے۔

۲۳۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث

اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ شَهِيْدًا وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوْقِهِمْ، فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَهُمْ اَنْ يَقْبَلُوْا تَمْرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوْا اَبِي فَاَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِي، وَقَالَ سَنَغْدُوْ عَلَيْكَ. فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ اَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ وَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ، وَبَقِيَ لَنَا مِنْ تَمْرِهَا.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ ان کے والد غزوۂ اُحد کے دن شہید کر دیئے گئے تھے اور ان پر قرض تھا' پس قرض خواہوں نے اپنے حقوق کا شدت سے تقاضا کیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے یہ درخواست کی کہ آپ ان قرض خواہوں سے سفارش کریں کہ وہ میرے والد کے قرض میں میرے باغ کے تمام پھلوں کو قبول کر لیں اور میرے والد کا قرض معاف کر دیں' انہوں نے اس پیش کش کا انکار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو میرا باغ عطا نہیں کیا اور فرمایا: ہم کل تمہارے پاس آئیں گے' پھر آپ دوسرے دن صبح ہمارے پاس تشریف لائے' آپ نے کھجوروں کے درختوں کے گرد طواف کیا اور اس کے پھلوں میں برکت کی دعا کی' پس میں نے اُن پھلوں کو کاٹا اور ان کا پورا قرض ادا کر دیا اور ہمارے لیے پھر بھی پھل بچ گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی کا ذکر ہے' نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت جابر کے باغ کے تمام پھل' ان کے قرض خواہوں کے قرض میں پورے نہیں تھے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس باغ کے گرد چکر لگانے اور برکت کی دعا سے وہ پھل اس قدر زیادہ ہو گئے کہ حضرت جابر کا تمام قرض بھی ادا ہو گیا اور وہ پھل پھر بھی بچ گئے۔

۹ - بَابُ اِذَا قَاصَّ اَوْ جَازَفَهُ فِي الدَّيْنِ تَمْرًا بِتَمْرٍ اَوْ غَيْرِهٖ

جس مقروض نے قرض کی ادائیگی میں اتنی ہی کھجوریں ناپ کر دیں یا اندازہ سے دیں یا کوئی اور جنس دی' تب بھی جائز ہے

٢٣٩٦ - حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ، فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَاَبٰى اَنْ يُّنْظِرَهُ، فَكَلَّمَ جَابِرٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَهُ اِلَيْهِ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَ الْيَهُوْدِيَّ لِيَاْخُذَ ثَمَرَ نَخْلِهٖ بِالَّذِيْ لَهُ فَاَبٰى، فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی از ہشام از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے یہ بتایا کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تھے اور ان پر ایک یہودی کا تیس وسق (سات ہزار دو سو کلوگرام) کھجوروں کا قرض تھا' حضرت جابر نے اس یہودی سے قرض کی ادائیگی میں مہلت طلب کی تو اس نے مہلت دینے سے انکار کیا' تب حضرت جابر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس یہودی سے میری

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ فَمَشٰی فِیْھَا، ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ جُدَّ لَہٗ، فَاَوْفِ لَہُ الَّذِیْ لَہٗ. فَجَدَّہٗ بَعْدَ مَا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَوْفَاہُ ثَلَاثِیْنَ وَسْقًا، وَفَضَلَتْ لَہٗ سَبْعَۃَ عَشَرَ وَسْقًا، فَجَآءَ جَابِرٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُخْبِرَہٗ بِالَّذِیْ کَانَ، فَوَجَدَہٗ یُصَلِّی الْعَصْرَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ اَخْبَرَہٗ بِالْفَضْلِ، فَقَالَ اَخْبِرْ ذٰلِکَ ابْنَ الْخَطَّابِ. فَذَھَبَ جَابِرٌ اِلٰی عُمَرَ فَاَخْبَرَہٗ، فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ لَقَدْ عَلِمْتُ حِیْنَ مَشٰی فِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُبَارَکَنَّ فِیْھَا.

سفارش کریں، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے اس یہودی سے سفارش کی کہ وہ حضرت جابر کے قرض میں ان کے باغ کے تمام پھل قبول کر لے، اس یہودی نے انکار کیا، تب رسول اللہ ﷺ اس باغ میں داخل ہوئے اور اس باغ میں چلے (یعنی درختوں کے گرد طواف کیا) پھر حضرت جابر سے فرمایا کہ اس باغ کے پھل توڑ کر اس یہودی کا قرض ادا کرو، رسول اللہ ﷺ کے واپس جانے کے بعد میں نے اس باغ کے پھل توڑے، پس تیس وسق پورے کر دیئے اور سترہ وسق (چار ہزار اسی کلو) کھجوریں پھر بھی بچ گئیں، پھر حضرت جابر، رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تاکہ آپ کو خبر دیں کہ تمام قرض ادا ہو گیا اور سترہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ گئیں، اس وقت رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جابر نے آپ کو کھجوروں کے زیادہ ہو جانے کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ابن الخطاب کو بھی اس کی خبر دو، حضرت جابر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دینے گئے تو حضرت عمر نے کہا: میں تو کھجوروں کے بڑھ جانے کو اسی وقت سمجھ گیا تھا، جب رسول اللہ ﷺ نے درختوں کے گرد طواف کیا تھا کہ اب ضرور ان میں برکت دی جائے گی۔

اپنے کسی کمال پر اپنے محبین کو مطلع کرنا

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے، اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر سے فرمایا کہ تم ابن الخطاب یعنی حضرت عمر کو اس کی خبر دو، تاکہ اس معجزہ کے علم سے ان کا ایمان زیادہ ہو کہ جو کھجوریں اس قرض کی ادائیگی کے لیے بھی ناکافی تھیں، رسول اللہ ﷺ کے چکر لگانے کی برکت سے وہ کھجوریں قرض ادا کرنے کے بعد بھی بچ گئیں، اور حضرت عمر کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ وہ حضرت جابر کے قرض کی ادائیگی کے متعلق بے حد فکرمند تھے۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اپنا خاص کمال اپنے خاص محبین کو بتانا چاہیے تاکہ وہ خوش ہوں اور صاحبِ کمال سے اُن کی محبت اور عقیدت میں اضافہ ہو۔

۱۰ - بَابُ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّیْنِ جس نے قرض سے پناہ طلب کی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے کیونکہ آدمی قرض اس وقت لیتا ہے جب وہ تنگ دست اور مفلس ہو اور مفلسی بھی ایک آزمائش ہے، اور جب انسان مقروض ہو جاتا ہے تو وہ قرض کو ادا کرنے کے لیے جو میعاد مقرر کرتا ہے، بعض اوقات وہ اس میعاد پر قرض ادا نہیں کر سکتا تو وعدہ خلافی ہوتی ہے، پھر وعدہ خلافی کے جواز کے لیے وہ قرض خواہ سے جھوٹے عذر تراشتا ہے اور یوں قرض کی وجہ سے وہ وعدہ خلافی کرنے اور جھوٹ بولنے کا مرتکب ہوتا ہے اور قرض کی وجہ سے وہ کئی گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے قرض میں مبتلا ہونے سے اللہ کی پناہ طلب کی ہے۔

۲۳۹۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). وَحَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي اَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلٰوةِ، وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ. فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری (ح) اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا مانگتے تھے اور اللہ سے یوں عرض کرتے تھے: اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں تو کسی کہنے والے نے ان سے کہا: یارسول اللہ! آپ قرض سے کتنی بار پناہ طلب کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۳۲ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں قرض سے پناہ طلب کرنے کا ذکر ہے۔

معصیت کے ذرائع کو منقطع کرنا اور قرض لینے کی فضیلت اور مذمت کی احادیث میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معصیت اور گناہ کے ذرائع اور اسباب کو قطع کرنا واجب ہے جیسے کسی کے ماں باپ کو گالی دینا حرام ہے کیونکہ یہ اس کے ماں باپ کو گالی دینے کا ذریعہ اور سبب ہے اسی طرح کافروں کے جھوٹے خداؤں کو بُرا کہنا منع ہے کیونکہ یہ ہمارے سچے خدا کو بُرا کہنے کا سبب اور ذریعہ ہے اسی طرح بغیر شرعی ضرورت کے قرض لینا منع ہے کیونکہ قرض جھوٹ بولنے اور وعدہ خلافی کا سبب اور ذریعہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث اُس حدیث کے مخالف ہے جس میں قرض لینے کی تحسین ہے اور وہ یہ ہے:

جعفر بن محمد از والد خود از حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر دے جب کہ اس نے کسی مکروہ کام کے لیے قرض نہ لیا ہو اور حضرت عبداللہ بن جعفر حارثہ سے کہتے تھے: جاؤ! میرے لیے قرض لو کیونکہ میں ایک رات بھی ایسی بسر کرنا نہیں چاہتا جس میں اللہ تعالیٰ میرے ساتھ نہ ہو۔

امام طبری نے کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ان میں سے کوئی حدیث دوسری حدیث کے مخالف نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اس وقت مقروض کے ساتھ ہوتا ہے جب اس نے کسی مکروہ کام کے لیے قرض نہ لیا ہو اور وہ اس قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور اس کے پاس اتنی گنجائش ہو جس سے وہ قرض ادا کر سکے ایسے مقروض کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے اور جس قرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ طلب کی ہے اس کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں:

(۱) جو شخص کسی مکروہ کام کو کرنے کے لیے قرض لے اور اس کے پاس اس قرض کو ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو۔

(۲) اس نے کسی مکروہ کام کے لیے تو قرض نہ لیا ہو لیکن اس کے پاس اس قرض کو واپس کرنے کے وسائل نہ ہوں تو وہ اپنے مسلمان

بھائی کے مال کو تلف کرنے والا اور ہلاک کرنے والا ہے۔

(۳) اس کے پاس اس قرض کو واپس کرنے کے وسائل ہوں لیکن اس کا عزم یہ ہو کہ وہ اس قرض کو ادا نہیں کرے گا' تو وہ اپنے رب کا نافرمان ہے اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے ہر ایک قرض خواہ سے اپنے وعدہ کی مخالفت کرنے والا ہے' اگر اس نے وعدہ کیا ہو۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے قرض لیا تھا لیکن یہ وہ صورت نہیں ہے کہ جس میں کسی مکروہ کام کے لیے قرض لیا جائے۔

اور سلف صالحین قرض لیتے رہے ہیں' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس وقت بھی قرض لیا جب وہ خلیفہ تھے' پھر جب حضرت عمر زخمی ہو گئے تو انہوں نے کہا: دیکھو! مجھ پر کتنا قرض ہے؟ تو وہ اسّی ہزار یا اس سے زیادہ تھا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ قرض تھا' جس کا امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں قرض سے پناہ طلب کرنے کا ذکر ہے۔

۱۱ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلٰى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا

جس مقروض نے اپنے اوپر قرض چھوڑا' اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم

اس سے پہلے باب میں قرض سے پناہ طلب کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر چند کہ قرض سے پناہ طلب کرنی چاہیے لیکن مقروض ہونا کوئی معصیت نہیں ہے جو مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے منافی ہو۔

۲۳۹۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ' وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَاِلَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے (ترکہ میں) مال چھوڑا' وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے کسی قرض کا ذمہ چھوڑا یا اپنی اولاد کی کفالت کا ذمہ چھوڑا تو اس کو ہم ادا کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنی چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قرض چھوڑ کر یا اولاد چھوڑ کر مر جائے اور اس کے ترکہ سے اس کے ذمہ کو ادا کرنا مشکل ہو تو سربراہ ملک اس کے ذمہ کو پورا کرے۔

۲۳۹۹ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ' عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوْلٰى بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ' اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو بھی مؤمن ہو' میں اس کے دنیا اور آخرت کے اُمور میں اس سے زیادہ حق دار ہوں اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: نبی

أَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب:٦) فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي، فَأَنَا مَوْلَاهُ.

مؤمنین سے زیادہ ان کی جانوں پر (تصرف کا) حق دار ہے۔ (الاحزاب:٦) لہٰذا جو مؤمن فوت ہو گیا اور اس نے مال چھوڑا تو وہ مال اس کے وارثوں کا ہے خواہ وہ جو بھی ہوں اور اگر اس نے قرض یا عیال کو چھوڑا ہے تو وہ میرے ذمہ ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۲۹۸ میں گزر چکی ہے۔

''النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم'' کی متعدد تفسیریں

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کا حکم دیں تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور جب بھی آپ کسی کام سے منع کریں تو اس سے اجتناب کرنا لازم ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے، وہ وحی غیر متلو ہے جو کہ وحی متلو کے مطابق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو کسی کام کا حکم دیں اور ان کے نفوس ان کو کسی اور کام کا حکم دیں تو ان کا نفسوں کے حکم کی اطاعت کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرنا ان کے زیادہ لائق ہے۔

مقاتل نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرنا، ان کا ایک دوسرے کے حکم کی اطاعت کرنے سے زیادہ لائق ہے۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ شرعی احکام کو نافذ کرنا اور حدود کو جاری کرنا عام دنیاوی احکام پر عمل کرنے کی بہ نسبت زیادہ لائق ہے کیونکہ اس میں مخلوق کی مصلحت ہے اور ان کو فساد سے دور کرنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے میں ان کے لیے پاکیزہ زندگی اور راحت ہے اور ان کے اپنے نفس کے احکام پر عمل کرنے میں ان کی ہلاکت اور بے راہ روی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مؤمنوں کے نفس کے احکام ان کو دنیا کی آگ اور مصائب سے بچاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام ان کو آخرت کی آگ اور مصائب سے بچاتے ہیں۔

اور میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے سے وہ یادِ خدا اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں، ان کو دنیا میں چین اور سکون ملتا ہے اور ان کا دل مطمئن رہتا ہے اور دنیا کے لوگ ان کو عزت اور عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں، جب کہ نفس کے احکام پر عمل کرنے سے وہ فسق اور فجور میں مبتلا ہوتے ہیں اور بے چینی اور اضطراب کی آگ میں جلتے رہتے ہیں، پھر وہ سکون کی تلاش میں کبھی اپنے آپ کو شراب میں ڈبو لیتے ہیں، پھر بھی ان کو سکون نہیں ملتا اور وہ تیز سے تیز تر نشہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں، کبھی چرس اور ہیروئن کی پناہ لیتے ہیں اور کبھی نشہ کے انجیکشن لگواتے ہیں اور ان کے اثراتِ بد سے طرح طرح کی مہلک بیماریوں میں مبتلا رہ کر زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار رہتے ہیں!

۱۲ - بَابٌ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ

مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے

٢٤٠٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام بن منبہ جو وہب بن منبہ کے بھائی ہیں، انہوں نے حضرت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مال دار کا (قرض کی ادائیگی) میں تاخیر کرنا ظلم ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۷ میں گزر چکی ہے' یہ پوری حدیث اس طرح ہے کہ غنی کا تاخیر کرنا ظلم ہے اور جس مقروض کا قرض کسی مال دار کے حوالہ کیا جائے' اُسے اس کو مان لینا چاہیے۔

۱۳ - بَابٌ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ

جس کا حق ہوتا ہے' اس کو تقاضا کرنے میں سختی کی گنجائش ہوتی ہے

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوْبَتَهُ وَعِرْضَهُ. قَالَ سُفْيَانُ عِرْضَهُ يَقُوْلُ مَطَلْتَنِيْ، وَعُقُوْبَتُهُ الْحَبْسُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جس کے پاس قرض ادا کرنے کی گنجائش ہو' اس کا تاخیر کرنا اس کی سزا اور اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے' عزت کو حلال کرنا یہ ہے کہ قرض خواہ کہے: تم مجھ سے ٹال مٹول کر رہے ہو' اور اس کی سزا اس کو قید کرنا ہے۔

تعلیق مذکور کی حدیث مذکور اور اس کی مؤید احادیث درج ذیل ہیں:

عمرو بن الشرید از والد خود از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس شخص کے پاس قرض کو ادا کرنے کی گنجائش ہو اور وہ ادائیگی میں تاخیر کرے تو یہ اس کی عزت (کی خرابی) کو اور اس کی سزا کو جائز کر دیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۲۸_ ۲۴۲۷' سنن نسائی: ۴۷۰۳)

عبداللہ بن مبارک نے کہا: عزت کو حلال کرنے کا معنی ہے: اس کو سختی کے ساتھ ڈانٹا جائے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے۔

اہل بادیہ میں سے ایک شخص اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے ایک مقروض کو لے کر آیا' آپ نے فرمایا: اس کو اپنی گرفت میں رکھو' پھر آپ نے فرمایا: اے بنو تمیم کے بھائی! تم اپنے قیدی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟ (سنن ابوداؤد: ۳۶۲۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۸)

بہز بن حکیم اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو اس پر ایک تہمت کی وجہ سے قید کر لیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۳۰' سنن ترمذی: ۱۴۱۷' سنن نسائی: ۴۸۹۰)

ان احادیث میں قیدی کو سختی کے ساتھ ڈانٹنے اور اس کو قید کرنے کا ثبوت ہے اور نادہندہ مقروض پر سختی کرنے کا ثبوت ہے۔

۲۴۰۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ دَعُوْهُ، فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور اس نے سختی سے بات کی تو آپ کے اصحاب نے اس (کو مارنے یا ڈانٹنے) کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے' اس کو سختی سے بات کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سختی کے ساتھ قرض کا تقاضا کرنا جائز ہے۔

مال دار مقروض کی مذمت اور اس کو قید کرنے کا جواز اور مفلس مقروض کو مہلت دینے کا وجوب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جب کسی مال دار مقروض نے قرض ادا کرنے میں تاخیر کی تو اس نے ظلم کیا اور ظلم حرام ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ اصبغ اور سحنون نے کہا: جو شخص قرض ادا کرنے میں تاخیر کرے' اس کی شہادت جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ظالم فرمایا ہے' اور دوسرے علماء کے نزدیک اس شخص کی عدالت ساقط نہیں ہوتی' ہاں! اگر وہ قرض میں زیادہ تاخیر کرتا ہو اور یہ اس کا غالب عمل ہو' پھر اس کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

مال دار ظالم کی قرض میں ادائیگی پر مذمت کے جواز میں بعض علماء نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ . (النساء: ۱۴۸)

اللہ تعالیٰ بہ آوازِ بلند بُری بات کہنے کو ناپسند فرماتا ہے سوائے مظلوم (کی بات) کے۔

یہ آیت اس شخص کے متعلق نازل ہوئی تھی' جس نے کسی کی ضیافت (دعوت) کرنے سے منع کر دیا تھا تو اس کے لیے مباح کیا گیا کہ وہ ضیافت سے منع کرنے والے کو "لئیم" (ملامت کیا ہوا) کہے۔

اور اس کو قید کرنے کی سزا کا جواز یہ ہے کہ جب اس شخص کے لیے مال متوقع ہو یا قرض کی ادائیگی کے برابر مال کی اُمید ہو تو اس وقت اس کو قید کیا جائے گا' اور اگر مقروض کی غربت اور اس کا افلاس ثابت ہو تو پھر اس کو مہلت دینا واجب ہے اور اس کو قید نہیں کیا جائے گا کیونکہ قید کرنے کی علت اب زائل ہو چکی ہے اور اس کی علت ہے: قرض ادا کرنے پر قادر ہونا'

اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی مقروض شخص کا مفلس ہونا ثابت ہو جائے اور قاضی یہ حکم دے کہ اس کو قید سے نکال دیا جائے تو کیا اس کی رہائی کے بعد قرض خواہ پر یہ لازم ہے کہ اس کے ساتھ رہے' امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کے قرض خواہوں کا اس کے ساتھ رہنا لازم نہیں ہے اور جب تک اس مقروض کے پاس دوبارہ مال نہ آ جائے' اس وقت تک وہ اس کے درپے نہ ہو' اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ قاضی قرض خواہوں کو اس کے ساتھ لازم رہنے سے منع نہ کرے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو مال دار نہ ہو' اس کی تاخیر ظلم نہیں ہے۔ فلہٰذا غریب اور مفلس سے قرض کا مطالبہ بھی نہ کیا جائے اور جب مطالبہ اس سے ساقط ہو گیا تو اس کو قید کرنا اور اس کے ساتھ لازم رہنا بھی ساقط ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۴ - بَابٌ اِذَا وَجَدَ مَالَهٗ عِنْدَ مُفْلَسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيْعَةِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ

جب کسی شخص کو اپنا مال بعینہٖ اس شخص کے پاس مل جائے جس کو بیع' قرض اور امانت میں دیوالیا قرار دیا گیا ہو تو وہ دوسروں کی بہ نسبت اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے

بیع کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو کسی آدمی نے کوئی چیز فروخت کی' پھر اس آدمی کو عدالت نے دیوالیا قرار دے دیا اور اس شخص کا

سامان نیلام کیا جارہا ہو اور اس شخص کو اپنی فروخت کی ہوئی چیز بعینہٖ اس خریدار کے سامان میں مل جائے تو وہ دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اپنی چیز کا زیادہ حق دار ہے' قرض کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو کسی آدمی نے کوئی چیز قرض دی اور دیوالیہ قرار دیئے جانے کی وجہ سے اس مقروض کا سامان نیلام ہورہا ہو اور اس سامان میں قرض خواہ کو اپنی چیز بعینہٖ مل جائے تو دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اپنی اس چیز کا قرض دینے والا زیادہ حق دار ہے' اسی طرح اگر اس نے اس شخص کے پاس نیلامی کے وقت اپنی چیز بعینہٖ دیکھ لی تو دوسروں کی بہ نسبت اپنی اس چیز کا وہ زیادہ حق دار ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اِذَا اَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهٗ وَلَا بَيْعُهٗ وَلَا شِرَاؤُهٗ.

اور حسن بصری نے کہا ہے کہ جب کسی شخص کو دیوالیا قرار دیا گیا تو یہ ظاہر ہو گیا کہ اس شخص کا آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا فروخت کرنا اور نہ اس کا خریدنا جائز ہے۔

اس شخص کے تصرفات کے غیر مؤثر ہونے کے لیے یہ قید ہے کہ حاکم کے سامنے اس کو دیوالیا قرار دیا گیا ہو' اس قید کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک حاکم کے سامنے اس کو دیوالیا نہیں قرار دیا گیا تو اس کے آزاد کرنے اور خرید و فروخت کرکے تمام تصرفات جائز ہوں گے اور جب حاکم نے اس کو دیوالیا قرار دے دیا ہو تو پھر اس کے تصرفات کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ابراہیم نخعی کے نزدیک جس کے تصرفات پر پابندی ہو' اس کا فروخت کرنا اور خریدنا جائز ہے اور اکثر علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے ماسوا بیع الوفاء کے اور بعض کے نزدیک اس کے تصرفات موقوف ہیں' امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے' اس کے اقرار میں اختلاف ہے اور جمہور کے نزدیک اس کا اقرار مقبول ہے۔

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَضٰى عُثْمَانُ مَنِ اقْتَضٰى مِنْ حَقِّهٖ قَبْلَ اَنْ يُّفْلِسَ فَهُوَ لَهٗ، وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهٗ بِعَيْنِهٖ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ.

اور سعید بن المسیب نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ جس شخص نے کسی آدمی کے دیوالیا قرار دیئے جانے سے پہلے اپنا حق طلب کر لیا تو وہ اس کو ملے گا اور جس نے (نیلامی کے وقت) اپنے سامان کو بعینہٖ پہچان لیا تو وہ اس کا حق دار ہے۔

حضرت عثمان کے اس فیصلہ کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کا کسی دوسرے پر حق ہو اور وہ اپنے حق کو اس سے پہلے وصول کر لے جب حاکم اس کو دیوالیا قرار دے تو یہ جائز ہے اور خاص اس چیز کے متعلق دوسرے قرض خواہ اس سے تعرض نہیں کر سکتے بلکہ جو بھی اس کے اوپر اپنا حق ثابت کرے گا' وہ اس سے دلیل کا مطالبہ کرے گا' اس کے برخلاف جب کسی نے اس کے پاس اپنا سامان بعینہٖ پالیا تو وہ دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اپنی چیز کا زیادہ حق دار ہوگا۔ اس تعلیق کو امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣٣٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٤٠٢ - **حَدَّثَنَا** اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی کہ عمر بن عبدالعزیز نے ان کو خبر دی کہ ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے

وَسَلَّمَ ' أَوْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ ' أَوْ إِنْسَانٍ ' قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهٖ.

ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یا انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی ایسے آدمی کے پاس اپنے مال کو بعینہٖ پایا جس کو دیوالیا قرار دیا گیا تھا تو وہ اپنے مال کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوگا۔

(صحیح مسلم:۱۵۵۹' الرقم المسلسل:۳۸۷۸' سنن ابوداؤد:۳۵۲۰-۳۵۱۹' سنن ترمذی:۱۲۶۲' سنن نسائی:۴۶۷۶' سنن ابن ماجہ:۲۳۵۹-۲۳۵۸' مسند ابویعلیٰ:۶۴۰۷' مصنف عبدالرزاق:۱۵۱۶۱-۱۵۱۶۰' مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۵۰۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۶ص ۳۶-۳۵ ج۱۴ ص۲۷۶-۲۷۵' صحیح ابن حبان:۵۰۳۶-۵۰۳۷' سنن دارقطنی ج۳ص۳۰-۲۹' سنن بیہقی ج۶ص۴۵-۴۴' شرح السنۃ:۲۱۳۳' مسند احمد ج۲ ص۲۲۸' مسند احمد:۷۱۲۴-ج۱۲ص۲۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' یہ احمد بن عبداللہ بن یونس التیمی الیربوعی ہیں (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم (۵) عمر بن عبدالعزیز بن مروان الخلیفۃ العادل القرشی الاموی (۶) ابوبکر بن عبدالرحمان' یہ بہت زیادہ نمازیں پڑھتے تھے' اس لیے ان کو راہب قریش کہا جاتا تھا (۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۱۲ص ۳۳۳)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت صرف بیع کے ذکر میں ہے' کیونکہ اس باب کی اکثر احادیث بیع کے متعلق وارد ہیں' ان میں سے ایک حدیث یہ ہے جس کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ جب کسی شخص نے کوئی سودا خریدا' پھر اس کو دیوالیا قرار دے دیا گیا اور وہ چیز بعینہٖ اس کے پاس ہے تو وہ دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اس چیز کا زیادہ حق دار ہے۔ اور امام مالک نے یہ مرسل روایت کی ہے کہ جس شخص نے کوئی سودا فروخت کیا اور اس خریدار کو دیوالیا قرار دے دیا گیا اور بائع نے ابھی تک اس کی قیمت پر قبضہ نہیں کیا اور اس شخص نے وہ چیز بعینہٖ پالی تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے' لیکن امام بخاری نے جس حدیث کی روایت کی ہے اس میں بیع کا ذکر نہیں ہے' اس لیے حدیث مذکور باب کے مطابق نہیں ہے۔

جب دیوالیا قرار دیئے جانے والے کے پاس کسی کی چیز بعینہٖ موجود ہو تو وہ اس کو واپس لینے کا دوسروں سے زیادہ حق دار ہے' اس قاعدہ میں مذاہبِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' حضرت عثمان بن عفان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے یہ روایت ہے کہ جب خریدار کو دیوالیا قرار دیا جائے اور بائع (فروخت کرنے والے) نے اس کے پاس اپنا سامان بعینہٖ پایا تو وہ اس سامان کو لینے کے لیے دوسرے قرض خواہوں سے زیادہ مستحق ہے اور یہی عروہ بن الزبیر کا قول ہے' امام مالک' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مؤقف ہے اور ان کا استدلال اسی باب کی حدیث سے ہے۔

ابراہیم نخعی اور حسن بصری سے یہ روایت ہے کہ بائع اس مسئلہ میں دیگر قرض خواہوں کے مساوی ہے' اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے' اور دیوالیے والی حدیث کو انہوں نے قیاس سے مسترد کر دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ خریدا ہوا سامان خریدار کا مال ہے اور اس کی قیمت اس کے ذمہ ہے اور جس شخص نے کسی چیز کو فروخت کیا' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس چیز کو روکے رکھے

حتیٰ کہ خریدار اس کی قیمت ادا کرے، جس طرح رہن رکھنے والے کے لیے یہ جائز ہے کہ جس چیز کو رہن رکھا گیا ہے' وہ اس کو اس وقت تک روکے رکھے حتیٰ کہ وہ رہن رکھنے والے سے اپنی رقم وصول کر لے' پھر جب رہن رکھنے والا مرہون چیز رہن رکھوانے والے کو سونپ دے تو اب رہن رکھنے والے کے لیے اس چیز کو روکے رکھنا جائز نہیں ہے' اسی طرح جب بائع فروخت شدہ چیز سے اپنا قبضہ ختم کر دے اور وہ چیز خریدار کو سونپ دے تو اب وہ چیز بائع کی ضمان سے نکل کر خریدار کی ضمان میں آ گئی۔

اور سنت ان میں سے ہر ایک کے قول سے مستغنی ہے اور اس میں قیاس اور نظر کا کوئی دخل نہیں ہے' قیاس اور نظر کا اس میں اس وقت دخل ہوتا جب یہاں سنت نہ ہوتی لیکن جب یہاں سنت موجود ہے تو وہ اپنے مخالفین پر حجت ہے' نیز جب بائع کا حق بعینہٖ چیز سے ذمہ کی طرف منتقل ہو گیا اور خریدار کے دیوالیہ ہونے کی وجہ سے اس کا اس چیز پر قبضہ متعذر اور مشکل ہو گیا تو واجب ہے کہ اس کا رجوع بعینہٖ اس چیز کی طرف ہو جب کہ وہ چیز باقی ہو۔

اگر فقہاء کوفہ یہ کہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد ہے: پس وہ اس چیز کا زیادہ حق دار ہے' یہ امانت رکھوانے والے اور قرض دینے والے پر محمول ہے نہ کہ بائع پر' تو کہا جائے گا کہ یہ جواب فاسد ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاحب متاع (سامان والے) کو یہ حق دیا ہے کہ جب اس کی چیز دیوالیا کے پاس بعینہٖ موجود ہو تو وہ اس چیز کو واپس لے سکتا ہے اور امانت رکھوانے والا اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے خواہ وہ مال اپنی صفت پر قائم ہو یا اس کی صفت متغیر ہو چکی ہو' پس اس حدیث کو امانت رکھوانے پر محمول کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث کو بائع پر محمول کرنا واجب ہے کیونکہ جب بائع اپنے مال کو اسی صفت پر بعینہٖ موجود پائے گا اور اس میں کوئی تغیر نہیں ہو گا تو وہ اپنے مال کی طرف رجوع کرے گا اور جب اس کا مال متغیر ہو جائے گا تو پھر وہ اس کی طرف رجوع نہیں کرے گا۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۳۲_۴۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

بائع کو دیگر قرض خواہوں کے مساوی قرار دینے میں امام ابو حنیفہ منفرد نہیں ہیں بلکہ دوسرے فقہاء کا بھی یہی مؤقف ہے

علامہ ابن بطال نے یہ تاثر دیا ہے کہ صرف فقہاء احناف کا یہ مذہب ہے کہ جب دیوالیا قرار دیئے جانے والے کے پاس کسی کی چیز بعینہٖ موجود ہو تو اس کو واپس لینے والوں میں بائع شامل نہیں ہے اور یہ مؤقف حدیث کے خلاف ہے' پہلے ہم یہ واضح کریں گے کہ یہ مؤقف صرف امام ابو حنیفہ کا نہیں ہے بلکہ دوسرے فقہاء بھی اس میں شریک ہیں' پھر ہم یہ بتلائیں گے کہ یہ مؤقف حدیث کے موافق ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابراہیم النخعی' حسن بصری' شعبی اور ایک روایت کے مطابق وکیع بن الجراح' اور عبد اللہ بن شبرمہ قاضی کوفہ' اور امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام زفر' ان سب کا یہ مذہب ہے کہ سامان فروخت کرنے والا یعنی بائع اپنی چیز خریدار سے وصول کرنے میں دیگر قرض خواہوں کے مساوی ہے اور عمر بن عبد العزیز سے یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ جس شخص نے اپنے سامان کی قیمت طلب کی' پھر خریدار کو دیوالیا قرار دے دیا گیا تو وہ بائع اور دیگر قرض خواہ اس مطالبہ میں مساوی ہیں اور یہ زہری کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے' جس طرح ان فقہاء کرام کا مؤقف ہے اور قتادہ نے از خلاس بن عمرو از حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب وہ چیز دیوالیا قرار دیئے جانے والے کے پاس بعینہٖ موجود ہو تو بائع اس چیز کو مشتری سے لینے میں دیگر قرض خواہوں کی مثل یا ان کے مساوی ہے اور اس تصریح سے علامہ ابن المنذر کے اس قول کا رد ہو جاتا ہے کہ ہمارے علم کے مطابق حضرت

عثمان کا اس موقف میں صحابہ میں سے کوئی مخالف نہیں ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ کا قول اس باب کے اوائل میں گزر چکا ہے۔ اور سفیان ثوری نے از مغیرہ از ابراہیم روایت کی ہے کہ بائع اور دیگر قرض خواہ شرعاً مساوی ہیں اور شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ اس نے بعینہٖ اپنا مال پایا ہے تو شعبی نے کہا: دیگر قرض خواہوں کے بغیر تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۳۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

محل نزاع کا تعین اور امام ابوحنیفہ پر حدیث کی مخالفت کا جواب

امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی شخص مثلاً زید کے پاس کسی نے امانت رکھوائی یا کسی اور نے اس کو عاریۃً کوئی چیز دی یا اس نے کسی کو کوئی چیز فروخت کی' خریدار نے اس چیز پر ابھی قبضہ نہیں کیا اور وہ چیز بائع یعنی زید کے پاس بعینہٖ موجود ہے' اسی طرح امانت اور عاریت بھی اس کے پاس بعینہٖ موجود ہے اور اس اثناء میں عدالت نے زید کو دیوالیہ قرار دے دیا اور اس کے تمام مال ومتاع کو نیلام کرنے کا حکم دے دیا تو جن لوگوں کی چیزیں اس کے پاس بعینہٖ موجود ہیں' وہ نیلام میں شامل نہیں ہوں گی اور ان لوگوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ بائع سے اپنی وہ چیز وصول کرلیں اور اس کا باقی مال ومتاع نیلام کر دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے کہ بائع دیگر قرض خواہوں کے مساوی ہے' اس کے برخلاف امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ بائع کو اپنا حق وصول کرنے میں دیگر قرض خواہوں پر ترجیح ہوگی جیسا کہ علامہ ابن بطال نے لکھا ہے' نیز علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول حدیث کے خلاف ہے اور انہوں نے اپنے قیاس سے حدیث کو مسترد کیا ہے' ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو مسترد کرنا تب لازم آتا کہ حدیث میں بائع کو ترجیح دینے کا ذکر ہوتا اور امام ابوحنیفہ فرماتے کہ بائع کو اس کا حق نہیں ملے گا' اس بحث کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس حدیث پر ایک بار پھر نظر ڈال لی جائے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی ایسے آدمی کے پاس اپنا مال بعینہٖ پایا جس کو دیوالیہ قرار دیا گیا تھا تو وہ اپنے مال کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۰۲)

اس حدیث کے متن میں سرے سے بائع کا ذکر ہی نہیں ہے' چہ جائیکہ بائع کو دوسرے قرض خواہوں پر ترجیح دینے کا ذکر ہو' پھر اگر امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ بائع دوسرے قرض خواہوں کے مساوی ہے یعنی جس نے بھی مقروض کے مال ومتاع کی نیلامی سے پہلے اس کے پاس اپنے مال کو بعینہٖ موجود پایا تو اس کو نیلام میں شامل نہیں کیا جائے گا اور دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اس کو اپنا بعینہٖ مال وصول کرنے کا حق ہوگا' خواہ وہ بائع ہو یا امانت رکھوانے والا ہو یا کوئی چیز عاریۃً دینے والا ہو' تو امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی ہرگز مخالفت نہیں کی بلکہ ان کا قول حدیث کے عموم کے موافق ہے کیونکہ حدیث میں بر سبیل عموم یہ تصریح ہے کہ جس شخص نے کسی ایسے آدمی کے پاس اپنا مال بعینہٖ پایا جس کو دیوالیہ قرار دیا گیا تھا تو وہ اپنے مال کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوگا۔ اس حدیث میں اس شخص کی تعیین نہیں کی گئی' وہ شخص بائع بھی ہوسکتا ہے' امانت رکھوانے والا بھی ہوسکتا ہے اور وہ شخص بھی ہوسکتا ہے جس کی کوئی چیز غصب کر لی گئی تھی اور وہ چیز بعینہٖ اس کے پاس پائی گئی جس کو دیوالیہ قرار دیا ہے' اس حدیث میں عموم ہے اور اس عموم کے موافق امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ بائع اس حکم میں دوسرے قرض خواہوں کی مثل یا ان کے مساوی ہے' حدیث کی مخالفت تو امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ نے کی ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ بائع کو دوسرے قرض خواہوں پر ترجیح ہے جب کہ اس حدیث کے متن میں سرے سے بائع کا ذکر ہی نہیں ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی کی حدیث مذکور کی تقریر

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے بھی اس اعتراض کا یہی جواب دیا ہے' وہ فرماتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: پس اس شخص نے اپنے مال کو بعینہٖ پالیا۔ اور اس کا مال بعینہٖ مال مغصوب پر اور عاریۃً دیئے ہوئے مال پر اور امانت پر بھی صادق آتا ہے' سو یہ لوگ اس مال کو لینے میں باقی قرض خواہوں سے زیادہ حق دار ہیں اور اس کی تائید میں یہ احادیث ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا کوئی سامان چوری ہو گیا ہو یا اس کا کوئی سامان ضائع ہو گیا ہو اور وہ بعینہٖ اس سامان کو کسی شخص کے قبضہ میں پائے تو وہ اس سامان کا زیادہ حق دار ہے اور جس نے یہ سامان کسی سے خریدا ہے' وہ اپنی قیمت کو بائع سے طلب کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۳۱' مسند احمد ج ۵ ص ۱۳' شرح معانی الآثار: ۶۰۴۱)

ابوبکر بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سامان کے متعلق فیصلہ فرمایا جس کو کسی شخص نے خریدا' پھر اس خریدار کو دیوالیا قرار دیا گیا اور وہ سامان بعینہٖ بائع کے پاس موجود تھا اور خریدار نے اس کی قیمت سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بائع بھی دیگر قرض خواہوں کی مثل یا ان کے مساوی ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۶۴۰۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بعینہٖ اس حدیث کے مطابق ہے۔

ابوبکر بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کوئی سامان خریدا' پھر اس خریدار کو دیوالیا قرار دے دیا گیا اور بائع نے ابھی اس سے بالکل قیمت وصول نہیں کی تھی' پھر بائع نے اپنے مال کو بعینہٖ پالیا تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے پس اگر خریدار مر گیا تو بائع دیگر قرض خواہوں کی مثل ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۲۲۔۳۵۲۰' موطأ امام مالک: کتاب البیوع: ۸۷' شرح معانی الآثار: ۶۰۴۳)

امام ابوحنیفہ کا قول اس حدیث کے بالکل مطابق ہے۔

ہم نے شروع میں ذکر کیا تھا کہ جب مقروض کو دیوالیا قرار دیا جائے تو تمام قرض خواہوں کی رقم میں اسی تناسب سے کمی ہو جائے گی' اس کی مثال درج ذیل ہے:

زید کے پاس کسی نے ۸۰۰ روپے کی چیز رہن (گروی) رکھوائی تھی' دوسرے شخص نے اس کے پاس ۶۰۰ روپے کی چیز امانت رکھوائی تھی' تیسرے شخص نے اس کو ۴۰۰ روپے کی چیز عاریتاً دی تھی' اب زید کو عدالت نے دیوالیہ قرار دے کر اس کے سامان کی نیلامی کا حکم دیا' جب اس کے تمام اثاثوں کو نیلام کیا گیا تو ایک ہزار (۱۰۰۰) روپیہ حاصل ہوا' اب یہ ایک ہزار روپے' رہن رکھوانے والے' امانت رکھوانے والے اور عاریتاً چیز رکھوانے والے کے درمیان اس طرح تقسیم کیے جائیں گے کہ سب کو اپنے حصہ کی رقم کا نقصان جمیع نقصان کی اوسط سے برداشت کرنا پڑے' اس کی صورت یہ ہے:

نیلامی کے بعد حاصل شدہ رقم کو (جو ایک ہزار روپے ہے) رہن رکھوانے والے' امانت رکھوانے والے اور عاریتاً رکھوانے والے کی کل رقم (جو ۱۸۰۰ روپے ہے) سے تقسیم کیا جائے گا' جو حاصل آئے گا اس کو ہر ایک کی رقم سے ضرب دیا جائے گا' یہ وہ رقم ہو گی جو ہر ایک کو اس کی اصل رقم کے عوض میں ملے گی' چنانچہ:

نیلامی کے بعد حاصل شدہ رقم ۱۰۰۰ روپے کو کل رقم ۱۸۰۰ روپے سے تقسیم کیا گیا تو حاصل تقسیم ۰.۵۵۵ ہوا۔

رہن رکھوانے والا

0.555 حاصل تقسیم کو رہن رکھوانے والے کی اصل رقم ۸۰۰ سے ضرب دیا گیا' حاصل ضرب ۴۴۴ روپے ۴۴ پیسے' یہ وہ رقم ہے جو اس کو اس کی اصل رقم ۸۰۰ کے بدلہ میں ملے گی۔

امانت رکھوانے والا

0.555 حاصل تقسیم کو امانت رکھوانے والے کی اصل رقم ۶۰۰ روپے سے ضرب دیا گیا' حاصل ضرب ۳۳۳ روپے ۳۳ پیسے' یہ وہ رقم ہے جو امانتاً چیز رکھوانے والے کو اس کی اصل رقم کے بدلہ میں ملے گی۔

عاریۃً رکھوانے والا

0.555 حاصل تقسیم کو عاریۃً رکھوانے والے کی اصل رقم ۴۰۰ روپے سے ضرب دیا گیا' حاصل ضرب ۲۲۲ روپے ۲۲ پیسے' یہ وہ رقم ہے جو عاریۃً رکھوانے والے کو اس کے اصل مال کے بدلہ میں ملے گی۔

١٥ - بَابُ مَنْ اَخَّرَ الْغَرِيْمَ اِلَى الْغَدِ اَوْ نَحْوِهٖ' وَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ مَطْلًا

جس شخص نے قرض خواہ کو کل یا پرسوں تک کہا اور اس کو تاخیر نہیں قرار دیا

وَقَالَ جَابِرٌ اِشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِيْ حُقُوْقِهِمْ فِيْ دَيْنِ اَبِيْ' فَسَاَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِيْ فَاَبَوْا' فَلَمْ يُعْطِهِمُ الْحَائِطَ' وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ' وَقَالَ سَاَغْدُوْ عَلَيْكَ غَدًا. فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ اَصْبَحَ' فَدَعَا فِيْ ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ' فَقَضَيْتُهُمْ.

اور حضرت جابر رضی اللہ نے کہا: میرے والد کے قرض میں قرض خواہوں نے اپنے قرض کا شدت سے مطالبہ کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ وہ اپنے قرض کے عوض میرے باغ کے پھلوں کو قبول کر لیں' سو انہوں نے انکار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو باغ نہیں دیا اور نہ اس کے پھل توڑنے کا حکم دیا اور فرمایا: میں تمہارے پاس کل آؤں گا' پھر دوسری صبح کو آپ ہمارے پاس تشریف لائے' تشریف لائے' پھر آپ نے باغ کے پھلوں میں برکت کی دعا کی تو میں نے ان کا قرض ادا کر دیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۳۹۶۔ ۲۳۹۵ میں گزر چکی ہے اور ان کی مفصل شرح وہیں پر کر دی گئی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: میں کل آؤں گا۔

١٦ - بَابُ مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفْلِسِ اَوِ الْمُعْدِمِ' فَقَسَمَهٗ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ' اَوْ اَعْطَاهُ حَتّٰى يُنْفِقَ عَلٰى نَفْسِهٖ

جس نے دیوالیا یا محتاج کے مال کو فروخت کر کے قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا یا وہ مال خود اسی کو دے دیا تھا کہ وہ اس مال کو اپنی ذات پر خرچ کرے

٢٤٠٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَعْتَقَ رَجُلٌ غُلَامًا لَهٗ عَنْ دُبُرٍ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن ابی رباح نے حدیث بیان کی از حضرت جابر

وَسَلَّمَ مَنْ يَّشْتَرِيهِ مِنِّي؟ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، فَاَخَذَ ثَمَنَهُ فَدَفَعَهُ اِلَيْهِ.

بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا یعنی اس سے کہا: تم میری موت کے بعد آزاد ہو‘ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس غلام کو حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خرید لیا‘ آپ نے اس کی قیمت وصول کر کے اس شخص کو دے دی۔

اس حدیث کی مفصل شرح‘ صحیح البخاری: ۲۱۴۱ میں گزر چکی ہے‘ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس محتاج کا کل سرمایہ صرف وہی غلام تھا اور اس نے اپنی موت کے بعد اس کو آزاد کرنے کا اعلان کر دیا تھا‘ اس سے اس کے وارثوں کی حق تلفی ہوتی تھی‘ اس لیے آپ نے اس کی زندگی میں ہی اس غلام کو فروخت کر دیا‘ گویا اس شخص کا اس غلام کو مدبر کرنا صحیح نہیں تھا۔

۱۷ - بَابٌ إِذَا اَقْرَضَهُ إِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى، اَوْ اَجَّلَهُ فِي الْبَيْعِ

جس کسی نے مدتِ معین کے وعدہ پر قرض دیا یا مدتِ معین کے اُدھار پر کسی چیز کو فروخت کیا (تو یہ جائز ہے)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں: اس عنوان میں جو پہلا مسئلہ مذکور ہے‘ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص نے کسی آدمی کو چند دینار یا دراہم قرض دیئے یا ایسی چیز قرض دی جس کو ناپ کر یا تول کر فروخت کیا جاتا ہے یا اس کے سوا کوئی چیز نقد فروخت کی‘ پھر اس نے اس چیز کی قیمت کو ایک مدت تک مؤخر کر دیا‘ پھر اس نے اس سے رجوع کا ارادہ کیا اور اس چیز کی قیمت قرض کی مدت پوری ہونے سے پہلے وصول کرنی چاہی تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے‘ کیونکہ قیمت کی وصولی کو مؤخر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ارادہ کیا جاتا ہے اور یہ تقرب کی نیت کو بدلنا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ خواہ قرض مدتِ معینہ تک ہو یا غیر معینہ مدت تک‘ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ جب چاہے قرض وصول کر لے اسی طرح عاریت کو بھی‘ اور ان کے نزدیک قرض کی ادائیگی میں تاخیر جائز نہیں ہے اور غصب شدہ چیز کی ادائیگی میں تاخیر جائز ہے اور تلف کی ہوئی چیز کی ادائیگی میں بھی تاخیر جائز ہے۔

امام شافعی کے نزدیک جب اس نے قرض کی ادائیگی کو مؤخر کر دیا تو وہ اس میں جب چاہے رجوع کر سکتا ہے‘ اسی طرح عاریت وغیرہ کا حکم ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ وعدہ کے باب سے ہے۔

امام مالک کے نزدیک قرض کو مدتِ معینہ پر ادا کرنا لازم ہے اور عاریت وغیرہ ان کے نزدیک عرف پر محمول ہے‘ ان کے نزدیک یہ تمام چیزیں ان نیک اعمال سے ہیں جن کو اس نے اپنے نفس پر واجب کر لیا ہے‘ اس لیے ان کو پورا کرنا لازم ہے‘ کیونکہ جو قرض مدتِ معینہ کے لیے ہو‘ ان کے نزدیک اس میں تاخیر کرنا یا مدت پوری ہونے سے پہلے اس قرض کا تقاضا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر یہ جائز ہو تو مدت کا معین کرنا اور اس کو ترک کرنا دونوں برابر ہوں گے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٥٣٤‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے لکھا ہے کہ اس عنوان کے تحت دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مدتِ معینہ کے لیے کسی کو قرض دینا جائز ہے یا مدتِ معینہ تک اُدھار بیع کرنا جائز ہے اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۴۱‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

قَالَ ابْنُ عُمَرَ فِی الْقَرْضِ اِلٰی اَجَلٍ لَا بَاْسَ بِهٖ، وَاِنْ اُعْطِیَ اَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهٖ، مَا لَمْ یَشْتَرِطْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مدتِ معینہ تک قرض دینے میں کوئی حرج نہیں، خواہ بغیر شرط کے اس کے دراہم سے افضل دراہم دے۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حسب ذیل روایت ہے:

ابن ابی زائدہ نے زکریا سے روایت کی کہ میں نے عامر سے پوچھا: ایک آدمی قرض طلب کرتا ہے، پس جب وہ اس کو ادا کرتا ہے تو اس سے بہتر ادا کرتا ہے، انہوں نے کہا: جب تک وہ بہتر ادائیگی کی شرط نہ لگائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۵۶۔ ج ۴ ص ۵۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ هُوَ اِلٰی اَجَلِهٖ فِی الْقَرْضِ.

اور عطاء اور عمرو بن دینار نے کہا: قرض میں وہ اس کی مدت تک ہے۔

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے ابن جریج سے ان دونوں کی سند موصول سے روایت کیا ہے، علامہ ابن التین نے کہا: امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب نہیں ہے، ان کا مذہب یہ ہے کہ ہر کاروباری قرض میں مدت کا تعین صحیح ہے اور نجی قرض میں مدت کا تعین صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ کاروباری اُدھار کے لیے عموماً دین کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور نجی اُدھار کے لیے عموماً قرض کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اور یہ جو کہا ہے کہ قرض میں مدت کا تعین صحیح نہیں ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً سو روپیہ قرض دینے والا یہ کہے کہ مجھے فلاں تاریخ کو سو روپے واپس دینا تو یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ ربوٰ النسیئۃ ہو جائے گا اور اگر قرض لینے والا یہ کہے کہ میں فلاں تاریخ کو سو روپیہ ادا کروں گا تو اس کی طرف سے مدت کا تعین کرنا جائز ہے۔

۲۴۰۴ - وَقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِیْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَکَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ، سَاَلَ بَعْضَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنْ یُّسْلِفَهٗ، فَدَفَعَهَا اِلَیْهِ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی. فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ.

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے دوسرے شخص سے کہا کہ وہ اس کو قرض دے تو اس نے اس کو مدتِ معینہ کے لیے قرض دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں مدتِ معینہ تک قرض کا ذکر ہے۔

۱۸ - بَابُ الشَّفَاعَةِ فِیْ وَضْعِ الدَّیْنِ — قرض (وصول کرنے میں) کمی کی سفارش کرنا

یعنی جو شخص تنگ دست ہو اور وہ پورا قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے قرض میں کمی کی سفارش کرنا جائز ہے۔

۲۴۰۵ - حَدَّثَنَا مُوْسٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ مُغِیْرَةَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُصِیْبَ عَبْدُ اللّٰهِ وَتَرَکَ عِیَالًا وَّدَیْنًا، فَطَلَبْتُ اِلٰی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ از عامر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ (ان کے والد)

أَصْحَابَ الَّذِينَ أَنْ يَضَعُوا بَعْضًا مِنْ دَيْنِهِ فَأَبَوْا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشْفَعْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا، فَقَالَ صَنِّفْ تَمْرَكَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْهُ عَلٰى حِدَتِهِ، عِذْقَ ابْنِ زَيْدٍ عَلٰى حِدَةٍ، وَاللِّينَ عَلٰى حِدَةٍ، وَالْعَجْوَةَ عَلٰى حِدَةٍ، ثُمَّ أَحْضِرْهُمْ حَتّٰى آتِيَكَ، فَفَعَلْتُ، ثُمَّ جَآءَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، وَقَالَ لِكُلِّ رَجُلٍ حَتّٰى اسْتَوْفٰى، وَبَقِيَ التَّمْرُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور انہوں نے اولاد اور قرض چھوڑا' پس میں نے قرض خواہوں سے یہ کہا کہ وہ اپنے قرض سے کچھ کم کر دیں' سو انہوں نے انکار کیا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ ان سے قرض میں کچھ کمی کرنے کی سفارش کریں (آپ نے سفارش کی) انہوں نے پھر انکار کیا تو آپ نے فرمایا: تم کھجور کی تمام قسموں کو الگ الگ کر کے ڈھیریاں بنا دو' عذق ابن زید الگ کر دو' لین الگ کر دو اور عجوہ الگ کر دو (یہ سب عمدہ قسم کی کھجوروں کے نام ہیں)' پھر ان قرض خواہوں کو بلاؤ حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آ ؤں' سو میں نے ایسا ہی کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ کر ان کھجوروں پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے ہر شخص سے کہا' حتیٰ کہ اس نے اپنا پورا قرض وصول کر لیا اور کھجوریں اسی طرح باقی رہیں' گویا کہ کسی نے ان کو چھوا تک نہیں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض میں کمی کرنے کی سفارش کرنے کا ذکر ہے۔

٢٤٠٦ - وَغَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاضِحٍ لَنَا فَأَزْحَفَ الْجَمَلُ، فَتَخَلَّفَ عَلَيَّ، فَوَكَزَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهِ، قَالَ بِعْنِيهِ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ. فَلَمَّا دَنَوْنَا اسْتَأْذَنْتُ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ ثَيِّبًا، أُصِيبَ عَبْدُ اللّٰهِ وَتَرَكَ جَوَارِيَ صِغَارًا، فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا تُعَلِّمُهُنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ، ثُمَّ قَالَ ائْتِ أَهْلَكَ. فَقَدِمْتُ فَأَخْبَرْتُ خَالِي بِبَيْعِ الْجَمَلِ فَلَامَنِي، فَأَخْبَرْتُهُ بِإِعْيَاءِ الْجَمَلِ، وَبِالَّذِي كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَكْزِهِ إِيَّاهُ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْجَمَلِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَ الْجَمَلِ وَالْجَمَلَ، وَسَهْمِي مَعَ الْقَوْمِ.

اور (حضرت جابر نے کہا:) میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں اپنے پانی لانے والے اونٹ پر سوار تھا' پس وہ اونٹ تھک گیا تو وہ سب سے پیچھے رہ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے سے اسے ایک گھونسا مارا' (اور) فرمایا: مجھے یہ اونٹ فروخت کر دو' اور مدینہ تک تم اس پر سوار رہو' پھر جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو میں نے آپ سے اجازت طلب کی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم نے کس سے شادی کی ہے کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا: میں نے بیوہ سے شادی کی ہے' (میرے والد) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے کم سن لڑکیاں چھوڑی تھیں' اس لیے میں نے بیوہ عورت سے شادی کی تا کہ وہ ان (بہنوں) کو تربیت دے اور ان کو ادب سکھائے' پھر آپ نے فرمایا: تم اپنی اہلیہ کے پاس جاؤ' پس میں گھر آیا اور میں نے اپنے ماموں کو خبر دی کہ میں نے وہ اونٹ فروخت کر دیا ہے تو انہوں نے مجھے ملامت کی' پھر میں نے انہیں اونٹ کے تھک جانے کا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسے گھونسا مارنے

کا واقعہ سنایا' پھر جب میں صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ لے کر پہنچا تو آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت عطا کی اور وہ اونٹ بھی عطا کر دیا اور مسلمانوں کے ساتھ جو میرا مال غنیمت میں حصہ تھا' وہ بھی عطا کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدتِ معینہ کے قرض پر ان سے ان کا اونٹ خریدا۔

۱۹ - بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ

مال کو ضائع کرنے کی ممانعت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَO﴾ (البقرہ:۲۰۵)' وَ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَO﴾ (یونس:۸۱)' وَقَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا﴾ (حود:۸۷)' وَقَالَ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ﴾ (النساء:۵). وَالْحَجْرِ فِيْ ذٰلِكَ' وَمَا يُنْهٰى عَنِ الْخِدَاعِ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتاO (البقرہ:۲۰۵) اور بے شک اللہ فساد کرنے والوں کے کام درست نہیں فرماتاO (یونس:۸۱) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب کی قوم کا قول کا نقل کرتے ہوئے فرمایا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے یا یہ کہ ہم جو چاہیں وہ اپنے اموال میں نہ کریں۔ (حود:۸۷) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کم عقلوں کو ان کے وہ اموال نہ دو جو تمہاری تحویل میں ہیں۔ (النساء:۵) اور ان کے تصرفات پر پابندی لگانے کا حکم دیا اور ان کو خرید و فروخت میں دھوکا کھانے سے منع فرمایا۔

اس باب میں مال ضائع کرنے کی ممانعت کو بیان کیا گیا ہے' مال ضائع کرنے سے مراد یہ ہے کہ مال کو اس کے صحیح مصرف میں نہ خرچ کیا جائے' ایک قول یہ ہے کہ مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اور اس کی اطاعت کے غیر میں خرچ کرنا مال کو ضائع کرنا ہے اور اس کو ''اسراف'' اور ''تبذیر'' بھی کہتے ہیں۔

۲۴۰۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ' فَقَالَ اِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ . فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے خرید و فروخت میں دھوکا دیا جاتا ہے' آپ نے فرمایا: جب تم خرید و فروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہ دیا جائے' سو وہ شخص یہ کہہ دیا کرتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۱۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس شخص کی کم عقلی کی وجہ سے اس کے تصرفات پر پابندی لگائی گئی تھی اور اسے یہ کہا گیا کہ جب تم خرید و فروخت کرو تو یہ کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہ دیا جائے' تاکہ اس کا مال ضائع نہ ہو۔

٢٤٠٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ وَرَّادٍ، مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنَعَ وَهَاتِ. وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الشعبی از ورّاد مولی المغیرہ بن شعبہ از حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کر دیا ہے اور بیٹیوں کے زندہ درگور کرنے کو اور جس چیز کے دینے کو تم پر واجب کیا ہے اس سے منع کرنے کو اور جس چیز کے لینے سے تم کو منع کیا ہے اس کے طلب کرنے کو اور تمہارے فضول بحث کرنے کو ناپسند فرمایا ہے اور زیادہ سوال کرنے کو اور مال ضائع کرنے کو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٤٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مال ضائع کرنے کی ممانعت ہے۔

٢٠ - بَابُ الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ، وَلَا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

نوکر اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور وہ مالک کی اجازت کے بغیر (اس کے مال میں) عمل نہ کرے

٢٤٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ، وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. قَالَ فَسَمِعْتُ هٰؤُلَاءِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا محافظ ہے اور اس سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا' پس سربراہ ملک اپنے ملک کے باشندوں کا محافظ ہے اور اس سے ان باشندوں کے متعلق سوال ہوگا اور ایک آدمی اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اپنے گھر والوں کے متعلق سوال ہوگا' اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظہ ہے اور اس سے اس کے گھر کی چیزوں کے متعلق سوال ہو گا اور خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال ہوگا' حضرت ابن عمر نے کہا: پس میں نے ان لوگوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' اور میں گمان کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ایک آدمی اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا' اور تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال

کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نوکر اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے یعنی اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مالک کا مال ضائع کرے۔

''کتاب الاستقراض'' کی تکمیل

''الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین'' آج ۲۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ/ ۴' اپریل ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ بعد از نمازِ جمعہ ''کتاب الاستقراض'' کی تکمیل ہوگئی' الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرادی ہے' صحیح البخاری کی بقیہ کتب کی بھی تکمیل کرادیں' اور میری' میرے والدین کی اور میرے قارئین اور معاونین کی مغفرت فرما دیں۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٤٤ - كِتَابُ الْخُصُوْمَاتِ

جھگڑوں کا بیان

١ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْإِشْخَاصِ وَالْخُصُوْمَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِ

اشخاص کا ذکر اور مسلمان اور یہودی کے درمیان جھگڑے کا بیان

اس باب کے عنوان میں ''خصومات'' کا ذکر ہے' اور ''خصومات''، ''خصومت'' کی جمع ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ ''اشخاص'' کا معنی ہے: مقروض کو ایک جگہ سے دوسری جگہ حاضر کرنا اور اس سے مراد یہ ہے کہ قرض خواہ مقروض کو اس وقت تک کے لیے تصرف کرنے سے روک دے جب تک کہ وہ اس کا قرض ادا نہ کرے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۶۰) شیخ عثمانی نے لکھا ہے: اس کا معنی ہے: مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لے جانا۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۶۹۳) یہ صحیح نہیں ہے۔

٢٤١٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ اَخْبَرَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ النَّزَّالَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَاَ اٰيَةً، قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا، فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ، فَاَتَيْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ. قَالَ شُعْبَةُ اَظُنُّهُ قَالَ لَا تَخْتَلِفُوْا، فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا. [اطراف الحدیث: ۳۴۷۶-۵۰۶۲] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالملک بن میسرہ نے خبر دی کہ میں نے نزّال سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص سے قرآن مجید کی ایک آیت اس طرح سنی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے خلاف سنی تھی' پس میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آیا' آپ نے (ہم دونوں سے اس آیت کو سن کر) فرمایا: تم دونوں درست پڑھ رہے ہو۔ شعبہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: تم (ایک دوسرے سے) اختلاف نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تھا تو وہ ہلاک ہو گئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبدالملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عبدالملک بن میسرہ الہلالی' ان کو الزرّاد کہا جاتا ہے

(۴) نزال بن سبرہ الہلالی (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۴۹)

قرآن مجید کو سات حروف پر نازل کرنے کے متعلق متعدد روایات

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ الرحمان پڑھائی' پھر میں شام کے وقت مسجد میں گیا اور وہاں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھ گیا' پھر میں نے ایک شخص سے کہا: مجھے قرآن سناؤ تو وہ ان حروف کے ساتھ قرآن مجید پڑھ رہا تھا' جن حروف کے ساتھ میں نہیں پڑھتا تھا' میں نے پوچھا: تم کو کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے کہا: مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھایا ہے' پھر ہم دونوں گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے' ہم نے کہا: ہمارا قرآن پڑھنے میں اختلاف ہو گیا ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اسی طرح قرآن مجید پڑھے جس طرح اس کو پڑھایا گیا ہے' کیونکہ تم سے پہلے لوگ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے' حضرت ابن مسعود نے کہا: پھر ہم چلے گئے اور ہم میں سے ہر شخص اس طرح قرآن مجید پڑھتا تھا' جس طرح دوسرا نہیں پڑھتا تھا۔

(صحیح ابن حبان: ۷۴۷۔ج ۳ ص ۲۳۔ ۲۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' المستدرک ج ۲ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۳۸۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۲۔۴۱۱۔ ۳۹۳)

نیز امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک آیت پڑھی اور میں اس آیت کو دوسری طرح پڑھتا تھا' میں نے اس سے پوچھا: تم کو یہ آیت کس نے پڑھائی ہے؟ اس نے کہا: مجھ کو یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی ہے' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے فلاں فلاں آیت اس طرح پڑھائی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس شخص نے کہا: آپ نے مجھے فلاں فلاں آیت اس طرح پڑھائی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! بے شک حضرت جبریل اور حضرت میکائیل دونوں میرے پاس آئے' پھر حضرت جبریل علیہ السلام میری دائیں طرف بیٹھ گئے اور حضرت میکائیل علیہ السلام میری بائیں طرف بیٹھ گئے' پھر حضرت جبریل نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ قرآن مجید ایک حرف پر پڑھیے' پھر حضرت میکائیل نے کہا: آپ اللہ سے مزید طلب کریں' تو میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے مزید عطا فرما! تو حضرت میکائیل نے کہا: آپ دو حرفوں پر پڑھیے' پھر حضرت میکائیل نے کہا: آپ مزید طلب کیجئے حتیٰ کہ وہ سات حرفوں تک پہنچے اور کہا: آپ قرآن مجید کو سات حرفوں پر پڑھیے اور ان میں سے ہر حرف شافی کافی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۷۳۷۔ج ۳ ص ۱۲۔۱۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۱۷)

نیز امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے' اس وقت آپ بنوغفار کے تالاب کے پاس تھے (یہ مکہ کے قریب سرف کے اوپر ایک جگہ ہے) تو حضرت جبریل نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ قرآن ایک حرف پر پڑھائیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ عزوجل سے اس کے عفو اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے حضرت جبریل سے کہا: آپ اللہ سے میری امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' کیونکہ وہ ایک حرف پر قرآن پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی' حضرت جبریل چلے گئے' پھر لوٹ آئے' پھر کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ

اپنی امت کو یہ قرآن دو حرفوں پر پڑھائیں' آپ نے فرمایا: میں اللہ عزوجل سے اس کے عفو اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے حضرت جبریل سے فرمایا: آپ اللہ تعالیٰ سے میری امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' کیونکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی' حضرت جبریل چلے گئے' پھر واپس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ قرآن تین حرفوں پر پڑھائیں' آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے اس کے عفو اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں' آپ میری امت کے لیے (مزید) تخفیف کا سوال کیجئے کیونکہ وہ اس کی (بھی) طاقت نہیں رکھتی' حضرت جبریل چلے گئے' پھر لوٹ آئے' پس کہا: بے شک اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ قرآن سات حرفوں پر پڑھائیں' پس جس نے ان میں سے کسی ایک حرف پر پڑھا تو گویا اس نے (سب حرفوں پر) پڑھا۔

(صحیح ابن حبان: ٧٣٨ ـ ج ٣ ص ١٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤١٤ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی ج ٢ ص ٨ ـ ٧' مسند احمد ج ٥ ص ١٢٨ ـ ١٢٧' صحیح مسلم: ٨٢١' سنن ابوداؤد: ١٤٧٨)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں سورۃ الفرقان پڑھ رہے تھے' سو میں نے غور سے ان کی قراءت کو سنا' وہ ان حروفِ کثیرہ کے ساتھ قرآن مجید پڑھ رہے تھے جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے قرآن مجید نہیں پڑھایا تھا' پس قریب تھا کہ میں نماز میں ان پر جھپٹ پڑتا' لیکن میں نے ان کے سلام پھیرنے کا انتظار کیا' پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کو اپنی چادر سے گھسیٹا' میں نے کہا: میں جو ابھی تم سے سورت سن رہا تھا' وہ سورت تم کو کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا: مجھ کو وہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پڑھائی ہے' میں نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! تم نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے' جو سورت تم پڑھ رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے بھی وہ سورت پڑھائی ہے' پس میں ان کو گھسیٹتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لے گیا' پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ان کو اس طرح سورۃ الفرقان پڑھتے ہوئے سنا ہے' جس طرح آپ نے مجھے نہیں پڑھائی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ان کو چھوڑ دو' (اور فرمایا:) اے ہشام! تم پڑھو' سو انہوں نے وہ سورت اسی طرح پڑھی جس طرح میں نے ان سے سنا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے عمر! اب تم پڑھو' پھر میں نے اس طرح وہ سورت پڑھی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے وہ سورت پڑھائی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے' تم کو جو حرف آسان لگے' تم اس پر پڑھو۔ (صحیح البخاری: ٢٤١٩' صحیح مسلم: ٨١٨' سنن ترمذی: ٢٩٥٢' سنن نسائی: ٩٣٣ ـ ٩٣٢' صحیح ابن حبان: ٧٤١' مسند احمد: ٢٧٧' مسند احمد ج ١ ص ٤٠' بیت الافکار الدولیۃ الاردن' ریاض' ٢٠٠٥ھ)

جن سات حروف پر قرآن مجید کو نازل کیا گیا ہے' ان کے متعدد مصادیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں مذکور ہے کہ قرآن مجید کو سات حروف پر پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کلامِ عرب میں ایک لفظ کے متعدد مترادفات ہوتے ہیں' سو جس شخص کی زبان سے جو لفظ آسانی سے ادا ہو جائے وہ اس لفظ کو پڑھ لے' خواہ وہ مترادفات ایک لغت ہی سے ہوں کیونکہ حضرت ہشام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں کی لغت' لغت قریش تھی' اس کے باوجود ان دونوں کی قراءت میں اختلاف ہوا۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید لسانِ قریش پر نازل ہوا ہے' ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ قرآن مجید

اوّلاً لسانِ قریش پر نازل ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے یہ آسانی کردی کہ وہ قرآن مجید کو اپنی اپنی لغت پر پڑھیں لیکن وہ لغاتِ عرب سے خارج نہ ہوں کیونکہ لسانِ عرب ہی لسانِ عربی مبین ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے' تم کو جو حرف آسان لگے تم اس پر پڑھ لو' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر لفظ کو سات طریقوں سے پڑھا جائے گا' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے بلکہ یہ غیر ممکن ہے بلکہ قرآن مجید میں کوئی ایسا لفظ نہیں پایا گیا جس کو سات طریقوں سے پڑھا گیا مگر بہت کم' سو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی لفظ کو زیادہ سے زیادہ سات طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔

حضرت عمر اور حضرت ہشام میں جو سورۃ الفرقان کی قراءت میں اختلاف ہوا تھا' اس کی علامہ ابن التین نے اس طرح نشان دہی کی ہے کہ اس سورت میں مذکور ہے:

''تبارك الذی نزّل الفرقان'' ابوالجوزاء اور ابوسواء نے اس کو ''اَنْزَل الفرقان'' پڑھا ہے۔

اس میں ہے: ''علٰی عبده'' عبداللہ بن الزبیر اور عاصم الجحدری نے اس کو ''علٰی عباده'' پڑھا ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس کی اور بہت مثالیں دی ہیں اور ہوسکتا ہے کہ ان کے درمیان اسی طرح کا اختلاف ہو' تاہم کسی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ہشام میں قراءت کے اختلاف کی کیا نوعیت تھی۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۳-۳۲' ملخصاً' دارنشر الکتب الاسلامیہ' ۱۴۰۱ھ)

علامہ شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

ان اقوال میں صحت کے قریب یہ قول ہے کہ ان سات حروف سے مراد سات لغات ہیں' ابوحاتم السجستانی نے کہا ہے کہ قرآن مجید لغت قریش پر نازل ہوا اور ہذیل اور تیم الرباب' اور الازد اور ربیعہ اور ہوازن اور سعد بن بکر کی لغات پر' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ. (القمر:۱۷) اور ضرور ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔

پس اگر قرآن کو صرف ایک حرف پر نازل کیا جاتا تو اس سے مقصود اُلٹ ہو جاتا' اس میں سَلَف کا اختلاف ہے کہ قرآن مجید کا جو نسخہ اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے' آیا اس میں وہ ساتوں حروف موجود ہیں یا اس میں ان میں سے صرف ایک حرف موجود ہے؟ علامہ ابوبکر بن الباقلانی کا پہلے قول کی طرف اعتماد ہے اور امام طبری اور علماء کی ایک جماعت نے دوسرے قول کی تصریح کی ہے اور یہی معتمد ہے اور اس ایک حرف سے مراد لغت قریش ہے۔ (مشکل الآثار ج ۴ ص ۱۹۴-۱۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

حافظ ابن حجر نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ سات حروف سے مراد سات مشہور قراءات ہیں۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۰' دارنشر الکتب الاسلامیہ' ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ بحث' صحیح البخاری: ۴۹۹۲ کی شرح میں لکھی ہے۔

٢٤١١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ وعبدالرحمٰن الاعرج از حضرت

تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُوْدِ، قَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِىْ اِصْطَفٰى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِيْنَ، فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَالَّذِىْ اِصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْعَالَمِيْنَ، فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِيِّ، فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ، فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَهٗ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى، فَاِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ، فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ، فَاِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ، فَلَا اَدْرِىْ اَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِيْ، اَوْ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ. [اطراف الحدیث: ۳۴۰۸۔ ۳۴۱۴۔ ۴۸۱۳۔ ۶۵۱۷۔ ۶۵۱۸۔ ۷۴۲۸۔ ۷۴۷۲] (صحیح مسلم: ۲۳۷۳، الرقم المسلسل: ۶۰۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۶۷۱، سنن نسائی: ۱۶۳۱، سنن کبریٰ: ۷۷۵۸، شرح السنۃ: ۴۳۰۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا کہا، ایک شخص مسلمانوں میں سے تھا اور دوسرا شخص یہود میں سے تھا، مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی، پھر یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی! پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اس یہودی کے چہرے پر تھپڑ مارا، وہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی جو اس کے اور اس مسلمان کے درمیان ہوا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسلمان کو بلایا اور اس سے اس واقعہ کے متعلق سوال کیا تو اس مسلمان نے آپ کو خبر دی، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت مت دو، کیونکہ تمام لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہوں گا، پھر میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اس وقت حضرت موسیٰ عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوئے ہوں گے، پس میں از خود نہیں جانتا کہ آیا وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے، پس مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ نے بے ہوش ہونے والوں میں سے مستثنیٰ رکھا ہے۔

اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں سے افضل ہیں تو پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت مت دو، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں اس کو بہ طور فخر نہیں کہتا، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں اس کو بہ طور فخر نہیں کہتا، اور ہر نبی خواہ وہ حضرت آدم ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور، وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور میں وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی، اور میں یہ بہ طور فخر نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت یا اپنے رب کے انعام کے اظہار کے طور پر بیان کر رہا ہوں)۔

(سنن ترمذی: ۳۶۱۵۔ ۳۶۳۵۔ ۳۱۴۸، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۸، مسند احمد: ۱۰۹۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۷۵۰، شیخ البانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، تعلیق مسند احمد ص ۷۵۰، بیت الافکار الدولیۃ، اردن، ۲۰۰۵ء)

اور جب آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں تو پھر آپ کے اس ارشاد کی کیا توجیہ ہے کہ مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو، اس

سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) آپ کا یہ ارشاد اس وقت کا ہے جب آپ کو یہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور جب آپ کو یہ علم دے دیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا۔

(۲) آپ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آپ کو دوسرے نبیوں پر اس طرح فضیلت دی جائے جو ان کی تنقیص کو مستلزم ہو کیونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص اور توہین بھی کفر ہے۔

(۳) آپ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آپ کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر اس طرح فضیلت دی جائے جو لڑائی اور جھگڑے کی موجب ہو' جس طرح اس حدیث میں مذکور مسلمان نے آپ کو فضیلت دی تھی۔

(۴) آپ کا یہ ارشاد تواضعاً اور انکساراً تھا' تا کہ کوئی شخص آپ کی طرف تکبر کی تہمت نہ لگائے۔

(۵) آپ کا یہ ارشاد نفسِ نبوت میں دوسرے انبیاء پر فضیلت دینے سے ممانعت کے لیے تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مؤمن یہ کہتے ہیں:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ. (البقرہ:۲۸۵) ہم اللہ کے رسولوں میں سے (ایمان لانے میں یا نفس رسالت میں) کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم بغیر علم کے مجھ کو دوسرے رسولوں پر فضیلت مت دو یا تم اپنی طرف سے مجھ کو دوسرے رسولوں پر فضیلت مت دو' کیونکہ مجھ کو تو دوسرے رسولوں پر اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ. (البقرہ:۲۵۳) یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے۔

یعنی وہ صور میں پھونکنے کی ہولناک آواز سن کر بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس حدیث میں ''یصعقون'' کا لفظ ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ شدید آواز کو سن کر انسان جو بے ہوش ہو جائے' اس کو ''الصعق'' کہتے ہیں' بعض اوقات انسان اس آواز کی دہشت سے مر جاتا ہے' پھر اس لفظ کو موت کے معنی میں بہ کثرت استعمال کیا جاتا ہے اور ''الصعقۃ'' کا معنی ہے: ایک مرتبہ کی آواز۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ''الصعق'' اور ''الصعقۃ'' کا معنی ہلاکت اور موت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا. (الاعراف:۱۴۳) پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلے ہوش میں آنا اور آپ کا اور تمام انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے: سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ ایک اور حدیث میں ہے: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تجلی کے وقت بے ہوش ہو کر گر گئے تھے' اس بے ہوشی کے عوض ان کو صور قیامت سے بے ہوش نہیں کیا گیا' پس جس وقت سب لوگ بے ہوش ہوں گے' اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں گے اور ہوش میں ہوں

گے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ موت عدم نہیں ہے' موت تو ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے' اور جب شہداء زندہ ہوتے ہیں تو انبیاء علیہم السلام حیات کے زیادہ حق دار اور زیادہ لائق ہیں' نیز حدیث میں ہے:

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ایام میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا اور اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی اور اسی دن میں قیامت کا صور پھونکا جائے گا' اور اسی دن سب بے ہوش ہوں گے' سو اس دن تم مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو' کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا' حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا! آپ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر اجساد انبیاء کو حرام فرما دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۷' شیخ البانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے' مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

یہ حدیث سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۵۷ میں بھی مذکور ہے' اور شیخ البانی نے اس کے متعلق بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح السند ہے۔ (مکتبۃ المعارف' ریاض)

یہ حدیث سنن ابوداؤد: ۱۵۳۱' اور سنن نسائی: ۱۳۷۴ میں بھی مذکور ہے اور ان سب حدیثوں کو شیخ البانی نے صحیح لکھا ہے۔
(مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع' ریاض)

اور بے شک شب معراج میں انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں اور آسمان میں جمع ہوئے' خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ (صحیح البخاری: ۳۴۹' صحیح مسلم: ۱۶۳) اور ان احادیث سے قطعیت کے ساتھ یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام ہم سے غائب رکھے گئے ہیں' بایں طور کہ ہم ان کا ادراک نہیں کرتے' ہر چند کہ وہ زندہ اور موجود ہیں اور ان کا حال ملائکہ علیہم السلام کی طرح ہے کیونکہ وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور ہماری نوع میں سے کوئی شخص بھی ان کو نہیں دیکھتا' سوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اعزاز کے ساتھ خاص کر لیا ہو۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وہ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں تو جب صور میں بے ہوش کرنے کی پھونک پھونکی گئی تو ہر وہ شخص جو آسمانوں اور زمین میں تھا' وہ بے ہوش ہو گیا' سوا ان کے جن کو اللہ نے چاہا' غیر انبیاء پر جب یہ صور پھونکا گیا تو وہ مر گئے اور انبیاء علیہم السلام پر جب یہ صور پھونکا گیا تو زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ صرف بے ہوش ہو گئے اور جب صور میں زیادہ زندہ کرنے کی پھونک ماری جائے گی تو جو مر گیا تھا وہ زندہ ہو جائے گا اور جو بے ہوش ہوا تھا' وہ ہوش میں آ جائے گا اور جب یہ ثابت ہو گیا تو معلوم ہو گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے ہوش میں آئیں گے اور تمام لوگوں سے پہلے خواہ انبیاء ہوں یا ان کے غیر' سب سے پہلے اپنی قبر سے نکلیں گے' ماسوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کیونکہ ان کے متعلق تردد ہے کہ آیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے یا وہ اسی حالت پر برقرار تھے اور بے ہوش نہیں ہوئے تھے اور وہ جس حال پر بھی ہوں' یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظیم فضیلت ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۵۳-۳۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تمام نبیوں اور رسولوں میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ باکمال ہونا

میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت جزئی ہے' اور ایسے جزئی فضائل دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہوئے' مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو تمام انسانوں کے باپ ہونے کا شرف حاصل ہے' وہ عالم اجسام میں سب سے پہلے جسمانی طور پر پیدا ہوئے' حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے تشریعی نبی ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں' حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں' مگر یہ سب جزئی فضائل ہیں اور ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک فضیلت ہی ان تمام فضائل پر حاوی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ اللہ عزوجل کے محبوب ہیں اور ہر ممکن نعمت اور ہر ممکن فضیلت محبوب کو عطا کی جاتی ہے کیونکہ نعمت اور فضیلت نہ

دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کا عطا کرنا ممکن نہ ہو جیسے الوہیت اور ہمارا کلام ممکن فضیلت میں ہے یا نہ دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دینے والا بخیل ہو اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی فیاض اور جواد نہیں ہے یا نہ دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دینے والا تو فیاض اور جواد ہے مگر لینے والے میں استعداد اور صلاحیت نہیں ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی باصلاحیت نہیں ہے ایک اور وجہ یہ ہوتی ہے کہ فضیلت ممکن بھی ہے دینے والا فیاض بھی ہے لینے والا باصلاحیت بھی ہے مگر اس سے بڑھ کر کوئی اور محبوب ہے اس لیے اس کو فضیلت عطا نہیں کرتا مگر یہاں تو لینے والے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ سے بڑھ کر اللہ کو کوئی اور محبوب نہیں ہے اور جب فضیلت ممکن بھی ہے دینے والا فیاض بھی لینے والا باصلاحیت بھی اور وہ سب سے بڑھ کر محبوب بھی ہے تو پھر یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی کمال پیدا کیا ہو یا کوئی فضیلت تخلیق کی ہو اور وہ آپ کو نہ ملی ہو بلکہ فضیلت وہی ہے جو آپ کے دامن میں ہے اور کمال وہی ہے جس سے آپ متصف ہیں اور جس کو آپ سے کوئی نسبت نہیں اس کو فضل اور کمال سے کوئی نسبت نہیں۔

ان کا بیان جو صور میں پھونکنے کے بعد بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ ہوں گے

اس حدیث میں مذکور ہے: پس میں از خود نہیں جانتا کہ آیا حضرت موسیٰ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے پس مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ نے بے ہوش ہونے والوں میں سے مستثنیٰ رکھا ہے۔

اس استثناء کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ○ (الزمر:٦٨)

پس صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے گا پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے○

حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو بے ہوش کرنے سے مستثنیٰ رکھا ہے تو انہوں نے کہا: وہ اللہ عزوجل کے شہداء ہیں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۵۳ معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۱۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تین کا استثناء فرمایا ہے: حضرت جبریل حضرت میکائیل اور ملک الموت کا۔ (کتاب البعث والنشور للبیہقی: ٦٨ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں کن کن کا بے ہوش ہونے سے استثناء فرمایا ہے حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے کہ اس سے مراد شہداء ہیں جن کو اپنے رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے وہ دوبارہ زندہ کیے جانے تک ہوش میں رہیں گے اور یہ سعید بن جبیر کا قول ہے امام قشیری نے کہا کہ ان میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں کیونکہ ان کے پاس نبوت بھی ہے اور شہادت بھی ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں مقاتل نے کہا: اس سے مراد حضرت جبریل حضرت میکائیل حضرت اسرافیل اور ملک الموت ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۲۳-۲۲۲ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صور میں پھونکنے کے بعد جو بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ ہوں گے وہ حضرت جبریل حضرت اسرافیل حضرت میکائیل اور حضرت عزرائیل ہیں کعب احبار نے ان میں حاملین عرش کا بھی اضافہ کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: پھر ان میں سے پہلے تین فوت ہوں گے' ان کے بعد ملک الموت' اور ملک الموت ان کی روح کو قبض کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان پر بھی موت طاری فرمادے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٤١٢ - حَدَّثَنِي مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ جَآءَ يَهُوْدِيٌّ، فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، ضَرَبَ وَجْهِي رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِكَ، فَقَالَ مَنْ؟ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ أُدْعُوْهُ. فَقَالَ أَضَرَبْتَهُ؟ قَالَ سَمِعْتُهُ بِالسُّوْقِ يَحْلِفُ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ، قُلْتُ أَيْ خَبِيْثُ، عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ ضَرَبْتُ وَجْهَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، فَإِذَا أَنَا بِمُوْسٰى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ، أَمْ حُوْسِبَ بِصَعْقَةِ الْأُوْلٰى.

[اطراف الحدیث: ۳۳۹۸-۳۴۱۲-۴۶۳۸-۶۹۱۶-۶۹۱۷-۷۴۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھ سے موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' ایک یہودی نے آ کر کہا: یا ابا القاسم! آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے میرے چہرے پر تھپڑ مارا ہے' آپ نے فرمایا: کس نے؟ تب کسی نے کہا: وہ انصار کا ایک شخص ہے' آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ' آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم نے اس کو مارا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے سنا یہ بازار میں قسم کھا کر کہہ رہا تھا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو ہر بشر پر فضیلت دی! میں نے کہا: اے خبیث! کیا (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی؟ پس مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے اس کے چہرے پر مارا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے درمیان کسی کو (کسی پر) فضیلت مت دو' کیونکہ قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے' پھر میں وہ شخص ہوں گا جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی' پس اس وقت حضرت موسیٰ عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کو پکڑ کر کھڑے ہوں گے' پس میں از خود نہیں جانتا کہ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہوئے تھے (پھر مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے) یا پہلے ''صعقه'' کی وجہ سے (جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ طور پر تجلی فرمائی تھی اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو گئے تھے) ان کا حساب کر لیا گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث' صحیح البخاری: ۲۴۱۱ کا مطالعہ کریں' رہا یہ کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوئے تھے اور آپ سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے تو اس صورت میں آپ کا یہ فرمانا کہ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا' جیسا کہ صحیح البخاری: ۲۴۱۱ میں ہے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے گمان کے مطابق فرمایا تھا کہ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔

٢٤١٣ - حَدَّثَنِي مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، قِيْلَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِكِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو

اَفُلَانٌ، اَفُلَانٌ؟ حَتّٰی سُمِّیَ الْیَھُوْدِیُّ، فَاَوْمَتْ بِرَاْسِھَا، فَاُخِذَ الْیَھُوْدِیُّ فَاعْتَرَفَ، فَاَمَرَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَاْسُهٗ بَیْنَ حَجَرَیْنِ.

[اطراف الحدیث: ٢٧٤٦۔ ٥٢٩٥۔ ٦٨٧٦۔ ٦٨٧٧۔ ٦٨٧٩۔ ٦٨٨٤۔ ٦٨٨٥] (صحیح مسلم: ١٦٧٢، الرقم المسلسل: ٤٢٥٢، سنن ابوداؤد: ٤٥٢٩، سنن نسائی: ٤٧٧٩، سنن ابن ماجہ: ٢٦٦٦)

پتھروں کے درمیان کچل دیا' اس سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ یہ (ظلم) کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے' کیا فلاں نے حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں!) پس اس یہودی کو پکڑ لیا گیا تو اس نے اعتراف کر لیا' پھر نبی ﷺ نے حکم دیا تو اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا گیا۔

حدیث مذکور کی دیگر روایات

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے انصار کی ایک لڑکی کو اس کے زیورات کی وجہ سے قتل کر دیا' پھر اس کو کنویں میں ڈال دیا' پھر اس کا سر پتھر سے کچل دیا' پس وہ پکڑا گیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا' پس آپ نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کیا جائے حتیٰ کہ یہ مر جائے' سو اس کو سنگسار کیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ (صحیح مسلم: ١٦٧٢، الرقم المسلسل: ٤٣٥٤، سنن ابوداؤد: ٤٥٢٨، سنن نسائی: ٤٠٤٥، مسند احمد: ١٢٦٦٧، مسند احمد ج ٣ ص ١٦٣، بیت الافکار الدولیہ' اردن' ٢٠٠٥ء)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکی اس حال میں پائی گئی کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا گیا تھا' مسلمانوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا؟ کیا فلاں نے؟ کیا فلاں نے؟ حتیٰ کہ انہوں نے ایک یہودی کا ذکر کیا تو اس لڑکی نے سر سے اشارہ کیا' پس اس یہودی کو پکڑ لیا گیا تو اس نے اقرار کر لیا' پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس کا سر پتھروں سے کچل دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ١٦٧٢، الرقم المسلسل: ٤٢٥٦، سنن ابوداؤد: ٤٥٢٧، سنن ترمذی: ١٣٩٤، سنن نسائی: ٤٧٤٢، سنن ابن ماجہ: ٢٦٥٦)

قصاص میں طریقہ قتل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے عمر بن عبدالعزیز' قتادہ' حسن' ابن سیرین' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق بن المنذر اور غیر مقلدین کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ قاتل کو اسی طرح قتل کیا جائے گا' جس طرح اس نے قتل کیا ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ اگر قاتل نے کسی کو پتھر سے یا لاٹھی سے یا آگ میں جلا کر قتل کیا ہے یا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کیا ہے تو قاتل کو بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا اور اس پر یہ عمل بار بار کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر قاتل نے کسی کو پتھر یا لاٹھی سے مارا ہے' حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کو پتھر یا لاٹھی سے مارا جاتا رہے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور اگر اس نے اس کو بغیر کھانے پینے کے قید میں رکھا حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کو بھی اتنی ہی مدت قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور اگر وہ نہیں مرا تو اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا' اسی طرح اگر قاتل نے کسی کو غرق کر دیا یا اس کو کسی بلندی سے گرا دیا ہے تو اس کو بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا' پس اگر کسی کے دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے تو قاتل کے بھی دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے جائیں گے' پس اگر وہ مر گیا تو فبہا ورنہ اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا۔

ابو محمد ابن حزم نے کہا: اگر وہ نہیں مرا تو اس کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا اور اسے کچھ کھانے پینے کو نہیں دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے گا' اسی طرح اگر اس نے کسی کو بھوک اور پیاس سے مارا ہے تو اس کو بھی بھوکا اور پیاسا رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور اس میں مدت کی بالکل رعایت نہیں کی جائے گی' ابن شبرمہ نے کہا: اگر اس نے کسی کو پانی میں ڈبو کر مارا ہے تو قاتل کو بھی پانی میں ڈبو کے

رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے۔

عامر الشعبی ' ابراہیم نخعی ' حسن بصری ' سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ان تمام صورتوں میں قاتل کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا ' امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ یہ حدیث حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۸۔ ۲۶۶۷ ' سنن بیہقی ج ۸ ص ۶۳۔ ۶۲ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۳۵۴ ' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۰۶۔ ۸۸۔ ۸۷ ' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۱ ' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۱۰۲۔ ج ۵ ص ۱۹۷۸۔ ج ۷ ص ۲۵۴۳ ' کنز العمال: ۳۹۸۰۷)

اس حدیث میں قصاص کا طریقہ معین نہیں ہے ' صحیح بخاری کے باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ قاتل کا سر پتھروں سے کچلا گیا تھا اور صحیح مسلم: ۱۶۷۲ ' سنن ابوداؤد: ۴۵۲۸ ' اور سنن نسائی: ۴۰۴۵ میں ہے کہ اس کو سنگسار کیا گیا تھا ' اور جب اس حدیث میں اور بھی احتمال ہیں تو پھر اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس یہودی نے اس لڑکی کے زیورات لوٹنے کے لیے اس کو قتل کیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم: ۱۶۷۲ ' اور سنن ابوداؤد اور مسند احمد کی حدیث میں اس کی صراحت ہے ' پس وہ شخص ڈاکو کے حکم میں ہے اور ڈاکو کو قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو اللہ کے حق کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے اور اللہ کا حق لینے کے لیے اس کو جس طرح بھی قتل کر دیا جائے ' وہ جائز ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس یہودی کا پتھروں سے سر کچلنے کا واقعہ مثلہ کی تحریم سے پہلے کا ہے ' جیسے پہلے عرنیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئی تھیں ' بعد میں آپ نے مثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔

اشارہ سے تعیین پر عمل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس لڑکی نے سر سے اشارہ کر کے بتایا: ہاں! یہی قاتل ہے۔ مریض کے اشارے کے متعلق بھی اختلاف ہے ' لیث ' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جو مریض مرنے والا ہو ' وہ حاضرین میں سے کسی کی طرف اشارہ کر کے وصیت کرے تو اس کی وصیت جائز ہے اور امام ابوحنیفہ ' اوزاعی اور ثوری کا مذہب یہ ہے کہ جب مریض سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے ' پھر وہ سر سے یا ہاتھ سے اشارہ کر کے کچھ بتائے تو وہ غیر معتبر ہے اور اس پر اس وقت تک عمل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ کلام نہ کرے ' امام ابوحنیفہ نے کہا کہ گونگا شخص یا جس کی زبان میں کسی آفت کی وجہ سے کلام کرنے کی طاقت نہ رہے ' ان کا صرف اشارہ معتبر ہوگا۔

صاحب التوضیح نے کہا کہ باب مذکور کی حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ شخص اگر اس حدیث میں غور کر لیتا تو امام ابوحنیفہ کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ کرتا ' اور جس شخص کی عقل فاسد ہو ' وہ ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔ اس حدیث میں صراحت سے مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کو قتل کرنے میں اس لڑکی کے اشارہ پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ جب اس یہودی نے اس لڑکی کو قتل کرنے کا اعتراف کر لیا ' تب آپ نے اس یہودی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

کسی بھاری چیز سے قتل کرنے کی وجہ سے قصاص کا لازم ہونا اور امام ابوحنیفہ پر اس حدیث کی مخالفت کا الزام

بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی بھاری چیز پتھر یا لاٹھی سے قتل کر دے تو اس پر قصاص لازم نہیں آتا بلکہ اس پر دیت مغلظہ لازم آتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ میں امام مالک '

امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء کی مخالفت کی ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ اس یہودی نے اس لڑکی کے سر پر پتھر مار کر اس کو ہلاک کر دیا اور اس سے قصاص لیا گیا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ وہ یہودی راہ زن اور ڈاکو تھا' اس نے زیورات لوٹنے کے لیے اس لڑکی کو قتل کیا اور زمین میں فساد اور دہشت گردی کی اور اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو کسی طریقہ سے بھی قتل کر دیا جائے' سو اس کو قتل کرنا تعزیر کے قبیل سے ہے نہ کہ قصاص کے قبیل سے۔

اس پر پھر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اس یہودی کو سیاسۃً قتل کیا گیا تھا تو اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچلا کیوں گیا؟ اس کا جواب بھی ہم پہلے ذکر کر چکے کہ یہ واقعہ مثلہ کرنے کی ممانعت سے پہلے تھا اور اس ممانعت کے بعد کسی کو اس طرح قتل نہیں کیا گیا۔

نیز علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورت کے بدلہ میں مرد کو قتل کرنا جائز ہے اور یہ کہ مسلمان کے بدلہ میں کافر کو قتل کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣٥٨-٣٥٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حدیث مذکور کے سلسلہ میں علماء غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات

ایک غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

زمانہ رسالت میں ایک یہودی ڈاکو نے ایک لڑکی پر حملہ کیا' جو چاندی کے کپڑے پہنے ہوئے تھی' یہودی نے اس بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا اور کپڑے اس کے بدن سے اتار لیے' چنانچہ وہ بھی اس حال میں کہ اس میں کچھ جان باقی تھی' آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی اور اس نے اس یہودی کا یہ ڈاکہ ظاہر کر دیا' اس کی سزا میں یہودی کا بھی سر دو پتھروں کے درمیان کچل کر اس کو ہلاک کر دیا گیا۔

مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ اور جمہور نے اس سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ جو شخص جس کسی چیز سے کسی کو قتل کرے' اسی کی مثل سے اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ قصاص کا تقاضا بھی یہی ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہ کی رائے اس کے خلاف ہے' وہ مماثلت کے قائل نہیں ہیں اور یہاں جو مذکور ہے' اسے محض سیاسی اور تعزیری حیثیت دیتے ہیں' قانونی حیثیت میں اسے تسلیم نہیں کرتے مگر آپ کا یہ خیال حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے' حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے: جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ (تشریح صحیح بخاری از محمد داؤد راز ج ٣ ص ٥٤٣' مکتبہ قدوسیہ' لاہور' ٢٠٠٤ء)

شیخ داؤد راز نے اس حدیث کی تقریر میں خود ہی یہ لکھ دیا ہے کہ یہودی ڈاکو نے ڈاکہ کیا تھا اور اس کی سزا میں اس یہودی ڈاکو کو پتھروں سے ہلاک کیا گیا۔

شیخ داؤد کی اس تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ قصاص کا معاملہ نہیں تھا سزا کا معاملہ تھا' اور ڈاکو کو سزا دینا یہ تعزیر ہے اور سیاسۃً قتل کرنا ہے' خواہ کسی طریقہ سے قتل کیا جائے' لہٰذا انہوں نے امام ابوحنیفہ پر جو اعتراض کیا تھا' وہ ساقط ہو گیا۔

شیخ داؤد راز نے ایک اور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ١٣٢٨ھ سے سرقہ کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ اور اہل حدیث سب نے اس حدیث کے موافق یہ حکم دیا ہے کہ قاتل کو اسی طرح ماریں گے جس طرح اس نے مقتول کو مارا ہے' لیکن حنفیہ نے اس کے خلاف یہ حکم دیا ہے کہ قصاص ہمیشہ دھار دار ہتھیار جیسے تلوار سے لیا جائے۔

(تیسیر الباری ج ٢ ص ٥٣٧' نعمانی کتب خانہ' لاہور' ١٩٩٠ء)

شیخ وحید الزمان کا یہ کہنا غلط ہے کہ حنفیہ نے حدیث کے خلاف یہ حکم دیا ہے کہ قصاص ہمیشہ تلوار سے لینا چاہیے کیونکہ حنفیہ کا یہ حکم

دینا خود ایک حدیث کے موافق ہے اور وہ حدیث یہ ہے: ''لا قود الا بالسیف'' قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ اور ہم اس سے پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ، سنن بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن دار قطنی اور دیگر امہات کتب حدیث میں مذکور ہے۔ ثانیاً ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ یہ قصاص کا معاملہ نہیں تھا بلکہ اس یہودی ڈاکو کو تعزیری سزا دی گئی تھی اور اس کو سیاستہً قتل کیا گیا تھا۔

دراصل ان دونوں غیر مقلد عالموں نے یہ اعتراض نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ سے سرقہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: اس حدیث مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور جمہور نے اس پر استدلال کیا ہے کہ قاتل نے جس چیز سے قتل کیا ہے، اس کو اسی کی مثل سے قتل کیا جائے گا اور یہ کہ قصاص کسی دھار والے ہتھیار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ قصاص صرف دھار والے ہتھیار سے لیا جائے گا۔ (عون الباری ج ۳ ص ۲۳۲، دار الرشید، حلب، سوریا)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ قدس سرہ نے کسی حدیث کی مخالفت نہیں کی، بلکہ حدیث کی اتباع میں یہ کہا ہے کہ قصاص صرف تلوار سے یا دھار والے ہتھیار سے لیا جائے گا، اور رہی اس باب کی حدیث تو وہ قصاص سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس میں ایک یہودی ڈاکو کے ڈاکے کی سزا کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر یہ حدیث قصاص سے متعلق ہوتی تو آپ اس مقتولہ لڑکی کے اولیاء اور وارثوں سے فرماتے: تم چاہو تو اس یہودی کو قصاص میں قتل کر دو اور چاہو تو اس سے خون بہا اور دیت وصول کر لو اور چاہو تو اس کو معاف کر دو، جیسا کہ قصاص کا قاعدہ ہے لیکن جب آپ نے ایسا کچھ نہیں فرمایا، بلکہ اس کو لازماً سزا دی اور اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ قصاص کا معاملہ نہیں تھا، بلکہ اس ڈاکو کو اس کے جرم کی سزا دی گئی تھی، جس طرح عرینیین کو اونٹ چرانے اور اونٹوں کے محافظوں کو قتل کرنے کے جرم کی سزا دی گئی تھی اور وہ بھی ڈاکے کی سزا تھی۔

۲ - بَابُ مَنْ رَدَّ أَمْرَ السَّفِيهِ وَالضَّعِيفِ الْعَقْلِ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ حَجَرَ عَلَيْهِ الْإِمَامُ

جس نے کم عقل یا ضعیف العقل کے فیصلہ کو مسترد کر دیا خواہ اس پر سربراہِ ملک نے پابندی عائد نہ کی ہو

اس باب کے عنوان میں ''سفیہ'' کا ذکر ہے ''سفیہ'' سے مراد ایسا شخص ہے جو محض اپنی خواہش سے شرعی تقاضوں کے خلاف کام کرتا ہو، خواہ اس میں دینی یا دنیاوی مصلحت نہ ہو مثلاً وہ کسی مال دار آدمی کو خیرات میں اپنا مال دے دے یا کسی معمولی چیز کو بہت مہنگی قیمت سے خرید لے۔

کم عقل کے تصرفات پر پابندی لگانے میں مذاہب فقہاء

ابن القاسم مالکی اور اصبغ مالکی نے کہا ہے کہ کم عقل کے تصرفات کو اس وقت مسترد کیا جائے گا جب اس کا کم عقل ہونا ظاہر ہو جائے، دوسرے مالکی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس کے تصرفات کو صرف اس وقت مسترد کیا جائے جب وہ پابندی کے بعد تصرفات کرے، فقہاء شافعیہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی شخص کی کم عقلی کی وجہ سے اس کے تصرفات پر پابندی نہیں لگائی جائے گی، اور نہ اس کے تصرف کو مسترد کیا جائے گا، امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک وہ اگر ایسے تصرفات کرے جو سنجیدگی اور مذاق دونوں میں صحیح ہوں جیسے نکاح، طلاق اور غلام کو آزاد کرنا یا طلاق سے رجوع کرنا تو اس پر پابندی لگائی جائے گی، اسی طرح اس کے جو تصرفات خرید و فروخت کرنے، ہبہ کرنے، کرائے پر دینے اور صدقہ کرنے سے متعلق ہوں، ان میں بھی اس پر پابندی لگائی جائے گی، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے تصرفات پر پابندی نہیں لگائی جائے گی، خواہ وہ غفلت سے بلاقصد کوئی کام کرے اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ کس کام میں فائدہ ہوتا ہے تب بھی اس کے تصرفات پر پابندی نہیں ہو گی اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس کے ایسے

تصرفات پر پابندی ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۵۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ عَلَى الْمُتَصَدِّقِ قَبْلَ النَّهْيِ ثُمَّ نَهَاهُ.

اور حضرت جابر رضی اللہ سے یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کم عقل کے تصرف کو منع کرنے سے پہلے اس کے صدقہ کو منع کر دیا' پھر بعد میں اس کو تصرف کرنے سے منع کر دیا۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص کو ابو مذکور کہا جاتا تھا' اس نے اپنے ایک مدبر غلام کو آزاد کر دیا جس کا نام یعقوب تھا' اس شخص کا اس مدبر غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو بلایا اور فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو حضرت نعیم بن عبد اللہ نے اس غلام کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دراہم ابو مذکور کو دے دیئے اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص محتاج ہو تو وہ (صدقہ کی) ابتداء اپنے نفس سے کرے' پھر اگر اس کے پاس زائد مال ہو تو اپنے عیال پر خرچ کرے اور اگر پھر بھی مال بچ رہے تو اپنے قرابت داروں اور رشتہ داروں پر خرچ کرے اور اگر پھر بھی مال زیادہ ہو تو اِدھر اور اُدھر خرچ کرے۔ (صحیح مسلم: ۹۹۷' سنن ابوداؤد: ۳۹۵۷' سنن نسائی: ۴۶۶۲)

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو مذکور کے مدبر غلام کو فروخت کر دیا' مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جس کے متعلق اس کا مالک کہہ دے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو' اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو فروخت کر کے یہ مسئلہ بتا دیا کہ جس شخص کا اس غلام کے سوا اور کوئی مال نہ ہو' اس کا اپنے غلام کو مدبر کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس شخص کے مرنے کے بعد اس غلام پر اس کے وارثوں کا حق ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتا دیا کہ ابو مذکور نے کم عقلی کی بناء پر اس غلام کو مدبر کیا تھا اور آپ نے اس کو فروخت کر کے اس کم عقل کے مدبر کرنے کو فسخ کر دیا کیونکہ اس نے غلام کو مدبر کر کے اپنی بھی حق تلفی کی اور اپنے عیال کی بھی حق تلفی کی' اس لیے آپ نے اس غلام کو فروخت کر کے وہ آٹھ سو درہم ابو مذکور کو دے دیئے' اس طرح ابو مذکور کے تصرف کو ان کی کم عقلی کی وجہ سے مسترد کر دیا اور اس تعلیق کو ذکر کرنے سے امام بخاری کا یہی مقصد تھا اور چونکہ اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص محتاج ہو تو وہ (صدقہ کرنے کی) ابتداء اپنے نفس سے کرے' پھر اگر مال بچ رہے تو اپنے عیال پر اور پھر اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرے' اس غلام کو فروخت کر کے آپ نے اس غلام پر صدقہ کو مسترد کیا اور بعد میں صدقہ کرنے کا جو اصول بتایا' اس سے کم عقلوں کو صدقہ کرنے سے منع فرما دیا۔

وَقَالَ مَالِكٌ إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلٰى رَجُلٍ مَالٌ، وَلَهُ عَبْدٌ لَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهُ فَأَعْتَقَهُ، لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ.

اور امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب ایک شخص کا دوسرے شخص کے ذمہ کوئی مال ہو اور اس شخص کے پاس صرف ایک غلام ہو' اور اس کے سوا اور کچھ نہ ہو' اور وہ اس غلام کو آزاد کر دے تو اس کا اس غلام کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل امام مالک کی ان عبارات میں ہے:

امام مالک نے کہا کہ مدبر کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور کسی کے لیے اس کو خریدنا بھی جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ مدبر خود اپنے نفس کو اپنے مالک سے خرید لے تو یہ اس کے لیے جائز ہے یا کوئی اور شخص مدبر کے مالک کو مال دے اور اس کا مالک اس کو آزاد کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔

امام مالک نے کہا: اگر مدبر کا مالک مر جائے اور اس کا اس مدبر غلام کے سوا اور کوئی مال نہ ہو تو اس کے تیسرے حصہ کو آزاد کیا جائے اور باقی دو تہائی اس کے وارثوں کے لیے ہوں گے' پس اگر مدبر کا مالک مر جائے اور اس پر اتنا قرض ہو جو اس مدبر کو بھی محیط ہو تو اس مدبر کو مالک کے قرض میں فروخت کیا جائے گا کیونکہ اس کا مالک اس کے صرف تیسرے حصہ کو آزاد کرنے کا حق دار تھا۔

(موطأ امام مالک۔ کتاب المدبر۔ باب:٥۔ بیع المدبر۔ حدیث:٦' المکتبۃ التوفیقیہ' موطأ امام مالک ج ٢ ص ٢٢٧' بیروت)

کم عقل پر پابندی لگانے کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مؤقف

علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: آزاد' بالغ' عاقل اور کم عقل شخص پر اس کے مال میں تصرف پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے' خواہ وہ اپنے مال کو فضول خرچ کرتا ہو اور اس کو ضائع کرتا ہو اور ایسی جگہوں پر اپنے مال کو خرچ کرتا ہو' جس میں کوئی غرض ہو اور نہ کوئی مصلحت ہو اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ ایسے کم عقل شخص کے تصرف پر پابندی لگائی جائے گی اور اس کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے منع کیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ وہ شخص اپنے مال کو خرچ کر کے اس کو ضائع کرنے والا ہے اور اس طرح خرچ کرنے والا نہیں ہے' جس طرح عقل کا تقاضا ہے' پس اس کو بچے پر قیاس کر کے اس کو تصرف سے روکا جائے بلکہ بچے کی بہ نسبت زیادہ شدت سے منع کیا جائے گا کیونکہ بچے میں تو یہ خطرہ ہے کہ وہ مال کو ضائع کر دے گا اور یہ بالفعل مال کو ضائع کر رہا ہے اور اس پر بغیر پابندی لگائے اس کو روکنا ممکن نہیں ہے' کیونکہ وہ اپنی زبان سے بھی تصرف کر کے اپنے مال کو ضائع کر سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ مخاطب ہے اور عاقل ہے' لہٰذا اس کو کم عقل قرار دے کر اس پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس اقدام سے اس کی ولایت کو سلب کرنا لازم آئے گا اور یہ کہ اس کی آدمیت کو زائل کر کے اس کو جانوروں سے ملانا لازم آئے گا اور اس کا ضرر اس کی فضول خرچی کے ضرر سے زیادہ ہے' لہٰذا ادنیٰ ضرر کو دور کرنے کے لیے اعلیٰ ضرر کو نہیں برداشت کیا جائے گا حتیٰ کہ اگر پابندی لگانے سے ضرر عام دفع ہوتا تو پھر پابندی لگائی جائے گی' مثلاً جاہل طبیب اور اتائی حکیم (جس نے کسی سے باقاعدہ علم طب حاصل نہ کیا ہو) جو اپنے ٹوٹکوں سے لوگوں کی جان اور صحت سے کھیلتا ہو یا بے حیا مفتی جو رشوت لے کر لوگوں کی خواہشات کے مطابق فتوے دے یا جس کو دیوالیہ قرار دے دیا گیا ہو' وہ لوگوں کو کرایے پر چیزیں دے' ایسے لوگوں کے تصرفات پر پابندی لگانا ضروری ہے تا کہ عام لوگ ان کے تصرفات کے شر اور ضرر سے محفوظ رہ سکیں کیونکہ اس میں ادنیٰ ضرر کو برداشت کر کے لوگوں کو اعلیٰ ضرر سے بچانا ہے اور کم عقل شخص کو اس کے مالی تصرفات سے نہیں روکا جائے گا اور اس کا ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا نافذ ہوگا۔

(ہدایہ اخیرین ص ٣٥٥' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر اشکال اور اس کے جواب میں مصنف کا تفرد

تاہم امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر یہ اعتراض بہر حال ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کم عقل شخص حضرت حبان بن منقذ کے تصرف پر پابندی لگائی جیسا کہ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضرت حبان بن منقذ نے اپنے ایک غلام کو مدبر کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مدبر غلام کو فروخت کر کے ان کے تصرف کو فسخ کر دیا' جب کہ مدبر کو فروخت نہیں کیا جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو فروخت کر کے یہ مسئلہ بتا دیا کہ حضرت ابو مذکور کا اس غلام کو مدبر کرنا صحیح نہیں تھا اور یہی ان کے تصرف پر پابندی لگانا ہے جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد' عاقل' بالغ اور کم عقل کے تصرف پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے؟ میں نے فقہاء احناف اور احناف شارحین میں سے کسی کی کتاب میں نہیں پڑھا' جو اس اشکال کے جواب کے درپے ہوا ہو' لیکن اس عاجز پر فیوضات الٰہیہ کے انوار سے اس اشکال کا

یہ جواب منکشف ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابومذکور کے تصرف پر اس صورت میں پابندی لگائی جب ان کے تصرف سے ان کے ورثاء کا نقصان ہو رہا تھا' کیونکہ اس غلام کے سوا ان کا کوئی مال نہیں تھا اور ان کے مرنے کے بعد وہ غلام ان کے وارثوں کا مال تھا' اب اگر ان کے مرنے کے بعد اس غلام کو آزاد کر دیا جاتا جیسا کہ مدبر میں ہوتا ہے تو یہ ان کے وارثوں کا نقصان ہوتا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ تو جائز ہے کہ کوئی آزاد' عاقل' بالغ اور کم عقل شخص اپنے تصرف سے اپنا نقصان کرلے لیکن اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسروں کا نقصان کرے' اسی لیے امام ابوحنیفہ جاہل طبیب اور راشی مفتی کے تصرفات پر پابندی لگانے کو جائز کہتے ہیں کیونکہ وہ دوسروں کے نقصان کا سبب ہیں' اسی طرح حضرت ابومذکور کا اپنے غلام کو مدبر کرنا اپنے ورثاء کو نقصان پہنچانے کا سبب تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مدبر غلام کو فروخت کر کے ان کے ایسے تصرف پر پابندی لگادی جو دوسروں کے لیے باعثِ ضرر تھا' لہٰذا امام ابوحنیفہ کے مؤقف اور زیر بحث حدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چشمِ کرم سے میں اس اشکال کے حل میں متفرد ہوں' اور یہ میں کسی فخر' عُجب اور تکبر سے نہیں کہہ رہا بلکہ نعمت الباری کے اظہار اور فیضانِ رسول کو آشکار کرنے کے لیے کہہ رہا ہوں' کیونکہ دوسرے فقہاء احناف اور شارحین نے اس اشکال کا ذکر کیا ہے' نہ اس کے جواب کے در پے ہوئے ہیں' یہ صرف اس عاجز فقیر پر اس کے ربِ قدیر کا کرم ہے۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

اس امر کی توجیہ کہ امام بخاری نے اس باب کے اثبات کے لیے کسی حدیث کو روایت کیوں نہیں کیا؟

امام بخاری نے اس باب کا عنوان لکھا ہے' پھر دو تعلیقات ذکر کی ہیں' لیکن اس عنوان کو ثابت کرنے کے لیے اپنے اسلوب کے مطابق اپنی سند کے ساتھ کوئی حدیث روایت نہیں کی' ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ امام بخاری کو اپنی شرائط کے مطابق اس عنوان کے اثبات کے لیے کوئی حدیث نہ ملی ہو یا امام بخاری نے حدیث روایت کی ہو لیکن ناسخین سے وہ روایت ساقط ہوگئی ہو' لیکن بہترین جواب یہ ہے کہ چونکہ ان تعلیقات سے امام بخاری کا منشاء پورا ہوگیا تھا اور امام بخاری کے مؤقف پر ان تعلیقات میں واضح دلیل تھی' اس لیے امام بخاری نے اس عنوان کے لیے کسی حدیث کی روایت کرنا مناسب خیال نہیں کیا یا ممکن ہے کوئی اور وجہ ہو جو ہم پر منکشف نہیں ہوسکی' علامہ عینی نے تو اس مسئلہ کو چھیڑا نہیں اور حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ اس عنوان کے اثبات کے لیے امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس عنوان کے اثبات کے لیے حدیث ہے: ابوالزبیر' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنوعذرہ کے ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس شخص سے پوچھا: کیا اس غلام کے علاوہ تمہارا کوئی مال ہے؟ اس نے کہا: نہیں! پھر اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: تم اپنے نفس سے ابتداء کر کے اس پر صدقہ کرو' پھر اگر مال بچ جائے تو وہ تمہارے اہل کے لیے ہے۔ (الحدیث) اور اس اضافہ کے ساتھ ابوالزبیر حضرت جابر کی روایت میں منفرد ہیں اور کسی روایت میں تفرد امام بخاری کی شرائط میں سے نہیں ہے اور امام بخاری اکثر اسی حدیث پر جزم کرتے ہیں' جو ان کی شرط کے مطابق ہو اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۱ ' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣ - بَابُ مَنْ بَاعَ عَلَى الضَّعِيفِ وَنَحْوِهٖ، فَدَفَعَ ثَمَنَهٗ إِلَيْهِ، وَأَمَرَهٗ بِالْإِصْلَاحِ وَالْقِيَامِ

جس نے کسی ضعیف العقل شخص کا مال فروخت کر کے اس کی قیمت اس کو ادا کر دی اور اس کو درست کام کرنے

بِشَأْنِهٖ، فَإِنْ أَفْسَدَ بَعْدُ مَنَعَهُ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ. وَقَالَ لِلَّذِيْ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ. وَلَمْ يَأْخُذِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ

کی نصیحت کی اور اس کو کم قیمت پر فروخت کرنے سے منع کیا' پھر اگر اس نے اپنا نقصان کیا تو اس کو پھر منع کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور جس شخص کو خرید و فروخت میں دھوکا دیا جاتا تھا' اس سے فرمایا: جب تم خرید و فروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ کوئی دھوکا نہیں ہو گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے مال واپس نہیں لیا

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۱۱۷ میں ہے' جس شخص کو خرید و فروخت میں دھوکا دیا جاتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے خرید و فروخت کا مال واپس نہیں لیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم عقل شخص کو خرید و فروخت میں تصرف کرنے کی اجازت دی اور یہی امام ابوحنیفہ کا موقف ہے۔

٢٤١٤ - **حَدَّثَنَا** مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ. فَكَانَ يَقُوْلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص کو خرید و فروخت میں دھوکا دیا جاتا تھا تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم خرید و فروخت کیا کرو تو کہہ دیا کرو: کوئی دھوکا نہیں ہو گا' تو پھر وہ اس طرح کہہ دیا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۱۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بھی ایک قسم کے جھگڑے کا ذکر ہے۔

٢٤١٥ - **حَدَّثَنَا** عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ، لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَابْتَاعَهُ مِنْهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے ایک ایسے غلام کو آزاد کر دیا کہ اس کے پاس اس غلام کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے آزاد کرنے کو (عملاً) مسترد کر دیا' پھر آپ سے اس غلام کو حضرت نعیم بن النحام نے خرید لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں بھی تقدیراً تنازع کا ذکر ہے کیونکہ اگر وہ غلام آزاد کر دیا جاتا تو ہو سکتا تھا بعد میں ان کے ورثاء یہ جھگڑا کھڑا کرتے کہ چونکہ

ان کا غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا' اس لیے تم کو انہیں آزاد کرنے کا حق نہیں تھا' لہٰذا تم آزاد نہیں ہوئے۔

٤ - بَابُ كَلَامِ الْخُصُوْمِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ

بعض مخالف فریقوں کا ایک دوسرے سے کلام کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مخالف فریقوں کا ایک دوسرے سے بات کرنا تو ناگزیر ہے لیکن اگر وہ ایک دوسرے سے رواداری کے ساتھ بات کریں اور کوئی فحش بات نہ کریں جس سے حد یا تعزیر واجب ہو تو پھر ان کا ایک دوسرے سے بات کرنا جائز ہے۔

٢٤١٦، ٢٤١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ، وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. قَالَ فَقَالَ الْأَشْعَثُ فِيَّ وَاللّٰهِ كَانَ ذٰلِكَ، كَانَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ احْلِفْ. قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِذًا يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِيْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران: ٧٧) إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے خبر دی از اعمش از شقیق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر حلف اٹھایا اور وہ اس میں جھوٹا تھا تاکہ وہ کسی شخص کے مال پر قبضہ کرلے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا' اشعث نے کہا: اللہ کی قسم! آپ کا یہ ارشاد میرے متعلق ہے' میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا تھا تو میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں! پھر آپ نے یہودی سے فرمایا: تم حلف اٹھاؤ' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو حلف اٹھالے گا اور میرا مال لے جائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے○ (آل عمران: ٧٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٥٦-٢٣٥٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ایک مسلمان اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑے کا ذکر ہے۔

٢٤١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عبداللہ بن کعب بن مالک از حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے حضرت ابن

الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ، فَنَادٰى يَا كَعْبُ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا. فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ اَيِ الشَّطْرَ، قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے مسجد میں اپنے قرض کا تقاضا کیا' پس ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سنا' آپ ان کی طرف آئے اور آپ نے حجرہ کا پردہ کھولا' پس آپ نے بلند آواز سے فرمایا: یا کعب! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم اپنے قرض سے اتنا کم کر دو' آپ نے ان کی طرف نصف کا اشارہ کیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کم کر دیا' پھر آپ نے حضرت ابن ابی حدرد سے فرمایا: اب اٹھو! تم اس کو ادا کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہما کے درمیان جھگڑے کا ذکر ہے۔

٢٤١٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَؤُهَا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَاَنِيْهَا، وَكِدْتُّ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ اَمْهَلْتُهٗ حَتّٰى انْصَرَفَ، ثُمَّ لَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ، فَجِئْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَاُ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَاْتَنِيْهَا، فَقَالَ لِيْ اَرْسِلْهُ. ثُمَّ قَالَ لَهٗ اِقْرَاْ. فَقَرَاَ، قَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ. ثُمَّ قَالَ لِيْ اِقْرَاْ. فَقَرَاْتُ، فَقَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ، فَاقْرَءُوْا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ.

[اطراف الحدیث: ٤٩٩٢-٥٠٤١-٦٩٣٦-٧٥٥٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از عبدالرحمان بن عبدالقاری' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کو سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا' وہ اس طریقہ کے خلاف پڑھ رہے تھے جس طرح میں پڑھتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ سورت پڑھائی تھی' قریب تھا کہ میں ان پر جھپٹ پڑتا' لیکن میں نے ان کو مہلت دی حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہو گئے' پھر میں نے ان کو اپنی چادر سے پکڑ کر گھسیٹا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا' میں نے عرض کیا: میں نے ان کو اس قراءت کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا ہے جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا ہے' آپ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' پھر آپ نے ان سے فرمایا: اب تم پڑھو' سو انہوں نے پڑھا: آپ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: تم پڑھو' پس میں نے پڑھا' آپ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' بے شک قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا ہے' تم کو ان میں سے جو حرف آسان لگے' تم اس پر پڑھو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی، ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) عبدالرحمن بن عبدالقاری، ان کی نسبت بنوقارہ بن الدیش کی طرف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں، ایک قول یہ ہے کہ صحابی ہیں، ان کی ۸۰ھ میں مدینہ میں وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی (۶) ہشام بن حکیم بن حزام القرشی، یہ صحابی ابن صحابی ہیں، انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا، یہ علم وفضل والے صحابہ میں سے ہیں، نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۶۲-۳۶۱)

قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے، ان سات حروف کے معنی میں دس اقوال ہیں:

(۱) خلیل نے کہا ہے کہ اس سے مراد سات قراءات ہیں اور یہ وہ اسماء اور افعال ہیں جن کو سات طریقوں سے پڑھا جاتا ہے۔ جیسے "نرتع" اور "نلعب" کو سات طریقوں پڑھا جاتا ہے۔

اس میں اصولیین کا اختلاف ہے کہ آیا اب بھی سات حروف پر قرآن مجید کو پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں، امام طبری وغیرہ نے اس سے منع کیا ہے اور کہا ہے کہ اب صرف ایک حرف (قراءت) پر قرآن مجید کو پڑھا جا سکتا ہے اور یہ وہ حرف ہے جو حضرت زید بن ثابت سے ثابت ہے اور شیخ ابوالحسن اشعری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن سات حروف پر قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور مسلمانوں کو ان حروف پر پڑھنے کی اجازت دی ہے، اب امت کے لیے اس سے منع کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ سات حروف ہماری اس قراءت میں موجود ہیں اور یہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ہیں اور ان کی کوئی معین جگہ معلوم نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ قرآن پڑھنے والے کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ جس حرف پر اس کے لیے قرآن مجید کو پڑھنا آسان ہو، اس حرف پر پڑھ لے اور یہ اس صورت میں ہے جس میں معنی متفق اور متقارب ہو اور یہ اجازت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے پہلے تھی، اور اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اجماعِ صحابہ کے خلاف قرآن مجید پڑھے۔

(۲) ابوالعباس احمد بن یحییٰ نے کہا ہے کہ سات حروف سے مراد عرب کی سات فصیح لغات ہیں، جیسے لغت قریش اور لغت نزار وغیرہ۔

(۳) یہ سات حروف صرف مضر کی سات لغات ہیں اور یہ قرآن مجید میں متفرق ہیں کسی ایک کلمہ میں مجتمع نہیں ہیں۔

(۴) ایک کلمہ میں بھی یہ سات حروف پڑھے جاسکتے ہیں۔

(۵) یہ سات حروف تلاوت کی صورت میں ہیں، جیسے ادغام وغیرہ۔

(۶) سات حروف سے مراد قرآن مجید کے خطاب کی سات اقسام ہیں، جو یہ ہیں: (۱) زجر وتوبیخ (۲) امر (۳) حلال (۴) حرام (۵) محکم (۶) متشابہ (۷) امثال۔

(۷) سات حروف سے مراد اعراب ہیں کیونکہ وہ کلمہ کے آخر میں آتے ہیں، امام مالک سے منقول ہے کہ اس سے مراد کلمہ کے آخر کو بدلنا ہے، جیسے "غفور رحیم" کو بدل کے "سمیع بصیر" پڑھا جائے، تاہم آیت رحمت کو عذاب سے نہ بدلا جائے اور نہ آیت عذاب کو رحمت سے بدلا جائے۔

(۸) سات حروف سے مراد حروف، اسماء اور افعال ہیں جن کو مختلف طریقوں سے پڑھا جائے جیسے "نرتع ونلعب"۔

(۹) سات حروف سے معانی متفقہ متقاربہ مراد ہیں' جیسے ''اَقْبِل' تعال'' اور ''ھلّم''۔ ان سب کا معنی ہے: آ ؤ' اور ان میں ایک لفظ کی جگہ دوسرے لفظ کو پڑھنا جائز ہے' یعنی ایک لفظ کو اس کے مترادف سے بدلنا۔

(۱۰) سات حروف سے مراد قراءات و تجوید کے سات طریقے ہیں' جیسے (۱) امالہ (۲) فتح (۳) ترقیق (۴) تفخیم (۵) تسہیل (۶) ادغام (۷) اظہار۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان سات حروف میں حصر نہیں ہے' یہ صرف آسانی کے لیے فرمایا ہے اور اکثر نے کہا ہے کہ ان سات میں حصر ہے' نیز علامہ عینی نے کہا ہے کہ زیر بحث حدیث میں حضرت ہشام نے حضرت عمر کی اطاعت اس لیے کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد خیر کے سوا اور کچھ نہیں ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین میں بہت متصلب تھے اور حضرت ہشام ان کے بعد متصلّب تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۶۴۔ ۳۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵ - بَابُ اِخْرَاجِ اَهْلِ الْمَعَاصِىْ وَالْخُصُوْمِ مِنَ الْبُيُوْتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ

معلوم ہونے کے بعد اللہ کے نافرمانوں اور جھگڑا کرنے والوں کو گھر سے نکال دینا

وَقَدْ اَخْرَجَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اُخْتَ اَبِىْ بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حِيْنَ نَاحَتْ.

اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہن نے نوحہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو گھر سے نکال دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس بہن کا نام ام فروہ تھا۔ اس تعلیق کو امام محمد بن سعد نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے اوپر نوحہ کرنے والیوں کو جمع کیا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ان عورتوں کو حضرت ابوبکر کے اوپر نوحہ کرنے سے منع کیا' انہوں نے نوحہ ترک کرنے سے انکار کیا' تب ہشام بن الولید نے کہا کہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی (یعنی حضرت ام فروہ جو حضرت ابوبکر کی بہن ہیں' ان) کو بلائیں' پھر انہوں نے درّہ کو بلند کر کے اس کی کئی ضرب لگائیں' جب نوحہ کرنے والیوں نے یہ سنا تو وہ منتشر ہوگئیں' پھر حضرت عمر نے کہا: تم یہ چاہتی ہو کہ تمہارے رونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر کو عذاب دیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک گھر والوں کے رونے کی وجہ سے مردہ کو عذاب دیا جاتا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

میت پر نوحہ کرنے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف تھا' اس کی تفصیل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نوحہ کو میت کے لیے جو باعثِ عذاب قرار دیا' اس کی توجیہات کے لیے صحیح البخاری: ۱۲۸۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۴۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ عَدِىٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ، ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ، فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سعید بن ابراہیم از حمید بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک میں نے ارادہ کیا ہے کہ نماز پڑھنے کا حکم دوں' پس نماز قائم کی جائے' پھر میں ان لوگوں کے گھروں کی طرف جاؤں' جو نماز پڑھنے نہیں آتے' پھر میں ان کو آگ لگا دوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۴۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اگر

آپ ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دیتے تو وہ لوگ ضرور اپنے گھروں سے نکلتے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز کی جماعت کو ترک کر کے اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں' ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو گھروں سے نکال دیا جائے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

٦ - بَابُ دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمَيِّتِ — جس کو مرنے والے نے وصیت کی ہے' اس کا دعویٰ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جس شخص کو مرنے والے نے یہ وصیت کی ہے کہ فلاں شخص میرے نسب سے ہے اور وہ میرا بیٹا ہے تو وہ شخص میت کی طرف سے یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ فلاں شخص اس میت کا بیٹا ہے۔

٢٤٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ وَسَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اِخْتَصَمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ اَمَةِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَوْصَانِيْ اَخِيْ اِذَا قَدِمْتُ اَنْ اَنْظُرَ ابْنَ اَمَةِ زَمْعَةَ فَاَقْبِضْهُ، فَاِنَّهُ ابْنِيْ. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ اَخِيْ وَابْنُ اَمَةِ اَبِيْ، وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ اَبِيْ. فَرَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَاحْتَجِبِيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ عبد بن زمعہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے زمعہ کی باندی کے بیٹے کے متعلق جھگڑا کیا' پس حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! میرے بھائی نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو تم زمعہ کی باندی کے بیٹے پر نظر رکھنا' پس اس پر قبضہ کر لینا کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے اور عبد بن زمعہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی عتبہ کے ساتھ واضح مشابہت دیکھی تو آپ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! وہ تمہارا (بھائی) ہے' بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا' اور اے سودہ! اب تم اس سے پردہ کیا کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٥٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ زمعہ کے بیٹے میں عبد بن زمعہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے درمیان جھگڑا ہوا' حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے' میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے اور عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے' میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔

٧ - بَابُ التَّوَثُّقِ مِمَّنْ تُخْشٰى مَعَرَّتُهُ — جس سے شر اور فساد کا خطرہ ہو یا بچہ پڑھائی سے بھاگے تو اس کا باندھنا جائز ہے

اس باب کے عنوان میں ''توثق'' اور ''معرتہ'' کا لفظ ہے' ''معرۃ'' کا ماخذ ''عر'' ہے' اس کا معنی ہے: شر' فساد اور مکروہ کام' اور ''توثق'' کا معنی ہے: کسی چیز کو محکم اور مضبوط کرنا' یہ مضبوطی کبھی قید کرنے سے اور باندھنے سے بھی حاصل ہوتی ہے اور وہی یہاں مراد ہے۔

وَقَيَّدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عِكْرِمَةَ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَالسُّنَنِ وَالْفَرَائِضِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (اپنے غلام) عکرمہ کو قرآن' سنن اور فرائض کی تعلیم کے لیے قید کر لیا تھا۔

عکرمہ اہل بربر میں سے تھے اور مغرب کے رہنے والے تھے' یہ پہلے حصین بن ابی الحر العنبری کے غلام تھے' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ کے گورنر ہوئے تو حصین نے حضرت ابن عباس کو عکرمہ ہبہ کر دیا۔ عکرمہ نے صحابہ

کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں اور اکثر احادیث حضرت ابن عباس سے روایت کی ہیں' ابراہیم نخعی' اعمش' قتادہ اور امام ابوحنیفہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے چالیس سال علم حاصل کیا' حضرت ابن عباس گھر کے اندر ہوتے تھے اور میں دروازہ پر فتوے دیتا تھا' شعبی بیان کرتے ہیں کہ عکرمہ سے بڑھ کر کوئی شخص کتاب اللہ کا عالم نہیں ہے' عکرمہ ۱۰۵ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر اسّی (۸۰) سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۶۶)

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' اس کی اصل یہ ہے:

زبیر بن حریث' عکرمہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دیتے تھے اور مجھے قرآن اور سنت کی تعلیم دیتے تھے' جس وقت حضرت ابن عباس عکرمہ کو باندھ کر پڑھاتے تھے' اس وقت وہ کم عمر تھے اور نوعمری کے تقاضے سے پڑھائی سے بھاگ جاتے تھے' اس لیے حضرت ابن عباس ان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیتے تھے' اب بھی اگر کوئی بچہ پڑھائی سے بھاگے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۲۲۰۔۲۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

٢٤٢٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ، سَيِّدُ اَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ اِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ. قَالَ عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. قَالَ اَطْلِقُوا ثُمَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواروں کی ایک جماعت کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنوحنیفہ کے ایک شخص کو لے کر آئے' جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا' وہ اہل یمامہ کا سردار تھا' صحابہ نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس سے پوچھا: اے ثمامہ! تمہارے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا: اے محمد! میرے پاس خیر ہے! پھر پوری بات ذکر کی' آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ثمامہ کو ستون کے ساتھ باندھنے کا ذکر ہے۔

مقروض کو قید کرنے کے سلسلے میں روایات

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مقروض کو قید کر لیتے تھے' ابن سیرین نے کہا کہ قاضی شریح جب کسی کے خلاف فیصلہ کرتے تو حکم دیتے کہ ان کے اٹھنے تک اس شخص کو مسجد میں روک لیا جائے' پھر اگر وہ قرض ادا کر دیتا تو فبہا ورنہ اس کو قید میں ڈالنے کا حکم دیتے' اور طاؤس نے کہا: جب تک کوئی شخص حکم کا اقرار نہ کرے تو اس کو قید کر لیا جائے اور معمر کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہمت کی وجہ سے ایک شخص کو قید کر لیا اور ثمامہ کی حدیث اس باب میں اصل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۶۷۔۳۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٨ - بَابُ الرَّبْطِ وَالْحَبْسِ فِي الْحَرَمِ — حرم میں باندھنا اور قید کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقروض کو حرم میں باندھنا جائز ہے اور اس میں طاؤس کا ردّ ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ مکہ میں

قید کرنا مکروہ ہے' طاؤس کا استدلال اس حدیث سے ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ طاؤس نے مکہ میں قید کرنے کو مکروہ قرار دیا' انہوں نے کہا: جس جگہ رحمت کا گھر ہو' وہاں عذاب کا گھر نہیں بنانا چاہیے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۸۴۶۔ ج ۳ ص ۴۳۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَاشْتَرٰى نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحَارِثِ دَارًا لِلسِّجْنِ بِمَكَّةَ' مِنْ صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ' عَلٰى اَنَّ عُمَرَ اِنْ رَضِيَ فَالْبَيْعُ بَيْعُهُ' وَاِنْ لَّمْ يَرْضَ عُمَرُ فَلِصَفْوَانَ اَرْبَعُ مِائَةٍ.

اور نافع بن عبدالحارث نے صفوان بن امیہ سے قید خانہ بنانے کے لیے مکہ میں ایک گھر خریدا' اس شرط پر کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بیع سے راضی ہو گئے تو یہ بیع ہو گی اور اگر حضرت عمر راضی نہیں ہوئے تو وہ صفوان کو چار سو درہم واپس دے دیں گے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ٦ ص ۳۴ (نشر السنۃ' ملتان)' مصنف عبدالرزاق: ۹۲۷٦۔ ج ۵ ص ۱۰۳ (دارالکتب العلمیہ' بیروت) اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶٦۲۔ ج ۱۱ ص ۲۷۶ میں ہے (مجلس علمی' بیروت)۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ یہ بیع تین ہزار میں ہوئی اور اگر حضرت عمر راضی نہیں ہوئے تو نافع' صفوان کو چار سو درہم دیں گے' اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ یہ بیع چار ہزار درہم میں ہوئی اور اگر حضرت عمر راضی نہیں ہوئے تو نافع' صفوان کو چار سو درہم دیں گے اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع میں عُربان (بیعانہ) کو حلال کر دیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ نافع نے صفوان سے شرط کے ساتھ بیع کی تھی اور یہ بیع فاسد ہے

بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نافع نے صفوان سے اس شرط پر یہ بیع کی تھی کہ اگر حضرت عمر اس بیع سے راضی ہو گئے تو یہ بیع ہو گی' ورنہ نافع' صفوان کو چار سو درہم واپس کر دیں گے اور اگر بیع میں کوئی شرط رکھی جائے تو وہ بیع فاسد ہوتی ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ شرط نفس عقد میں داخل نہیں تھی' بلکہ نافع نے صفوان سے یہ وعدہ کیا تھا' یا یہ بیع بشرط الخیار تھی اور اس بیع میں نافع نے یہ اختیار رکھا تھا کہ اگر حضرت عمر نے اس بیع کو پسند کر لیا تو یہ بیع ہو گی ورنہ نہیں' یعنی اگر حضرت عمر نے چار سو درہم میں اس مکان کو قید خانہ بنانے کے لیے پسند کر لیا تو چار سو درہم میں اس مکان کی بیع ہو جائے گی' ورنہ نہیں ہو گی۔

المہلب نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اگر حضرت عمر نے اس بیع کو پسند نہیں کیا تو نافع صفوان کو چار سو درہم دے کر یہ مکان خود خرید لیں گے اور یہ بیع جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳٦۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مروّجہ بیعانہ (عُربون) کی تعریف

خرید و فروخت میں بیعانہ کا بھی رواج ہے' جس کو عربی میں عُربون یا عُربان کہتے ہیں' اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً زید' عمرو سے پانچ ہزار روپے میں ایک مکان خریدتا ہے اور کہتا ہے کہ میں پانچ ہزار روپے ادا کر کے مکان پر قبضہ کر لوں گا اور اس کو ایک ہزار روپے بیعانہ دیتا ہے کہ اگر اس نے بائع کو باقی ماندہ چار ہزار روپے دے دیئے تو یہ بیع ہو جائے گی اور ایک ہزار روپے کا بیعانہ کل رقم میں محسوب ہو جائے گا' ورنہ بائع کو یہ حق ہو گا کہ وہ اس بیعانہ پر قبضہ کر لے۔ احادیث میں اس بیعانہ کی ممانعت ہے اور فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے اس کو ناجائز کہا ہے' صرف امام احمد نے اس کو جائز کہا ہے اور ان کا استدلال امام بخاری کی اس مذکور تعلیق سے ہے۔ ہم اس بحث میں پہلے احادیث کے حوالوں سے بیعانہ کی ممانعت بیان کریں گے' پھر ائمہ ثلاثہ کی تصریحات پیش کریں گے اور آخر میں امام احمد بن حنبل کی دلیل بیان کر کے اس کا جواب لکھیں گے۔ فنقول و باللّٰہ التوفیق.

بیعانہ کی ممانعت میں حدیث

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے اور وہ اپنے دادا (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عُربان کی بیع (بیعانہ) سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۰۲، سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۲، مشکوٰۃ: ۲۸۶۴، موطأ امام مالک۔ کتاب البیوع۔ حدیث:۱، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۲)

بیعانہ میں امام مالک کا مؤقف

امام مالک نے کہا ہے کہ عربون (بیعانہ) کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کسی غلام یا باندی کو خریدے، پھر بائع سے کہے کہ میں تم کو ایک درہم یا دینار اس شرط پر دیتا ہوں کہ اگر میں نے اس غلام یا باندی کو خرید لیا تو میں نے تم کو جو ایک دینار یا درہم دیا ہے، وہ اس غلام یا باندی کی قیمت میں محسوب ہوگا اور اگر میں نے اس بیع کو ترک کر دیا تو میں نے جو ایک دینار یا درہم دیا ہے وہ تمہارا ہے، یہ رقم بائع کے لیے بلا معاوضہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب البیوع۔ حدیث:۱، المکتبۃ التوفیقیہ، موطأ امام مالک ج ۲ ص ۱۰۲)

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر المالکی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے جو عربون (بیعانہ) کی تفسیر کی ہے، اس پر تمام شہروں کے فقہاء متفق ہیں خواہ وہ حجازی ہوں یا عراقی، ان میں سے امام شافعی، الثوری، امام ابوحنیفہ، اوزاعی، لیث بن سعد اور عبدالعزیز بن سلمہ ہیں کیونکہ اس بیع میں غَرر اور مخاطرہ (دھوکا اور نقصان کا خطرہ یعنی Risk رِسک) ہے اور بغیر عوض اور ہبہ کے دوسرے کا مال کھانا ہے اور یہ باطل ہے۔

اس صورت کے اعتبار سے بیع العربان (بیعانہ) ان کے نزدیک منسوخ ہے، جب وہ قبضہ سے پہلے اور بعد ہو اور سودا اگر موجود ہو تو اس کو واپس کیا جائے گا اور اگر وہ ہلاک ہو چکا ہے تو قبضہ کے دن جو اس کی قیمت تھی، اس کو واپس کیا جائے گا اور ہر حال میں جو کچھ بیعانہ لیا گیا ہے، اس کو واپس کیا جائے گا۔

تابعین کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے بیع العربان (بیعانہ) کو جائز کہا ہے، ان تابعین میں مجاہد، ابن سیرین، نافع بن عبدالحارث اور زید بن اسلم ہیں اور ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، زید بن اسلم یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے اور اس حدیث کو ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی سند کے ساتھ نہیں پہچانتے، اور ہو سکتا ہے کہ جس عُربان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی تھی، وہ یہ ہو کہ اگر بیع مکمل ہو گئی تو جو پیشگی رقم دی گئی ہے، وہ سودے کی قیمت میں محسوب ہوگی اور اگر بیع مکمل نہیں ہوئی تو بائع نے جو پیشگی رقم لی ہے، وہ اس کو واپس کر دے گا اور اس اعتبار سے عربان (بیعانہ) سب کے نزدیک جائز ہے۔

یہ امام مالک کا، ان کے اصحاب کا اور تمام فقہاء کا قول ہے۔ (الاستذکار ج ۱۹ ص ۱۱-۱۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے مزید تفصیل سے لکھا ہے:

زید بن اسلم نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع عربان (بیعانہ) کی اجازت دی ہے تو یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے، اس حدیث کو عبدالرزاق اسلمی نے زید بن اسلم سے مرسلاً روایت کیا ہے اور یہ اور اس کی مثل حجت نہیں ہے۔

(التمہید ج ۱۰ ص ۴۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

بیعانہ میں امام شافعی کا مؤقف

علامہ محی الدین بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عربان سے منع

فرمایا ہے' اس حدیث کو امام مالک نے اپنی موطأ میں اور امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے' مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ دراصل امام مالک کی مرسل ہے۔

اگر عربان کی نفس عقد میں شرط ہو تو حضرت ابن عباس' حسن بصری' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور شوافع کے نزدیک عربان باطل ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس بیع کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک اور امام شافعی نے اس حدیث کی وجہ سے اس بیع کو باطل کہا ہے کیونکہ اس میں شرط فاسد ہے' غرر (نقصان کا خطرہ Risk) ہے اور باطل کے ذریعہ دوسرے کا مال کھانا ہے' فقہاء احناف نے بھی اس کو باطل کہا ہے۔ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا جواز منقول ہے اور اسی کی طرف امام احمد بن حنبل کا میلان ہے۔ (المجموع شرح المہذب ج ۹ ص ۴۳۵۔ ۴۳۴' دار الفکر' بیروت)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(معالم السنن ج ۳ ص ۱۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

بیعانہ میں امام ابوحنیفہ کا مؤقف

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک یہ بیع باطل ہے کیونکہ اس میں شرط اور غرر (نقصان کا خطرہ Risk) ہے۔

(مرقات ج ۶ ص ۸۶' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

عربون (بیعانہ) کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خریدتا ہے اور بائع کو اس کی قیمت کا کچھ حصہ پیشگی دے دیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تم فکر مت کرو' میں باقی قیمت بھی دے کر اس چیز کو خرید لوں گا' اگر میں نے اس چیز کو نہ خریدا تو میں نے پیشگی قیمت کا جو حصہ تمہیں دیا ہے' وہ تمہارا ہو جائے گا' اس سے مقصود اس بیع کی تاکید ہوتی ہے تاکہ اس چیز کو اور کوئی نہ خریدے' یہ بیعانہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں شرط ہے اور غرر ہے (یعنی نقصان کا خطرہ (Risk) ہے)۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۳۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

بیعانہ وغیرہ امر فضول ہے جسے بیع سے کچھ تعلق نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۸ ص ۲۵۲' رضا فاؤنڈیشن' لاہور)

صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

"امام مالک و ابوداؤد و ابن ماجہ بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعانہ سے منع فرمایا۔ (بہار شریعت حصہ ۱۱ ص ۶۰' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

بیعانہ میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

عربون (بیعانہ) کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص سودا خریدے اور بائع کو کچھ درہم دے اور یہ شرط رکھے کہ اگر میں نے یہ سودا لے لیا تو یہ درہم سودے کی قیمت میں محسوب ہو جائیں گے اور اگر میں نے یہ سودا نہیں لیا تو پھر یہ درہم بائع کے ہوں گے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے اس کی اجازت دی ہے' ابن سیرین نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' سعید بن المسیب اور ابن سیرین نے کہا ہے کہ اگر اس کو سودا

پسند نہ ہو تو وہ اس کو واپس کردے اور اس کے ساتھ کوئی چیز بھی دے۔

ابوالخطاب کا مختار یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے' امام مالک' امام شافعی اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری سے مروی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عربون سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۰۲' سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۲' موطأ امام مالک۔ کتاب البیوع۔ حدیث:۱) نیز اس میں بغیر کسی عوض کے بائع کو کچھ دراہم دینے کی شرط لگائی گئی ہے اور اس میں خیار مجہول ہے کیونکہ اس میں یہ شرط ہے کہ خریدار کو سودا واپس کرنے کا حق ہے اور اس میں مدت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ امام احمد کی دلیل یہ ہے:

نافع بن عبدالحارث سے روایت ہے کہ انہوں نے صفوان بن امیہ سے قید خانہ کے لیے ایک مکان خریدا اور یہ شرط رکھی کہ اگر حضرت عمر نے اس مکان کو پسند کر لیا تو یہ بیع ہو جائے گی ورنہ تم کو اتنے پیسے مل جائیں گے۔

اثرم کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا: آپ اس روایت کی طرف گئے ہیں؟ امام احمد نے کہا: میں اور کیا کہوں! یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے اس کے خلاف حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا۔

ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس مکان کو اسی شرط پر خریدا ہو اور جو ائمہ عربون (بیعانہ) کے فساد کے قائل ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اگر خریدار نے اس سودے کو نہیں خریدا تو بائع ان دراہم کا مستحق نہیں ہوگا اور بائع نے اتنی مدت تک جو انتظار کیا ہے اور بیع کی مدت میں جو تاخیر ہوئی ہے' اس کے عوض ان دراہم کو درست قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ انتظار کرنا ان دراہم کا معاوضہ ہوتا تو پھر اس سودے کو خریدنے کی صورت میں ان دراہم کو اس سودے کی قیمت میں محسوب کرنا صحیح نہ ہوتا۔

(المغنی ج ۵ ص ۶۱۱۔ ۶۱۰' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

نافع بن عبدالحارث کی روایت پر دیگر علماء کا تبصرہ

امام احمد نے نافع بن عبدالحارث کی روایت سے جو استدلال کیا ہے' وہ اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحاتم نے کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور یہ حدیث مرسل ہے اور یہ محمد بن اسحاق کی از محمد بن اسلم روایت ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ از معتمر بن سلیمان از والد خود از محمد بن اسلم روایت ہے۔ (الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۱۱۲' بہ حوالہ حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۱۷۰' مجلس علمی' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے کہ مصنف عبدالرزاق کی جو روایت ہے' اس کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۶۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں:

اولیٰ وہ ہے جو جمہور کا مذہب ہے کیونکہ عمرو بن شعیب کی حدیث متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے اور بعض سندوں سے بعض دوسری سندوں کی تقویت ہوتی ہے اور اس حدیث میں بیعانہ کی تحریم ہے اور نافع بن عبدالحارث کی حدیث میں بیعانہ کی اباحت ہے اور تحریم اباحت پر راجح ہوتی ہے جیسا کہ اصول میں مقرر ہے اور بیعانہ کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ اس میں دو فاسد شرطیں ہیں: ایک یہ کہ اگر خریدار نے سودا نہیں لیا تو بائع کو جو پیشگی رقم دی گئی ہے' اس کا کوئی عوض نہیں ہوگا' دوسری یہ کہ اگر خریدار اس بیع سے راضی نہیں ہوا تو وہ یہ سودا بائع کو واپس کر دے گا۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۱' دارالوفاء' ریاض' ۱۴۲۱ھ)

نافع بن عبدالحارث کی روایت پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ نافع بن عبدالحارث کی روایت کو مسترد کرنے کی قوی وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے متن میں شدید اضطراب ہے۔ امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' اس میں مذکور ہے کہ نافع نے وہ گھر صفوان سے چار سو درہم میں خریدا اور اگر حضرت عمر اس پر

راضی نہ ہوئے تو وہ صفوان کو چار سو درہم واپس دے دیں گے اور امام عبدالرزاق نے جو روایت ذکر کی ہے اس میں مذکور ہے کہ نافع نے صفوان سے وہ گھر تین ہزار درہم میں خریدا اور اگر حضرت عمر اس پر راضی نہیں ہوئے تو نافع، صفوان کو چار سو درہم دیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق: ٦٧٩٢ - ج ٥ ص ١٠٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت) اور امام ابن ابی شیبہ نے جو روایت ذکر کی ہے اس میں مذکور ہے کہ نافع نے صفوان سے وہ گھر چار ہزار درہم میں خریدا اور اگر حضرت عمر اس بیع پر راضی نہیں ہوئے تو نافع، صفوان کو چار سو درہم دیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٣٦٦٢ - ج ١١ ص ٦٧٢، مجلس علمی، بیروت)

اور اصول میں یہ بات مقرر ہے کہ جس حدیث کے متن میں اتنا شدید اضطراب ہو اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے لہٰذا نافع بن عبدالحارث کی روایت سے امام احمد بن حنبل کا استدلال درست نہیں ہے، جب کہ اس حدیث کے راویوں پر شدید جرح بھی کی گئی ہے۔

نافع بن عبدالحارث کی روایت کا صحیح محمل

نیز امام احمد نے اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ نافع نے صفوان کو جو چار سو درہم دیئے تھے وہ بہ طور بیعانہ دیئے تھے، اگر حضرت عمر نے اس بیع کو پسند نہیں کیا تو صفوان ان چار سو درہموں کو بلا معاوضہ رکھ لیں گے اور یہی بیعانہ ہے جب کہ ان چار سو درہموں کو دینے کی صحیح وجہ یہ ہے:

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ١٠٧٣ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہ چار سو درہم اتنی مدت تک مکان کو موقوف رکھنے کا کرایا نہیں تھا جتنی مدت میں حضرت عمر کی طرف سے اس بیع کی منظوری کا جواب آتا، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ نافع نے صفوان سے یوں کہا کہ اگر حضرت عمر نے اس مکان کو چار سو درہم میں خریدنا منظور نہیں کیا تو اس مکان کو میں تم سے چار سو درہم میں خرید لوں گا، اور نافع اس مکان کو خریدنے کے لیے حضرت عمر کی طرف سے وکیل تھے، اور وکیل کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اگر مؤکل اس کی بیع کو قبول نہ کرے تو وہ اس چیز کو خود خرید سکتا ہے۔ اس تقریر سے یہ شبہ دور ہو گیا کہ نافع نے اس بیع میں حضرت عمر کے منظور کرنے کی شرط لگائی تھی اور بیع میں شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے اور شبہ دور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نافع نے اس بیع میں حضرت عمر کے منظور کرنے کی شرط نہیں لگائی تھی بلکہ صفوان سے یہ کہا تھا کہ اگر حضرت عمر نے چار سو درہم میں یہ مکان نہیں خریدا تو میں خرید لوں گا۔ (تیسیر القاری ج ٢ ص ٣٥٧، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بعض صورتوں میں بیعانہ لینے کی گنجائش

ہر چند کہ ہماری بیان کردہ تفصیل کے مطابق جمہور ائمہ اور فقہاء کے نزدیک بیعانہ لینا جائز نہیں ہے لیکن بعض صورتوں میں بیعانہ لینا ناگزیر ہو جاتا ہے، مثلاً ایک شخص نے کسی ادارہ کو پانچ لاکھ روپے کے کپڑوں کے سوٹ اور چمڑے کی مصنوعات کا آرڈر دیا، اس ادارہ نے چار لاکھ روپے لگا کر وہ مال تیار کیا اور جب ڈلیوری کا وقت آیا تو عین موقع پر خریدار نے آرڈر کینسل کر دیا، جس سے بائع کا چار لاکھ کا نقصان ہو گیا، اگر بائع نے خریدار سے ایک لاکھ یا دو لاکھ روپے بیعانہ لیا ہوتا تو بائع کا یہ بھاری نقصان نہ ہوتا، اس لیے اس قسم کی صورتوں میں بائع کو بھاری نقصان سے محفوظ رکھنے کے لیے امام احمد کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے خریدار سے بیعانہ لینے کی گنجائش ہے۔ حدیث میں ہے: "لا ضرر ولا ضرار" کوئی شخص اپنے صاحب کو کسی وجہ سے بھی ضرر نہ پہنچائے اور نہ دو آدمیوں میں سے ہر ایک دوسرے کو ضرر پہنچائے۔ (سنن ابن ماجہ: ٢٣٤١)

وَسَجَنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ. حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں قید خانہ بنایا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

امام محمد بن سعد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایام حکومت میں مکہ میں قید خانہ بنایا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۱۸۶' دار صادر' بیروت)

٢٤٢٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑسواروں کی ایک جماعت نجد کی طرف بھیجی' وہ بنو حنیفہ کے ایک آدمی کو لے کر آئے' جس کا نام ثمامہ بن اُثال تھا' پھر انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ثمامہ بن اُثال کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا ذکر ہے۔

٩ - بَابُ الْمُلَازَمَةِ — مقروض کے ساتھ لازم اور چمٹے رہنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر قرض خواہ مقروض کے ساتھ چمٹا رہے تو یہ جائز ہے۔

٢٤٢٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، وَقَالَ غَيْرُهُ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ دَيْنٌ، فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ، فَتَكَلَّمَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا كَعْبُ. وَأَشَارَ بِيَدِهِ، كَأَنَّهُ يَقُولُ النِّصْفُ، فَأَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی اور ان کے علاوہ دیگر نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی' از عبدالرحمٰن بن ہرمز از عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری از حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے قرض وصول کرنا تھا' پس حضرت کعب کی حضرت ابن ابی حدرد سے ملاقات ہوگئی تو حضرت کعب نے ان کو پکڑ لیا' پھر وہ دونوں بحث کرتے رہے حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں' پھر ان دونوں کے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے اور فرمایا: اے کعب! اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا گویا کہ آپ نصف قرض کو کم کرنے کا فرما رہے تھے' تو حضرت کعب نے اپنے قرض سے نصف وصول کیا اور نصف کو ترک کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس

میں قرض خواہ کو مقروض کے ساتھ لازم رہنے کا ذکر ہے۔

١٠ - بَابُ التَّقَاضِیْ　　تقاضا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ قرض کا تقاضا کرنا اور اس کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

٢٤٢٥ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِیْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِی الضُّحٰی، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ کُنْتُ قَیْنًا فِی الْجَاهِلِیَّةِ، وَکَانَ لِیْ عَلَی الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَرَاهِمُ، فَاَتَیْتُهُ اَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ لَا اَقْضِیْکَ حَتّٰی تَکْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَکْفُرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی یُمِیْتَکَ اللّٰهُ ثُمَّ یَبْعَثَکَ. قَالَ فَدَعْنِیْ حَتّٰی اَمُوْتَ، ثُمَّ اُبْعَثَ، فَاُوْتٰی مَالًا وَوَلَدًا ثُمَّ اَقْضِیَکَ. فَنَزَلَتْ ﴿اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا۝﴾ اَلْاٰیَةَ (مریم:٧٧).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں لوہار تھا اور میرے عاص بن وائل پر چند دراہم تھے' میں اس کے پاس ان کا تقاضا کرنے گیا' اس نے کہا: میں تم کو وہ دراہم اس وقت تک نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کفر کرو' میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم کو مارے' پھر زندہ کرے' اس نے کہا: پھر چھوڑ دو حتیٰ کہ میں مر جاؤں' پھر میں زندہ کیا جاؤں' پھر مجھے مال اور اولاد دی جائے گی' پھر میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا' تب یہ آیت نازل ہوئی: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی۝ (مریم:٧٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٢٠٩١ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض کا تقاضا کرنے کا ذکر ہے۔

"کتاب الخصومات" کی تکمیل

"الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین" آج ۴ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ/۱۱' اپریل ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ "کتاب الخصومات" کی تکمیل ہوگئی' اے مالک ارض وسماء! جس طرح آپ نے اس کتاب کو مکمل کرا دیا ہے' صحیح بخاری کی باقی کتب کو بھی مکمل کرا دیں اور اس گناہ گار کی' اس کے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔

سابق "کتاب الاقتراض" اور اس "کتاب الخصومات" میں پچاس احادیث ہیں' جن میں سے چھ تعلیقات ہیں اور ٣٨' احادیث مکرر ہیں اور باقی ١٦' احادیث خالص ہیں اور ان میں صحابہ اور تابعین کے بارہ آثار ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۴۵ - كِتَابٌ فِي اللُّقَطَةِ

راستے میں پڑی ہوئی چیز (لقطہ) کے احکام کا بیان

۱ - بَابٌ إِذَا أَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ

۲۴۲۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ لَقِيتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ أَخَذْتُ صُرَّةً، مِائَةَ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا حَوْلَهَا، فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلَاثًا، فَقَالَ احْفَظْ وِعَاءَهَا، وَعَدَدَهَا، وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا. فَاسْتَمْتَعْتُ فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ . فَقَالَ لَا أَدْرِي ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، أَوْحَوْلًا وَّاحِدًا. [طرف الحدیث:۲۴۳۷] (صحیح مسلم:۱۷۲۳، الرقم المسلسل:۴۳۹۷، سنن ابوداؤد:۱۷۰۲-۱۷۰۱، سنن ترمذی:۱۳۷۴، سنن ابن ماجہ:۲۵۰۶، سنن کبریٰ:۵۸۲۴، صحیح ابن حبان:۴۸۹۱، مسند ابوداؤد والطیالسی:۵۵۲، شرح مشکل الآثار:۴۶۹۸، مسند احمد ج۵ ص۱۲۷-۱۲۶ طبع قدیم، مسند احمد:۲۱۱۶۷-ج۳۵ ص۹۸-۹۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

جب لقطہ کا مالک اس کی صحیح نشانی بتادے تو لقطہ اٹھانے والا اس کو مالک کے سپرد کردے

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی اور مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلمہ، انہوں نے کہا: میں نے سوید بن غفلہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملا، انہوں نے کہا: میں نے سو دینار کی ایک تھیلی اٹھائی، پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال تک اعلان کرو، پس میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، پھر مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اس کو پہچانتا ہو، میں آپ کے پاس پھر آیا، آپ نے فرمایا: اس کا (مزید) ایک سال اعلان کرو، میں نے اس کا پھر ایک سال تک اعلان کیا، پس مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اس کو پہچانتا ہو، میں آپ کے پاس پھر تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا: اس کی تھیلی کو اور اس کے دینار کی تعداد کو اور اس کو بند کرنے کی ڈوری کو ذہن نشین رکھو، پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو، ورنہ تم اس سے خود نفع اٹھاؤ، سو میں نے اس سے نفع اٹھایا۔ شعبہ نے کہا: میری پھر بعد میں سلمہ بن کہیل سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: مجھے یاد نہیں انہوں نے تین سال کہے تھے یا ایک سال کہا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلمہ بن کہیل (۴) سوید بن غفلہ الکوفی' انہوں نے زمانۂ جاہلیت کو پایا تھا' پھر مسلمان ہوئے تھے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور اسّی (۸۰) ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی' ان سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں اس سال مدینہ میں آیا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دفن کر کے ہاتھ جھاڑ چکے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۷۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اس کی تھیلی کو اور اس کے دینار کی تعداد کو اور اس کو بند کرنے کی ڈوری کو یاد رکھو' پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو۔

راستہ میں ملی ہوئی چیز یعنی لقطہ کا آیا تین سال تک اعلان کیا جائے گا یا ایک سال تک؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے راستہ میں گری ہوئی چیز یعنی لقطہ کا تین سال تک اعلان کرنے کا حکم دیا اور ائمہ فتویٰ میں سے کسی نے بھی اس حدیث کے ظاہر کے مطابق فتویٰ نہیں دیا' کیونکہ سوید بن غفلہ کی دوسری بار حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اعلان کرنے کی مدت تین سال ہے یا ایک سال ہے؟ اور ان کے اس شک سے معلوم ہوا کہ تین سال تک اعلان کرنا واجب نہیں ہے۔

اور کسی سے تین سال تک اعلان کرنے کی روایت نہیں ہے سوائے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے' وہ روایت یہ ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا کہ سفیان بن عبداللہ الثقفی کو چمڑے کا ایک تھیلا ملا جس میں بہت عظیم مال تھا' وہ اس مال کو لے کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس کی خبر دی' حضرت عمر نے کہا: یہ مال تمہارا ہے' انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! مجھے اس مال کی ضرورت نہیں ہے اور میرے علاوہ دوسرے لوگ اس مال کے زیادہ محتاج ہیں' حضرت عمر نے کہا: پھر اس کا ایک سال تک اعلان کرو' انہوں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' پھر وہ اس مال کو لے کر آئے' حضرت عمر نے کہا: یہ تمہارا مال ہے' انہوں نے پھر اپنے قول کو دہرایا' حضرت عمر نے کہا: اس کا ایک سال اور اعلان کرو' سو انہوں نے کیا' وہ پھر اس کو لے کر آئے سفیان نے پھر اپنے قول کو دہرایا' پھر حضرت عمر نے کہا: اس کا ایک سال اعلان کرو' انہوں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' وہ اس کو پھر لے کر آئے' حضرت عمر نے کہا: یہ تمہارا مال ہے' سفیان نے پھر پہلے قول کی طرح کہا' حضرت عمر نے کہا: اس کا ایک سال اعلان کرو' پھر جب سفیان نے انکار کیا تو حضرت عمر نے کہا: اس مال کو مسلمانوں کے بیت المال میں رکھ دو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۲۹۸۔ ج ۹ ص ۵۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے دیگر صحابہ کی طرح ایک سال تک اعلان کرنے کی بھی روایت ہے اور وہ مصنف عبدالرزاق: ۱۹۲۹۹ میں ہے' اور جن کی روایت میں ایک سال تک اعلان کا ذکر ہے' اُن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن المسیب اور شعبی ہیں' امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ یہ حدیث' صحیح البخاری: ۲۴۲۷ میں آ رہی ہے' اس میں آپ نے صرف ایک سال تک اعلان کرنے کا حکم دیا ہے۔

راستہ میں پڑی ہوئی چیز (یعنی لقطہ) کے مالک پر اپنی ملکیت کے ثبوت میں آیا گواہ پیش کرنا لازم ہے یا نہیں؟

جب راستہ میں گری ہوئی چیز کا مالک‘ اس چیز کی علامت بتا کر آئے تو آیا اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اس پر گواہ پیش کرے کہ وہ چیز اس کی ہے یا اس پر یہ لازم نہیں ہے؟ امام مالک‘ لیث اور محدثین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب وہ اس چیز کی نشانی بتائے تو اس کو وہ چیز دینا واجب ہے اور اس کو گواہ پیش کرنے کا مکلف نہیں کیا جائے گا‘ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے‘ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص گواہ پیش کیے بغیر اس چیز کو نہیں لے سکتا۔

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک لقطہ کے مالک کا صرف اس کی صفت بیان کرنا کافی ہے‘ اس پر ان کے دلائل

ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: تم اس کی تھیلی کو اور اس کے دینار کی تعداد کو اور اس کو بند کرنے کی ڈوری کو یاد رکھو‘ پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو‘ ورنہ تم خود اس سے نفع اٹھاؤ۔ اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر اس کا مالک آئے اور وہ گواہ پیش کرے تب اس کو دو‘ آپ نے چیز اٹھانے والے کو صرف اس مال کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو یاد رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ اس کو منضبط رکھے اور جب اس کا مالک آئے اور اس کی علامت بتا دے تو اس کی چیز اس کو دے دے‘ اور اگر اس چیز کی علامتیں بتانے پر اس چیز کو دینا واجب نہ ہوتا تو پھر اس چیز کی علامتیں یاد رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا اور اگر اس چیز کے مالک پر گواہ پیش کرنے کو لازم کیا جاتا تو اس کے لیے مشکل ہوتا کیونکہ اس کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ چیز اس سے کب گری ہے؟ تاکہ وہ اس پر اس وجہ سے گواہ قائم کرتا۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک مالک پر لازم ہے کہ وہ لقطہ پر اپنی ملکیت پر گواہ پیش کرے‘ اس پر ان کے دلائل

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: مدعی پر گواہ (پیش کرنا ہے) اور مدعیٰ علیہ پر قسم (کھانا ہے)۔

(سنن ترمذی: ۱۳۴۱‘ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۷۹۔ ج ۱۰ ص ۲۵۲‘ مشکوٰۃ: ۳۷۶۹‘ سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۵۷)

اور اس گری ہوئی چیز کا مالک مدعی ہے‘ پس وہ بغیر گواہ کے اس چیز کا مستحق نہیں ہوگا۔

ان کی دلیل کا امام مالک اور امام احمد کی طرف سے جواب

امام مالک اور امام احمد کی طرف سے اس حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ مدعی پر گواہ پیش کرنا اس وقت لازم ہے جب مدعی اس چیز پر دعویٰ کرتا ہو اور مدعیٰ علیہ اس چیز پر خود دعویٰ کرتا ہو اور جو اس چیز کو اٹھانے والا ہے‘ وہ اس چیز پر اپنی ملکیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔

مالک کو وہ چیز دینے کے بعد اگر کسی اور نے ملکیت ثابت کر دی تو اس صورت کا حکم اور اس میں مذاہب

جب اس چیز کے مالک نے اس چیز کی صفات اور علامتیں بیان کر دیں اور اس چیز کے اٹھانے والے نے وہ چیز اس کے سپرد کر دی‘ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے اس پر گواہ پیش کر دیئے کہ وہ چیز اس کی ہے تو ابن القاسم نے کہا: وہ چیز اٹھانے والا کسی چیز کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ اس کے اوپر جو واجب تھا وہ اس نے کر دیا اور وہ اس چیز کا امین تھا اور امین پر ضمان نہیں ہوتی اور اگر ایک شخص نے اس چیز کی علامتیں بیان کیں اور دوسرے شخص نے اس پر گواہ پیش کر دیئے کہ وہ اس کی چیز ہے تو وہ چیز ان دونوں کے درمیان تقسیم

کر دی جائے گی جیسا اس وقت کیا جاتا ہے جب ایک چیز کے دو دعویٰ دار ہوں اور دونوں نے گواہ پیش کر دیئے ہوں۔

اور اشہب نے کہا ہے کہ جب دوسرا شخص اس چیز کی ملکیت پر گواہ پیش کرے تو جس نے اس چیز کی علامت بیان کی ہے' اس کے مقابلہ میں اس کو وہ چیز دی جائے گی جس نے اس کی ملکیت پر گواہ پیش کیے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب دوسرے شخص نے گواہ پیش کر دیئے تو چیز اٹھانے والے پر ضمان لازم آئے گی اور ابن القاسم کا قول اولیٰ ہے کیونکہ چیز اٹھانے والا امین ہے اور امین پر ضمانت لازم نہیں آتی اور امام مالک اور ان کے اصحاب کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب دوسرا شخص بھی علامت بیان کر رہا ہو اور اس کے پاس گواہ نہ ہو تو اسے کچھ نہیں ملے گا۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٥١۔ ٤٥٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

مالک کو لقطہ دینے کے بعد جب کسی اور نے ملکیت ثابت کر دی تو اس لقطہ کی ضمان کس پر آئے گی؟ اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب مالک راستہ میں پڑی ہوئی چیز کی ملکیت پر گواہ قائم کر دے اور چیز اٹھانے والا وہ چیز اس شخص کو دے چکا ہو جس نے اس کی علامت بیان کی تھی تو آیا اس پر ضمان آئے گی یا نہیں؟ امام شافعی کہتے ہیں کہ اس پر ضمان آئے گی کیونکہ اس نے مالک کے غیر کو وہ چیز دی ہے اور امام مالک کہتے ہیں کہ اس پر ضمان نہیں آئے گی کیونکہ اس نے شارع علیہ السلام کے مطابق وہ چیز علامت بیان کرنے والے کو دے دی ہے' اور ہمارے اصحاب احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے علامت بیان کرنے والے کو وہ چیز دے دی' پھر کسی دوسرے شخص نے آ کر گواہ پیش کر دیئے کہ وہ اس کی چیز ہے تو اگر وہ چیز بعینہ موجود ہے تو اس نے جس کو وہ چیز دی ہے' اس سے واپس لے کر اس کے مالک کو دے دے' جس نے اپنی ملکیت پر گواہ قائم کیے ہیں اور اگر وہ چیز ہلاک ہو گئی ہے تو اس کا مالک چیز اٹھانے والے اور جس کو وہ چیز دی گئی ہے' ان میں سے جس کو چاہے ضامن بنا دے' اور اگر چیز اٹھانے والا ضامن ہوا ہے تو وہ اس چیز کی قیمت اس سے وصول کر لے جس کو چیز دی ہے' اور چیز لینے والا کسی سے رجوع نہیں کرے گا اور جب چیز اٹھانے والے کے پاس کوئی شخص آ کر اس کی علامت بتائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو چیز دیتے وقت کسی کو کفیل بنا لے کہ اگر وہ چیز کسی اور کی ثابت ہو گئی تو وہ اس سے اس چیز کو واپس لے کر دے گا۔

اعلان کی مدت گزرنے کے بعد لقطہ کو اٹھانے والا اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے' خواہ وہ غنی ہو یا فقیر۔ اس میں مذاہب فقہاء

جب اس چیز کا مالک نہیں آیا تو اس کا اٹھانے والا اس چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اس حدیث کے ظاہر سے فقہاء کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جب چیز اٹھانے والے نے ایک سال تک اعلان کر دیا تو اس کے بعد وہ اس چیز سے استفادہ کر سکتا ہے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر' حضرت علی نے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما نے اس چیز کو لیا تھا حالانکہ وہ خوش حال صحابہ میں سے تھے' امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر چیز اٹھانے والا خوش حال ہے تو اس کے لیے اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے اور اگر وہ فقیر ہے تو اس کے لیے اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور اس چیز کو غنی پر صدقہ نہ کرے' اور اس کو کسی فقیر پر صدقہ کرے خواہ وہ اجنبی ہو یا اس کا رشتہ دار ہو' اسی طرح اگر اس کے ماں باپ' اس کی بیوی یا اس کی اولاد فقیر ہو تو وہ ان پر بھی صدقہ کر سکتا ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ظاہر حدیث تمہارے خلاف حجت ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اس سے فائدہ اٹھاؤ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص واقعہ ہے اور اس میں عموم نہیں ہے' ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے فقر

کا علم ہو یا وہ غنی ہوں لیکن ان پر قرضے ہوں' اور اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ اس وقت غنی تھے اور ان پر قرضے بھی نہیں تھے' تو ہمارے نزدیک امام اور سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی غنی کو بھی اس چیز سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم ہو کہ وہ چیز کسی کافر حربی کی ملکیت ہے' سو غنی کے لیے بھی اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

لقطہ اٹھاتے وقت آیا کسی کو گواہ بنانا ضروری ہے یا نہیں؟ اس میں مذاہب فقہاء

اگر سال پورا ہونے سے پہلے وہ چیز ضائع ہو جائے تو اس میں اختلاف ہے کہ اس چیز کو اٹھانے والا آیا ضامن ہوگا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اگر اس نے چیز کو اٹھاتے وقت کسی کو گواہ بنا لیا تھا کہ اس نے یہ چیز اس لیے اٹھائی ہے کہ وہ یہ چیز اس کے مالک کو واپس کر دے گا تو پھر وہ ضامن نہیں ہوگا ورنہ وہ ضامن ہوگا' گواہ بنانے پر امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو راستہ میں پڑی ہوئی کوئی چیز ملی تو وہ اس پر کسی نیک آدمی کو یا چند نیک آدمیوں کو گواہ بنا لے' اس چیز کو چھپائے نہ غائب کرے' اگر اس کا مالک آ جائے تو وہ چیز اس کو واپس کر دے ورنہ وہ اللہ عزوجل کا مال ہے' وہ جس کو چاہے عطا فرما دے۔ (سنن ابوداؤد: ٢٥٠٥' سنن ابن ماجہ: ١٧٠٩)

امام ابویوسف سے یہ روایت ہے کہ گواہ بنانا لازم نہیں ہے' جس طرح وہ مالک کی اجازت سے اس چیز کو لے سکتا ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مؤقف ہے' اور اگر اس نے چیز اٹھاتے وقت کسی کو گواہ نہیں بنایا اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اس چیز کو اس لیے اٹھایا ہے تاکہ وہ چیز اس کے مالک کو واپس کر دے اور اس چیز کے مالک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے لیے اس چیز کو اٹھایا تھا تو اس چیز کے مالک کے قول کا اعتبار ہوگا اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک چیز اٹھانے والا اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور امام ابویوسف کے نزدیک چیز اٹھانے والے کا قول معتبر ہوگا اور اگر اس موقع پر کسی کو گواہ بنانا ممکن نہ ہو' بایں طور کہ وہاں پر کوئی نہ ہو یا اٹھانے والے کو ظالموں سے خطرہ ہو تو پھر اجماع ہے کہ اس صورت میں کوئی ضامن نہیں ہوگا۔

اگر ایک سال گزرنے کے بعد وہ چیز بغیر تفریط کے ضائع ہو جائے تو جمہور کے نزدیک اس پر کوئی ضمان نہیں ہے' اور علامہ ابن التین نے فقہاء شافعیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر اس چیز کو رکھنے والے نے اس چیز کی ملکیت کی نیت کی تھی اور پھر ایک سال کے بعد اس کی تفریط یا تقصیر کے بغیر وہ چیز ضائع ہو گئی تو پھر وہ ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣٧٦۔ ٣٧٤ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

لقطہ سے متعلق شرح صحیح مسلم میں مذکور سترہ مباحث

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٣٩٢۔ ج ۵ ص ٢١٤ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(١) لقطہ کا معنی (٢) لقطہ کے حکم میں مذاہب فقہاء (٣) لقطہ کو اٹھانے میں فقہاء احناف کا مؤقف (٤) لقطہ کی اقسام اور ان کے احکام (۵) لقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار (٦) لقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء (٧) آج کل کے دور میں لقطہ کے اعلان کا طریقہ کار (٨) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (٩) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (١٠) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (١١) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ (١٢) امام شافعی کے دلائل کے جوابات (١٣) لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں احادیث (١٤) لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں آثار صحابہ و تابعین (١٥) حضرت ابی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف کے جوابات کی تفصیل اور تنقیح (١٦) اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناراض ہونے کی وجہ ⑰ حجاج کے لقطہ اٹھانے میں مذاہب فقہاء اور ممانعت کی حکمت۔ یہ مباحث شرح صحیح مسلم میں ج ۵ ص ۸ ۲۳ ـ ۲۱۷ پر مذکور ہیں۔

٢ - بَابُ ضَالَّةِ الْإِبِلِ گم شدہ اونٹ کا حکم

اس باب کے عنوان میں اونٹ کا ذکر ہے اور اس سے مراد ہر وہ بڑا چوپایا ہے جو خود اپنی حفاظت کر سکے اور پانی اور گھاس وغیرہ کی تلاش میں از خود جا سکے، جیسے اونٹ اور بیل وغیرہ۔

٢٤٢٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ رَبِيعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَآءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ، فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ احْفَظْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَآءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ ضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ربیعہ، انہوں نے کہا: مجھے یزید نے حدیث بیان کی جو المنبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں از حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی نے راستہ میں گری ہوئی چیز (لقطہ) کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: تم اس کا ایک سال تک اعلان کرو، پھر اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کر لو، پھر اگر کوئی تمہارے پاس آ کر اس لقطہ اور اس کے اوصاف کی خبر دے تو وہ اس کو دے دو اور اگر ایک سال اعلان کے بعد بھی تمہارے پاس کوئی شخص نہ آئے تو تم اس کو خرچ کرنے کے متعلق شرعی حکم معلوم کرو، اس اعرابی نے کہا: یارسول اللہ! پھر گم شدہ بکری (کا کیا حکم ہے)؟ آپ نے فرمایا: اس کو تم لے جاؤ گے یا تمہارا بھائی لے جائے گا یا بھیڑیا لے جائے گا، اس اعرابی نے کہا: اور گم شدہ اونٹ؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا، آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹ کے متعلق کیا تشویش ہے، اس کے ساتھ اس کے کھر ہیں، جن سے وہ چلے گا اور اس کے پانی کا مشکیزہ ہے، وہ پانی پر جائے گا اور درخت کے پتے کھائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گم شدہ اونٹ کا ذکر ہے۔

٣ - بَابُ ضَالَّةِ الْغَنَمِ گم شدہ بکری کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو راستہ میں گم شدہ بکری مل جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

٢٤٢٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ أَنَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان

سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَزَعَمَ اَنَّهُ قَالَ اِعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً. يَقُوْلُ يَزِيْدُ اِنْ لَمْ تُعْرَفِ اسْتَنْفَقَ بِهَا صَاحِبُهَا، وَكَانَتْ وَدِيْعَةً عِنْدَهُ. قَالَ يَحْيٰى فَهٰذَا الَّذِيْ لَا اَدْرِيْ اَفِيْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ اَمْ شَيْءٌ مِنْ عِنْدِهِ. ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تَرٰى فِيْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْهَا، فَاِنَّمَا هِيَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ يَزِيْدُ وَهِيَ تُعَرَّفُ اَيْضًا. ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تَرٰى فِيْ ضَالَّةِ الْاِبِلِ؟ قَالَ فَقَالَ دَعْهَا فَاِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَجِدَهَا رَبُّهَا.

کی از یحییٰ از یزید جو منبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے لقطہ (راستہ میں گری ہوئی چیز) کے متعلق سوال کیا گیا' ان کا زعم ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کی تھیلی کو اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کرلو' پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو' زید نے کہا: اگر اس کا مالک نہ ملے تو لقطہ والا اس کو خرچ کرے اور وہ اس کے پاس امانت ہے۔ یحییٰ نے کہا: یہ وہ جملہ ہے جس کے متعلق میں نہیں جانتا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے یا اس کو راوی نے اپنی طرف سے کہا ہے' پھر سائل نے کہا: گم شدہ بکری کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس کو پکڑ لو' پس وہ تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیے کی' یزید نے کہا: اس کا بھی اعلان کیا جائے گا' پھر سائل نے پوچھا: گم شدہ اونٹ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑو' اس کے ساتھ اس کے کُھر ہیں اور اس کے پانی کا مشکیزہ ہے' وہ پانی پر جائے گا اور درختوں کے پتے کھاتا رہے گا' حتیٰ کہ وہ اپنے مالک کو مل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٩١ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابٌ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَجَدَهَا

اگر ایک سال کے بعد لقطہ کا مالک نہ ملے تو جس کو وہ لقطہ ملے گا وہی اس کا مالک ہو جائے گا

٢٤٢٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ اِعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَاِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا، وَاِلَّا فَشَاْنُكَ بِهَا. قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ هِيَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ فَضَالَّةُ الْاِبِلِ؟ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید جو المنبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں از حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے لقطہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کرلو' پھر اس کا ایک سال تک اعلان کرو' پس اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو' ورنہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ' اس نے پوچھا: اور گم شدہ بکری؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیے کی' اس نے پوچھا: اور گم شدہ اونٹ؟ آپ نے فرمایا: تمہیں اس کی کیوں

تشویش ہے؟ اس کے ساتھ اس کے پانی کا مشکیزہ ہے اور اس کے کُھر ہیں، وہ پانی پر جائے گا اور درخت کے پتے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو مل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابٌ اِذَا وَجَدَ خَشَبَةً فِي الْبَحْرِ اَوْ سَوْطًا اَوْ نَحْوَهٗ

جب کسی شخص کو سمندر میں لکڑی یا چابک یا کوئی اور چیز ملے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس سے پہلے خشکی میں گم شدہ چیزوں کے احکام کے متعلق احادیث روایت کی تھیں' اب امام بخاری سمندر میں ملنے والی چیزوں کے احکام کے متعلق احادیث روایت کر رہے ہیں' امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ جب کسی شخص کو سمندر میں کوئی چیز ملے تو آیا وہ اس چیز کو پکڑ لے' یا چھوڑ دے اور اگر اس نے اس چیز کو پکڑ لیا ہے تو آیا وہ اس کا مالک ہے یا اس کا حکم لقطہ کی طرح ہے؟

سمندر یا خشکی سے ملنے والی کم قیمت یا بے قیمت چیز کو اٹھا کر اس سے فائدہ حاصل کرنے کا جواز

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک سے روایت ہے کہ اگر سمندر سے لکڑی ملے تو اس کا چھوڑ دینا افضل ہے' فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر وہ معمولی چیز ہو تو اس کو لے کر اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اور اس کے اعلان کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور عطاء' نخعی اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک درہم سے کم کی چیز سے نفع حاصل کرنا جائز ہے' اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ چابک' رسّی اور اس جیسی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتے تھے' اور عطاء نے کہا کہ جب مسافر چابک' مشک اور جوتے اُٹھا کر نفع حاصل کرے تو جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اس اسرائیلی نے اپنے گھر والوں کے لیے لکڑی لی اور اس نے وہ لکڑی اعلان کرنے کے لیے نہیں لی تھی اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کو یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا۔

میں کہتا ہوں: جوتوں سے مراد اس دور کے جوتے ہیں جو ایک درہم سے کم مالیت کے ہوتے تھے اور اب 2008ء میں ایک درہم نوے روپے کا ہے۔

اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ اگر لقطہ اس قسم کا ہو جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ اس کا مالک اس کو طلب نہیں کرے گا جیسے کھجور کی گٹھلی اور انار کے چھلکے تو ان کو راستہ سے اٹھانا مباح ہے اور بغیر اعلان کیے ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے' اور ابن رشد نے کہا ہے کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ سے گزرے اور اس میں ایک کھجور پڑی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہو گی تو میں اسے اٹھا کر کھالیتا۔ (صحیح البخاری:۲۰۵۵' صحیح مسلم:۱۰۷۱' الرقم المسلسل:۲۳۶۸) اور آپ نے اس میں اعلان کرنے کا ذکر نہیں کیا اور یہ چابک اور لاٹھی کی مثل ہے اور اگر کسی شخص نے کسی مردہ بکری کی کھال اتار لی تو وہ اسی کی ہے اور اس کا مالک اس سے وہ کھال لے سکتا ہے' اسی طرح مردہ بکری کے اُون کا بھی یہی حکم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۸۳۔ ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۴۳۰ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ' وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا اور اس کے بیان میں فرمایا: وہ شخص اس کشتی کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا جو اس کا مال لے کر

فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا هُوَ بِالْخَشَبَةِ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ.

آئی ہو تو اس نے ایک لکڑی دیکھی' اس نے اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے ایندھن کے لیے اٹھالیا' جب اس لکڑی کو چیرا تو اس میں سے مال اور ایک رقعہ نکلا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٩٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری کا اس حدیث کو یہاں روایت کرنے سے مقصد یہ ہے کہ سمندر سے کوئی لکڑی ملے تو اس کو اٹھا کر اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ اس اسرائیلی نے اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے ایندھن کے طور پر لیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مذمت نہیں کی' اس سے اس کا جواز معلوم ہوا' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو راستہ میں پڑے ہوئے چابک' لاٹھی' رسّی اور اس جیسی چیزیں اٹھا کر ان سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دی۔ (سنن ابوداؤد: ١٧١٧)

٦ - بَابُ إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ جب کسی شخص کو راستہ میں پڑی ہوئی کھجور ملی

اس عنوان میں کھجور کا لفظ قید احترازی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کم قیمت یا بے قیمت ہو' سو اس کو اٹھانے والا اس کو اپنے صرف میں لا سکتا ہے اور اس پر اس کا اعلان کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے۔

٢٤٣١ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ، قَالَ لَوْ لَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از طلحہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ میں پڑی ہوئی ایک کھجور کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی کھجور ہوگی تو میں اس کو اٹھا کر کھالیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٥٥ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ راستہ میں پڑی ہوئی کھانے پینے کی کم قیمت یا بے قیمت چیزوں کو اٹھا کر کھانا جائز ہے اور ان کا اعلان کرنا لازم نہیں ہے۔

٢٤٣٢ - **وَقَالَ** يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ. وَقَالَ زَائِدَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي، فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي، فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيهَا.

اور یحییٰ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی اور زائدہ نے کہا از منصور از طلحہ' انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی اور ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میں اپنے گھر واپس جاتا ہوں تو میں اپنے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں' میں اس کو کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں' پھر مجھے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ یہ کھجور صدقہ کی ہوگی' پھر میں اس کو گرا دیتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٢٠٥٥ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے تا کہ

معلوم ہو کہ مشتبہ چیزوں سے بچنا چاہیے۔

٧ - بَابٌ كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ اَهْلِ مَكَّةَ — اہل مکہ کے لقطہ کا کس طرح اعلان کیا جائے

امام بخاری نے یہ باب ان لوگوں کا رڈ کرنے کے لیے قائم کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ اہل حرم کا لقطہ نہ اٹھایا جائے' ان لوگوں کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عبدالرحمان بن عثمان التیمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجاج کے لقطہ کو اٹھانے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ١٧٢٤' الرقم المسلسل: ٤٤٠٠' سنن ابوداؤد: ١٧١٩)

جمہور نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برائے ملکیت حجاج کا لقطہ اٹھانے سے منع فرمایا اور برائے حفاظت ان کا لقطہ اٹھانے سے منع نہیں فرمایا۔

وَقَالَ طَاوُسٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهَا اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

اور طاؤس نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اہل حرم کے لقطہ کو وہی شخص اٹھائے' جو اس کا اعلان کرے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث صحیح البخاری کی کتاب الحج' باب: ٧ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا اِلَّا مُعَرِّفٍ.

اور خالد نے کہا از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: مکہ کا لقطہ اٹھانا صرف اس شخص کے لیے جائز ہے جو اعلان کرنے والا ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' کتاب الحج' باب: ٢٨ میں گزر چکی ہے۔

٢٤٣٣ - **وَقَالَ** اَحْمَدُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُعْضَدُ عِضَاهُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا. فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِلَّا الْاِذْخِرَ، فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ.

اور احمد بن سعد نے کہا کہ ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مکہ کے کانٹوں والے درختوں کو نہیں کاٹا جائے گا اور اس کے شکار کو متنفر نہیں کیا جائے گا اور وہاں کا لقطہ اٹھانا صرف اُسی شخص کے لیے حلال ہے جو اس کا اعلان کرنے والا ہو' اور اس کی خشک گھاس کو بھی کاٹا نہیں جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یارسول اللہ! اذخر گھاس کو مستثنیٰ کر دیجیے' آپ نے فرمایا: سوا اذخر کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٤٩ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اعلان کرنے والے کے لیے اہل حرم کے لقطہ اٹھانے کا بھی ذکر ہے۔

٢٤٣٤ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث

يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، قَامَ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ، فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِيْ، وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِيْ، فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ. وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُّفْدٰى وَإِمَّا أَنْ يُّقِيْدَ. فَقَالَ الْعَبَّاسُ إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخِرَ. فَقَامَ أَبُوْ شَاهٍ، رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، فَقَالَ اُكْتُبُوْا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبُوْا لِأَبِيْ شَاهٍ. قُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ مَا قَوْلُهُ اُكْتُبُوْا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِيْ سَمِعَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مکہ فتح کر دیا تو آپ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا تھا اور مکہ کے اوپر اپنے رسول کو اور مؤمنوں کو مسلط کر دیا پس مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ (میں جنگ کرنا) حلال نہیں تھا اور بے شک وہ میرے لیے صرف دن کے ایک گھنٹہ کے لیے حلال کیا گیا اور بے شک وہ میرے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا پس مکہ کے شکار کو متنفر نہ کیا جائے اور نہ اس کے کانٹوں والے درختوں کو کاٹا جائے اور نہ اس کے راستہ میں پڑی ہوئی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا اٹھایا جائے اور جس کا کوئی مقتول اس میں قتل کیا گیا اس کو دو چیزوں میں ایک کا اختیار ہے یا تو وہ دیت قبول کر لے یا قصاص لے لے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اذخر (خشک گھاس) کا استثنیٰ کر دیجئے کیونکہ ہم اس کو اپنی قبروں میں اور گھروں (کی چھتوں) میں رکھتے ہیں پس یمن کے ایک شخص ابوشاہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ (خطبہ) میرے لیے لکھ دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔ میں نے اوزاعی سے کہا: ابوشاہ نے جو کہا تھا: یارسول اللہ! اس کو میرے لیے لکھ دیں اس کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے بتایا: اس سے مراد وہ خطبہ ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۲ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اعلان کرنے والا اہل حرم کا لقطہ اٹھا سکتا ہے۔

٨ - بَابٌ لَا تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنٍ

کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے

اس عنوان میں جو جانور کا ذکر ہے اس سے مراد اونٹنی گائے بھینس اور بکری ہے۔

٢٤٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ، اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تُؤْتٰى مَشْرَبَتُهٗ، فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ، فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ؟ فَاِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيْهِمْ اَطْعِمَاتِهِمْ، فَلَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِهٖ.

(صحیح مسلم: ۱۷۲۶، الرقم المسلسل: ۴۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۶۲۳)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے، کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص اس کے گودام میں جا کر اس کا ذخیرہ کھولے اور اس میں سے طعام نکال کرلے جائے؟ پس ان کے مویشیوں کے تھنوں میں ان کا طعام محفوظ ہوتا ہے، لہٰذا کوئی شخص کسی دوسرے کے مویشی کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کوئی شخص کسی دوسرے کے مویشی کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔

لوگوں کا طعام بلا اجازت کھانے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے مویشیوں سے دودھ دوہنے کی اجازت لینی ضروری ہے اور ذمیوں سے دودھ دوہنے کی اجازت لینی ضروری نہیں ہے، کیونکہ صحابہ اہل ذمہ پر یہ شرط عائد کرتے تھے کہ وہ مسلمانوں کی دعوت کریں گے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جو مسافر کسی ذمی کے پاس ٹھہرے، وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز نہ لے، ان پر یہ اعتراض کیا گیا کہ پھر اہل ذمہ پر مسلمانوں کی دعوت کو جو لازم کیا گیا ہے، اس کا کیا حل ہوگا؟ تو انہوں نے کہا: یہ حکم پہلے تھا جب ان پر سختی تھی، اب یہ حکم نہیں ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مویشی والوں سے اجازت لینے کا حکم اب منسوخ ہو چکا ہے، یہ حکم زکوٰۃ کے فرض ہونے سے پہلے تھا، انہوں نے کہا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی ضیافت کرنا واجب تھی، پھر زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا، امام طحاوی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

مالک کی اجازت کے بغیر اس کا مال کھانے کی ممانعت میں احادیث

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی خوشی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

ابی حرہ الرقاشی اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان مرد کا مال اس کی خوشی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۰۰۔ ج ۸ ص ۱۸۲، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۶، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷۲، کنز العمال: ۳۹۷)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حج میں فرمایا: بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ۶۷، صحیح مسلم: ۱۲۱۸، سنن ابوداؤد: ۱۹۰۵، سنن ترمذی: ۸۶۳، سنن نسائی: ۲۸۰۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۴، مسند احمد ج ۵ ص ۷۳)

صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث (۲۴۳۵) میں خصوصاً دودھ کو بغیر اجازت کے دوہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ لوگ دودھ کے معاملہ میں بہت بے پرواہی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا دودھ بغیر اجازت کے دوہ لیتے ہیں ورنہ دودھ ہو یا کھجور، کسی چیز کو بھی بغیر

اجازت کے لینا جائز نہیں ہے۔

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ کسی جانور کا دودھ دوہنا یا کسی کی کھجور لینا' اس کی خوشی کے بغیر جائز نہیں ہے۔

لوگوں کے طعام کو بلا اجازت کھانے کے متعلق احادیث

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کسی کے جانور سے دودھ دوہنا جائز ہے' خواہ اس کے مالک کا حال معلوم نہ ہو' کیونکہ شارع علیہ السلام نے ہم کو یہ حق عطا کر دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کے مویشیوں کے پاس جائے' اگر ان کا مالک موجود ہو تو وہ اس سے اجازت طلب کرے' اگر وہ اجازت دے دے تو ان کا دودھ دوہ کر پی لے' اگر وہاں ان کا مالک موجود نہ ہو تو تین مرتبہ آواز دے' اگر کوئی اس کو جواب دے تو اس سے اجازت طلب کرے' ورنہ دودھ دوہ کر پی لے اور لے کر نہ جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۶۱۹' سنن ترمذی: ۱۲۹۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی چرواہے کے پاس جاؤ تو اس کو تین بار آواز دو' اگر وہ تم کو جواب دے تو فبہا' ورنہ تم دودھ فاسد کیے بغیر پی لو اور جب تم کسی باغ میں جاؤ تو باغ والے کو تین بار آواز دو' اگر وہ تم کو جواب دے تو فبہا' ورنہ باغ میں خرابی کیے بغیر کھا لو۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۰۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی باغ کے پاس سے گزرے تو اس سے (پھل توڑ کر) کھا لے اور اٹھا کر نہ لے جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۰۱' سنن ترمذی: ۱۲۹۱)

ان فقہاء نے ہجرت کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوبکر نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا' ایک بکریوں کا چرواہا اس چٹان کی طرف آ رہا تھا اور اس کا بھی وہی ارادہ تھا جو ہمارا ارادہ تھا' یعنی اس چٹان کا سایا حاصل کرنا' میں نے اس سے پوچھا: اے لڑکے! تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟ اس نے کہا: اہل مدینہ کے ایک آدمی کے لیے' میں نے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: کیا تم ہمارے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر اس نے ایک بکری پکڑی' میں نے کہا: میں اس کے تھنوں کو گرد وغبار سے صاف کر لوں' پھر اس نے اپنے ایک برتن میں میرے لیے دودھ دوہا اور میرے پاس ایک برتن تھا جس میں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پینے کے لیے اور وضوء کے لیے پانی رکھتا تھا' میں اس برتن میں آپ کے لیے دودھ لے گیا۔ (الحدیث) (صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۴۱۵)

لوگوں کے طعام کو بلا اجازت کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

جمہور علماء اور شہروں کے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے دوسرے شخص کے باغ سے کھانا جائز ہے اور نہ دوسرے شخص کے جانوروں سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دودھ دوہنا جائز ہے' سوا اس صورت کے کہ وہ شخص بھوک سے جان بلب ہو تو اس صورت میں اس کے لیے اتنی مقدار میں پھل کھانا یا دودھ پینا جائز ہے' جس سے اس کی بھوک مٹ جائے اور اس کی جان بچ جائے' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔

جن احادیث سے مسلمانوں کا طعام بلا اجازت کھانے کا جواز معلوم ہوتا ہے' ان احادیث کے محامل

جن احادیث سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کے مویشیوں سے دودھ دوہ کر پینا جائز ہے' اسی طرح اس کے باغ سے پھل توڑ کر کھانا جائز ہے' ان احادیث کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ معروف قاعدہ یہ ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور اس قاعدہ کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

(۲) جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر اس کے جانوروں کو دودھ دوہ کر پینے سے منع فرمایا ہے' وہ سند کے لحاظ سے زیادہ قوی احادیث ہیں کیونکہ وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث ہیں اور جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر اس کے جانوروں کا دودھ پینے اور اس کے باغ کے پھل کھانے کی اجازت دی گئی ہے' وہ سنن ابوداؤد' سنن ترمذی' سنن ابن ماجہ اور مسند احمد کی احادیث ہیں اور صحیحین کی احادیث سنن کی احادیث سے زیادہ قوی ہیں۔

(۳) جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر کھانے پینے کی اجازت دی گئی ہے' وہ مُبیح احادیث ہیں اور جن احادیث میں ممانعت ہے' وہ محرم احادیث ہیں اور جب مُبیح اور محرم میں تعارض ہو تو مُحرم کو مُبیح پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴) جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر کھانے پینے کی اجازت ہے' وہ اس صورت پر محمول ہے جب کھانے پینے والے کو معلوم ہو کہ ان چیزوں کا مالک اس کے مال سے کھانے پینے سے خوش ہوتا ہے' اور یہ اس کی معروف اور مشہور عادت ہو۔

(۵) یہ احادیث ابتداء اسلام پر محمول ہیں' کیونکہ ابتداء اسلام میں لوگوں پر مسافروں کی ضیافت کرنا واجب تھا' امام طحاوی نے لکھا ہے کہ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا۔

(٦) یہ احادیث اس صورت پر محمول ہیں جب کھانے پینے والا بھوک اور پیاس سے جان بلب ہو' اس حالت میں اس کے لیے بغیر اجازت بھی اتنی مقدار میں کھانا اور پینا جائز ہے' جس سے اس کی بھوک اور پیاس مٹ جائے اور اس کی جان بچ جائے۔

(۷) حضرت ابوبکر نے چرواہے سے لے کر رسول اللہ ﷺ کو جو دودھ پلایا تھا جیسا کہ حدیثِ ہجرت میں ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ وہ چرواہا حضرت ابوبکر کو پہچانتا تھا اور اس کے مالک نے اس کو اجازت دی تھی کہ تم راستہ میں سے گزرنے والوں کو ان بکریوں کا دودھ پلا دیا کرو یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہچان لیا تھا کہ اس کے مالک نے ان بکریوں کا دودھ پلانا مباح کر دیا ہے' یا حضرت ابوبکر نے اس سے دودھ اس لیے لیا تھا کہ یہ حربی کا مال ہے اور حربی کے مال کی کوئی امان نہیں ہوتی۔

میرے نزدیک یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ حالت حرب میں حربی کے مال کی کوئی امان نہیں ہوتی اور عام حالات میں ذمی کا مال بھی شرعاً اسی طرح محفوظ ہے' جس طرح مسلمانوں کا مال محفوظ ہے' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حالت جنگ اور حالت امن میں فرق کیا ہے' حالت جنگ میں اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر کو قتل کر دے تو اس پر قصاص نہیں ہے اور اگر حالت امن میں کوئی مسلمان کسی کافر ذمی کو قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا' اسی طرح ان کے اموال کا حکم ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۸) ابن ابی صفرہ نے کہا ہے کہ حدیثِ ہجرت کشادگی کے زمانہ پر محمول ہے اور ممانعت کی احادیث تنگی کے زمانہ پر محمول ہیں۔

میرے نزدیک یہ جواب بھی درست نہیں ہے' بلکہ جس زمانہ میں آپ نے ہجرت کی تھی' وہ زمانہ مسلمانوں پر تنگی کا تھا' اس کے بعد کثرتِ فتوحات اور مالِ غنیمت اور مالِ فئے کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں پر کشادگی آ گئی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۹) علامہ داؤدی نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور رسول اللہ ﷺ نے مالک کی اجازت کے بغیر وہ دودھ اس لیے پیا تھا کہ وہ دونوں مسافر تھے' اور مسافر اگر ضرورت مند ہو تو وہ کسی کا طعام بلا اجازت کھا سکتا ہے۔

باب مذکور کی حدیث کے قرآن مجید سے صریح تعارض اور اس کے جواب میں مصنف کا تفرد

علامہ بدرالدین عینی' حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن بطال نے باب مذکور کی حدیث کا حدیثِ ہجرت سے تعارض بیان کیا

ہے اور اپنی اپنی تحقیق کے مطابق اس تعارض کے جوابات ذکر کیے ہیں' لیکن میں نے دیکھا کہ یہ حدیث قرآن مجید کی ایک آیت سے متعارض ہے اور کسی نے اس کا شافی اور کافی جواب نہیں دیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی توفیق سے پہلے اس حدیث کا قرآن مجید سے تعارض بیان کیا اور پھر انوارِ فیوضاتِ الٰہیہ سے اس کا جواب لکھا۔

اس تعارض کی تقریر اس طرح ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا. (النور:٦١)

اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ' یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے قبضے میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے' اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ اپنے دوست کے گھر سے کھانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے خواہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

اب اس پر یہ اعتراض ہے کہ دوست کے گھر سے بغیر اجازت کے کھانے کی قرآن مجید نے اجازت دی ہے اور اس حدیث میں مویشیوں کا دودھ دوہنے کے لیے اجازت کو ضروری قرار دیا ہے اور بہ ظاہر تعارض ہے' اس کی مزید وضاحت ان آثار سے ہوتی ہے:

حسن اور قتادہ کی یہ رائے تھی کہ ایک شخص اپنے دوست کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکتا ہے اور اس کی عمدہ اور لذیذ چیزوں کو کھا سکتا ہے' خواہ اس کا دوست گھر میں موجود نہ ہو لیکن اس کو وہاں سے چیزیں اٹھا کر لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

قتادہ' ضحاک اور ابن جریج نے کہا: یہ آیت بنولیث بن عمرو کے متعلق نازل ہوئی ہے جو بنوکنانہ کے قبیلہ کا تھا' ان میں سے ایک شخص تنہا کھانا نہیں کھاتا تھا حتیٰ کہ کوئی مہمان بھی اس کے ساتھ کھانا کھائے۔

عکرمہ اور ابوصالح نے کہا: یہ آیت انصار کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا تو وہ اس مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے تو ان کو اجازت دی گئی کہ وہ جس طرح چاہیں کھالیں' تنہا یا کسی کے ساتھ مل کر۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ١٤٨٨٨' معالم التنزیل ج ٣ ص ٤٣٢-٤٣١' الدر المنثور ج ٦ ص ٢٠٧-٢٠٦)

میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں اور امام بخاری کی اس روایت میں صریح تعارض ہے کیونکہ آیت کا مفاد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے دوست کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کھا سکتا ہے' اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی مثلاً اونٹنی یا بکری کی اس کی اجازت کے بغیر دودھ نہیں دوہ سکتا' اور میرے نزدیک اس اشکال کا حل یہ ہے کہ آیت اس صورت پر محمول ہے جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ اگر اس نے کسی شخص کی بکری سے اس کی اجازت کے بغیر دودھ دوہ کر پی لیا تو اس کو ناگوار نہیں ہوگا اور حدیث اس صورت پر محمول ہے جب اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اگر اس نے بکری والے کی اجازت کے بغیر دودھ دوہ کر پی لیا تو اس کو ناگوار ہوگا یا نہیں؟ اس کا دوسرا حل یہ ہے کہ اس آیت میں دوست کے لیے بغیر اجازت کھانے پینے کا حکم ہے اور اس حدیث میں اجنبی شخص کے لیے کسی کی بکری سے دودھ دوہ کر پینے کی ممانعت ہے۔

اور یوں اس اشکال کا حل ہو گیا اور تعارض مندفع ہو گیا' اس اشکال کے حل میں اللہ تعالیٰ نے مجھے تفرد عطا کیا ہے اور میں یہ کسی

فخر اور عُجب کی بناء پر نہیں کہہ رہا' جیسا کہ بعض کم عقلوں اور کم سوادوں کا خیال ہے بلکہ محض نعمۃ الباری کے اظہار اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت کو آ شکار کرنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۹۷۔ ج ۴ ص ۴۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① پرائے جانور کا دودھ دوہنے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق ② بلا اجازت پرائی چیز لینے کے جواز میں امام احمد کا نظریہ اور ان کے دلائل ③ بلا اجازت پرائی چیز لینے کے عدم جواز میں جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ اور فقہاء حنبلیہ کے دلائل کے جوابات ④ ضرورت کے لیے پس انداز کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے ⑤ قیاس سے استدلال کی دلیل ⑥ دودھ دینے والے جانور کو دودھ کے عوض فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء۔

٩ - بَابٌ إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ، لِأَنَّهَا وَدِيعَةٌ عِنْدَهُ

جب لقطہ کا مالک ایک سال کے بعد آئے تو لقطہ اٹھانے والا لقطہ اس کو واپس کر دے کیونکہ لقطہ اس کے پاس امانت ہے

٢٤٣٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، ثُمَّ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا، حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید المنبعث کے آزاد کردہ غلام از حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لقطہ کے متعلق سوال کیا' آپ نے اس سے فرمایا: ایک سال اعلان کرو' پھر اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کر لو' پھر اس کو خرچ کر لو' پس اگر اس کا مالک آئے تو اس کو ادا کر دو' مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر وہ بکری ہو؟ آپ نے فرمایا: اس کو پکڑ لو' کیونکہ وہ تمہارے لیے ہے یا تمہارے بھائی کے لیے ہے یا بھیڑیے کے لیے ہے' اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! پس اگر وہ اونٹ ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب میں آ گئے حتیٰ کہ آپ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے یا آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا' آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹ کے متعلق کیا تشویش ہے؟ اس کے ساتھ اس کے کھر ہیں اور اس کے پانی کی مشک ہے' حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو مل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں آپ کا یہ حکم ہے کہ جب لقطہ کا مالک آئے تو اس کو لقطہ دے دیا جائے۔

١٠ - بَابٌ هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ وَلَا يَدَعُهَا تَضِيعُ حَتّٰى لَا يَأْخُذَهَا مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ؟

لقطہ کو اٹھا لے اور اس کو ضائع ہونے کے لیے نہ چھوڑے حتیٰ کہ اس کو غیر مستحق نہ اٹھائے

٢٤٣٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ وَزَيْدِ بْنِ صُوحَانَ فِي غَزَاةٍ، فَوَجَدْتُ سَوْطًا، فَقَالَ لِيَ أَلْقِهِ، قُلْتُ لَا، وَلَكِنْ إِنْ وَجَدْتُ صَاحِبَهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ، فَلَمَّا رَجَعْنَا حَجَجْنَا، فَمَرَرْتُ بِالْمَدِينَةِ، فَسَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ وَجَدْتُ صُرَّةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُ، فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اعْرِفْ عِدَّتَهَا، وَوِكَاءَهَا، وَوِعَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلَّا اسْتَمْتِعْ بِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلمہ بن کہیل' انہوں نے کہا: ہم نے سوید بن غفلہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا' تو مجھے ایک چابک ملا' انہوں نے کہا: یہ میری طرف پھینک دو' میں نے کہا: نہیں! لیکن اگر مجھے اس کا مالک مل گیا تو میں یہ اس کو دے دوں گا ورنہ میں خود اس سے فائدہ اٹھاؤں گا' پس جب ہم واپس گئے تو ہم نے حج کیا' پس میں مدینہ کے پاس سے گزرا تو میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں انہیں ایک تھیلی ملی تھی جس میں سو دینار تھے' تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وہ تھیلی لے کر گیا' آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرو' تو میں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' میں پھر گیا تو آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرو' تو میں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' میں پھر گیا تو آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرو' سو میں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' میں چوتھی بار گیا تو آپ نے فرمایا: ان دیناروں کی تعداد کو اور ان کی تھیلی کو اور تھیلی کی ڈوری کو ذہن نشین کر لو' پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو' ورنہ اس سے تم خود فائدہ اٹھاؤ۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بِهٰذَا، قَالَ فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ، فَقَالَ لَا أَدْرِي أَثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، أَوْ حَوْلًا وَاحِدًا.

ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابی نے خبر دی از شعبہ از سلمہ اسی حدیث کی' انہوں نے کہا: پھر میں اس کے بعد (ابی سے) مکہ میں ملا' تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا آپ نے تین سال فرمائے تھے یا ایک سال فرمایا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٢٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث کی یہاں دوسری سند مذکور ہے۔

١١ - بَابٌ مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ

جس نے لقطہ کا اعلان کیا لیکن اسے سلطان کے سپرد نہیں کیا

اس باب کے عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ لقطہ اٹھانے والے پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اس لقطہ کو سلطان کے پاس جا کر دے' خواہ وہ لقطہ قلیل ہو یا کثیر ہو' کیونکہ حدیث میں یہی حکم ہے کہ لقطہ اٹھانے والا اس کا اعلان کرے گا' سوا اس صورت کے کہ لقطہ اٹھانے والا دیانت دار نہ ہو' تب سلطان اس سے لقطہ لے لے اور کسی دیانت دار شخص کو اعلان کرنے کے لیے دے دے' بعض لوگوں نے یہ کہا

ہے کہ اگر لقطہ قلیل ہو تو خود اعلان کرے اور کثیر ہو تو بیت المال میں جمع کردے اور جمہور نے اس کے خلاف کہا ہے۔ بعض لوگوں نے گری ہوئی چیز اور گم شدہ چیز میں فرق کیا ہے اور بعض مالکیہ اور شافعیہ نے دیانت دار اور غیر دیانت دار میں فرق کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ وہ دیانت دار ہو تو خود اعلان کرے اور غیر دیانت دار کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ سلطان کو دے دے تاکہ سلطان کسی دیانت دار کو لقطہ اعلان کرنے کے لیے دے دے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣٩٦۔٣٩٥)

٢٤٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَاِنْ جَآءَ اَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعِفَاصِهَا وَوِكَائِهَا، وَاِلَّا فَاسْتَنْفِقْ بِهَا. وَسَاَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْاِبِلِ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ وَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاْكُلُ الشَّجَرَ، دَعْهَا حَتّٰى يَجِدَهَا رَبُّهَا. وَسَاَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ، فَقَالَ هِيَ لَكَ اَوْ لِاَخِيكَ اَوْ لِلذِّئْبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ربیعہ از یزید جو المنبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں از حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لقطہ کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: ایک سال تک اعلان کرو' پھر اگر کوئی شخص تمہارے پاس اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کے متعلق سوال کرے تو اس کو دے دو ورنہ اس کو تم خود خرچ کرلو اور اس نے آپ سے گم شدہ اونٹ کے متعلق سوال کیا تو آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا اور فرمایا: تمہیں اس کے متعلق کیا تشویش ہے؟ اس کے ساتھ اس کے پانی کی مشک ہے اور اس کے کھر ہیں' وہ پانی پر جائے گا اور درختوں کے پتے کھائے گا' اس کو چھوڑ دو حتیٰ کہ اس کا مالک اسے مل جائے اور اس نے گم شدہ بکری کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ تمہارے لیے ہے یا تمہارے بھائی کے لیے ہے یا بھیڑیے کے لیے ہے۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ لقطہ اٹھانے والا وہ لقطہ سلطان کو دے دے بلکہ آپ نے لقطہ اٹھانے والے کو خود اس کے اعلان کرنے کا حکم دیا' تاہم باب کی عنوان کے ساتھ اس وقت مکمل مطابقت ہوتی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے یہ ارشاد فرماتے کہ تم خود اعلان کرنا اور سلطان کو اعلان کرنے کے لیے نہ دینا کیونکہ کسی چیز کا ذکر نہ کرنا' اس سے منع کرنے کو مستلزم نہیں ہے' تاہم امام بخاری کے ابواب کے عنوانوں کی حدیثوں کے ساتھ مطابقت عموماً نامکمل ہوتی ہے۔

١٢ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان ذکر نہیں کیا اور یہ باب' ابواب سابقہ سے فصل کے حکم میں ہے۔

٢٤٣٩ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيلُ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ اَخْبَرَنِي الْبَرَاءُ، عَنْ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابواسحاق' انہوں نے کہا: مجھے حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے خبر دی از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (ح) اور

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اِنْطَلَقْتُ، فَاِذَا اَنَا بِرَاعِیْ غَنَمٍ یَسُوْقُ غَنَمَهٗ، فَقُلْتُ لِمَنْ اَنْتَ؟ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَیْشٍ، فَسَمَّاهُ فَعَرَفْتُهٗ، فَقُلْتُ هَلْ فِیْ غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ؟ فَقَالَ نَعَمْ، فَقُلْتُ هَلْ اَنْتَ حَالِبٌ لِیْ؟ قَالَ نَعَمْ، فَاَمَرْتُهٗ، فَاعْتَقَلَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهٖ، ثُمَّ اَمَرْتُهٗ اَنْ یَّنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ، ثُمَّ اَمَرْتُهٗ اَنْ یَّنْفُضَ کَفَّیْهِ، فَقَالَ هٰکَذَا، ضَرَبَ اِحْدٰی کَفَّیْهِ بِالْاُخْرٰی، فَحَلَبَ کُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ، وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِدَاوَةً، عَلٰی فَمِهَا خِرْقَةٌ، فَصَبَبْتُ عَلَی اللَّبَنِ حَتّٰی بَرَدَ اَسْفَلُهٗ، فَانْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِشْرَبْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ. [اطراف الحدیث:٣٦١٥-٣٦٥٢-٣٩٠٨-٣٩١٧-٥٦٠٧] (صحیح مسلم:٢٠٠٩، الرقم المسلسل:٥١٣٢)

ہمیں عبداللہ بن رجاء نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابواسحاق از حضرت البراء از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ میں (غارِ ثور سے) روانہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک بکریوں کے چرانے والا ہے جو اپنی بکریوں کو ہانک رہا ہے، پس میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟ اس نے کہا: قریش کے ایک مرد کے لیے، اس نے اس مرد کا نام لیا تو میں نے اس کو پہچان لیا، پس میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم میرے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! پھر میں نے اسے کہا تو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کو باندھ دیا، پھر میں نے اس سے کہا کہ اس کے تھنوں سے گرد و غبار کو جھاڑ دو، پھر میں نے اس سے کہا کہ اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر جھاڑ لو، تو اس نے اپنا ہاتھ جھاڑ لیا، پھر اس نے تھوڑا سا دودھ دوہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک برتن ساتھ لیا تھا جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا (اس برتن میں دودھ ڈالا)، پھر میں نے دودھ پر پانی ڈالا جس سے اس دودھ کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا، پھر میں اس دودھ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دودھ پی لیجئے، آپ نے وہ دودھ اتنا پیا کہ میں خوش ہو گیا۔

حدیث مذکور کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت اور ایک اعتراض کا جواب

بہ ظاہر اس حدیث کی اس باب سے پہلے ابواب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے ابواب میں لقطہ سے متعلق احادیث ہیں اور اس باب میں ہجرت کے متعلق حدیث ہے، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث کی بھی لقطہ کے ساتھ مناسبت ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحرا میں ایک بکری سے دودھ دوہا اور اس بکری کا محافظ بھی چونکہ صرف ایک تھا، سو وہ بھی لقطہ کے مشابہ تھی، لیکن یہ زبردستی کی مناسبت ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے پہلے صحیح البخاری: ٢٤٣٥ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم گزر چکا ہے کہ کوئی شخص کسی جانور سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دودھ نہ دوہے اور یہاں حضرت ابوبکر نے اس بکری کے مالک کی اجازت کے بغیر اس کا دودھ دوہا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس چرواہے سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ اس کا مالک کون ہے اور اس کے متعلق حضرت ابوبکر کو معلوم تھا کہ اس نے چرواہے کو یہ اجازت دی تھی کہ تم گزرنے والوں کو اس کی بکریوں سے دودھ دوہ کر پلا دیا کرو۔

حضرت ابوبکر صدیق نے چرواہے سے دودھ دوہنے کی اجازت طلب کی تھی' اس کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سوال کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس چرواہے سے دودھ پینے کی اجازت کیوں طلب کی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہوسکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالت حرب میں مشرکین کے مال لینے کی اجازت دی گئی ہو اور آپ کے لیے مشرکین کے اموال حلال تھے' میں نے المہلب سے اس جواب کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: یہ جواب کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ حرب اور جہاد تو مدینہ میں فرض ہوا تھا' یعنی ہجرت کے بعد اور یہ حدیث ہجرت سے پہلے کی ہے' اور اگر ان بکریوں کا تعلق مالِ غنیمت سے ہوتا تو پھر حضرت ابوبکر کو اس چرواہے سے دودھ دوہنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں تھی۔

اس زمانہ میں عرف یہ تھا کہ اشراف اور احیاء اپنی بکریوں کے دودھ سے گزرنے والوں اور مسافروں کی ضیافت کرتے تھے' سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی اعتبار سے چرواہے سے سوال کیا اور حضرت ابوبکر کو علم تھا کہ ان بکریوں کا مالک اشراف اور احیاء میں سے تھا' اس لیے آپ نے اس چرواہے سے دودھ دوہنے کی اجازت طلب کی۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر بھی ہے کہ صحابہ کرام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس قدر ادب اور احترام کرتے تھے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس بکری کے تھن صاف کیے' اس برتن کو صاف کیا' پھر اس میں دودھ دوہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کیا۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٦٥۔ ٤٦٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

لقطہ کے اعلان کے لیے لقطہ کی مالیت اور لقطہ کے اعلان کی مدت میں شیخ تقی عثمانی اور مصنف کا اختلاف

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

سوال: لقطہ کے لیے کتنے پیسے ہوں تو تعریف کرنا ضروری ہے؟

(تعریف کا معنی یہ ہے کہ لقطہ کتنی مالیت کا ہو تو اس کا اعلان کرنا ضروری ہے؟ سعیدی غفرلہٗ)

جواب: اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی' جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ کوئی بیچارہ اس کو تلاش کرتا ہوگا' اس کی ضرورت کا ہے' اس کی تعریف کرنا ضروری ہے' ایک آنہ یا ایک پیسہ ہو تو عام طور سے لوگ اس کی تلاش نہیں کرتے تو تعریف نہ کرے۔

(انعام الباری ج ٧ ص ٢٣٧' مکتبۃ الحراء' کراچی)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لقطہ کا اعلان کرنے کے لیے اس کی مالیت کا کوئی تعین نہیں ہے' لیکن یہ کہنا فقہاء کرام کی تصریحات کے خلاف ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ اگر لقطہ دو سو درہم (612.36 گرام چاندی) یا اس سے زیادہ مالیت کا ہو تو ایک سال اعلان کیا جائے اور اگر دو سو درہم سے کم مالیت کا ہو تو دس درہم (30.618 گرام چاندی) تک ایک ماہ اعلان کیا جائے اور اگر دس درہم سے کم مالیت کی چیز ہو تو جتنی مدت مناسب سمجھے اعلان کرے اور ایک روایت یہ ہے کہ تین درہم (9.1854 گرام چاندی) سے لے کر دس درہم تک دس دن اعلان کرے اور ایک درہم (3.618 گرام چاندی) سے لے کر تین درہم چاندی تک تین دن اعلان کرے۔

واضح رہے کہ آج کل (٢٠٠٨ء میں) ایک درہم تقریباً نوّے روپے کا ہے' اس سے حساب لگالیں۔

(فتح القدیر ج ٥ ص ٣٥١۔ ٣٥٠' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

''کتاب اللقطه'' کی تکمیل

''الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین'' آج ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ/ ۱٦ اپریل ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ بعد نمازِ عصر ''کتاب اللقطه'' کی تکمیل ہوگئی۔ اے خداوند کریم! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرائی ہے' پوری صحیح بخاری کو مکمل کرادیں اور میری' میرے والدین کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرمادیں۔

''کتاب اللقطه'' اکیس احادیث مرفوعہ پر مشتمل ہے' اس میں پانچ احادیث معلق ہیں اور باقی موصول ہیں اور اس میں اٹھارہ احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث تین ہیں اور اس میں زید مولی المنبعث کا صرف ایک اثر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٤٦ - كِتَابُ الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ

لوگوں پر ظلم اور غصب کرنے کا بیان

اس باب میں لوگوں پر ظلم کرنے اور ان کے اموال کے غصب کرنے کی ممانعت اور تحریم بیان کی گئی ہے' اس عنوان میں ''مظالم'' کا لفظ ہے' یہ ''مظلمۃ'' کی جمع ہے' ''مظلمۃ'' مصدر میمی ہے' اس کا مادہ ظلم ہے' ظلم کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا' اس کا معنی یہ ہے: کسی چیز کو اس کے شرعی مقام کے غیر میں رکھنا یا غیر کی مِلک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا' کسی شخص سے جو چیز ناحق لی جائے وہ بھی ظلم ہے' اور غصب کا معنی ہے: کسی کا مال ظلماً چھین لینا' یا کسی کے مال پر ظلماً قبضہ کرنا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُO مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِىْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌO﴾ (ابراہیم: ٤٢-٤٣) رَافِعِى رُءُوْسِهِمُ الْمُقْنِعُ وَالْمُقْمِحُ وَاحِدٌ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا' وہ انہیں اس دن تک ڈھیل دے رہا ہے جس دن (دہشت سے) سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گیO لوگ اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گےO اپنے سروں کو اُٹھائے ہوئے اس حال میں کہ ان کی پلک نہ جھپک رہی ہو گی اور ان کے دل خوف کی وجہ سے اُڑ رہے ہوں گےO (ابراہیم: ۴۳-۴۲) اس آیت میں ''مقنعی رء وسھم'' کے الفاظ ہیں' ان کا معنی ہے: وہ اپنے سروں کو بلند کیے ہوئے ہوں گے۔ ''المقنع'' اور ''المقمع'' کا معنی واحد ہے۔

١ - بَابُ قِصَاصِ الْمَظَالِمِ

ظلم اور زیادتی کا بدلہ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مُهْطِعِيْنَ﴾ اَىْ مُدِيْمِى النَّظَرِ' وَقَالَ غَيْرُهُ مُسْرِعِيْنَ ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌO﴾ (ابراہیم: ٤٣) يَعْنِىْ جُوْفًا لَا عُقُوْلَ لَهُمْ تَفْسِيْرُ مُجَاهِدٍ اَخْرَجَهُ الْفِرْيَابِىُّ عَنْهُ' وَقَدْ ذَكَرْنَا مَعْنٰى ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ قَوْلُهُ جُوْفًا' بِضَمِّ الْجِيْمِ' جَمْعُ' اَجْوَفٍ'

اور مجاہد نے کہا: ''مھطعین'' کا معنی ہے: وہ پلک جھپکائے بغیر ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے' اور دوسروں نے کہا: وہ دوڑ رہے ہوں گے (اس حال میں کہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہو گی اور ان کے دل ہواء ہو رہے ہوں گےO ابراہیم: ۴۳) یعنی ان کے سر خالی ہوں گے' ان میں عقلیں نہیں ہوں گی۔ مجاہد کی تفسیر کو فریابی نے ان سے روایت کیا ہے اور ہم اس آیت کا معنی بیان کر

قَوْلُهُ يَعْنِي لَا عُقُولَ لَهُمْ، كَذَا فَسَّرَهُ أَبُو عُبَيْدَةَ فِي الْمَجَازِ، وَقِيلَ مَعْنَى وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ، نُزِعَتْ أَفْئِدَتُهُمْ مِنْ أَجْوَافِهِمْ ﴿وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ نُجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍO وَسَكَنْتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَO وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُOفَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍO﴾ (ابراہیم: ٤٤۔ ٤٧).

چکے ہیں کہ اس حال میں کہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔اس آیت میں ''جوف'' کا لفظ ہے'یہ ''اجوف'' کی جمع ہے یعنی ان کی عقلیں نہیں ہوں گی۔اسی طرح ابوعبیدہ نے مجاز میں اس کی تفسیر کی ہے اور دوسرا قول (یہ ہے کہ اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے) کا معنی ہے: ان کے سروں سے ان کی عقلیں نکال لی گئی ہوں گی۔آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرایئے جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کچھ مدت کی مہلت دے دے'ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے'(تو ان سے کہا جائے گا:) کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گاOاور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بھی بیان کر دی تھیںOاور انہوں نے گہری سازشیں کیں اور اللہ کے پاس ان کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں'اور ان کی سازشیں ایسی (خطرناک) ہیں کہ ان سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ہل جائیںOتو تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کرنے والا ہے' بے شک اللہ بہت غالب' انتقام لینے والا ہےO(ابراہیم: ٤٧-٤٤)

آیاتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر

ابراہیم: ٤٢ میں فرمایا ہے: اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا' وہ انہیں اس دن تک ڈھیل دے رہا ہے' جس دن (دہشت سے) سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گیO یعنی ان کو قیامت تک ڈھیل دے رہا ہے۔

اس آیت سے مقصود اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مظلوم کا انتقام نہ لے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کے ظلم سے لاعلم اور غافل ہے اور یا اس سے انتقام لینے سے عاجز ہے اور یا اس کے ظلم پر راضی ہے اور جب کہ یہ تمام اُمور اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہیں تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن تمام انسان' یہ جہان اور اس کی تمام چیزیں فنا کر دی جائیں گی اور ان تمام چیزوں کا فنا ہو جانا ہی قیامت ہے' اس کے بعد حشر اور روزِ حساب قائم ہوگا اور ظالم کو اس کے ظلم پر سزا دی جائے گی اور مظلوم کو اس کی مظلومیت پر جزاء دی جائے گی۔

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کاموں سے بے خبر سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کاموں سے بے خبر نہ سمجھنا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اگرچہ بہ ظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے لیکن حقیقت میں آپ کی امت سے خطاب ہے یعنی اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کو ظالموں سے غافل گمان نہ کرنا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلوموں کو تسلی دی ہے اور ظالموں کو ڈرایا اور دھمکایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی سزا کو قیامت کے دن تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے' پھر یہ بتایا ہے کہ اس دن کی ہولناکیوں سے لوگوں کا کیا حال اور کیا کیفیت ہوگی؟ اس دن دہشت سے سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی' لوگ سر اٹھائے ہوئے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گے' اس حال میں کہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔

ابراہیم: ۴۵۔ ۴۴ میں بتایا ہے کہ جب قیامت کے دن کفار عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ دوبارہ ہمیں دنیا میں بھیج دے تو ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسول کی پیروی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے: کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گا' یعنی کیا اس سے پہلے تم قیامت اور مر کر دوبارہ زندہ کیے جانے اور جزاء اور سزا کے دن کا انکار نہیں کرتے تھے اور تم کو ہمارے رسولوں نے بتا دیا تھا کہ پچھلی امتوں میں سے جس نے ہمارے پیغام کو جھٹلایا' اس پر کس قسم کا عذاب آیا تھا اور اس سے پہلے قومِ ثمود کے گھروں میں تباہی کے آثار دیکھ چکے ہو تو تم نے ان کے آثار دیکھ کر عبرت کیوں نہیں حاصل کی تھی۔

ابراہیم: ۴۶ میں فرمایا: اور انہوں نے گہری سازشیں کیں' اور اللہ کے پاس ان کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں اور ان کی سازشیں ایسی (خطرناک) ہیں کہ ان سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ہل جائیں O

سازش کرنے والوں سے مراد کفارِ مکہ ہیں' جب انہوں نے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی تھی اور آپ کے کاشانہ اقدس کا محاصرہ کرلیا تھا کہ جیسے ہی آپ گھر سے باہر نکلیں' آپ کو (معاذ اللہ) قتل کر دیا جائے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ اس مکر اور سازش سے مراد یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ اور کفار نے اللہ تعالیٰ کے شریک گھڑ لیے اور عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹوں کو منسوب کیا۔ (جامع البیان جز ۱۳ ص ۳۲۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ابراہیم: ۴۷ میں فرمایا: تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کرنے والا ہے' بے شک اللہ بہت غالب' انتقام لینے والا ہے O

رسولوں نے اپنی امتوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ قیامت آئے گی اور سب لوگ مر جائیں گے اور سب چیزیں ختم ہو جائیں گی' پھر اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کرے گا' اور سب انسانوں سے حساب لے گا' مؤمنوں اور پرہیزگاروں کو جزاء دے گا اور کافروں اور ظالموں کو سزا دے گا اور یہ اس لیے ضروری ہے کہ اگر قیامت قائم نہ ہو اور ظالموں کو سزا اور مظلوموں کو جزاء نہ دی جائے تو ظالم بغیر سزا کے اور مظلوم بغیر جزاء کے رہ جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

یہ ان آیات کی مختصر تفسیر ہے' اور اس باب کی حدیثوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے گا' قصاص کا معنی یہ ہے کہ مقتول کا ولی قاتل سے اور مجروح کا ولی جارح سے بدلہ لے گا یعنی قاتل اور جارح کو اسی طرح قتل اور زخمی کرے گا۔

٢٤٤٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے خبر دی'

الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ حُبِسُوْا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيَتَقَاصُّوْنَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى إِذَا نُقُّوْا وَهُذِّبُوْا، أُذِنَ لَهُمْ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ، فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ، لَأَحَدُهُمْ بِمَسْكَنِهٖ فِي الْجَنَّةِ أَدَلُّ بِمَنْزِلِهٖ كَانَ فِي الدُّنْيَا. وَقَالَ يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ. [طرف الحدیث:٦٥٣٥]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی المتوکل الناجی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب مؤمنوں کو دوزخ سے نجات مل جائے گی تو ان کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا، پھر انہوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر جو ظلم کیے تھے ان کا بدلہ لیا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ بالکل پاک اور صاف ہو جائیں گے تو ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! ان میں سے کوئی ایک شخص جنت میں اپنے گھر کو اپنے دنیا میں گھر کی بہ نسبت زیادہ جاننے والا ہوگا، اور یونس بن محمد نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمتوکل نے حدیث بیان کی۔

پل صراط کی تعریف میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ، پل صراط کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہ پل جنت کی ایک طرف پر ہوگا۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٧٨٠، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! یہ حدیث میں کس قدر بے جا تصرف ہے، حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ پل جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگا اور یہ شخص یہ کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ پل جنت کی ایک طرف پر ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ١٠٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

قصاص صرف ان سے لیا جائے گا جن کے مظالم ان کی نیکیوں سے کم ہوں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس قصاص کا ذکر ہے، یہ بعض لوگوں سے لیا جائے گا اور یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے مظالم ان کی تمام نیکیوں پر محیط اور مستغرق نہ ہوں کیونکہ اگر ان کے مظالم ان کی تمام نیکیوں پر محیط اور مستغرق ہوں تو پھر ان پر عذاب واجب ہوگا اور پھر وہ اس قول کے مصداق نہیں ہوں گے کہ انہوں نے دوزخ سے نجات پالی، لہٰذا اس حدیث میں ان لوگوں کے مظالم کے قصاص کا ذکر ہے، جس کے مظالم کم ہوں۔

اس حدیث کے مطابق مسلمان ایک دوسرے سے قصاص لیں گے، پس جس شخص کے مظالم اپنے بھائی کے مظالم سے زیادہ ہوں گے تو اس کی نیکیاں اس سے لے کر اس کے بھائی کو دی جائیں گی کیونکہ جس شخص کے اوپر کسی کا حق ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، جنت میں سب پاک صاف ہو کر داخل ہوں گے۔

المہلب نے کہا ہے کہ یہ قصاص ابدان میں ہوگا، پس جس شخص نے کسی کو تھپڑ مارا ہوگا تو مظلوم سے کہا جائے گا: تم چاہو تو اس سے بدلہ لے لو اور تم چاہو تو اس کو معاف کر دو اور تم کو اس کا اجر ملے گا، اور دوسروں نے کہا ہے کہ مال اور اسباب کا آخرت میں قصاص

نہیں ہوگا' آخرت میں صرف نیکوں اور گناہ گاروں سے قصاص لیا جائے گا' پس جس شخص نے کسی پر ظلم کیا ہوگا اور اس کی نیکیاں ہوں گی تو اس کی نیکیاں لے کر مظلوم کو دی جائیں گی اور اگر ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو پھر مظلوم کے گناہ لے کر ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٦٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

قیامت کے دن قصاص لینے کے متعلق احادیث

سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ (بندوں کے) فیصلہ سے فارغ ہوگا تو جانوروں کی طرف متوجہ ہوگا حتیٰ کہ جس سینگ والی بکری نے سینگ والی بکری کو سینگ مارے ہوں گے' اس کو اس سے بدلہ دلائے گا۔

علامہ عینی نے یہ حدیث کتاب الترغیب والترہیب کے حوالے سے لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤٠١) لیکن مجھے اس میں یہ حدیث نہیں ملی' سو میں نے امہات کتب حدیث سے درج ذیل احادیث تلاش کیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ضرور حقوق والوں کو ان کے حقوق ادا کیے جائیں گے حتیٰ کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ والی بکری کو حق دلایا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ٢٥٨٢' سنن ترمذی: ٢٤٢٠' صحیح ابن حبان: ٧٣٦٣' مسند احمد ج ٢ ص ٤١١۔ ٣٧٢۔ ٣٢٣)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو ظلماً ایک چابک مارا' قیامت کے دن اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ (مسند البزار: ٣٤٥٤' مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٣٥٣' الترغیب والترہیب: ٥٢٨٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا وہ شخص مفلس ہوگا جو قیامت کے دن نمازیں' روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا' اس نے کسی شخص کو گالی دی ہوگی اور اس شخص پر تہمت لگائی ہوگی اور اس شخص کا مال کھایا ہوگا اور اس شخص کا خون بہایا ہوگا اور اس شخص کو مارا ہوگا تو اس شخص کو اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا اور اس کے اوپر جو حقوق ہیں' اگر حق داروں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو پھر حق داروں کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ٢٤١٨' مسند احمد ج ٢ ص ٣٣٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میرے دو غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور مجھ سے خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں' میں ان کو مارتا ہوں اور ان کو گالیاں دیتا ہوں تو میرا اور ان کا کیسا حساب ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی خیانت اور ان کی نافرمانی اور ان کے جھوٹ اور تمہاری ان کو سزا دینے کا حساب کیا جائے گا' اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے کم ہوئی تو یہ تمہاری فضیلت ہوگی' اور اگر تمہاری سزا ان کے جرائم کے برابر ہوگی تو تمہارا اور ان کا معاملہ برابر ہوگا' تمہاری کوئی فضیلت ہوگی نہ تم سے کوئی مواخذہ ہوگا' اور اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو تم نے جتنی زیادہ سزا دی' ان کی طرف سے اس کا قصاص لیا جائے گا' پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رونے لگا اور چلانے لگا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا' کیا تم نے اللہ کی کتاب میں یہ آیت نہیں پڑھی:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو رکھیں گے' سو کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ برابر

وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَO (الانبیاء:٤٧) بھی ہوا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیںO

اس شخص نے کہا: میں اس کے سوا اور کوئی خیر نہیں پاتا کہ میں ان غلاموں کو اپنے پاس سے جدا کر دوں میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ سب غلام آزاد ہیں۔ (سنن ترمذی:٣١٦٥ مسند احمد ج٦ ص ٢٨٠)

میدانِ حشر میں قصاص اس لیے لیا جائے گا کہ شاید کوئی اپنا حق معاف کر دے یا اللہ تعالیٰ ظالم کی طرف سے مظلوم کو معاوضہ دے دے!

٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَO﴾ (هود:١٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہےO (ھود:١٨)

اس باب میں فرشتوں یا رسولوں کے قیامت کے دن اس قول کی حکایت کی گئی ہے جو وہ کہیں گے:

سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوO (ھود:١٨) یہ سورۂ ھود کی اس آیت کا آخری حصہ ہے اور مکمل آیت اس طرح ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَO (ھود:١٨)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان تراشے یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور تمام گواہ یہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوO

اس آیت میں ''الاشھاد'' (گواہ) کا ذکر ہے اس سے مراد فرشتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد انبیاء ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے جو لوگوں کے متعلق گواہی دیں گے اور کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا یعنی ان لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ کا شریک ہے اور اس کا بیٹا ہے سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو یعنی مشرکین پر۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں لوگوں کے ایک دوسرے پر ظلم کا ذکر ہے۔

٢٤٤١ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ اَخْبَرَنِىْ قَتَادَةُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِىِّ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا اَمْشِىْ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اٰخِذٌ بِيَدِهٖ اِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى النَّجْوٰى؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُدْنِى الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَيَسْتُرُهٗ فَيَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَىْ رَبِّ حَتّٰى اِذَا قَرَّرَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی از صفوان بن محرز المازنی انہوں نے بیان کیا: جس وقت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا رہا تھا میں نے ان کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اس وقت ایک شخص آیا اور اس نے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ''النجویٰ'' (سرگوشی) کی کیا تفسیر سنی ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ مؤمن کو قریب کرے گا پھر اس کے اوپر (اپنی رحمت کا) پَر رکھ دے گا اور اس کو

بِذُنُوبِهٖ، وَرَاٰى فِيْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ هَلَكَ، قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ. وَاَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُوْنَ، فَيَقُوْلُ ﴿الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَO﴾ (هود:١٨).

[اطراف الحدیث: ۴۶۸۵-۶۰۷۰-۷۵۱۴] (صحیح مسلم: ۲۷۶۸' الرقم المسلسل:۶۹۰۹' سنن ابن ماجہ:۱۸۳' السنن الکبریٰ: ۱۱۲۴۲' صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۳۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۸۲۴-ج ۱۰ ص ۸۵-۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

چھپا لے گا' پس فرمائے گا: کیا تم فلاں گناہ کو پہچانتے ہو؟ کیا تم فلاں گناہ کو پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا: ہاں! اے میرے رب! حتیٰ کہ اللہ اس سے اس کے (تمام) گناہوں کا اقرار کرائے گا' اور وہ شخص دل میں یہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہوگیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر' پردہ رکھا تھا اور میں آج تجھے بخش دیتا ہوں' پھر اس کو اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی اور رہے کافر اور منافق تو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تمام گواہ یہ کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا' سو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوO (ہود:١٨)

سرگوشی اور لعنت کا معنی اور خوارج اور معتزلہ کا ردّ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''النجوٰی'' (سرگوشی) کا لفظ ہے' یہ وہ سرگوشی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندۂ مؤمن کے درمیان ہوگی' اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جب وہ بندہ مؤمن کو چپکے چپکے اس کے گناہ یاد دلائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہاں ظالموں سے مراد کفار اور منافقین ہیں' اور ہر ظالم اس آیت میں داخل نہیں ہے' کیونکہ صغیرہ گناہوں کے مرتکب پر لعنت نہیں کی جاتی' اور لعنت کا معنی ہے: رحمت سے دور کرنا' کفار کو رحمت سے بالکل دور کر دیا جاتا ہے اور فساق مؤمنین کو اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے دور کر دیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں خوارج کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ فساق مؤمنین کی تکفیر کرتے ہیں اور اس حدیث میں فساق مؤمنین کی مغفرت کا ذکر ہے اور اس میں معتزلہ کا بھی ردّ ہے کیونکہ وہ بھی فساق مؤمنین کی مغفرت کے قائل نہیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں بندہ کے گناہوں کا ذکر ہے اور گناہ کرنا بندہ کا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔

٣ - بَابٌ لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهٗ

مسلمان' مسلمان پر خود ظلم کرے اور نہ کسی اور کو اس پر ظلم کرنے دے

٢٤٤٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَالِمًا اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب کہ سالم نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' وہ نہ اس پر خود ظلم کرے اور نہ کسی اور کو اس پر ظلم کرنے دے اور جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا

مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ہے اللہ اس کی ضرورت پوری کرنے میں رہتا ہے اور جس نے کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کی تو اللہ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کر دے گا' اور جس نے کسی مسلمان کا پردہ رکھا' اللہ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

[طرف الحدیث:٦٩٥١] (صحیح مسلم:٢٥٨٠' الرقم المسلسل: ٦٤٧٣' سنن ابوداؤد:٤٨٩٣' سنن ترمذی:١٤٢٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ١٨٩)

مسلمانوں کی حاجات پوری کرنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کی ایک ایسی مخلوق ہے جس کو اس نے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے' لوگ اپنی ضروریات میں ان کی طرف بھاگتے ہیں' یہی لوگ اللہ کے عذاب سے امن میں رہیں گے۔

(مجمع الزوائد ج ٨ ص ١٩٢' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے مگر حافظ المنذری نے الترغیب والترہیب: ٣٨٦٢ میں اس سے استدلال کیا ہے)

حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی ضرورت پوری کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر پچھتر ہزار فرشتوں سے سایا کرتا ہے جو اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لیے دعا کرتے ہیں' اگر صبح ہو تو شام تک اور اگر شام ہو تو صبح تک' وہ ایک قدم چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔ (الترغیب والترہیب: ٣٨٦٨' مجمع الزوائد ج ٢ ص ٢٩٩' حافظ الہیثمی نے کہا: امام طبرانی نے اس حدیث کی المعجم الاوسط میں روایت کی ہے' اس کی سند میں ایک راوی جعفر بن میسرہ الاشجعی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بندہ کی اس کی حاجت میں مدد کرے' اللہ اس کو اس دن ثابت قدم رکھے گا' جس دن لوگوں کے قدم پھسل جائیں گے۔

(الترغیب والترہیب: ٣٨٦٩' حافظ الہیثمی نے کہا کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے: مسکین بن سراج' اور وہ ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ٨ ص ١٩١)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل دوزخ سے ایک مخلوق نکلے گی تو ان کا گزر اہل جنت میں سے ایک شخص کے پاس سے ہوگا' وہ اس جنتی شخص سے کہے گا: اے فلاں! کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا؟ جنتی شخص کہے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا: میں وہ ہوں کہ ایک دن تم نے مجھ سے وضوء کے لیے پانی مانگا تھا تو میں نے تم کو پانی دیا تھا' تو وہ جنتی شخص اس کی سفارش کرے گا' اور ایک آدمی جنتی شخص کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا: اے فلاں! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ پوچھے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا: تم نے مجھے فلاں فلاں کام کے لیے بھیجا تھا تو میں نے تمہارا کام کر دیا تھا' تو وہ اس کی شفاعت کرے گا' پس اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (الترغیب والترہیب: ٣٨٧١' الاصبہانی نے اس کو الترغیب: ١١٤٨ میں روایت کیا ہے' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کو امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند: ٢٧٨٩ میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں عبد الرحیم بن زید العمی ہے اور وہ متروک ہے' مجمع الزوائد ج ٨ ص ١٩٠)

ان تمام حدیثوں کی سند ضعیف ہے اور ہم نے دو وجہوں سے ان کا ذکر کیا ہے' اوّل اس لیے کہ فضائل اعمال میں ضعیف الاسناد احادیث معتبر ہوتی ہیں اور ثانی اس لیے کہ حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری المتوفی ٦٥٦ھ ایسے مستند حافظ نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے۔

مسلمانوں کی پردہ پوشی کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ رکھا' قیامت کے دن اللہ اس کے عیب پر پردہ رکھے گا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو ظاہر کیا' اللہ اس کے عیب کو ظاہر کردے گا حتیٰ کہ اس کو اس کے گھر میں رسوا کردے گا۔ (سنن ابن ماجہ:٢٥٤٦)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی کوئی مصیبت دور کی تو اللہ قیامت کے دن اس کی مصیبت کو دور کردے گا' اور جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا' قیامت کے دن اللہ اس کے عیب پر پردہ رکھے گا' اور جس نے کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کی تو اللہ اس کی کسی تکلیف کو دور کردے گا۔

(المعجم الکبیر:٣٥٠- ج١٩ ص١٥٨' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج٨ ص١٩٣)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کے عیب پر پردہ رکھا' اس نے گویا ایک زندہ درگور کو اس کی قبر میں زندہ کیا۔ (المعجم الاوسط:٨٦١٤٨' مکتبۃ المعارف' ریاض' ١٤١٥ھ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس نے کوئی عیب دیکھ کر اس پر پردہ رکھا' اس نے گویا زندہ درگور کو اس کی قبر میں زندہ کیا۔ (سنن ابوداؤد:٤٨٩١- ٤٨٧٠' المعجم الکبیر:٨٨٤- ج١٧' مسند احمد ج٤ ص١٤٧' المستدرک:٧٢٢٣)

مسلمانوں میں حسن معاشرت اور پردہ پوشی کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اسلام کے بہ کثرت آداب اور اخلاقی تعلیمات ہیں' اس میں مسلمانوں کے درمیان حسنِ معاشرت' باہمی اُلفت' مؤمنین کے عیوب کی پردہ پوشی کی ترغیب اور ان کے عیوب کے سننے اور انہیں مشہور کرنے کی ممانعت ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آخرت میں جو مسلمانوں کو جزاء ملے گی' وہ دنیاوی عبادات کی جنس سے ملے گی۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی ایسے عیب یا کسی ایسی لغزش پر مطلع ہو' جس سے حد واجب ہوتی ہو یا تعزیر واجب ہوتی ہو' یا اس سے اس کو عیب یا عار لاحق ہوتا ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس پر پردہ رکھے اور اس کام میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھے' اور جو شخص ایسے کسی کام میں مبتلا ہو' اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے ستر سے اپنے آپ کو مستور رکھے' اور جس نے ایسا نہیں کیا اور اس نے حد کا اقرار کرلیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا' اور کسی حدیث میں اس سے ممانعت نہیں ہے' بلکہ احادیث میں یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی موجب حد کام کیا اور اس پر حد لگ گئی تو وہ حد اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گی۔

(شرح ابن بطال ج٦ ص٤٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

کس کے عیوب پر پردہ رکھنا چاہیے اور کس کے عیوب پر پردہ نہیں رکھنا چاہیے؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کا استحباب اس وقت ہے' جب وہ تنہائی میں گناہ کرے اور وہ اس پر نادم ہو اور اگر وہ سرعام کوئی گناہ کبیرہ کرے اور اس پر اصرار کرے تو پھر اس کو عدالت سے سزا دلوانا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانا واجب ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم فاجر (کے عیب) کے

ذکر کی رعایت کرتے ہوئے اس میں جو عیوب ہیں' ان کا ذکر کرو تا کہ لوگ اس کو پہچان لیں اور اس سے احتراز کریں۔
(سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢١٠' المعجم الکبیر: ١٠١٠۔ ج ١٩' کامل ابن عدی ج ٢ ص ٥٩٥' تاریخ بغداد ج ١ ص ٣٨٢' اتحاف ج ٧ ص ٥٥٥)

اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔

صاحب التوضیح نے کہا: یہ ضعیف ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: بہز بن حکیم از والد خود از جد خود' یہ سند صحیح ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے کہا: میرے والد کہتے تھے: اس کی حدیث لکھی جاتی ہے لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ ہے' امام ابوداؤد نے کہا: میرے نزدیک یہ حجت ہے' امام بخاری نے اس سے استشہاد کیا ہے اور الادب المفرد میں اس کی روایات درج کی ہیں اور سنن اربعہ میں اس کی روایات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤٠٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں گناہوں سے منع فرمایا ہے۔

٤ - بَابٌ اَعِنْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم

٢٤٤٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ وَحُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا.

[اطراف الحدیث: ٢٤٤٤۔ ٦٩٥٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن ابی بکر بن انس اور حمید الطویل نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

٢٤٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' هٰذَا نَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا' فَكَيْفَ نَنْصُرُهٗ ظَالِمًا؟ قَالَ تَاْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ.

(ان حدیثوں کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ مظلوم ہے ہم اس کی مدد کریں گے لیکن ہم ظالم کی کیسے مدد کریں؟ آپ نے فرمایا: تم اس کے ہاتھوں کو پکڑ لو۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ظالم کو ظلم سے روکنے کا ذکر ہے۔

ظالم کی مدد کا محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ تم ظالم کو ظلم سے روک لو' یہ اس کی مدد ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر وہ ظالم ہے تو تم اس کو ظلم سے منع کرو' یہی اس کی مدد ہے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ظالم بھی فی نفسہٖ مظلوم ہے' اس لیے کسی شخص کو حساً اور معنیً ظلم سے روکنا اس کی مدد ہے' اگر کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے اور اس شخص کا گمان ہے کہ اگر وہ اس کو زنا سے روکے تو وہ رُک جائے گا تو اس کو اسے منع کرنا چاہیے' کیونکہ اس کو زنا سے روکنا درحقیقت اس کو رجم کیے جانے اور سنگسار کیے جانے سے روکنا ہے اور اس کو قتل کرنے سے روکنا' اس کو قصاص میں قتل کیے

جانے سے روکنا ہے اور یہی اس ظالم کی مدد کرنا ہے۔

٥ - بَابُ نَصْرِ الْمَظْلُوْمِ — مظلوم کی مدد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے۔

٢٤٤٥ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ، فَذَكَرَ عِيَادَةَ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيْتَ الْعَاطِسِ، وَرَدَّ السَّلَامِ، وَنَصْرَ الْمَظْلُوْمِ، وَاِجَابَةَ الدَّاعِيْ، وَاِبْرَارَ الْمُقْسِمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث بن سلیم' انہوں نے کہا: میں نے معاویہ بن سوید سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا' پھر انہوں نے (١) مریض کی عیادت (٢) جنازوں کے ساتھ جانے (٣) چھینک لینے والے کو جواب دینے (٤) سلام کا جواب دینے (٥) مظلوم کی مدد کرنے (٦) دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے (٧) اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کروانے کا ذکر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٣٩ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مظلوم کی مدد کا ذکر ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

مریض کی عیادت کرنا سنت مرغوبہ ہے' جنازوں کے ساتھ جانا فرضِ کفایہ سے ہے' چھینک والے کے جواب میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ فرضِ کفایہ میں سے ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے' دعوت کو قبول کرنا بھی سنت ہے اور ولیمہ کو قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کروانا جہاں تک ممکن ہو مباح ہے' اور سلام میں ابتداء کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٧١ ٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں مظلوم کی مدد کا ذکر ہے۔

٢٤٤٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا. وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے دیوار کی طرح ہے' اس کے بعض حصوں سے دوسرے بعض حصے مضبوط ہوتے ہیں' پھر آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٨١ میں گزر چکی ہے۔ بہ ظاہر اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

٦ - بَابُ الْاِنْتِصَارِ مِنَ الظَّالِمِ

ظالم سے بدلہ لینا

لِقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا۝﴾ (النساء:١٤٨).

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ بہ آوازِ بلند بُری بات کہنے کو ناپسند فرماتا ہے سوائے مظلوم (کی بات) کے اور اللہ بہت سننے والا بہت علم والا ہے۝ (النساء:١٤٨)

بدلہ لینے کوترک کرنے اور زندہ اور مردہ لوگوں کو بُرا کہنے کی ممانعت میں احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث المتوفی ٢٧٥ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی بیٹھے ہوئے تھے' ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا اور ان کو اذیت دی' حضرت ابوبکر خاموش رہے' پھر ان کو دوسری دفعہ اذیت دی' پھر بھی حضرت ابوبکر خاموش رہے' پھر ان کو تیسری بار اذیت دی تو حضرت ابوبکر نے اس سے بدلہ لیا' حضرت ابوبکر نے جب بدلہ لیا تو رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھ کر تشریف لے جانے لگے' حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب وہ شخص تم کو بُرا کہتا تھا تو آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی تکذیب کرتا تھا' اور جب تم نے اس سے بدلہ لیا تو شیطان آ گیا اور جس جگہ شیطان آ جائے تو میں وہاں بیٹھنے والا نہیں ہوں۔ (سنن ابوداؤد:٤٨٩٦' دارالفکر بیروت'١٤٢١ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دو آدمی ایک دوسرے کو گالی دے رہے ہوں تو اس کا وبال اس پر ہے جو اُن میں سے ابتداء کرے۔ (سنن ابوداؤد:٤٨٩٤' سنن ترمذی:١٩٨١)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اس کو چھوڑ دو اور اس کو بُرا نہ کہو۔ (سنن ابوداؤد:٤٨٩٩' سنن ترمذی:٣٨٩٥)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے فوت شدہ لوگوں کی خوبیاں ذکر کرو اور ان کی بُرائیوں کا ذکر کرنے سے باز رہو۔ (سنن ابوداؤد، ٤٩٠٠' سنن ترمذی:١٠١٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بنی اسرائیل کے دو شخص بھائی بنے ہوئے تھے' ان میں سے ایک شخص گناہ کرتا تھا اور دوسرا شخص عبادت میں بہت کوشش کرتا تھا' عبادت گزار جب بھی دوسرے شخص کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس سے کہتا: بُرے کام کم کرو' ایک دن اس نے اسے کہا: رک جاؤ' اس شخص نے کہا: تم مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو' کیا تم میرے نگہبان مقرر کیے گئے ہو؟ اس نیک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! تم کو اللہ نہیں بخشے گا یا تم کو جنت میں داخل نہیں کرے گا' پھر ان دونوں کی روحوں کو قبض کر لیا گیا' پھر وہ دونوں رب العٰلمین کے پاس جمع ہوئے' اللہ تعالیٰ نے عبادت میں کوشش کرنے والے سے فرمایا: کیا تم مجھے جاننے والے تھے؟ یا تم میرے افعال پر قادر تھے؟ پھر اس گناہ کرنے والے سے فرمایا: جا تو میری رحمت کے سبب سے جنت میں داخل ہو جا' اور دوسرے کے متعلق فرمایا: اس کو دوزخ میں لے جاؤ۔

(سنن ابوداؤد:٤٩٠١' دارالفکر بیروت'١٤٢١ھ)

قرآن مجید کی آیت النساء:١٤٨' اور مذکور الصدر احادیث سے معلوم ہوا کہ افضل یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا ازخود بدلہ نہ لے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے اوپر چھوڑ دے تاہم اگر وہ خود بدلہ لے تو یہ بھی جائز ہے لیکن بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ

کرے اور کسی زندہ یا مردہ کو بُرا نہ کہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق قسم کھا کر یہ نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو بخشے گا یا نہیں بخشے گا' اسے کیا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کیا کرے گا اور کیا نہیں کرے گا' تاہم بدلہ لینے کے جواز کے متعلق یہ آیت ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ۝﴾ (الشوریٰ:٣٩). اور ان لوگوں کے خلاف جب کوئی بغاوت کرے تو وہ صرف بدلہ لیتے ہیں۝ (الشوریٰ:٣٩)

اس آیت میں بدلہ لینے کے جواز کا ثبوت ہے اور درج ذیل حدیثوں میں بھی اس کا ثبوت ہے:

بدلہ لینے کے جواز کے متعلق احادیث

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت ہمارے پاس حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی تھیں' اس وقت آپ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کر رہے تھے' میں نے آپ کو اشارہ سے بتایا کہ اس وقت حضرت زینب بھی موجود ہیں' آپ اس کام سے رُک گئے' حضرت زینب رضی اللہ عنہا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت اور ناگوار باتیں کرنے لگیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع فرمایا لیکن وہ سخت باتیں کہنے سے نہیں رُکیں' تب آپ نے مجھ سے فرمایا: تم بھی ان کی سخت باتوں کا جواب دو' پھر میں نے ان کو جواب دیا تو میں ان پر غالب آ گئی۔ (سنن ابوداؤد: ٤٨٩٨)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج نے حضرت سیدتنا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا' انہوں نے آنے کی اجازت طلب کی' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ ایک چادر میں لیٹے ہوئے تھے آپ نے ان کو اجازت دی' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کی ازواج نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے' وہ یہ سوال کرتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں۔ میں خاموش تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اس سے محبت کرو' جب حضرت (سیدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا تو وہ کھڑی ہوگئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے پاس واپس گئیں اور ان کو بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا عرض کیا اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا' پس ازواج نے ان سے کہا: ہمارے گمان میں آپ نے ہمارا مقصد پورا نہیں کیا' آپ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں اور آپ سے عرض کریں کہ آپ کی ازواج آپ کو قسم دیتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' حضرت سیدتنا فاطمہ نے فرمایا: نہیں! میں اس مسئلہ میں بالکل آپ سے بات نہیں کروں گی' پھر ازواج نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہی میرے مرتبہ کی تھیں اور میں نے حضرت زینب سے بڑھ کر کوئی عورت دین دار اور اللہ عزوجل سے ڈرنے والی' اور سچ بولنے والی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے والی اور صدقہ وخیرات کرنے والی نہیں دیکھی' وہ بہت محنت اور مشقت سے کام کرتی تھیں' البتہ ان کی زبان میں تیزی تھی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی حضرت عائشہ کے ساتھ ایک چادر میں تھے' جس حال میں حضرت سیدتنا فاطمہ آئی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت دی' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک آپ کی ازواج نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے' وہ آپ سے یہ سوال کرتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' اور انہوں نے میرے متعلق سخت اور ناگوار باتیں کیں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہی تھی اور میں آپ کی نظر کی منتظر تھی' کیا آپ مجھے جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں' حضرت زینب اسی طرح سخت باتیں کر رہی تھیں حتیٰ کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا بدلہ لینا ناگوار نہیں ہوگا' پھر میں نے بھی بولنا شروع کیا

حتیٰ کہ میں ان پر غالب آ گئی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

(صحیح بخاری:۲۵۸۱' صحیح مسلم:۲۴۴۲' سنن نسائی:۳۹۵۰)

قَالَ إِبْرَاهِيمُ كَانُوا يَكْرَهُونَ أَنْ يُّسْتَذَلُّوا، فَإِذَا قَدَرُوا عَفَوْا.

ابراہیم نے کہا: سلف ذلیل ہونے کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ ظالم سے بدلہ لینے پر قادر ہوتے تو اسے معاف کر دیتے تھے۔

اس تعلیق کی امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں قبیصہ سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧ - بَابُ عَفْوِ الْمَظْلُومِ

مظلوم کا معاف کر دینا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مظلوم کا ظلم کو معاف کر دینا مستحسن ہے۔

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿إِنْ تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوْٓءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا﴾ (النساء: ١٤٩).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم کسی نیکی کو ظاہر کرو یا چھپا کر کرو' یا کسی بُرائی کو معاف کر دو تو بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت قدرت والا ہے O (النساء:۱۴۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تین چیزوں کے متعلق میں حلف اٹھاتا ہوں' صدقہ کرنے سے کسی کا مال کم نہیں ہوتا' اس لیے تم صدقہ کیا کرو' اور جو شخص اللہ کی رضا کے لیے کسی کو معاف کر دیتا ہے' اللہ قیامت کے دن اس کی عزت کو زیادہ کرتا ہے' اور جو شخص سوال کرنے کا دروازہ کھولتا ہے' اللہ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ:۸۴۹' کشف الاستار:۹۲۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ O وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ O إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ O وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ O وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ وَتَرَى الظّٰلِمِينَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ O﴾ (الشوریٰ: ٤٠ـ٤٤).

اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے' بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا O اور جس نے اپنے اوپر ظلم کیے جانے کا بدلہ لے لیا تو اب اس سے مواخذہ کرنے کا کوئی جواز نہیں O مواخذہ کرنے کا جواز صرف ان لوگوں کے خلاف ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور روئے زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں' ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے O اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے O اور جسے اللہ گم راہ کر دے اس کے لیے اس کے بعد کوئی کارساز نہیں ہے اور آپ دیکھیں گے کہ ظالم لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟ O

(الشوریٰ:۴۴ـ۴۰)

بدلہ لینے اور معاف کر دینے کے متعلق احادیث

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے غضب کے تقاضوں کو پورا کرنے پر قادر تھا اور اس نے اپنے غصہ کو پی لیا تو قیامت کے دن اللہ تمام لوگوں کے سامنے اس کو بلا کر فرمائے گا کہ وہ جس حور کو چاہے پسند کر لے۔

(سنن ابوداؤد: ٤٧٧٧، سنن ترمذی: ٢٠٢١، مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٨، المعجم الکبیر ج ٢٠ ص ١٨٩۔١٨٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی لغزش کو معاف کیا' قیامت کے دن اللہ اس کی لغزش کو معاف کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ٣٤٦٠، سنن ابن ماجہ: ٢١٩٩، مسند احمد ج ٢ ص ٢٥٢)

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص غصہ ضبط کر کے اس کا گھونٹ پیتا ہے' اللہ تعالیٰ کو اس گھونٹ سے بڑھ کر کوئی گھونٹ پسند نہیں ہے یا جو شخص مصیبت کے وقت صبر کا گھونٹ پیتا ہے اور اللہ کے خوف سے جس شخص کی آنکھ سے آنسو کا قطرہ گرتا ہے' اس سے بڑھ کر کوئی قطرہ پسند نہیں ہے یا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں گرتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٠٢٨٩، الجامع لشعب الأیمان: ٧٩٥٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: باوقار لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو۔

(سنن ابوداؤد: ٤٣٧٥، مسند ابویعلیٰ ج ٨ ص ٢٦٣، مسند احمد ج ٦ ص ١٨١)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی زبان پر قابو رکھا' اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا' اور جس نے اپنے غصہ کو روکا' قیامت کے دن اللہ اس سے اپنے غضب کو روک لے گا اور جس نے اللہ کے سامنے اپنا عذر پیش کیا' اللہ اس کا عذر قبول کر لے گا۔ (تاریخ بغداد ج ٥ ص ٣٠٨، الجامع لشعب الایمان: ٧٩٥٨)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ظالم سے بدلہ لینے کا ذکر ہے۔

٨ - بَابٌ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ — ظلم' قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا

اس باب میں ''ظلمات'' کا لفظ ہے' یہ ''ظلمة'' کی جمع ہے' ظلمت نور کی ضد ہے یعنی اندھیرا۔

٢٤٤٧ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْمَاجِشُوْنُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (صحیح مسلم: ٢٥٧٩، الرقم المسلسل: ٦٤٧٢، سنن ترمذی: ٢٠٣٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز الماجشون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' آپ نے فرمایا: ظلم قیامت کے دن کئی اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

ظلم سے دنیا میں دل کا اندھیرا ہوتا ہے اور آخرت میں اس سے آنکھوں کا اندھیرا ہوتا ہے

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ ھ لکھتے ہیں:

ظلم دو عظیم گناہوں پر مشتمل ہے: (١) کسی کا مال ناحق طریقہ سے لینا (٢) اور جو شخص نیکی کا حکم دے رہا ہو اس کی مخالفت کرنا' اور یہ بہت بڑا گناہ ہے' ظلم اسی شخص پر کیا جاتا ہے جو عموماً بدلہ لینے پر قادر نہیں ہوتا اور ظلم' دل کی ظلمت سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کا دل ہدایت کے نور سے روشن ہوتا تو وہ ظلم کے انجام پر غور کرتا' پس جن لوگوں نے تقویٰ سے دنیا میں نور حاصل کر لیا' ان سے ظلم کے اندھیرے زائل ہو جاتے ہیں' پھر وہ ظلم کرنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ (کشف المشکل ج ٣ ص ٢٤٦، دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: ہم کو معلوم نہیں کہ یہ اندھیرے کیسے ہیں؟ آیا یہ دل کے اندھیرے ہیں یا آنکھوں کے اندھیرے ہیں' قرآن مجید یہ بتاتا ہے کہ یہ آنکھوں کے اندھیرے ہیں' جیسے اس آیت میں ہے:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ○ (الحدید:۱۳)

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ہمیں دیکھو (تاکہ) ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں' (ان سے) کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے لوٹو' پھر وہاں کوئی نور تلاش کرو تو (اسی وقت) ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں (ایک) دروازہ ہوگا' اس کے اندر کی جانب رحمت اور باہر کی جانب عذاب ہوگا○

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب ان سے نور روک لیا جائے گا تو وہ اندھیروں میں رہ جائیں گے اور وہ اندھیرے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ لیں گے' جیسے دنیا میں ان کی آنکھوں پر کفر کے پردے پڑے ہوئے تھے' اس کے مقابلہ میں مؤمنوں کا جو نور ہوگا' وہ بھی آنکھوں سے نظر آنے والا ہوگا' قرآن مجید میں ہے:

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ. (التحریم:۸)

مؤمنوں کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو یہ اجر وثواب عطا فرمائے گا کہ ان کے ایمان کا نور ان کے ساتھ لازم رہے گا اور وہ اس کو دیکھ کر لذت حاصل کریں گے اور ان کی بصارت قوی ہو جائے گی اور کفار اور منافقین کو یہ عذاب دے گا کہ ان پر اندھیرا کر دے گا اور ان کو اس نور کی طرف دیکھنے کی لذت سے محروم کر دے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۷۳-۷۲ ۴ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ظلم سے یہاں شرک مراد ہے اور وہ ان پر ظاہری اور باطنی اندھیروں کا سبب بن جائے گا اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ ظلم سے مراد ہے: کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا' اور مشرکین کا ظلم یہ ہے کہ جو عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے کرنی چاہیے تھی' انہوں نے وہ عبادت بتوں کے لیے کی اور عبادت کو غیر محل میں رکھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں ظلم کو اندھیرا قرار دیا گیا ہے۔

٩ - بَابُ الْاِتِّقَاءِ وَالْحَذَرِ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ

مظلوم کی دعا سے ڈرنا اور بچنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مظلوم کی دعا مسترد نہیں ہوتی' لہٰذا اس سے ڈرنا اور بچنا چاہیے۔

٢٤٤٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق مکی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی از ابو معبد مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی

الْيَمَنِ، فَقَالَ اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.

طرف بھیجا' پس فرمایا: مظلوم کی دعا سے بچنا کیونکہ اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مظلوم کی دعا قبول کی جاتی ہے' خواہ وہ فاجر ہو' اس کا فجور اس کے نفس پر ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۹۸۷۔ ج ۱۵ ص ۱۹۵۔ ۱۹۴' مجلس علمی' بیروت' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۷۲' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں مظلوم کی دعا سے بچنے کا حکم ہے۔

١٠ - بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ، هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ

جس شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو' پھر مظلوم سے وہ ظلم معاف کرائے تو کیا اس ظلم کا بیان کرنا ضروری ہے؟

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب ظالم مظلوم سے اپنا ظلم معاف کرائے تو آیا اس پر اس ظلم کو بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

٢٤٤٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِاَحَدٍ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ، قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ، اِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهٖ، وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ اِنَّمَا سُمِّيَ الْمَقْبُرِيَّ لِاَنَّهُ كَانَ يَنْزِلُ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ. (قَوْلُهُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ......اِلٰى اٰخِرِهٖ، اِنَّمَا يَثْبُتُ فِيْ رِوَايَةِ الْكُشْمِيْهَنِيِّ وَحْدَهُ) قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ هُوَ مَوْلٰى بَنِيْ لَيْثٍ، وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ، وَاسْمُ اَبِيْ سَعِيْدٍ كَيْسَانُ.

[طرف الحدیث: ۶۵۳۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی دوسرے شخص کی عزت پر ظلم کیا ہو یا کسی اور چیز پر' اس پر لازم ہے کہ وہ اس دن کے آنے سے پہلے اس کو معاف کرالے' جب نہ کوئی دینار ہوگا نہ درہم ہوگا' اگر اس کا کوئی عمل صالح ہوگا تو وہ اس ظلم کی مقدار کے مطابق لے لیا جائے گا اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا ہے کہ اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا ہے کہ سعید کو مقبری اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ قبرستان کے کنارے میں رہتے تھے۔ (ابوعبداللہ نے کہا ...... سے لے کر آخر تک یہ قول صرف الکشمیہنی کی روایت میں ہے) امام ابوعبداللہ نے کہا: اور سعید مقبری' وہ بنولیث کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وہ سعید بن ابوسعید ہیں اور ابوسعید کا نام کیسان ہے۔

حدیث مذکور کا ایک آیت سے تعارض اور اس کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے:

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى. (الانعام: ۱۶۴)

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بغیر کسی حق کے محض رشتہ داری یا دوستی کی وجہ سے کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مظلوم کا ظالم پر جو حق ہے اور اس حق کا عوض دینے کے لیے ظالم کے پاس نیکیاں نہیں ہیں تو پھر مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے' لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤١٣)

مظلوم کے حق سے بری ہونے کے لیے آیا ظلم کی مقدار بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

المہلب نے کہا ہے کہ اگر ظالم نے یہ بیان کر دیا کہ اس کے اوپر مظلوم کا کتنا حق ہے' مثلاً اس نے مظلوم کے ہزار روپے چھینے تھے اور اس نے اس کو ہزار روپے دے دیئے تو اس کا حق ادا ہو گیا اور اگر اس نے اس کو پانچ سو روپے دیئے تھے تو اس کے پانچ سو روپے اس پر باقی رہ گئے' لہٰذا آخرت میں اس سے پانچ سو روپے کی مقدار نیکیاں لے لی جائیں گی' مثلاً اس نے پانچ سو روپے خیرات کیے تھے تو اس کی یہ نیکی مظلوم کے اعمال نامہ میں ڈال دی جائے گی اور اگر اس کی کوئی نیکی نہیں ہے تو پھر مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے دنیا میں مظلوم سے حق معاف کرالیا تو اس کا حق معاف ہو جائے گا' یہ مطلقاً صحیح نہیں ہے' بلکہ یہ اس وقت صحیح ہو گا جب وہ اس کی مقدار بتائے اور جتنی مقدار کا معاوضہ دے گا' اتنی مقدار معاف ہو گی' یہ قول صحیح ہے کیونکہ حدیث میں ہے: اگر اس (ظالم) کا کوئی عمل صالح ہو گا تو وہ اس ظلم کی مقدار کے مطابق لے لیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٧٣ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

غیبت اور منافع سے بَری ہونے کی صورت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے شخص کی غیبت کرے' اگر جس کی غیبت کی ہے اس کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص نے غیبت کی ہے تو غیبت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو بتائے کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے' تم اپنا حق مجھے معاف کر دو اور اگر اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں نے غیبت کی ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے اور اس کو خبر نہ دے اور اگر اس کا مال غصب کیا ہے یا چرایا ہے تو جتنا مال اس کو واپس کرے گا' اتنے مال کے حق سے وہ بَری ہو جائے گا' اور جہاں تک منافع کا تعلق ہے مثلاً کسی کے مکان میں ظلماً رہا یا کسی کی سواری پر ظلماً سوار ہوا' یا کسی کا کپڑا ظلماً پہنا' تو عرف اور دستور کے مطابق اس کا جتنا کرایہ ادا کر دیا تو اتنا حق معاف ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤١٣ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' سے مناسبت واضح ہے۔

١١ - بَابٌ إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوعَ فِيهِ

جب مظلوم نے ظالم کو بَری کر دیا تو اب اس سے رجوع نہیں کر سکتا

٢٤٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ (النساء:١٢٨). قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْمَرْاَةُ، لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں

مِّنْهَا، يُرِيْدُ اَنْ يُّفَارِقَهَا، فَقَالَتْ اَجْعَلُكَ مِنْ شَاْنِيْ فِيْ حِلٍّ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۹۴۔۴۶۰۱۔۵۲۰۶] (صحیح مسلم: ۳۰۲۱، الرقم المسلسل: ۷۴۳۱)

صلح کر لیں اور صلح کرنا بہتر ہے۔(الایۃ) (النساء: ۱۲۸) حضرت عائشہ نے فرمایا: ایسا ہوتا تھا کہ ایک مرد کے نکاح میں کوئی عورت ہوتی جس سے وہ زیادہ مال نہ حاصل کر سکا ہو تو وہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ کرتا تو اس کی بیوی یہ کہتی کہ میں اپنا حق تم پر معاف کرتی ہوں، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۱۵)

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان یہ ہے کہ جب کسی شخص نے مظلوم سے اپنا حق معاف کرا لیا یا مظلوم کو اس کا حق ادا کر دیا تو اب وہ اس سے رجوع نہیں کر سکتا اور اس حدیث میں خلع کا ذکر ہے کہ عورت نے اپنا مہر معاف کر کے شوہر سے خلع حاصل کر لیا اور بہ ظاہر یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عنوان میں اور حدیث میں اس طرح مطابقت ہے کہ جب عورت نے شوہر کو مہر معاف کر دیا تو مہر معاف کرنے کے بعد اب وہ اس سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتی جس طرح مظلوم اپنا حق معاف کرنے کے بعد پھر ظالم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتا تو عنوان میں اور حدیث میں معاف کرنے کے بعد مطالبہ نہ کر سکنے میں مطابقت ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ظلم کو معاف کرنے کا ذکر ہے۔

۱۲ - بَابٌ اِذَا اَذِنَ لَهٗ اَوْ اَحَلَّهٗ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ؟

جب کوئی شخص دوسرے کو اجازت دے یا کچھ معاف کر دے مگر یہ نہ بیان کرے کہ کتنے کی اجازت دی ہے یا کتنے کو معاف کر دیا ہے؟

۲۴۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْاَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا. قَالَ فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم بن دینار از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا، آپ نے اس سے پیا، آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا، اور بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے، آپ نے اس لڑکے سے فرمایا: کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا (پس خوردہ) ان لوگوں کو دے دوں، اس لڑکے نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! آپ سے مجھے جو حصہ ملا ہے، میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پیالہ اسی لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اگر وہ لڑکا (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اجازت دے دیتے کہ آپ بائیں جانب والوں کو یہ مشروب عطا کر دیں تو بائیں جانب تو بہت لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ معلوم نہ ہوتا کہ حضرت ابن عباس نے ان میں سے کس کے لیے اجازت دی ہے اور کس کے لیے اجازت نہیں دی' سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اس طرح مبہم جماعت کو عطا کرنا بھی جائز ہے۔

غیر معین چیز کو ہبہ کرنے میں مذاہب فقہاء

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کسی غیر معین چیز کو لوگوں کے لیے ہبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک غیر معین چیز کو ہبہ کرنا جائز ہے' اور اس پر قبضہ کرنا جائز ہے' جیسا کہ غیر معین چیز کی بیع جائز ہے' خواہ اس غیر معین چیز کی تقسیم ہو سکے جیسے گھر اور زمین یا اس کی تقسیم نہ ہو سکے جیسے غلام' اور اس چیز کو خالی کر دینے سے قبضہ ہو جائے' یا منتقل ہونے سے قبضہ ہو جائے' امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اگر وہ غیر معین چیز تقسیم ہو سکتی ہو تو اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ تقسیم نہ ہو سکے تو پھر اس کو ہبہ کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۱۸۔۴۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت واضح نہیں ہے۔

۱۳ - بَابُ اِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِّنَ الْاَرْضِ — کسی کی تھوڑی سی زمین پر ظلم کرنے کا گناہ

اس باب سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ غصب کرنا صرف منقولہ اشیاء کے ساتھ خاص نہیں ہے' غیر منقول اشیاء جیسے زمین' مکان' کھیت اور باغ وغیرہ کا غصب ہونا بھی ممکن ہے اور ان کا بھی اسی طرح گناہ ہے۔

۲۴۵۲ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ. [طرف الحدیث: ۳۱۹۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے طلحہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل نے کہا کہ ان کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے تھوڑی سی زمین بھی ظلماً لی تو سات زمینوں تک اس کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۱۰' الرقم المسلسل: ۴۰۲۳' سنن ترمذی: ۱۴۱۸' الاحاد والمثانی: ۲۳' المنتقیٰ: ۱۰۱۹' مسند ابو یعلیٰ: ۹۵۴' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۹۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سات زمینوں کا طوق بنا کر گلے میں ڈالنے کی کیفیت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات زمینوں کا طوق ڈالنے کی کیفیت خود بیان فرمائی ہے:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' جس شخص نے کسی کی ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی تو اللہ اس کو ساتویں زمین تک زمین کھودنے کا مکلف کرے گا' پھر اس زمین کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔

شعبی نے از ایمن از یعلیٰ بن مرہ از نبی ﷺ یہ روایت کی ہے کہ جس نے کسی کی ایک بالشت زمین چرائی یا اس کا غلہ چرایا تو وہ سات زمینوں تک اس کو اٹھائے ہوئے آئے گا۔

ایک اور سند سے از یعلیٰ بن مرہ روایت ہے کہ جس نے کسی کی زمین ناحق لی' اس کو میدانِ حشر تک اس زمین کی مٹی لانے کا مکلف کیا جائے گا۔

علامہ المہلب نے بیان کیا ہے کہ اس کو سات زمینوں میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ سات زمینیں اس کی گردن میں طوق کی طرح ہو جائیں گی۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٥٧٧ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ٣٨٨ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے دو محمل ہیں: ایک یہ ہے کہ اس نے جتنی زمین غصب کی ہے' اس کو اس کا مکلف کیا جائے کہ وہ اس زمین کو اٹھا کر محشر کی طرف لے جائے تو وہ زمین اس کے گلے میں طوق کی طرح ہو جائے گی اور دوسرا محمل یہ ہے کہ اس کو سات زمینوں تک دھنسانے کی سزا دی جائے گی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں: طوق ڈالنے کا معنی یہ ہے کہ یہ سات زمینیں اٹھا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائیں گی تو وہ اس کے گلے میں طوق کی طرح ہو جائیں گی یا ان زمینوں کو اس کے گلے میں طوق کی طرح کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی گردن کو اتنا لمبا کر دے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کافر کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کی طرح ہوگی۔

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں: غاصب کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالنا محال نہیں ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن کے اوپر اونٹ سوار ہو' یا فرمایا: اس کی گردن پر بکری سوار ہو' اور رہا خسف تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی موت کے بعد اس کو سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے یا حشر میں اس کو دھنسا دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤١٩ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

زمین کا طوق بنا کر ڈالنے والی حدیث سے زمین کی نیچے سے اوپر تک ملکیت کا ثبوت اور سات زمینوں کے تحقق پر دلیل

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص زمین کے کسی حصہ کا مالک ہوتا ہے' وہ زمین کی انتہاء تک اس کا مالک ہوتا ہے' اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس زمین کے نیچے کسی کو تہ خانہ کھودنے یا کنواں کھودنے سے منع کرے' خواہ اس سے اس کی زمین کو ضرر ہو یا نہ ہو' یہ علامہ خطابی کا قول ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ زمین کا نچلا حصہ اس کے اوپر والے حصہ کے تابع ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زمین کو کھودے اور اس میں معدن نکل آئے تو وہ کس کی ملکیت ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ اسی شخص کی ملکیت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے اور اس تقدیر پر اس کے لیے جائز ہے کہ وہ زمین کو نیچے تک جتنا گہرا کھودنا چاہے' کھودلے' اسی طرح وہ اپنی زمین کی سیدھ میں جتنا چاہے اوپر تک عمارت بنا لے اور جتنی منزلیں چاہے بنا لے' جب تک کسی کو اس سے نقصان نہ پہنچے۔ علامہ داؤدی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ سات زمینیں ایک دوسرے کو محیط ہیں اور ان کے درمیان شگاف نہیں ہے (جیسے پیاز کے چھلکے ایک دوسرے کو محیط ہوتے ہیں)' ایک قول یہ ہے کہ ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے جیسے دو آسمانوں کے درمیان مسافت ہے' اور اس میں یہ دلیل بھی

ہے کہ زمینیں سات ہیں' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ. (الطلاق:١٢) اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمینوں سے بھی ان کی مثل (سات)۔

زمین کے غصب میں فقہاء احناف کا مؤقف اور علامہ کرمانی کے بیان کردہ مؤقف کا ردّ

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ زیر بحث حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین کو بھی غصب کیا جاتا ہے اور احناف کا مذہب اس کے خلاف ہے۔(شرح الکرمانی ج١١ص ٢٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ کرمانی کی بے سوچے سمجھے' انکل پچو سے' بے تکی بات ہے اور مذہب حنفیہ کا مطالعہ کیے بغیر ان کے متعلق اندازہ سے بات کہنا ہے' کیونکہ ان کا مذہب اس کے برخلاف ہے' فقہاء احناف کے مذہب کی تفصیل اس طرح ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک غصب صرف ان چیزوں میں متحقق ہوتا ہے جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکے' کیونکہ کسی چیز کو منتقل کرنے سے قبضہ کا ازالہ ہوتا ہے اور زمین کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا' پس جب کسی شخص نے زمین کو غصب کیا اور وہ اس کے پاس ہلاک ہو گئی تو وہ ضامن نہیں ہو گا' اور امام محمد نے کہا ہے کہ وہ ضامن ہو گا اور یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے' امام زفر' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' کیونکہ ان کے نزدیک زمین میں بھی غصب متحقق ہوتا ہے' اور یہ اختلاف غصب میں ہے' تلف کرنے میں نہیں ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک زمین میں بھی غصب متحقق ہوتا ہے' لیکن ایسے طریقہ سے کہ اس میں ضمان واجب نہیں ہے' اور اکثر فقہاء احناف اس پر متفق ہیں کہ زمین میں بالکل غصب متحقق نہیں ہے۔

زمین کے غصب کے ثبوت میں جمہور کا ردّ اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلیل

جمہور کا اس باب کی حدیث سے زمین کے غصب کے تحقق پر استدلال کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے اس حدیث میں غصب کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ زمین کو ظلماً لینے کا ذکر فرمایا ہے اور اس کی جزاء یہ بیان فرمائی ہے کہ قیامت کے دن اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا' اگر اس سے مراد معروف غصب ہوتا تو آپ دنیا میں اس کی ضمان بیان فرماتے کیونکہ غصب دنیاوی جرم ہے' لہٰذا آپ اس کا ضمان بیان فرماتے جو کہ دنیاوی حکم ہے اور اس کو بیان کرنے کی زیادہ ضرورت ہے' اور آپ نے اس کی سزا میں جو طوق ڈالنے کا ذکر فرمایا ہے' یہ اس کی مکمل جزاء ہے اور جو شخص اس پر ضمان کا اضافہ کرے گا' وہ آپ کی بیان کردہ سزا کو منسوخ کرے گا اور قیاس سے کسی حدیث کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی روایت میں غصب کا لفظ ہو تو اس کی اس معروف غصب پر دلالت نہیں ہے' جو ضمان کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آزاد کو فروخت کرنے پر وعید کا ذکر ہے لیکن یہ متعارف بیع کی دلیل نہیں ہے' اسی طرح اگر کسی روایت میں غصب کا لفظ ہو تو وہ متعارف غصب پر دلیل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں صحیح البخاری: ٢٤٥٢' اور صحیح مسلم: ١٦١٠ میں غصب کا لفظ نہیں ہے بلکہ یہ ذکر ہے کہ جس نے کسی کی تھوڑی سی زمین بھی ظلماً لی...... پس واضح ہوا کہ جس روایت میں غصب کا لفظ ہے' اس سے مراد کسی کی زمین کو ظلماً لینا ہے نہ کہ معروف غصب مراد ہے۔

(عمدۃ القاری ج١٢ص ٤٢٠-٤١٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ائمہ ثلاثہ اور امام ابوحنیفہ نے جن جن احادیث سے استدلال کیا ہے' ان کا تجزیہ

میں کہتا ہوں کہ جس روایت میں غصب کا لفظ ہے' وہ حسب ذیل ہے:

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی آدمی سے ظلماً زمین کو غصب کیا' وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا۔ (حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۸۷) (المعجم الکبیر: ۲۵۔ ج ۲۲ ص ۱۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' کنز العمال: ۳۰۴۰۶۶۔ج ۱۰ ص ۶۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

جن احادیث میں غصب کا لفظ نہیں ہے بلکہ زمین کو ظلماً لینے کا ذکر ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کا پہلے باحوالہ ذکر ہو چکا ہے' دیگر احادیث یہ ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بغیر جواز کے تھوڑی سی زمین بھی لی' اس کو سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا' اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

(مسند ابویعلیٰ: ۷۴۴' مسند البزار: ۱۳۴۷' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷۵)

الحکم بن الحارث السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسلمانوں کے راستہ میں سے ایک بالشت بھی لی' وہ اس کی سات زمینوں کو اٹھائے ہوئے آئے گا۔ (المعجم الکبیر: ۳۱۷۲' المعجم الصغیر: ۱۱۹۷' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷۶)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کی زمین تھوڑی سی بھی لی' قیامت کے دن وہ سات زمینیں اس کے گلے میں ڈالی جائیں گی۔ (المعجم الکبیر: ۳۱۔ج ۲۰ ص ۲۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت یعلیٰ بن مرۃ الثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کسی کی زمین ناحق لی' اسے اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس کی مٹی میدانِ حشر تک لے کر جائے۔

(مشکل الآثار: ۶۱۵۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۶۵' المعجم الکبیر: ۶۹۱۔ج ۲۲' المعجم الکبیر: ۶۹۳۔ج ۲۲' المعجم الاوسط: ۵۷۴۶' المعجم الصغیر: ۱۰۵۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۵۵۸۔ج ۲۹ ص ۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' شعیب الارنؤوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے)

جمہور فقہاء نے جس حدیث میں غصب کے لفظ سے استدلال کیا ہے' اس کو صرف امام طبرانی نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے' اور فقہاء احناف نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' اس کو امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی' امام ابن ابی عاصم' امام احمد' امام ابویعلیٰ اور دیگر مستند ائمہ نے روایت کیا ہے' لیکن ان روایتوں میں کسی چیز کو ظلماً لینے کا جو ذکر ہے' اُسی کو شرعاً غصب کہا جاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۲۰۔ج ۴ ص ۴۴۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالنے کی وضاحت (۲) سات زمینوں کا ثبوت (۳) زمین کو غصب کرنے میں فقہاء احناف کے قول کی وضاحت (۴) مالک زمین کا زمین کے اوپر اور نیچے تصرف (۵) زمین کے تیل یا گیس کا حکم۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ظلماً زمین لینے کا ذکر ہے۔

٢٤٥٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ، فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ لَهُ يَا اَبَا سَلَمَةَ، اِجْتَنِبِ الْاَرْضَ، فَاِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ ان کے اور لوگوں کے درمیان کوئی جھگڑا تھا تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا

مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ.

[طرف الحديث:٣١٩٥]

ذکر کیا' پس آپ نے ان سے فرمایا: اے ابوسلمہ! زمین سے اجتناب کرنا' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے ظلم سے بالشت بھر بھی زمین لی تو اس کو سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث: ٢٤٥٢ کی مثل ہے۔

٢٤٥٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ، خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى سَبْعِ أَرَضِينَ قَالَ الْفِرَبْرِيُّ قَالَ أَبُو جَعْفَرِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِخُرَاسَانَ فِي كِتَابِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، أَمْلَاهُ عَلَيْهِمْ بِالْبَصْرَةِ. [طرف الحديث:٣١٩٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے تھوڑی سی زمین کو بھی ناحق لیا' اس کو قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔ فربری نے کہا کہ ابوجعفر بن ابی حاتم نے کہا: امام ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: یہ حدیث خراسان میں عبداللہ بن المبارک نے نہیں لکھوائی' انہوں نے یہ کتاب بصرہ میں لکھوائی ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٢٤٥٢ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابٌ إِذَا أَذِنَ إِنْسَانٌ لِآخَرَ شَيْئًا جَازَ

جب ایک انسان دوسرے انسان کو کسی چیز کی اجازت دے (تو وہ اس کو استعمال کر سکتا ہے)

٢٤٥٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَبَلَةَ كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فِي بَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَأَصَابَنَا سَنَةٌ، فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا فَيَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْإِقْرَانِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ.

[اطراف الحديث:٢٤٨٩-٢٤٩٠-٥٤٤٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جبلہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں بعض عراقیوں کے ساتھ تھے' وہاں ہم قحط میں مبتلا ہو گئے تو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما ہمیں ایک کھجور دیتے تھے' اسی اثناء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (دو دو کھجوروں کو) ساتھ ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت طلب کر لے۔

(صحیح مسلم: ٢٠٤٥' الرقم المسلسل: ٥٢٢٧' سنن ابوداؤد: ٣٨٣٤' سنن ابن ماجہ: ٣٣٣١' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٣٠٥' مسند ابویعلیٰ: ٥٧٣٦' تاریخ بغداد ج ٧ ص ١٨٠' حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٢٣٣' سنن کبریٰ: ٦٧٣٠' المعجم الاوسط: ١٢٧١' مسند احمد ج ٢ ص ٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٥١٣- ج ٨ ص ١٠٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ساتھیوں کی اجازت سے دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

اجازت صرف اپنی ملکیت میں دی جائے گی' جیسا کہ گوشت کے مالک نے اس شخص کو اجازت دی جو نبی ﷺ کے ساتھ آیا تھا' پس اس کے لیے اس طعام سے کھانا جائز ہو گیا' جس طرح نبی ﷺ نے اجازت دی ہے کہ جب چند آدمی مل کر کھجوریں کھا رہے ہوں اور وہ کسی ایک آدمی کو کھجوریں ملا کر کھانے کی اجازت دے دیں تو اس کے لیے دو دو کھجوریں ملا کر کھانا جائز ہے اور اس کے بغیر کھجوریں ملا کر کھانا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٧٨۔٤٧٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے' اس ممانعت کی علت کی دو وجہیں ہیں: پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا ہے کہ یہ فعل قبیح ہے اور یہ آدمی کی حرص پر دلالت کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ کھجوریں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی ملکیت تھیں اور حضرت ابن الزبیر نے ان کو برابر برابر کا مالک بنا دیا تھا تو جو شخص دو دو کھجوریں ملا کر کھائے گا' وہ دوسروں سے زیادہ کھائے گا لیکن جب کھجوریں کسی ایک آدمی کی ملکیت ہوں تو وہ جس طرح چاہے ان کھجوروں کو کھا سکتا ہے' جس طرح روایت ہے کہ حضرت سالم مٹھی بھر بھر کر کھجوریں کھاتے تھے ایک قول یہ ہے کہ جب طعام اتنا ہو کہ وہ سب سیر ہو کر کھا سکیں تو پھر ان میں کسی ایک آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ جس طرح چاہے کھائے۔

دو دو کھجوریں ملا کر کھانے میں مذاہب فقہاء

اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانا مطلقاً حرام ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے چند آدمیوں کو کھجوریں مل کر کھانے کے لیے دی ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی اجازت نہ دی ہو تو پھر کسی ایک کا دو دو کھجوریں ملا کر کھانا مکروہ تحریمی ہے' اور اگر کسی کو اجازت دی ہو یا وہ کھجوریں سب کے سیر ہونے کے لیے کافی ہوں تو پھر کسی ایک کا دو دو کھجوریں ملا کر کھانا مکروہ تنزیہی اور خلافِ ادب ہے کیونکہ یہ فعل اس کی زیادہ حرص پر دلالت کرتا ہے۔

دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کا منسوخ ہونا

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی آدمی نے طعام لا کر رکھ دیا تو کھانے والے اس طعام کے مالک ہیں یا نہیں؟ اگر ہم یہ کہیں کہ اس کے طعام رکھنے سے وہ سب اس طعام کے مالک ہو گئے ہیں تو پھر کسی ایک کا دوسرے سے زیادہ کھانا حرام ہے' اور اگر ہم یہ کہیں کہ ان میں سے ہر ایک اس طعام کا مالک ہو گیا ہے تو پھر کسی ایک کا دوسرے سے زیادہ کھانا خلافِ ادب ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کا حکم دوسری حدیث سے منسوخ ہو گیا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع کیا تھا' اب اللہ نے تم پر وسعت کر دی ہے' سو اب تم دو دو کھجوریں ملا کر کھا لیا کرو۔

(المعجم الاوسط: ٧٠٦٤' حافظ طبرانی نے کہا: اس حدیث کو عطاء خراسانی سے صرف یزید بن بزیع نے روایت کیا ہے)

امام ابن شاہین المتوفی ٣٨٥ھ نے اس حدیث کو الناسخ والمنسوخ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ جس حدیث میں دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی ممانعت ہے' وہ صحیح الاسناد ہے اور جس حدیث میں اس کی اباحت ہے وہ اتنی قوی نہیں ہے' کیونکہ اس کی سند میں اضطراب ہے اور اگر وہ صحیح حدیث ہو تو پھر وہ ممانعت والی حدیث کی ناسخ ہے۔

(الناسخ والمنسوخ ص ۲۶۲'دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۱۲ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کسی اہم چیز کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ یہ عبادات اور تکالیف شرعیہ کے باب سے نہیں ہے' یہ دنیاوی مصلحتوں کے قبیل سے ہے' اس لیے اس میں حدیث ثانی کافی ہے' پھر اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی مُمانعت اس وقت تھی جب مسلمان تنگ دست تھے اور خوراک کا حصول مشکل تھا' تو آپ نے فقراء' ضعفاء اور مساکین کی جانب کی رعایت کرتے ہوئے دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا اور لوگوں کو ایثار اور باہمی غم گساری کی ترغیب دی اور جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وسعت' فراخی اور کشادگی عطا فرمائی اور کثرتِ فتوحات اور اموالِ غنیمت اور فئے کی بہتات سے مسلمان خوش حال اور غنی ہوگئے تو پھر آپ نے دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی اجازت دے دی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵۔۴'دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ بغیر اجازت کے دو کھجوروں کو ملا کر کھانا ظلم ہے۔

٢٤٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ' عَنِ الْأَعْمَشِ' عَنْ أَبِي وَائِلٍ' عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ ' كَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ' فَقَالَ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ اِصْنَعْ لِي طَعَامَ خَمْسَةٍ' لَعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ' وَأَبْصَرَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوعَ' فَدَعَاهُ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ لَمْ يُدْعَ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا قَدِ اتَّبَعَنَا' أَتَأْذَنُ لَهُ . قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابووائل از حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص تھے جن کو ابوشعیب کہا جاتا تھا' ان کا غلام گوشت فروخت کرنے والا تھا' ان سے حضرت ابوشعیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو' شاید میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دوں' آپ پانچ میں سے پانچویں ہوں گے' اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے میں بھوک کے آثار دیکھے تھے' پس انہوں نے آپ کو دعوت دی' آپ کے ساتھ ایک ایسا شخص بھی چلا گیا جس کو دعوت نہیں دی گئی تھی' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص ہمارے ساتھ آ گیا ہے' کیا تم اس کو (بھی) اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں!

اس باب کی حدیثوں کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت بیان کرنے میں مصنف کا تفرد

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی ''کتاب المظالم والغصب'' سے بہ ظاہر کوئی مناسبت نہیں ہے' تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کے محل کے غیر میں رکھنا' سو جو شخص بن بلائے دعوت میں چلا گیا تھا' وہ مدعو نہیں تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو مدعوئین میں شامل کر لیا' اسی طرح اس سے پہلے حدیث میں دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کا ذکر ہے' جب کہ ایک ایک کھجور کھانی چاہیے اور دو کھجوریں ملا کر کھانا کسی چیز کو اس کے محل کے غیر میں رکھنا ہے۔

ہم نے جو کہا ہے کہ جو شخص بن بلائے کسی کی دعوت میں چلا جائے' یہ خود کو غیر محل میں رکھنے کی وجہ سے ظلم ہے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو دعوت دی گئی اور اس نے (کسی عذر کے بغیر) وہ دعوت قبول نہیں کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو شخص بغیر دعوت کے کسی کے ہاں چلا گیا تو وہ چور بن کر داخل ہوا اور لٹیرا بن کر نکلا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۴۱، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ان دونوں حدیثوں کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت شرح ابن بطال، عمدۃ القاری، فتح الباری اور انعام الباری کسی میں مذکور نہیں ہے، یہ صرف نعمت الباری کی خصوصیت اور تفرد ہے اور اللہ کا فضل اور اس کا انعام ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۵۲۶۰۔ ج ۶ ص ۳۰۲ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے: دودو کھجوریں ملا کر کھانے کا شرعی حکم۔

١٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ (البقرہ: ٢٠٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے (البقرہ: ۲۰۴)

اس آیت میں ''اَلَدُّ'' کا لفظ ہے، اس کا مصدر ''لدد'' ہے، اس کا معنی ہے: جھگڑا کرنا۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا: جو شخص کج بحث، ہٹ دھرم اور ظالم ہو، وہ ''الدّ الخصام'' ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تمہارے گناہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ جھگڑتے رہو۔

(سنن ترمذی: ۱۹۹۴) (الدرالمنثور ج ۱ ص ۵۳۵، دارالفکر، بیروت)

آیت مذکورہ کا شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

السدی نے کہا ہے: یہ آیت اخنس بن شریق الثقفی کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر اسلام کو ظاہر کیا اور اس کے باطن میں اس کے خلاف تھا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت منافقین کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ہے، جنہوں نے حضرت خبیب اور دیگر ان اصحاب رضی اللہ عنہم کی مذمت کی تھی، جو شہید ہو گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت کی اور حضرت خبیب اور ان کے اصحاب کی مدح کی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت تمام منافقین کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔ یہ قتادہ، مجاہد، ربیع بن انس اور متعدد مفسرین کا قول ہے اور یہی صحیح قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز اس آیت میں ''خصام'' کا لفظ ہے، یہ ''خصم'' کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: سخت جھگڑا کرنے والے، اور ''الدّ الخصام'' کا معنی ہے: جھگڑا کرنے والوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو۔

٢٤٥٧ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: مردوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض (ناپسند) وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ جھگڑالو ہو۔

[اطراف الحدیث: ۴۵۲۳۔ ۷۱۸۸]

(صحیح مسلم:۲۶۶۸' الرقم المسلسل:۶۶۷۵' سنن ترمذی:۲۹۸۷' سنن نسائی:۵۴۳۸' سنن کبریٰ:۵۹۸۶' مسند احمد ج۶ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۳۴۳۔ج ۴۰ص ۴۰۱' مؤسسة الرسالة' بیروت)

''ابغض'' کا معنی ہے: جس سے سب سے زیادہ بغض ہو اور وہ کافر ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے متعلق نازل ہوئی ہے اور وہ پکا منافق تھا' یا یہ زجر اور ڈانٹ ڈپٹ میں تغلیظ کے لیے فرمایا ہے' یا اس سے مراد ایسا شخص ہے جو حرام کو حلال کرنے کے لیے جھگڑ رہا ہو۔

١٦ - بَابُ اِثْمِ مَنْ خَاصَمَ فِيْ بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ

جس نے باطل کی حمایت میں جھگڑا کیا اور اس کو اس کے باطل ہونے کا علم تھا

٢٤٥٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اُمَّهَا اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ سَمِعَ خُصُوْمَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ، وَاِنَّهُ يَاْتِيْنِي الْخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ، فَاَحْسِبُ اَنَّهُ صَدَقَ، فَاَقْضِيَ لَهُ بِذٰلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ، فَاِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ، فَلْيَاْخُذْهَا اَوْ لِيَتْرُكْهَا.

[اطراف الحدیث:۲۶۸۰-۶۹۶۷-۷۱۶۹-۷۱۸۱-۷۱۸۵]

(صحیح مسلم:۱۷۱۳' الرقم المسلسل:۴۳۶۴' سنن ابوداؤد:۳۶۰۸' سنن ابن ماجہ:۲۳۷۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ ان کو زینب بنت ام سلمہ نے خبر دی کہ ان کو ان کی والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں' انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرہ کے دروازہ پر جھگڑے کی آواز سنی' آپ ان کی طرف باہر آئے' آپ نے فرمایا: میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا اور عالم الغیب نہیں ہوں) اور میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں' پس ہو سکتا ہے تم میں سے بعض لوگ دوسروں سے زیادہ چرب زبان ہوں اور میں اس کو سچا گمان کر لوں اور اس کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو اگر میں نے (بالفرض) کسی مسلمان کے حق کا دوسرے کے لیے فیصلہ کر دیا تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے خواہ وہ اس کو لے لے خواہ چھوڑ دے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ چرب زبانی سے کسی کے مال کو اپنا مال ثابت کرنا ظلم ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ الاویسی (۲) ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمان بن عوف (۳) صالح بن کیسان مؤدب' عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد کی بیٹی ہیں' ان کا نام برّہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا (۷) ان کی والدہ سیدتنا (ام المؤمنین) ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں' ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۱۳ ص ۷)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازخود غیب کو نہ جاننا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں صرف بشر ہوں' یعنی میں الغیب کو اور بواطن اُمور کو (ازخود) نہیں جانتا' جیسا کہ بشریت کے حال کا تقاضا ہے۔ آپ صرف ظاہر کے موافق حکم کرتے تھے اور سرائر (بواطن) کا متولی اللہ تعالیٰ ہے' اور اگر اللہ چاہے تو آپ کو بواطن پر مطلع فرما دیتا ہے' حتیٰ کہ آپ یقین کے ساتھ حکم دیتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اقتداء کرے' اس لیے آپ نے اپنے احکام کو ظاہر پر محمول کیا تاکہ آپ کی امت خوش دلی سے آپ کی اطاعت کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۔۷)

یہ ساری عبارت علامہ یوسف کرمانی کی ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۲۶) اس عبارت کے بعد علامہ کرمانی نے لکھا ہے:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جمہور کی دلیل ہے کہ قاضی کا حکم صرف ظاہر میں نافذ ہوتا ہے اور کسی حرام کو حلال نہیں کرتا' حتیٰ کہ اگر دو گواہ جھوٹی گواہی دیں کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو جس کو ان کے جھوٹ کا علم ہو' اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قاضی کے طلاق کے فیصلہ کے بعد اس عورت سے نکاح کرے' اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا یہ قول اس حدیث اور اجماع کے خلاف ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۲۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ نووی کے اس اعتراض پر ہم آخر میں بحث کریں گے۔

حاکم کے اپنے علم کے متعلق فیصلہ کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر اہم مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اس امت کے شرف اور عظمت کی وجہ سے ظاہر کے مطابق حکم دیا جاتا ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں صرف اسی کے موافق حکم دیتا ہوں جس کو میں سنتا ہوں' اس میں حصر کیا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ میں کوئی حکم نہیں دیتا مگر اس کے موافق جو میں سنتا ہوں' اس مسئلہ میں اختلاف ہے' امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ حاکم اپنے علم سے کسی چیز میں فیصلہ نہیں کرے گا' امام احمد' اسحاق' ابوعبید اور شعبی کا بھی یہی قول ہے۔

اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ حاکم اپنے علم کے مطابق ہر چیز میں فیصلہ کرے گا خواہ وہ اموال ہوں یا حدود ہوں' ابوثور کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے اور ایک جماعت نے فرق کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ حاکم نے خصوصاً مجلس قضاء میں جو کچھ سنا ہے' وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے گا' اور مجلس قضاء سے پہلے یا بعد میں جو کچھ سنا ہے' اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا اور نہ مجلس قضاء کے غیر میں کوئی فیصلہ کرے گا' جب کہ مجلس قضاء میں کوئی گواہ نہ پیش ہوا ہو۔ یہ اوزاعی اور بعض اصحاب مالک کا قول ہے۔

اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ حاکم نے مجلس قضاء میں اور اس کے غیر میں جو کچھ سنا ہے اس کے مطابق فیصلہ کرے گا' نہ فیصلہ سے پہلے اور نہ اس شہر کے غیر میں' خصوصاً اموال میں' یہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جو شخص چرب زبان ہوتا ہے' وہ اپنے باطل اور جھوٹے مؤقف پر بھی اس طرح دلائل پیش کرتا ہے کہ اس کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے لیکن اس سے کوئی حرام حلال نہیں ہوتا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے' علامہ خطابی نے کہا ہے

کہ یہ محققین کا قول ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مجتہد کا ہر حکم صحیح نہیں ہوتا' اور جب وہ اجتہاد کرے تو اس پر خطاء کا گناہ نہیں ہوتا۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قاضی کا اپنے ظن پر عمل کرنا جائز ہے جب کہ اس کا گمان یہ ہو کہ اس کا ظن صحیح ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ قاضی کسی مال کی تملیک یا کسی نکاح کے اثبات یا طلاق کے نافذ کرنے کے متعلق جو بھی فیصلہ کرے اس پر عمل کیا جائے گا خواہ اس کا باطن گواہوں کی گواہی کے خلاف ہو اور قاضی کا فیصلہ کسی چیز کی تملیک کو واجب نہیں کرتا نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہے نہ کسی حلال کو حرام کرتا ہے' یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے' انہوں نے کہا ہے کہ وہ جس کی تملیک کا حکم دیتا ہے' وہ باطن کے حکم سے ہے اور جو طلاق کا یا نکاح کا فیصلہ ان گواہوں سے کیا ہو جو ظاہر میں نیک ہوں اور باطن میں ان پر جرح ہو تو ان گواہوں کی بنیاد پر حاکم کا فیصلہ ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے نافذ ہو جاتا ہے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک جھوٹے گواہوں کی بنیاد پر قاضی کا فیصلہ باطناً نافذ ہونا اور اس میں دوسرے فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہ نے جو یہ کہا ہے کہ حاکم گواہوں کی بنیاد پر جو فیصلہ کرے وہ باطن میں بھی نافذ ہو جاتا ہے' خواہ گواہ جھوٹے ہوں' اس میں دوسرے فقہاء کا اختلاف ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کے اوپر ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ اس نے اس سے نکاح کیا ہے اور اس پر گواہ قائم کر دیئے ہوں اور قاضی نے اس عورت کو اس شخص کی بیوی قرار دے دیا ہو اور واقع میں اس شخص نے اس عورت سے نکاح نہ کیا ہو تو اس مرد کے لیے اس عورت کے ساتھ رہنا جائز ہے' اور اگر وہ عورت اس مرد کو مباشرت کے لیے بلائے تو اس مرد کے لیے اس عورت کے ساتھ مباشرت کرنا جائز ہے' یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے' امام ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا' اور ان کا دوسرا قول امام محمد کے موافق ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد کے لیے اس عورت سے مباشرت کرنا جائز نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے' اس لیے کہ قاضی نے فیصلہ میں خطاء کی ہے' کیونکہ گواہ جھوٹے ہیں' پس یہ ایسا ہے جیسے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ گواہ غلام ہیں یا کافر ہیں' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ قاضی کے نزدیک گواہ سچے ہیں (کیونکہ قاضی پر ان کا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا) اور یہ اس لیے حجت ہے کہ حقیقت صدق پر مطلع ہونا بہت مشکل ہے' اس کے برخلاف کفر اور غلامی پر مطلع ہونا بہت آسان ہے' اور جب قاضی نے یہ فیصلہ حجت کی بناء پر کیا ہے تو اس فیصلہ کو باطن میں نافذ کرنا ممکن ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے نکاح ہو چکا تھا' جس کو جھگڑا ختم کرنے کے لیے اب نافذ کیا ہے' اس کے برخلاف مطلق ملکیت کے دعویٰ میں ایسا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا کیونکہ ملکیت کے اسباب متعدد ہیں (مثلاً ہبہ' وراثت اور خریداری)۔

(ہدایہ اولین ص ۳۳۴' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے امام ابوحنیفہ کی تائید میں یہ حدیث پیش کی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے حضرت علی کے سامنے اس پر گواہ پیش کیے کہ ایک عورت اس کی بیوی ہے' حضرت علی نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا' اس عورت نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر میرے لیے اس فیصلہ پر عمل کرنے کے سوا اور

کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر آپ میرا اس سے نکاح کر دیجئے' حضرت علی نے فرمایا: تمہارے ان دونوں گواہوں نے اس سے تمہارا نکاح کر دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح باطن میں بھی منعقد ہو گیا تھا' کیونکہ اگر یہ نکاح باطن میں منعقد نہ ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس عورت کے مطالبہ پر ان کا نکاح کر دیتے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (البنایہ ج ۶ ص ۹۰-۸۹' المکتبۃ الحقانیہ' ملتان)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(المبسوط ج ۱۶ ص ۲۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۴۳۹) مگر یہ غلط ہے' کتاب الخراج میں یہ روایت نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کی تائید میں آثارِ صحابہ اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف کا حدیث کے مطابق ہونا

امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب حاکم کسی عقد کے اثبات کا یا کسی عقد کے فسخ کا گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے جب کہ جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہو' اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں تو امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب حاکم گواہوں کی بنیاد پر کسی عقد کے اثبات کا یا کسی عقد کے فسخ کا فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوگا خواہ وہ گواہ جھوٹے ہوں۔

امام ابوبکر رازی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کی مثل حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور الشعبی سے مروی ہے' امام ابو یوسف نے از عمرو بن المقدام از والد خود یہ روایت کی ہے کہ کسی قبیلہ کے آدمی نے ایک ایسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا جس سے وہ کم حیثیت کا تھا' اس عورت نے اس مرد سے نکاح کرنے سے انکار کیا' تب اس مرد نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس عورت سے نکاح کر چکا ہے اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اس پر دو گواہ بھی پیش کر دیئے' اس عورت نے کہا: میرا اس مرد سے نکاح نہیں ہوا' حضرت علی نے فرمایا: ان دو گواہوں نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا اور ان دونوں پر نکاح کو نافذ کر دیا۔

شعبہ بن الحجاج نے زید سے روایت کی ہے کہ دو مردوں نے ایک مرد کے خلاف جھوٹی گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے' تو قاضی نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی' پھر ان دو گواہوں میں سے ایک نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو شعبی نے کہا: یہ جائز ہے۔

رہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تو انہوں نے ایک غلام کو اس طور پر فروخت کیا کہ وہ عیب سے بَری ہے' پھر خریدار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ کیا تو حضرت عثمان نے حضرت ابن عمر سے کہا: کیا آپ قسم کھاتے ہیں کہ جب آپ نے اس غلام کو فروخت کیا تھا تو اس میں کوئی عیب نہیں تھا' حضرت ابن عمر نے قسم کھانے سے انکار کیا تو حضرت عثمان نے ان کو غلام واپس کر دیا' پھر حضرت ابن عمر نے یہ غلام زیادہ نفع پر فروخت کر دیا' حضرت ابن عمر نے اس فیصلہ کو تسلیم کر لیا تھا حالانکہ ان کو علم تھا کہ یہ فیصلہ واقع کے خلاف ہے' اور اگر حضرت عثمان کو بھی حضرت ابن عمر کی طرح علم ہوتا تو وہ یہ فیصلہ نہ کرتے اور حضرت ابن عمر کو وہ غلام واپس نہ کرتے' اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمر کا یہ مذہب تھا کہ جب حاکم کسی عقد کو فسخ کر دے تو اس کا یہ فسخ نافذ ہو جاتا ہے اگرچہ واقع میں اس

کے خلاف ہو۔

نیز امام ابوحنیفہ کے مؤقف کے برحق ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حاکم اس کا مکلف ہے کہ جب اس کے سامنے دو ایسے گواہ گواہی دیں جن کا ظاہر حال عدل اور نیک ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے اور اگر اس نے ان گواہوں کی گواہی کے باوجود کسی عقد کے اثبات یا کسی عقد کے فسخ کرنے میں توقف کیا تو وہ گناہ گار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا ترک کرنے والا ہوگا' کیونکہ اس کو ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا مکلف کیا گیا ہے اور جو چیز باطن اور غیب ہے' اس کا کھوج لگانے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا مکلف نہیں کیا گیا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں صرف بشر ہوں اور میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں' پس ہو سکتا ہے کہ تم میں سے بعض دوسروں سے زیادہ چرب زبان ہوں اور میں اس کو سچا گمان کرلوں اور اس کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ کردوں' تو اگر (بالفرض) میں نے کسی مسلمان کے حق کا دوسرے کے لیے فیصلہ کردیا تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے' خواہ وہ اس کو لے لے خواہ چھوڑ دے۔ (صحیح البخاری: ٢٤٥٨' صحیح مسلم: ١٧١٣) (احکام القرآن ج١ ص ٢٥٣۔ ٢٥٢ 'ملخصاً وموضحاً' سہیل اکیڈمی' ١٤٠٠ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ' شعبہ بن الحجاج اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ان آثار میں امام ابوحنیفہ کے اس مؤقف پر واضح دلیل ہے کہ حاکم کا فیصلہ ظاہر اور باطن دونوں میں نافذ ہو جاتا ہے' وللہ الحمد۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر بہت زیادہ تفصیل سے لکھا ہے جیسا کہ ابھی ہم اس حدیث کی شرح کے عنوان بیان کریں گے تو واضح ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کے شرح صحیح مسلم میں بیس مباحث

باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٣٥٩۔ ج ٥ ص ٨٦ پر مذکور ہے' اس شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(١) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشر اور نور ہونے کی تحقیق (٢) نبی کی حقیقت کا عام انسانوں کی حقیقت سے ممتاز ہونا (٣) نبی کی خصوصیات (٤) نبی کے چھیالیس امتیازات (٥) نبی اور غیر نبی کا فرق (٦) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا بیان (٧) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسی نورانیت اور حسن و جمال (٨) بشریت کا نورانیت سے افضل ہونا (٩) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل ہونا (١٠) قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اوّل الخلق ہونا (١١) احادیث کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل ہونا (١٢) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوّل الخلق ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات اور مصنف کا مؤقف (١٣) مخلوق کی طرف علمِ غیب کی نسبت کی تحقیق (١٤) قرآن اور سنت کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت (١٥) فقہاء اسلام کے اقوا کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت (١٦) قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں مذاہب ائمہ (١٧) قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا مؤقف (١٨) جن صورتوں میں فقہاء احناف کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتی ہے (١٩) فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کی شرائط (٢٠) قضاء باطن کے نفاذ میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ۔

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ٥ ص ١٢١۔ ٨٧ پر پھیلی ہوئی ہے اور میرا گمان ہے کہ اس حدیث کی شرح میں کسی شارح نے اتنے مباحث اور مطالب بیان نہیں کیے۔ وذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء.

١٧ - بَابُ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ — جس شخص نے جھگڑا کیا' پس بدزبانی کی

اس حدیث میں ''فجر'' کا لفظ ہے' یہ ''فجور'' سے ماخوذ ہے' ''فجور'' کا معنی ہے: جھوٹ بولنا' اور اللہ اور رسول کی نافرمانی کرنا' اصل میں ''فجور'' کا معنی ہے: کسی چیز کو پھاڑنا اور کھولنا' جب پانی کسی چیز کو پھاڑ دے تو کہتے ہیں: ''فجر الماء'' اسی

طرح جب کسی معصیت کو کھولے تو کہتے ہیں: ''فجر الصبح''۔

٢٤٥٩ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا، اَوْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْ اَرْبَعَةٍ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے خبر دی از شعبہ از سلیمان از عبداللہ بن مرہ، از مسروق از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: چار خصلتیں جس میں ہوں وہ منافق ہوگا، اور جس میں ان چار خصلتوں میں سے ایک خصلت ہو، اس میں ایک نفاق کی خصلت ہوگی حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے، وہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب عہد کرے تو اس کو توڑ دے اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٤ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ بدزبانی کرنا بھی ظلم ہے۔

١٨ - بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُوْمِ اِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهٖ

مظلوم کو اگر ظالم کا مال مل جائے تو وہ اپنا بدلہ لے سکتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کا مال ظلماً لیا ہو، پھر مظلوم اس ظالم کے مال پر قابض ہو تو وہ اس مال میں سے اپنے حق کی مقدار لے سکتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يُقَاصُّهٗ وَقَرَاَ ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ (النحل:١٢٦).

اور ابن سیرین نے کہا: وہ اس مال سے اپنا بدلہ لے لے اور یہ آیت پڑھی: اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ (النحل:١٢٦)

اس آیت کے شانِ نزول میں یہ روایت بیان کی گئی ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن ٦٤ انصار شہید ہوئے اور ٦ مہاجرین شہید ہوئے، ان میں سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو کفار نے مثلہ کیا تھا (یعنی ان کے اعضاء کاٹ دیئے تھے) تب انصار نے کہا: اگر کسی دن ہمیں موقع ملے گا تو ہم بھی ان کے ساتھ اسی طرح کر کے دکھا دیں گے، پھر فتح مکہ کے دن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔

(سنن ترمذی: ٣١٢٩، صحیح ابن حبان: ٤٨٧، المستدرک ج ٢ ص ٣٥٩-٣٥٨، دلائل النبوۃ ج ٣ ص ٢٨٩، المعجم الکبیر: ٢٩٧٣)

اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر کسی شخص نے تم سے کوئی چیز چھینی ہے تو تم بھی اس سے اتنی ہی چیز لے سکتے ہو۔

٢٤٦٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

رَبِيْعَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِّسِّيْكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِيْ لَهٗ عِيَالَنَا؟ فَقَالَ لَا حَرَجَ عَلَيْكِ اَنْ تُطْعِمِيْهِمْ بِالْمَعْرُوْفِ.

بیان کیا کہ حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ آئیں اور کہا: یارسول اللہ! ابوسفیان کنجوس آدمی ہیں' کم خرچ دیتے ہیں کیا مجھ پر کوئی حرج ہے کہ میں اپنے عیال کو ان کے مال سے کھلاؤں؟ تو آپ نے فرمایا: اگر تم ان کو دستور کے مطابق کھلاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۲۱۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اپنے عیال کے گزارے سے حضرت ہند کو کم خرچ دینا' ایک طرح کا ظلم ہے تو آپ نے حضرت ہند کو اجازت دی کہ حضرت ابوسفیان کے مال سے اتنا خرچ لے لیا کریں جو دستور کے مطابق ان کے گزارے کے لیے کافی ہو' اس سے معلوم ہوا کہ جب مظلوم کو ظالم کا مال مل جائے تو وہ اس سے اپنے حق کے مطابق لے سکتا ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف کہ اگر کسی حق دار کو کسی کے پاس اپنی چیز مل جائے تو وہ اس کو لے سکتا ہے یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص کے پاس امانت رکھوائی گئی ہے اگر وہ امانت کو دینے سے انکار کر دے اور امانت رکھوانے والے کو اس کا مال مل جائے تو آیا وہ اپنے حق کے برابر اس کے مال سے لے سکتا ہے یا نہیں۔

اس مسئلہ میں امام مالک کے دو قول ہیں: ابن القاسم نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے: ایسا نہ کیا جائے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے پاس امانت رکھے' اس کی امانت ادا کر دو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے' اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۴' المعجم الکبیر: ۷۶۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۴۵)

اور زیاد نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ ظالم کے مال سے اپنے حق کے برابر لے لے اور زیادہ نہ لے' اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور انہوں نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ جب منکر کے مال پر قرض نہ ہو تو اسے جب اس کے مال سے اپنا حق لینے کا موقع ملے تو اس کے مال سے اپنے حق کے برابر وصول کر لے اور اگر اس کے مال پر قرض ہو تو وہ اسی تناسب سے لے گا جس تناسب سے دوسرے قرض خواہ لے رہے ہیں' مثلاً اگر دوسرے قرض خواہ اپنے کل مال کا ساٹھ فی صد لے رہے ہیں تو وہ بھی اپنے حق کا ساٹھ فی صد لے گا۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ وہ سونے سے سونے کو لے گا اور چاندی سے چاندی کو اور ناپ والی چیز سے ناپ والی چیز کو لے گا اور وزنی چیز سے وزنی چیز کو لے گا اور ان کے علاوہ سے نہیں لے گا اور امام زفر نے کہا ہے کہ وہ قیمت کے عوض میں سامان کو لے سکتا ہے۔ متاخرین احناف نے امام شافعی کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ۵۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

اس حدیث کے دیگر فوائد یہ ہیں کہ باپ پر اولاد کا اتنا خرچ واجب ہے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہو' اور یہ کہ ضرورت کی وجہ سے اجنبی عورت کا کلام سننا جائز ہے اور ضرورت کے موقع پر کسی کا عیب بیان کرنا جائز ہے جیسے حضرت ہند نے بتایا کہ حضرت ابوسفیان بخیل آدمی ہیں' پورا خرچ نہیں دیتے۔ جو لوگ قضاء علی الغائب کے قائل ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' لیکن ان کا استدلال دو وجہوں سے فاسد ہے' اوّل اس لیے کہ اس حدیث میں فتویٰ کا ذکر ہے' فیصلہ کا ذکر نہیں ہے اور ثانی اس لیے کہ

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس مجلس سے غائب تھے' اس شہر سے غائب نہیں تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٤٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ' عَنْ أَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا' فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَّا يَقْرُوْنَنَا' فَمَا تَرٰى فِيْهِ؟ فَقَالَ لَنَا إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ' فَأُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا' فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلُوْا' فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ. [طرف الحدیث: ۶۱۳۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ ہمیں (صدقات وصول کرنے کے لیے) بھیجتے ہیں' ہم ایک قوم کے پاس جا کر ٹھہرتے ہیں وہ ہماری ضیافت نہیں کرتے' آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے ہم سے فرمایا: اگر تم کسی قوم کے پاس ٹھہرو' پس تمہارے لیے اس چیز کا حکم کیا جائے جو مہمان کے لیے چاہیے تو اس کو قبول کرلو' اور اگر وہ تمہاری ضیافت نہ کریں تو تم ان سے اتنا لے لو جتنا مہمان کا حق ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۲۷' الرقم المسلسل: ۴۴۰۷' سنن ابوداؤد: ۳۷۵۲' سنن ترمذی: 1589' سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۶' الادب المفرد: ۷۴۵' شرح مشکل الآثار: ۲۸۱۴' صحیح ابن حبان: ۵۲۸۸' المعجم الکبیر: ۷۶۶-ج ۱۷ ص ۲۷۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۹۷' شرح السنۃ: ۳۰۰۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۳۴۵-ج ۲۸ ص ۵۷۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ بغیر کسی شرعی جواز کے کسی مسلمان کا مال کھانا ظلم ہے۔

مہمان کی ضیافت کے وجوب میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر میں یہ ثبوت ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے اور اگر صاحب خانہ ضیافت نہ کرے تو مہمان کا اس سے ضیافت کی مقدار کو جبراً وصول کرنا جائز ہے' لیث کا مطلقاً یہی مذہب ہے اور امام احمد نے کہا ہے کہ یہ حدیث خانہ بدوشوں کے متعلق ہے' دیہاتوں اور شہروں کے متعلق نہیں ہے' انہوں نے ضیافت کے وجوب پر درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہمان کی رات کی ضیافت کرنا ہر مسلمان پر حق واجب ہے' پس جس نے اس کے گھر میں صبح کی تو (رات کی مہمانی) اس پر قرض ہے' وہ اگر چاہے تو اس کا تقاضا کرے اور اگر چاہے تو ترک کر دے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۵۰' سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۷)

حضرت مقدام ابوکریمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مہمان کسی قوم کے پاس گیا اور صبح کو محروم اٹھا تو ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس کی مدد کرے' حتیٰ کہ اس کی رات کی ضیافت' اس کے کھیت اور مال سے لے لی جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۵۱)

مہمان کی ضیافت کے واجب نہ ہونے کے متعلق احادیث

جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ پہلے ضیافت کرنا واجب تھا'

پھراس کا وجوب منسوخ ہو گیا' اوران کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا صاحب کہیں گئے حتیٰ کہ بھوک کی شدت سے قریب تھا کہ میری سماعت اور بصارت چلی جاتی' ہم نے اپنے آپ کو لوگوں پر پیش کیا لیکن کسی نے ہماری ضیافت نہیں کی' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم کو شدید بھوک لگی تھی' ہم نے اپنے آپ کو لوگوں پر پیش کیا' پس کسی نے ہماری ضیافت نہیں کی تو ہم آپ کے پاس آئے ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنے گھر لے گئے وہاں آپ کے پاس چار بکریاں تھیں' پس آپ نے فرمایا: اے مقداد! ان کا دودھ دوہو اور دودھ کے حصے کرو' ہر دو ساتھیوں کو ایک حصہ دو۔ (الحدیث بطولہ) (شرح معانی الآثار: ٦٥٠٢)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی کسی نے ضیافت نہیں کی حالانکہ ان کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی' پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو ملامت نہیں کی جنہوں نے ان کی ضیافت نہیں کی تھی۔

عبداللہ بن السائب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے صاحب کا سامان نہ لے' مذاق سے نہ سنجیدگی سے اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی لے تو وہ اس کو واپس کر دے۔

(سنن ابوداؤد: ٥٠٠٣' سنن ترمذی: ٢١٦٠' مسند احمد ج ٤ ص ٢٢١' شرح معانی الآثار: ٦٥٠٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے ضیافت میں اس حدیث پر عمل کیا ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ تھا' پس ایک کسان کے گھر میں ہمیں رات آ گئی' وہاں اونٹ کے اوپر سامان لدا ہوا تھا' تو مجھ سے حضرت سعد نے کہا: اگر تم برحق مسلمان ہو تو اس سامان میں سے کچھ نہ کھانا' پھر ہم نے وہ رات بھوکے گزاری۔ (شرح معانی الآثار: ٦٥٠٥)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

یہ حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں' جو فرماتے ہیں کہ اگر تم برحق مسلمان ہو تو اس سامان سے کچھ نہ کھانا' اس سے معلوم ہوا کہ ان کو یہ علم تھا کہ ضیافت کا حق وصول کرنا' اسلام کے احکام میں سے نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ٤ ص ٤٥۔ ٤٤' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

جن احادیث سے مہمان کی ضیافت کا وجوب ثابت ہوتا ہے' ان کے محامل

جن احادیث میں مہمانوں کی ضیافت کو واجب قرار دیا گیا ہے' ان کے جواب میں کہا گیا ہے کہ یہ اوّل اسلام پر محمول ہیں' اس وقت ایک دوسرے کی غم گساری کرنا واجب تھی' پھر جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور مسلمانوں پر خوش حالی آ گئی تو یہ وجوب منسوخ ہو گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجتے تھے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا' جب مسلمانوں کا کوئی بیت المال نہیں تھا لیکن آج کل عاملین کو بیت المال سے رزق دیا جاتا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ضیافت کا وجوب اہل ذمہ پر تھا' حضرت عمر نے جب شام کے نصاریٰ پر جزیہ مقرر کیا تو ان پر لازم کیا کہ جو ان کے پاس مسلمان آئیں' وہ ان کی ضیافت کریں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ درج ذیل آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

(البقرہ:۱۸۸)

پانچواں جواب یہ ہے کہ یہ حکم صرف اس علاقہ کے لیے ہے جہاں لوگ خیموں میں رہتے تھے اور وہاں گلیاں اور بازار نہیں تھے۔(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٩ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ چبوتروں اور سائبانوں کے متعلق احادیث

اس باب کے عنوان میں ''سقائف'' کا لفظ ہے' یہ ''سقیفه'' کی جمع ہے' نواب وحید الزمان نے ''سقیفه'' کا ترجمہ منڈوا کیا ہے۔(تیسیر الباری ج ۳ ص ۵۶۸) اور شیخ محمد راز نے اس کا ترجمہ چوپال کیا ہے۔(اُردو صحیح بخاری ج ۳ ص ۵۸۳) اور شیخ تقی عثمانی نے اس کا ترجمہ چھپر کیا ہے۔(انعام الباری ج ۷ ص ۷۵۵) لیکن موجودہ دور میں یہ الفاظ متروک ہو چکے ہیں اور اب مناسب یہ ہے کہ ''سقیفه'' کا ترجمہ چبوترہ یا سائبان کیا جائے۔

امام بخاری نے اس عنوان کو لا کر یہ اشارہ کیا ہے کہ مسلمان کے لیے عام جگہوں پر بیٹھنا جائز ہے جب کہ وہ اس جگہ کے حقوق ادا کرتا رہے' وہ اپنی نظریں نیچی رکھے' سلام کا جواب دے' کسی گم شدہ کو راستہ دکھائے' نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے۔

وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ. اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب بنوساعدہ کے سائبان میں بیٹھے۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ۷۵۶۳ کی طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔

٢٤٦٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ' ح. وَاَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ' عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ حِيْنَ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ اِجْتَمَعُوْا فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ' فَقُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ اِنْطَلِقْ بِنَا ' فَجِئْنَاهُمْ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ.[اطراف الحدیث: ۳۴۴۵-۳۹۲۸-۴۰۲۱-۶۸۲۹-۶۸۳۰-۷۳۲۳] (امام بخاری اس روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی از حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح قبض فرمائی تو بنوساعدہ کے سائبان میں انصار جمع ہوئے تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم بھی وہاں چلیں' پس ہم بنوساعدہ کے سائبان میں آئے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں وارد کرنے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بنوساعدہ کے سائبان میں گئے' اس میں کون سی ظلم کی بات ہے جو اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں درج کیا ہے؟ علامہ کرمانی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کسی عام مجلس میں جا کر بیٹھنا جائز ہے اور ظلم نہیں ہے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس پر وہ اعتراض ہے جو اسی سے سمجھ میں آ رہا ہے۔(اور غالباً وہ اعتراض یہ ہے کہ یہ ظلم نہیں ہے بلکہ ظلم کی ضد ہے۔سعیدی غفرلہٗ) (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٠ - بَابٌ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ

کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے

٢٤٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ. ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ مَا لِي أَرَاكُمْ مُعْرِضِيْنَ، وَاللّٰهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ. [اطراف الحدیث: ٥٦٢٧-٥٦٢٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میں تم کو اس حکم سے اعراض کرتے ہوئے دیکھتا ہوں! اللہ کی قسم! (اگر تم نہ مانے تو) میں یہ لکڑی تمہارے کندھوں کے درمیان رکھ دوں گا۔

(صحیح مسلم: ١٦٠٩، الرقم المسلسل: ٤٠٢٢، سنن ابوداؤد: ٣٦٣٤، سنن ابن ماجہ: ٢٣٣٥، سنن ترمذی: ١٣٥٣، سنن بیہقی ج ٦ ص ٦٨، مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٠ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٢٧٩۔ ج ١٢ ص ٢٢٢، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے نہ دینا ظلم ہے۔

پڑوسی کی دیوار پر لکڑی رکھنے کے مسئلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے، ایک قوم نے کہا ہے کہ پڑوسی کی لکڑی کو اپنی دیوار پر رکھنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔

بعض علماء نے کہا: اگر پڑوسی اجازت طلب کرے کہ وہ اپنی لکڑی کو تمہاری دیوار پر رکھ لے تو پھر یہ واجب ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کی لکڑی دیوار پر رکھنے سے تمہاری دیوار یا مکان کو ضرر نہ پہنچے تو پھر یہ واجب ہے ورنہ مستحب ہے، امام شافعی، امام احمد، داؤد ظاہری، ابوثور اور محدثین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے، اور یہی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

امام شافعی نے از امام مالک سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ الضحاک بن خلیفہ نے محمد بن مسلمہ سے سوال کیا کہ وہ ایک نہر نکالنا چاہتے ہیں جو محمد بن مسلمہ کی زمین سے گزرے گی تو ضحاک نے اس سے منع کیا، انہوں نے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو حضرت عمر نے فرمایا: وہ ضرور وہاں سے گزرے گی خواہ اس کو تمہارے پیٹ سے گزرنا پڑے، حضرت عمر نے اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے اور اس کو ہر اس صورت میں جاری کیا ہے، جب ایک شخص کو اپنے نفع کے لیے دوسرے پڑوسی کی زمین کی ضرورت پڑے۔

پڑوسی کی دیوار پر تصرف کے مسئلہ میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور امام شافعی کا اس مسئلہ میں مشہور قول

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

جن لوگوں کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ میں تم کو اس حکم سے اعراض کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، اللہ کی قسم! میں

یہ لکڑی تمہارے کندھوں کے درمیان رکھ دوں گا' اگر یہ حکم واجب ہوتا تو حضرات صحابہ اس سے بے خبر نہ ہوتے اور صحابہ اس قدر زیادہ تھے کہ وہ اس حکم سے ناواقف نہ ہوتے اور یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ جن کے متعلق حضرت ابو ہریرہ نے یہ کہا تھا وہ غیر فقہاء ہوں' بلکہ یہی متعین ہے کیونکہ اگر وہ فقہاء صحابہ ہوتے تو حضرت ابو ہریرہ ان کے متعلق ایسا کلام نہ کہتے۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ یہ حکم واجب ہے کیونکہ حضرت عمر نے یہ فیصلہ کیا اور ان کے زمانہ کے لوگوں میں سے کسی نے اس حکم کی مخالفت نہیں کی' پس واضح ہو گیا کہ اس حکم کا وجوب صحابہ کے اتفاق سے تھا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۹۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ محض ایک دعویٰ ہے جو دلیل قائم کرنے کا محتاج ہے' امام شافعی کے جدید دو قول ہیں: ان میں سے مشہور قول یہ ہے کہ یہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے' اگر مالک اپنی دیوار پر لکڑی نہ رکھنے دے تو اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا' اور یہی ہمارے اصحاب کا قول ہے اور جن احادیث میں اس لکڑی کو پڑوسی کی دیوار پر رکھنے کا حکم ہے' وہ استحباب پر محمول ہیں اور جن احادیث میں اس کی ممانعت ہے' وہ تنزیہہ پر محمول ہیں تا کہ ان احادیث کی ان احادیث کے ساتھ تطبیق ہو' جن احادیث میں مسلمان کے مال کو اس کی مرضی کے بغیر حرام قرار دیا ہے' اور یہ اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت جبریل مسلسل پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بھی قرار دیں گے اور جس طرح آپ نے فرمایا: اس شخص کا ایمان (کامل) نہیں ہے جو رات شکم سیر ہو کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱ - بَابُ صَبِّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيْقِ — شراب کو راستہ میں انڈیل دینا

ابتداء اسلام میں شراب کو راستہ میں گرا دینا ممنوع نہیں تھا' لیکن بعد میں جب شراب کی نجاست کو بیان کر دیا گیا تو یہ ممنوع ہو گیا کیونکہ اس سے گلیاں اور بازار نجس ہو جاتے ہیں اور سحنون مالکی نے اس سے بھی منع کیا ہے کہ جس کنویں میں چوہا گر گیا ہو اس کے پانی کو راستہ پر گرایا جائے تو شراب کو راستہ میں گرانا تو بہ طریق اولیٰ ممنوع ہو گا' کیونکہ جب راستہ پر شراب گری ہو گی یا نجس پانی گرا ہو گا تو گزرنے والوں کے کپڑے نجس ہونے کے خطرے میں ہوں گے۔

٢٤٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ اَبُوْ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِيْ مَنْزِلِ اَبِيْ طَلْحَةَ، وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيْخَ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِيْ اَلَا اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، قَالَ فَقَالَ لِيْ اَبُوْ طَلْحَةَ اُخْرُجْ فَاَهْرِقْهَا، فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا، فَجَرَتْ فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ! فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا﴾ (المائدہ:۹۳) اَلْاٰيَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم ابو یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عفان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں لوگوں کو خمر (شراب) پلا رہا تھا اور وہ خمر اس وقت فضیح (کچی کھجوروں یا انگوروں کا شیرہ) تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے منادی نے اعلان کیا کہ سنو! خمر (شراب) کو اب حرام کر دیا گیا ہے' پھر مجھ سے حضرت ابو طلحہ نے کہا: اٹھو! اور شراب کو بہا دو' پس میں نکلا اور میں نے شراب کو بہا دیا' پھر شراب مدینہ کی گلیوں میں بہہ رہی تھی' پھر کچھ لوگوں نے کہا: کئی مسلمان شہید ہو گئے اور شراب ان کے پیٹوں میں تھی' تب یہ آیت نازل

ہوئی: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں' اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ (المائدہ: ۹۳)

[اطراف الحدیث: ۲۶۱۷-۴۶۲۰-۴۶۲۰-۵۵۸۰-۵۵۸۲-۵۵۸۳-۵۵۸۴-۵۶۰۰-۵۶۲۲-۵۶۸۲-۷۲۵۳] (صحیح مسلم: ۱۹۸۰' الرقم المسلسل: ۵۰۲۴' سنن نسائی: ۵۵۴۱' سنن داری: ۶۲' صحیح ابن حبان: ۵۳۰۳' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۳۷۶- ج ۲۱ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر کا نام ہے' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ بیعت عقبہ' غزوۂ بدر' غزوۂ اُحد اور بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے ہیں' یہ نقباء میں سے ایک ہیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے ہیں' اور شام میں فوت ہوئے تھے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے سمندر کے ایک غزوہ میں شرکت کی تھی اور اس میں فوت ہو گئے تھے' پھر سات دن کے بعد ان کو جو جزیرہ ملا' اس میں ان کو دفن کر دیا اور ان سات دنوں میں ان کا جسم متغیر نہیں ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶)

شراب نوشی کی محفل کے شرکاء

اس مجلس کے شرکاء میں حضرت ابوعبید اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما بھی تھے' جیسا کہ امام بخاری نے ''کتاب الاشربہ'' میں روایت کی ہے' اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت انس نے کہا: میں کھڑا ہوا حضرت ابوطلحہ' حضرت ابوایوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی اصحاب رضی اللہ عنہم کو شراب پلا رہا تھا۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۵۰۲۵) اور امام مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ میں کھڑا ہوا اپنے کئی چچاؤں کو شراب پلا رہا تھا۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۵۰۲۶) ایک اور روایت میں ہے: میں حضرت ابوطلحہ' حضرت ابودجانہ' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اور انصار کی ایک جماعت کو شراب پلا رہا تھا۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۵۰۲۸) ایک اور روایت میں ہے: میں حضرت ابوطلحہ' حضرت ابودجانہ اور حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم کو مشک کے منہ سے شراب نکال کر پلا رہا تھا۔
(صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۵۰۲۹)

''خمر'' اور ''فضیخ'' کا معنی

اس حدیث میں ''خمر'' کا ذکر ہے' خمر کی اصل ''مخامرہ'' اور ''تخمیر'' ہے اور ''مخامرہ'' کا معنی ڈھانپنا ہے' خمر کو اس لیے خمر کہتے ہیں کہ یہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے' ابن سیدہ نے بیان کیا ہے کہ انگوروں کا کچا شیرہ جو کئی دن پڑے رہنے کے بعد جھاگ چھوڑ دیتا ہے اور نشہ آور ہو جاتا ہے' وہ خمر ہے اور یہی خمر کی حقیقت ہے' اس کے علاوہ بھی اس کے اور متعدد نام ہیں' جن کی تعداد دو سو کے قریب ہے۔

اس میں ''الفضیخ'' کا ذکر ہے' یہ کچی کھجوروں کے کچے شیرہ کا نام ہے۔ امام ابوحنیفہ نے اعراب سے روایت کی ہے کہ انگوروں کے شیرہ کو اور کچی کھجوروں کے شیرہ کو بھی ''الفضیخ'' کہتے ہیں۔

تحریم خمر کی تاریخ اور خمر کو پاک کہنے پر ابن حزم کا ردّ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خمر حرام ہے' امام ابن سعد وغیرہ نے روایت بیان کی ہے کہ خمر ۲ ھ کو غزوۂ اُحد کے بعد حرام کی گئی

ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبر واحد بھی حجت ہے اور یہ کہ شراب کا رکھنا بھی حرام ہے کیونکہ آپ نے شراب کو بہا دینے کا حکم دیا۔

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ خمر مدینہ کی گلیوں میں بہہ رہی تھی اور صحابہ مدینہ کی گلیوں میں ننگے پیر چلتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ خمر نجس نہیں ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ ابن حزم کی سنگین جرأت ہے کیونکہ قرآن مجید میں خمر کے نجس ہونے کی نص صریح ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ. (المائدہ:٩٠)

خمر (شراب) اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض نجس ہیں' شیطانی کاموں سے ہیں' سو تم ان سے اجتناب کرو۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١٧-١٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو''کتاب المظالم''میں اس لیے روایت کیا ہے کہ شراب نوشی کی محفل سجانا ظلم ہے' تاہم اس حدیث میں جس محفل کا ذکر ہے' وہ ظلم نہیں تھی۔

٢٢ - بَابُ اَفْنِيَةِ الدُّوْرِ وَالْجُلُوْسِ فِيْهَا وَالْجُلُوْسِ عَلَى الصَّعَدَاتِ

گھروں کے صحن اور راستوں پر بیٹھنا

اس باب میں گھروں میں صحن بنانے کا بیان ہے اور راستوں میں بیٹھنے کا ذکر ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ فَابْتَنٰى اَبُوْ بَكْرٍ مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ' يُصَلِّىْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ' فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ' وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی' وہ اس میں نماز اور قرآن مجید پڑھتے تھے' انہیں دیکھنے کے لیے مشرکین کی عورتوں اور بچوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی' اور وہ حضرت ابوبکر کے قرآن مجید پڑھنے پر تعجب کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دن مکہ میں تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ٤٧٦ میں گزر چکی ہے۔

٢٤٦٥ - **حَدَّثَنَا** مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ. فَقَالُوْا مَا لَنَا بُدٌّ' اِنَّمَا هِىَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيْهَا. قَالَ فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجَالِسَ' فَاَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهَا. قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ' وَكَفُّ الْاَذٰى' وَرَدُّ السَّلَامِ' وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ' وَنَهْىٌ عَنِ الْمُنْكَرِ. [طرف الحدیث: ٦٢٢٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمر حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم لوگ راستوں پر بیٹھنے سے اجتناب کرو' صحابہ نے کہا: ہمارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے' یہ ہمارے بیٹھنے کی جگہیں ہیں یہاں بیٹھ کر ہم باتیں کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: اگر تمہارے لیے ان راستوں پر بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے تو تم ان راستوں کا حق ادا کرو' صحابہ نے پوچھا: راستوں کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نظر نیچے رکھنا اور

تکلیف دِہ چیز کو ہٹانا اور سلام کا جواب دینا اور نیک کاموں کا حکم دینا اور بُرے کاموں سے روکنا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۲۱، الرقم المسلسل: ۵۴۵۶، سنن ابوداؤد: ۴۸۱۵، شعب الایمان: ۹۰۸۷-۹۰۸۵، صحیح ابن حبان: ۵۹۵، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۹۴، شرح السنۃ: ۳۳۳۸، الادب المفرد: ۱۱۵۰، شرح مشکل الآثار: ۱۶۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۳۰۹۔ ج ۱۷ ص ۴۱۱)

مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ ہر مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت کی شرم گاہ اور تمام محرمات کو دیکھنے سے نظریں نیچی رکھنی چاہئیں اور ہر اس چیز کو دیکھنے سے احتراز کرنا چاہیے جس کو دیکھنے سے فتنہ کا خطرہ ہو۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اچانک نظر پڑنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نظر ہٹا لوں۔ (سنن ترمذی: ۲۷۷۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸ طبع قدیم)

ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر مت ڈالو تمہارے لیے صرف پہلی نظر (معاف) ہے اور دوسری نظر تمہارے لیے (معاف) نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۴۹، سنن ترمذی: ۲۷۷۷، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۱، المستدرک ج ۳ ص ۱۲۳، مصنف ج ۱۲ ص ۶۴، سنن دارمی ج ۲ ص ۲۹۸)

راستوں کے حقوق کی تفصیل

نیز اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس کو سلام کیا جائے اس پر سلام کا جواب دینا واجب ہے اور نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا لازم ہے اور تکلیف دِہ چیز کو راستہ سے ہٹانا واجب ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جو شخص مظلوم ہو اس کی مدد کرنا واجب ہے۔

عبد اللہ بن ابی صفرہ نے کہا: اس حدیث میں بُرائی کے ذرائع کا سد باب فرمایا ہے کیونکہ راستوں پر بیٹھنا نظر اوپر اٹھانے کا ذریعہ ہے اور نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں کمی کا ذریعہ ہے اس لیے آپ نے راستوں پر بیٹھنے سے ہی منع فرما دیا۔ امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں گھروں میں رہنے کی تلقین فرمائی ہے تاکہ آدمی ان چیزوں کو دیکھنے سے محفوظ رہے جن کو دیکھنا ممنوع ہے اور ان چیزوں کے سننے سے مامون رہے جن کا سننا مکروہ یا ممنوع ہے۔

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجالس شیطان کے حلقے ہیں اگر وہ حق دیکھیں تو اس پر عمل نہ کر سکیں اگر وہ باطل دیکھیں تو اس کو دور نہ کر سکیں۔

اہل علم اور اہل فضل کو راستہ میں بیٹھنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ راستہ کے حقوق ادا کر سکتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ جو شخص کسی راستہ سے گزرے اور اس کا حق ادا نہ کرے تو یہ اس کا ظلم ہے۔

۲۳ - بَابُ الْآبَارِ عَلَى الطُّرُقِ إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا

راستہ میں کنوؤں کو بنانا جب کہ ان سے کسی کو ضرر نہ ہو

٢٤٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِطَرِيْقٍ، اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا، فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ، يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ بَلَغَ مِنِّيْ، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا؟ فَقَالَ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از سمی جو ابوبکر کے آزاد کردہ غلام ہیں از ابوصالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت ایک آدمی راستہ میں تھا' اس کو شدید پیاس لگی' اس کو ایک کنواں نظر آیا' وہ اس کنویں میں اترا' پس اس نے پانی پیا' پھر وہ کنویں سے باہر نکلا تو ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا تو اس آدمی نے کہا: اس کتے کو بھی اسی طرح شدید پیاس لگی ہوئی ہے جس طرح مجھے پیاس لگی ہوئی تھی' پھر وہ کنویں میں اترا' پس اس نے موزہ کو پانی سے بھرا' پس کتے کو پانی پلایا تو اللہ نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی' پس اس کو بخش دیا' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہمارے لیے حیوانات میں بھی اجر ہے؟ پس آپ نے فرمایا: ہر تر جگر والے کے ساتھ (نیکی کرنے کا) اجر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٣ میں گزر چکی ہے' تاہم اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت واضح نہیں ہے کیونکہ پیاسے کتے کو پانی پلانا تو ظلم کی ضد ہے۔

علامہ المہلب المتوفی ٤٣٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مباح زمین میں یا مملوک زمین میں کنواں کھودنا جائز ہے اور اس سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ کنویں سے پیاسے سیراب ہوتے ہیں اور ضرورت منداس سے پانی حاصل کرتے ہیں' کبھی رات میں اس سے نقصان ہوسکتا ہے کہ اندھیرے میں کوئی انسان یا جانور اس میں گر جائے لیکن اس کا نقصان بہت کم ہے اور اس میں فائدہ بہت زیادہ ہے' اس لیے اس سے منع نہیں کیا جائے گا اور اگر اس سے کسی کا نقصان ہو تو اس کا تاوان نہیں دیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٥٨٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ جو شخص بھی کنواں کھودے وہ اس کی اطراف میں منڈیر بنائے تاکہ کسی نقصان کا خطرہ نہ رہے۔

٢٤ - بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذٰى

راستہ سے کسی نقصان دہ چیز کو دور کرنا

وَقَالَ هَمَّامٌ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمِيْطُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ.

اور ہمام نے کہا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ٢٩٨٩ میں مذکور ہے اور یہ تعلیق اس طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔ علامہ ابن بطال اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مالک نے اس کے موافق یہ حدیث روایت کی ہے کہ ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا' اس نے راستہ میں کانٹوں کی ایک شاخ

پڑی دیکھی تو اس نے اس کو وہاں سے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی اور اس کو بخش دیا۔

(موطأ امام مالک: ۲۹۹، دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ راستہ سے کسی تکلیف دِہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صدقہ کا معنی ہے کہ جس پر صدقہ کیا ہؤا اس کو نفع پہنچانا اور جس نے راستہ سے تکلیف دِہ چیز ہٹائی' اس نے اس شخص پر سلامتی کا صدقہ کیا تو اس کو صدقہ کا اجر ملے گا۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٨٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

٢٥ - بَابُ الْغُرْفَةِ وَالْعُلِّيَّةِ الْمُشْرِفَةِ وَغَيْرِ الْمُشْرِفَةِ فِي السُّطُوحِ وَغَيْرِهَا

بالا خانے خواہ اتنے بلند ہوں جن سے جھانکا جا سکے یا اتنے بلند نہ ہوں جن سے جھانکا جا سکے خواہ وہ مکان کی چھت پر بنے ہوں یا کسی اور جگہ بنے ہوں

بالا خانوں کے متعلق فقہی احکام بیان کرنے میں علامہ عینی کا تفرد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''غرفہ'' کا معنی ہے: بالا خانہ' یعنی مکان کی چھت پر کوئی کمرا بنا ہوا ہو' امام بخاری نے جو اس باب کا عنوان لکھا ہے' اس سے بالا خانوں کی چار قسمیں سمجھ میں آتی ہیں:

(۱) مکان کی چھت کے اوپر اتنا بلند کمرا بنا ہو جس سے جھانکا جا سکے (۲) مکان کی چھت کے علاوہ کسی بلند جگہ پر کوئی کمرا بنا ہو جس سے جھانکا جا سکے (۳) مکان کی چھت کے اوپر کوئی کمرا بنا ہوا ہو' جس سے جھانکا نہ جا سکے (۴) مکان کی چھت کے علاوہ کسی بلند جگہ پر کوئی کمرا بنا ہوا ہو' جس سے جھانکا نہ جا سکے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مکان کی چھت کے اوپر کمرا بنانا مباح ہے' جب کہ اس سے کسی کی پردہ دار خواتین کو جھانک کر نہ دیکھا جائے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٨٩)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی آدمی اپنے مکان کی چھت پر اتنا بلند کمرا بنائے جس سے دوسرے گھروں میں جھانکا جائے تو وہ مباح نہیں ہے' اسی طرح جب وہ مکان کی چھت کے علاوہ کسی بلند جگہ پر کمرا بنائے جس سے دوسروں کے گھروں میں جھانکا جا سکے تو وہ بھی مباح نہیں ہے' اور میں نے صحیح بخاری کے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس مقام کی تحقیق کی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٢١، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح ہے' کیونکہ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸٦ھ نے اس عنوان کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔ (شرح الکرمانی ج ١١ ص ٣٣، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس عنوان کی شرح میں کچھ لکھا ہے نہ اس حدیث کی شرح میں۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٩٤٧، دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۲٦ھ)

باقی شارحین علامہ کرمانی اور حافظ ابن حجر کے تابع ہیں' جب انہوں نے کچھ نہیں لکھا تو باقی شارحین نے تو بہ طریق اولیٰ کچھ نہیں لکھا ہے' اس لیے علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح ہے کہ ان کے علاوہ صحیح بخاری کے کسی شارح نے اس کی تحقیق نہیں کی۔

٢٤٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے

عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرٰى؟ إِنِّي أَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے قلعوں میں سے کسی قلعہ پر کھڑے ہو کر جھانکا' پھر فرمایا: کیا تم وہ چیزیں دیکھ رہے ہو جن کو میں دیکھ رہا ہوں؟ بے شک میں تمہارے گھروں کے درمیان فتنوں کے وقوع کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں' جیسے (لگاتار) بارش کے قطرے گرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٧٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو'' کتاب المظالم ''میں اس لیے روایت کیا ہے کہ بلند قلعہ سے کسی کے گھر میں جھانکنا ظلم ہے۔

''اطم'' اور'' آطام'' کا معنی لکھنے میں شیخ تقی عثمانی کی فاش غلطی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اشرف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی اطم من آطام المدینۃ''۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے قلعوں میں سے کسی قلعہ پر کھڑے ہو کر جھانکا۔

شیخ تقی عثمانی نے اس کے ترجمہ میں لکھا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ سے جھانکا۔ (انعام الباری ج ٧ ص ٦١' مکتبۃ الحراء' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ'' اطم '' کا معنی ٹیلہ لکھنا غلط ہے' تمام علماء لغت اور شارحین نے اس کا معنی قلعہ یا پتھروں سے بنا ہوا قلعہ لکھا ہے۔

علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ٥٨٢ھ لکھتے ہیں:

''الاطم: الحصن ''یعنی قلعہ' حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے تو آپ نے اس کو دیکھا' وہ بنو مغالہ کے قلعوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ (الفائق ج ١ ص ٤٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٧ھ)

لغت حدیث کے امام المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

''اطم'' کا معنی ہے: بلند عمارت' حدیث میں ہے کہ حضرت بلال بلند عمارت پر کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے' اس کی جمع'' آطام'' ہے' جس کا معنی ہے: بلند قلعے' حدیث میں ہے: حتیٰ کہ سورج مدینہ کے بلند اطام (قلعوں) میں چھپ گیا۔

(النہایہ ج ١ ص ٥٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

علامہ محمد طاہر گجراتی متوفی ٩٨٦ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (مجمع بحار الانوار ج ١ ص ٨٣' مکتبہ دار الایمان' مدینہ منورہ' ١٤١٥ھ)

المنجد کے دیوبندی مترجمین نے لکھا ہے۔

''الاطم'' قلعہ' جمع'' اطام''۔ (المنجد (اُردو) ص ٥٨' دار الاشاعت' کراچی)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں:

''اطم'' کی جمع'' آطام'' ہے اور یہ اہل مدینہ کے قلعے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ'' اطم'' وہ قلعہ ہے جو پتھروں سے بنا ہوا ہو۔

(شرح الکرمانی ج ١١ ص ٣٣' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
''الاطم'' یہ قلعہ ہے' بلند عمارتوں کو''اطام'' کہتے ہیں۔ (ہدی الساری مع فتح الباری ج ا ص ۱۲۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)
علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے:''اطم'' کا معنی ہے: بلند عمارت جس سے جھانکا جا سکے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ پر بنے ہوئے قلعے ہیں۔ (ارشاد الساری ج ۵ ص ۵۳۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
خاتم شرّاح البخاری علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
''اُطُم'' کی جمع ''آطام'' ہے اور یہ اہل مدینہ کے قلعے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ''اطم'' وہ قلعہ ہے جو پتھروں سے بنایا گیا ہو۔
(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ نے لکھا ہے:''اطم'' کا معنی ہے: بلند عمارت' اس کی جمع ''اطام'' ہے۔
(شرح الطیبی ج ۱۰ ص ۵۶۔۵۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:
''اطم'' کا معنی ہے: پہاڑ کی چوٹی یا قلعہ یا بلند عمارت۔ (مرقات ج ۹ ص ۲۶۵' مکتبہ حقانیہ' پشاور)
شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:
''اُطُم'' قصر بلند کو کہتے ہیں اور ہر اس قلعہ کو جس کو پتھروں سے بنایا گیا ہو اور مدینہ منورہ کے گرد ایسے قلعے تھے کہ یہود اور دوسرے لوگ ان میں رہتے تھے' پس حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان ہی قلعوں میں سے ایک قلعہ پر آئے۔
(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۰۳' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:
''اطم'' کا معنی ہے: بلند جگہ اور اس کا معنی قلعہ بھی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی پتھروں سے بنا ہوا قلعہ ہے۔
(تیسیر القاری ج ۲ ص ۱۷۱' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

غیر مقلد شارحین نے بھی اس کا صحیح معنی لکھا ہے:
شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بلند مکانوں میں سے ایک مکان پر چڑھے۔ (تیسیر الباری ج ۳ ص ۵۷۲' نعمانی کتب خانہ' لاہور)
شیخ محمد راز میواتی لکھتے ہیں:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے۔ (ترجمہ وحاشیہ صحیح بخاری ج ۳ ص ۵۸۷' مکتبہ قدوسیہ' لاہور)
امام بخاری نے اس حدیث کو''کتاب المظالم''میں اس لیے روایت کیا ہے کہ کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر دوسروں کے گھروں میں جھانکنا ظلم ہے۔

٢٤٦٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں اس

اَسْاَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ الْمَرْاَتَيْنِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللَّتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ لَهُمَا ﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ (التحريم:٤). فَحَجَجْتُ مَعَهُ، فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْاِدَاوَةِ، فَتَبَرَّزَ، حَتّٰى جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَتَوَضَّاَ، فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، مَنِ الْمَرْاَتَانِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللَّتَانِ قَالَ لَهُمَا ﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ﴾، فَقَالَ وَاعَجَبًا لَّكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيْثَ يَسُوْقُهُ، فَقَالَ اِنِّيْ كُنْتُ وَجَارٌ لِّيْ مِنَ الْاَنْصَارِ فِيْ بَنِيْ اُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ، وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْزِلُ هُوَ يَوْمًا وَاَنْزِلُ يَوْمًا، فَاِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْاَمْرِ وَغَيْرِهِ، وَاِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَاْخُذْنَ مِنْ اَدَبِ نِسَاءِ الْاَنْصَارِ، فَصِحْتُ عَلَى امْرَاَتِيْ فَرَاجَعَتْنِيْ، فَاَنْكَرْتُ اَنْ تُرَاجِعَنِيْ، فَقَالَتْ وَلِمَ تُنْكِرُ اَنْ اُرَاجِعَكَ؟ فَوَاللّٰهِ اِنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ، وَاِنَّ اِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ. فَاَفْزَعَنِيْ، فَقُلْتُ خَابَتْ مَنْ فَعَلَ مِنْهُنَّ بِعَظِيْمٍ، ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ، فَقُلْتُ اَيْ حَفْصَةُ، اَتُغَاضِبُ اِحْدَاكُنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ نَعَمْ، فَقُلْتُ خَابَتْ وَخَسِرَتْ، اَفَتَاْمَنُ اَنْ يَغْضَبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَهْلِكِيْنَ؟ لَا تَسْتَكْثِرِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تُرَاجِعِيْهِ فِيْ شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيْهِ، وَاسْاَلِيْنِيْ مَا بَدَا لَكِ، وَلَا يَغُرَّنَّكِ

پر ہمیشہ حریص رہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ سے نبی ﷺ کی ازواج میں سے ان دو عورتوں کے متعلق سوال کروں' جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔ (التحریم:۴) پس میں نے ان کے ساتھ حج کیا' وہ راستے سے ایک طرف ہٹ گئے اور میں بھی پانی کا برتن لے کر گیا' حضرت عمر نے قضاء حاجت کی' پھر میں نے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈال کر ان کو وضوء کرایا' پس میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! نبی ﷺ کی ازواج میں سے وہ کون سی دو عورتیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) تب حضرت عمر نے کہا: تم پر تعجب ہے! اے ابن عباس! وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں' پھر حضرت عمر رضی اللہ نے یہ واقعہ شروع سے بیان کیا' انہوں نے بتایا کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنی امیہ بن زید (کے محلہ) میں رہتے تھے' یہ مدینہ کی بالائی بستیاں ہیں' اور ہم دونوں باری باری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' ایک دن وہ جاتے تھے اور ایک دن میں جاتا تھا' پس جب میں جاتا تھا تو میں اس دن کی خبر لے کر آتا تھا کہ کیا حکم نازل ہوا ہے اور جس دن وہ جاتا تو وہ اسی طرح کرتا اور ہم قریش کے لوگ عورتوں پر حاوی رہتے تھے' پس جب ہم انصار کے پاس آئے تو ان لوگوں پر ان کی عورتیں حاوی رہتی تھیں' پھر ہماری عورتیں انصار کی عورتوں کی ریس کرنے لگیں' تو ایک دن میں اپنی بیوی پر چیخا تو اس نے بھی اسی طرح مجھ کو پلٹ کر جواب دیا' مجھے اس کا یہ جواب دینا بہت معیوب لگا' اس نے کہا: آپ میرے چیخ کر جواب دینے سے حیران کیوں ہو رہے ہیں؟ پس اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی ازواج بھی آپ کو پلٹ کر جواب دیتی ہیں اور ان میں سے کوئی آپ کو سارا سارا دن چھوڑے رکھتی ہے حتیٰ کہ رات کو بھی۔ میں یہ سن کر گھبرا گیا' میں نے کہا: ان میں سے جس نے یہ کام کیا وہ بہت ناکام ہو گئی' پھر میں نے اپنے کپڑے بدلے اور میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' میں نے پوچھا: اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی ایک رسول اللہ ﷺ

اَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ اَوْضَأَ مِنْكِ وَاَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ وَكُنَّا تَحَدَّثْنَا اَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا، فَنَزَلَ صَاحِبِيْ يَوْمَ نَوْبَتِهٖ، فَرَجَعَ عِشَاءً، فَضَرَبَ بَابِيْ ضَرْبًا شَدِيْدًا، وَقَالَ اَنَائِمٌ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ، فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ، وَقَالَ حَدَثَ اَمْرٌ عَظِيْمٌ، قُلْتُ مَا هُوَ اَجَاءَتْ غَسَّانُ؟ قَالَ لَا، بَلْ اَعْظَمُ مِنْهُ وَاَطْوَلُ، طَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهٗ، قَالَ قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ، كُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ هٰذَا يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ، فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ فَصَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَهٗ فَاعْتَزَلَ فِيْهَا، فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ، فَاِذَا هِيَ تَبْكِيْ، قُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ؟ اَوَلَمْ اَكُنْ حَذَّرْتُكِ؟ اَطَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ لَا اَدْرِيْ، هُوَ ذَا فِي الْمَشْرُبَةِ، فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ، فَاِذَا حَوْلَهٗ رَهْطٌ يَبْكِيْ بَعْضُهُمْ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيْلًا، ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَجِدُ، فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِيْ هُوَ فِيْهَا، فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهٗ اَسْوَدَ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ ذَكَرْتُكَ لَهٗ فَصَمَتَ، فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَجِدُ فَجِئْتُ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ، فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ، فَقُلْتُ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ، فَذَكَرَ مِثْلَهٗ، فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا فَاِذَا الْغُلَامُ يَدْعُوْنِيْ، قَالَ اَذِنَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ، لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ فِرَاشٌ، قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ، مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ، حَشْوُهَا لِيْفٌ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ بَصَرَهٗ اِلَيَّ،

سے سارا سارا دن ناراض رہتی ہے حتیٰ کہ رات تک؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا: وہ تو ناکام اور نامراد ہوگئی' کیا تم اللہ کے غضب اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے بے خوف ہوگئی ہو؟ پھر تم ہلاک ہو جاؤ گی' تم رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مطالبہ نہ کرو' اور آپ کو کسی بات کا پلٹ کر جواب نہ دیا کرو اور نہ آپ کو چھوڑا کرو' تم کو جو چیز چاہیے ہو' تم اس کا مجھ سے مطالبہ کیا کرو' تم کسی فریب میں مبتلا نہ ہونا' بے شک تمہاری سوکن تم سے زیادہ خوب صورت ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب ہیں' ان کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں' اور ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ غسان کا بادشاہ ہم سے لڑنے کے لیے اپنے گھوڑوں کو نعل لگا رہا ہے' میرا ساتھی اپنی باری کے دن ایک مرتبہ گیا' پھر عشاء کے وقت واپس آیا' اور میرا دروازہ بہت زور سے کھٹکھٹایا' اور کہا: کیا وہ سوئے ہوئے ہیں؟ تو میں گھبرا کر اس کے پاس گیا' اور اس نے بتایا کہ بہت بڑا واقعہ ہوگیا ہے' میں نے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ کیا غسان نے حملہ کر دیا ہے؟ اس نے کہا: اس سے بھی بڑی اور لمبی بات ہوگئی ہے' رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے' میں نے کہا: حفصہ تو ناکام اور نامراد ہوگئی' مجھے گمان تھا کہ ایسا ہونے والا ہے' پھر میں نے اپنے کپڑے تبدیل کیے (اور روانہ ہوا) اور صبح کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی' آپ اپنے بالا خانے میں داخل ہوئے اور اس میں علیحدگی سے چلے گئے' میں حضرت حفصہ کے پاس گیا تو وہ اس وقت رو رہی تھیں' میں نے کہا: تم کیوں رو رہی ہو؟ کیا میں نے تم کو اس دن سے خبردار نہیں کیا تھا! کیا تم سب کو رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتی آپ اس بالا خانے میں ہیں' میں باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا' پس اس وقت منبر کے پاس لوگوں کی ایک جماعت تھی اور ان میں سے بعض رو رہے تھے' میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا' پھر میرے دل میں جو بات تھی وہ غالب آ گئی' پس میں اس بالا خانے کے پاس آیا جس میں آپ تشریف فرما تھے' میں نے آپ کے سیاہ فام غلام سے کہا: جاؤ! عمر کے لیے اجازت طلب کرو' وہ بالا خانے

فَقَالَ لَا. ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَوْ رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلٰى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَذَكَرَهُ، فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُلْتُ لَوْ رَأَيْتَنِي وَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عَائِشَةَ فَتَبَسَّمَ أُخْرٰى، فَجَلَسْتُ حِينَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ، ثُمَّ رَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ، فَوَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ فِيهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ، غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثَةٍ، فَقُلْتُ ادْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى أُمَّتِكَ، فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا، وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللّٰهَ، وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِي، فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ الْحَدِيثِ حِينَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلٰى عَائِشَةَ، وَكَانَ قَدْ قَالَ مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا، مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِينَ عَاتَبَهُ اللّٰهُ، فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ، دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا، وَإِنَّا أَصْبَحْنَا لِتِسْعٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ. وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ، قَالَتْ عَائِشَةُ فَأُنْزِلَتْ آيَةُ التَّخْيِيرِ، فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ، فَقَالَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا، وَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي حَتّٰى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ. قَالَتْ قَدْ أَعْلَمُ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِكَ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَالَ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِلٰى قَوْلِهِ. عَظِيمًا﴾ (الاحزاب: ٢٨-٢٩). قُلْتُ أَفِي هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ؟ فَإِنِّي أُرِيدُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ خَيَّرَ

میں گیا' پھر نبی ﷺ سے کوئی بات کر کے واپس آ گیا' پھر بتایا کہ میں نے نبی ﷺ سے آپ کا ذکر کیا تھا' آپ سن کر خاموش رہے' پھر میں وہاں سے واپس آ گیا حتیٰ کہ جو صحابہ منبر کے پاس تھے ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا' پھر دل میں جو بات تھی اس نے مجھ کو ابھارا' پس میں آیا' پھر اس کی مثل ذکر کیا' پھر میں آ کر منبر کے پاس صحابہ کی جماعت کے ساتھ بیٹھ گیا' پھر میرے دل کی بات مجھ پر غالب آئی' میں پھر (تیسری بار) اس غلام کے پاس گیا' پس اس سے کہا: جاؤ! عمر کے لیے اجازت طلب کرو' اس نے آ کر پہلے کی مثل جواب دیا' جب میں نے واپس جانے کے لیے پیٹھ موڑی تو وہ غلام مجھے بلا رہا تھا' اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے اجازت دے دی ہے' میں آپ کے پاس حاضر ہوا' اس وقت آپ بُنی ہوئی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہیں تھا' اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو پر منقش ہو گئے تھے' آپ رنگے ہوئے چمڑے کے ایک گدے (یا تکیے) سے ٹیک لگائے ہوئے تھے' جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی' پس میں نے آپ کو سلام کیا' پھر میں نے کھڑے ہو کر کہا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے میری طرف نظر اٹھائی' پھر فرمایا: نہیں! پھر میں نے کھڑے ہوئے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کا دل بہلا رہا ہوں' یارسول اللہ! آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم قریش کے لوگ اپنی عورتوں پر حاوی رہتے تھے' پھر ہم ان لوگوں کے پاس آئے جن کی عورتیں ان پر حاوی رہتی تھیں' پس حضرت عمر نے بتایا کہ نبی ﷺ مسکرائے' پھر میں نے بتایا: کاش! آپ کو معلوم ہوتا کہ میں حفصہ کے پاس گیا' پس میں نے کہا: تم کسی خود فریبی میں نہ رہنا' یہ تمہاری سوکن تم سے زیادہ خوب صورت ہے' اور نبی ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب ہے' ان کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں' آپ پھر دوبارہ مسکرائے' جب میں نے آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو میں پھر دوبارہ بیٹھ گیا' پھر میں نے نظر اٹھا کر آپ کے گھر کا جائزہ لیا' پس اللہ کی قسم! مجھے وہاں پر تین کچی کھالوں کے سوا اور کوئی چیز نظر نہیں آئی' پس میں نے کہا: آپ اللہ

نِسَاءَهُ، فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ.

سے دعا کیجئے کہ اللہ آپ کی امت پر کشادگی کرے' کیونکہ فارس اور روم پر کشادگی کی گئی ہے اور انہیں دنیا دی گئی ہے' حالانکہ وہ اللہ کی بالکل عبادت نہیں کرتے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے' پس آپ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! کیا تم کو (اپنے دین میں) شک ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی پسند کی چیزیں جلد ہی دنیا کی زندگی میں دے دی گئی ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لیے مغفرت طلب کیجئے' پس حضرت حفصہ نے آپ کے راز کی بات حضرت عائشہ کو بتا دی تھی تو اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج سے علیحدہ ہو کر بالا خانے میں رہنے لگے تھے' اور آپ کو جو ان سے شدید رنج پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: میں ایک ماہ تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا' پھر جب انتیس (۲۹) دن گزر گئے تو آپ حضرت عائشہ کے پاس گئے اور ان سے ابتداء کی' حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ہمارے پاس ایک ماہ تک نہیں آئیں گے اور ہم نے آج انتیسویں (۲۹) رات کی صبح کی ہے' میں تو ایک ایک رات گن رہی تھی' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ مہینہ انتیس دنوں کا ہے' حضرت عائشہ نے کہا: پھر آیت تخییر نازل ہوئی' تو آپ نے اپنی ازواج میں سے سب سے پہلے مجھ سے ابتداء کی' آپ نے فرمایا: میں تمہیں ایک چیز کی نصیحت کرتا ہوں اور تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو' حضرت عائشہ نے کہا: آپ خوب جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے فراق کا مشورہ نہیں دیں گے' پھر آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو' تو آؤ! میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں ○ اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا' تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ○ (الاحزاب:۲۹۔۲۸) میں نے کہا: کیا میں اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی! پس بے شک میں اللہ کا' اور اس کے

رسول کا اور دارِ آخرت کا ارادہ کرتی ہوں' پھر آپ نے اپنی (باقی)
ازواج کو اختیار دیا تو انہوں نے بھی حضرت عائشہ کے قول کی مثل
کہا۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۸۹ میں گزر چکی ہے اور اب یہاں اس کی مفصل شرح کی جارہی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں بالا خانہ کا ذکر ہے۔

''عوالی'' اور ''غسّان'' کا معنی اور رسول اللہ ﷺ کے سیاہ فام غلام کا نام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''عوالی مدینہ'' کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ بستیاں ہیں جو مدینہ کے قریب تھیں' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''عوالی'' سے مراد وہ بستیاں ہیں جو مدینہ کی بلندی پر بنی ہوئی تھیں' ان کا مدینہ سے کم از کم فاصلہ چار میل تھا اور زیادہ سے زیادہ فاصلہ نجد کی جانب آٹھ میل تھا۔

اس میں ''غسّان'' کا ذکر ہے' ''غسّان'' شام کی طرف پانی کا ایک چشمہ ہے' وہاں پر اَزد کی قوم ٹھہری تھی' اس وجہ سے اس کا نام ''غسان'' پڑ گیا۔

اس میں رسول اللہ ﷺ کے سیاہ فام غلام کا ذکر ہے' ان کا نام رباح تھا۔

''رمال'' کا معنی لکھنے میں شیخ عثمانی کی غلطی

اس حدیث میں ''رمال'' کا ذکر ہے' شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''رمال'' کا معنی ہے: بان۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۷۶۸)

میں کہتا ہوں: یہ غلط ہے' ''رمال'' کا معنی بان نہیں ہے' بلکہ نزدیک نزدیک اور گھنی بُنائی ہے۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ لکھتے ہیں:

''رمال'' بہ معنی ''مرمول'' ہے یعنی منسوج' بُنا ہوا' کہا جاتا ہے: ''رملت الحصیر'' میں نے چٹائی کی بُنائی کی۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''رمال الحصیر'' کا معنی ہے: باریک باریک بنی ہوئی چٹائی۔

(شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۳۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

''رمال حصیر'' کا معنی ہے: وہ چٹائی جو کھجور کی شاخوں کی رسیوں سے بُنی ہوئی ہو۔

(ہدی الساری مع فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۷' دارالمعرفہ' بیروت)

دس علماء دیوبند نے المنجد کا ترجمہ کیا ہے' اس میں لکھا ہے: ''رمل'' کا معنی ہے: باریک بُننا۔

(المنجد (اُردو) ص ۴۰۹' دارالاشاعت' کراچی)

نبی ﷺ کے ازواجِ مطہرات سے ناراض ہو کر الگ بالا خانہ میں رہنے کے اسباب

نبی ﷺ جو ازواجِ مطہرات سے ناراض ہو کر ایک ماہ کے لیے اپنے بالا خانے میں رہنے لگے تھے' اس کے متعدد اسباب بیان کیے گئے ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت کی' اس بات کا حضرت

حفصہ کو علم ہو گیا تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس بات کو مخفی رکھنا اور میں نے اپنے نفس پر ماریہ کو حرام کر لیا ہے' پھر حضرت حفصہ نے یہ بات حضرت عائشہ کو بتا دی' جس سے حضرت عائشہ ناراض ہوئیں' جس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ ایک ماہ تک ازواج کے قریب نہیں جائیں گے۔

(۲) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد پلاتی تھیں' اس وجہ سے آپ وہاں زیادہ دیر ٹھہرتے تھے' دوسری ازواج کو یہ ناگوار ہوا' انہوں نے کہا: آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے' مغافیر ایک قسم کا گوند ہے جو کھجور یا کیلے کے درخت پر لگا ہوتا ہے' اس کی بو آپ کو ناپسند تھی' آپ نے فرمایا: میں نے مغافیر نہیں کھایا' زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے' اگر تم کو میرا وہاں جانا ناگوار ہے تو میں اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیتا ہوں' تب یہ آیت نازل ہوئی:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التحریم:۱)

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں' جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے' آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں' اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ۝

مغافیر کا معنی لکھنے میں شیخ عثمانی کی غلطی

ہم نے لکھا ہے کہ مغافیر ایک قسم کا گوند ہے' شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: مغافیر ایک گھاس ہوتی تھی۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۲۷۷)

شیخ عثمانی نے غلط لکھا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مغافیر گوند کے مشابہ ایک چیز ہے۔ (فتح الباری ج ا ص ۲۱۷) نیز ''عُـرفُـط'' کے معنی میں لکھتے ہیں: یہ کھجور یا کیلے کا درخت ہے جس پر گوند لگتا ہے' اس کو مغافیر کہتے ہیں' اس کی بو سخت ناگوار ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ا ص ۲۰۹)

علماء دیو بند کی ترجمہ کردہ لغت میں لکھا ہے: مغافیر' ایک درخت کا گوند۔ (المنجد (اردو) ص ۷۱۳)

(۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کے ملک اور آخرت کی نعمتوں کے درمیان اختیار دیا تو آپ نے آخرت کو دنیا پر اختیار کر لیا' اور جب آپ نے آخرت کو اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی ازواج کو بھی دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیں' تا کہ ان کا حال بھی آپ کی مثل ہو جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ ایک دن تمام ازواج جمع ہوئیں اور انہوں نے کہا: جس طرح عورتیں زیورات چاہتی ہیں' ہم بھی اسی طرح زیورات چاہتی ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ہر زوجہ نے الگ الگ خواہش کی' حضرت ام سلمہ نے نقش و نگار والے کپڑے طلب کیے' حضرت میمونہ نے یمن کے حُلّے طلب کیے' حضرت زینب نے دھاری دار کپڑے طلب کیے' حضرت اُم حبیبہ نے سحولی کپڑے طلب کیے' حضرت حفصہ نے مصر کے بنے ہوئے کپڑے طلب کیے' حضرت جویریہ نے دوپٹے طلب کیے' حضرت سودہ نے خیبر کی چادر کو طلب کیا' حضرت عائشہ نے کسی چیز کو طلب نہیں کیا' اس وقت آپ کے نکاح میں نو (۹) ازواج مطہرات تھیں' ان میں سے پانچ قریش سے تھیں: حضرت عائشہ' حضرت حفصہ بنت عمر' حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان' حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت ام سلمہ بنت ابی الحارث رضی اللہ عنہم اور چار غیر قریش سے تھیں: حضرت صفیہ بنت حیی' حضرت میمونہ بنت الحارث' حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ' حضرت جویریہ بنت الحارث المصطلقیہ رضی اللہ عنہم۔

مفسرین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج نے آپ سے دنیا کے سامان میں سے کچھ طلب کیا اور زیادہ نفقہ طلب کیا' رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے رنج ہوا' آپ ان سے الگ ہو گئے اور آپ نے قسم کھائی کہ آپ ایک ماہ تک ان کے قریب نہیں جائیں گے اور یہ ایلاء شرعی نہیں تھا بلکہ ایلاء لغوی تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن نماز پڑھانے نہیں آئے' صحابہ نے پوچھا تو حضرت عمر نے کہا: میں جا کر معلوم کرتا ہوں' پھر وہ ہوا جس کا اس باب کی حدیث میں ذکر ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے ابتداء کی اور ان کے سامنے الاحزاب: ۲۹۔ ۲۸ کی تلاوت کی اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کو' اس کے رسول کو اور آخرت کو اختیار کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ کو جو نصیحت کی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو نصیحت کرے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے اور اس کو پلٹ کر جواب نہ دے۔

حضرت عمر اور دوسرے صحابہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالا خانہ میں علیحدہ رہنے سے رنج اور تشویش میں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس قدر محبت کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالا خانہ پر رباح نامی غلام رکھا ہوا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ حکام کے لیے اپنے گھر پر دربان رکھنا جائز ہے۔

حضرت عمر نے بار بار حاضر ہونے کی اجازت طلب کی' اس سے معلوم ہوا کہ بار بار آنے کی اجازت طلب کرنا جائز ہے اور حاکم کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی کو ملاقات کی اجازت دے یا نہ دے' اور ملاقاتی کے لیے جائز ہے کہ وہ اجازت نہ ملنے پر دوبارہ اجازت طلب کرے یا واپس چلا جائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم سے اس کے خانگی معاملات کے متعلق بھی سوال کرنا جائز ہے۔

حضرت عمر کے پڑوسی نے جو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے' اس کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر کے پڑوسی نے حضرت عمر کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے' حالانکہ واقع میں آپ نے کسی زوجہ کو طلاق نہیں دی تھی' اس کی توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی ایام سے بالا خانہ میں رہ رہے تھے اور ازواج کے گھروں میں نہیں جا رہے تھے' اس قرینہ سے صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ بعد میں حضرت عمر نے اپنے اس پڑوسی سے باز پرس نہیں کی کہ تم نے غلط خبر کیوں دی تھی؟ کیونکہ حضرت عمر نے جان لیا تھا کہ اس نے اپنے وہم سے خبر دی تھی اور وہم کا منشاء موجود تھا۔

دنیا کی نعمتوں میں سے کم لینا' استاذ یا شیخ مغموم ہو تو اس کا دل بہلانا' اور مال میں فراخی کی دعا کا ناپسند ہونا

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کی نعمتوں میں سے کم چیزوں کو اختیار کرنا چاہیے اور باقی نعمتوں کو آخرت کے لیے چھوڑ دینا چاہیے' جس طرح حضرت عمر کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالا خانہ میں کم نعمتیں نظر آئیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج کے رویہ کی وجہ سے مغموم تھے تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کا دل بہلاتا ہوں' پھر ایسی باتیں کیں جن سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو بار مسکرائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب استاذ یا شیخ مغموم ہو تو شاگرد اور مرید کو ایسی دل خوش کن باتیں کرنی چاہئیں جن سے استاذ کا دل بہلے۔

حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنی امت کے لیے کشادگی کی دعا کیجئے' یہ بات آپ کو پسند نہیں آئی' تو حضرت عمر نے فوراً کہا: یارسول اللہ! میرے لیے مغفرت کی دعا کیجئے۔ اس میں یہ ثبوت ہے کہ ناپسندیدہ بات پر فوراً استغفار کرنا چاہیے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طلب شفاعت کا ثبوت ہے۔

شوہر کا راز فاش کرنا گناہ ہے

جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز فاش کر دیا اور حضرت عائشہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناراض ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو توبہ کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کا راز فاش کرنا بیوی کی معصیت ہے جس پر توبہ واجب کی گئی ہے' اسی طرح شوہر پر ناراض ہونے کا بھی یہی حکم ہے' اس لیے بیوی پر واجب ہے کہ وہ ان دونوں باتوں سے اجتناب کرے۔

نیک اعمال کے اظہار کا جواز

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس سال میں نے حضرت عمر کے ساتھ حج کیا تھا' اور اس میں ذکر کیا کہ میں نے حضرت عمر کو وضوء کرایا' اس میں یہ ثبوت ہے کہ اپنے کسی نیک عمل کا ذکر کرنا جائز ہے اور یہ ریا کاری اور دکھاوا نہیں ہے' جب کہ اس سے محض کسی واقعہ کی تعیین مقصود ہو اور اپنی صالحیت کا اظہار مقصود نہ ہو' اور اس میں عبادت پر استعانت کے جواز کی بھی دلیل ہے۔

بیوی کو اختیار دینے سے آیا طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کو اختیار کر لیں یا اللہ اور رسول کو اور آخرت کو اختیار کر لیں تو اس سے ان پر طلاق واقع نہیں ہوئی' لہٰذا امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اختیار دے کہ چاہے مجھے اختیار کر لو یا اپنے آپ کو؟ تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اختیار دینے کے بعد وہ اپنے آپ کو اختیار کر لے تو امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک طلاق بائنہ ہو گی اور اس سے تین طلاقیں نہیں ہوں گی' جب کہ اس پیش کش سے شوہر کی مراد طلاق دینا ہو' امام مالک نے کہا: اس صورت میں تین طلاقیں ہوں گی۔

لغوی اور شرعی ایلاء کی تفصیل

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ میں ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہیں جاؤں گا اور جب آپ ایک ماہ تک نہیں گئے تو آپ کی قسم پوری ہو گئی' یہ شرعی ایلاء نہیں ہے' لغوی ایلاء ہے۔ شرعی ایلاء یہ ہے کہ ایک شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جائے گا' پھر اگر وہ چار ماہ تک نہ جائے تو اس کی قسم پوری ہو گئی اور اس کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو گی' اس صورت میں عدت کے اندر اور عدت پوری ہونے کے بعد باہمی رضا مندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے اور اگر وہ چار ماہ سے پہلے بیوی کے پاس چلا گیا تو اس کی قسم ٹوٹ گئی' جس کا کفارہ دینا ہو گا لیکن نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

شوہر سے اجازت لیے بغیر باپ کا بیٹی سے ملنے جانا' حصولِ علم اور حصولِ معاش دونوں کا انتظام کرنا۔۔۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر حضرت حفصہ کے پاس ان کو سمجھانے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ باپ اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے اس کے گھر جا سکتا ہے اور اس میں شوہر سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

اس حدیث میں حضرت عمر اور ان کے پڑوسی کا باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے اور ایک دوسرے کو شرعی احکام کی

خبر دینے کا ذکر ہے' اس میں علم شرعی کی طلب اور حصولِ معاش کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ بندہ حصولِ علم شرعی اور حصولِ معاش دونوں کا انتظام کرے اور علمِ شرعی کے حصول میں ایک دوسرے سے تعاون کرے۔

صحابہ ایک دوسرے کو نبی ﷺ کے ارشادات اور افعال کی خبر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور اگر وہ کسی صحابی سے سن کر بھی کہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تو یہ خبر مسند کی طرح ہے' مرسل نہیں ہے' کیونکہ تمام صحابہ صادق اور ثقہ ہیں۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے کہ نبی ﷺ نے آیت تخییر سب سے پہلے حضرت عائشہ کے سامنے پڑھی اور جب انہوں نے کہا: میں نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو اختیار کر لیا تو آپ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ کے چہرۂ انور سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٢٩-٢٥' مع اضافات کثیرۃ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے اور صحابہ اور ازواجِ مطہرات کے محفوظ ہونے کا فرق اور اس میں مصنف کی مفصل اور منفرد تحقیق

انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں یعنی انہیں گناہ کرنے پر قدرت تو ہے لیکن ان کے دلوں پر خشیتِ الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ قدرت کے باوجود گناہ نہیں کرتے' اسی وجہ سے ان کا گناہ نہ کرنا باعثِ کمال ہے' نیز اگر انہیں گناہ کرنے پر قدرت نہ ہوتی تو ان کو ترکِ معصیت کا مکلّف کرنا صحیح نہ ہوتا' بعض اوقات انبیاء علیہم السلام سے اجتہادی خطاء ہو جاتی ہے' لیکن وحی کے ذریعہ ان کو اس خطاء پر مطلع کیا جاتا ہے تو وہ فوراً اس کا تدارک کر لیتے ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوعہ سے کھانا' حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کے لیے دعا فرمانا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک قبطی کو تادیباً گھونسا مارنا جس سے وہ ہلاک ہو گیا' حضرت یونس علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے جانا' لیکن جب ان نفوسِ قدسیہ کو ان اجتہادی خطاؤں پر وحی سے مطلع کیا گیا تو ان حضرات نے فوراً توبہ اور استغفار کر کے اپنی اجتہادی خطاؤں کا تدارک کر لیا' تاہم ہمارے نبی سیّدنا محمد ﷺ کے متعلق محققین کا موقف یہ ہے کہ آپ سے کبھی اجتہادی خطاء بھی سرزد نہیں ہوئی۔ صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات معصوم نہیں ہیں' محفوظ ہیں۔ محفوظ کا معنی یہ ہے کہ بشری تقاضے سے کبھی ان سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے لیکن موت سے پہلے ان کو اس گناہ پر توبہ کی توفیق دے دی جاتی ہے' جیسے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہما اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی اور ان پر حدِ قذف لگائی گئی۔ (سنن ابوداؤد: ٤٤٧٥) حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ سے زنا کا فعل سرزد ہو گیا' اور ان کو سنگسار کیا گیا۔ (سنن ابوداؤد: ٤٤١٩) حضرت ابن نعیمان نے شراب پی اور ان کو جوتے اور کوڑے لگائے گئے۔ (صحیح البخاری: ٦٧٧٥) حضرت عمرو بن سمرہ نے چوری کی اور ان کا ہاتھ کاٹا گیا۔ (سنن ابن ماجہ: ٢٥٨٨) لیکن ان تمام صحابہ نے حد جاری ہونے سے پہلے اپنے گناہوں پر توبہ کر لی تھی۔

اسی طرح ازواجِ مطہرات بھی محفوظ ہیں' بعض اوقات ان سے بشری تقاضے سے خطاء سرزد ہو گئی' لیکن انہوں نے اس پر مداومت نہیں کی اور فوراً اس پر توبہ کر کے اس خطاء کی تلافی کر لی۔

حضرت عائشہ اور دیگر ازواج نے جو کہا تھا: کیا آپ نے مغافیر پیا ہے۔ (صحیح البخاری: ٥٢٦٧) یہ جملہ استفہامیہ ہے' اس میں خبر نہیں ہے کہ اس کو جھوٹ کہا جا سکے' تاہم یہ بھی انہوں نے نبی ﷺ سے غلبۂ محبت کی بناء پر کہا تھا' اس میں کسی قسم کی خطاء نہیں ہے اور حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر ازواج نے جو زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا' یہ بھی زیادہ سے زیادہ خطاء ہے' اسی طرح حضرت حفصہ نے جو نبی ﷺ کا راز فاش کیا تھا اور حضرت عائشہ جو برہم ہوئی تھیں' یہ ان کی خطاء ہے' قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کا حکم دیا' انہوں

نے اس پر توبہ کر لی اور وہ اس خطاء سے پھر پہلے کی طرح پاک اور صاف ہو گئیں' کیونکہ حدیث میں ہے:

عُبیدہ بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے' جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۰)

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ صحابہ کرام اتنے عظیم مرتبہ کے تھے' پھر ان سے گناہ کیوں ہوئے؟ اس کے دو جواب ہیں: ایک یہ کہ ان سے گناہ ہوئے اور ان پر حد جاری ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اجراء حد کا نمونہ فراہم ہو گیا' سو ان کے گناہ بھی تکمیل دین کا سبب بنے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان سے گناہ سرزد ہوئے تو عصمت اور حفاظت کا فرق معلوم ہوا اور نبی اور صحابی کا فرق ہو گیا کیونکہ نبی سے گناہ نہیں ہوتا' زیادہ سے زیادہ اجتہادی خطاء ہوتی ہے' اور وحی سے اس خطاء پر مطلع ہونے کے بعد وہ فوراً توبہ کر لیتے ہیں اور صحابہ کرام سے بعض اوقات گناہ بھی سرزد ہو جاتے ہیں لیکن فوت ہونے سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دی جاتی ہے اور جو گناہوں سے توبہ کر چکا ہو' وہ پہلے کی طرح گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے' لہٰذا سابقہ گناہوں کی وجہ سے ان کو ملامت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ ملامت گناہ عظیم اور شدید گم راہی ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے جو اجتہادی خطائیں سرزد ہوئیں' ان پر حرف گیری کرنا بھی سنگین قسم کی گم راہی ہے اور ہمارے دور میں ہمارے علم کے مطابق صرف سیّد مودودی نے یہ جسارت کی تھی اور ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں اس کی متعلقہ آیات کی تفسیر میں نشان دہی کی ہے۔

دوسرے شارحین اور علماء نے یہ تو لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور صحابہ کرام محفوظ ہوتے ہیں لیکن کسی نے بھی معصوم اور محفوظ کی منضبط تعریف بیان نہیں کی اور نہ ان کا فرق بیان کیا ہے' یہ انوارِ فیوضِ الٰہیہ اور انعاماتِ نبویہ سے قارئین کو اس کی تفصیل اور تحقیق صرف نعمۃ الباری میں ملے گی۔ وللّٰہ الحمد علٰی ذالك.

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ ازواجِ مطہرات کو ایسا کام نہیں کرنا چاہیے تھا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے۔

٢٤٦٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ آلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِهِ شَهْرًا، وَّكَانَتِ انْفَكَّتْ قَدَمُهُ، فَجَلَسَ فِيْ عُلِّيَّةٍ لَّهُ، فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ لَا، وَلٰكِنِّيْ آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا. فَمَكَثَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ نَزَلَ، فَدَخَلَ عَلٰى نِسَائِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی' اور آپ کے قدم کے جوڑ میں موچ آ گئی تھی' پس آپ اپنے بالا خانہ میں ٹھہرے رہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر پوچھا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن میں نے ایک مہینہ تک ان کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی ہے' پھر آپ انتیس دن بالا خانہ میں رہے' پھر نیچے اترے اور اپنی ازواج کے پاس گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸' اور ۲۴۶۸ میں آ چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں بالا خانہ کا ذکر ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں کیوں روایت کیا ہے؟ اس کی وجہ ہم

اس سے پہلی حدیث میں لکھ چکے ہیں۔

٢٦ - بَابُ مَنْ عَقَلَ بَعِيْرَهُ عَلَى الْبَلَاطِ اَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ

جس نے اپنے اونٹ کو نصب شدہ پتھر یا مسجد کے دروازے کے ساتھ باندھا

٢٤٧٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَالَ اَبُوْ عُقَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ اَتَيْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْتُ اِلَيْهِ، وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِيْ نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ، فَقُلْتُ هٰذَا جَمَلُكَ، فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيْفُ بِالْجَمَلِ، قَالَ الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعقیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمتوکل الناجی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے' میں بھی آپ کی طرف داخل ہوا اور میں نے اونٹ کو مسجد کے دروازہ کے پاس لگے ہوئے پتھر کے ساتھ باندھ دیا' پھر میں نے کہا: یہ آپ کا اونٹ ہے' آپ باہر آئے اور اونٹ کے گرد گھومنے لگے' (پھر) فرمایا: قیمت (بھی) تمہاری ہے اور اونٹ (بھی) تمہارا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٣ میں گزر چکی ہے' دیگر اہم اُمور بیان کیے جارہے ہیں' امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں شاید اس لیے روایت کیا ہے کہ ان کے خیال میں مسجد کے دروازہ کے ساتھ اونٹ کو باندھنا ظلم ہے' یعنی اونٹ کو وہاں نہیں باندھنا چاہیے تھا اور یہ کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا ہے۔

اونٹ کے بول و براز کے پاک ہونے پر فقہاء مالکیہ کی دلیل اور اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص مسجد کے صحن میں اور اس کے قریب آئے' اس کے لیے وہاں اونٹ کو بٹھانا جائز ہے اور اونٹ کے بٹھانے پر قیاس کرتے ہوئے یہ بھی جائز ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اپنا سامان رکھ دے' اور اس حدیث میں امام مالک اور فقہاء کوفہ کی یہ دلیل ہے کہ اونٹوں کا پیشاب اور ان کی لید پاک ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک اونٹوں کا پیشاب اور ان کی لید نجس ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس حدیث میں امام شافعی کا رد ہے' جو اونٹوں کی لید اور پیشاب کو نجس کہتے ہیں اور اگر ان کے زعم کے مطابق اونٹوں کا پیشاب اور لید نجس ہوتی تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو مسجد میں داخل نہ کرتے' اور جب انہوں نے اونٹ کو مسجد میں داخل کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا تھا تو آپ اس کو جائز نہ قرار دیتے اور ان پر انکار کرتے اور ان کو یہ حکم دیتے کہ اس اونٹ کو مسجد سے نکال دو' کیونکہ اس کی لید اور پیشاب کا خطرہ تھا اور یہ اطمینان نہیں تھا کہ وہ اونٹ پیشاب نہیں کرے گا اور لید نہیں کرے گا اور امام شافعی کے قول کے مطابق اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا پیشاب اور اس کی لید نجس ہے اور دوسروں کے مذہب کے مطابق اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے کیونکہ اس کی لید اور پیشاب پاک ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٩٢-٤٩١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ٧٨٦ھ' علامہ ابن بطال کے دلائل کے جواب میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اونٹ کو مسجد میں باندھنے پر کوئی دلیل نہیں ہے (کیونکہ حضرت جابر نے اونٹ کو مسجد کے

دروازہ کے ساتھ پتھر کے ساتھ باندھا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ) اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اونٹ نے مسجد میں پیشاب اور لید کی تھی اور اگر بالفرض اونٹ مسجد میں پیشاب اور لید کرتا تو مسجد کو دھولیا جاتا' سو اس حدیث میں ان کے مذہب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(شرح الکرمانی ج۱۱ ص ۴۰' داراحیاء التراث العربی بیروت)

٢٧ - بَابُ الْوُقُوْفِ وَالْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

قوم کے گھورے (کچرا گھر) پر کھڑے ہونا اور پیشاب کرنا

٢٤٧١ - حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ قَالَ لَقَدْ اَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ قَائِمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی از شعبہ از منصور' از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو' یا کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے کچرا خانہ پر آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۴ میں گزر چکی ہے' رہا یہ کہ اس حدیث کو امام بخاری نے ''کتاب المظالم'' میں کیوں روایت کیا ہے' کیا ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کچرا گھر پر پیشاب کرنا ظلم تھا! بخاری پرستوں کو اس سوال کا جواب ضرور دینا چاہیے۔

میں نے صحیح بخاری کی شروحات میں سے شرح ابن بطال' شرح الکرمانی' عمدۃ القاری' فتح الباری' ارشاد الساری اور انعام الباری وغیرہما کو دیکھا' کسی نے اس مسئلہ کو نہیں اٹھایا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں کس وجہ سے روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری کی مغفرت فرمائے' ان کا بہت بلند مقام ہے لیکن ہم ایسے ناقص لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ سکا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں کیوں روایت کیا ہے!

٢٨ - بَابُ مَنْ اَخَذَ الْغُصْنَ، وَمَا یُؤْذِی النَّاسَ فِی الطَّرِیْقِ، فَرَمٰی بِهٖ

جس نے راستہ سے (کانٹوں والی) شاخ کو یا اور کسی ایذاء دینے والی چیز کو اٹھا کر پھینک دیا

٢٤٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَیٍّ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ، وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ فَاَخَذَهٗ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ، فَغَفَرَ لَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص کسی راستہ میں جا رہا تھا' اس نے کانٹوں والی شاخ کو دیکھا' اس نے اس کو اٹھا لیا تو اللہ نے اس کی اس نیکی کی قدر افزائی کی' سو اس کو بخش دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۵۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں ''کتاب المظالم'' میں روایت کیا ہے' جب کہ راستہ میں کسی ایذاء دینے والی چیز کو ہٹا دینا ظلم نہیں ہے بلکہ نہ ہٹانا ظلم ہے' بخاری پرستوں کو اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔

٢٩ - بَابُ اِذَا اخْتَلَفُوْا فِی الطَّرِیْقِ الْمِیْتَاءِ، وَهِیَ الرَّحْبَةُ تَكُوْنُ بَیْنَ الطَّرِیْقِ، ثُمَّ

جب کشادہ راستہ میں اختلاف ہو اور وہ عام راستہ کے درمیان ہو اور وہاں کے رہنے

يُرِيْدُ اَهْلُهَا الْبُنْيَانَ، فَتُرِكَ مِنْهَا الطَّرِيْقُ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ

والے کچھ عمارت بنانا چاہیں تو سات ہاتھ جگہ راستہ کے لیے چھوڑ دیں

اس باب کے عنوان میں ''الطریق المیتاء'' کا لفظ ہے اس سے مراد وہ کشادہ جگہ ہے جو راستہ کے درمیان ہو' ابوعمرو الشیبانی نے کہا ہے: ''المیتاء'' سب سے بڑے راستے کو کہتے ہیں جہاں لوگوں کا بہ کثرت گزر رہتا ہو' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد آباد راستہ ہے۔ امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے' اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب اس راستہ کے اصحاب وہاں کوئی عمارت بنانا چاہیں تو اس راستہ سے گزرنے والوں کے لیے سات ہاتھ کے قریب جگہ چھوڑ دیں (جو تقریباً ساڑھے دس فٹ کے برابر ہے)۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۔۳۲)

٢٤٧٣ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيْتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَشَاجَرُوْا فِي الطَّرِيْقِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از الزبیر بن خریت از عکرمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے عام راستہ کے لیے (جگہ چھوڑنے میں) اختلاف کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سات ہاتھ جگہ چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۱۳' الرقم المسلسل: ۴۰۳۰' سنن ترمذی: ۱۳۵۶' سنن ابوداؤد: ۳۶۳۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۵۵' شرح مشکل الآثار: ۱۱۹۲' مسند البزار: ۳۶۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۵۴۔ ج ۱۵ ص ۳۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سات ہاتھ راستہ چھوڑنے کی توجیہ اور اس میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المھلب المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ جب زمین والے کوئی عمارت بنانے کا ارادہ کریں تو سات ہاتھ راستہ چھوڑ دیں تاکہ اس جگہ سے گزرنے والوں کو حرج نہ ہو' آپ نے سات ہاتھ اس لیے مقرر فرمائے ہیں کہ اس راستہ پر بوجھ لادنے والوں کا آنا اور جانا ہوگا اور ایک دوسرے سے ٹکراؤ ہوگا' اسی طرح گھوڑے سواروں اور اونٹ سواروں کا آنا اور جانا ہوگا اور ضرورت کے وقت ان کے لیے کافی راستہ چھوڑنا ضروری ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ فقہاء کے نزدیک یہ حدیث وجوب پر محمول ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کے اختلاف کے وقت اس کا فیصلہ فرمایا تھا' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سات ہاتھ کی مقدار کو تو چھوڑنا ضروری ہے اور اس کے بعد بھی اگر شرکاء کے لیے اتنی زمین بچ جائے' جس سے وہ نفع اٹھا سکیں اور کسی کو اس سے نقصان نہ ہو تو شرکاء اس کو حاصل کرلیں' اور یہی اس حدیث کا معنی ہے اور اگر سات ہاتھ چھوڑنے کے بعد بعض شرکاء کے لیے اتنی جگہ بچے جس سے وہ فائدہ حاصل نہ کرسکیں تو وہ اس حدیث کے معنی میں داخل نہیں ہے۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا محمل بڑے بڑے راستے (شارعِ عام) ہیں اور وہ راستے ہیں جن میں زیادہ اختلاف ہوتا ہے اور جو بڑے راستوں کی شاخیں ہیں' ان کے لیے اتنی جگہ چھوڑ دینا کافی ہے جس پر اتفاق ہو جائے خواہ وہ سات ہاتھ سے کم ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو"کتـاب الـمظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ شارعِ عام کے لیے سات ہاتھ سے کم جگہ چھوڑنا ظلم ہے۔

٣٠ - بَابُ النُّهْبٰی بِغَیْرِ اِذْنِ صَاحِبِهٖ

مالک کی اجازت کے بغیر لوٹ مار کرنا

وَقَالَ عُبَادَةُ بَایَعْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا نَنْتَهِبَ.

اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم لوٹ مار نہیں کریں گے۔

تعلیق مذکور ایک طویل حدیث کا قطعہ ہے' مکمل حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان نقباء میں سے تھا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت لی تھی' انہوں نے بتایا کہ ہم نے آپ سے اس پر بیعت کی کہ ہم اللہ کے ساتھ شرک نہیں کریں گے اور نہ چوری کریں گے اور نہ زنا کریں گے اور نہ اس کو قتل کریں گے جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ لوٹ مار کریں گے اور نہ نافرمانی کریں گے' اگر ہم نے یہ وعدہ پورا کر لیا تو ہم کو جنت ملے گی اور اگر ہم نے ان میں سے کسی میں تقصیر کر لی تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف مفوض ہے۔

(صحیح البخاری: ٣٨٩٣' صحیح مسلم: ١٨٠٩' سنن ترمذی: ١٤٣٩' سنن نسائی: ١٤١' مسند احمد ج ٥ ص ٣١٣)

٢٤٧٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ یَزِیْدَ الْاَنْصَارِیَّ، وَهُوَ جَدُّهٗ اَبُوْ اُمِّهٖ، قَالَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّهْبٰی وَالْمُثْلَةِ.

[طرف الحدیث: ٥٥١٦] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' اور وہ ان کے نانا ہیں ان کی ماں کے والد' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوٹ مار کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

جس لوٹ مار کی تحریم پر تمام فقہاء کا اجماع ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

جس لوٹ مار کی تحریم پر علماء کا اجماع ہے' یہ وہ ہے جو عرب لوٹ مار کرتے تھے اور لوگوں کے ہاتھوں سے ناحق مال چھین کر بھاگ جاتے تھے' سو یہ وہ لوٹ مار ہے جو مؤمن نہیں کرتا' جس طرح مؤمن چوری نہیں کرتا اور زنا نہیں کرتا اور اس کا ایمان کامل رہتا ہے اور حضرت عبادہ نے جو فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے بیعت لی تھی کہ ہم لوٹ مار نہیں کریں گے' اس سے مراد یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے اموال کو ناحق چھین کر نہیں بھاگ جائیں گے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حسن بصری اور نخعی نے اس حدیث کی تفسیر میں کہا ہے کہ جو لوٹ مار حرام ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لے جائے اور وہ آدمی اس کو ناپسند کرتا ہو' یہ قتادہ کا قول ہے۔

ابوعبید نے کہا ہے کہ جو لوٹ مار مکروہ ہے' وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کسی جماعت کو کوئی مال دے اور اس کی غرض یہ ہو کہ وہ جماعت اس مال میں مساوی ہے' پھر ان میں سے جو طاقتور ہو وہ کمزور پر غالب آ کر اس کو اس مال سے محروم کر دے اور اس کا دل اس فعل سے خوش نہ ہو۔

محفلِ نکاح میں چھوارے وغیرہ اُچھالنے اور بکھیرنے اور ان کو لوٹنے میں مذاہبِ فقہاء

شادی وغیرہ کے موقع پر جو بچوں کے سروں کے اوپر سے مٹھائی یا چھوارے وغیرہ اُچھال کر پھینکتے ہیں تو امام مالک اور امام شافعی نے اس کو مکروہ کہا ہے اور فقہاء کوفہ (احناف) نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

ابھری نے کہا: اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں کبھی مٹھائی یا چھوارے ایسے شخص کے ہاتھ میں آ جاتے ہیں جس کو مالک پسند نہیں کرتا اور وہ کسی اور کو دینا چاہتا ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہدی کو نحر کر لیا تو اس کے متعلق فرمایا: آؤ! لوٹ کر لے جاؤ! ابن المنذر نے کہا: یہ حدیث اس کی حجت ہے جس نے اُچھالی ہوئی چیزوں کو لینے کی اجازت دی ہے کیونکہ اس کے لینے کو لوگوں کے لیے مباح کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قربانی کیے ہوئے اونٹوں کے گوشت کے لینے کو جو مباح فرمایا تھا' یہ معنی مجلسِ نکاح میں اُچھالے ہوئے چھواروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٩٥۔ ٤٩٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

محفلِ نکاح میں اُچھالے ہوئے چھواروں کے لوٹنے پر فقہاء احناف کا احادیث سے استدلال

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر (دس ذوالحج' قربانی کا دن) ہے' پھر یوم القرّ (گیارہ ذوالحج' منٰی میں برقرار رہنے کا) ہے (اور ان میں سے کسی دن) پانچ یا چھ اونٹنیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب لائی گئیں' آپ ان اونٹنیوں کو نحر (قربان) کر رہے تھے' پس وہ اونٹنیاں بڑھ بڑھ کر آپ کے قریب ہو رہی تھیں کہ آپ ان سے نحر کی ابتداء کریں' پھر جب وہ اونٹنیاں اپنے پہلوؤں پر گر گئیں تو آپ نے آہستہ سے کچھ فرمایا' جس کو میں نہیں سمجھ سکا' پھر میں نے کسی قریب کھڑے ہوئے ساتھی سے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: آپ نے فرمایا: جو چاہے ان میں سے گوشت کاٹ کر لے جائے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ٢٩١٧۔٢٨٦٦' السنن الکبریٰ: ٤٠٩٨' صحیح ابن حبان: ٢٨١١' المستدرک ج ٤ ص ٢٢١' شرح مشکل الآثار: ١٣١٩' سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٤١۔ ٧ ٢٣' سنن ابوداؤد: ١٧٦٥' مسند احمد ج ٤ ص ٣٥٠' مسند احمد: ١٩٠٧٥۔ ج ٣١ ص ٤٢٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

اس حدیث میں آپ نے قربانی کے گوشت کو لوٹ کر لے جانے کی اجازت دی ہے اور محفلِ نکاح میں جو چھوارے لٹائے جاتے ہیں اور لوگ ان کو لوٹتے ہیں' ان کے جواز کی بھی یہی حدیث اصل ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کسی صحابی کے نکاح کی تقریب میں تھے' آپ نے فرمایا: کھانے کی چیزیں لاؤ اور دف بجاؤ' پھر دف کو لایا گیا اور میوے اور مٹھائی لائی گئی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان چیزوں کو لوٹو' کسی صحابی نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نے لوٹنے سے منع نہیں فرمایا! آپ نے فرمایا: میں نے تم کو لشکر کے مالِ غنیمت کو لوٹنے سے منع کیا ہے' رہی شادی کی تقریب تو اس میں تم کو لوٹنے سے منع نہیں کیا' پس لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھینچا اور آپ نے ان کو کھینچا۔

(سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٨٨' نشر السنۃ' ملتان)

علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان الماردینی الحنفی المتوفی ٨٤٥ھ اس حدیث کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا عنوان ہے: خوشی کے دنوں میں کھانے پینے کی چیزوں کو بکھیرنا' اُچھالنا اور لٹانا۔

یہ اس حدیث کی مثل ہے جس میں نبی ﷺ نے اونٹنی کو نحر کرنے کے بعد فرمایا: جو چاہے اس کا گوشت کاٹ کر لے جائے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰) کیونکہ اس میں اباحت ہے اور ہر ایک کو یہ نہیں معلوم کہ اس کے لیے کتنی مقدار کو مباح کیا گیا ہے' علامہ ابن المنذر نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں کے اوپر کسی چیز کو بکھیرا جائے تو میرے نزدیک اس چیز کو لینا مکروہ ہے' پھر علامہ ابن المنذر نے کہا: میرے نزدیک اس کا لینا مکروہ نہیں ہے' اور علامہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شادی کی تقریب میں میووں وغیرہ کو لٹانا جائز ہے اور یہ وہ لوٹ مار نہیں ہے جو ناجائز ہے۔

(الجوہر النقی علی ھامش البیہقی ج ۷ ص ۲۸۸' نشر السنۃ' ملتان)

لوٹنے کی تحریم اور اباحت کی متعارض احادیث میں امام طحاوی کی تطبیق

امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوٹ مار کرنے سے منع کیا اور فرمایا: جس نے لوٹ مار کی' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (شرح مشکل الآثار: ۱۳۱۶' شرح السنۃ: ۲۱۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۰' مسند البزار: ۱۷۳۳' مصنف عبدالرزاق: ۶۶۹۰' سنن ترمذی: ۱۶۰۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۷)

حضرت ثعلبہ بن الحکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایسی پتیلیوں کے پاس سے گزرے جن میں لوٹی ہوئی بکریوں کا گوشت پک رہا تھا تو آپ نے فرمایا: لوٹا ہوا مال حلال نہیں ہے۔

امام ابوجعفر فرماتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان احادیث سے یہ مراد ہو کہ ہر لوٹی ہوئی چیز حرام ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مخصوص لوٹی ہوئی چیز کی تحریم مراد ہو' پھر ہم نے اس مسئلہ میں غور کیا تو لوٹنے کے جواز میں یہ احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ دن یوم النحر ہے' پھر یوم القرّ ہے' پھر میں نے پانچ یا چھ اونٹنیاں رسول اللہ ﷺ کے قریب کیں' تو ان میں سے ہر اونٹنی رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ہو رہی تھی کہ آپ اس سے نحر کی ابتداء کریں' پھر جب وہ اپنے پہلوؤں پر گر گئیں' تو آپ نے کچھ فرمایا: جس کو میں نہیں سمجھ سکا' تو جو شخص میرے پہلو میں تھا میں نے اس سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟ تو اس نے کہا: آپ نے فرمایا ہے کہ جو چاہے ان کا گوشت کاٹ کر لے جائے۔ (شرح مشکل الآثار: ۱۳۱۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۱۔ ۲۴۳' صحیح ابن حبان: ۲۸۱۱)

رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں کے محافظ حضرت ناجیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جو اونٹ تھک جائے میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اس کو نحر کر دو' پھر اس کے ہار کو اس کے خون میں ڈبوؤ' پھر وہ خون اس کے پہلو پر اس طرح لگاؤ' پھر اس اونٹ کے اور لوگوں کے درمیان تخلیہ کر دو (یعنی رکاوٹیں ہٹا دو)۔ (شرح مشکل الآثار: ۱۳۲۰' صحیح ابن حبان: ۴۰۲۳)

ہشام بن عروہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک قربانی کے اونٹ والے نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! اگر میری قربانی کا اونٹ تھک جائے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اس کو نحر کر دو' پھر اس کے ہار کو اس کے خون میں ڈبو دو' پھر اس اونٹ اور لوگوں کے درمیان تخلیہ کر دو کہ وہ اس کو آ کر کھائیں۔

(شرح مشکل الآثار: ۱۳۲۱' موطأ امام مالک: ۸۴۸' سنن ابوداؤد: ۱۷۶۲' سنن ترمذی: ۹۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۱۰۶)

امام ابوجعفر طحاوی فرماتے ہیں: ان دونوں حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس ہدی (قربانی کے جانور) کو لوگوں کے کھانے کے لیے مباح کر دیا تھا اور جن لوگوں کے لیے اس ہدی کو حلال کیا تھا' ان سے مراد مخصوص اور معین لوگ نہیں تھے اور

نہ یہ معین کیا تھا کہ وہ اس ہدی میں سے اتنا گوشت لے سکتے ہیں' اس سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ جن احادیث میں آپ نے لوٹنے کو حرام قرار دیا ہے' وہ لوٹنے کی اس صورت کے خلاف ہیں اور وہ ان چیزوں کے متعلق ہے جن کو لوٹنے کی آپ نے اجازت نہیں دی اور جن چیزوں کو آپ نے لوٹنے کی اجازت دی ہے' ان کو لوٹنا مباح ہے۔

(شرح مشکل الآثار ج ۳ ص ۳۶۱۔۳۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

''مثلہ'' کا معنی

اس حدیث میں ''مُثلہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اعضاء میں سزا جاری کرنا' جیسے ناک یا کان کاٹنا یا آنکھ نکال دینا۔

٢٤٧٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ، حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ. وَعَنْ سَعِيدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، إِلَّا النُّهْبَةَ. قَالَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُّ بِخَطِّ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ تَفْسِيرُهُ أَنْ يُنْزَعَ مِنْهُ، يُرِيدُ الْإِيمَانَ. [اطراف الحدیث: ۵۵۷۸۔۶۷۷۲۔۶۸۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابوبکر بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے' وہ اس حال میں مؤمن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شخص شراب پیتا ہے تو وہ اس حال میں مؤمن نہیں ہوتا اور جو شخص چوری کرتا ہے تو اس حال میں وہ مؤمن نہیں ہوتا' اور جو شخص لوٹ مار کرتا ہے اور لوگ اس کی لوٹ مار کے وقت اس کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ اس حال میں مؤمن نہیں ہوتا' اور سعید اور ابوسلمہ نے از حضرت ابو ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 'لوٹ کے الفاظ کے سوا اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔ فربری نے کہا: میں نے ابوجعفر کے رسم الخط میں لکھا ہوا پایا' امام ابوعبداللہ نے کہا: اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس شخص کے سینے سے ایمان نکال لیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۷' الرقم المسلسل: ۱۰۸' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۵۵۱' صحیح ابن حبان: ۵۹۷۹' شرح السنۃ: ۴۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۷' مسند احمد: ۸۲۰۲۔ج ۱۳ ص ۵۲۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اجازت کے ساتھ لوٹنے کے جواز پر احناف کی ایک اور دلیل

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص لوٹ مار کرتا ہے اور لوگ اس کی لوٹ مار کے وقت اس کی طرف نظریں اُٹھا کر دیکھتے ہیں۔ یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ وہ بلا اجازت لوٹ مار کرتا ہے کیونکہ لوگ اسی وقت اس کی طرف دیکھتے ہیں جب وہ بغیر اجازت کے لوٹ رہا ہو۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۹۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ جب بغیر اجازت کے لوٹنا ممنوع ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اجازت کے ساتھ لوٹنا جائز ہے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ بغیر اجازت کے کسی چیز کو لوٹنا

ظلم ہے۔

٣١ - بَابُ كَسْرِ الصَّلِيْبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيْرِ صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد عیسائیوں کی صلیب کو اور مشرکین کے بتوں کو توڑ دیں گے اور اس باب سے یہ اشارہ کرنا مقصود نہیں ہے کہ ہمیں اہل ذمہ کی صلیبوں کو توڑ دینا چاہیے کیونکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اہل ذمہ کو ان کی عبادات کے ساتھ ترک کر دیں' اور اہل حرب کی صلیبوں کو توڑنا اور ان کے خنزیروں کو قتل کرنا جائز ہے' صلیب سے مراد وہ مستطیل یا مربع لکڑی ہے جس کے متعلق عیسائیوں کا یہ فاسد زعم ہے کہ اس صورت کی لکڑی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ان کے اس عقیدہ کا رد فرمایا ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ. (النساء:١٥٧) اور انہوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا نہ سولی دی۔

اصل میں یہ صلیب لکڑی کی تھی اور اکثر اوقات سے یہ لوگ سونے' چاندی اور پیتل کی بھی صلیبیں بناتے ہیں۔

٢٤٧٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ تم میں ابن مریم نازل ہو جائیں' وہ حکم نافذ کرنے والے اور عدل سے فیصلہ کرنے والے ہوں گے' پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال اتنا بڑھ جائے گا حتیٰ کہ اس کو کوئی شخص قبول نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٢٢٢ گزر چکی ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ سے جزیہ لینا تو نبی ﷺ کی شریعت کا حکم ہے تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر ہمارے نبی کی شریعت کو منسوخ کر دیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ کا معنی ہے: کسی حکم کی مدت بیان کرنا اور اس حدیث میں نبی ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ جزیہ کی مشروعیت کی مدت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام کافروں سے جہاد کریں گے اور یہود و نصاریٰ میں سے جو کافر ہوں گے' وہ سب مارے جائیں گے اور صرف مسلمان باقی رہ جائیں گے اس لیے اس وقت جزیہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس وقت مال کو بہائیں گے' اس وقت اس مال کو لینے والا کوئی نہیں ہو گا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جہاد ظالم یہود و نصاریٰ اور کافروں کے خلاف ہو گا۔

٣٢ - بَابٌ هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِيْ فِيْهَا کیا ان مٹکوں کو توڑ دیا جائے جن میں شراب ہو اور

الْخَمْرُ؟ أَوْ تُخَرَّقُ الزِّقَاقُ، فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا، أَوْ صَلِيبًا، أَوْ طُنْبُورًا، أَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ؟ بِخَشَبِهِ وَأُتِيَ شُرَيْحٌ فِي طُنْبُورٍ كُسِرَ، فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ.

ان مشکوں کو پھاڑ دیا جائے جن میں شراب ہو؟ پس اگر کسی نے بت کو یا صلیب کو یا ستار کو توڑ دیا یا کسی ایسی لکڑی کو توڑ دیا جو غیر مفید ہو (تو کیا حکم ہے)؟ قاضی شریح کے پاس ایک ستار توڑنے کا مقدمہ لایا گیا تو انہوں نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابو حصین بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی کا ستار توڑ دیا' وہ یہ مقدمہ قاضی شریح کے پاس لے گئے' انہوں نے اس شخص کو ضامن نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۲۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

شراب کی مشک پھاڑنے' صلیب توڑنے اور ستار توڑنے کی ضمان میں اختلافِ فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی نے مسلمان کی شراب کی مشک پھاڑ دی تو امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک وہ اس نقصان کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ اس نقصان کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ یہ بھی نیکی کے حکم دینے کا ایک طریقہ ہے۔ ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نصرانی کی صلیب توڑ دی تو وہ صلیب کی قیمت کا ضامن ہوگا' کیونکہ جو نصرانی ذمی ہو' اس کو اس کے عقیدہ پر برقرار رکھا گیا ہے' امام احمد نے کہا ہے: وہ ضامن نہیں ہوگا' اور امام شافعی نے کہا ہے: اگر ٹوٹنے کے بعد بھی اس میں مباح نفع کی صلاحیت ہے تو پھر وہ ضامن نہیں ہوگا' ورنہ وہ ٹوٹنے سے پہلے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

''صنم'' اور ''طنبور'' وغیرہ کے معانی اور ان کے فقہی احکام

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''صنم'' وہ چیز ہے جسے اللہ کو چھوڑ کر معبود بنایا گیا ہو' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا جسم اور اس کی صورت ہو اور جس کا جسم اور صوت نہ ہو' وہ ''وثن'' ہے' نیز انہوں نے کہا: لکڑی یا پتھر کو تراش کر آدمی کی صورت بنائی جائے اور اس کو نصب کر کے اس کی عبادت کی جائے تو وہ ''وثن'' ہے اور ''صنم'' بغیر جسم کی صورت ہے' اور دوسرے علماء نے ان میں فرق نہیں کیا۔

ستار کو عربی میں ''طنبور'' کہتے ہیں: یہ گانے بجانے کے آلات میں سے ایک آلہ ہے۔

یا وہ لکڑی جو قابل نفع نہ ہو یعنی ستار کے علاوہ دوسرے گانے بجانے کے آلات۔

ہمارے علماء احناف نے کہا ہے کہ جس شخص نے کسی مسلمان کا ستار یا سارنگی یا بانسری یا دف توڑ ڈالا تو وہ ضامن ہوگا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان چیزوں کی بیع جائز ہے اور امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ ان آلاتِ غناء کے توڑنے سے وہ ضامن نہیں ہوگا' اور ان آلات کی بیع جائز نہیں ہے۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ اختلاف اس دف اور اس طبل میں ہے جو لھو ولعب کے لیے ہوں' اور جو طبل جہاد کے لیے ہو یا وہ دف ہو جس کو شادی اور خوشی کے مواقع پر بجانا جائز ہے' اگر ان آلات کو کسی نے توڑ دیا تو وہ ان کا ضامن ہوگا۔

فقہاء احناف کی کتاب الذخیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ شادی کے موقع پر دف بجانے میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے (اور یہی صحیح قول ہے کیونکہ یہ قول حدیث کے مطابق ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) رہا وہ دف جو

ہمارے زمانہ میں دیگر آلاتِ غناء کے ساتھ بجایا جاتا ہے' سو وہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٤٧٧ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نِيْرَانًا تُوْقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَقَالَ عَلٰى مَا تُوْقَدُ هٰذِهِ النِّيْرَانُ؟ قَالُوْا عَلَى الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ قَالَ اِكْسِرُوْهَا وَاَهْرِقُوْهَا. قَالُوْا اَلَا نُهْرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ اِغْسِلُوْا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ يَقُوْلُ الْحُمُرِ الْاَنَسِيَّةِ. بِنَصْبِ الْاَلِفِ وَالنُّوْنِ.

[اطراف الحدیث: ۴۱۹۶-۴۴۹۷-۵۴۹۷-۶۱۴۸-۶۳۳۱-۶۸۹۱]

(صحیح مسلم: ۱۸۰۲' الرقم المسلسل: ۴۵۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم الضحاک بن مخلد نے از یزید بن ابی عبید روایت کی' انہوں نے از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ روایت کی' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ غزوۂ خیبر کے دن آگ جل رہی ہے' آپ نے پوچھا: یہ کس چیز پر آگ جل رہی ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ یہ پالتو گدھے (پکائے جارہے) ہیں' آپ نے فرمایا: ان پتیلیوں کو توڑ دو اور (ان کا گوشت) گرا دو' صحابہ نے پوچھا: آیا ہم ان کا گوشت گرا کر دیگچیوں کو دھو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: دھولو۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: ابن ابی اویس کہا کرتے تھے: ''الحمر الانسیّہ'' میں الف اور نون پر نصب (زبر) ہے۔

پالتو گدھوں کے گوشت کی حرمت اور حلت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پالتو گدھوں کا گوشت نجس ہے کیونکہ آپ نے یہ حکم دیا کہ ان پتیلیوں میں جو گوشت پک رہا ہے اس کو گرا دو' اور اس ارشاد میں گوشت کی بہت زیادہ تحریم ہے۔

جن علماء نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حلال کہا ہے' انہوں نے اس کو حرام قرار دینے کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں:

بعض مالکیہ اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا: اگر پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام نہ قرار دیا جاتا تو مسلمان ان کو ذبح کر کر کے کھا جاتے اور پھر مسلمانوں کی سواری کے لیے گدھے مشکل سے ملتے۔ اس بناء پر یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے کس وجہ سے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے' ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ گدھوں پر بوجھ لادا جاتا ہے۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ آپ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پالتو گدھے گندگی وغیرہ بھی کھاتے ہیں اور اس بناء پر یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ چونکہ ان گدھوں کو مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے مسلمانوں نے ذبح کر کے پکا لیا تھا' اس لیے آپ نے ان کے پکائے ہوئے طعام کو پھینک دینے کا حکم دیا۔

ابوعمر بن عبدالبر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی' اس میں یہ دلیل ہے کہ پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے کی ممانعت بغیر کسی سبب کے تھی اور یہ محض حکم تعبدی ہے' کیونکہ یہ معلوم ہے کہ گھوڑوں کا مرتبہ گدھوں سے بلند ہے اور گھوڑوں کو کھانے سے ان کی کمی کا خطرہ گدھوں کی کمی کے خطرہ سے زیادہ شدید ہے' کیونکہ گھوڑوں کی ضرورت جہاد میں ہوتی ہے' لہٰذا یہ واضح ہو گیا کہ پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت اس وجہ سے نہیں تھی کہ سواری اور بوجھ

لادنے کے لیے ان کی ضرورت تھی بلکہ ان کی ممانعت محض امر تعبدی ہے۔

حضرت غالب کی حدیث سے پالتو گدھوں کے گوشت کی حلّت پر استدلال

بعض مالکیہ جو پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے کے جواز کے قائل ہیں' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم قحط سے دوچار تھے اور میرے پاس اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لیے کوئی مال نہیں تھا سوائے میرے پالتو گدھوں کے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا تھا' تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم قحط زدہ ہیں اور سوائے فربہ گدھوں کے میرے پاس اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لیے اور کوئی چیز نہیں ہے' آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو اپنے فربہ گدھوں سے کھلاؤ' میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ وہ گندی چیزیں کھاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۰۸)

علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسعر نے کہا ہے کہ میری غالب رائے یہ ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا تھا' وہ حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ ہیں' اور ایک سند میں حضرت عبدالرحمٰن بن معقل کا ذکر ہے' اور ایک سند میں حضرت عبدالرحمٰن بن بشر کا ذکر ہے' اور ایک سند میں عبداللہ بن بشر کا ذکر ہے اور یہ بہت شدید اختلاف ہے' اس لیے یہ حدیث ان احادیث صحیحہ سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی' جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا ہے۔

شیخ ابن حزم اور امام بیہقی کی طرف سے حدیث مذکور کا جواب

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنی تمام سندوں کے ساتھ باطل ہے کیونکہ اس کی تمام سندوں میں عبدالرحمٰن بن بشر سے روایت ہے اور وہ مجہول ہے۔ دوسری سند عبداللہ بن عمرو بن لویم سے مروی ہے اور وہ بھی مجہول ہے یا شریک کی سند سے مروی ہے اور وہ مجہول ہے' پھر ابن الحسن سے مروی ہے اور اس کا پتا نہیں وہ کون ہے' یا سلمیٰ بنت النضر الخضر یہ سے یہ حدیث مروی ہے اور اس کا پتا نہیں ہے کہ وہ کون ہے۔ (المحلی بالآثار ج ٦ ص ۸۱۔ ۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے' پھر اس کی علت کے بیان میں بہت تطویل کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۳۔ ۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کی طرف سے حدیث مذکور کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے اعراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قحط کے ایام میں پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی ہے اور ایام قحط میں احکام آسانی پر مبنی ہوتے ہیں اور عام ایام میں آپ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے کی ممانعت ہے' وہ محرِّم ہے اور سنن ابوداؤد کی یہ حدیث مُبیح ہے اور تحریم اور اباحت میں جب تعارض ہو تو تحریم کی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے' تیسرا جواب یہ ہے کہ تحریم والی حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے اور اباحت والی حدیث سنن ابوداؤد کی روایت ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کو سنن ابوداؤد کی روایت پر ترجیح ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۵۵۳۔ ج ۵ ص ۵۸۶۔ ۵۸۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① خیبر کا لغوی معنی' جغرافیائی محل وقوع' تاریخ اور غزوۂ خیبر کے اہم واقعات ② ران کے شرم گاہ ہونے کی تحقیق ③ خیبر کا تمام علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا یا بعض؟ ④ اللہ تعالیٰ کے لیے ''میں فدا ہوں'' کہنے کی تحقیق۔

تاہم شرح صحیح مسلم میں گدھے کے گوشت کی حرمت اور حلت کی بحث نہیں کی گئی' یہ بحث صرف نعمۃ الباری میں ہے۔

٢٤٧٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ نُصُبًا، فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُوْدٍ فِيْ يَدِهٖ، وَجَعَلَ يَقُوْلُ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ اَلْاٰيَةَ (بنی اسرائیل:٨١).

(صحیح مسلم:١٧٨١' الرقم المسلسل:٤٥١٧' سنن ترمذی:٣١٣٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے حدیث بیان کی از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے' آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی' وہ آپ ان بتوں پر مارتے اور فرماتے: حق آ گیا اور باطل چلا گیا۔ (بنی اسرائیل:٨١)

اس باب کی حدیثوں کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت نہ ہونا

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب کے عنوان میں بتوں کو توڑنے کا ذکر تھا اور اس باب میں بتوں کو چھڑی مارنے کا ذکر ہے' تاہم ''کتاب المظالم'' کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت ظاہر نہیں ہے کیونکہ بتوں کو توڑنا اور ان پر چھڑی مارنا ظلم نہیں ہے' عین عدل ہے' اسی طرح حدیث:٢٤٧٧ میں پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دینے کا ذکر ہے اور اس کی بھی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' بخاری پرستوں کو اس پر غور کرنا چاہیے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ' جو ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں (٢) سفیان' یہ سفیان بن عیینہ ہیں (٣) ابن ابی نجیح' یہ عبد اللہ بن یسار ہیں (٤) مجاہد بن جبیر (٥) ابو معمر (٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٤)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کب کعبہ میں داخل ہو کر بتوں کو توڑا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے' مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت' اور یہ رمضان ٨ھ میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ہے: مکہ میں تین سو ساٹھ ''نُصب'' تھے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ تراشے ہوئے پتھر ہیں جن کو زمانۂ جاہلیت میں مشرکین کعبہ میں رکھتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کعبہ میں تصویریں تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان تصویروں کو مٹا دیں' انہوں نے ایک کپڑے سے ان تصویروں کو مٹا دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں کعبہ میں داخل ہوئے کہ اس میں کوئی تصویر نہیں تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بتوں پر چھڑی اس لیے مارتے تھے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ یہ بت اپنی ذات سے ضرر کو دور نہیں کر سکتے تو لوگوں سے ضرر کو کس طرح دور کر سکتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

بتوں کو توڑنے سے آلاتِ غناء کے توڑنے پر استدلال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ کی اس روایت کی فقہ یہ ہے کہ آلاتِ باطلہ اور ہر وہ چیز جس کو صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کیا جا سکے جیسے ستار، سارنگی، بانسری اور ڈھولک وغیرہ، جن میں مشغول رہنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے، سو ایسی چیزوں کو اس طرح توڑ دینا چاہیے کہ ان کی ہیئت اور صورت بگڑ جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتوں کو توڑ ڈالا تھا حتیٰ کی ان کی صورتیں بگڑ گئیں۔

سلف صالحین کی ایک جماعت کے متعلق مروی ہے کہ وہ آلاتِ لھو ولعب کو توڑ دیتے تھے۔

سفیان نے از منصور از ابراہیم یہ روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جب راستہ میں دف بجانے والی لڑکیوں کو دیکھتے تو ان دفوف (دف کی جمع) کو توڑ دیتے تھے اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جب وہ کسی شخص کو چوسر کھیلتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس کو مارتے تھے اور اس کی گوٹوں کو توڑنے کا حکم دیتے تھے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ جب لکڑی کے بنے ہوئے آلاتِ لھو کو توڑ دیا جائے اور اس لکڑی میں منفعت ہو تو اس لکڑی کا مالک اس کا زیادہ حق دار ہے، ہاں! اگر سربراہِ ملک یہ دیکھے کہ ان آلات کا صرف توڑ دینا اس شخص کی سزا کے لیے ناکافی ہے تو وہ لکڑیوں کو جلا دے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی دکان جلا دی تھی جو شراب فروخت کرتا تھا، اور جو لوگ نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھروں کو جلانے کا ارادہ فرمایا تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ کی یہ حدیث حرام مال کو تلف کر کے سزا دینے کی اصل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ۴۹۷-۴۹٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۴۷۹ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتِ اتَّخَذَتْ عَلٰى سَهْوَةٍ لَّهَا سِتْرًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ، فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا. [اطراف الحدیث: ۵۹۵۴-۵۹۵۵-٦۱۰۹] (صحیح مسلم: ۲۱۰۷، الرقم المسلسل: ۵۴۱۳، سنن ابوداؤد: ۴۱۵۳، سنن نسائی: ۵۳۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر یا اپنے طاق کے اوپر ایسا پردہ ڈالا تھا جس میں تصاویر تھیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پردہ کو پھاڑ ڈالا، پھر حضرت عائشہ نے اس پردہ کے دو گدے بنا لیے، پس یہ گھر میں تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان گدوں پر بیٹھتے تھے۔

''سھوۃ، تماثیل'' اور ''نمرقتین'' کے معانی اور گھروں میں تصاویر لٹکانے کا شرعی حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''سھوۃ'' کا لفظ ہے، اس کا معنی وہ سائبان ہے جو گھروں کے سامنے ہوتا ہے، ایک قول ہے کہ اس کا معنی چھوٹا سا گھر ہے، ایک قول یہ ہے کہ گھروں میں چیزیں رکھنے کے لیے جو طاق بنایا جاتا ہے اس کو ''سھوۃ'' کہتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ گھروں میں سامان رکھنے کے لیے جو کوٹھڑی بنائی جاتی ہے اس کو ''سھوۃ'' کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ پردہ طاق کے اوپر لٹکا ہوا تھا یا کوٹھڑی کے اوپر، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پردہ گھر کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا۔

اس حدیث میں ''تماثیل'' کا لفظ ہے' یہ ''تمثال'' کی جمع ہے' ''تمثال'' کا معنی ہے: جان دار کے مشابہ صورت' خواہ وہ مجسم ہو یا غیر مجسم ۔صاحب المغرب نے یہ کہا ہے کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ صرف وہ تصویر ممنوع ہے جس کا جسم ہو' جیسے مجسمہ' تو یہ حدیث اس شخص کے گمان کی تکذیب کرتی ہے' کیونکہ اس حدیث میں جن تصاویر کی ممانعت کا ذکر ہے' وہ پردہ میں نقش تھیں یعنی چھپی ہوئی تھیں۔

اس حدیث میں ''نمرقتین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھوٹے گدے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں کے بنے ہوئے گدوں پر بیٹھتے تھے جن پر تصویریں بنی ہوئی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ گھروں میں مطلقاً تصاویر رکھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ ان تصاویر کا رکھنا ممنوع ہے جن کو عزت اور احترام کے ساتھ رکھا جائے' بعض لوگ اپنے والد' شیخ یا اپنے استاذ کی تصویر کو فریم کرا کر گھر میں تعظیم سے رکھتے ہیں' یا قومی لیڈروں کی تصاویر کو گھروں' دفتروں یا شاہراہوں پر لگایا جاتا ہے' یہ جائز نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ گھروں میں تصاویر کو عزت اور احترام کے ساتھ رکھنا ظلم ہے۔

٣٣ - بَابُ مَنْ قَاتَلَ دُوْنَ مَالِهٖ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑا

اس باب کے عنوان کی یہ توجیہ ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑا' اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس کی توضیح یوں بھی ہو سکتی ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑا اور مارا گیا تو وہ شہید ہے' امام بخاری نے اس باب میں آنے والی حدیث پر اکتفاء کرتے ہوئے اس کا ذکر نہیں کیا۔

٢٤٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، هُوَ ابْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ، قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْاَسْوَدِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی اور وہ ابن ابی ایوب ہیں' انہوں نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے۔

(صحیح مسلم: ١٤١' الرقم المسلسل: ٢٥٨' سنن ترمذی: ١٤٢٤' سنن ابوداؤد: ٤٧٧١' مصنف عبدالرزاق: ١٨٥٦٨' سنن بیہقی ج ٨ ص ٣٣٥' مسند احمد ج ٢ ص ٢٠٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٩٢٢۔ ج ١١ ص ٥٢٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے' البتہ ''کتاب المظالم'' کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ظاہر نہیں ہے' کیونکہ اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑنا ظلم نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن یزید القرشی العدوی' ابوعبدالرحمن المقری (٢) سعید بن ابوایوب' ابوایوب کا نام مقلاص الخزاعی ہے (٣) ابوالاسود محمد بن عبدالرحیم (٤) عکرمہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا آزاد کردہ غلام (٥) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٧)

باب مذکور کی تائید میں دیگر احادیث

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے اور جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲' سنن ترمذی: ۱۴۲۱' سنن ترمذی: ۲۵۸۰' سنن نسائی: ۴۱۰۱)

حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مظلومیت سے مارا گیا' وہ شہید ہے۔

(سنن نسائی: ۴۱۰۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مال کے پاس مظلوماً مارا گیا' اس کے لیے جنت ہے۔ (سنن نسائی: ۴۰۹۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ ایک شخص آئے اور میرا مال لوٹنے کا ارادہ کرے (تو میں کیا کروں؟) آپ نے فرمایا: تم اپنا مال اس کو مت دو' اس نے پوچھا: یہ بتایئے کہ اگر وہ مجھ سے لڑے؟ آپ نے فرمایا: تم اس سے لڑو' اس نے پوچھا: یہ بتایئے اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا: پھر تم شہید ہو' اس نے پوچھا: یہ بتایئے اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: وہ دوزخ میں جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۰' سنن نسائی: ۴۰۸۹)

چوروں اور لٹیروں سے مدافعت کے متعلق اقوالِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو ان ابواب میں اس لیے داخل کیا ہے تاکہ تم کو یہ معلوم ہو کہ انسان کے لیے اپنی جان اور اپنے مال کی طرف سے مدافعت کرنا جائز ہے اور اگر وہ مدافعت کرتا ہوا مارا گیا تو وہ شہید ہوگا اور اگر اس نے اپنی مدافعت کرتے ہوئے حملہ آور کو قتل کر دیا تو اس کی دیت ہوگی نہ اس سے قصاص لیا جائے گا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ چوروں سے قتال کرنا اور اپنی جان اور مال کا دفاع کرتے ہوئے ان کو مار ڈالنا جائز ہے۔

ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ اگر تم کو یہ خطرہ ہو کہ چور حملہ کرنے میں تم پر سبقت کرے گا تو تم اس پر سبقت کرو اور حسن بصری نے کہا ہے کہ جب رات کو چور ہتھیار لے کر آئے تو تم اس کو قتل کر دو' امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگ رات کو سفر کرتے ہیں' پھر ان کو چور مل جاتے ہیں' امام مالک نے کہا: ان کو اللہ سے ڈراؤ اگر وہ نہ مانیں تو پھر ان سے لڑو۔ سفیان ثوری اور عبداللہ ابن المبارک نے کہا: ایک دمڑی کے لیے بھی ان سے لڑو۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: اگر چور سامنے سے آ رہا ہو تو اس پر حملہ کرو اور اگر وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا ہو تو پھر حملہ نہ کرو۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ایک چور کسی کے گھر میں داخل ہوا اور مال چوری کر کے گھر سے نکل گیا' پھر اس شخص نے چور کا پیچھا کر کے اس کو قتل کر دیا تو قتل کرنے والے پر کیا تاوان ہے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: کچھ نہیں۔

امام شافعی نے فرمایا: جس شخص کے مال کا صحرا میں یا شہر میں ارادہ کیا گیا' یا اس کی بیوی کی عزت کا ارادہ کیا گیا تو اس شخص کے لیے جائز ہے کہ اس کو منع کرے اور لوگوں سے مدد طلب کرے' اگر وہ باز آ جائے تو اس سے لڑنے کا حق نہیں ہے' اگر وہ باز نہ آئے تو

اس شخص کے لیے اپنی جان' مال اور اپنی اہلیہ کی عزت کی مدافعت کے لیے اس سے لڑنا جائز ہے اور اگر اس حملہ میں وہ لوٹنے والا مارا گیا تو اس کی کوئی دیت ہے نہ قصاص ہے' نہ کفارہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٩٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٣٤ - بَابٌ إِذَا كَسَرَ قَصْعَةً أَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهِ

جب کسی کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑ دی

٢٤٨١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلَتْ إِحْدٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ، فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيهَا الطَّعَامَ، وَقَالَ كُلُوْا. وَحَبَسَ الرَّسُوْلَ وَالْقَصْعَةَ حَتّٰى فَرَغُوْا، فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُوْرَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے پاس تھے' تو امہات المؤمنین میں سے کسی نے اپنے خادم کے ہاتھ ایک پیالہ بھیجا تو اس زوجہ مطہرہ نے اپنا ہاتھ مار کر اس پیالہ کو توڑ دیا' آپ نے اس کے ٹکڑوں کو ملا کر جوڑا اور اس میں جو طعام تھا' وہ اس میں رکھ دیا' اور صحابہ سے فرمایا: اسے کھاؤ' اور آپ نے اس پیالہ لانے والے کو اور اس پیالہ کو روک لیا حتیٰ کہ جب صحابہ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے دوسرا سالم پیالہ دے دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ رکھ لیا۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[طرف الحدیث: ٥٢٢٥] (سنن ابوداؤد: ٣٥٦٧' سنن ترمذی: ١٣٥٩' سنن نسائی: ٣٩٦٢' سنن ابن ماجہ: ٢٣٣٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٠٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٣٨٠٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

پیالہ میں طعام بھیجنے والی ازواجِ مطہرات اور پیالہ توڑنے والی زوجہ مطہرہ کے اسماء

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ٣٠٣ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ ایک پیالہ میں طعام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف گئیں' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی چادر سے تہبند باندھی ہوئی آئیں اور ان کے پاس ایک باریک پتھر تھا' انہوں نے وہ پتھر پیالہ پر مار کر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیالہ کے ٹکڑے جمع کیے اور صحابہ سے دو بار فرمایا: تم کھاؤ' تمہاری ماں غارت ہو جائے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کا (ثابت وسالم) پیالہ لیا اور اس کو حضرت ام سلمہ کی طرف بھیج دیا اور حضرت ام سلمہ کا پیالہ حضرت عائشہ کو دے دیا۔ (سنن نسائی: ٦٩٦٢' دار الفکر' بیروت)

یہ حجاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ٢٧٣ھ روایت کرتے ہیں:

بنوسواءۃ کے ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے متعلق بتایئے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھتے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم: ٤) اور بے شک آپ ضرور عظیم اخلاق پر فائز ہیں ۝

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے' میں نے آپ کے لیے طعام تیار کیا' اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کے لیے طعام تیار کیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے پہلے طعام تیار کرلیا' میں نے خادمہ سے کہا: جاؤ! جا کر حضرت حفصہ کے پیالہ کو اُلٹ دو' وہ حضرت حفصہ کے پاس جا ملی' اس وقت وہ اس طعام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھنے کا ارادہ کر رہی تھیں تو خادمہ نے ان کا پیالہ اُلٹ دیا اور وہ گر کر ٹوٹ گیا اور طعام بکھر گیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیالہ کے ٹکڑوں کو اور اس طعام کو اکٹھا کر کے دستر خوان پر رکھا' ان سب نے وہ کھایا' پھر آپ نے میرے پیالہ کو حضرت حفصہ کے پاس بھیج دیا اور فرمایا: اپنے برتن کی جگہ اس برتن کو لے لو اور جو کچھ اس میں ہے وہ کھاؤ' حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں نے پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے میں ناگواری کا اثر نہیں دیکھا۔

(سنن ابن ماجہ: ٢٣٣٣' دارالفکر' بیروت)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں: جس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ نے ہاتھ مار کر پیالہ توڑا تھا' وہ بھی اس خادمہ نے توڑا تھا لیکن حضرت عائشہ نے توڑنے کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ خادمہ کو انہوں نے بھیجا تھا' ابن حزم نے محلّٰی میں ذکر کیا ہے کہ یہ طعام حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھیجا تھا' امام ابوداؤد اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ یہ طعام حضرت صفیہ نے بھیجا تھا اور ان احادیث میں تعارض نہیں ہے کیونکہ یہ متعدد واقعات ہیں۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٨٠٣' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء کہ کسی چیز کے توڑنے پر اس کے تاوان میں آیا اس چیز کی مثل دی جائے گی یا اس کی قیمت؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ جس زوجہ مطہرہ نے پیالہ میں آپ کے لیے طعام بھیجا تھا' وہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور جس زوجہ مطہرہ نے ہاتھ مار کر پیالہ توڑ دیا تھا' وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

اگر کوئی شخص کسی کا برتن توڑ دے یا کسی کا جانور ہلاک کر دے تو اس کے تاوان کے لزوم میں اختلاف ہے' فقہاء احناف' امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کی مثل ادا کرے' اور وہ اس چیز کی قیمت اسی وقت ادا کرے گا' جب اس چیز کی مثل نہ ملے' ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' انہوں نے کہا ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالہ کے بدلہ میں پیالہ دیا۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جس نے کسی کا برتن یا کوئی سامان توڑ دیا یا کسی کا جانور ہلاک کر دیا تو اس پر لازم ہے کہ اس دن اس چیز کی جو قیمت ہو وہ ادا کرے اور یہ سب سے بہترین معاوضہ ہے۔ ان کا استدلال اس سے ہے کہ ایک غلام دو آدمیوں کا مشترک تھا' ایک آدمی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس غلام کی قیمت میں اس کے شریک کا جو بقیہ حصہ تھا' وہ اپنے شریک کو ادا کرے اور یہ فیصلہ نہیں فرمایا کہ وہ اس غلام کی مثل کا حصہ ادا کرے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٧٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

امام مالک اور امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ نبی ﷺ کا پیالہ کی مثل پیالہ دینا' ان کے مذہب کے خلاف ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ سامان میں اس چیز کی مثل دینی ہوگی' وہ اس باب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کا مذہب ہے اور ان کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جو چیز ناپ یا تول والی نہ ہو' اس میں اس چیز کی قیمت دینی ہوگی اور جو چیز ناپ یا تول والی ہو' اس کی اس کو ہلاک کرنے والے دن کے مطابق مثل دینی ہوگی۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیالہ تو ناپ یا تول والی چیزوں میں سے نہیں تھا' پھر آپ نے اس کے تاوان میں اس کی مثل پیالہ کیوں دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے وہ پیالہ بہ طور تاوان نہیں دیا تھا کیونکہ آپ کے گھر کی چیزیں آپ کی ملکیت تھیں' سو آپ نے اپنی ملکیت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل فرمایا تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کی مثل ہو اور اس کو کوئی شخص ہلاک کر دے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس چیز کی مثل ادا کرے اور اگر وہ چیز ان چیزوں میں سے ہو' جن کی قیمت دی جاتی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی قیمت ادا کرے' اور جن چیزوں کی مثل ہوتی ہے یہ وہ ہیں جو ناپ کر دی جاتی ہیں جیسے گندم اور جو چیزیں تول کر دی جاتی ہیں جیسے دراہم اور دنانیر (دینار کی جمع) اور جن چیزوں کی مثل نہیں ہوتی' یہ عددی چیزیں ہیں جیسے خربوزہ' انار' اور کپڑے اور جانور وغیرہ' رہا یہ اعتراض کہ پیالہ تو اس اعتبار سے غیر مثلی چیز ہے' پھر آپ نے اس کے تاوان میں اس کی مثل پیالہ کیوں دیا؟ تو اس کا وہی جواب ہے جو علامہ ابن جوزی نے دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیالہ توڑنے کی توجیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسری زوجہ مطہرہ کے بھیجے ہوئے پیالہ کو توڑ دیا تھا لیکن نبی ﷺ نے ان پر کوئی عتاب نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر بیوی غیرت کی حالت میں کوئی ایسا کام کرے جو بظاہر خلافِ اولیٰ ہو تو اس کو معذور رکھا جاتا ہے' غیرت کا معنی یہ ہے کہ جس کو کسی سے شدید اور غیر معمولی محبت ہو' وہ اپنے محبوب کے ساتھ کسی اور کی شرکت کو برداشت نہیں کرتا' اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی اور نبی ﷺ ان کے گھر میں تھے اور نبی ﷺ کو طعام پیش کرنے کا حق بھی ان ہی کا تھا اور جب کسی اور زوجہ مطہرہ نے آپ کے لیے طعام بھیجا تو یہ حضرت عائشہ سے برداشت نہ ہو سکا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ ان کی حق تلفی ہے اور جذبات کی شدت میں اس پیالہ پر ہاتھ مار کر اس کو گرا دیا' بہ ظاہر یوں لگتا تھا کہ جس زوجہ مطہرہ نے حضرت عائشہ کی باری میں ان کے گھر نبی ﷺ کے لیے طعام بھیجا تھا وہ حضرت عائشہ کی دل آزاری کرنا چاہتی تھیں' اس کے ردِ عمل میں حضرت عائشہ نے اس پیالہ پر ہاتھ مار کر اس کو گرا دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بعض ازواجِ مطہرات کو یہ شکایت تھی کہ صحابہ کرام' نبی ﷺ کی خدمت میں جو ہدیے بھیجتے ہیں' وہ اسی دن بھیجتے ہیں جب آپ حضرت عائشہ کے گھر میں ہوتے' انہوں نے آپ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا' انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ لوگوں سے فرما دیں کہ وہ حضرت عائشہ کی باری کا انتظار نہ کیا کریں' انہوں نے جو ہدیہ دینا ہو' وہ آپ کو پیش کر دیا کریں خواہ آپ کسی زوجہ کے گھر میں ہوں' لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا' بلکہ حضرت ام سلمہ سے فرمایا: تم مجھے عائشہ کے معاملہ میں اذیت نہ دو' کیونکہ عائشہ کے سوا کسی زوجہ کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ میں اس کے بستر پر ہوں اور مجھ پر وحی نازل ہو' تب حضرت ام سلمہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو ایذاء دینے کی وجہ سے اللہ سے توبہ کرتی ہوں' پھر ازواجِ

مطہرات نے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سفارش کرائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں' حضرت سیّدہ فاطمہ نے کہا: کیوں نہیں! اور وہ پھر واپس آ گئیں' ازواجِ مطہرات نے کہا: آپ دوبارہ جائیں' لیکن حضرت سیّدہ نے انکار کیا' پھر ازواجِ مطہرات نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بھیجا' ان کی زبان میں تیزی تھی' انہوں نے سخت باتیں کیں اور حضرت عائشہ کو بُرا کہا اور وہ بیٹھی سنتی رہیں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف دیکھا کہ وہ کیا جواب دیتی ہیں' پھر حضرت عائشہ نے جواب دینا شروع کیا' حتیٰ کہ حضرت زینب کو لاجواب کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے! (صحیح بخاری:۲۵۸۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سوکنوں کے درمیان طبعی طور پر کچھ نہ کچھ رنجش اور چپقلش ہوتی ہے' ہر چند کہ حضرات ازواجِ مطہرات بہت بلند پایہ کے اخلاق کی حامل تھیں لیکن بشری تقاضے سے وہ بھی ایک دوسرے کے خلاف کچھ نہ کچھ جذبات رکھتی تھیں لیکن جذبات کی رو میں بہہ کر وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتی تھیں جو خلافِ شرع ہو اور معصیت کے دائرہ میں آتا ہو' وہ آپس میں ایک دوسرے کو جو کچھ کہیں' ہمارے نزدیک وہ سب محترم ہیں اور ہماری مقدس مائیں ہیں' تاہم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے بلند مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں ذکر کیا ہے' جس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس پیالہ کو توڑنا ظلم تھا' ہم اس سے ہزار بار اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ظلم کی نسبت کی جائے۔

٣٥ - بَابٌ إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ

جب کسی شخص نے کسی کی دیوار توڑ دی تو وہ اس دیوار کی مثل بنا دے

٢٤٨٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ هُوَ ابْنُ حَازِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي، فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ فَأَبَى أَنْ يُجِيبَهَا، فَقَالَ أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي؟ ثُمَّ أَتَتْهُ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى تُرِيَهُ الْمُومِسَاتِ، وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ فَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلّٰى، ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ مَنْ أَبُوكَ يَا غُلَامُ؟ قَالَ الرَّاعِي، قَالُوا نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ لَا، إِلَّا مِنْ طِينٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی اور وہ ابن حازم ہیں از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنواسرائیل میں ایک شخص کو جریج کہا جاتا تھا' وہ نماز پڑھ رہا تھا' اس حال میں اس کے پاس اس کی ماں آئی اور اس کو بلایا' اس نے ماں کو جواب دینے سے انکار کیا اور (دل میں) کہا: میں ماں کو جواب دوں یا نماز پڑھوں؟ اس کی ماں پھر اس کے پاس آئی' پس دعا کی: اے اللہ! جریج کی روح اس وقت تک نہ قبض کرنا حتیٰ کہ یہ فاحشہ عورتوں کو دیکھ لے' اور جریج اپنے گرجے میں رہتا تھا تو ایک عورت نے کہا: میں جریج کو ضرور فتنہ میں ڈالوں گی' اس نے خود کو جریج پر پیش کیا اور اس سے بات کی تو جریج نے انکار کیا' پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے اوپر قدرت دی' تو اس کے ہاں ایک بچہ پیدا ہو گیا' اس

عورت نے کہا: یہ جریج سے پیدا ہوا ہے' پھر لوگ جریج کے پاس آئے اور اس کا گرجا توڑ ڈالا اس کو گرجا سے نکال باہر کیا اور اس کی بہت مذمت کی' جریج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر نوزائیدہ بچہ کے پاس جا کر کہا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس بچہ نے کہا: چرواہا ہے' لوگوں نے کہا: ہم آپ کے لیے سونے کا گرجا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: نہیں! صرف مٹی کا بنا دو۔

انبیاء علیہم السلام کے لیے معجزات پر اور اولیاء کرام کے لیے کرامات کے اظہار پر قدرت کا ثبوت'۔۔۔

حدیث مذکور کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت اور دیگر فوائد

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۲۰۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جب مسجد توڑنے والوں پر مسجد کا بنانا لازم ہے تو دیوار توڑنے والے پر دیوار کا بنانا لازم ہے اور اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ اس عورت کا جریج کو گناہ کی دعوت دینا ظلم تھا' اور اس پر بدکاری کی تہمت لگانا بھی ظلم تھا اور بغیر تحقیق کے لوگوں کا جریج کو زدوکوب کرنا بھی ظلم تھا اور ان کا مسجد کو منہدم کرنا بھی ظلم تھا اور ان تمام مظالم کی بنیاد جریج کا اپنی ماں کو جواب نہ دینے والا ظلم تھا' جس کی وجہ سے وہ ماں کی بددعا کا شکار ہوا۔ اس حدیث میں جریج کی ماں کی کرامت ہے اور جریج کی بھی کرامت ہے کہ اس کے کہنے سے نوزائیدہ بچے نے کلام کیا اور اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بغیر دعا کیے بھی کرامت کا ظہور ہو جاتا ہے اور اسی طرح بعض اوقات بغیر دعا کے معجزات کا بھی ظہور ہو جاتا ہے جیسے بغیر دعا کے صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چکر لگانے سے یا ان کی کھجوروں پر بیٹھنے سے کھجوروں کا بڑھ جانا (صحیح البخاری:۲۳۹۶) اور ایک دودھ کے پیالہ کا ستر قاریوں کے لیے کافی ہو جانا۔ (صحیح البخاری:۶۴۵۲) ان حدیثوں سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کو معجزہ اور کرامت کے اظہار کا اختیار نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام معجزہ کے اظہار میں اور اولیاء کرام کرامت کے صدور میں اس طرح مجبور ہوتے ہیں' جس طرح لکھنے کے لیے کاتب کے ہاتھ میں قلم مجبور ہوتا ہے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب میں ص ۱۷۷۔۱۷۱ کی طویل عبارت میں یہی کچھ لکھا ہے' اور ہم نے جو صحیح بخاری کی احادیث ذکر کی ہیں' ان سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو معجزہ اور کرامت کے اظہار کا اختیار ہوتا ہے۔

''کتاب المظالم'' کی تکمیل

''الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا وسیّد المرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین''.

آج ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ/۶ مئی ۲۰۰۸ء' بہ روز منگل بعد از نمازِ عصر ''کتاب المظالم'' کی تکمیل ہوگئی' الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے صحیح البخاری کی اس کتاب کی تکمیل کرا دی ہے' اپنے فضل و کرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے صحیح البخاری کی بقیہ کتب اور ابواب کی بھی تکمیل کرا دیں اور اس گناہ گار کی محض اپنے کرم سے مغفرت فرما دیں اور میرے والدین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرما دیں۔

''کتاب المظالم'' میں اڑتالیس (۴۸) احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں چھ تعلیقات ہیں اور اٹھائیس مکرر احادیث ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٤٧ - كِتَابُ الشِّرْكَةِ

شرکت کا بیان، یعنی حصہ داری کا

قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں شرکت کا ذکر ہے۔

وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ. (سبا: ٢٢) اور ان کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں تھا۔

اور حدیث میں بھی شرکت کا ذکر ہے:

من اعتق شركاء له في عبد. جس نے غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا۔

(صحیح البخاری: ٢٥٢٢، صحیح مسلم: ١٥٠١، سنن ابوداؤد: ٣٩٤٠، سنن ابن ماجہ: ٢٥٢٨)

شرکت کا اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام

شرکت کا اصطلاحی معنی ہے: ایک چیز میں دو یا دو سے زیادہ حصہ داروں کا حق، اس کا دوسرا معنی ہے: حصہ داری کا عقد کرنا، پھر اس کی دو قسمیں ہیں: (١) شرکت ملک، یعنی دو آدمی کسی چیز کے مالک ہوں خواہ وراثت سے، خواہ خریداری سے، خواہ ہبہ کے ذریعہ سے، خواہ کسی چیز پر طاقت سے قبضہ کر کے، خواہ بغیر کسی عمل کے ان کا مال اس طرح مختلط ہو کہ ان کو متمیز اور ممتاز کرنا مشکل اور دشوار ہو، ان میں سے ہر ایک شرکت ملک ہے اور ان میں ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہے (٢) شرکت عقد، یعنی ہر دو میں سے ایک شخص کہے: میں نے تم کو اس چیز میں اتنے کے عوض شریک کر لیا، اور دوسرا کہے: میں نے اس کو قبول کر لیا۔ اس کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(١) شرکت مفاوضہ: دو آدمیوں کا ایک کاروبار میں مساوی حیثیت سے شریک ہونا۔

(٢) شرکت عنان: دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کا کسی کاروبار میں شرکت کرنا خواہ ان کی حیثیت اور سرمایہ مساوی ہو یا نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٥٦، موضحاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

١ - بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوضِ

کھانے، سفر خرچ اور سامان میں شرکت

وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ وَيُوزَنُ، مُجَازَفَةً أَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً، لَمَّا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُونَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا، أَنْ يَأْكُلَ هٰذَا بَعْضًا وَهٰذَا بَعْضًا، وَكَذٰلِكَ مُجَازَفَةُ

اور جن چیزوں میں ناپ، تول ہوتی ہے یا ان کو اندازہ سے دیا جاتا ہے یا ان کو مٹھی بھر بھر کر دیا جاتا ہے، ان میں کس طرح تقسیم کی جائے گی، کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَالْقِرَانُ فِي التَّمْرِ.

ہے کہ سفر خرچ میں سے بعض شرکاء اس کو کھا لیں اور بعض اُس کو کھا لیں، اسی طرح اندازے سے سونے اور چاندی کو دیں اور دو دو کھجوریں ملا کر کھائیں۔

اس باب میں طعام میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے، اور اس عنوان میں "نهد" کا لفظ ہے، اس کے حسب ذیل معانی ہیں:
التہذیب میں مذکور ہے: لوگوں کا اپنے شرکاء سفر کی تعداد کے اعتبار سے سفر خرچ لے کر چلنا۔
المحکم میں مذکور ہے کہ کھانے پینے میں معاونت کرنا "نهد" ہے، دوسرا قول ہے: شرکاءِ سفر کا زادِ راہ کو مختلط کرنا "نهد" ہے۔
(عمدة القاری ج ۱۳ ص ۵۶)

٢٤٨٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ، فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّأَنَا فِيهِمْ، فَخَرَجْنَا حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ، فَأَمَرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذٰلِكَ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ذٰلِكَ كُلُّهُ، فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ، فَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلًا قَلِيلًا حَتّٰى فَنِيَ، فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ، فَقُلْتُ وَمَا تُغْنِي تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ، قَالَ ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ، فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرْبِ، فَأَكَلَ مِنْهُ ذٰلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَمَرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا، ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ، ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا. [اطراف الحدیث: ۲۹۸۳-۴۳۶۰-۴۳۶۱-۴۳۶۲-۵۴۹۳-۵۴۹۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا، اس لشکر میں تین سو افراد تھے اور میں بھی ان میں تھا، ہم روانہ ہوئے، حتیٰ کہ جب ہم نے کچھ راستہ طے کر لیا تو زادِ راہ ختم ہو گیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ سب لشکر والے اپنا اپنا کھانا لے آئیں، پس سب کھانوں کو جمع کیا گیا تو میرے حصہ میں ایک کھجور آئی، حضرت ابوعبیدہ ہر روز ہمیں تھوڑی تھوڑی خوراک دیتے تھے، حتیٰ کہ وہ زادِ راہ بھی ختم ہو گیا، پھر ہم کو صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی۔ وہب بن کیسان نے پوچھا: ایک کھجور سے آپ کا کیسے گزارہ ہوتا تھا؟ حضرت جابر نے کہا: پھر ایک وقت میں وہ ایک ایک کھجور بھی ختم ہو گئی، پھر ہم سمندر تک پہنچے تو وہاں پہاڑی کی مانند ایک مچھلی تھی، وہ پورا لشکر اٹھارہ دنوں تک اس مچھلی کو کھاتا رہا، پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس مچھلی کی پسلیوں میں سے دو پسلیاں نکالنے کا حکم دیا، ان پسلیوں کو نصب کیا گیا، پھر ایک اونٹنی پر سامان لادا گیا، وہ اونٹنی ان پسلیوں کے درمیان سے گزر گئی اور ان کو چھو نہ سکی۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳۵، الرقم المسلسل: ۴۸۹۱، سنن ابوداؤد: ۳۸۴۰، سنن نسائی: ۴۳۵۰، سنن ترمذی: ۲۴۷۵، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۹، صحیح ابن حبان: ۵۲۶۰، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۵۱، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۳۳۸، ج ۲۲ ص ۲۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ضرورت کی بناء پر اہل لشکر کے کھانوں کو ملانا' بھوک کی وجہ سے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہ کاٹنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ایک کھجور کا ایک دن کے لیے کافی ہونا اور دیگر فوائد و مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام کھانوں کو جمع کیا اور ان کو سب لشکر میں برابر برابر تقسیم کیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے لشکر میں ضرورت کا مشاہدہ کیا اور ان کو یہ خطرہ تھا کہ جس شخص کے پاس بالکل زاد نہیں ہوگا' وہ بھوک سے مر جائے گا' تب ان پر یہ منکشف ہوا کہ جس کے پاس بالکل زادِ راہ نہیں ہے' اس کی غم گساری کرنا ان پر واجب ہے اور باقی لشکر والے اس پر راضی تھے' اس لیے انہوں نے سب کا کھانا جمع کر کے تمام لشکر والوں میں برابر تقسیم کر دیا اور سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی متعدد مرتبہ اس طرح کیا تھا' اس لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ اس طرح کرنا سنت ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کوئی شخص بھوک سے مجبور ہو کر چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ ضرورت مندوں کی غم گساری کرنا واجب ہے اور علامہ ابن عبدالبر نے اس مسئلہ کو کھانے پینے کی چوری کے ساتھ خاص کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک پر لازم ہے کہ وہ شہریوں کے لیے خوراک کا انتظام کرے خواہ اس کو وہ خوراک قیمۃً حاصل کرنی پڑے' جیسا کہ اس سفر میں حضرت ابوعبیدہ نے لشکر والوں کے لیے خوراک کا انتظام کیا تھا۔

اس حدیث سے اس لشکر میں شریک صحابہ کی قوتِ ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے کہ تین سو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے روانہ ہو گئے حالانکہ ان کے پاس تھیلوں میں کچھ کھجوریں تھیں۔

قاضی عیاض نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے تھیلوں میں کچھ زائد کھجوریں ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کھجوروں کی مقدار کم ہو' لیکن وہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے ملی تھیں' اس لیے ان میں برکت تھی' اسی لیے ایک شخص کو پورے دن کے لیے ایک کھجور کافی ہو جاتی تھی۔

اس حدیث میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو امین الامّت کا لقب دیا تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر لشکر پر لازم ہے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس درجہ محبت تھی کہ انہوں نے زخمی ہونے کے باوجود آپ کے حکم پر لبیک کہا اور اس پُر مشقت سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔

اس حدیث میں تقدیر پر راضی ہونے اور امیر کی اطاعت کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ طعام میں شرکت جائز ہے اور جب مسافروں کے حال کے مناسب ہو تو ایک دوسرے کے زادِ راہ کو مختلط کرنا اور ملانا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۰-۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۲۴۸۴ - **حَدَّثَنَا** بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَفَّتْ اَزْوَادُ الْقَوْمِ وَاَمْلَقُوْا، فَاَتَوُا النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ نَحْرِ اِبِلِهِمْ فَاَذِنَ لَهُمْ، فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن مرحوم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ (غزوۂ ہوازن کے سفر میں) لوگوں کے زادِ راہ بہت کم ہو گئے اور وہ فقر اور احتیاج کے قریب پہنچ گئے' پھر وہ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے

بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ، فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادِ فِي النَّاسِ، يَأْتُونَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ. فَبُسِطَ لِذٰلِكَ نِطْعٌ وَجَعَلُوهُ عَلَى النِّطَعِ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ، فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتّٰى فَرَغُوا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ. [طرف الحدیث:۲۹۸۲] (صحیح مسلم:۲۷ الرقم المسلسل:۴۵)

کی اجازت لینے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' پھر ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے' تو انہوں نے حضرت عمر کو ماجرا سنایا' حضرت عمر نے کہا: اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد تم زندہ کیسے رہو گے؟ پھر حضرت عمر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' پس کہا: یا رسول اللہ! اونٹوں کے ذبح کرنے کے بعد یہ کیسے باقی رہیں گے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ اپنے بچے ہوئے کھانے لے آئیں' پھر اس کے لیے چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا اور وہ کھانے اس چمڑے پر رکھ دیئے گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر دعا کی اور اس کھانے پر برکت طلب کی' پھر آپ نے لوگوں کے برتن منگائے اور لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن مرحوم' یہ بشر بن عبیس بن مرحوم بن عبدالعزیز العطار ہیں (۲) حاتم بن اسماعیل ابو اسماعیل (۳) یزید بن ابی عبید مولیٰ سلمہ بن اکوع' یہ ۱۴۶ھ یا ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' ان کا نام سنان بن عبد اللہ اسلمی ہے اور ان کی کنیت ابو مسلم ہے' ایک قول ابو عامر ہے اور دوسرا قول ابو ایاس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۰)

کھانوں کو جمع کر کے برابر تقسیم کرنا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس تقسیم کی صرف کھانوں میں گنجائش ہے' کیونکہ زادِ راہ صرف کھانوں کے لیے وضع کیا گیا ہے کیونکہ وہ برابر برابر کھاتے ہیں اور ہر شخص اپنے زادِ راہ کی مقدار کے برابر کھاتا ہے' اور بعض اوقات ایک آدمی دوسرے سے زیادہ کھاتا ہے اور یہ تقسیم عرف کے اعتبار سے وضع کی گئی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابو عبیدہ نے لوگوں کے باقی ماندہ کھانے جمع کیے اور پھر سب لوگوں کو اس میں شریک کیا' بایں طور کہ ہر ایک کو کھانا دے دیا' اور ان میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جن کا کھانا بچا ہوا نہیں تھا اور بعض لوگوں کا کھانا دوسروں سے کم تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹھی بھر بھر کر ان میں تقسیم کیا' نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کو چاہیے کہ وہ سفر اور حضر میں عوام کی کفالت کا انتظام کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اصاغر کے مشورہ پر اکابر کے عمل کرنے کا جواز اور دیگر فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو یہ اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے اونٹوں کو ذبح کر لیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ اونٹوں کو اگر ذبح کر دیا تو پھر ہم باقی کیسے رہیں گے' اس لیے آپ سب لوگوں کا کھانا منگا کر اس پر برکت کی دعا فرما دیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر سربراہ مناسب سمجھے تو اپنے پہلے فیصلہ کو ترک کر کے اپنے کسی ماتحت کے مشورہ پر عمل کر سکتا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۵۶۴ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ ' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم امت کے لیے حضرت عمر کے مشورہ پر عمل کیا تھا' ورنہ اگر آپ کے ارشاد پر وہ اونٹ ذبح کر دیئے جاتے تو کوئی حرج نہ ہوتا' نہ کوئی بھوکا مرتا اور اگر کوئی مشکل پیش آتی تو اس کے حل کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔

نیز اس حدیث میں کھانا سامنے رکھ کر دعا کرنے کا بھی ثبوت ہے اور اہل سنت جو کھانے پر فاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں' اس میں اس کا بھی ایک گونہ ثبوت ہے۔

اس میں یہ ذکر بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے تھوڑا سا کھانا تین سو صحابہ کے لیے کافی ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ معجزہ دیکھ کر کلمہ شہادت پڑھا اور خود اپنی نبوت کی تصدیق فرمائی۔

٢٤٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَنْحَرُ جَزُورًا، فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ، فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنجاشی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پھر ہم اونٹ کو ذبح کر کے اس کے دس حصوں کو تقسیم کرتے تھے' پھر ہم غروبِ آفتاب سے پہلے اس کا پکا ہوا گوشت کھا لیتے تھے۔

یہ حدیث ''کتاب الصلوٰۃ'' میں ''وقت المغرب'' کے باب میں گزر چکی ہے' لیکن یہاں اس کا متن مختلف ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کے دس حصے کرنے کا ذکر ہے۔

٢٤٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ، أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ، جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ، فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اشعریین کا کسی غزوہ میں زادِ راہ ختم ہو جاتا ہے یا جب مدینہ میں ان کے گھر والوں کا طعام کم ہو جاتا ہے تو ان کے پاس جتنا کھانا ہوتا ہے' وہ اس کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں' پھر وہ اس کو ایک برتن میں برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں' سو وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان کے پاس جتنا کھانا ہوتا ہے' وہ اس کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں' پھر وہ اس کو ایک برتن میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔

کسی کی فضیلت اور منقبت بیان کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اشعریین کی عظیم منقبت ہے کہ وہ اپنے حصے کی چیزوں کا دوسروں کے لیے ایثار کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی غم گساری کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ان کا اور کیا شرف ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا: وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کی منقبت اور اس کی فضیلت کو بیان کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سفر اور حضر میں کھانوں کو ملانا اور ایک دوسرے کے ساتھ اس کھانے کو کھانا مباح ہے۔

ایک دوسرے کے طعام کو ملانے پر حافظ ابن حجر کا اسے مجہول کا ہبہ قرار دینا اور علامہ عینی کا اس پر ردّ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجہول چیز کو ہبہ کرنا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۰۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو مجہول چیز کے ہبہ کرنے پر دلالت کرتا ہو' اس حدیث میں صرف یہ ذکر ہے کہ جب اشعریین کا کسی غزوہ میں زادِراہ ختم ہو جاتا ہے یا جب مدینہ میں ان کے گھروں کا طعام کم ہو جاتا ہے تو ان کے پاس جتنا کھانا ہوتا ہے' وہ اس کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں' پھر وہ اس کو ایک برتن میں برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔

اس حدیث میں بعض اشعریین کی دوسرے اشعریین کے ساتھ غم گساری کا ذکر ہے اور ایک دوسرے کے طعام کی اباحت کا ذکر ہے' اور اس کا نام ہبہ نہیں ہے' کیونکہ ہبہ کا معنی ہے: کسی کو مال کا مالک بنا دینا اور تملیک اباحت کے خلاف ہے' نیز ہبہ میں ایجاب و قبول ضروری ہے' کیونکہ ایجاب و قبول سے ہبہ کا عقد مکمل ہوتا ہے' تیسری وجہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء اور تابعین وغیرہم کے نزدیک ہبہ میں قبضہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢ - بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ

جس مال میں دو آدمی شریک ہوں تو وہ اس مال کی زکوٰۃ برابر برابر منہا کر لیں

یعنی جس کسی مال میں دو آدمی شریک ہوں اور ان کا مال مختلط اور ملا جلا ہو تو وہ اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اس زکوٰۃ سے جو مال میں کمی ہوئی ہے' اس کو آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیں۔

٢٤٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ، الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے زکوٰۃ کا وہ فریضہ لکھا جس زکوٰۃ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرض کیا تھا اور فرمایا: جو مال دو شریکوں کا ہو' اس میں وہ (زکوٰۃ دینے کے بعد) ایک دوسرے سے برابر برابر رجوع کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرکت کا ذکر ہے۔

٣ - بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ

بکریوں کی تقسیم

اس باب میں عدل کے ساتھ بکریوں کی تقسیم کا ذکر ہے۔

٢٤٨٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَأَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ، فَأَصَابُوْا إِبِلًا وَغَنَمًا، قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ، فَعَجِلُوْا وَذَبَحُوْا وَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُوْرِ فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ، فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ، فَطَلَبُوْهُ فَأَعْيَاهُمْ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ، فَأَهْوٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوْا بِهٖ هٰكَذَا. فَقَالَ جَدِّيْ إِنَّا نَرْجُوْ أَوْ نَخَافُ الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ قَالَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوْهُ، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، فَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ. [اطراف الحدیث: ۲۵۰۷-۳۰۷۵-۵۴۹۸-۵۵۰۳-۵۵۰۶-۵۵۰۹-۵۵۴۳-۵۵۴۴] (صحیح مسلم: ۱۹۶۸' الرقم المسلسل: ۴۹۸۵' سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱' سنن ترمذی: ۱۴۹۲-۱۴۹۱' سنن نسائی: ۴۲۹۷' سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۳-۳۱۳۷' سنن کبریٰ: ۴۴۹۹' مصنف عبدالرزاق: ۸۴۸۱' سنن دارمی ج ۲ ص ۸۴' المنتقیٰ: ۸۹۵' المعجم الکبیر: ۴۳۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۴۶' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۲۶۱- ج ۲۸ ص ۴۹۸ طبع قدیم' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الحکم الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج از جد خود' انہوں نے بیان کیا کہ ہم ذوالحلیفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو لوگوں کو سخت بھوک لگی' اور لوگوں کو مالِ غنیمت میں اونٹ اور بکریاں ملی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے پیچھے تھے' لوگوں نے جلدی کی اور ان جانوروں کو ذبح کر کے پتیلیاں چولہوں پر چڑھا دیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا' سو پتیلیوں کو اُلٹ دیا گیا' پھر آپ نے ان اونٹوں اور بکریوں کو تقسیم کیا اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا' ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا' لوگوں نے اس کو ڈھونڈا مگر اس اونٹ نے ان کو تھکا دیا' اس دن لوگوں کے پاس گھوڑے بہت کم تھے' تو ان میں سے ایک شخص نے اس کو اپنے تیر سے نشانہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹھہرا لیا' پھر آپ نے فرمایا: ان جانوروں میں جنگلی جانوروں کی طرح وحشت اور تنفر ہوتا ہے' سو ان میں سے جو تم پر غالب آ جائے' تم اس کے ساتھ اسی طرح کرو' پس میرے دادا نے کہا: ہمیں اُمید ہے' یا کہا: ہمیں کل دشمن کا خطرہ ہے اور ہمارے ساتھ (بعض اوقات) چھری نہیں ہوتی' تو کیا ہم بانس کی پھچی (یا سرکنڈے) سے ذبح کر لیا کریں؟ آپ نے فرمایا: جو چیز بھی جانور کا خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اس کو کھالو' سوائے دانتوں اور ناخنوں کے' اور میں ابھی تم کو اس کی وجہ بتاتا ہوں' رہے دانت تو وہ ہڈی ہیں اور رہے ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ نے ان اونٹوں اور بکریوں کو تقسیم کیا اور ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن الحکم الانصاری (۲) ابوعوانہ ان کا نام الوضاح بن عبداللہ الیشکری ہے (۳) سعید بن مسروق بن مہدی الثوری' یہ سفیان الثوری کے والد ہیں (۴) عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج (۵) حضرت رافع بن خدیج بن رافع بن عدی الاویسی الانصاری الحارثی' رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۴)

جانوروں کی قیمت لگائے بغیر ان کو تقسیم کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' فقہاء احناف اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ بکریوں' گایوں اور اونٹوں کو بغیر قیمت مقرر کیے تقسیم کرنا جائز ہے' جب کہ یہ باہمی رضامندی سے ہو اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ کسی حیوان کو اس کی قیمت لگائے بغیر تقسیم کرنا جائز نہیں ہے اور جن فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غنیمتوں کو تقسیم کیا اور خیبر کی اکثر غنیمتوں میں اونٹ اور بکریاں تھیں اور ان میں سے کسی کی قیمت مقرر کرنے کا حدیث میں ذکر نہیں ہے۔

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بکریوں کو اونٹوں کے ساتھ تقسیم کرنا بہ طور قیمت تھا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا اور یہی تقویم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

اس کی توجیہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ذوالحلیفہ میں پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم کیوں دیا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگوں نے جلدی کی اور ان جانوروں کو ذبح کر کے پتیلیاں چولہوں پر چڑھا دیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کس سبب سے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا تھا؟

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے پیچھے چھوڑ دیا تھا اور جلدی جلدی پتیلیوں پر گوشت چڑھا کر پکانے لگے تھے اور وہ اس بات سے نہیں ڈرے کہ ہوسکتا ہے کفار ان کے ساتھ بدعہدی کریں اور پلٹ کر ان پر حملہ کر دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی مراد اور مقصود کے برعکس ان کو پتیلیوں کے اُلٹنے کا حکم دیا اور یہ ان کی سزا تھی جیسے وارث کو قتل کرنے سے قاتل میراث سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ جلدی جلدی آگے بڑھے اور مالِ غنیمت کو لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابھی لوگوں کے پیچھے تھے اور لوگوں نے پتیلیاں چڑھا دی تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان پتیلیوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو اُلٹ دیا جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱' سنن ترمذی: ۱۴۹۱)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان کو پتیلیاں اُلٹنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ دارالاسلام تک پہنچ چکے تھے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر غنیمتِ مشترکہ سے مال نکال کر تقسیم سے پہلے کھانا جائز نہیں ہے' کیونکہ تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت کو کھانا صرف دارالحرب میں مباح ہے اور آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ پتیلیوں سے صرف شوربا نکال کر اس کو تلف کر دیا جائے اور یہ ان کو سزا دی تھی۔ رہا گوشت تو اس کو انہوں نے ضائع نہیں کیا تھا بلکہ اس کو بھی مالِ غنیمت میں شمار کر لیا گیا تھا اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ آپ نے گوشت کو بھی گرا دینے کا حکم دیا تھا' کیونکہ وہ مالِ غنیمت میں سے تھا اور آپ نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ یہ منقول نہیں ہے کہ

اس گوشت کو اٹھا کر مالِ غنیمت میں شامل کیا گیا یا جمع کیا گیا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی منقول نہیں ہے کہ اس گوشت کو جلا دیا گیا یا اس کو ضائع کر دیا گیا' اس لیے اس حدیث کی قواعد شرعیہ کے مطابق تاویل کرنا واجب ہے' اس کے برخلاف یومِ خیبر کو پالتو گدھوں کے گوشت کو پتیلیوں سے نکال کر پھینک دیا گیا تھا کیونکہ وہ گوشت نجس تھا۔

اس کی توجیہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ قربانی میں ایک اونٹ سات بکریوں کے برابر قرار دیا جاتا ہے اور یہاں آپ نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ایک اونٹ کی قیمت دس بکریوں کے برابر تھی' اس لیے آپ نے اس کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا تھا۔

دانتوں اور ناخنوں سے ذبح کرنے کی ممانعت

آپ نے بانس کی کھپچی سے ذبح کرنے کے متعلق فرمایا: جو چیز بھی خون بہا دے' اس سے ذبح کرنا جائز ہے اور دانت کے متعلق فرمایا: وہ ہڈی ہے۔ التیمی نے کہا کہ ہڈی سے عموماً کسی چیز کو کاٹا نہیں جاتا' اس کے کاٹنے سے زخم ہو جاتا ہے اور خون نکلتا ہے' اس سے گردن کی رگیں نہیں کٹتیں اور کاٹنے والے کو یہ یقین نہیں ہوتا کہ جانور ذبح ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے آپ نے دانتوں سے ذبح کرنے سے منع فرما دیا' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہڈی کے ساتھ ذبح کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کہ خون لگنے سے وہ نجس ہو جائے گی اور وہ جنات کی خوراک ہے جو ہمارے بھائی ہیں' اسی لیے آپ نے ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے بھی منع فرما دیا ہے۔

ناخنوں کے ساتھ آپ نے ذبح کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ وہ حبشیوں کی چھری ہے اور کفار کے ساتھ تشبیہ ہے' اور حبشی لوگ جانور کو اپنے ناخنوں سے ذبح کرتے ہیں تو اس سے جانور کا دم گھٹتا ہے اور اس کو اذیت ہوتی ہے۔

اگر کوئی پالتو جانور سرکشی سے بھاگ رہا ہو تو اس کو تیر مار کر ذبح کرنا جائز ہے' خواہ تیر کہیں بھی لگے۔۔۔ اور وہ مر جائے تو حلال ہے

جو پالتو جانور سرکشی سے بھاگ جائے اور انسان اس کو پکڑنے پر قادر نہ ہو تو بسم اللہ پڑھ کر اس کو تیر سے شکار کر لینا جائز ہے' جس طرح دوسرے وحشی جانوروں کو شکار کیا جاتا ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے اور طاؤس' عطاء' شعبی' اسود بن یزید' نخعی' حکم' حماد' ثوری' امام احمد' مزنی اور داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔

ابوالعشراء اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہنسلی کی ہڈی اور حلقوم کے درمیان ذبح نہیں ہوتا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس کی ران میں بھی نیزہ مارو تو وہ تمہارے ذبح کے لیے کافی ہے۔

امام ابوداؤد نے کہا: یہ صرف اس جانور کے لیے جائز ہے جو بلندی سے گرا ہو یا جو وحشت زدہ ہو کر سرکشی سے بھاگ رہا ہو۔

(سنن ابوداؤد: ٢٨٢٥' سنن ترمذی: ١٤٨١' سنن نسائی: ٤٤٢٠' سنن ابن ماجہ: ٣١٨٤)

امام ترمذی نے یزید بن ہارون سے روایت کی ہے کہ یہ حدیث صرف ضرورت اور اضطرار کے مواضع پر محمول ہے۔

(سنن ترمذی ص ٦٢٤' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٣ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ بہ طور عموم اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا' یہ حدیث صرف بلندی سے گرنے والے اور وحشت سے بھاگنے والے جانور کے متعلق ہے' جس کو ذبح کرنے پر انسان قادر نہ ہو۔

ابوالحسن المیمونی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے امام احمد بن حنبل سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا' تو انہوں نے کہا: میرے نزدیک یہ روایت غلط ہے' میں نے پوچھا: پھر آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے یہ پتا نہیں ہے اور نہ میں اس کے متعلق فتویٰ دیتا ہوں' ماسوا ضرورت اور اضطرار کے مواقع کے' تم سے جس طرح بھی ممکن ہو' ہنسلی کی ہڈی اور حلقوم کے درمیان ذبح کرو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام محمد بن الحسن از امام ابوحنیفہ از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ بن رافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک اونٹ مدینہ کے کنویں میں گر گیا اور کوئی شخص اس کو نحر کرنے پر قادر نہ ہوا' پھر اس کی کوکھ میں چھری ماری گئی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو درہم کے عوض اس کے گوشت کا دسواں حصہ خریدا۔

علاوہ ازیں ہم نے بہ کثرت صحابہ اور تابعین سے نقل کیا ہے کہ ضرورت کے موقع پر اس طرح ذبح کرنا کافی ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ٦٧۔ ٦٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٩٧٧۔ ج ٦ ص ١٦٠ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(١) آلاتِ ذبح کے بارے میں مذاہب فقہاء (٢) ذبح کی رگوں کے بارے میں مذاہب فقہاء (٣) ذبح اور نحر کا ایک دوسرے کے قائم مقام ہونا (٤) ذکاۃ اضطراری کی تفصیل اور مذاہب فقہاء۔

٤ - بَابُ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ حَتّٰى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهٗ

شرکاء کے درمیان دو' دو کھجوریں ملا کر کھانا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک اپنے اصحاب سے اجازت نہ لے لے

شرکاء کی اجازت کے بغیر دو' دو کھجوریں کھانے کے حکم میں اختلافِ فقہاء

جب کوئی آدمی اپنے شرکاء کے ساتھ مل کر کھجوریں کھائے تو اس کو دو' دو کھجوریں ملا کر نہیں کھانی چاہئیں حتیٰ کہ اپنے اصحاب سے اس کی اجازت لے لے۔ اور یہ کھانے کے ادب کا طریقہ ہے' کیونکہ جو لوگ ایک ساتھ کھجوریں کھا رہے ہیں' وہ سب کھانے میں مساوی ہیں' پس اگر کوئی شخص اپنے ساتھی سے زیادہ کھائے تو یہ اس کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے شادی اور ولیمہ کے کھانے میں ٹوٹ کر کھانے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ ادب کے خلاف ہے اور میزبان اس کو پسند بھی نہیں کرے گا' اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے اور جو اس طرح کھائے گا وہ گناہ گار ہو گا' اور ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے کیونکہ یہ اصل میں مباح ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے طعام کھانے کے لیے رکھا جاتا ہے اور یہ تکریم کے طریقہ پر ہوتا ہے' بخل کے طریقہ پر نہیں ہوتا کیونکہ کھانا کھانے میں لوگوں کی مختلف عادات ہوتی ہیں' بعض لوگوں کے لیے کم مقدار میں کھانا کافی ہوتا ہے اور بعض لوگوں کے لیے دگنا کھانا بھی کافی نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ٧٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٤٨٩ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقْرُنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جبلہ بن سحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

جَمِيعًا حَتّٰى يَسْتَأْذِنَ اَصْحَابَهٗ.

اس سے منع کیا ہے کہ ایک آدمی جماعت میں دو دو کھجوریں ملا کر کھائے حتیٰ کہ اپنے اصحاب سے اجازت حاصل کرلے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں شرکاء کے مل کر کھانے کا ذکر ہے۔

٢٤٩٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ جَبَلَةَ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ' فَاَصَابَتْنَا سَنَةٌ' فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ' وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ لَا تَقْرُنُوْا' فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْاِقْرَانِ' اِلَّا اَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ اَخَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جبلہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے' تو ہم قحط کا شکار ہو گئے' پس حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہمیں ایک' ایک کھجور دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ کھجوروں کو مت ملانا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے' حتیٰ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت طلب کرلے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۴۵۵ میں گزر چکی ہے۔

٥ - بَابُ تَقْوِيْمِ الْاَشْيَاءِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ بِقِيْمَةِ عَدْلٍ

شرکاء کے درمیان چیزوں کی عدل کے ساتھ قیمت مقرر کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو سامان اور دیگر چیزیں شرکاء کے درمیان مشترک ہوں' اس کی کسی نیک آدمی سے قیمت لگوانی چاہیے' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اختلاف اس میں ہے کہ اگر ان چیزوں کو قیمت لگوائے بغیر تقسیم کر دیا گیا تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور باقی فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

٢٤٩١ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِقْصًا لَهٗ مِنْ عَبْدٍ' اَوْ شِرْكًا' اَوْ قَالَ نَصِيْبًا' وَكَانَ لَهٗ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهٗ بِقِيْمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيْقٌ' وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ. قَالَ لَا اَدْرِيْ قَوْلُهٗ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ' قَوْلٌ مِّنْ نَّافِعٍ' اَوْ فِي الْحَدِيْثِ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۲۵۰۳۔ ۲۵۲۱۔ ۲۵۲۲۔ ۲۵۲۳۔ ۲۵۲۴۔ ۲۵۲۵] (صحیح مسلم: ۱۵۰۱' الرقم المسلسل: ۳۶۶۱' سنن ابوداؤد: ۳۹۴۰' سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی کسی نیک آدمی کی لگائی ہوئی قیمت کے برابر ہو تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ ہی آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔ ایوب نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ نافع کا یہ کہنا کہ ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ ہی آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا ہے' نافع کا اپنا قول ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا جز ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) عبدالوارث بن سعید التیمی العنبری (۳) ایوب بن تمیمہ السختیانی (۴) نافع مولیٰ حضرت ابن عمر (۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۷۲)

اس حدیث میں ''شـقـص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حصہ خواہ کم ہو یا زیادہ' اس کے بعد اس حدیث میں ''شـرك'' اور ''نصیب'' کا لفظ ہے' ان کا معنی بھی حصہ ہے۔

غلام کی قیمت لگائے بغیر اس کو شرکاء کے درمیان تقسیم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک جب تک غلام کی قیمت نہ لگالی جائے' اس وقت تک اس کو تقسیم کرنا جائز نہیں ہے' ان دونوں اماموں نے اس حدیث سے اور اس کے بعد والی حدیث سے استدلال کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام کو آزاد کرنے کے لیے فروخت کرنے میں اس کی قیمت لگانے کی اجازت دی ہے' اسی طرح اس کو تقسیم کرنے کے لیے بھی اس کی قیمت لگائی جائے گی اور امام مالک' امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ جب فریقین راضی ہو جائیں تو اس کی قیمت لگوائے بغیر بھی اس کو تقسیم کرنا جائز ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ حنین کی غنیمتوں کو بغیر قیمت لگوائے تقسیم کر دیا' اور ان غنیمتوں میں زیادہ تر قیدی اور مویشی تھے' اور غلاموں میں اور باقی حیوانات میں کوئی فرق نہیں ہے اور اس حدیث میں کسی قیدی کی قیمت لگانے کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ غلام کو صرف اس وقت تقسیم کیا جائے گا جب اس کے ساتھ کوئی اور چیز بھی ہو' کیونکہ غلاموں میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے کیونکہ ان کی صفاتِ باطنہ مختلف ہوتی ہیں' مثلاً ان کی ذہانت' ان کی امانت داری' ان کی شہ سواری' ان کی لکھائی پڑھائی اور دیگر پیشوں میں مہارت' لہٰذا ان کی قیمت لگوانے میں دشواری ہوتی ہے' ماسوا اس صورت کے کہ ان کے ساتھ کوئی اور چیز بھی ہو' پس اس وقت ان تمام کو شرکاء کی رضا کے بغیر تقسیم کر دینا جائز ہے' لہٰذا اس وقت غلام کی بیع تبعاً ہو گی جیسے راستے اور پانی کی بیع تبعاً ہوتی ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ غلام کو جبراً تقسیم کیا جائے گا' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے کیونکہ جنس ایک ہے اور فرق صرف قیمت میں ہے اور یہ تقسیم کے صحیح ہونے سے مانع نہیں ہے جیسا کہ اونٹ' گائے اور بکریوں میں ہوتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب

امام ابوحنیفہ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ حیوانات میں ایک جنس ہونے کی صورت میں فرق بہت کم ہوتا ہے' کیا ایسا نہیں ہے کہ مذکر اور مؤنث بنو آدم میں دو مختلف جنسیں ہیں اور حیوانات میں یہ ایک ہی جنس ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ کسی شخص نے کسی آدمی کو غلام سمجھ کر خریدا' لیکن وہ باندی نکلی تو یہ عقد منعقد نہیں ہوگا اور اگر اس نے بکری یا اونٹ کو مذکر سمجھ کر خریدا لیکن وہ مؤنث نکلی تو وہ عقد منعقد ہو جائے گا' اور غنیمتوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ سربراہ کے لیے غنیمتوں کو فروخت کرنا اور ان کی قیمتوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنا جائز ہے کیونکہ مجاہدین کا حق صرف مالیت میں ہے اور غلام میں شریک کا حق مالیت میں بھی ہے اور اس خاص غلام میں بھی ہے۔

٢٤٩٢ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا:

النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ شَقِيْصًا مِّنْ مَّمْلُوْكِهٖ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهٗ فِيْ مَالِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ مَالٌ، قُوِّمَ الْمَمْلُوْكُ قِيْمَةَ عَدْلٍ، ثُمَّ اسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ.

[اطراف الحدیث: ۲۵۰۴، ۲۵۲۶، ۲۵۲۷]

ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے خبر دی از قتادہ از النضر بن انس از بشیر بن نہیک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے مملوک میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس غلام کو اپنے مال سے آزاد کرائے پس اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس غلام کی عدل کے ساتھ قیمت مقرر کی جائے گی پھر اس سے کہا جائے گا کہ وہ کما کر دوسرے شریک کی قیمت ادا کرے لیکن اس پر مشقت نہیں ڈالی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۱۵۰۲، الرقم المسلسل: ۳۶۶۳، سنن ابوداؤد: ۳۹۳۴، سنن ترمذی: ۱۳۵۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۷، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۷۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۷۱۷، مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۸۷۳۔ ج ۱۶ ص ۵۰۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: اس غلام کی عدل کے ساتھ قیمت مقرر کی جائے گی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابومحمد (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) سعید بن ابی عروبہ، ان کا نام مہران الیشکری ہے (۴) قتادہ بن دعامہ (۵) النضر بن انس بن مالک البخاری (۶) بشیر بن نہیک السلولی، ان کو السدوسی بھی کہا جاتا ہے (۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۷۶)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب میں بیان کی جا چکی ہے۔

٦ - بَابٌ هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالْاِسْتِهَامِ فِيْهِ

کیا تقسیم میں قرعہ اندازی کی جائے گی؟

٢٤٩٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ زَكَرِيَّاءُ قَالَ سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ، فَاَصَابَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا، وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَاِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا، وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا.

[طرف الحدیث: ۲۶۸۶] [سنن ترمذی: ۲۱۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زکریا نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عامر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرنے پر قائم ہو اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے، ان کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ بحری جہاز میں سوار ہوئے اور انہوں نے اس میں رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تو بعض لوگوں کے لیے اوپر کے حصہ میں رہائش کے لیے قرعہ نکلا اور بعض لوگوں کے لیے نیچے کے حصہ میں رہائش کا قرعہ نکلا، سو جو لوگ نچلے حصے میں تھے، وہ پانی لینے کے لیے اوپر کے حصہ میں جاتے تو انہوں نے کہا: اگر ہم اپنے رہائشی حصے میں سوراخ کر دیں اور سمندر سے پانی لے لیں اور اپنے اوپر والوں کو

تنگ نہ کریں (تو بہتر ہے)' پس اگر ان لوگوں کو ان کے ارادہ کے ساتھ چھوڑ دیا جائے (تاکہ وہ جہاز کے پیندے میں سوراخ کر دیں) تو سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیا گیا تو وہ بھی نجات پا جائیں گے اور باقی لوگ بھی نجات پا جائیں گے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور انہوں نے اس بحری جہاز میں رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی۔

قرعہ اندازی کے جواز میں فقہاء کے نظریات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

جو شخص شرکاء کے درمیان عدل کے ساتھ تقسیم کرنا چاہتا ہو' اس کے لیے قرعہ اندازی کرنا سنت ہے' تمام فقہاء کا اس کے مسنون ہونے پر اتفاق ہے' بعض فقہاء کوفہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور جو احادیث قرعہ اندازی کے ثبوت میں وارد ہیں' ان کا رڈ کیا ہے اور ان کا زعم ہے کہ ان کا کوئی معنی نہیں ہے اور قرعہ اندازی فال نکالنے والے تیروں کے مشابہ ہے' جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے' علامہ ابن المنذر نے امام ابوحنیفہ سے اس کے جواز کا ایک قول نقل کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ قیاس کے اعتبار سے قرعہ اندازی صحیح نہیں ہے لیکن ہم نے قیاس کو ترک کر دیا ہے کیونکہ قرعہ اندازی کے ثبوت میں احادیث اور آثار وارد ہیں۔

علامہ اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ قرعہ اندازی سے کسی حق چیز کو باطل کرنا لازم نہیں آتا جیسا کہ فقہاء کوفہ کا زعم ہے' اور جب شرکاء کے درمیان کسی زمین یا مکان کی تقسیم کرنا واجب ہو تو ان پر لازم ہے کہ وہ عدل کے ساتھ اس کی قیمت مقرر کریں' پھر قرعہ اندازی کریں اور ہر ایک کے لیے وہ چیز ہو جائے جو اس کے نام قرعہ سے نکلی ہے اور اس کے لیے اس مشترک زمین سے وہ معین حصہ ہو جائے اور اس کے لیے وہ حصہ اس قیمت کے عوض ہوگا' جو اس کی قیمت معین کی گئی ہے۔

قرعہ اندازی اس چیز کو منع کرتی ہے کہ شرکاء میں سے ہر ایک کسی زمین کے معین حصہ کو حاصل کرے' کیونکہ زمین کے جب کئی حصے ہوں اور ہر حصہ کی قیمت معین کر دی گئی ہو اور ان حصوں میں سے کوئی ایسا حصہ ہو جس میں سب کی رغبت اور دلچسپی ہو تو پھر کون اس حصہ کو خریدے گا' اس کا فیصلہ قرعہ اندازی سے ہی ہو سکے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کچھ لوگ بحری جہاز میں سوار ہوئے اور انہوں نے اس میں رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی۔ آپ کے اس ارشاد میں قرعہ اندازی کے جواز کی دلیل ہے' کیونکہ آپ نے اس قرعہ اندازی کو برقرار رکھا ہے اور آپ نے جہاز میں قرعہ اندازی کرنے والوں کی مذمت نہیں کی اور نہ ان کے فعل کو باطل فرمایا ہے' بلکہ آپ اس پر راضی ہوئے اور جو لوگ دین میں ہلاک ہونے سے نجات پا گئے' ان کی اس سے مثال دی۔ امام بخاری نے ''کتاب الشھادات'' کے آخر میں قرعہ اندازی کے ثبوت میں بہت احادیث روایت کی ہیں اور مشکلات میں قرعہ اندازی کے عنوان سے باب قائم کیا ہے۔

اگر بعض لوگوں کو ان کی نافرمانیوں پر ٹوکا نہ جائے تو عام عذاب کے آنے کا خطرہ ہے

المہلب المتوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ چند مخصوص لوگوں کی نافرمانی سے عام لوگوں کو عذاب ہوتا ہے' اگر عام لوگ ان کو نافرمانی کرنے سے نہ روکیں' اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ نیکی کے حکم دینے

کوترک کرنے سے اور بُرائی سے منع کرنے کوترک کرنے سے عذاب کا استحقاق ہوتا ہے' اور اس میں یہ ہدایت ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو مسئلہ سمجھانے کے لیے مثال بیان کرے' جس طرح نبی ﷺ نے جہاز میں سفر کرنے والوں کی مثال سے یہ سمجھایا کہ اگر بُرا کام کرنے والوں کے ہاتھوں کو نہ روکا جائے تو سب ڈوب جائیں گے' اور اس مثال سے یہ بتایا ہے کہ ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کی اذیت پر صبر کرے' کہیں ایسا نہ ہو کہ صبر نہ کرنے کی وجہ سے وہ اس سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائے' جیسے جہاز کے نچلے حصہ والوں کا پانی لینے کے لیے بار بار اوپر کے حصہ میں جانا ان کے لیے تکلیف دِہ تھا' اگر وہ اس پر صبر نہ کرتے تو نچلے حصہ والے جہاز کے پیندے میں پانی لینے کے لیے سوراخ کر دیتے' جس سے سب ڈوب جاتے۔

نچلی منزل اور اوپر کی منزل کے احکام

اشہب مالکی نے کہا ہے کہ ایک مکان کی دو منزلیں ہیں' ایک منزل میں کوئی اوپر رہتا ہے اور نچلی منزل میں کوئی دوسرا شخص رہتا ہے' نچلی منزل والا اس منزل کو منہدم کرنا چاہے یا اوپر کی منزل والا اس کے اوپر مزید منزل بنانا چاہے تو نچلی منزل والے کے لیے اس منزل کو منہدم کرنا جائز نہیں ہے' سوا اس صورت کے کہ اوپر والوں کے لیے بھی اس میں فائدہ ہو' ورنہ نچلی منزل کے منہدم ہونے سے اوپر کی منزل بھی منہدم ہو جائے گی اور اوپر والوں کے لیے بھی اس منزل کے اوپر منزل بنانا جائز نہیں ہے' سوا اس کے کہ اس سے نچلی منزل والوں کو ضرر نہ ہو۔

حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث میں اشہب مالکی کے قول کی دلیل ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیچے کے حصہ والوں کے لیے کوئی ایسا کام کرنا جائز نہیں ہے جس سے اوپر کے حصہ والوں کو ضرر ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲-۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اسی شرح کے اکثر حصہ کو نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(اگر اوپر کے حصے میں مالک مکان رہ رہا ہو اور نچلی منزل پر کرائے دار یا اس کے برعکس ہو تو مالک مکان کو اوپر ایک اور منزل ڈالنے کے لیے کرائے دار کی اجازت حاصل کرنا واجب تو نہیں' البتہ مستحسن ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

٧ - بَابُ شِرْكَةِ الْيَتِيمِ وَأَهْلِ الْمِيرَاثِ

یتیم کا دوسرے وارثوں کے ساتھ شریک ہونا

٢٤٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَامِرِيُّ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا . إِلٰى قَوْلِهِ. وَرُبَاعَ﴾ (النساء:٣). فَقَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي، هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا، تُشَارِكُهُ فِي مَالِهِ، فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا، فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا، بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ العامری الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا اور لیث نے کہا کہ مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو' دو دو سے' تین تین سے' اور چار چار سے۔ (النساء:٣) تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھانجے! یہ آیت

فِيْ صَدَاقِهَا، فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيْهَا غَيْرُهُ، فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْهُنَّ اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهُنَّ، وَيَبْلُغُوْا بِهِنَّ اَعْلٰى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ، وَاُمِرُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا مَا طَابَ لَهُمْ مِّنَ النِّسَآءِ سِوَاهُنَّ. قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ. ﴿وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء: ۱۲۷) وَالَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ اَنَّهٗ يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْاٰيَةُ الْاُوْلٰى، الَّتِيْ قَالَ فِيْهَا ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (النساء: ۳) قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ فِي الْاٰيَةِ الْاُخْرٰى ﴿وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء: ۳). يَعْنِيْ هِيَ رَغْبَةُ اَحَدِكُمْ بِيَتِيْمَتِهِ الَّتِيْ فِيْ حَجْرِهٖ، حِيْنَ تَكُوْنُ قَلِيْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ، فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا مَا رَغِبُوْا فِيْ مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ اِلَّا بِالْقِسْطِ، مِنْ اَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ.

[اطراف الحدیث: ۲۷۶۳۔ ۴۵۷۳۔ ۴۵۷۴۔ ۴۶۰۰۔ ۵۰۶۴۔ ۵۰۹۲۔ ۵۰۹۸۔ ۵۱۲۸۔ ۵۱۳۱۔ ۶۹۶۵] (صحیح مسلم: ۳۰۱۸، الرقم المسلسل: ۷۴۲۲، سنن ابوداؤد: ۲۰۶۸، سنن نسائی: ۳۳۴۶)

اس یتیم لڑکی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے ولی (رشتہ کے بھائی) کے زیر پرورش ہو اور ترکہ میں اس کی شریک ہو اس کا مال اور اس کا حسن اس ولی کو پسند ہو وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہو مگر اس کو رواج اور دستور کے مطابق مہر نہ دینا چاہتا ہو اور اس کو اتنا مہر نہ دینا چاہتا ہو جتنا مہر اس کو دوسرے دیں تو ایسے ولی کو اس یتیم لڑکی سے نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا سوا اس صورت کے کہ وہ ان کے ساتھ عدل سے کام لیں اور اس یتیم لڑکی کے ولی اس کو رواج کے مطابق عمدہ مہر دیں اور اس یتیم لڑکی کے سرپرستوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اس یتیم لڑکی کے سوا اور عورتوں سے نکاح کر لیں جو ان کو پسند ہوں۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: پھر اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق وہی (سابق) حکم دیتا ہے اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں جن کا وہ حق تم انہیں نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو اور کم زور بچوں کے متعلق (بھی تمہیں حکم دیتا ہے) اور یہ کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو تو بے شک اللہ کو اس کا علم ہے○ (النساء: ۱۲۷) اور جس کا اللہ نے ذکر کیا ہے جس کی تم پر تلاوت کی جاتی ہے یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ نے فرمایا ہے: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے۔ (النساء: ۳) حضرت عائشہ نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد جو دوسری آیت میں ہے: اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو۔ (النساء: ۱۲۷) جو یتیم لڑکی تمہارے زیر پرورش ہو اور اس کا مال اور حسن کم ہو اس سے تم نفرت کرتے ہو تو ان کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ جن یتیم لڑکیوں کے مال اور حسن میں تمہاری رغبت ہے ان سے بغیر انصاف کے نکاح کرو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس جملہ میں مطابقت ہے: جو یتیم لڑکی اپنے ولی کے زیر پرورش ہو اور وہ اس کے مال میں شریک ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن یحییٰ بن عمرو بن اویس القرشی العامری الاویسی' یہ ان کے دادا اویس کی طرف نسبت ہے (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف' ابواسحٰق القرشی الزہری' یہ بغداد میں منصب قضاء پر فائز تھے (۳) صالح بن کیسان ابومحمد مؤدب' یہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) لیث بن سعد (۷) یونس بن یزید الایلی (۸) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۲)

یتیموں کا ناحق مال کھانے کا عدم جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک یتیم کے مال میں بدنیتی سے اختلاط جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے اموال کے کھانے کو حرام فرمادیا ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ. (البقرہ: ۲۲۰)

اور یہ لوگ آپ سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ ان کی خیرخواہی کرنا بہتر ہے اور اگر تم اپنا اور ان کا خرچ مشترک رکھو (تو کوئی حرج نہیں) وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ کون خیرخواہی کرنے والا ہے اور کون بدخواہی کرنے والا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یتیم کے مال میں شرکت اور اختلاط کو بغیر ان پر ظلم کے مباح کر دیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

یتیم لڑکی کے ساتھ زمانۂ جاہلیت میں نکاح کا طریقہ اور اس کو ممنوع قرار دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کے پاس یتیم لڑکی ہوتی تھی تو وہ اس کے اوپر اپنے کپڑے ڈال دیتا تھا اور جب وہ ایسا کر لیتا تو کوئی دوسرا شخص اس سے کبھی بھی نکاح نہیں کرسکتا تھا' پس اگر وہ لڑکی خوب صورت ہوتی تو وہ اس سے شادی کر کے اس کا مال کھا جاتا تھا' اور اگر وہ خوب صورت نہ ہوتی تو وہ دوسرے مردوں کو اس کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیتا حتیٰ کہ وہ مر جاتی اور اس کے مرنے کے بعد وہ اس کے ترکہ کا وارث ہو جاتا تو لوگوں کو اس سے منع کر کے اس فعل کو حرام کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۳۸۸۔ ج ۷ ص ۱۰۰۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان یہ ہے:
''فانکحوا ما طاب لکم من النساء'' کی تفسیر

۸- بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الْاَرَضِيْنَ وَغَيْرِهَا

زمینوں وغیرہ میں شرکت کا حکم

اس باب میں زمینوں مکانوں اور باغات وغیرہ میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٤٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِيْ كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبردی از زہری از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کو لازم کر دیا پس جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے مقرر کر دیئے جائیں تو پھر کوئی شفعہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢٢١٣ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غیر منقسم زمینوں میں شفعہ کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

٩ - بَابٌ اِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّوْرَ اَوْ غَيْرَهَا، فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوْعٌ وَلَا شُفْعَةٌ

جب شرکاء اپنے گھروں وغیرہ کو تقسیم کر لیں تو وہ اب رجوع کر سکتے ہیں نہ شفعہ

٢٤٩٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از ابوسلمہ بن عبد الرحمان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا پس جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے مقرر ہو جائیں تو پھر کوئی شفعہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٢٢١٣ میں گزر چکی ہے۔

١٠ - بَابُ الْاِشْتِرَاكِ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَمَا يَكُوْنُ فِيْهِ مِنَ الصَّرْفِ

سونے چاندی اور ان تمام چیزوں میں شرکت جن میں بیع صَرف ہوتی ہے

اس باب میں سونے اور چاندی میں اشتراک کا حکم بیان کیا گیا ہے یہ اس وقت جائز ہے جب شرکاء میں سے ہر ایک کے پاس دراہم یا دینار ہوں اس میں شرط یہ ہے کہ ان کا مال مخلط ہو اور وہ بیع صَرف کریں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا قائم مقام ہو یہ بالاتفاق صحیح ہے اس میں اس وقت اختلاف ہے جب ان میں سے ایک کے پاس دینار ہوں اور دوسرے کے پاس دراہم ہوں امام مالک فقہاء کوفہ امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٨٦ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٢٤٩٧، ٢٤٩٨ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ عُثْمَانَ، يَعْنِي ابْنَ الْاَسْوَدِ، قَالَ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ اَبِيْ مُسْلِمٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا الْمِنْهَالِ عَنِ الصَّرْفِ يَدًا بِيَدٍ، فَقَالَ اِشْتَرَيْتُ اَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عثمان یعنی ابن الاسود انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن ابی مسلم نے خبردی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوالمنہال سے دست بہ دست بیع

وَشَرِيْكٌ لِي شَيْئًا يَدًا بِيَدٍ وَنَسِيئَةً فَجَاءَ نَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ فَعَلْتُ اَنَا وَشَرِيْكِي زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَخُذُوْهُ وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فَذَرُوْهُ.

صَرف کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے اور میرے ایک شریک نے دست بہ دست اور اُدھار بیع صَرف کی' پھر ہمارے پاس حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ آئے تو ہم نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے اور میرے ایک شریک حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا' پھر ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جو دست بہ دست ہو (نقد) تو اس کو لے لو اور جو اُدھار ہو اس کو چھوڑ دو۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۱' اور ۲۰۶۰ میں گزر چکی ہے۔

١١ - بَابُ مُشَارَكَةِ الذِّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ

ذمیوں اور مشرکوں کے ساتھ مزارعت میں شرکت

اس باب میں اہل ذمہ' مشرکین اور مسلمانوں کی مزارعت میں شرکت کا بیان ہے' اس عنوان میں مشرکین سے مراد وہ ہیں جو مسلمانوں کی حکومت سے اجازت حاصل کر کے عارضی طور پر مسلمانوں کے ملک میں داخل ہوئے ہوں' ان کو مستأمن کہتے ہیں' سو یہ بھی ذمیوں کے حکم میں ہیں' رہا مشرک حربی تو اس کے ساتھ مسلمانوں کی دارالاسلام میں مزارعت میں شرکت متصور نہیں ہے' بہر حال اہل ذمہ اور مستأمنین کے ساتھ مسلمانوں کی مزارعت میں شرکت جائز ہے۔

امام مالک کے نزدیک مزارعت کے علاوہ مسلمان اور ذمی کے درمیان مشارکت جائز نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اہل ذمہ کے ساتھ شرکت مفاوضہ جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۷)

٢٤٩٩ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بنت اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر (کی زمین) یہودیوں کو دی کہ وہ اس میں کام کریں اور زراعت کریں اور اس زمین کی پیداوار سے نصف ان کو ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان مزارعت میں شرکت کا ثبوت ہے۔

١٢ - بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ وَالْعَدْلِ فِيْهَا

بکریوں کی تقسیم اور اس میں عدل کرنا

٢٥٠٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہ بیان

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلٰى صَحَابَتِهٖ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُوْدٌ، فَذَكَرَهٗ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهٖ اَنْتَ.

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بکریاں دیں کہ قربانی کے دن ان کو صحابہ میں تقسیم کر دیں' ان میں سے ایک سال کا بکری کا بچہ بچ گیا' انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس کی تم قربانی کرلو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں 18
بکریوں کی تقسیم کا ذکر ہے۔

١٣ - بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهٖ

طعام وغیرہ میں شرکت

اس باب میں طعام وغیرہ میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے' وغیرہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا مالک بنانا جائز ہو اور سامان میں شرکت کے متعلق اختلاف ہے' امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک جائز ہے' سفیان ثوری' فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کے نزدیک ناجائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۹)

وَيُذْكَرُ اَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهٗ اٰخَرُ، فَرَاٰى عُمَرُ اَنَّ لَهٗ شِرْكَةً.

اور مذکور ہے کہ ایک شخص نے کسی چیز کی قیمت لگائی تو دوسرے نے اس کو آنکھ سے اشارہ کیا (تو اس نے اس کو خرید لیا) پس حضرت عمر نے یہ سمجھا کہ وہ اس کا شریک ہے۔

علامہ عینی نے یہ لکھا ہے کہ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔

٢٥٠٢،٢٥٠١ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدٌ، عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ، وَكَانَ قَدْ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَهَبَتْ بِهٖ اُمُّهٗ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْهُ، فَقَالَ هُوَ صَغِيْرٌ. فَمَسَحَ رَاْسَهٗ وَدَعَا لَهٗ. وَعَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَخْرُجُ بِهٖ جَدُّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ، فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ، فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، فَيَقُوْلَانِ لَهٗ اَشْرِكْنَا، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ، فَيَشْرَكُهُمْ، فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ، فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ اَشْرِكْنِيْ فَاِذَا سَكَتَ فَهُوَ شَرِيْكُهٗ بِالنِّصْفِ.

[طرف الحدیث (۲۵۰۱): ۷۲۱۰][طرف الحدیث (۲۵۰۲):

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے سعید نے خبر دی از زہرہ بن معبد از جد خود' عبداللہ بن ہشام سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا اور ان کی والدہ حضرت زینب بنت حمید رضی اللہ عنہا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی تھیں' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس کو بیعت کر لیجئے' تو آپ نے فرمایا: یہ ابھی چھوٹا ہے' پھر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی' اور زہرہ بن معبد بیان کرتے ہیں: ان کے دادا' عبداللہ بن ہشام ان کو بازار لے گئے' پھر انہوں نے طعام خریدا' پھر ان کی حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی تو ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اس طعام میں ہمیں بھی شریک کرلیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے' تو حضرت عبداللہ بن ہشام نے ان کو شریک کرلیا اور کبھی وہ (غلّہ سے لدا ہوا) پورا اونٹ نفع میں حاصل کر لیتے اور اس کو گھر

۶۳۵۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بھیج دیتے۔ امام ابوعبداللہ نے کہا کہ جب کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ مجھے شریک کرلو اور وہ خاموش رہے تو وہ نصف میں اس کا شریک ہوجاتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج ابوعبداللہ (۲) عبداللہ بن وہب بن مسلم ابومحمد (۳) سعید بن ابی ایوب الخزاعی ابوایوب کا نام مقلاص ہے (۴) زہرہ بن معبد بن عبداللہ بن ہشام' زہرہ کا نام مذکر اور مؤنث میں مشترک ہے (۵) ان کے دادا حضرت عبداللہ بن ہشام بن زہرہ التیمی رضی اللہ عنہ' ہشام فتح مکہ سے پہلے کفر کی حالت میں فوت ہوگیا تھا' اور حضرت عبداللہ بن ہشام فتح مصر کے موقع پر حاضر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک موجود رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۹۰)

نابالغ کو بیعت نہیں کرنا چاہیے' بیعت کا معنی اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت زینب بنت حمید کا ذکر ہے' یہ صحابیات میں سے تھیں۔

اس میں ذکر ہے کہ ان کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اس کو بیعت کرلیجئے۔

اس بیعت سے بیعت اسلام مراد ہے' اس کا معنی ہے: اپنے نفس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ فروخت کردینا اور آپ کے تمام احکام کی اطاعت کرنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کم سن بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا چاہیے اور نابالغ کو بیعت نہیں کرنا چاہیے اور جو ''مراھق'' (قریب البلوغ لڑکا) جہاد کی طاقت رکھتا تھا' آپ اس کو بیعت کرلیتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلبِ معاش کے لیے بازار میں جانا چاہیے اور برکت جہاں سے بھی ملے' اس کو حاصل کرنا چاہیے۔

اس حدیث میں ان جاہل اور بناوٹی زاہدوں کا رد ہے' جن کا اعتقاد ہے کہ معاش کو طلب کرنا مذموم ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جو بچہ شارع علیہ السلام سے کسی چیز کو بھی یاد رکھے' وہ صحابی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنے بچوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جاتی تھیں۔

اس حدیث میں تجارت کو طلب کرنے کا ثبوت ہے اور شرکت کے سوال کا بھی ثبوت ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن ہشام کے متعلق آپ کی دعا قبول ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۹۱۔۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

١٤ - بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الرَّقِيقِ

غلام میں شریک ہونا

٢٥٠٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَّهُ فِيْ مَمْلُوْكٍ، وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يُّعْتِقَ كُلَّهُ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ قَدْرَ ثَمَنِهِ، يُقَامُ قِيمَةَ عَدْلٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس آدمی نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کردیا' اس پر واجب ہے کہ وہ پورا غلام آزاد کرے' اگر اس کے پاس اس کی قیمت کے برابر مال ہے تو

وَيُعْطِى شُرَكَاؤُهُ حِصَّتَهُمْ، وَيُخَلَّى سَبِيلُ الْمُعْتَقِ.

عدل کے ساتھ اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اس کے شرکاء کو ان کا حصہ ادا کیا جائے گا اور اس آزاد شدہ غلام کا پیچھا چھوڑ دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں غلام میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٥٠٤ - **حَدَّثَنَا** أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ فِي عَبْدٍ أُعْتِقَ كُلُّهُ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا يُسْتَسْعَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از قتادہ از النضر بن انس از بشیر بن نہیک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس آدمی نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو وہ پورا غلام آزاد کیا جائے گا، اگر اس آدمی کے پاس مال ہے تو فبہا ورنہ باقی حصہ داروں کو ان کے حصوں کی قیمت ادا کرنے کے لیے اس سے محنت مزدوری کرائی جائے گی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ الْاِشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ وَالْبُدْنِ

قربانی کے جانوروں اور اونٹوں میں شرکت اور اگر کوئی قربانی بھیج چکا ہے اور اس نے کسی کو شریک کر لیا

وَإِذَا أَشْرَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي هَدْيِهِ بَعْدَ مَا أَهْدٰى.

اور جب کوئی آدمی کسی دوسرے کو ہدی بھیجنے کے لیے کسی کو اپنی ہدی میں شریک کرے۔

ھدی کا معنی ہے: قربانی کا جانور۔

٢٥٠٥، ٢٥٠٦ - **حَدَّثَنَا** أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ. وَعَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صُبْحَ رَابِعَةٍ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ، مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ لَا يَخْلِطُهُمْ شَيْءٌ، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً، وَأَنْ نَحِلَّ إِلَى نِسَائِنَا، فَفَشَتْ فِي ذٰلِكَ الْقَالَةُ. قَالَ عَطَاءٌ فَقَالَ جَابِرٌ فَيَرُوحُ أَحَدُنَا إِلَى مِنًى وَذَكَرُهُ يَقْطُرُ مَنِيًّا، فَقَالَ جَابِرٌ بِكَفِّهِ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ بَلَغَنِي أَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از جابر اور از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار ذوالحجہ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے، آپ نے اس حج میں کسی اور چیز کو (یعنی عمرہ کو) شریک نہیں کیا تھا، پس جب ہم مکہ پہنچ گئے تو آپ نے حکم دیا کہ ہم اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں اور ہم اپنی بیویوں کے لیے حلال ہو جائیں، یہ بات لوگوں میں پھیل گئی۔ عطاء بیان کرتے ہیں: پھر حضرت جابر نے کہا: کیا ہم میں سے کوئی شخص منیٰ اس حالت میں جائے گا کہ

اَقْوَامًا يَقُوْلُوْنَ كَذَا وَكَذَا، وَاللّٰهِ لَاَنَا اَبَرُّ وَاَتْقٰى لِلّٰهِ مِنْهُمْ، وَلَوْ اَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ. فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هِيَ لَنَا اَوْ لِلْاَبَدِ؟ فَقَالَ لَا، بَلْ لِلْاَبَدِ. قَالَ وَجَاءَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ، فَقَالَ اَحَدُهُمَا يَقُوْلُ لَبَّيْكَ بِمَا اَهَلَّ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ الْاٰخَرُ لَبَّيْكَ بِحَجَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقِيْمَ عَلٰى اِحْرَامِهٖ، وَاَشْرَكَهٗ فِي الْهَدْيِ.

اس کے آلہ تناسل سے منی ٹپک رہی ہوگی' پھر حضرت جابر نے ہاتھ سے اشارہ کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' پس فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ اس طرح اور اس طرح کہتے ہیں اور اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے زیادہ نیکی کرنے والا ہوں اور اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں' اور اگر میں پہلے اس چیز کی طرف متوجہ ہوگیا ہوتا جو مجھے بعد میں پیش آئی ہے تو میں قربانی کا جانور نہ بھیجتا' اور اگر میرے پاس قربانی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا' پس حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس کہا: یارسول اللہ! یہ حکم (ایامِ حج میں عمرہ کرنا) ہمارے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ حضرت جابر نے کہا: پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (یمن سے) آئے' پس عطاء اور طاؤس' ان دونوں میں سے ایک نے تو یوں بیان کیا کہ حضرت علی نے احرام باندھتے وقت اس طرح کہا تھا: میں اس کے ساتھ لبیک کہتا ہوں جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لبیک کہا تھا' اور دوسرے نے یوں کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کے ساتھ لبیک کہتا ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں اور انہیں اپنی قربانی میں شریک کرلیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٨٥' اور ١٥٥٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں قربانی کے جانور میں شرکت کا ذکر ہے۔

١٦ - بَابُ مَنْ عَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ فِي الْقَسْمِ

جس نے تقسیم میں دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا

٢٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهٖ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ تِهَامَةَ، فَاَصَبْنَا غَنَمًا وَاِبِلًا، فَعَجِلَ الْقَوْمُ فَاَغْلَوْا بِهَا الْقُدُوْرَ، فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِهَا فَاُكْفِئَتْ، ثُمَّ عَدَلَ عَشْرًا مِّنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ، ثُمَّ اِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از والد خود از عبایہ بن رفاعہ از جد خود' حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے مقام ذوالحلیفہ میں تھے' ہمیں (مالِ غنیمت میں) بکریاں اور اونٹ ملے تھے تو لوگوں نے ان (کو ذبح کر کے) ان کا گوشت پتیلیوں میں چڑھا دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگئے تو آپ کے حکم سے پتیلیوں کو الٹ دیا گیا' پھر آپ

بَعِيرًا مِنْهَا نَدَّ، وَلَيْسَ فِي الْقَوْمِ إِلَّا خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بِسَهْمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا. قَالَ قَالَ جَدِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا نَرْجُو أَوْ نَخَافُ أَنْ تَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا، وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ اِعْجَلْ، أَوْ أَرْنِي، مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوا، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا' پھر ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا' اور اس وقت لوگوں کے پاس گھوڑے تھوڑے سے تھے' ایک شخص نے اونٹ کو تیر مار کر روک لیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح وحشت اور اجنبیت ہوتی ہے' سو جب تم ان جانوروں پر غلبہ نہ پا سکو تو ان کو اسی طرح تیر مار کر روک لیا کرو' میرے دادا نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں توقع ہے' یا کہا: ہمیں خطرہ ہے کہ کل ہمارا دشمن سے ٹکراؤ ہوگا اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے' کیا ہم دھار والی لکڑی (سرکنڈے) سے ذبح کر سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: (ذبح کرنے میں) جلدی کیا کرو' جو چیز (جانور کا) خون بہا دے' اسی سے ذبح کر لیا کرو اور اس پر بسم اللہ پڑھ لی جائے تو اس کو کھا لیا کرو' اور دانت اور ناخن سے ذبح نہ کرو' اور میں عنقریب اس کی وجہ بتاتا ہوں' رہے دانت تو وہ ہڈی ہیں اور رہے ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر کرنے کی تصریح ہے۔

''کتاب الشرکۃ'' کی تکمیل

آج ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ/ ۱۳ مئی ۲۰۰۸ء بہ روز منگل ''کتاب الشرکۃ'' مکمل ہوگئی۔ الٰہ العٰلمین! باقی صحیح البخاری کو بھی مکمل کرادیں اور میری مغفرت فرمادیں۔ آمین

''کتاب الشرکۃ'' میں ستائیس احادیث مرفوعہ ہیں' اس میں ایک تعلیق ہے اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور اس میں تیرہ احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث چودہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٤٨ - كِتَابُ الرَّهْنِ

رہن کا بیان

رہن کے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں:

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ. (البقرہ:٢٨٣)

اور اگر تم سفر میں ہو (اور تم نے کاروباری قرض پر مبنی کوئی معاملہ کرنا ہو) اور تمہیں دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو قبضہ دی ہوئی رہن (کی بنیاد پر کاروباری قرض) کا معاملہ کرلو۔

اس آیت کے سیاق میں رہن کا لفظ ہے اور رہن کا معنی ہے: کاروباری قرض' اور نجی قرضوں کے لیے قرض کا لفظ استعمال ہوتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌO (المدثر:٣٨)

ہر نفس اپنے عمل کے بدلہ میں رہن رکھا ہوا ہےO

اس آیت میں رہن کا لغوی معنی مراد ہے' اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے۔

رہن کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو گروی رکھنا' کسی چیز کو کسی کے قبضہ میں دینا' کسی چیز کو کسی کے پاس روک کر رکھنا۔

رہن کا اصطلاحی معنی ہے: قرض کے بدلہ میں کسی چیز کو کسی کے پاس بہ طور ضمانت رکھوانا اور قرض ادا کرنے کے بعد اس چیز کو چھڑا لینا۔ رہن سے مقصود قرض کا وثوق ہے' رہن رکھنے والے کو راہن اور جس کے پاس رہن رکھیں اس کو مرتھن کہتے ہیں۔

١ - بَابٌ فِي الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ

اپنے شہر میں رہن رکھنا

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ (البقرہ:٢٨٣).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم سفر میں ہو اور تم کو دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو قبضہ میں دی ہوئی رہن پر معاملہ کرلو۔

یعنی جب تم کسی مدتِ معین کے لیے قرض لو اور اس قرض کی دستاویز لکھنے کے لیے کوئی شخص نہ ملے تو قرض خواہ کے لیے اطمینان اور وثوق کے لیے اپنی کوئی چیز اس کے قبضہ میں دے دو۔

اس آیت میں سفر میں گروی رکھنے کا ذکر ہے لیکن تمام فقہاء کے نزدیک حضر (اپنے شہر) میں اور سفر دونوں میں گروی رکھنا جائز ہے' امام بخاری نے حضر میں گروی رکھنے کا عنوان قائم کیا ہے' کیونکہ سفر میں گروی رکھنے کا ذکر تو قرآن مجید میں ہے۔

٢٥٠٨ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهِ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی'

عَنْهُ قَالَ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيرٍ، وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَا أَصْبَحَ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا صَاعٌ، وَلَا أَمْسٰى، وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ.

انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جَو کے عوض اپنی زرہ کو رہن رکھا' اور (ایک دن) میں خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور باسی چربی لے کر گیا' اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: آلِ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس صرف چار کلو طعام ہے' اور اس وقت آپ کے گھروں میں نو ازواج تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۰۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں رہن رکھنے کا ذکر ہے۔

٢ - بَابُ مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ

جس نے اپنی زرہ کو رہن رکھا

٢٥٠٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ وَالْقَبِيلَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلٰى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے ابراہیم کے پاس رہن کا اور قرض کی ضمانت کا ذکر کیا تو ابراہیم نے کہا: ہمیں اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے مدتِ معین کے اُدھار پر طعام خریدا اور اپنی زرہ گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

٣ - بَابُ رَهْنِ السِّلَاحِ

ہتھیاروں کو گروی رکھنا

اس سے پہلے باب میں رہن کو گروی رکھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں ہتھیاروں کو گروی رکھنے کا ذکر ہے۔

اور ان میں مناسبت یہ ہے کہ زرہ سے بھی اپنے نفس کی مدافعت کی جاتی ہے اور ہتھیاروں سے بھی اپنے نفس کی مدافعت کی جاتی ہے' ہتھیاروں سے مراد وہ آلات ہیں جن سے حملہ یا حملہ کا دفاع کیا جاتا ہے۔

٢٥١٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ آذَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَنَا، فَأَتَاهُ فَقَالَ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ، فَقَالَ ارْهَنُونِي نِسَاءَكُمْ، قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا، وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ؟ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو سخت ایذاء پہنچائی ہے' تو حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں (اس کو قتل کروں گا)! پھر وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق (چار کلو) یا دو وسق طعام اُدھار دو' تو اس نے

فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ، قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ، فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ، هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا، وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ، فَقَتَلُوهُ، ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۵۱۰-۳۰۳۱-۳۰۳۲-۴۰۳۷] (سنن ابوداؤد: ۲۷۶۸)

کہا: تم اپنی عورتوں کو میرے پاس گروی رکھ دو' انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ دیں! حالانکہ تم عرب کے سب سے خوب صورت مرد ہو' اس نے کہا: پھر تم اپنے بیٹے میرے پاس گروی رکھ دو' انہوں نے کہا: ہم اپنے بیٹے تمہارے پاس کیسے گروی رکھ سکتے ہیں' پھر کوئی شخص ان کو طعنہ دے گا کہ یہ ایک وسق کے عوض یا دو وسق کے عوض گروی رکھا گیا تھا' اور یہ ہمارے لیے باعث عار ہے' لیکن ہم تمہارے پاس اللأمۃ گروی رکھتے ہیں' سفیان نے کہا: یعنی ہتھیار' حضرت محمد بن مسلمہ نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے پاس پھر آئیں گے' پس (انہوں نے رات کو) اسے قتل کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اس کی خبر دی۔

کعب بن اشرف کو قتل کرنے کی تفصیل

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور رسول کو بہت ایذاء دی ہے' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کو میں قتل کروں گا' پھر کہا: یارسول اللہ! کیا آپ اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تب انہوں نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کوئی (غلط) بات کہہ دوں' آپ نے فرمایا: ہاں! کہہ دینا' پس وہ کعب بن اشرف کے پاس آئے' اور کہا: یہ شخص ہم سے صدقہ کا سوال کرتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا دیا ہے' اس نے پوچھا: تم ان سے ملول خاطر ہوتے ہو؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: ہم نے ان کی پیروی کی ہے اور اب ہم ان کے چھوڑنے کو ناپسند کرتے ہیں حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کہ ان کا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق یا دو وسق طعام اُدھار دو' کعب بن اشرف نے کہا: تم ہمارے پاس کیا چیز گروی رکھو گے؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: تم کیا چیز گروی رکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں تمہاری عورتوں کو گروی رکھنا چاہتا ہوں' انہوں نے کہا: سبحان اللہ! تم عرب کے حسین ترین مرد ہو' ہم تمہارے پاس اپنی عورتوں کو گروی رکھیں یہ ہمارے لیے عار کا سبب ہے' اس نے کہا: پھر تم اپنی اولاد کو میرے پاس گروی رکھ دو' انہوں نے کہا: سبحان اللہ! ہمارے بیٹے کو کوئی شخص یہ طعنہ دے گا کہ تو ایک وسق یا دو وسق طعام کے عوض گروی رکھا گیا تھا' اس نے کہا: پھر تم ہمارے پاس اللأمۃ یعنی ہتھیار گروی رکھ دو' حضرت محمد نے مسلمہ نے کہا: ہاں! یہ ہو سکتا ہے' پھر جب وہ اس کے پاس گئے تو اس کو آواز دی' وہ ان کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس سے خوشبو آ رہی تھی جو اس کے سر سے پھوٹ رہی تھی' پس جب حضرت محمد بن مسلمہ اس کے پاس بیٹھے اور وہ اس کے پاس تین یا چار مردوں کو لے کر آئے تھے اور انہوں نے ان کو اپنی اسکیم بتا دی تھی' اس نے کہا کہ میرے پاس ایسی خوشبو ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ اچھی خوشبو ہے' حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: کیا تم مجھے اس کو سونگھنے کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنا ہاتھ اس کے سر میں داخل کر کے اس کو سونگھا' حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: میں دوبارہ سونگھنا چاہتا ہوں' اس نے کہا: اچھا ٹھیک ہے' انہوں نے پھر اپنا ہاتھ اس کے سر میں داخل کیا اور جب اس کے سر کو اپنی گرفت میں لے لیا تو پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: حملہ کر دو' سو انہوں نے اس پر ضرب لگائی حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۳۱' صحیح مسلم: ۱۸۰۱' سنن ابوداؤد: ۲۷۶۸)

امام ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی المتوفی ۲۰۷ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ کعب بن اشرف شاعر تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہجو کرتا تھا اور اپنے اشعار میں کفار کو آپ کے خلاف جنگ پر اُبھارتا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں کے رہنے والے مختلف عقائد کے لوگ تھے' ان میں وہ مسلمان بھی تھے جن کو اسلام کی دعوت نے متحد کر دیا تھا' ان میں اَوس اور خزرج کے دو قبیلے بھی تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے ان کی اصلاح کا ارادہ کیا' ان میں بعض ایسے بھی تھے کہ ایک شخص مسلمان تھا اور اس کا باپ کافر تھا۔

کعب بن اشرف بدستور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ کے اصحاب کی اشعار میں مذمت کرتا رہا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! تو کعب بن اشرف کے پھیلائے ہوئے شر میں میری طرف سے کافی ہو جا!

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ اس نے مجھے اذیت پہنچائی ہے' تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کو قتل کروں گا' آپ نے فرمایا: تم اس کو قتل کر دو' پھر حضرت محمد بن مسلمہ نے کئی دن تک کھانے پینے کو چھوڑ دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور پوچھا: اے محمد! کیا تم نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے' مجھے معلوم نہیں کہ میں اس حکم کو پورا کر سکوں گا یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے لیے کوشش کرو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس معاملہ میں (حضرت) سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) سے مشورہ کرو۔

پھر حضرت محمد بن مسلمہ اور اَوس کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی' ان میں حضرت عباد بن بشر' حضرت ابونائلہ' سلامان بن سلامہ' حضرت الحارث بن اوس اور حضرت ابوعیسیٰ بن جبر رضی اللہ عنہم تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اس کو قتل تو کر دیں گے لیکن آپ ہمیں یہ اجازت دیں کہ (اس کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے) ہمیں کچھ کہنا پڑے تو ہم کہہ دیں' آپ نے فرمایا: تم کہہ سکتے ہو' پھر حضرت ابونائلہ اس کے پاس گئے' جب کعب بن اشرف نے ان کو دیکھا تو اس نے خطرہ محسوس کیا اور اس نے سوچا کہ ان کے پیچھے اور لوگ بھی ہوں گے' اس کا رنگ اُڑ گیا اور وہ مرعوب ہو گیا اور حضرت ابونائلہ اور حضرت محمد بن مسلمہ اس کے رضاعی بھائی تھے' وہ اس کے ساتھ کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔

جب کعب بن اشرف کا خوف دور ہو گیا تو اس نے پوچھا: آپ لوگ کیسے آئے ہیں؟ حضرت ابونائلہ نے کہا: جب سے یہ شخص مدینہ میں آیا ہے' ہم پر مصائب ٹوٹ پڑے ہیں اور اس نے عربوں سے جنگ شروع کر دی ہے اور وہ ایک کمان سے ہم پر تیر چھوڑ رہا ہے' ہم لوگ بھوک اور افلاس کا شکار ہیں اور ہمارے بچے ضائع ہو رہے ہیں اور ہم صدقہ لینے کے محتاج ہو گئے ہیں' کعب نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو تم سے پہلے ہی یہ کہتا تھا کہ آخر کار یہی ہونا ہے۔

ابونائلہ نے کہا: میرے ساتھ میرے اور بھی اصحاب ہیں' ان کی رائے بھی میری طرح ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں ان کو تمہارے پاس لے کر آؤں اور ہم تم سے کچھ طعام اور کھجوریں خریدیں اور تم ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ہم تمہارے پاس ضمانت کے لیے کچھ چیزیں رکھ دیں گے' کعب نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو' حضرت ابونائلہ نے کہا: ہم ان کی رسوائی چاہتے ہیں اور ان سے دور ہونا چاہتے ہیں' کعب نے کہا: اے ابونائلہ! تم نے مجھے خوش کر دیا' اب یہ بتاؤ! تم کیا چیز میرے پاس رہن رکھو گے' کیا تم اپنے بیٹے اور اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھو گے؟ حضرت ابونائلہ نے کہا: کیا تم ہمیں رسوا کرنا چاہتے ہو اور ہمارا راز افشاء کرنا چاہتے ہو! ہم تمہارے پاس اپنا اسلحہ گروی رکھیں گے' کعب اس پر راضی ہو گیا۔

حضرت ابونائلہ نے یہ اس لیے کہا تھا کہ جب وہ اور ان کے اصحاب اس پر حملہ کرنے کے لیے آئیں تو وہ کوئی خطرہ محسوس نہ کرے' پھر انہوں نے اس سے ملاقات کے لیے ایک دن مقرر کر لیا' پھر وہ نبی ﷺ کے پاس گئے اور آپ کو اس کی خبر دی اور نبی ﷺ ان کو بقیع تک چھوڑنے کے لیے آئے' اور آپ نے ان کو دعا کے ساتھ رخصت کیا اور کہا: اللہ کی برکت اور اس کی مدد تمہارے شامل حال ہو!

رات کو انہوں نے کعب بن اشرف کو جگایا اور وہ اپنی بیوی کے منع کرنے کے باوجود باہر نکل آیا' انہوں نے اس سے کہا: اے کعب! ہم ایک بڑھیا کے نالہ کی طرف جا کر باتیں کرتے ہیں' پھر ابونائلہ نے کعب کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا' اور کہا: اے کعب بن اشرف! تمہارے عطر کی کتنی پیاری خوشبو آ رہی ہے! اور کعب بن اشرف مُشک اور عنبر کا تیل استعمال کرتا تھا' وہ تھوڑی دیر تک ساتھ ساتھ چلتے رہے' پھر اچانک ابونائلہ نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اس کی کنپٹیوں سے اس کا سر پکڑ لیا اور اپنے اصحاب سے کہا: اس اللہ کے دشمن کو قتل کر دو' پھر ان کے اصحاب نے اس پر تلواریں مارنی شروع کر دیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مجھے یاد آیا کہ میرے پاس ایک خنجر ہے' میں نے وہ خنجر اس کے پیٹ کے آر پار کر دیا' پھر وہ اللہ کا دشمن زور سے چلایا' پھر انہوں نے اس کے قتل سے نمٹ کر اس کا سر کاٹ لیا اور اس کو اپنے ساتھ لے گئے' حتیٰ کہ وہ نبی ﷺ کی طرف روانہ ہوئے' جب وہ بقیع الغرقد میں پہنچے تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

ادھر رسول اللہ ﷺ ساری رات نماز پڑھتے رہے تھے' جب رسول اللہ ﷺ نے البقیع میں اللہ اکبر کی آواز سنی تو آپ نے جان لیا کہ مسلمانوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا ہے' جب مسلمان آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: یہ تمام چہرے کامیاب ہو گئے' مسلمانوں نے کہا: اور آپ کا چہرہ بھی یا رسول اللہ! اور مسلمانوں نے آپ کے سامنے کعب بن اشرف کا سر پھینک دیا اور آپ نے اس کے قتل ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر ادا کیا۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ کعب بن اشرف کا قتل ٢٥ ربیع الاوّل کو ہوا تھا۔

(کتاب المغازی ج ١ ص ١٧٧۔ ١٧٣ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ نے بھی اس حدیث کو تفصیل سے روایت کیا ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ٣ ص ١٩٩۔ ١٨٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ مسلمانوں نے کعب بن اشرف کو دھوکے سے قتل کیا تھا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسلمانوں کے لیے کعب بن اشرف کو دھوکے سے قتل کرنا کس طرح جائز ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کعب بن اشرف جب مکہ میں گیا اور اس نے کفار کو رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے پر بھڑکایا اور اس نے اپنے قصائد میں مسلمانوں کی جوان عورتوں کا ذکر کیا تو اس نے عہد شکنی کی' پھر اس کو قتل کرنا واجب ہو گیا خواہ اس کو کسی طرح سے بھی قتل کیا جائے' اسی طرح جو اس کے قائم مقام ابورافع وغیرہ تھے' ان کا بھی یہی حکم تھا۔

علامہ المہلب المتوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے عہد اور آپ کی امان میں داخل نہیں تھا بلکہ آپ کے عہد سے منحرف ہو کر اپنی قوم کے ساتھ اپنے قلعہ میں رہتا تھا۔

علامہ المازری نے کہا ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ کیا ہوا عہد توڑ دیا تھا اور اہل حرب کے ساتھ ان کی معاونت کرتا تھا' پھر

حضرت محمد بن مسلمہ نے اس کو امان نہیں دی تھی لیکن وہ اس سے خرید وفروخت میں کلام کرتے تھے' پس وہ ان سے مانوس ہو گیا تھا اور وہ بغیر کسی عہد اور امان کے اس کو قتل کرنے پر قادر ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص نے کہا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا عہد شکنی تھی' تو حضرت علی نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس شخص کی گردن اُڑا دی گئی کیونکہ غدر اور عہد شکنی اس وقت ہوتی' جب اس کو پہلے صحیح امان دی گئی ہوتی اور کعب بن اشرف خود عہد شکنی کرنے والا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابٌ اَلرَّهْنُ مَرْكُوْبٌ وَمَحْلُوْبٌ

گروی رکھے ہوئے جانور پر سواری کرنے اور اس کا دودھ پینے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رہن رکھے ہوئے جانور پر سواری کرنا اور اگر وہ دودھ دیتا ہو تو اس کا دودھ پینا جائز ہے۔

وَقَالَ مُغِيْرَةُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا' وَتُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا' وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ.

اور مغیرہ نے کہا: از ابراہیم کہ گم شدہ جانور پر اس کے چارہ کی مقدار کے عوض سواری کی جائے گی اور اس کے چارہ کی مقدار کے عوض اس کا دودھ بھی دوہا جائے گا' اسی طرح گروی میں رکھے ہوئے جانور کا بھی حکم ہے۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۰۲)

٢٥١١ - **حَدَّثَنَا** اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ' وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا.

[طرف الحدیث: ۲۵۱۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: گروی شدہ جانور پر اس کا خرچ نکالنے کے لیے اس پر سواری کی جائے اور گروی شدہ دودھ دینے والے جانور کا (خرچ نکالنے کے لیے) اس کا دودھ پیا جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۲۶' سنن ترمذی: ۱۲۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۴۴۰)

صحیح بخاری کی حدیث مذکور سے امام شافعی اور غیر مقلدین کا استدلال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ابراہیم نخعی' امام شافعی اور غیر مقلدین کی جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو جانور رہن رکھا گیا ہو' اس پر اس کے خرچ کے عوض سواری کی جائے گی اور اسی طرح اس کا دودھ بھی پیا جائے گا۔

اور سفیان الثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد نے یہ کہا ہے کہ رہن رکھنے والے کو یہ حق نہیں ہے اور یہ رہن کے حکم کے منافی ہے' رہن کا حکم یہ ہے کہ وہ اس کو دائمی طور پر روک کر رکھے' اور وہ اس کا مالک نہیں ہے' لہٰذا اس کے لیے رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے' وہ اس سے کوئی خدمت لے سکتا ہے' نہ اس پر سواری کر سکتا ہے اور نہ اس کا دودھ پی سکتا ہے اور اگر مکان رہن ہو تو وہ اس میں رہائش بھی نہیں رکھ سکتا' اور نہ وہ رہن رکھوانے والے کی اجازت کے بغیر اس کو کہیں فروخت کر سکتا ہے اور اگر اس نے اس کو فروخت کر دیا تو وہ مالک کی اجازت کے اوپر موقوف ہے' اگر اس نے اجازت دے دی تو وہ قیمت رہن رہے گی' خواہ مرتہن یہ شرط رکھے کہ وہ اس کے پاس رہن رہے گی یا نہیں' امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وہ چیز

بغیر شرط کے رہن نہیں ہوگی' اسی طرح مرتہن کے لیے رہن سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے' حتیٰ کہ اگر غلام رہن رکھا ہوا ہے تو وہ اس سے خدمت نہیں لے سکتا' اور اگر سواری رہن رکھی ہوئی ہے تو وہ اس پر سوار نہیں ہوسکتا اور اگر کپڑا رہن رکھا ہوا ہے تو وہ اس کو پہن نہیں سکتا اور اگر قرآن شریف رہن رکھا ہوا ہے تو وہ اس کو پڑھ نہیں سکتا' اور راہن کی اجازت کے بغیر وہ اس کو فروخت نہیں کرسکتا۔

امام بخاری کے مؤقف کے مطابق حدیث مذکور کی توجیہ

امام طحاوی نے ہمارے اصحاب کی طرف سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رہن کا خرچ راہن پر ہوتا ہے مرتہن پر نہیں ہوتا' اور جس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے' وہ مجمل ہے' اس میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ کون سوار ہوگا اور کون دودھ پئے گا' پس مخالف کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ یہ کہے کہ یہ حق مرتہن کا ہے اور راہن کا نہیں ہے اور راہن اور مرتہن میں سے اس حدیث کو بغیر دلیل کے کسی ایک پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔

ہشیم نے از زکریا از شعبی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی چوپایہ رہن رکھا ہوا ہو تو مرتہن کے اوپر اس کو چارہ کھلانا ہے اور اس کا دودھ پیا جائے گا اور جب دودھ پئے گا' اس پر اس کا خرچ ہے اور وہ اس پر سواری کرے گا۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں سوار ہونے اور دودھ پینے کا جو ذکر ہے' اس سے مراد مرتہن (رہن رکھنے والا) ہے نہ کہ راہن (رہن رکھوانے والا)' پس سواری کرنے اور دودھ پینے کا حق اس کو دیا گیا ہے اور اس کے معاوضہ میں اس پر اس جانور کا خرچ لازم کیا گیا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ حدیث اس زمانہ پر محمول ہے جب سود حلال تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قرض سے منع نہیں فرمایا تھا جس سے کوئی منفعت حاصل ہو اور نہ کسی چیز کی اس سے زیادہ چیز کے عوض بیع سے منع فرمایا تھا' پھر بعد میں آپ نے سود کو حرام فرمادیا اور ہر اس قرض سے منع فرمادیا جس سے کوئی منفعت حاصل ہو۔

صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) سبحان اللہ! یہ محض اپنی رائے سے فیصلہ کرنا ہے' یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف کیسے حجت ہوسکتی ہے جب کہ ہم اس کی توجیہ بیان کرچکے ہیں' علاوہ ازیں شعبی نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ شعبی سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ رہن سے بالکل فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا' پس یہ شعبی کا مذہب ہے اور وہی حضرت ابوہریرہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں' جو ان کے قول اور ان کے مذہب کے خلاف ہے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب یہ حدیث ان کے نزدیک منسوخ ہوچکی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک حدیث مذکور کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ نے بھی اس حدیث کا یہی جواب لکھا ہے کہ مرتہن کا رہن سے فائدہ اٹھانا سود ہے اور حرام ہے اور صحیح بخاری کی یہ حدیث مذکور منسوخ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر مصنف کے دلائل

مرتہن' راہن کو قرض دے کر اپنے قرض کی ضمانت کے طور پر راہن کی کوئی چیز رہن رکھتا ہے' اگر وہ اس رہن میں رکھی ہوئی چیز سے منفعت حاصل کرے' مثلاً وہ رہن میں رکھے ہوئے گھوڑے پر سواری کرے یا رہن میں رکھی ہوئی گائے کا دودھ نکال کر پئے گا تو

وہ اپنے قرض سے منفعت حاصل کر رہا ہے اور یہ درج ذیل آثار کی بناء پر جائز نہیں ہے:

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہر وہ قرض جس سے منفعت حاصل ہو وہ مکروہ ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۶۳۶۔ ج۸ص ۱۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں:

ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے پانچ سو دینار اس شرط پر قرض لیے کہ وہ اس کے گھوڑے پر سواری کرے گا' تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ نے کہا: اس نے جو اس کے گھوڑے کی پشت پر سواری کی ہے' وہ سود ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۶۳۷۔ ج۸ص ۱۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۸۰)

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ عطاء سے روایت کرتے ہیں: فقہاء تابعین ہر اس قرض کو مکروہ قرار دیتے تھے جس سے منفعت حاصل ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۷۷۔ ج۱۰ص ۶۴۸۔ ۶۴۷' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

ابراہیم نے کہا: ہر وہ قرض جو منفعت حاصل کرے' وہ سود ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۷۸۔ ج۱۰ص ۶۴۸' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

حسن بصری اور محمد بن سیرین کہتے تھے کہ جس قرض سے منفعت حاصل ہو' وہ مکروہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۷۹۔ ج۱۰ص ۶۴۸' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

ابراہیم نخعی نے کہا: جب کوئی شخص کسی آدمی کی زمین رہن رکھے تو اس کے لیے اس زمین میں کوئی عمل (کاشت کاری) کرنا جائز نہیں ہے' اگر اس نے اس زمین میں کچھ عمل کیا تو زمین کے مالک کو اس کے حساب سے اس کی اجرت مثلیہ دی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۳۱۔ ج۱۰ص ۶۵۹' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

۲۵۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، وَعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے خبر دی از الشعبی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو چیز رہن ہو اس کے خرچ کے عوض اس پر سواری کی جائے گی اور اس کے خرچ کے عوض اس کا دودھ پیا جائے گا جب کہ وہ رہن ہو' اور جو شخص سوار ہوگا یا دودھ پئے گا' اس کے ذمہ خرچ ہوگا۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب' صحیح البخاری: ۲۵۱۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ الرَّهْنِ عِنْدَ الْيَهُوْدِ وَغَيْرِهِمْ

یہودی وغیرہ کے پاس رہن رکھنا

۲۵۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا، وَرَهَنَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے طعام خریدا' اور اس کے پاس زرہ رہن

دِرْعَهُ. رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہودی کے پاس رہن رکھنے کا ذکر ہے۔

٦ - بَابٌ إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ وَنَحْوُهُ، فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ

جب راہن اور مرتہن میں اختلاف ہو اور اسی طرح دوسرے لوگوں میں اختلاف ہو تو مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور مدعیٰ علیہ پر قسم لازم ہے

یعنی جب راہن اور مرتہن میں اس طرح اختلاف ہو جائے کہ راہن کہے کہ میں نے سو روپیہ میں چیز تمہارے پاس گروی رکھی تھی اور مرتہن کہے کہ نہیں تم نے دو سو روپیہ کے عوض یہ چیز گروی رکھی تھی۔

٢٥١٤ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۲۶۶۸- ۴۵۵۲] (صحیح مسلم: ۱۷۱۱' الرقم المسلسل: ۴۳۶۱' سنن ابوداؤد: ۳۶۱۹' سنن ترمذی: ۱۳۴۲' سنن نسائی: ۵۴۲۵' سنن ابن ماجہ: ۲۳۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی' از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (دو عورتوں کے مقدمہ کے متعلق) سوال کیا تو انہوں نے مجھے جواب میں لکھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

باب مذکور کی حدیث کی تائید

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: مدعی پر گواہ ہیں اور مدعا علیہ پر قسم ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۴۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۷۹- ج ۱۰ ص ۲۵۲' مشکوٰۃ: ۳۷۶۹' سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۵۷' کنز العمال: ۱۵۲۸۲)

اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء کہ آیا راہن کا قول معتبر ہوگا یا مرتہن کا؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں دو قول ہیں' پہلا قول یہ ہے:

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' سفیان ثوری' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ جب راہن اور مرتہن میں اختلاف ہو تو راہن کے قول کا اس کی قسم کے ساتھ اعتبار کیا جائے گا' انہوں نے کہا ہے کہ مرتہن مدعی ہے' پس جب اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو راہن سے حلف لیا جائے گا کیونکہ وہ مدعیٰ علیہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مرتہن کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جب تک کہ اس کی بتائی ہوئی قیمت رہن کی قیمت سے زیادہ نہ ہو' یہ حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے اور یہی امام مالک کا مذہب ہے' انہوں نے کہا ہے کہ مرتہن سے قسم لے کر اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا' جب کہ اس کی بتائی ہوئی قیمت رہن کی قیمت کے درمیان ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٥١٥، ٢٥١٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا، وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللّٰهُ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيقَ ذٰلِكَ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا . فَقَرَأَ إِلٰى . عَذَابٌ أَلِيمٌO﴾ (آل عمران:۷۷). ثُمَّ إِنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ فَحَدَّثْنَاهُ، قَالَ فَقَالَ صَدَقَ، لَفِيَّ وَاللّٰهِ أُنْزِلَتْ، كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٌ فِي بِئْرٍ، فَاخْتَصَمْنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدُكَ أَوْ يَمِينُهُ. قُلْتُ إِنَّهُ إِذًا يَحْلِفَ وَلَا يُبَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا، هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيقَ ذٰلِكَ، ثُمَّ اقْتَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا. إِلٰى. وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌO﴾ (آل عمران:۷۷).

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابووائل انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ رضی اللہ نے بتایا جس شخص نے کسی ایسی چیز پر قسم کھائی جس سے وہ مال کا مستحق ہو اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہےO (آل عمران: ۷۷) پھر حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ تم سے ابوعبدالرحمان نے کیا کہا تھا؟ پس ہم نے ان سے بیان کیا تو انہوں نے کہا: حضرت ابن مسعود نے سچ کہا ہے بے شک یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے میرے اور ایک شخص کے درمیان ایک کنویں میں تنازعہ تھا ہم دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ لاؤ ورنہ یہ قسم کھائے گا' میں نے کہا: یہ تو قسم کھالے گا اور اس کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایسی قسم کھائی جس سے وہ مال کا مستحق ہو اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں (الآیۃ)۔ (آل عمران:۷۷)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۷-۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ مدعی پر گواہ پیش کرنا ہیں اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔

''کتاب الرھن'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین. آج ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ/ ۱۶ مئی ۲۰۰۸ء بروز جمعہ بعد از نمازِ جمعہ ''کتاب الرھن'' مکمل ہوگئی' الٰہ العٰلمین! اس کو قبول فرما' صحیح بخاری کے بقیہ ابواب کو بھی مکمل فرمادے اور میری' میرے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرمادے! (آمین)

''کتاب الرھن'' میں نو احادیث مرفوعہ موصولہ ہیں اور چھ احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث تین ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

٤٩ - كِتَابُ الْعِتْقِ

غلاموں کو آزاد کرنے کا بیان

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ''اعتاق'' کا معنی ہے: آزادی کو ثابت کرنا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ''اعتاق'' کا معنی ہے: کوئی ایسا کام کرنا جو غلام کی آزادی کا موجب ہو۔

١ - بَابٌ مَا جَاءَ فِي الْعِتْقِ وَفَضْلِهِ

غلام کو آزاد کرنے اور اس کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہیں

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ○اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ○يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾ (البلد:١٣ـ١٥).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: غلامی سے گردن چھڑانا○ یا بھوک کے دن کھانا کھلانا○ ایسے یتیم کو جو رشتہ دار بھی ہو○ (البلد:١٥ـ١٣)

اس باب میں غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

٢٥١٧ - **حَدَّثَنَا** اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ، صَاحِبُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، قَالَ قَالَ لِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ اَعْتَقَ اِمْرَءًا مُسْلِمًا، اِسْتَنْقَذَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ. قَالَ سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ فَانْطَلَقْتُ بِهِ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، فَعَمَدَ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِلٰى عَبْدٍ لَهُ، قَدْ اَعْطَاهُ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ، اَوْ اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَاَعْتَقَهُ.

[طرف الحدیث:٦٧١٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے واقد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن مرجانہ نے حدیث بیان کی' جو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے صاحب تھے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی کسی مسلمان مرد کو آزاد کیا تو اللہ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کا ایک عضو دوزخ سے آزاد کردے گا۔ سعید بن مرجانہ نے کہا: پھر میں ان کو حضرت علی بن حسین کے پاس لے کر گیا (اور ان کے سامنے وہ حدیث بیان کی) تو حضرت علی بن حسین (زین العابدین) نے اپنے اس غلام کی طرف رخ کیا' جس کے عوض عبداللہ بن جعفر دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دے رہے تھے' پس انہوں نے اس کو آزاد کردیا۔

(صحیح مسلم:۱۵۰۹؛ الرقم المسلسل:۳۶۸۶؛ سنن ترمذی:۱۵۴۶؛ السنن الکبریٰ:۴۸۷۵؛ المنتقی:۹۶۸؛ شرح مشکل الآثار:۷۱۹؛ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۳؛ شعب الایمان:۴۳۳۹؛ مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۰ طبع قدیم؛ مسند احمد:۹۴۴۱۔ ج ۱۵ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰؛ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: جس شخص نے بھی کسی مسلمان مرد کو آزاد کیا تو اللہ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کا ایک عضو دوزخ سے آزاد کردے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' یہ احمد بن عبداللہ بن یونس بن عبداللہ التمیمی الیربوعی ہیں (۲) عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی القرشی (۳) واقد بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی القرشی' یہ عاصم بن محمد کے بھائی ہیں (۴) سعید بن مرجانہ' یہ سعید بن عبداللہ ہیں جو بنو عامر کے مولیٰ تھے اور مرجانہ ان کی ماں کا نام ہے' یہ ۹۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱۰)

غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت' آیا غلام کو آزاد کرنے سے زنا کا کفارہ ہوتا ہے یا نہیں؟

نیک اعمال کی جزاء کا جنسِ عمل سے ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس غلام کو آزاد کرنا چاہیے جس کے تمام اعضاء مکمل ہوں یعنی وہ اندھا' کانا' لنگڑا اور لولا نہ ہو' بعض اوقات ناقص الاعضاء زیادہ مہنگا ہوتا ہے جیسے خصی کیونکہ وہ گھر کے اندر بھی جا سکتا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ باندی کو آزاد کرنا افضل ہے یا غلام کو آزاد کرنا افضل ہے؟ صحیح یہ ہے کہ باندی کی بہ نسبت غلام کو آزاد کرنا افضل ہے کیونکہ غلام میں بعض ایسے اعضاء ہوتے ہیں جو باندی میں نہیں ہوتے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ مرد غلام کو آزاد کرنے اور عورت باندی کو آزاد کرے تا کہ آزاد کرنے والے کا ہر عضو اس کے عضو کے بدلہ میں دوزخ سے آزاد ہو جائے۔ علامہ مرغینانی فرغانی نے ہدایہ میں لکھا ہے: تا کہ اعضاء کا مقابلہ اعضاء کے ساتھ متحقق ہو جائے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ زنا گناہ کبیرہ ہے' توبہ کے سوا کوئی عبادت اس کا کفارہ نہیں ہو سکتی اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے اپنے بعض اعضاء کا عورت کے بعض اعضاء کے ساتھ مَس کرنے اور چھونے کا ارادہ کیا اور اس میں اپنے آلہ کو داخل نہیں کیا تو کسی غلام کو آزاد کرنے سے اس کے یہ اعضاء دوزخ سے آزاد ہو جائیں گے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی عورت کی فرج کو آزاد کرنے سے میزان میں اس کے اس عمل کا کفارہ ہو جائے۔ (مصنف کے نزدیک ظاہر حدیث کے اعتبار سے یہی احتمال راجح ہے اور اللہ کی رحمت کو مقید کرنے کے بجائے اس کو عموم اور اطلاق پر رکھنا' علامہ ابن العربی کی تقیید پر راجح ہے)

اس حدیث میں غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے اور یہ کہ نیک اعمال میں غلام کو آزاد کرنے کا بہت بلند مرتبہ ہے اور بعض اوقات اس کی وجہ سے اللہ اس کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی جزاء اس عمل کی جنس سے عطا فرماتا ہے' بندہ کسی غلام کو آزاد کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی جزاء میں اس بندہ کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان غلام کو آزاد کرنا کافر غلام کو آزاد کرنے سے بہت افضل ہے۔

شرح صحیح مسلم میں غلام کو آزاد کرنے کے مباحث

باب مذکور کی حدیث' صحیح مسلم: ۳۶۸۸۔ ج ۴ ص ۸۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:
بغیر توبہ کے محض عبادات سے مغفرت کی بحث۔
کتاب العتق کی ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت مفصل بحث کی ہے' اس کے عنوانات درج ذیل ہیں:
① اسلام نے سب سے پہلے غلامی کے خاتمہ کے لیے قانون بنائے ② اسلام میں غلاموں کو آزاد کرنے کے قوانین اور ترغیبات ③ مسلمانوں کے غلام آزاد کرنے کی چند مثالیں ④ اسیرانِ جنگ کے بارے میں اسلام کی ہدایات ⑤ جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی مشروعیت کا سبب ⑥ جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے فوائد اور ثمرات ⑦ کیا بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا قابل اعتراض ہے۔
یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۴۔ ۷۴ میں پھیلی ہوئی ہے اور شاید کسی اور شرح میں قارئین کو اتنا مواد میسر نہ ہو سکے۔
وذالك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء.

٢ - بَابٌ اَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ

٢٥١٨ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ مُرَاوِحٍ، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ، وَجِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِهٖ. قُلْتُ فَاَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَغْلَاهَا ثَمَنًا، وَاَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا. قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ تُعِيْنُ صَانِعًا، اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ. قَالَ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ، فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَتَصَدَّقُ بِهَا عَلٰى نَفْسِكَ. (صحیح مسلم: ۸۴' الرقم المسلسل: ۱۵۲' سنن نسائی: ۳۱۲۶' سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۳)

کون سے غلام کو آزاد کرنے میں زیادہ فضیلت ہے؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از ابی مراوح از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کون سا (نیک) عمل کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا' میں نے پوچھا: اور کون سے غلام کو آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی قیمت سب سے زیادہ ہو اور جو اس کے مالکوں کے نزدیک سب سے زیادہ نفیس ہو' میں نے پوچھا: اگر میں یہ نیک کام نہ کرسکوں تو؟ فرمایا: پھر کسی فقیر کی مدد کرو یا کسی بے ہنر کی مدد کرو' اس نے پوچھا: اگر میں یہ نہ کرسکوں تو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو شر اور بُرائی سے دور رکھو' پس بے شک یہ بھی صدقہ ہے' اس کے ساتھ اپنے نفس پر صدقہ کرو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے پوچھا: کون سے غلام کو آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی قیمت سب سے زیادہ ہو اور جو اس کے مالکوں کے نزدیک سب سے زیادہ نفیس ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبیداللہ بن موسیٰ بن باذام ابومحمد العبسی (۲) ہشام بن عروہ (۳) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) ابومراوح اللیثی' ان کا نام سعد ہے' زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کا نام معلوم نہیں' حاکم نے کہا ہے کہ ابواحمد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپ کی زیارت نہیں کی (۵) حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام جندب بن جنادہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱۳)

جہاد کو ایمان کے ساتھ ذکر کرنے کی توجیہ ''ضائع'' اور ''صانع'' کے دو نسخے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: افضل ایمان' اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا ہے۔ اس حدیث میں اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ جہاد کا ذکر فرمایا ہے' کیونکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں تا کہ اللہ کا دین سر بلند ہو' نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اگر تم یہ نہ کر سکو تو کسی فقیر کی مدد کر دیا کسی بے ہنر کی مدد کرو۔

دراصل اس حدیث کے دو نسخے ہیں: ایک نسخے میں ''ضائع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی فقیر ہے کیونکہ فقیر مال نہ ہونے کی وجہ سے اپنے بچوں اور گھر والوں کو ضائع کر رہا ہوتا ہے اور دوسرے نسخے میں ''صانع'' کا لفظ ہے' یعنی ہنر مند اور کاری گر یعنی تم بھی اس کے ساتھ مل کر کام کرو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں یہ نہ کر سکوں تو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو شر اور بُرائی سے دور رکھو' کیونکہ جو شخص کسی کے ساتھ نیکی نہیں کر سکتا' اس کے حق میں یہی صدقہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ بُرائی نہ کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ سے بار بار سوال کرنا جائز ہے' اور استاذ اور شیخ کو چاہیے کہ وہ شاگرد کے بار بار سوال کرنے سے تنگ نہ ہو اور اس کے ساتھ نرمی کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعَتَاقَةِ فِي الْكُسُوْفِ اَوِ الْاٰيَاتِ

سورج گرہن یا دیگر آسمانی نشانیوں کے ظہور کے وقت غلام کو آزاد کرنے کا استحباب

دیگر آسمانی نشانیوں سے مراد ہے: جیسے چاند کو گہن لگنا' سخت اندھیرا' سرخ اور کالی آندھیاں' اور زلزلے وغیرہ۔

۲۵۱۹ - **حَدَّثَنَا** مُوْسَى بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ' عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ. تَابَعَهُ عَلِيٌّ' عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ' عَنْ هِشَامٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن مسعود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ بن قدامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ علی نے موسیٰ بن مسعود کی متابعت کی ہے' از دراوردی از ہشام۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں غلام کو آزاد کرنے کا ذکر ہے۔

۲۵۲۰ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَثَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ' عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ عِنْدَ الْكُسُوْفِ بِالْعَتَاقَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابٌ اِذَا اَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ، اَوْ اَمَةً بَيْنَ الشُّرَكَاءِ

جب کسی نے دو آدمیوں کے درمیان مشترک غلام کو آزاد کیا یا کئی لوگوں کے درمیان مشترک باندی کو آزاد کیا

ہر چند کہ ایک غلام دو آدمیوں میں مشترک ہو یا ایک باندی کئی آدمیوں میں مشترک ہو اور ان میں سے کوئی ایک اپنے حصہ کے غلام یا باندی کو آزاد کر دے تو مسئلہ کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن امام بخاری نے حدیث کے الفاظ کی اتباع کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کیا ہے۔

٢٥٢١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَاِنْ كَانَ مُوْسِرًا قُوِّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُعْتَقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جس نے دو آدمیوں کے درمیان مشترک غلام کو آزاد کیا، پس اگر وہ خوش حال ہے تو اس غلام کی قیمت ڈالی جائے گی، پھر اس کو آزاد کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٤٩١ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

مشترک غلام کو آزاد کرنے اور دوسرے شریک کے حصہ کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام شافعی، امام احمد اور اسحاق نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب کوئی غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو، پھر ان میں سے کوئی ایک شریک اس غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دے تو اس کے شریک کے حصہ کی قیمت ڈالی جائے گی اور پورا غلام آزاد کر دیا جائے گا اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو اس پر اپنے شریک کے حصہ کی ضمان نہیں ڈالی جائے گی اور اگر وہ خوش حال ہے تو پھر اس پر ضمان ڈالی جائے گی اور ظاہر حدیث کے مطابق غلام کی قیمت کے بقیہ حصہ کے لیے اس سے محنت مزدوری نہیں کرائی جائے گی۔

امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ جس شریک نے اس غلام میں سے اپنا حصہ آزاد نہیں کیا ہے، اس شریک کو اپنے حصہ کی قیمت ادا کرنے کے لیے غلام سے محنت مزدوری کرائی جائے گی جب کہ آزاد کرنے والا تنگ دست ہو۔

شعبی، حسن بصری، اوزاعی، سعید بن مسیب اور قتادہ وغیرہم کا بھی یہی قول ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے، جو عنقریب صحیح بخاری میں آ رہی ہے۔

اور رہے امام ابوحنیفہ تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ جب آزاد کرنے والا خوش حال ہو تو اس کے شریک کو اختیار ہے، وہ اگر چاہے تو اس غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کر دے اور ولاء دونوں شریکوں کے درمیان آدھی آدھی ہوگی اور اگر وہ چاہے تو اپنے حصہ کے عوض غلام سے محنت مزدوری کرائے، پس جب غلام کما کر نصف قیمت اس شریک کو ادا کر دے گا تو وہ آزاد کر دیا جائے گا اور اگر وہ دوسرا شریک چاہے تو آزاد کرنے والے شریک کو نصف قیمت کا ضامن قرار دے، پس جب آزاد کرنے والا دوسرے شریک کو نصف قیمت ادا کر دے گا تو اس کو آزاد کر دیا جائے گا اور وہ غلام محنت مزدوری سے نصف قیمت کما کر ضامن کو ادا کرے گا اور ولاء آزاد کرنے والے کے

لیے ہوگی' اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو پھر دوسرے شریک کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو وہ بھی اس غلام کو آزاد کر دے اور اگر وہ چاہے تو نصف قیمت کے عوض غلام سے کمائی کرائے' پس وہ جو بھی کرے' وَلاء ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگی۔

امام ابوحنیفہ کے مذہب کا حاصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک آزادی میں تجزّی اور تقسیم ہوئی ہے اور آزاد کرنے والے کا خوش حال ہونا غلام سے کمائی کرانے سے مانع نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے' جو اس حدیث کے بعد صحیح بخاری: ۲۵۲۲ میں آ رہی ہے' اس حدیث میں آزادی کے تجزّی اور تقسیم پر بھی دلیل ہے اور اس حدیث میں غلام سے کمائی کرانے کا بھی ثبوت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِىْ عَبْدٍ، فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ، قُوِّمَ الْعَبْدُ قِيمَةَ عَدْلٍ، فَاَعْطٰى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ، وَعَتَقَ عَلَيْهِ، وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا' پس اس کے پاس اتنا مال تھا جو غلام کی قیمت کو پہنچ جائے تو کسی نیک شخص سے غلام کی قیمت لگوائی جائے گی' پھر اس غلام کے شرکاء کو ان کے حصے دیئے جائیں گے اور اس غلام کو آزاد کر دیا جائے گا' ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ آزاد کیا جائے گا جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ غلام کے آزاد ہونے میں تجزّی اور تقسیم ہوتی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا موقف ہے۔

۲۵۲۳ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ، عَنْ اَبِىْ اُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِىْ مَمْلُوْكٍ فَعَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ، اِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَهُ، فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ عَلَى الْمُعْتِقِ، فَاُعْتِقَ مِنْهُ مَا اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا تو اس پر پورے غلام کو آزاد کرنا لازم ہے' بہ شرطیکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی قیمت کو پہنچ جائے' پس اگر اس غلام کے پاس مال نہ ہو تو اس غلام کی قیمت آزاد کرنے والے پر لگائی جائے گی اور اس غلام کا جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا تھا' اتنا حصہ آزاد کر دیا جائے گا۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اِخْتَصَرَهُ.

امام بخاری نے کہا: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی از عبیداللہ' اختصار کے ساتھ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' اور اس حدیث میں بھی امام ابوحنیفہ کے اس موقف پر واضح دلیل ہے کہ غلام کی آزادی کی تجزّی اور تقسیم ہو سکتی ہے۔

۲۵۲۴ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

اَيُّوْبَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ نَصِيْبًا لَهُ فِيْ مَمْلُوْكٍ، اَوْ شِرْكًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ، وَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيْمَتَهُ بِقِيْمَةِ الْعَدْلِ، فَهُوَ عَتِيْقٌ. قَالَ نَافِعٌ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ. قَالَ اَيُّوْبُ لَا اَدْرِيْ اَشَيْءٌ قَالَهُ نَافِعٌ، اَوْ شَيْءٌ فِي الْحَدِيْثِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس شخص نے مملوک میں اپنا حصہ یا غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال تھا جو عدل کے ساتھ اس غلام کی لگائی ہوئی قیمت کو پہنچتا تھا تو وہ غلام آزاد ہو گا' نافع نے کہا: ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ آزاد کر دیا جائے گا جتنا اس شخص نے آزاد کیا تھا۔ راوی ایوب نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ یہ آخری حصہ نافع کا قول ہے یا حدیث کا حصہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی آزادی کی تجزی اور تقسیم کا ذکر ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

٢٥٢٥ - **حَدَّثَنَا** اَحْمَدُ بْنُ مِقْدَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يُفْتِيْ فِي الْعَبْدِ اَوِ الْاَمَةِ، يَكُوْنُ بَيْنَ شُرَكَاءَ، فَيُعْتِقُ اَحَدُهُمْ نَصِيْبَهُ مِنْهُ، يَقُوْلُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ، اِذَا كَانَ لِلَّذِيْ اَعْتَقَ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ، يُقَوَّمُ مِنْ مَالِهِ قِيْمَةَ الْعَدْلِ، وَيُدْفَعُ اِلَى الشُّرَكَاءِ اَنْصِبَاؤُهُمْ، وَيُخَلّٰى سَبِيْلُ الْمُعْتَقِ، يُخْبِرُ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ اللَّيْثُ، وَابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، وَابْنُ اِسْحَاقَ، وَجُوَيْرِيَةُ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، وَاِسْمَاعِيْلُ بْنُ اُمَيَّةَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَصَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن مقدام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جو غلام یا باندی چند شرکاء کے درمیان مشترک ہو' پھر ان میں سے کوئی شخص اپنے غلام کے حصہ کو آزاد کر دے تو اس پورے غلام کو آزاد کرنا واجب ہو گا' جب کہ اس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی عدل کے ساتھ لگائی ہوئی قیمت کو پہنچتا ہو اور باقی شرکاء کو اس غلام میں ان کے حصوں کی قیمت ادا کی جائے گی اور اس غلام کا راستہ چھوڑ دیا جائے گا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس فتویٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث کو لیث' ابن ذئب' ابن اسحاق' جویریہ' یحییٰ بن سعید' اسماعیل بن امیہ نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اختصار سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلیل ہے۔

٥ - بَابٌ اِذَا اَعْتَقَ نَصِيْبًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ، وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ، اُسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ، عَلٰى نَحْوِ الْكِتَابَةِ

جب کوئی شخص غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دے اور اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام سے کمائی کرائی جائے گی اور اس پر مشقت نہیں ڈالی جائے گی جس طرح مکاتب میں ہوتا ہے

٢٥٢٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي النَّضْرُ بْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِّنْ عَبْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے النضر بن انس بن مالک نے حدیث بیان کی از بشیر بن نہیک از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلام کا ایک حصہ آزاد کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٥٢٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا أَوْ شَقِيصًا، فِي مَمْلُوكٍ، فَخَلَاصُهُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا قُوِّمَ عَلَيْهِ، فَاسْتُسْعِيَ بِهِ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ. تَابَعَهُ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ، وَأَبَانُ، وَمُوسَى بْنُ خَلَفٍ، عَنْ قَتَادَةَ، اخْتَصَرَهُ شُعْبَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از النضر بن انس از بشیر بن نہیک از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلام میں اپنا حصہ آزاد کیا تو اس غلام کو پورا آزاد کرنا اس کے ذمہ ہے' بہ شرطیکہ اس کے پاس مال ہو' ورنہ اس غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور اس سے کمائی کرائی جائے گی اور اس کو مشقت میں نہیں ڈالا جائے گا۔ سعید کی متابعت حجاج بن حجاج' ابان اور موسیٰ بن خلف نے کی ہے از قتادہ اور شعبہ نے اس کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۴۹۲ میں گزر چکی ہے۔ امام ابوحنیفہ نے ان مؤخر الذکر پانچ حدیثوں (۲۵۲۷-۲۵۲۲) کی اتباع کی ہے اور ان کے موافق مؤقف اختیار کیا ہے۔

٦ - بَابُ الْخَطَإِ وَالنِّسْيَانِ فِي الْعَتَاقَةِ وَالطَّلَاقِ وَنَحْوِهِ، وَلَا عَتَاقَةَ إِلَّا لِوَجْهِ اللّٰهِ

آزاد کرنے اور طلاق دینے میں اور اس کی مثل میں خطاء اور نسیان کا حکم' اور کسی غلام کو آزاد کرنے کا اعتبار صرف اللہ کی رضا کی صورت میں ہو گا

خطاء اور نسیان کے لغوی اور اصطلاحی معانی اور ان کے احکام

اس باب کے عنوان میں خطاء اور نسیان کا ذکر ہے' خطاء کا معنی ہے: صحیح اور درست کام کی ضد' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَّصَّدَّقُوْا. (النساء: ۹۲)

اور جس نے کسی مسلمان کو خطاءً (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔

اور نسیان کا معنی ہے: بھولنا' یعنی کسی چیز کی صورت انسان کے ذہن اور اس کے حافظہ سے نکل جائے اور جب اس کی نسبت اللہ

تعالیٰ کی طرف ہوتو اس کا معنی ہے: ترک کرنا' قرآن مجید میں ہے:

وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیۡتَ. (الکہف:۲۴) اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کرلیں۔

خطاء کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ کسی کام کو مکمل قصد کے بغیر کیا جائے اور نسیان کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ انسان کو بہت سی چیزیں یاد ہوں اور کسی ایک چیز کے علم کی صورت اس کے ذہن اور حافظہ سے نکل جائے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اس کو بہت سی چیزیں یاد ہوں' یہ اس لیے کہا ہے تا کہ نیند' بے ہوشی اور جنون سے احتراز ہو جائے۔ اگر انسان کوئی کام بلاقصد کرے اور معمولی سی تنبیہ سے وہ متنبہ ہو جائے تو اس کو سہو کہتے ہیں' ورنہ وہ خطاء ہے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ کسی چیز کے علم کی صورت انسان کے حافظہ میں ہو لیکن اس کی طرف توجہ نہ ہو تو وہ سہو ہے اور اس کے علم کی صورت حافظہ سے نکل جائے تو پھر وہ نسیان ہے۔

خطاء کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی سے کچھ اور کہنا چاہتا تھا مگر اس کے منہ سے نکل گیا: تجھ کو طلاق ہے' تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے خطاء سے طلاق دی یا بھول کر طلاق دی یا مذاق سے طلاق دی تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کے فقہاء احناف پر اعتراضات اور فقہاء احناف کے جوابات

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

عبداللہ بن طاؤس اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بغیر عدت کے طلاق نہیں ہوتی اور بغیر اللہ کی رضا کے آزاد کرنا نہیں ہوتا۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۹۴۱۔ ج ۱۱ ص ۲۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ امام بخاری نے اس تعلیق سے فقہاء احناف کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے' کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ تم شیطان کے لیے آزاد ہو یا بت کے لیے آزاد ہو' تو وہ آزاد ہو جائے گا' کیونکہ اس نے اپنی ولایت میں اور اپنے عمل میں تصرف کیا ہے اور اس نے شیطان کا یا بت کا جو نام لیا ہے' اس کی وجہ سے وہ گناہ گار ہوگا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آزاد کرنے کے ثواب کے لیے اخلاص ضروری ہے اور جب وہ غیر اللہ کا نام لے گا تو اس کو ثواب نہیں ملے گا لیکن غلام بہر حال آزاد ہو جائے گا۔ (میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جو شخص بت یا شیطان کا نام لے کر یہ کہے کہ میں فلاں بت کے لیے یا شیطان کے لیے تجھے آزاد کرتا ہوں' وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ سعیدی غفرلہٗ)

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ امۡرِئٍ مَّا نَوٰی. اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہر مرد کے لیے اسی چیز کا اجر ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱ میں ہے۔

وَلَا نِیَّۃَ لِلنَّاسِیۡ وَالۡمُخۡطِیٔ. اور بھولنے والے اور خطاء کرنے والے کی نیت نہیں ہوتی۔

اس کلام سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ چونکہ بھولنے والے اور خطا کار کی نیت نہیں ہوتی' اس لیے اگر وہ بھول کر اپنے غلام کو آزاد کر دے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا خطاء سے آزاد کر دے یا بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق اور اس کے آزاد کرنے کو واقع نہیں ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بھولنے والا یا خطاء کار عاقل' بالغ ہے' اس لیے اس کے کلام کو لغو نہیں قرار دیا جائے گا اور اس کے کلام کو

نافذ کر دیا جائے گا' نیز اگر نسیان اور خطاء سے طلاق اور آزادی کو نافذ نہ کیا جائے تو پھر نہ کوئی غلام آزاد ہوگا اور نہ کسی بیوی کو طلاق پڑے گی کیونکہ کوئی شخص طلاق دے کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے بھولے سے طلاق دی تھی یا غلطی سے میرے منہ سے طلاق کا لفظ نکل گیا تھا' میں کہنا کچھ اور چاہتا تھا' اسی طرح جب کوئی شخص اپنے غلام سے کہہ دے کہ تم آزاد ہو تو وہ بھی بعد میں اسی طرح بہانے کر سکتا ہے۔

اس بحث میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے خطاء' نسیان اور جبراً کیے جانے والے کاموں کو اٹھالیا گیا ہے۔(تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۷۸۹' کنز العمال: ۱۰۳۰۷)

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ جب امت سے خطاء اور نسیان کی صورت میں حکم اُٹھالیا گیا ہے تو جب کوئی اُمتی بھولے سے طلاق دے گا یا غلام آزاد کرے گا تو اس پر کوئی حکم مترتب نہیں ہوگا۔اس کا جواب یہ ہے کہ حقوق اللہ میں نسیان یا خطاء سے جو کام کیا جائے اس پر مواخذہ نہیں ہوگا لیکن حقوق العباد میں اور دنیاوی معاملات میں ان پر حکم مترتب ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۲۸ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِيْ عَنْ اُمَّتِيْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا، مَا لَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَكَلَّمْ.

[اطراف الحدیث: ۵۲۶۹۔ ۶۶۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از قتادہ از زُرارۃ بن اوفیٰ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے سینوں میں جو وسوسے آتے ہیں' ان سے اللہ نے درگزر فرمالیا ہے جب تک کہ وہ ان پر عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۷' الرقم المسلسل: ۲۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹' سنن ترمذی: ۱۱۸۶' سنن نسائی: ۳۴۳۳' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۴۹۸۔ ج ۱۵ ص ۳۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب

اس باب کا عنوان ہے: آزاد کرنے میں اور طلاق دینے میں خطاء اور نسیان کا حکم' اور اس باب میں جو حدیث ذکر کی ہے' وہ وسوسہ کے متعلق ہے اور اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری اس حدیث کی روایت کر کے اس پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب تک کوئی شخص وسوسہ کے مطابق کلام یا عمل نہ کرے' اس کے وسوسہ اور خیال کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اسی طرح جب تک انسان پورے عزم سے کلام نہ کرے تو اس کے نسیان اور خطاء کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی' اس میں حُمید کی طرف نسبت ہے اور راوی کے اجداد کی طرف نسبت ہے اور ان کے جد اعلیٰ کا نام ہے: عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبید اللہ بن اسامہ بن عبداللہ بن الزبیر بن حمید ابوبکر (۲) سفیان بن عیینہ (۳) مسعر بن کدام (۴) قتادہ (۵) زرارۃ ابن ابی اوفیٰ' ان کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۶)

وسوسہ کی تعریف' اس امت کے ساتھ اس کی تخصیص اور ''ھَمّ'' اور عزم کا فرق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میری امت کے سینوں میں جو وسوسے آتے ہیں' ان سے اللہ نے درگزر فرمالیا ہے' جب تک کہ وہ ان پر عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے۔

یہ اس امت کی خصوصیت ہے اور اس سے پہلی امتوں کا وسوسوں پر مواخذہ ہوتا تھا' اس میں اختلاف ہے کہ ابتداء اسلام میں وسوسوں پر مواخذہ ہوتا تھا' پھر اس کو منسوخ کر دیا اور امت پر تخفیف کر دی یا یہ تخصیص ہے اور نسخ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡهُ يُحَاسِبۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ فَيَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ. (البقرہ:۲۸۴)

اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' سو جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔

حضرت ابوہریرہ' حضرت ابن عباس اور دیگر متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ اس آیت کا حکم درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَتۡ. (البقرہ:۲۸۶)

اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا' جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ہیں ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے اور جو اس نے بُرے کام کیے ہیں' ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ علماء نے کہا ہے کہ جس نے اپنے دل سے گناہ کا عزم کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اس گناہ پر اس کا مواخذہ کیا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گناہ کے عزم اور دل کے باقی تمام بُرے افعال پر مواخذہ ہوتا ہے جیسے حسد کرنا اور بے حیائی کے پھیلانے سے محبت کرنا لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے دل میں ان کاموں کو جما لے اور حدیث میں جو وارد ہوا کہ وسوسوں پر مواخذہ نہیں ہوتا' یہ اس صورت میں ہے جب وہ ان وسوسوں کو دل میں نہ جمائے اور ان کے موافق کام کرنے کا عزم نہ کرے اور اس کے دل میں صرف بُرے کاموں کا خیال آئے اور ان کاموں پر وہ دل کو نہ جمائے اور اس کو ''ھَمّ'' کہتے ہیں اور ''ھَمّ'' میں اور عزم میں فرق کیا جاتا ہے ''ھَمّ'' کی تعریف یہ ہے کہ انسان کوئی بُرا کام کرنے کا سوچے اور غالب جانب اس کام کو کرنے کی ہو اور مغلوب جانب یہ ہو کہ وہ اس کام کو نہ کرے' کیونکہ ہوسکتا ہے اس کام سے اس کو دنیا اور آخرت میں نقصان ہو' اور جب یہ مغلوب جانب زائل ہو جائے اور انسان کا دل یہ کہے کہ خواہ اس کام میں اس کو نقصان ہو' وہ اس کام کو ضرور کرے گا اور اس کام کو کرنے کا مصمم ارادہ کرلے تو اس کو عزم کہتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انسان وسوسے پر عمل نہ کرے' اس سے مواخذہ نہیں ہوتا خواہ وہ اس وسوسہ کو دل میں جمائے یا نہ جمائے اور آپ نے یہ کہا ہے کہ جب وہ وسوسہ پر دل کو جمائے تو اس پر مواخذہ ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث صحیح میں مطابقت کے لیے اس حدیث کو اس صورت پر (یعنی مصمم ارادہ پر) محمول کرنا ضروری ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ. (النور:۱۹)

بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلے' ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

نیز وسوسہ کا لفظ تردّد اور تزلزل میں استعمال ہوتا ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے: جو چیز فکر میں گردش کرتی ہو اور اس کے لیے ٹھہراؤ اور جماؤ نہ ہو وہ ''ھَمّ'' ہے اور جو چیز دل و دماغ میں راسخ ہو جائے اور اس پر دل جم جائے' وہ عزم ہے اور اگر وہ کام نیک ہو تو اس پر ثواب ہوتا ہے اور اگر وہ کام برا ہو تو اس پر مواخذہ ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ قاضی عیاض نے ''ھَمّ'' اور عزم میں جو فرق بیان کیا ہے' عام اہل علم' فقہاء' متکلمین' محدثین اور مفسرین کا یہی مختار ہے اور جو اس کی مخالفت کرے' اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۱۳ ص ۱۲۸۔۱۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۲۹ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَلِامْرِئٍ مَّا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم التیمی از علقمہ بن وقاص اللیثی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی عمل ہوتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہو' پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو (اللہ کے نزدیک) اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف (ہی) ہے اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو' جس کو وہ پائے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت (اللہ کے نزدیک) اسی کی طرف ہے' جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نیت کا ذکر ہے۔

۷ - بَابٌ إِذَا قَالَ رَجُلٌ لِعَبْدِهِ هُوَ لِلَّهِ، وَنَوَى الْعِتْقَ، وَالْإِشْهَادُ فِي الْعِتْقِ

کسی شخص نے آزاد کرنے کی نیت سے اپنے غلام سے کہا: وہ اللہ کے لیے ہے (تو وہ آزاد ہو گیا) اور اس پر گواہ بنانا چاہیے

۲۵۳۰ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ لَمَّا أَقْبَلَ يُرِيدُ الْإِسْلَامَ، وَمَعَهُ غُلَامُهُ، ضَلَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ، فَأَقْبَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، هٰذَا غُلَامُكَ قَدْ أَتَاكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی از محمد بن بشر از اسماعیل از قیس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ اسلام لانے کے ارادہ سے نکلے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا' (راہ میں) وہ دونوں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے' پھر اس کے بعد جب حضرت ابوہریرہ آئے تو ان کا غلام بھی آ گیا' اس وقت وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! لو یہ تمہارا غلام بھی آ گیا

فَقَالَ اَمَا اِنِّی اُشْهِدُكَ اَنَّهٗ حُرٌّ، قَالَ فَهُوَ حِيْنَ يَقُوْلُ:
يَا لَيْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا
عَلٰى اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ
[اطراف الحدیث:۲۵۳۱-۲۵۳۲-۴۳۹۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: میں آپ کو گواہ کر کے یہ کہتا ہوں کہ یہ آزاد ہے' راوی کہتا ہے کہ اس وقت حضرت ابوہریرہ نے یہ شعر پڑھا تھا:

ہائے وہ کتنی لمبی اور تکلیف دِہ رات تھی
جس نے مجھے دارالکفر سے نجات دلائی تھی

غلام کو آزاد کرنے کے لیے اس کی آزادی پر گواہ بنانا ضروری نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ وہ آزاد ہے' یا وہ اللہ کی رضا کے لیے ہے یا وہ اللہ کے لیے ہے اور اس سے اس غلام کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس غلام کو آزاد کرے' اور ہر وہ کلام جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنے غلام کو آزاد کر رہا ہے' اس سے وہ غلام آزاد ہو جائے گا' اور اس پر گواہ بنانا آزاد ہونے والے غلام کے حقوق سے متعلق ہے' اور اللہ کے نزدیک گواہ بنائے بغیر بھی اس کا آزاد کرنا مکمل ہو جائے گا' آزاد کرنے کا تعلق صرف اس کے قول اور اس کی نیت سے ہے اور گواہ بنانے کا اس میں دخل نہیں ہے' حضرت عمران کی بیوی نے کہا تھا:

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ. (آل عمران:۳۵)

اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے' اس کی میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے (خاص تیرے لیے دیگر ذمہ داریوں سے) آزاد کیا ہوا' سو تو میری طرف سے (اس نذر کو) قبول فرما۔

ان کا خیال تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا اور انہوں نے اس کو مسجد قدس کی خدمت کرنے کے لیے وقف کرنے کی نیت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ. (آل عمران:۳۷)

تو اس کے رب نے اس کو اچھی طرح قبول فرمالیا۔

حضرت عمران کی بیوی کی نذر صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے پوری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی طرف سے قبول فرما لیا' اور ان کے پیٹ میں جو بھی بچہ تھا' اس کو انہوں نے مسجد قدس کے لیے وقف کرنے کی نذر مان لی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اس پر گواہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب انسان کی اُمید پوری ہو جائے اور اس کو فتنوں اور مصائب سے نجات مل جائے تو اس کے شکر میں غلام آزاد کرنا چاہیے' جس طرح جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دارالکفر سے نجات مل گئی اور غم کی لمبی رات ختم ہوگئی اور ان کا گم شدہ غلام مل گیا تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس غلام کو آزاد کر دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۵۳۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ فِی الطَّرِيْقِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

یَا لَیْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا
عَلٰی اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ
قَالَ وَاَبَقَ مِنِّیْ غُلَامٌ لِیْ فِی الطَّرِیْقِ، قَالَ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَایَعْتُهٗ، فَبَیْنَا اَنَا عِنْدَهٗ اِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ، فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ، هٰذَا غُلَامُكَ. فَقُلْتُ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ. فَاَعْتَقْتُهٗ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ یَقُلْ اَبُوْ كُرَیْبٍ، عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ حُرٌّ.

میں حاضر ہوا تو میں نے راستہ میں یہ شعر پڑھا:
ہائے وہ کتنی لمبی اور تکلیف دِہ رات تھی
جس نے مجھے دارالکفر سے نجات دلائی تھی
حضرت ابوہریرہ نے بتایا: میرا غلام راستہ میں مجھ سے بھاگ گیا تھا' پس جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ سے بیعت کی' پس جس وقت میں آپ کی خدمت میں تھا تو اچانک میرا غلام آ گیا' تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ تمہارا غلام ہے! میں نے کہا: یہ اللہ کے لیے آزاد ہے' پس میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ امام ابوعبداللہ نے کہا کہ ابوکریب نے از ابواسامہ یہ نہیں کہا کہ وہ آزاد ہے۔

اس حدیث کی شرح ابھی صحیح البخاری: ٢٥٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٢٥٣٢ - حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ حُمَیْدٍ، عَنْ اِسْمَاعِیْلَ، عَنْ قَیْسٍ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَمَعَهٗ غُلَامُهٗ، وَهُوَ یَطْلُبُ الْاِسْلَامَ، فَضَلَّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ بِهٰذَا، وَقَالَ اَمَا اِنِّیْ اُشْهِدُكَ اَنَّهٗ لِلّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں شہاب بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن حمید نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے بیان کیا: جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ساتھ ان کا غلام تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام کو طلب کرنے آ رہے تھے' پس وہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے' (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہے تمہارا غلام!) حضرت ابوہریرہ نے کہا: بہرحال میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ غلام اللہ کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٢٥٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ اُمِّ الْوَلَدِ — ام الولد کا بیان

ام الولد کی آزادی اور اس کی بیع کے متعلق مذاہب فقہاء اور ان کے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ بیان کرتے ہیں:

اس باب میں ام الولد کے حکم کا بیان ہے' امام بخاری نے عنوان میں یہ نہیں بیان کیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے اس حکم کے بیان کو اس لیے ترک کر دیا کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین علماء کا امّ الولد کو آزاد کرنے میں اور اس کی بیع کے جواز میں اختلاف ہے' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ ام الولد کی بیع جائز نہیں ہے' اور اس کی مثل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز سے بھی مروی ہے' اور یہ حسن بصری' عطاء' مجاہد' سالم' ابن شہاب اور ابراہیم نخعی اور اکثر فقہاء تابعین سے مروی ہے' امام مالک' سفیان ثوری' اوزاعی' لیث' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے' اور یہی امام ابویوسف' امام محمد' امام زفر اور امام احمد کا قول ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر' حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم' ام الولد کی بیع کو جائز قرار دیتے تھے۔ داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے' حضرت جابر اور حضرت ابوسعید نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں امہات الاولاد کو فروخت کرتے تھے' امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تھے اور ہم امہات الاولاد کو فروخت کرتے تھے اور آپ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ کی باندی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آپ نے فرمایا: ماریہ کو ان کے بچے نے آزاد کر دیا' مگر اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور اس حدیث کو محدثین ثابت نہیں قرار دیتے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس باندی سے اس کے مالک کا بچہ پیدا ہوا تو اپنے مالک کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہے' حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس حکم کی دلیل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ. (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں' ان کی اطاعت کرو۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحبانِ امر میں سے ہیں اور انہوں نے فرمایا: اُمّ ولد کو اس کا بچہ آزاد کر دیتا ہے خواہ وہ ولد ناتمام ہو (کچا بچہ جو نو ماہ کی مدت سے کم میں پیدا ہوا ہو)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ باندی سے اس کا مالک پیدا ہوگا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۵۰ میں ہے' وہیں اس کی مفصل شرح گزر چکی ہے۔

۲۵۳۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ عُتْبَةَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ، عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنْ يَّقْبِضَ اِلَيْهِ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ، قَالَ عُتْبَةُ اِنَّهُ ابْنِيْ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْفَتْحِ، اَخَذَ سَعْدٌ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ، فَاَقْبَلَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَقْبَلَ مَعَهُ بِعَبْدِ بْنِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا ابْنُ اَخِيْ، عَهِدَ اِلَيَّ اَنَّهُ ابْنُهُ، فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا اَخِي ابْنُ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ، وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ، فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى ابْنِ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ، فَاِذَا هُوَ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی کے بیٹے پر اس کی طرف سے قبضہ کر لیں' عتبہ نے کہا: کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے' تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے زمانہ میں آئے تو حضرت سعد نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کو پکڑا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور ان کے ساتھ ساتھ عبد بن زمعہ بھی گئے' پس حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے' اس نے مجھ کو یہ وصیت کی تھی کہ یہ اس کا بیٹا ہے' پس عبد بن زمعہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے' زمعہ کی باندی کا بیٹا ہے اور اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کی طرف

يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ. مِنْ اَجَلِ اَنَّهُ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ اَبِيْهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجِبِىْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ. مِمَّا رَاٰى مِنْ شَبَهِهٖ بِعُتْبَةَ، وَكَانَتْ سَوْدَةُ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

دیکھا تو وہ تمام لوگوں سے زیادہ زمعہ کے مشابہ تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے کیونکہ یہ تمہارے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سودہ بنت زمعہ! تم اس سے پردہ کیا کرو کیونکہ آپ نے اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت دیکھی تھی اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٥٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اس باندی کا ذکر ہے' جس سے بچہ پیدا ہوا تھا اور وہی اُم ولد ہوتی ہے اور اس باب کا عنوان ام ولد ہے۔

٩ - بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ
مدبّر کی بیع

مدبّر' اس غلام کو کہتے ہیں جس کو اس کا مالک کہہ دے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔

٢٥٣٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِىْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَعْتَقَ رَجُلٌ مِّنَّا عَبْدًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فَبَاعَهُ. قَالَ جَابِرٌ مَاتَ الْغُلَامُ عَامَ اَوَّلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے ایک آدمی نے اپنے غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزاد کرنے کا کہہ دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو بلایا اور اس کو فروخت کر دیا' حضرت جابر نے بتایا کہ وہ غلام پہلے سال فوت ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٤١ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مُدبّر کا ذکر ہے۔

١٠ - بَابُ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهٖ
وَلاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنے کا حکم

کسی غلام کو کوئی شخص آزاد کر دے' آزاد ہونے کے بعد وہ شخص بہت مال حاصل کرے' پھر وہ مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر اس کا ترکہ اس کے آزاد کرنے والے کو ملتا ہے' اس کو وَلاء کہتے ہیں۔

٢٥٣٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ.

[طرف الحدیث: ٦٧٥٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَلاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٥٠٦' الرقم المسلسل: ٣٦٧٩' سنن ابوداؤد: ٢٩١٩' سنن ترمذی: ١٢٤٠' سنن نسائی: ٤٦٦٨' سنن ابن ماجہ: ٢٧٤٧' سنن کبریٰ للنسائی: ٤٧٣' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٢' تاریخ بغداد ج ٩ ص ١٠٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٤ ص ٢٤٥' المعجم الکبیر: ١٣١٨٤' المعجم الاوسط: ٦٢٧' مسند احمد

ج ۲ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۶۰ ۴ ۔ ج ۸ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ کی ممانعت پر دلائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء حجاز و عراق کا اس پر اجماع ہے کہ ولاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن التین نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ولاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا حلال نہیں ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرتا ہے اور ولاء کا حکم نسب کے حکم کی طرح ہے' پس جس طرح نسب کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے' اسی طرح ولاء کو نقل کرنا اور اس کی تحویل کرنا بھی جائز نہیں ہے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

۲۵۳۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاھِیْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتِ اشْتَرَیْتُ بَرِیْرَۃَ، فَاشْتَرَطَ اَھْلُھَا وَلَاءَ ھَا، فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ اَعْتِقِیْھَا، فَاِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْطَی الْوَرِقَ. فَاَعْتَقْتُھَا، فَدَعَاھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَیَّرَھَا مِنْ زَوْجِھَا، فَقَالَتْ لَوْ اَعْطَانِیْ کَذَا وَ کَذَا مَا ثَبَتُّ عِنْدَہٗ، فَاخْتَارَتْ نَفْسَھَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدا تو اس کے مالکوں نے اپنے لیے ولا کی شرط لگائی' میں نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: تم اس کو آزاد کر دو' بے شک ولاء اس کی ہوتی ہے جو درہم عطا کرتا ہے' پس میں نے حضرت بریرہ کو آزاد کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو بلایا اور ان کو ان کے شوہر کے نکاح میں برقرار رہنے کا اختیار دیا' تو حضرت بریرہ نے کہا کہ اگر ان کے شوہر مجھے اتنی اتنی دولت دیں' پھر بھی میں ان کے ساتھ نہیں رہوں گی' پس انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا (یعنی اپنے شوہر کے نکاح کو مسترد کر دیا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ولاء کو منتقل نہیں کیا جاتا۔

۱۱ - بَابٌ اِذَا اُسِرَ اَخُو الرَّجُلِ، اَوْ عَمُّہٗ، ھَلْ یُفَادٰی اِذَا کَانَ مُشْرِکًا؟

جب کسی مسلمان کا مشرک بھائی یا چچا ہو تو آیا ان کو رہا کرانے کے لیے اس کی طرف سے فدیہ دیا جا سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا بھائی یا چچا قید کر لیا جائے تو آیا اس کو رہا کرانے کے لیے فدیہ دیا جا سکتا ہے؟

امام بخاری نے اس عنوان میں حکم نہیں بیان کیا' کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

امام بخاری نے اس باب کی حدیث میں بھائی اور چچا کے ذکر پر اقتصار کیا ہے کیونکہ انہوں نے اس باب کی حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی اور چچا کا مالک ہو جائے تو وہ اس کی ملکیت میں آنے سے آزاد نہیں ہوں گے' اسی طرح چچا زاد

بھائی بھی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالِ غنیمت میں اپنے حصہ سے اپنے چچا حضرت عباس اور اپنے چچازاد بھائی عقیل کے مالک ہو گئے تھے لیکن وہ آزاد نہیں ہوئے' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ اپنے بھائی عقیل اور اپنے چچا عباس کے مالک ہو گئے تھے' لیکن وہ آزاد نہیں ہوئے۔

ملکیت کے بعد ذورحم محرم کے آزاد ہونے میں مذاہب فقہاء

اس مسئلہ میں اختلافِ فقہاء اس طرح ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ کتاب اللہ میں جو اہل فرائض ہیں صرف وہی کسی شخص کی ملکیت میں آنے سے آزاد کیے جائیں گے اور وہ اولاد ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہوں' اور بیٹے کی اولاد یا اولاد در اولاد ہوں' اور باپ' دادا اور دادیاں وغیرہ اور اس کے بھائی خواہ عینی ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی ہوں۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اولاد اور باپ دادا کا کوئی شخص مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائیں گے لیکن بھائی آزاد نہیں ہوں گے' ان کی دلیل یہ ہے کہ عقیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور جب حضرت علی مالِ غنیمت میں اپنے حصہ کی وجہ سے اس کے مالک ہو گئے تو وہ آزاد نہیں کیے گئے۔

اور فقہاء احناف کے نزدیک جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے اور ذورحم محرم وہ لوگ ہیں جو بلا واسطہ کسی ایک اصل کی طرف منسوب ہوں جیسے دو بھائی یا اُن میں سے ایک' ایک واسطہ سے منسوب ہو اور دوسرا دو واسطوں سے منسوب ہو' جیسے چچا اور چچا کا بیٹا اور جو رشتہ دار محرم نہ ہوں' وہ آزاد نہیں ہوتے جیسے ماموں زاد بھائی اور چچازاد بھائی اور خالہ زاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی وغیرہ۔

ذورحم محرم کی ملکیت سے اس کے آزاد ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۴۹' سنن ترمذی: ۱۳۶۵' سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۴)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہو گا۔
(سنن ابوداؤد: ۳۹۵۰)

حسن بصری نے کہا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ محرم آزاد ہو جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۵۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہے۔
(سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۵' سنن ترمذی: ۱۳۶۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵)

وَقَالَ اَنَسٌ قَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: میں نے اپنے نفس کا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۴۲۱ میں مذکور ہے۔

حضرت عباس کا اپنا فدیہ دینے اور عقیل کا فدیہ دینے کی مفصل روایت

امام بیہقی نے سند موصول کے ساتھ ابراہیم بن طہمان سے روایت کی ہے کہ عباس' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے' جب ان کو جنگ بدر

میں قید کیا گیا تو انہوں نے سونے کے سوا وقیہ اپنے نفس کا فدیہ دیا۔ ابن کثیر نے کہا کہ انہوں نے اپنے بھتیجوں عقیل کی اور نوفل کی طرف سے بھی فدیہ دیا۔ ہشام بن الکلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت عباس نے چار ہزار درہم اپنے نفس کا فدیہ دیا اور مسلمان ہر قیدی سے چالیس اوقیہ فدیہ لے رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عباس سے دگنا فدیہ لو حضرت عباس نے کہا: آپ نے تو مجھے ساری زندگی کے لیے فقر میں چھوڑا ہے! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو تم ام الفضل کے پاس چھوڑ کر آئے تھے؟ حضرت عباس نے کہا: اے بھتیجے! آپ کو اس مال کی کس نے خبر دی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ نے اس کی خبر دی! تب حضرت عباس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں! اور آج سے پہلے مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' وہ مسلمان ہو گئے اور اپنے دونوں بھتیجوں کو بھی اسلام لانے کا حکم دیا' چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ (مگر صحیح یہ ہے کہ عقیل بن ابی طالب مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ سعیدی غفرلہٗ)

زہری نے ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ قریش نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ کی رقوم بھیجیں' پس ہر قوم نے اتنا فدیہ دیا جس سے مسلمان راضی ہو گئے' حضرت عباس نے کہا: یارسول اللہ! میں تو مسلمان تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپ کے اسلام کا اللہ کو علم ہے' اگر ایسا ہی ہے جیسا آپ نے کہا ہے تو اللہ آپ کو جزاء دے گا' لیکن آپ کا ظاہر یہ ہے کہ آپ ہم پر حملہ کرنے والوں میں شریک تھے' آپ اپنا فدیہ بھی دیں اور اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی فدیہ دیں' نوفل بن الحارث بن عبد المطلب کا اور عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا جو بنی الحارث بن فہر کے بھائی ہیں' حضرت عباس نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس اتنا مال نہیں ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ مال کہاں ہے جس کو تم نے اور ام الفضل دونوں نے مل کر دفن کیا تھا؟ حضرت عباس کہتے ہیں کہ پھر میں نے کہا: میں نے اس سفر میں جو مال پایا تھا' سو وہ یہ مال ہے جس کو میں نے ام الفضل کے ساتھ مل کر دفن کیا تھا' اپنے بیٹوں فضل' عبد اللہ اور قثم کے لیے' اور اللہ کی قسم! یہ وہ مال ہے جس کو میرے اور ام الفضل کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا' پھر حضرت عباس نے اپنا فدیہ بھی دیا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی فدیہ دیا اور اپنے حلیف کا فدیہ بھی دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۳۹)

وَكَانَ عَلِيٌّ لَهُ نَصِيبٌ فِي تِلْكَ الْغَنِيمَةِ الَّتِي أَصَابَ مِنْ أَخِيهِ عَقِيلٍ وَمِنْ عَمِّهِ عَبَّاسٍ.

اور اس مالِ غنیمت میں حضرت علی کا بھی حصہ تھا جو ان کے بھائی عقیل اور ان کے چچا عباس سے ملا تھا۔

امام بخاری کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت علی کی ملکیت میں آنے کے باوجود عباس اور عقیل آزاد کیوں نہیں ہوئے؟

یہ امام بخاری کی عبارت ہے جو انہوں نے اس چیز پر استدلال کرنے کے لیے پیش کی ہے کہ محض بھائی یا چچا کے ملکیت میں آ جانے سے وہ آزاد نہیں ہوتے ورنہ حضرت علی جب مالِ غنیمت کے حصہ سے حضرت عباس اور عقیل کے مالک ہو گئے تھے تو وہ بھی آزاد ہو جاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کافر مالِ غنیمت کی وجہ سے ابتداءً ملکیت میں نہیں آتا بلکہ مسلمان کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اس کو قتل کر دے یا اس کو غلام بنا لے یا اس سے فدیہ لے لے' اس وقت تک حضرت عباس اسلام نہیں لائے تھے اور عقیل آخر وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے' لہٰذا وہ اس حکم میں نہیں تھے کہ حضرت علی کی ملکیت میں آتے ہی وہ آزاد ہو جاتے۔

۲۵۳۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوسٰى' عَنِ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ

شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ، اِسْتَاْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِئْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ اُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ، فَقَالَ لَا تَدَعُوْنَ مِنْهُ دِرْهَمًا. [اطراف الحدیث: ۳۰۴۸-۴۰۱۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے حدیث بیان کی از موسیٰ از ابن شہاب' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے چند مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ اجازت طلب کی کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عباس سے فدیہ لینے کو ترک کر دیں؟ آپ نے فرمایا: تم ان سے ایک درہم کو بھی ترک نہ کرو۔

عباس کے فدیہ سے ایک درہم بھی نہ چھوڑنے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم عباس سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے ایک درہم بھی چھوڑنے سے جو منع فرمایا ہے' اس ممانعت کی علت میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس وقت عباس مشرک تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے عباس کے ساتھ رعایت کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ کہیں کسی مسلمان کے دل میں یہ بدگمانی نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا کے ساتھ رعایت کر رہے ہیں' جس طرح آپ نے انصار کو منع کیا تھا کہ وہ جنگ بدر میں عتبہ' شیبہ اور ولید کو اپنے ساتھ مقابلہ کے لیے نہ للکاریں کیونکہ اگر انصار اس مقابلہ میں شہید ہو جاتے تو ہو سکتا تھا کہ باقی انصار کے دلوں میں بدگمانی آتی' اس لیے آپ نے حضرت علی' حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ ان کی للکار کا جواب دیں۔

مصنف کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ عباس غزوۂ بدر کے دن قریش کے ساتھ قید کیے گئے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش سے فدیہ لیا تھا تو انصار نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے اور آپ کی عباس سے قرابت کی وجہ سے ان سے فدیہ لینے کو ترک کر دیں' سو آپ نے اس کی اجازت نہیں دی اور مساوات کے اصول کو قائم رکھا کہ جب سب جنگی قیدیوں سے فدیہ لیا جا رہا ہے تو آپ کے چچا عباس سے بھی فدیہ لیا جائے گا اور آپ کے ساتھ نسبی قرابت کی وجہ سے ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی اور یہی آپ کی سیرت کا وہ زریں پہلو ہے جس کی وجہ سے اسلام بہت جلد لوگوں کے دلوں میں پھیل گیا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ عباس مال دار آدمی تھے اور اس وقت مسلمانوں کو مال کی ضرورت تھی' سو ان سے پورا پورا فدیہ لیا گیا اور اس کو غانمین کے حقوق میں صرف کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۱)

۱۲ - بَابُ عِتْقِ الْمُشْرِكِ مشرک کو آزاد کرنا

نفلی طور پر مشرک غلام کو آزاد کرنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' اختلاف اس صورت میں ہے کہ کسی چیز کے کفارہ میں مشرک غلام کو آزاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۵۳۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ، وَحَمَلَ عَلٰى مِائَةِ بَعِيْرٍ، فَلَمَّا اَسْلَمَ حَمَلَ عَلٰى مِائَةِ بَعِيْرٍ، وَاَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ، قَالَ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ نے زمانۂ جاہلیت میں سو غلام آزاد کیے تھے اور ان کو سو اونٹوں پر سوار کیا تھا' پھر جب وہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے سو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ اَشْيَاءَ كُنْتُ اَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، كُنْتُ اَتَحَنَّثُ بِهَا؟ يَعْنِي اَتَبَرَّرُ بِهَا، قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ.

اونٹ سواری کے لیے دیئے اور سو غلام آزاد کیے تھے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ جن کاموں کو میں زمانۂ جاہلیت میں نیکی سمجھ کر کرتا تھا' ان کا کیا حکم ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے جو پہلے نیکی کی تھی' اسی کی وجہ سے تم کو اسلام لانے کی توفیق ملی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٣٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ حکیم بن حزام نے زمانۂ جاہلیت میں جن غلاموں کو آزاد کیا تھا' وہ مشرک ہی تھے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفلی طور پر مشرک غلاموں کو بھی آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکیم بن حزام کے اس فعل پر ردّ نہیں فرمایا اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان کسی مشرک غلام کو آزاد کر دے تو اس کو اس فعل پر اجر ملے گا۔

اگر قسم اور ظہار کے کفارہ میں مشرک غلام کو آزاد کر دیا جائے تو ہمارے نزدیک یہ جائز ہے اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' جس طرح قتل خطاء کے کفارہ میں یہ جائز نہیں ہے' امام احمد کا ایک قول ہمارے مذہب کی مثل بھی ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم اور ظہار کے کفارے میں مطلقاً غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے' قسم کے کفارہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ. (المائدہ:٨٩)

سو (قسم کا) کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اور جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو' وہ تین دن کے روزے رکھے۔

اور ظہار کے کفارہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا. (المجادلہ:٣)

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیں' پھر عمل زوجیت کے لیے لوٹنا چاہیں جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں تو ان پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام کی گردن کو آزاد کرنا ہے۔

قسم اور ظہار دونوں کے کفارے میں مطلقاً غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اور قتل خطاء کے کفارے میں مؤمن غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ. (النساء:٩٢)

اور جس نے کسی مسلمان کو خطاءً (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے' اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں' پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان کی گردن (غلام یا لونڈی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اگر وہ (مقتول) اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان کی گردن

(غلام یا باندی) کو آزاد کیا جائے۔

سو کفارہ قسم اور کفارہ ظہار میں مطلقاً غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا اور قتل خطاء کی آیت میں مؤمن غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر نص پر اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے' جو نص مطلق ہے' اس پر اطلاق کے ساتھ عمل کیا جائے اور جو نص مقید ہے اس پر تقیید کے ساتھ عمل کیا جائے اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے میں یہ دقت اور ژرف نگاہی صرف امام ابوحنیفہ کے مذہب کی خصوصیت ہے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ مَّلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيْقًا، فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدٰى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ

اہل عرب میں سے کسی کو غلام بنانا' اور اس کو فروخت کرنا' اور عرب باندی سے جماع کرنا اور فدیہ لینا' اور بچوں کو قید کر کے غلام بنانا' پھر ہبہ کرنا

اس باب میں اہل عرب میں سے کسی کو غلام بنانے کا حکم بیان کیا گیا ہے' امام بخاری نے اس باب میں پانچ اُمور کا ذکر کیا ہے:

(۱) ہبہ کرنا (۲) فروخت کرنا (۳) جماع کرنا (۴) فدیہ لینا (۵) قید کرنا' اور اس باب میں چار احادیث بیان کی ہیں اور فروخت کرنے کے علاوہ ہر امر کے متعلق حدیث روایت کی ہے اور فروخت کرنے کا بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں ذکر ہے۔

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ ارادہ کیا ہے کہ اہل عرب کو غلام بنانے میں فقہاء کا اختلاف ہے' جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ جب اہل عرب کو قید کر لیا جائے تو ان کو غلام بنانا جائز ہے' اور جب کوئی شخص کسی عرب باندی سے شادی کر لے تو اس کی اولاد بھی تبعاً غلام ہوگی۔ فقہاء احناف' امام مالک' امام شافعی اور لیث کا یہی مؤقف ہے' اور ان کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں۔

ثوری' اوزاعی اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ اہل عرب کو غلام نہیں بنایا جائے گا' سعید بن المسیب کا بھی یہی قول ہے اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ جب کسی شخص نے کسی باندی سے نکاح کیا اور اس کو یہ علم تھا کہ وہ باندی ہے تو اس سے جو اولاد ہوگی' وہ اس کے مالک کی غلام ہوگی خواہ وہ عربی ہو' قریشی ہو یا کوئی اور ہو۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوٗنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ○﴾ (النحل:۷۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ایک ایسے غلام کی مثال بیان فرماتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے اور کسی چیز پر قادر نہیں ہے' اور (دوسرا) ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنی طرف سے عمدہ رزق عطاء فرمایا ہے' سو وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر اور ظاہراً خرچ کرتا ہے' کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہے بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے○ (النحل:۷۵)

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً عبد مملوک کا ذکر کیا ہے اور اس عبد مملوک یعنی غلام کو عجمی ہونے کے ساتھ مقید نہیں کیا' اس سے معلوم ہو گیا کہ غلام بنانے میں عربی اور عجمی کا کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۵۴۰،۲۵۳۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ذَكَرَ عُرْوَةُ اَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ اَخْبَرَاهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ عروہ نے ذکر کیا کہ مروان اور حضرت مسور

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ حِیْنَ جَاءَ ہٗ وَفْدُ هَوَازِنَ، فَسَأَلُوْهُ اَنْ يَرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ اِنَّ مَعِیَ مَنْ تَرَوْنَ، وَاَحَبُّ الْحَدِيْثِ اِلَیَّ اَصْدَقُهٗ، فَاخْتَارُوْا اِحْدَی الطَّائِفَتَيْنِ اِمَّا الْمَالَ وَاِمَّا السَّبْیَ، وَقَدْ كُنْتُ اِسْتَاْنَيْتُ بِهِمْ. وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ اِلَيْهِمْ اِلَّا اِحْدَی الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوْا اِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی النَّاسِ، فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ، وَاِنِّیْ رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰی حَظِّهٖ حَتّٰی نُعْطِيَهٗ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِیْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ، قَالَ اِنَّا لَا نَدْرِیْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَاْذَنْ، فَارْجِعُوْا حَتّٰی يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ اَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ. فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا. فَهٰذَا الَّذِیْ بَلَغَنَا عَنْ سَبْیِ هَوَازِنَ.

بن مخرمہ ان دونوں نے خبر دی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوازن کا وفد آیا تو آپ کھڑے ہو گئے انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف لوٹا دیں' آپ فرمایا: میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو زیادہ سچی ہو تم لوگ دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرلو: یا مال یا قیدی' اسی لیے میں نے ان کی تقسیم میں بھی تاخیر کی تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا دس سے زیادہ راتوں تک انتظار کیا' جب آپ طائف سے لوٹے تھے' جب اہل ہوازن کو یہ معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دو میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدیوں کے لینے کو اختیار کرتے ہیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے' اور آپ نے اللہ کی ایسی حمد کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر فرمایا: اللہ کی حمد کے بعد! تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے بھائی ہمارے پاس تائب ہو کر آئے ہیں' اور میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کی طرف ان کے قیدی واپس کر دوں' سو تم میں سے جو شخص یہ خوش دلی سے کرنا چاہے وہ کر لے اور جو ان قیدیوں میں سے اپنا حصہ رکھنا چاہے (وہ انتظار کرے) حتیٰ کہ ہم کو اللہ جو پہلا مالِ غنیمت عطاء فرمائے گا' ہم اس میں سے اسے دے دیں گے' پس جو چاہے وہ ایسا کر لے' تو لوگوں نے کہا: ہم خوشی سے اس پر راضی ہیں' آپ نے فرمایا: ہمیں یہ نہیں معلوم کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی' پس تم واپس جاؤ اور ہمارے پاس تمہارے معاملات کے منتظمین اور کار مختار آئیں' پھر لوگ واپس گئے اور انہوں نے اپنے منتظمین سے مشورہ کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس آئے' اور آپ سے کہا کہ وہ اس فیصلہ پر خوش ہیں اور آپ کو اجازت دی' پس یہ وہ خبر ہے جو ہم تک ہوازن کے قیدیوں کے سلسلہ میں پہنچی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اہل عرب کو قیدی اور غلام بنانے کا ذکر ہے۔

۲۵۴۱ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الحسن نے حدیث

اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّوْنَ، وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقٰى عَلَى الْمَاءِ، فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ، وَسَبٰى ذَرَارِيَّهُمْ، وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ. قَالَ حَدَّثَنِي بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَكَانَ فِي ذٰلِكَ الْجَيْشِ.

(صحیح مسلم: ۱۷۳۰، الرقم المسلسل: ۴۴۱۰، سنن ابوداؤد: ۲۶۳۳)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے نافع کی طرف مکتوب لکھا، انہوں نے مجھے جواب میں لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالمصطلق پر حملہ کیا اور وہ اس وقت بالکل غافل تھے اور ان کے مویشی پانی کے حوض پر پانی پی رہے تھے آپ نے ان کے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا اور ان کے بچوں کو قید کر لیا، اور اس دن آپ نے حضرت جویریہ کو بھی (قیدیوں میں) پایا، نافع نے کہا: مجھے یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی اور وہ اس لشکر میں تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں عرب عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے کا ذکر ہے۔

بنوالمصطلق کا تعارف

اس حدیث میں بنوالمصطلق کا ذکر ہے، یہ خزاعہ کی شاخ ہے، اور مصطلق ابن سعد بن عمرو بن ربیعہ ابن حارثہ بن عمرو بن عامر ہیں، اور عمرو ابوخزاعہ ہیں، ان کو مصطلق اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ ان کی آواز بہت حسین تھی، اور ''صلق'' کا معنی آواز کی شدت اور تیزی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۵)

حضرت ام المؤمنین جویریہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالمصطلق کے قیدیوں کو تقسیم کیا تو حضرت جویریہ بنت الحارث، حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں یا ان کے عم زاد کے حصہ میں آئیں، انہوں نے ان کو ان کے نفس پر مکاتبہ بنا دیا، اور وہ بہت شیریں اور ملیح خاتون تھیں، جو بھی ان کو دیکھتا تھا وہ اپنا دل پکڑ کر بیٹھ جاتا تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ آپ ان کے بدل کتابت میں مدد فرمائیں، حضرت عائشہ نے کہا: اللہ کی قسم! جب میں نے ان کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا تو میں نے ان کو ناپسند کیا اور میں نے جان لیا کہ عنقریب آپ بھی ان کے حسن و جمال کو اس طرح دیکھ لیں گے جس طرح میں نے دیکھا ہے، پس وہ آپ کے پاس حاضر ہوئیں، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار ہوں، جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور مجھ پر وہ مصائب ٹوٹ پڑے ہیں جو آپ سے مخفی نہیں ہیں، میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے عم زاد کے حصہ میں آ چکی ہوں، تو انہوں نے مجھے مکاتبہ کر دیا ہے، تو میں بدل کتابت کے سلسلہ میں آپ سے مدد طلب کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں، آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے زیادہ اچھی بات نہ بتاؤں؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں تمہارا بدل کتابت ادا کر دوں اور میں تم سے نکاح کر لوں! انہوں نے کہا: جی ہاں! یارسول اللہ! میں اس پر راضی ہوں! حضرت عائشہ نے کہا: یہ خبر لوگوں میں پھیل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا ہے، تب مسلمانوں نے کہا کہ بنوالمصطلق تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سسرال والے ہیں، تو بنوالمصطلق کے جو قیدی ان کے ہاتھوں میں تھے انہوں نے ان سب کو رہا کر دیا، حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت جویریہ سے نکاح کیا تھا، اس کی وجہ سے بنوالمصطلق کے ایک سو گھر والے آزاد کر دیئے گئے اور میرے علم میں ایسی کوئی عورت نہیں ہے جو حضرت جویریہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے برکت والی ہو!

غزوۂ بنوالمصطلق اوراس کے اموالِ غنیمت کا مختصر تذکرہ

امام بخاری نے کہا ہے کہ غزوۂ بنوالمصطلق ہی غزوۃ المریسیع ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ چھ ہجری میں ہوا ہے' اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ یہ چار ہجری میں ہوا ہے' اور الصغانی نے کہا ہے کہ غزوۃ المریسیع پانچ ہجری میں ہوا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ بنوالمصطلق خزاعہ کی شاخ ہے' یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنا چاہتے تھے' اور یہ اپنے ایک کنویں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے جس کا نام المریسیع ہے' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ اس غزوہ میں سات سو صحابہ شریک تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ بنوالمصطلق آپ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں اور ان کے قائد الحارث بن ابی ضرار ہیں جو (حضرت) جویریہ بنت الحارث (رضی اللہ عنہا) کے والد ہیں' جن سے آپ نے نکاح کیا تھا' جب آپ نے یہ سنا تو آپ ان کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ جس جگہ ان کے پانی کا ذخیرہ تھا اور اس جگہ کا نام المریسیع تھا اور وہ جگہ قدید کی جانب ساحل کی طرف ہے' وہاں آپ کا ان سے مقابلہ ہوا اور وہاں ایک دوسرے کے خلاف جنگ ہوئی' پس اللہ تعالیٰ نے بنوالمصطلق کو شکست دی' اور جو لوگ مارے گئے تھے وہ مارے گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بیٹوں کو اور ان کی عورتوں کو اور اُن کے اموال کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ اس مالِ غنیمت میں دو ہزار اونٹ تھے' پانچ ہزار بکریاں تھیں اور دو سو عورتیں قید کی گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھائیس دن مدینہ سے باہر رہے اور یکم رمضان کو مدینہ منورہ میں واپس آئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۷۔ ۱۴۵ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٥٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَسَاَلْتُهُ، فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةِ بَنِى الْمُصْطَلِقِ، فَاَصَبْنَا سَبْيًا مِّنْ سَبْيِ الْعَرَبِ، فَاشْتَهَيْنَا النِّسَآءَ، فَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ، وَاَحْبَبْنَا الْعَزْلَ، فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا، مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا وَهِىَ كَائِنَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از محمد بن یحییٰ بن حبان از ابن محیریز' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو میں نے ان سے سوال کیا' پس انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنوالمصطلق میں گئے تو عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی ہمارے ہاتھ آئے' پھر (راستہ میں) ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور عورتوں سے دور رہنا ہم پر دشوار ہو گیا' ہم نے عزل کرنا چاہا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اگر تم عزل نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے' جو روحیں بھی قیامت تک پیدا ہونے والی ہیں' وہ ضرور پیدا ہو کر رہیں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۲۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں عرب عورتوں کو قید کرنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے' اور بعض دیگر ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

عزل کی تعریف اور اس کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عزل کا ذکر ہے' عزل کا معنی ہے: عورت سے مباشرت کے وقت جب انزال ہونے لگے تو مرد اپنے آلہ تناسل کو عورت کے اندام نہانی سے باہر نکال لے۔

عزل کے حکم میں فقہاء متقدمین اور متاخرین میں کافی اختلاف ہے' امام شافعی کے نزدیک عزل کی اباحت زیادہ ظاہر ہے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اس عورت کی اجازت ہو یا نہ ہو' امام مالک نے حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابوایوب انصاری' حضرت زید بن ثابت انصاری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ وہ عزل کرتے تھے' یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے' امام مالک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بھی کی ہے کہ وہ عزل کو مکروہ قرار دیتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دونوں قول مروی ہیں' جو عزل کو مکروہ کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عزل کے متعلق فرمایا: یہ مخفی طریقہ سے زندہ درگور کرنا ہے۔ ائمہ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ جب آزاد عورت اپنے خاوند کو اجازت دے تو پھر اس کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے۔

شادی شدہ باندی کے ساتھ عزل کرنے میں اختلاف ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس باندی کی اجازت سے اس کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے' امام ابویوسف نے بھی کہا: اس باندی کی اجازت سے جائز ہے' امام شافعی نے کہا: اس باندی کا خاوند اس باندی کی اور اس کے مالک کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کر سکتا ہے۔

بت پرست اور مجوسی عورتوں سے مباشرت حرام ہے خواہ نکاح سے ہو خواہ بہ طور باندیوں کے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق تھا کہ ان کے حصہ میں جو قیدی عورتیں آئی ہیں' ان سے مباشرت کرنا جائز ہے اور یہ جواز اس وقت ہوگا جب ان قیدی عورتوں کا استبراء ہو جائے یعنی ان پر ایک حیض گزر جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے رحم میں کسی کا نطفہ ٹھہرا ہوا نہیں ہے اور اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ جو کافر عورتیں قید ہو کر آئی ہیں' ان کا ان کے پہلے کافر خاوندوں سے نکاح منقطع ہو چکا ہے۔

جو بت پرست اور مجوسی عورتیں قید ہو کر آئیں' ان سے مباشرت کے جواز میں اختلاف ہے۔ سعید بن المسیب' عطاء' طاؤس اور مجاہد نے ان سے مباشرت کی اجازت دی ہے' یہ قول شاذ ہے' فقہاء میں سے کسی نے اس قول کی طرف التفات نہیں کیا اور ائمہ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ بت پرست عورتوں کے ساتھ مباشرت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ. (البقرہ:۲۲۱)

اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے صرف اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ. (المائدہ:۵)

اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں) جب تم ان کے مہر ان کو ادا کر دو' بہ شرطیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ کہ کھلم کھلا بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ طریقہ سے آشنا بنانے والے۔

اور صحابہ نے جو عرب کی قیدی عورتوں سے مباشرت کے جواز پر اتفاق کیا ہے' وہ ان عورتوں کے اسلام لانے کے بعد ہے' کیونکہ ھوازن کے لوگ آٹھ ہجری میں قید ہوئے تھے اور بنوالمصطلق کے لوگ چھ ہجری میں قید ہوئے تھے' اور سورۂ بقرہ مدینہ میں ابتداءً نازل ہوئی تھی اور اس میں یہ آیت ہے کہ مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور صحابہ کے نزدیک یہ چیز مقرر تھی کہ جب تک بت پرست عورتیں اسلام نہ لے آئیں' ان سے مباشرت کرنا جائز نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے یہ روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ جہاد کرتے تھے پس جب ان کو مالِ غنیمت سے کوئی باندی حاصل ہوتی اور وہ اس سے مباشرت کرنا چاہتے تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیتے' پھر اس کو اسلام کی تعلیم دیتے اور اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے اور جب ایک حیض گزرنے کے بعد اس کا رحم صاف ہو جاتا تو پھر اس سے مباشرت کرتے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ (البقرہ:۲۲۱) اس آیت کے عموم کا یہ تقاضا ہے کہ مجوسی اور بت پرست عورتوں سے مباشرت حرام ہے خواہ نکاح سے ہوں یا بہ طور باندیوں کے ہوں۔ ائمہ فتویٰ اور فقہاء کا یہی مختار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۸۔۱۴۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' شرح ابن بطال ج ۷ ص ۵۰۔۴۸)

۲۵۴۳ - **حَدَّثَنَا** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ (ح) وَحَدَّثَنِي ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَعَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا زِلْتُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ مُنْذُ ثَلَاثٍ، سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِيهِمْ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ. قَالَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا. وَكَانَتْ سَبِيَّةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ أَعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

[طرف الحدیث:۴۳۶۶] (صحیح مسلم:۲۵۲۵' الرقم المسلسل:۶۳۴۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عمارہ بن القعقاع از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں ہمیشہ بنوتمیم سے محبت کرتا ہوں۔ (ح) اور مجھے ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جریر بن عبدالحمید نے حدیث بیان کی از المغیرہ از الحارث از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ اور از عمارہ از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہمیشہ سے بنوتمیم سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے متعلق تین باتیں سنی ہیں: (۱) آپ فرما رہے تھے کہ یہ لوگ میری امت میں دجال کے سب سے زیادہ مخالف ہوں گے (۲) اور جب ان کے صدقات آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں (۳) اور ان کی ایک قیدی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی تو آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کردو' یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کردو' یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔

عرب غلاموں کو آزاد کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المھلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس باندی کو آزاد کردو کیونکہ یہ حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے' آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ اہل عرب کو لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے' مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کو آزاد کرنا زیادہ افضل ہے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جن عربوں کو غلام بنایا گیا تھا' ان کے متعلق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنی وسعت دی ہے کہ تم عربوں کے علاوہ اہل کتاب کو غلام بناؤ' نیز مرد کے لیے اس میں عار ہوتا ہے کہ وہ اپنے چچا کی بیٹی کو باندی بنائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو غلام بنانا زیادہ عار کے لائق ہے' تاہم یہ حکم مستحب ہے' نہ یہ کہ عربوں کو غلام بنانا حرام ہے۔

بنو تمیم اپنے اموال میں سے سب سے زیادہ افضل چیز کا صدقہ کرتے تھے' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے صدقات کو پسند فرمایا' زمانۂ جاہلیت میں اور اسلام کی ابتداء میں ان میں بہت اشراف اور معززین تھے' اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرب قیامت میں ہونے والے واقعات کی خبر دی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۸۔ ۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* حدیث مذکور' شرح صحیح مسلم: ۶۳۲۸۔ ج ۶ ص ۱۴۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٤ - بَابُ فَضْلِ مَنْ اَدَّبَ جَارِيَتَهٗ وَعَلَّمَهَا

باندی کو ادب سکھانے اور تعلیم دینے کی فضیلت

٢٥٤٤ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ جَارِيَةٌ فَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ اِلَيْهَا، ثُمَّ اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهٗ اَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے محمد بن فضیل سے سنا از مطرف از الشعبی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی کوئی باندی ہو' پس اس نے اس کو تعلیم دی ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہو' پھر اس کو آزاد کر دیا ہو اور اس سے نکاح کر لیا ہو تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں باندی کو تعلیم دینے کا ذکر ہے۔

١٥ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَبِيْدُ اِخْوَانُكُمْ، فَاَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد کہ غلام تمہارے بھائی ہیں' ان کو اس میں سے کھلاؤ جس میں سے تم کھاتے ہو

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو' اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ (نیکی کرو)' بے شک

اَیۡمَانُکُمۡ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرًاO﴾ (النساء:٣٦). اللہ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتاO (النساء:٣٦)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے' کیونکہ وہ خالق اور رازق ہے اور وہ تمام احوال میں اپنی مخلوق کو نعمتیں عطاء فرمانے والا ہے' اس کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو دنیا میں انسان کی پیدائش کا سبب بنایا ہے' پھر قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور احادیث میں بھی ان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے' یتیموں پر اس لیے کہ وہ اپنے ساتھ نیکی کرنے والوں کو کھو چکے ہیں اور مسکینوں پر اس لیے کہ وہ ضرورت مند ہیں اور ان کی ضرورت پوری کرنے والا کوئی نہیں ہے' اور قرابت دار پڑوسی سے مراد مسلمان پڑوسی ہے اور اجنبی پڑوسی سے مراد وہ پڑوسی ہیں جو یہود و نصاریٰ ہوں اور مسافروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو سفر میں شریک ہوں اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ غلام معاشی طور پر کمزور ہوتا ہے اور لوگوں کے ہاتھوں میں قید ہوتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غلاموں کا اس قدر خیال تھا کہ آپ نے مرض الموت میں بھی نماز پڑھنے اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٢٩٠)

خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس ان کا کار مختار (سیکرٹری) آیا' حضرت عبداللہ بن عمرو نے اس سے پوچھا: کیا تم نے غلاموں کو ان کی خوراک دے دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت عبداللہ نے فرمایا: جاؤ! جا کر ان کو خوراک دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: کسی آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مملوکوں کو ان کی خوراک دینے میں تاخیر کرے۔ (صحیح مسلم: ٩٩٦' الرقم المسلسل: ٢٢٠١)

قَالَ اَبُوۡ عَبۡدِ اللّٰہِ ذِی الۡقُرۡبٰی الۡقَرِیۡبُ. وَالۡجُنُبُ الۡغَرِیۡبُ. اَلۡجَارُ الۡجُنُبُ یَعۡنِی الصَّاحِبَ فِی السَّفَرِ.

امام ابو عبداللہ بخاری نے کہا: اس آیت میں ''ذی القربٰی'' سے مراد ہے: رشتہ دار اور ''الجُنُب'' سے مراد ہے: مسافر اور ''الجار الجنب'' سے مراد ہے: سفر کا رفیق اور ساتھی۔

٢٥٤٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بۡنُ اَبِیۡ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعۡبَۃُ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الۡاَحۡدَبُ قَالَ سَمِعۡتُ الۡمَعۡرُوۡرَ بۡنَ سُوَیۡدٍ قَالَ رَاَیۡتُ اَبَا ذَرٍّ الۡغِفَارِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ' وَعَلَیۡہِ حُلَّۃٌ' وَعَلٰی غُلَامِہٖ حُلَّۃٌ' فَسَاَلۡنَاہُ عَنۡ ذٰلِکَ' فَقَالَ اِنِّیۡ سَابَبۡتُ رَجُلًا' فَشَکَانِیۡ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَعَیَّرۡتَہٗ بِاُمِّہٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اِخۡوَانَکُمۡ خَوَلُکُمۡ' جَعَلَہُمُ اللّٰہُ تَحۡتَ اَیۡدِیۡکُمۡ' فَمَنۡ کَانَ اَخُوۡہُ تَحۡتَ یَدِہٖ' فَلۡیُطۡعِمۡہُ مِمَّا یَاۡکُلُ' وَلۡیُلۡبِسۡہُ مِمَّا یَلۡبَسُ' وَلَا تُکَلِّفُوۡہُمۡ مَا یَغۡلِبُہُمۡ' فَاِنۡ کَلَّفۡتُمُوۡہُمۡ مَا یَغۡلِبُہُمۡ فَاَعِیۡنُوۡہُمۡ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واصل الاحدب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے المعرور بن سوید سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک جبہ پہنے ہوئے ہیں اور ان کے غلام نے بھی ویسا ہی جبہ پہنا ہوا ہے' ہم نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا' انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک شخص (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کو برا کہا تھا (انہیں حبشیہ کے بیٹے کہا تھا)' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے اس کو اس کی ماں سے عار دلائی ہے! پھر فرمایا: تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت بنا دیا ہے'

پس جس شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو تو وہ اس کو اس سے کھلائے جس سے وہ خود کھاتا ہے اور اس (کپڑے) سے پہنائے جس کو وہ خود پہنتا ہو اور تم ان کی طاقت سے زیادہ کام کا ان کو مکلف نہ کرو' اگر تم ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کام کرنے کے لیے کہو تو ان کی مدد کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰ میں کی جا چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ حکم دیا ہے کہ جو تم خود کھاتے ہو' اسی میں سے اپنے غلاموں کو کھلاؤ۔

اس حدیث میں نوکروں اور خداموں کو گالی دینے کی ممانعت ہے اور ان کو ماں سے عار دلانے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذمت فرمائی ہے اور ان کے ساتھ نیکی اور حُسنِ سلوک کرنے کی ترغیب ہے اور نوکر اور خادم کو بھائی کہنے کی تلقین ہے اور کسی مسلمان کو حقیر جاننے سے منع فرمایا ہے اور نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے پر اُبھارا ہے۔

۱۶ - بَابُ الْعَبْدِ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَنَصَحَ سَيِّدَهٗ

جب بندہ اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے اور اپنے مالک کی خیر خواہی کرے

٢٥٤٦ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهٗ' وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ' كَانَ لَهٗ أَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ. [طرف الحدیث: ٢٥٥٠]

(صحیح مسلم: ١٦٦٤' الرقم المسلسل: ٤٢٠٩' سنن ابوداؤد: ٥١٦٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی غلام اپنے مالک کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے تو اسے اس کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷ میں کردی گئی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اپنے مالک کی خیر خواہی کرنے والے غلام کے لیے دگنے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔

٢٥٤٧ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنْ صَالِحٍ' عَنِ الشَّعْبِيِّ' عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ' عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهٗ جَارِيَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا' وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا' فَلَهٗ أَجْرَانِ' وَأَيُّمَا عَبْدٍ أَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ فَلَهٗ أَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از صالح از شعبی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی کوئی باندی ہو' پس وہ اس کو ادب سکھائے' سو اچھا ادب سکھائے اور اس کو آزاد کر دے اور اس سے نکاح کر لے تو اس کے لیے دو اجر ہوں گے اور جو غلام اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے تو اس کے لیے دو اجر ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٥٤٨ - **حَدَّثَنَا** بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ' قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں

سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الصَّالِحِ اَجْرَانِ. وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَوْلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْحَجُّ، وَبِرُّ اُمِّيْ، لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ.

(صحیح مسلم:١٦٦٥، الرقم المسلسل:٤٢٤١)

یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مملوک غلام نیک ہو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا حج کرنا اور ماں کے ساتھ نیکی کرنا مشروع نہ ہوتا تو میں یہ پسند کرتا کہ میری اس حالت میں وفات ہو کہ میں غلام ہوں۔

امام مسلم نے اس حدیث کی روایت کے بعد یہ اضافہ کیا ہے کہ جب تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی والدہ زندہ تھیں تو انہوں نے حج نہیں کیا تا کہ انہیں اپنی والدہ کی خدمت کا موقع ملتا رہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا غلامی کی آزمائش میں مبتلا ہونا

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التوفی ٣٨٨ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور اولیاء کو آزمائشوں میں مبتلا کیا' حضرت یوسف علیہ السلام غلامی کی آزمائش میں مبتلا کیے گئے اور جب بخت نصر نے دیگر اسرائیلیوں کے ساتھ حضرت دانیال علیہ السلام کو قید کر لیا تو ان کو بھی غلامی کی مشقت میں مبتلا کیا گیا۔ اسی طرح روایت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کسی سائل نے آ کر اللہ کی رضا کے لیے سوال کیا اور ان کے پاس اسے دینے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی تو انہوں نے اس سے فرمایا: تم نے مجھ سے اللہ کی رضا کے لیے سوال کیا اور اس وقت تمہیں دینے کے لیے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے' تم ایسا کرو کہ مجھے فروخت کر دو اور تم کو میرے عوض جو قیمت ملے اس کو اپنی ضروریات پر خرچ کر لو۔ (اعلام السنن ج ٢ ص ٧٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

٢٥٤٩ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعِمَّا لِاَحَدِهِمْ، يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهٖ، وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهٖ. (صحیح مسلم:١٦٦٦، الرقم المسلسل:٤٢٤٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے وہ شخص کتنا اچھا ہے جو اپنے رب کی بھی اچھی طرح عبادت کرتا ہے اور اپنے مالک کی بھی خیر خواہی کرتا ہے۔

١٧ - بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيْقِ، وَقَوْلِهٖ عَبْدِيْ اَوْ اَمَتِيْ

غلام کو سزا دینے میں حد سے تجاوز کرنا اور اس کو میرا بندہ یا میری بندی کہنا مکروہ ہے

غلام کو میرا بندہ یا باندی کو میری بندی کہنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ سب اللہ کے بندے ہیں اور غلام اور باندی کے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہیے اور جس طرح غلام کو مالک کے ساتھ خیر خواہی کرنی چاہیے' اسی طرح مالک کو بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾ (النور:٣٢).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے باصلاحیت بندوں اور بندیوں کا۔ (النور:٣٢)

امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے پیش کیا ہے کہ اس آیت میں مخاطبین کی طرف بندہ اور بندی کی اضافت کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا یہ کہنا جائز ہے کہ فلاں آدمی میرا بندہ ہے یا فلاں عورت میری بندی ہے' اگرچہ سب اللہ کے بندے ہیں' یعنی حقیقت میں تو سب اللہ کے بندے ہیں لیکن مجازاً غلام کے متعلق یہ کہنا جائز ہے کہ وہ میرا بندہ ہے یعنی میرا خادم ہے' اسی وجہ سے عبدالرسول اور عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے اور بہت علماء نے یہ نام رکھے ہیں تاہم افضل یہ ہے کہ عبداللہ یا عبدالرحمٰن نام رکھا جائے۔

وَقَالَ ﴿عَبْدًا مَّمْلُوكًا﴾ (النحل:۷۵). اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ایک ایسے عبد (بندہ) کی مثال بیان فرماتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے۔ (النحل:۷۵)

اس آیت میں بھی عبد (بندہ) کی نسبت مخلوق کی طرف کی گئی ہے' اس میں بھی یہ دلیل ہے کہ اپنے غلام کو میرا بندہ کہنا جائز ہے۔

﴿وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ﴾ (یوسف:۲۵). اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان دونوں نے اس عورت کے سیّد (مالک) کو دروازہ کے قریب پایا۔ (یوسف:۲۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زلیخا کے خاوند پر سیّد (مالک) کا اطلاق فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ غلام اپنے مالک کو سیّد کہہ سکتا ہے۔

وَقَالَ ﴿مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ (النساء:۲۵). اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمانوں کی مملوکہ باندیوں سے نکاح کرے۔ (النساء:۲۵)

اس آیت سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ غلام پر ''فتٰی'' (خادم) اور باندی پر ''فتاۃ'' (خادمہ) کا اطلاق کرنا چاہیے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ. اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے سیّد (سردار) کو لینے کے لیے کھڑے ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسبِ ذیل ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بنوقریظہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم سے قلعہ سے نکل آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور وہ اس جگہ کے قریب ہی تھے' وہ ایک دراز گوش پر بیٹھ کر آئے' جب وہ قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کو لینے کے لیے کھڑے ہو' پھر وہ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بیٹھ گئے تو آپ نے ان سے فرمایا: یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر اپنے قلعہ سے اترے ہیں' پس حضرت سعد بن معاذ نے کہا: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے فرشتے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۴۳' صحیح مسلم: ۱۷۶۸' الرقم المسلسل: ۴۴۸۷' سنن ابوداؤد: ۵۲۱۵' سنن نسائی: ۷۱۰)

اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو انصار کا سیّد فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ غلام اپنے مالک کو سیّدی و مولائی کہہ سکتا ہے۔

﴿اُذْكُرْنِىْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (یوسف:۴۲) اَىْ سَيِّدِكَ' وَمَنْ سَيِّدُكُمْ. (اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس کے متعلق یوسف کا گمان تھا کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پانے والا ہے' اس سے انہوں

نے کہا کہ) تم اپنے رب (آقا) کے سامنے میرا ذکر کرنا۔ (یوسف: ۴۲) یعنی اپنے سیّد (آقا) سے اور تمہارا آقا کون ہے۔

اس آیت سے بھی امام بخاری کا یہ مقصود ہے کہ غلام اپنے آقا کو ربّ اور سیّد کہہ سکتا ہے۔

۲۵۵۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَصَحَ الْعَبْدُ سَيِّدَهٗ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ، كَانَ لَهٗ أَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب غلام اپنے مالک کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے تو اس کو دو مرتبہ اجر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۵۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمَمْلُوْكُ الَّذِي يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهٖ، وَيُؤَدِّي إِلٰى سَيِّدِهِ الَّذِي لَهٗ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ وَالنَّصِيحَةِ وَالطَّاعَةِ، لَهٗ أَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: وہ غلام جو اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرتا ہے اور اس کے سیّد (آقا) کا جو اس پر حق ہے، اس کو پورا ادا کرتا ہے اور اس کی خیر خواہی اور اطاعت کرتا ہے، اس کے لیے دو اجر ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ أَطْعِمْ رَبَّكَ، وَضِّئْ رَبَّكَ، اِسْقِ رَبَّكَ، وَلْيَقُلْ سَيِّدِي مَوْلَايَ، وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ عَبْدِي أَمَتِي، وَلْيَقُلْ فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغُلَامِي. (صحیح مسلم: ۲۲۴۹، الرقم المسلسل: ۵۷۶۷، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۲۴۲، مشکل الآثار: ۱۵۶۸، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۷۲۹۔ ج ۱۵ ص ۴۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (اپنے غلام سے) یہ نہ کہے کہ اپنے رب کو کھلاؤ، اپنے رب کو وضوء کراؤ، اپنے رب کو پانی پلاؤ، بلکہ اس کو کہنا چاہیے: میرا سردار، میرا آقا اور تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا بندہ یا میری بندی، اور اس کو یوں کہنا چاہیے کہ میرا خادم اور میری خادمہ اور میرا غلام۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد، امام بخاری نے محمد کی نسبت بیان نہیں کی، الجیانی نے کہا: یہ محمد بن سلام ہیں، حاکم نے کہا: یہ محمد بن یحییٰ الذہلی ہیں، امام مسلم نے کتاب الادب میں محمد بن رافع لکھا ہے، علامہ عینی نے اسی کو ترجیح دی ہے (۲) عبد الرزاق بن ہمام (۳) معمر بن راشد

(۴) ہمام بن منبہ (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۱)

اپنے غلام کو میرا بندہ اور اپنے آقا کو میرا رب کہنے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں جو غلام کو عبدی (میرا بندہ) کہنے سے منع فرمایا ہے وہ بہ طور تنزیہہ ہے اور تواضع کی وجہ سے ہے اور کسی شخص کا اپنے غلام کو میرا بندہ کہنا جائز ہے جیسا کہ النور: ۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے مخاطبین کی طرف لفظ ''عباد'' کی اضافت فرمائی ہے اور اپنے غلام کو تکبر سے میرا بندہ کہنا حرام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنا زیادہ لائق ہے کیونکہ جب کوئی شخص کہے گا: میرا بندہ تو اس میں خالق اور مخلوق مشترک ہوں گے اس لیے اللہ کا بندہ یا اللہ کی بندی کہنا چاہیے۔ رہا اپنے مالک اور آقا کو رب کہنا تو ہر چند کہ یہ لفظ بھی مشترک ہے اور خالق کے غیر پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے: ''رب الدار'' (مکان کا مالک) اور امام بخاری نے یوسف: ۲۵ اور یوسف: ۴۲ کی مثال دی ہے تاہم رب کا لفظ اغلب اور اکثر اطلاقات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے واجب ہے کہ مخلوق کے لیے لفظ رب کا استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اللہ اور مخلوق میں شرکت نہیں ہو سکتی کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ کے غیر کو رحمٰن اور مستحق عبادت کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں اسی طرح رب کا لفظ بھی اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے نہیں کہنا چاہیے ہاں رحیم علیم قدیر سمیع اور بصیر وغیرہ جو اسماء ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہیں اس لیے ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے غیر پر ہو سکتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۵۷۔۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اور ادب اور تواضع کے اعتبار سے علامہ ابن بطال کی تحقیق واجب الاتباع ہے۔

۲۵۵۳ - حَدَّثَنِیْ اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ نَصِیْبًا لَهٗ مِنَ الْعَبْدِ، فَكَانَ لَهٗ مِنَ الْمَالِ مَا یَبْلُغُ قِیْمَتَهٗ، یُقَوَّمُ عَلَیْهِ قِیْمَةَ عَدْلٍ، وَاُعْتِقَ مِنْ مَّالِهٖ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا پھر اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی قیمت کو پہنچ جاتا ہو تو عدل کے ساتھ اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اس شخص کے مال سے اس غلام کی قیمت لگائی جائے گی ورنہ جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا ہے اتنا حصہ آزاد کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۵۲۱ میں گزر چکی ہے امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی اتباع میں یہ کہا ہے کہ غلام کی آزادی کی تجزی اور تقسیم ہو سکتی ہے۔

۲۵۵۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ، فَالْاَمِیْرُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ عَلَیْهِمْ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا پس ملک کا سربراہ عوام کا محافظ ہے اور

عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهٖ، وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ، اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ.

اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی محافظہ ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا اور غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا' سنو! تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غلام اور اس کے آقا کا ذکر ہے۔

۲۵۵۵-۲۵۵٦ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَاجْلِدُوْهَا، ثُمَّ اِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا، ثُمَّ اِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ بِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب باندی زنا کرے تو اسے کوڑے مارو' وہ پھر زنا کرے تو اسے کوڑے مارو' پھر جب وہ تیسری بار یا چوتھی بار زنا کرے تو اس کو بیچ دو' خواہ ایک رسّی کے عوض۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۴' اور ۲۱۵۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں باندی کی سزا اور اس کی اصلاح کا ذکر ہے۔

۱۸ - بَابٌ اِذَا اَتَاهُ خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ جب کسی شخص کے پاس اس کا خادم طعام لے کر آئے

اس حدیث کے عنوان میں خادم کا ذکر ہے اور اس کو غلام یا باندی کے ساتھ مقید نہیں کیا' اس کا معنی یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس اس کا خادم طعام لے کر آئے تو وہ اس کو اپنے پاس بٹھائے خواہ وہ خادم آزاد ہو یا غلام ہو' مرد ہو یا عورت ہو۔

۲۵۵۷ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدَكُمْ خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يُجْلِسْهُ مَعَهٗ، فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً اَوْ لُقْمَتَيْنِ، اَوْ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَيْنِ، فَاِنَّهٗ وَلِيَ عِلَاجَهٗ. [طرف الحدیث: ۵۴٦۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم طعام لے کر آئے' پس اگر اس نے اس کو اپنے ساتھ نہیں بٹھایا تو اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک نوالہ یا دو نوالے کھلائے کیونکہ اس خادم نے اس طعام کو

پکانے کی مشقت برداشت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۶۳، الرقم المسلسل: ۴۲۰۸، سنن ابوداود: ۳۸۴۶، سنن بیہقی ج ۸ ص ۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۷۲۶۔ ج ۱۳ ص ۱۵۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

کھانے پینے اور پہننے میں غلام اور آقا کے درمیان مساوات کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ کھانے پینے اور لباس میں غلام اور آقا کے درمیان مساوات ہونی چاہیے' یہ ارشاد ترغیب' تحریک اور بہ طور استحباب ہے اور اس کو مالک اور آقا پر واجب نہیں قرار دیا' کیونکہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں مالک پر یہ واجب نہیں قرار دیا کہ وہ غلام کو وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے' تاہم اس حدیث میں مکارم اخلاق کی ہدایت دی ہے کہ جب غلام یا نوکر یا خادم نے کھانا پکانے کی مشقت برداشت کی ہے تو اس کو بھی اس سے کھلائے خواہ دو نوالے ہی کھلائے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کو ساتھ بٹھا کر کھلائے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٩ - بَابُ الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے

یہ باب ''کتاب الاستقراض'' کے آخر میں اسی عنوان کے ساتھ گزر چکا ہے۔

وَنَسَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَالَ إِلَى السَّيِّدِ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی مالک اور آقا کی طرف نسبت کی ہے۔

امام بخاری نے اپنے اس قول سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو فروخت کیا اور اس غلام کے پاس مال تھا تو وہ مال فروخت کرنے والا ہوگا' سوا اس کے کہ خریدار اس کی شرط لگا لے۔ (الحدیث)

(صحیح مسلم: ۱۵۴۳، سنن ابوداود: ۳۴۳۳، سنن نسائی: ۴۶۵۰، سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۱)

یہ امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا کیونکہ غلامی ملکیت کے منافی ہے' اور غلام کو فروخت کرتے وقت اور غلام کو آزاد کرتے وقت غلام کا مالک اس کے آقا کی ملکیت میں ہوتا ہے' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے' سعید بن المسیب' سفیان ثوری' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی موقف ہے اور ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ فروخت کرتے وقت اور آزاد کرتے وقت غلام کے پاس جو مال ہوتا ہے' وہ اس غلام ہی کی ملکیت ہوتا ہے' حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور النخعی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٥٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا

وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ فِيْ اَهْلِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. قَالَ فَسَمِعْتُ هٰؤُلَاءِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالرَّجُلُ فِيْ مَالِ اَبِيْهِ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ.

ہے کہ تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا' پس امام محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور مرد اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا' اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظہ ہے' اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے' اور نوکر اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے' اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے یہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا' سو تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے۔

٢٠ - بَابٌ اِذَا ضَرَبَ الْعَبْدَ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ

جب (مالک) غلام کو مارے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے

یعنی جب مالک ادب سکھانے کے لیے غلام کو مارے تو اس کے چہرے کی تکریم کے لیے اس کے چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

٢٥٥٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ ح. قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ ابْنُ فُلَانٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ.

(صحیح مسلم: ٢٦١٢' الرقم المسلسل: ٦٥٤٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی' (ح) انہوں نے کہا: اور مجھے خبر دی ابن فلاں نے از سعید المقبری از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' (ح) اور ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی سے لڑے تو وہ چہرے (پر مارنے) سے اجتناب کرے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب کافر کے چہرے پر بھی مارنا ممنوع ہے تو مسلمان کے چہرے پر مارنا بہ طریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

باب مذکور کے ثبوت میں دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر تھپڑ نہ مارے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱۲ ' الرقم المسلسل: ۶۵۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۲ ' الرقم المسلسل: ۶۵۵۰ ' مسند حمیدی: ۱۱۲۰ ' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴)

چہرے پر مارنے سے ممانعت کی توجیہ

قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

چہرے پر مارنے کی ممانعت سے چہرے کو عیب دار ہونے سے محفوظ رکھنا مقصود ہے' کیونکہ چہرے پر ضرب کے نشان بہت جلد ظاہر ہو جاتے ہیں اور اس سے چہرہ عیب دار ہو جاتا ہے' نیز چہرے میں اعضاء نفیسہ ہیں اور ادراک کے ذرائع ہیں' اس لیے چہرہ کو بگاڑنا اور قبیح بنانا بہت مذموم اور معیوب ہے کیونکہ انسان کی صورت کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور اس صورت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کو مکرم کیا ہے اور اس کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔

بعض احادیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو صورتِ رحمٰن پر پیدا کیا ہے' غالباً یہ حدیث روایت بالمعنی ہے۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صورتیں ہیں جو مخلوق کی صورتوں کی مثل نہیں ہیں' اور یہ قول فاسد ہے' کیونکہ صورت کسی مرکب چیز کی ہوتی ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ حادث ہے نہ مرکب ہے' لہٰذا اس کی کوئی صورت نہیں ہے' پس اس حدیث کی تاویل کی ضرورت ہے' اس کی ایک تاویل یہ ہے کہ ''صورته'' کی ضمیر آدم کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا یعنی آدم کو اس صورت پر پیدا کیا جو آدم کی صورت ہونی چاہیے تھی۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ اس حدیث میں صورت کا معنی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفت علم پر پیدا کیا۔ اس کی تیسری تاویل یہ ہے کہ اضافت تشریف کے لیے ہے یعنی آدم کی صورت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت شرف والی اور معظم ہے جیسا کہ الشمس: ۱۳ میں ہے: ''نَاقَةِ اللّٰهِ'' (اللہ کی اونٹنی) یعنی وہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور شرف والی تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۹۰۔۸۷ ملخصاً ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث پر ''کتاب العتق'' ختم ہوگئی اور اس کے بعد ''کتاب المکاتب'' شروع ہو رہی ہے' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ صحیح بخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچا دے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۵۰ - كِتَابُ الْمُكَاتَبِ

مکاتب کا بیان

اس کتاب میں مکاتب کے احکام بیان کیے گئے ہیں' مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس سے اس کا مالک یہ کہے کہ تم مجھے اتنے روپے اتنی قسطوں میں لا کر دو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا اور جب غلام یہ رقم ادا کر دے گا تو اس کو آزاد کر دیا جائے گا۔

زمانہ جاہلیت میں بھی غلاموں کو آزاد کیا جاتا تھا' اس میں اختلاف ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے کس کو مکاتب کیا گیا' ایک قول ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے مکاتب کیا گیا' ان کے مالکوں نے ان سے کہا تھا کہ تم ایک سو کھجور کے پودے لگاؤ پھر تم آزاد ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم یہ پودے لگا لو تو مجھے خبر دینا' جب انہوں نے وہ پودے لگا لیے تو انہوں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے برکت کی دعا کی' پھر ان میں سے کوئی پودا بھی نہیں سوکھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ابوالمؤمل کو مکاتب کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (بدل مکاتبت ادا کرنے میں) ان کی مدد کرو' ان کی اتنی مدد کی گئی کہ انہوں نے بدل مکاتبت ادا کر دیا اور پھر بھی ان کے پاس چند روپے بچ گئے' پھر ان روپوں کے متعلق انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ان روپوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دو' اور عورتوں میں جس کو اسلام میں سب سے پہلے مکاتب کیا گیا' وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جس کو سب سے پہلے مکاتب کیا گیا' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ابواُمیہ تھے' پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام سیرین تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱ - بَابُ إِثْمِ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ
اس شخص کا گناہ جس نے اپنے مکاتب غلام پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جس نے اپنے مکاتب غلام پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی' امام بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث روایت نہیں کی' اور اس باب کو کتاب المکاتب میں بیان کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے' امام بخاری نے کتاب الحدود میں ایک باب داخل کیا ہے: غلام پر زنا کی تہمت لگانا' اور اس باب میں ایک حدیث بھی وارد کی ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔

۲ - بَابُ الْمُكَاتَبِ، وَنُجُومِهِ فِي كُلِّ سَنَةٍ نَجْمٌ
مکاتب اور اس کی قسطیں اور ہر سال میں ایک قسط کا لزوم

اس باب میں مکاتب اور اس کی قسط کا بیان ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ آزاد کرنے کی کم از کم مدت دو مہینوں میں دو قسطیں ہیں' علامہ رافعی نے کہا ہے کہ عرب اپنے معاملات کا مدار ستاروں کے طلوع پر رکھتے تھے کیونکہ وہ حساب نہیں جانتے تھے' ان میں سے کوئی شخص کہتا تھا: جب ثریا ستارہ طلوع ہوگا تو میں تیرا قرض ادا کر دوں گا' اس وجہ سے اوقات کا نام نجوم پڑ گیا اور نجم کا اطلاق قسط پر ہونے لگا۔

وَقَوْلِهِ ﴿وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾ (النور:۳۳).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب کر دو' اگر تمہارے علم میں ان کی خیر ہو اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تم کو دیا ہے۔ (النور:۳۳)

النور:۳۳ میں خیر سے مراد مال ہے یا نیکی اور پرہیز گاری؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں فرمایا ہے: اگر تمہارے علم میں ان کی خیر ہو' اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں خیر سے کیا مراد ہے؟ سفیان ثوری نے کہا: اس سے مراد ہے: کمانے اور کسی پیشہ کے مطابق کام کرنے کی قوت' تاکہ وہ کما کر بدل مکاتبت کی قسطیں ادا کر سکیں۔ حضرت ابن عمر نے کہا: جس کو کوئی پیشہ نہیں آتا اس کو مکاتب کرنا مکروہ ہے' حسن بصری نے کہا: خیر سے مراد ہے: صدق' امانت اور وفاء' بعض علماء نے کہا: اس سے مراد نیکی اور نماز کو قائم کرنا ہے' مجاہد نے کہا: اس سے مراد مال ہے' عطاء' ابن رزین اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس آیت میں خیر سے مراد مال ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر خیر سے مراد مال ہوتا تو اس سے پہلے ''فیهم'' کا لفظ نہ ہوتا بلکہ ''لهم'' یا ''عندهم'' یا ''معهم'' کا لفظ ہوتا یعنی یوں ہوتا کہ اگر تم کو علم ہو کہ ان کے لیے مال ہے یا ان کے پاس مال ہے یا ان کے ساتھ مال ہے' اور جب اس سے پہلے ''فیهم'' کا لفظ ہے تو اب معنی ہوا: اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان میں مال ہے اور اس طرح لغت عربی میں بالکل نہیں کہا جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ خیر سے مراد مال نہیں ہے بلکہ اس سے مراد دین ہے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا میں مکاتب ہو جاؤں جب کہ میرے پاس مال نہیں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک خیر سے مراد مال نہیں ہے۔

امام طحاوی نے لکھا ہے: جس نے یہ کہا کہ اس آیت میں خیر سے مراد مال ہے' وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے' کیونکہ غلام خود اپنی ذات میں اپنے آقا کا مال ہے تو اس کے پاس مال کیسے ہوگا! اور ہمارے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس غلام کے متعلق تمہیں دین اور صدق کا علم ہو اور جس کے متعلق تمہیں یہ علم ہو کہ وہ تم سے جو معاملہ طے کرے گا وہ اس کو پورا کرے اور اس کی جتنی قسطیں مقرر کی جائیں گی' وہ ان کو پورا کر دے گا تو اس کو تم مکاتب کر دو۔

مکاتبین کی مالی مدد کرنے کا حکم آیا ان کے مالکان کو ہے یا عام اغنیاء کو اور آیا یہ حکم وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے اور آیا مال کی مقدار معین ہے یا نہیں؟

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو' جو اس نے تم کو دیا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ وہ کون مخاطبین ہیں جنہیں بدل مکاتبت ادا کرنے کا حکم دیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ اغنیاء ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے' ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ مکاتبین کو زکوٰۃ دیں تا کہ وہ آزاد ہوں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ان کے مالکان ہیں' ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ مکاتبین کی مدد کریں اور وہ بدل مکاتبت میں کمی کر دیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ بدل مکاتبت کو دینا آیا واجب ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک یہ دینا واجب ہے' جب کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک یہ واجب نہیں ہے اور اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ استحباب کے لیے ہے اور اس لیے کہ مکاتب کو آزاد کرانے میں اس کی مدد ہو جائے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ مکاتب کو آزاد کرانے کے لیے کچھ رقم دینا مقرر ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک یہ مقدار غیر معین ہے' امام احمد کے نزدیک بدل مکاتبت کی چوتھائی رقم دینا واجب ہے' یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تہائی رقم دینا واجب ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک کوئی مقدار معین نہیں ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک ان کو رقم دینا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکان کو کوئی رقم دینے کا حکم نہیں دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۹۔ ۱۶۷' دارالکتب العربیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مکاتب بنانے میں صحابہ کا تعامل

وَقَالَ رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَوَاجِبٌ عَلَيَّ إِذَا عَلِمْتُ لَهُ مَالًا اَنْ اُكَاتِبَهُ؟ قَالَ مَا اُرَاهُ إِلَّا وَاجِبًا.

اور روح نے کہا از ابن جریج: میں نے عطاء سے پوچھا: اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے غلام کے پاس مال ہے اور وہ مکاتب بننا چاہتا ہے تو کیا مجھ پر واجب ہے کہ میں اس کو مکاتب بناؤں؟ عطاء نے کہا: میرا گمان تو یہی ہے۔

اس تعلیق کے موافق اثر کو شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔
(المحلی بالآثار ج ۸ ص ۲۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

وَقَالَهُ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ تَأْثُرُهُ عَنْ اَحَدٍ؟ قَالَ لَا' ثُمَّ اَخْبَرَنِيْ اَنَّ مُوْسَى بْنَ اَنَسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ سِيْرِيْنَ سَالَ اَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ' وَكَانَ كَثِيْرَ الْمَالِ فَاَبٰى' فَانْطَلَقَ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ كَاتِبْهُ' فَاَبٰى' فَضَرَبَهُ بِالدِّرَّةِ وَيَتْلُوْ عُمَرُ ﴿فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا﴾ (النور: ۳۳) فَكَاتَبَهُ.

اور عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا آپ اس حکم کو کسی سے روایت کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! پھر انہوں نے مجھے خبر دی کہ موسیٰ بن انس نے ان کو خبر دی کہ (ابن سیرین کے والد) سیرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ درخواست کی کہ وہ ان کو مکاتب بنا دیں اور سیرین کے پاس بہت مال تھا' تو حضرت انس نے انکار کیا' پھر سیرین نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو حضرت عمر نے حضرت انس کو حکم دیا کہ انہیں مکاتب بناؤ' حضرت انس نے پھر انکار کیا تو حضرت عمر نے ان کو ایک درّہ مارا اور یہ آیت پڑھی: اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب کر دو اگر تمہارے علم میں ان کی خیر ہو۔ (النور: ۳۳)

پھر حضرت انس نے سیرین کو مکاتب کر دیا۔

اس تعلیق کو بھی شیخ ابن حزم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۸ ص ۲۲۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۶۰ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ بَرِيْرَةَ دَخَلَتْ عَلَيْهَا تَسْتَعِيْنُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَعَلَيْهَا خَمْسُ أَوَاقِيَ، نُجِّمَتْ عَلَيْهَا فِي خَمْسِ سِنِيْنَ، فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ وَنَفِسَتْ فِيهَا أَرَأَيْتِ إِنْ عَدَدْتُ لَهُمْ عَدَّةً وَاحِدَةً، أَيَبِيْعُكِ أَهْلُكِ فَأُعْتِقَكِ، فَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِي؟ فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ إِلٰى أَهْلِهَا فَعَرَضَتْ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوْا لَا، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ لَنَا الْوَلَاءُ، قَالَتْ عَائِشَةُ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، شَرْطُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں وہ ان سے اپنی مکاتبت میں مدد طلب کرتی تھیں اور ان پر (آزاد ہونے کے لیے) پانچ سال میں پانچ اواق (دوسو درہم) مقرر کیے گئے تھے' حضرت عائشہ نے ان کو مکاتب کرنے میں رغبت کی اور فرمایا: اگر میں ان کو یک مشت یہ رقم دے دوں' پھر میں تم کو آزاد کر دوں اور تمہاری وَلاء میرے لیے ہو؟ تو حضرت بریرہ اپنے مالکوں کے پاس گئیں اور ان کے سامنے حضرت عائشہ کی پیش کش بیان کی' پس انہوں نے کہا: نہیں! وَلاء ہمارے لیے ہوگی' حضرت عائشہ نے کہا: پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو خرید کر پھر آزاد کر دو' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پس آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے! جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' جس نے بھی ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے' پس وہ باطل شرط ہے' اللہ کی شرط (پوری کی جانے کی) زیادہ مستحق اور زیادہ مضبوط ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں باندی کو مکاتب کرنے اور اس کی قسطوں کی ادائیگی کی مدت کا بیان ہے۔

حقوق کی بیع اور دیگر مسائل

اس حدیث کے بہت زیادہ فوائد ہیں' جن کو علماء نے بیان کیا ہے حتیٰ کہ محمد بن جریر نے اس کے فوائد میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۶۱ پر حدیث: ۳۶۷۲ کی شرح میں ہم نے اس حدیث سے مستنبط ہونے والے ایک سو باسٹھ مسائل لکھے ہیں' اس حدیث کا اہم فائدہ یہ ہے کہ جس بیع میں شرط لگائی جائے وہ جائز نہیں ہے اور بیع اس چیز کی ہوتی ہے جو خارج میں موجود ہو' یہودی لوگ حضرت بریرہ کی وَلاء کو خریدنا چاہتے تھے یعنی وہ اس حق کو خریدنا چاہتے تھے کہ حضرت بریرہ آزاد ہو کر مال دار ہو جائیں اور وفات کے وقت ان کا کوئی وارث نہ ہو تو ان کا ترکہ ان کے سابقہ مالکان کو مل جائے حالانکہ یہ حق آزاد کرنے والے کا ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حقوقِ شرعیہ کی بیع جائز نہیں ہے' لہٰذا وَلاء' میراث' شفعہ اور تفویض طلاق وغیرہ کی بیع جائز نہیں ہے' درآمد برآمد کا لائسنس' پنشن لینے کا حق' کسی مکان یا دکان کو کرائے پر دینے کا حق' ان حقوق کی آج کل خرید و فروخت ہوتی ہے لیکن ان کی

خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

۳ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنْ شُرُوطِ الْمُكَاتَبِ، وَمَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى

مکاتب بنانے میں کون سی شرطیں جائز ہیں اور جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ بیع میں شرط کی متعدد اقسام ہیں: (۱) ایسی شرط جو مطلقاً عقد کرنے کا تقاضا ہے جیسے جس چیز کا عقد ہوا ہے اس کو ادا کرنے کی شرط (۲) جس شرط میں مصلحت ہو جیسے رہن رکھنے کی شرط' یہ دونوں شرطیں بالاتفاق جائز ہیں (۳) غلام کو فروخت کرتے وقت اس کو آزاد کرنے کی شرط' جمہور کے نزدیک یہ شرط جائز ہے' جیسے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے (۴) جو شرط عقد کے تقاضے پر زائد ہو اور اس میں خریدار کی کوئی مصلحت نہ ہو' جیسے کوئی شخص گھوڑا فروخت کرے اور یہ شرط لگائے کہ تم اس پر سواری نہ کرنا' یہ شرط جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۲)

فِيهِ ابْنُ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

امام بخاری نے اس قول سے حدیث: ۲۵۶۵ کی طرف اشارہ کیا ہے' جو اس باب کے آخر میں آئے گی۔

۲۵۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا، قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ ارْجِعِي إِلَى أَهْلِكِ، فَإِنْ أَحَبُّوا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ، وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ! فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيرَةُ لِأَهْلِهَا فَأَبَوْا، وَقَالُوا إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ، وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لَنَا، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعِي، فَأَعْتِقِي، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. قَالَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنْ شَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ، شَرْطُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے بدل مکاتبت میں ان سے مدد طلب کرنے کے لیے ان کے پاس آئیں اور انہوں نے اپنے بدل مکاتبت میں سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا' حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا: تم اپنے مالکوں کے پاس جاؤ اگر وہ پسند کریں تو میں اس طرح کرتی ہوں کہ میں تمہارا بدل مکاتبت (یک مشت) ادا کر دیتی ہوں اور تمہاری وَلاء میرے لیے ہوگی' حضرت بریرہ نے اپنے مالکوں سے اس پیش کش کا ذکر کیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا: اگر وہ یہ نیکی کر کے تم پر یہ مہربانی کرنا چاہتی ہیں تو کریں مگر تمہاری وَلاء ہمارے لیے ہوگی' حضرت عائشہ نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے! جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' جس شخص نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ شرط اس کے لیے نہیں ہوگی خواہ وہ ایسی سو شرطیں لگائے' اللہ کی شرط

(پوری کیے جانے کی) زیادہ مستحق ہے اور زیادہ مضبوط ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٢٥٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَرَادَتْ عَائِشَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً لِتُعْتِقَهَا، فَقَالَ اَهْلُهَا عَلٰى اَنَّ وَلَاءَ هَا لَنَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكَ، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے آزاد کرنے کے لیے ایک باندی خریدنے کا ارادہ کیا تو اس باندی کے مالکوں نے یہ شرط رکھی کہ وَلاء ان کے لیے ہو گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا: تمہیں ان کی شرط خریدنے سے باز نہ رکھے، وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ اِسْتِعَانَةِ الْمُكَاتَبِ وَسُؤَالِهِ النَّاسَ

مکاتب کا (بدل مکاتبت میں) مدد طلب کرنا اور لوگوں سے سوال کرنا

٢٥٦٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ اِنِّيْ كَاتَبْتُ اَهْلِيْ عَلٰى تِسْعِ اَوَاقٍ، فِيْ كُلِّ عَامٍ اُوْقِيَةٌ، فَاَعِيْنِيْنِيْ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنْ اَحَبَّ اَهْلُكِ اَنْ اَعُدَّهَا لَهُمْ عَدَّةً وَّاحِدَةً وَاُعْتِقَكِ فَعَلْتُ، وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِيْ، فَذَهَبَتْ اِلٰى اَهْلِهَا فَاَبَوْا ذٰلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ، فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ، فَسَمِعَ بِذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَنِيْ فَاَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ خُذِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا، وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَمَا بَالُ رِجَالٍ مِّنْكُمْ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ فَاَيُّمَا شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَاِنْ كَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ آئیں، پس انہوں نے کہا کہ مجھے میرے مالکوں نے نو اواق (تین سو ساٹھ درہم، آج کل ۲۰۰۸ء میں ایک درہم تقریباً سو روپے کا ہے) کے عوض مکاتبہ کر دیا ہے، ہر سال میں ایک اوقیہ (چالیس درہم) دینا ہوگا، پس آپ میری مدد کیجئے، تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تمہارے مالکان پسند کریں تو میں یہ کرتی ہوں کہ میں ان کو یک مشت یہ اقساط ادا کر دوں اور تم کو آزاد کر دوں اور وَلاء میرے لیے ہو گی، پھر حضرت بریرہ اپنے مالکوں کی طرف گئیں تو انہوں نے اس پیش کش کا انکار کیا، پھر حضرت بریرہ نے (حضرت عائشہ سے) کہا: میں نے ان کے سامنے آپ کی پیش کش رکھی تھی تو انہوں نے اس کے سوا انکار کر دیا کہ وَلاء ان کے لیے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سن لیا تو آپ نے مجھ سے اس کے متعلق سوال کیا تو میں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: تم بریرہ کو لے لو

مِائَةَ شَرْطٍ، فَقَضَاءُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَ شَرْطُ اللّٰهِ اَوْثَقُ، مَا بَالُ رِجَالٍ مِّنْكُمْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمْ اَعْتِقْ يَا فُلَانُ وَلِيَ الْوَلَاءُ، اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

اور اس کو آزاد کر دو اور ان کے سامنے وَلاء کی شرط رکھو وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ کی حمد اور ثناء کی' پھر آپ نے فرمایا: حمد وثناء کے بعد' تم میں سے ان مردوں کا کیا حال ہے! جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' پس ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو' سو وہ باطل ہے' خواہ وہ سو شرطیں ہوں' پس اللہ کا حکم اطاعت کا زیادہ حق دار ہے اور اللہ کی شرط پوری کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے اور تم میں سے ان مردوں کا کیا حال ہے! جو کہتے ہیں: اے فلاں! آزاد کر دو اور وَلاء میرے لیے ہوگی' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ بَيْعِ الْمُكَاتَبِ اِذَا رَضِيَ جب مکاتب راضی ہو تو اس کو فروخت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکاتب کو فروخت کرنا جائز ہے' اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب مکاتب فروخت کیے جانے پر راضی ہو خواہ وہ بدل مکاتبت ادا کرنے سے عاجز نہ ہو' یہ امام احمد' اوزاعی' لیث' ابوثور' امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کا قول ہے' ابن جریر اور ابن منذر کا یہی مختار ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ مکاتب کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی' عطاء' لیث' امام احمد اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ مکاتب کو مکاتبت پر برقرار رکھتے ہوئے فروخت کرنا جائز ہے' اگر اس نے اقساط ادا کر دیں تو اس کو آزاد کر دیا جائے اور اگر وہ اقساط ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو بہ دستور غلام رہے گا' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مکاتب جب تک مکاتب ہو' اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ هُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ. اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب تک مکاتب پر کچھ بھی باقی ہو' وہ غلام ہے۔

اس تعلیق کو امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے:

عمران بن بشیر از سالم سیلان روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ مجھ سے (آزاد مردوں کی طرح) حیاء نہیں فرماتیں! حضرت عائشہ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں مکاتب ہو چکا ہوں! حضرت عائشہ نے فرمایا: جب تک تم پر کچھ بھی باقی ہے تم (بہ دستور) غلام ہو۔

(شرح معانی الآثار: ۴۶۱۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی' حضرت عائشہ نے پوچھا: تمہاری کتابت کی کتنی اقساط باقی ہیں؟ میں نے کہا: دس اواق' آپ نے فرمایا: آ جاؤ! جب تک تم پر کچھ بھی باقی ہے تم غلام ہو۔ (شرح معانی الآثار: ۴۶۱۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ.

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک اس کے اوپر ایک درہم بھی باقی ہے (وہ غلام ہے)۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے روایت کیا ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مکاتب کے متعلق کہا: جب تک اس کے اوپر ایک درہم بھی باقی ہے وہ غلام ہے۔ (مسند الامام الشافعی ص ۲۰۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جب تک مکاتب پر اس کی مکاتبت سے کچھ بھی باقی ہو وہ غلام ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۶۲۳ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ عَبْدٌ اِنْ عَاشَ وَاِنْ مَاتَ وَاِنْ جَنٰى' مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ (مکاتب) غلام ہی ہے جب تک وہ زندہ ہے اور اگر وہ مر گیا اور اس کے اوپر اس کی جنایت باقی ہو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تک مکاتب پر مکاتبت کا کچھ بھی باقی ہے وہ غلام ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۶۲۲ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

مکاتب نے اگر کوئی جرم کیا اور مرنے سے پہلے اس نے مکاتبت کی قسط ادا نہیں کی تو اس کو غلام ہی قرار دیا جائے گا اور اس کے جرم کا تاوان اس کے مالک کو بھرنا ہوگا۔

٢٥٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ' عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ بَرِيْرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِيْنُ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' فَقَالَتْ لَهَا اِنْ اَحَبَّ اَهْلُكِ اَنْ اَصُبَّ لَهُمْ ثَمَنَكِ صَبَّةً وَّاحِدَةً فَاُعْتِقَكِ فَعَلْتُ' فَذَكَرَتْ بَرِيْرَةُ ذٰلِكَ لِاَهْلِهَا' فَقَالُوْا لَا' اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَنَا. قَالَ مَالِكٌ قَالَ يَحْيٰى فَزَعَمَتْ عَمْرَةُ اَنَّ عَائِشَةَ ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِشْتَرِيْهَا وَاَعْتِقِيْهَا' فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس (مکاتبت کی قسطوں میں) مدد طلب کرنے کے لیے آئیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: اگر تمہارے مالکان پسند کریں تو میں تمہاری قیمت ان کو یک مشت ادا کر دوں پھر تمہیں آزاد کر دوں' پھر حضرت بریرہ نے اس کا ذکر اپنے مالکوں سے کیا تو انہوں نے کہا: نہیں! یہ صرف اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ ولاء ہمارے لیے ہو۔ امام مالک نے کہا کہ یحییٰ نے بیان کیا: پس عمرہ کا یہ زعم تھا کہ حضرت عائشہ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو خرید لو اور اس کو آزاد کر دو' کیونکہ ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٦ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابٌ اِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ اِشْتَرِنِي وَاَعْتِقْنِي، فَاشْتَرَاهُ لِذٰلِكَ

جب مکاتب نے کسی شخص سے کہا: مجھے خرید لو اور مجھے آزاد کر دو تو اس شخص نے اس وجہ سے خرید لیا

امام بخاری نے عنوان میں اس مسئلہ کا جواب ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی غلام کو آزاد کرنے کے لیے خریدا تو اس کا خریدنا جائز ہے۔

٢٥٦٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي، اَيْمَنُ، قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَقُلْتُ كُنْتُ غُلَامًا لِعُتْبَةَ بْنِ اَبِي لَهَبٍ، وَمَاتَ وَوَرِثَنِي بَنُوْهُ، وَاِنَّهُمْ بَاعُوْنِي مِنِ ابْنِ اَبِي عَمْرٍو، فَاَعْتَقَنِي ابْنُ اَبِي عَمْرٍو، وَاشْتَرَطَ بَنُوْ عُتْبَةَ الْوَلَاءَ، فَقَالَتْ دَخَلَتْ بَرِيْرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ، فَقَالَتِ اشْتَرِيْنِي وَاَعْتِقِيْنِي، قَالَتْ نَعَمْ. قَالَتْ لَا يَبِيْعُوْنِي حَتّٰى يَشْتَرِطُوْا وَلَائِي، فَقَالَتْ لَا حَاجَةَ لِي بِذٰلِكَ، فَسَمِعَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ بَلَغَهُ، فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ مَا قَالَتْ لَهَا، فَقَالَ اِشْتَرِيْهَا وَاَعْتِقِيْهَا وَدَعِيْهِمْ يَشْتَرِطُوْنَ مَا شَاؤُوْا. فَاشْتَرَتْهَا عَائِشَةُ فَاَعْتَقَتْهَا، وَاشْتَرَطَ اَهْلُهَا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ، وَاِنِ اشْتَرَطُوْا مِائَةَ شَرْطٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے باپ ایمن نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا کہ میں عتبہ بن ابولہب کا غلام تھا' وہ مر گیا اور میں اس کے بیٹوں کی وراثت میں آ گیا اور انہوں نے مجھے ابن ابی عمرو کے ہاتھ فروخت کر دیا' پھر مجھے ابن ابی عمرو نے آزاد کر دیا اور عتبہ کے بیٹوں نے وَلاء کی شرط لگا دی' پس حضرت عائشہ نے فرمایا: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ اس وقت مکاتبہ تھیں' پس انہوں نے کہا: آپ مجھے خرید لیں اور آزاد کر دیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: چلو! ٹھیک ہے' حضرت بریرہ نے کہا: وہ مجھے اس وقت تک فروخت نہیں کریں گے حتیٰ کہ میری ولاء کی شرط لگائیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو سن لیا یا آپ تک یہ بات پہنچ گئی تو آپ نے حضرت عائشہ سے ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے بتایا جو حضرت بریرہ نے ان سے کہا تھا' پس آپ نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا: تم اس کو خرید لو اور اس کو آزاد کر دو' اور ان کو چھوڑ دو' وہ جو چاہیں شرط لگائیں' پس حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے وَلاء کی شرط لگائی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وَلاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' خواہ وہ سو شرطیں لگائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٦ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا خلاصہ

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ابوایمن نے بیان کیا ہے کہ میں عتبہ کے بیٹوں کا غلام تھا' انہوں نے مجھے ابن ابی عمرو کے ہاتھ فروخت کر دیا' انہوں نے مجھے آزاد کر دیا اور اب عتبہ کے بیٹوں نے میری وَلاء کی شرط لگائی' اس پر حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کا

واقعہ سنا کر یہ بتایا کہ وَلاء صرف آزاد کرنے والے کی ہوتی ہے' لہٰذا تمہاری وَلاء پر عتبہ کے بیٹوں کا حق نہیں ہے بلکہ اس پر ابن ابی عمرو کا حق ہے۔

اس حدیث میں عتبہ کے بیٹوں کا ذکر ہے اور وہ عباس' ابوخراش' ہشام اور یزید ہیں۔

نیز اس حدیث میں ابن ابی عمرو کا ذکر ہے اور وہ عبداللہ بن ابی عمرو بن عبداللہ مخزومی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ عتبہ بن ابی لہب صحابی تھے' فتح مکہ کے دن وہ اور اس کا بھائی معتب دونوں اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور ان کا ایک بھائی عتیبہ تھا' وہ کفر کی حالت میں مرگیا تھا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۵۱' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

''کتاب المکاتب'' کی تکمیل

الحمدللہ رب العلمین! آج ۲۲ جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ/ ۲۸ مئی ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ ''کتاب المکاتب'' مکمل ہوگئی۔

الٰہ العلمین! اے مالک ارض وسماء! جس طرح آپ نے اس کتاب کو مکمل کرادیا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب کو بھی مکمل کرادیں اور میری' میرے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرمادیں۔ (آمین)

''کتاب العتق'' اور اس سے متصل'' کتاب المکاتب'' میں چھیاسٹھ (۶۶) احادیث ہیں' ان میں تیرہ (۱۳) تعلیقات ہیں اور بقیہ احادیث موصولہ ہیں اور ان میں انچاس (۴۹) احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث سترہ (۱۷) ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۵۱ - کِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيْضِ عَلَيْهَا

ہبہ کرنے کی فضیلت اور اس پر ترغیب کا بیان

ہبہ کا لغوی معنی ہے: کسی دوسرے شخص کو ایسی چیز عطاء کرنا جس سے اس کو نفع حاصل ہو خواہ وہ مال ہو یا غیر مال ہو۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے اس مال کو ہبہ کیا اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو اللہ نے نیک بیٹا ہبہ کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا○ (جبریل نے) کہا: (اے مریم!) میں صرف تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم کو پاکیزہ لڑکا ہبہ کروں○ (مریم:۱۹)

ہبہ کا شرعی معنی یہ ہے: کسی دوسرے شخص کو بغیر کسی معاوضہ کے کسی مال کا مالک بنانا۔

ہبہ کی اقسام

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

ہبہ کی تعریف ہے: بغیر معاوضہ کے مالک بنانا' اور اس کے تحت کئی انواع ہیں: مثلاً مقروض کو اپنے قرض سے بَری کر دینا اور صدقہ کرنا اور آخرت کے ثواب کو ہبہ کرنا اور ہدیہ وہ ہے جو کسی شخص کو تکریم کی جہت سے دیا جاتا ہے۔

(شرح الکرمانی ج ۱۱ص ۱۰۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

ہبہ کی اقسام کے ذکر میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' علامہ کرمانی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

جس نے ہبہ کو زندگی کے ساتھ خاص کیا ہے' اس کی اس قید سے وصیت ہبہ سے خارج ہو گئی' حالانکہ وصیت میں بھی یہ تین قسمیں ہوتی ہیں (قرض سے بَری کرنا' صدقہ کرنا اور ہدیہ دینا) اور کبھی ہبہ کو معاوضہ کے بدل کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے اور ہبہ کی مشہور تعریف ہے: کسی کو بغیر معاوضہ کے مالک بنانا' اور امام بخاری کی مراد ہبہ کا عام معنی ہے' کیونکہ انہوں نے ہدیہ کی حدیثوں کو بھی اس باب میں شامل کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہبہ کی اقسام مذکورہ ہبہ کے لغوی معنی کے اعتبار سے ہیں' نہ کہ ہبہ کے شرعی معنی کے اعتبار سے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کی عبارت سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ ہبہ کی یہ اقسام اس کے شرعی معنی کے اعتبار سے ہیں' اسی لیے علامہ عینی نے اس پر گرفت کی ہے۔

ہدیہ دینے اور ہدیہ قبول کرنے کے متعلق احادیث' خواہ وہ ہدیہ مسلمان کا ہو یا کافر کا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیے دو' کیونکہ ہدیہ سینہ کے کینہ کو دور کرتا ہے' اور کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر نہ جانے خواہ وہ بکری کا کھر بھیجے۔ (سنن ترمذی: ۲۱۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیے دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو۔
(الادب المفرد للبخاری: ۶۰۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۹)

عطاء الخراسانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے مصافحہ کرو' اس سے کینہ ختم ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو ہدیے دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو' اس سے بخل ختم ہوتا ہے۔ (موطأ امام مالک: ۱۷۳۱' دار المعرفۃ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو اور ہجرت کرو اور اپنی اولاد کو وارث بناؤ اور معزز لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۰۵۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے بکری کے ایک پایہ کا ہدیہ دیا جائے تو میں اس کو قبول کر لوں گا اور اگر مجھے بکری کے ایک پایہ کی دعوت دی جائے تو میں اس میں جاؤں گا۔ (سنن ترمذی: ۱۳۳۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ دیا تو آپ نے اس کو قبول فرمالیا اور دوسرے بادشاہوں نے آپ کو ہدیے دیئے تو آپ نے قبول فرمالیے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۵۔ ۹۶' مسند البزار: ۸۷۷' سنن نسائی: ۳۸۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُکیدر صاحب رومہ کی طرف ایک لشکر بھیجا' اس نے آپ کی طرف ایک ریشمی جبہ بھیجا جس میں سونے کی بُنائی کی ہوئی تھی۔ (سنن نسائی: ۵۳۱۲' سنن ترمذی: ۱۷۲۳)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جنگ حنین کے دن' میں اور ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہم آپ سے الگ نہیں ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے' جو آپ کو فروہ بن نغاثہ الجذامی نے ہدیہ کیا تھا۔ الحدیث
(صحیح مسلم: ۱۷۷۵' الرقم المسلسل: ۴۵۰۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبطیوں کے امیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو باندیاں اور ایک خچر ہبہ کیا تھا' آپ اس خچر پر مدینہ میں سواری کرتے تھے' آپ نے ان میں سے ایک باندی (حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا) اپنے لیے رکھ لیں' ان سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور دوسری باندی آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی۔
(تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۱۰۵۰' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

۱ - بَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا

ہبہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب

۲۵۶۶ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا، وَلَوْ فِرْسِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از المقبری از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کے ہدیہ کو ہرگز

شَاةٍ. [طرف الحدیث:۶۰۱۷] حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

(صحیح مسلم:۱۰۳۰ الرقم المسلسل:۲۲۶۸ ، سنن ترمذی:۲۱۳۰ ، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۷۷ ، شرح السنۃ:۱۶۴۱ ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۴ طبع قدیم ، مسند احمد:۷۵۹۱۔ج ۱۳ ص ۳۳ ، مؤسسۃ الرسالۃ طبع قدیم)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ہدیہ دینے کی ترغیب ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عاصم بن علی بن عاصم صہیب ابوالحسن' یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن ابی ذئب' یہ محمد بن عبدالرحمن بن الحارث بن ابی ذئب ہیں اور ان کا نام ہشام ہے (۳) سعید المقبری (۴) ان کے والد کیسان (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۸)

تھوڑے سے ہدیہ کی بھی قدر کرنی چاہیے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ اگر ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کو بکری کا کُھر بھی بھیجے تو وہ اس کو حقیر نہ جانے۔

اس حدیث سے بکری کے کُھر کی خصوصیت مراد نہیں ہے' بلکہ تھوڑی سی چیز کے ہدیہ بھیجنے اور اس کے قبول کرنے میں مبالغہ مراد ہے کیونکہ عام طور پر بکری کے کُھر کا ہدیہ نہیں بھیجا جاتا' بہر حال کوئی چیز بھیجنا نہ بھیجنے سے بہتر ہے۔

۲۵۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ ابْنَ اُخْتِيْ، اِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ اِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ، ثَلَاثَةَ اَهِلَّةٍ فِيْ شَهْرَيْنِ، وَمَا اُوْقِدَتْ فِيْ اَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ. فَقُلْتُ يَا خَالَةُ، مَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ؟ قَالَتْ اَلْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ، اِلَّا اَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ، يَمْنَحُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِيْنَا. [اطراف الحدیث:۶۴۵۸-۶۴۵۹]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبد اللہ الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از یزید بن رومان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا: بے شک ہم ایک چاند کی پہلی تاریخ سے دوسرے چاند کی پہلی تک' پھر اسی طرح دو مہینوں میں تین پہلی تاریخ کے چاند دیکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی' عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے خالہ! پھر آپ لوگ کس چیز پر زندہ رہتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: دو کالی چیزوں پر' کھجور اور پانی پر' البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ انصاری پڑوسی تھے' ان کے پاس بکریاں تھیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا دودھ بھیجتے تھے تو آپ ہمیں دودھ پلاتے تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں دودھ کا ہدیہ بھیجنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ بن عمرو بن اویس (۲) عبدالعزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد سلمہ بن دینار (۴) یزید بن رومان (۵) عروہ بن الزبیر (۶) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۰)

کھجور اور پانی پر دو کالی چیزوں کے اطلاق کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: عروہ نے پوچھا: اے خالہ! پھر آپ لوگ کس چیز پر زندہ رہتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: دو کالی چیزوں پر' کھجور اور پانی پر۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ پانی تو کالا نہیں ہوتا' پھر حضرت عائشہ نے کھجور اور پانی دونوں کے لیے کالے کا لفظ کیوں استعمال کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باب تغلیب سے ہے' کھجور تو کالی ہوتی ہے اس کی وجہ سے کھجور کے رنگ کو پانی کے رنگ پر غلبہ دے کر اسے بھی کالا فرما دیا' اور حضرت عائشہ نے کھجور کو کالی اس لیے فرمایا کہ مدینہ کی اکثر کھجوریں کالی ہوتی ہیں' اس لیے ان کے رنگ کو دوسری کھجوروں کے رنگ پر غلبہ دے دیا۔

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کی دو کالی چیزوں سے مراد رات کی سیاہی اور حرہ کی سیاہی تھی اور حرہ سے مراد وہ سبزیاں ہیں' جو کچی کھائی جاتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۱)

میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے دو کالی چیزوں کی تفسیر کھجور اور پانی سے کی ہے۔

فقیر صابر اور غنی شاکر کے مقابلہ میں فقیر شاکر کی فضیلت اور رسول اللہ ﷺ کے فقر کا معنی

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں دو' دو مہینوں تک آگ نہیں جلتی تھی اور آپ کے گھر والے دو' دو ماہ تک صرف کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے تھے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو دنیا کی عیش و عشرت سے کس قدر بے رغبتی تھی' اور آپ دنیا کی کم چیزوں پر قناعت کرتے تھے' اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے تھے کیونکہ جب آپ کو دنیا اور آخرت کی چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا اور آپ نے آخرت کو اختیار کر لیا تو اس پر آپ کی مدح اور ستائش کی گئی اور آپ نے اس کو پسند کیا کہ آپ نبی اور بندے ہوں' نہ کہ نبی اور بادشاہ اور یہی آپ کی سنت اور آپ کا طریقہ ہے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ دنیا کی کم چیزوں کو لینے میں اور بہ قدر ضرورت نعمتوں کے حصول میں فضیلت ہے' اور اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ فقر کو غنٰی پر فضیلت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر افضل ہے؟ بعض عارفین نے کہا ہے کہ فقیر صابر افضل ہے نہ غنی شاکر افضل ہے بلکہ افضل فقیر شاکر ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اکثر ایام فقر و فاقہ میں گزرتے تھے اور آپ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے اور آپ سیّد الشاکرین تھے۔

واضح رہے کہ جب نبی ﷺ کے لیے فقر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد مادی فقر نہیں ہوتا جیسے آج کل تنگ دست لوگ ہوتے ہیں بلکہ اس سے مراد فقر الی اللہ ہے' یعنی آپ مال و دولت کے محتاج نہیں تھے' صرف اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے' متاعِ دنیا آپ کے پاس ہو یا نہ ہو' آپ کی شکر گزاری' عبادت و ریاضت اور تبلیغ دین کی مصروفیات اور اس کی مشقتوں میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

۲ - بَابُ الْقَلِيلِ مِنَ الْهِبَةِ — کم چیز کو ہبہ کرنا

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کم مقدار میں کوئی چیز ہدیہ میں بھیجے تو وہ اس کو حقیر نہ جانے اور نہ

اس کو کم ہونے کی بناء پر مسترد کرے۔

۲۵۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ دُعِيتُ إِلَى ذِرَاعٍ، أَوْ كُرَاعٍ، لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: اگر مجھے (بکری کے) بازو یا پائے کی بھی دعوت دی جائے تو میں قبول کرلوں گا اور اگر مجھے (بکری کا) بازو یا پایا بھی ہدیہ کیا جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا۔

[طرف الحدیث: ۵۱۷۸] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

ہدیہ پیش کرنے کی ترغیب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو ہدیہ پیش کرنے، صلہ رحم کرنے، تالیف قلب اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے ساتھ پیش آنے پر برانگیختہ کیا ہے اور آپ نے یہ بتایا ہے کہ آپ کو جو ہدیہ پیش کیا جائے یا جس چیز کی دعوت دی جائے، آپ اس کو قبول فرماتے ہیں تاکہ کوئی شخص ہدیہ کے کم ہونے کی بناء پر اس کو مسترد نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳ - بَابُ مَنِ اسْتَوْهَبَ مِنْ أَصْحَابِهِ شَيْئًا — جس شخص نے اپنے اصحاب سے کسی ہدیہ کو طلب کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے احباب سے کسی ہدیہ کو طلب کیا تو وہ جائز ہے، خواہ وہ ہدیہ کوئی خارجی چیز ہو یا کسی چیز کی منفعت ہو، تاہم یہ جواز اس صورت میں ہے کہ جب ہدیہ طلب کرنے والے کو یہ گمان یا اندازہ ہو کہ اس ہدیہ کو طلب کرنے سے اس شخص کے دل میں کوئی تنگی، ملال یا بوجھ نہیں ہوگا اور جس سے وہ ہدیہ مانگ رہا ہے، وہ اس کا بے تکلف دوست ہو یا اس کا عقیدت مند اور شاگرد یا مرید ہو اور اس کے لیے اپنے استاذ یا شیخ کو ہدیہ پیش کرنا باعث فخر ہوگا۔

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول، صحیح البخاری: ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۴۹ اور ۲۲۷۶ میں ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سفر کرتے ہوئے ایک بستی میں پہنچے، اس بستی کے لوگوں سے انہوں نے کھانا طلب کیا تو انہوں نے کھانا نہیں دیا، اتفاق سے اس بستی کے سردار کو بچھو نے کاٹا ہوا تھا اور کسی علاج سے اس کو فائدہ نہیں ہوا، سردار کے کہنے سے اس بستی کے لوگوں نے صحابہ سے پوچھا: کیا تم دَم کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! لیکن تم نے ہمیں کھانا نہیں دیا تھا، اس لیے ہم دَم نہیں کریں گے۔ پھر (تیس بکریوں کے معاوضہ پر) ان کی صلح ہوگئی، صحابہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دَم کیا تو وہ سردار بالکل تندرست ہوگیا اور بستی والوں نے وہ بکریاں دے دیں، پھر صحابہ کا باہم اختلاف ہوا کہ ان بکریوں کا لینا آیا جائز بھی تھا یا نہیں؟ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا، تم ان بکریوں کو تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھو۔ (صحیح البخاری: ۲۲۷۶، صحیح مسلم: ۲۲۰۱ ملخصاً، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

''لُدِغَ'' کے معنی کی تحقیق' مصنف نے اس کا معنی کیا ہے: بچھو کا ڈسا ہوا' اور شیخ تقی عثمانی نے اس کا معنی کیا ہے: سانپ کا ڈسا ہوا

شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کے ترجمہ میں ''لُدِغَ'' کے معنی میں لکھا ہے:

ان کے ہاں کسی آدمی کو سانپ نے ڈس لیا۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۴۶۲)

شیخ تقی عثمانی نے جہاں اس حدیث کا خلاصہ لکھا ہے' وہاں بھی یہی لکھا ہے:

حضرت ابوسعید خدری نے سانپ کے کاٹے کا دَم کیا تھا۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۵۶)

جب کہ لغت اور شروحِ حدیث میں ''لُدِغَ'' کا معنی بچھو کا کاٹا ہوا لکھا ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

''لُدِغَ: یقال لَدَغَتْہُ الْعَقْرَبُ اَیْ ضَرَبَتْہُ بِذَنْبِھَا'' لدغ کے معنی میں کہا جاتا ہے: اس کو بچھو نے کاٹا یعنی اس پر اپنی دُم ماری۔ (ھدی الساری مع فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

دس علماء دیو بند نے مل کر مشہور لغت کی کتاب المنجد کا ترجمہ کیا ہے' اس میں ''لدغ'' کا معنی لکھا ہے:

''لدغه العقرب فلانًا'' کسی پر بچھو چھوڑنا کہ وہ اس کو کاٹ لے۔ (المنجد اُردو' ص ۹۱۸' دار الاشاعت' کراچی' ۱۹۹۴ء)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''لُدِغَ'' کا معنی ہے: ڈسنا' خواہ سانپ کا ڈسنا ہو یا بچھو کا' اور اس کا اکثر استعمال بچھو میں ہوتا ہے' اور اعمش کی روایت میں بچھو کا معنی متعین ہے' خصوصاً (راوی) اعمش نے بچھو کی تصریح کی ہے جیسا کہ عنقریب فضائل القرآن میں آئے گا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''لدغ'' کا معنی ہے: سانپ یا بچھو کا ڈسنا' اور امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ وہ بچھو کا کاٹا ہوا تھا' اور اعمش نے تصریح کی ہے کہ وہ بچھو کا کاٹا ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۴۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے امام ترمذی کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: ہمیں ہناد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از جعفر بن ایاس از ابی نضرہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا' ہم ایک قوم کے پاس ٹھہرے' ہم نے ان سے ضیافت طلب کی تو انہوں نے ہماری ضیافت نہیں کی' پھر ان کے سردار کو ڈس لیا گیا' سو وہ لوگ ہمارے پاس آئے' پس انہوں نے پوچھا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو بچھو کے کاٹے ہوئے پر دَم کرتا ہے؟

(سنن ترمذی: ۲۰۶۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ متعین ہو گیا کہ یہاں ''لـدغ'' کا معنی ہے: بچھو کا کاٹا ہوا' اور یہ اعمش کی روایت ہے اور علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا تھا کہ اعمش کی روایت میں تصریح ہے کہ اس سے مراد بچھو کا کاٹا ہوا ہے' وہ بھی یہی روایت ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ' علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ' علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۱۰۷۸ ھ اور غیر مقلد عالم عبد الرحمٰن

مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (التوشیح ج ۴ص ۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' ارشاد الساری ج ۵ ص ۴۷۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ' مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۴۹۱۔۴۹۰' دارالایمان' مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ' تحفۃ الاحوذی ج ۶ ص ۲۱۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۲۵۶۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اِلٰی امْرَاَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ، وَكَانَ لَهَا غُلَامٌ نَجَّارٌ، قَالَ لَهَا مُرِیْ عَبْدَكِ فَلْیَعْمَلْ لَنَا اَعْوَادَ الْمِنْبَرِ. فَاَمَرَتْ عَبْدَهَا، فَذَهَبَ فَقَطَعَ مِنَ الطَّرْفَاءِ، فَصَنَعَ لَهٗ مِنْبَرًا، فَلَمَّا قَضَاهُ، اَرْسَلَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَدْ قَضَاهُ، قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلِیْ بِهٖ اِلَیَّ. فَجَاءُوْا بِهٖ، فَاحْتَمَلَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهٗ حَیْثُ تَرَوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ایک عورت کا غلام بڑھئی (درکھان) تھا' آپ نے اس عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے غلام سے کہو کہ میرے لیے لکڑیوں کا منبر بنا دے' اس نے اپنے غلام کو حکم دیا' اس نے جھاؤ کے درخت سے لکڑیاں کاٹیں اور آپ کے لیے منبر بنا دیا' جب اس نے منبر بنا دیا تو اس عورت نے آپ کو پیغام بھیجا کہ اس نے منبر بنا دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو میرے پاس لاؤ' صحابہ اس منبر کو لے کر آئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھوا کر وہاں رکھوا دیا' جہاں پر اس کو تم اب دیکھ رہے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے اس خاتون سے منبر کو طلب کیا تھا اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اپنے اصحاب سے کوئی چیز طلب کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے مہاجرین میں سے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا۔ علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ اکثر روایات میں مذکور ہے کہ وہ عورت انصار میں سے تھی' ہوسکتا ہے کہ اس عورت نے ہجرت کی ہو لیکن وہ عورت اصل میں انصاریہ تھی۔ علامہ ابن بطال نے بھی لکھا ہے کہ وہ عورت انصاریہ تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۳)

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ السَّلَمِیِّ، عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنْتُ یَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَنْزِلٍ فِیْ طَرِیْقِ مَكَّةَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَازِلٌ اَمَامَنَا، وَالْقَوْمُ مُحْرِمُوْنَ وَاَنَا غَیْرُ مُحْرِمٍ، فَاَبْصَرُوْا حِمَارًا وَحْشِیًّا، وَاَنَا مَشْغُوْلٌ اَخْصِفُ نَعْلِیْ، فَلَمْ یُؤْذِنُوْنِیْ بِهٖ، وَاَحَبُّوْا لَوْ اَنِّیْ اَبْصَرْتُهٗ، وَالْتَفَتُّ فَاَبْصَرْتُهٗ، فَقُمْتُ اِلَی الْفَرَسِ فَاَسْرَجْتُهٗ، ثُمَّ رَكِبْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی حازم از عبداللہ بن ابی قتادہ السلمی از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ کے راستے میں ایک جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند مردوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آگے ٹھہرے ہوئے تھے اور لوگ احرام باندھے ہوئے تھے اور میں غیر محرم تھا' پس لوگوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا اور میں اس وقت اپنی جوتی کی مرمت کرنے میں مشغول تھا تو انہوں نے مجھے خبر نہیں دی اور ان کو یہ پسند تھا کہ کاش! میں اس کو دیکھ لیتا' پس (اچانک) میں نے توجہ کی تو اس کو دیکھ لیا' میں نے اٹھ کر

وَنَسِيتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، فَقُلْتُ لَهُمْ نَاوِلُونِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، فَقَالُوا لَا وَاللّٰهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُمَا، ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ، فَوَقَعُوا فِيهِ يَأْكُلُونَهُ، ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ، فَرُحْنَا وَخَبَأْتُ الْعَضُدَ مَعِي، فَأَدْرَكْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ فَأَكَلَهَا حَتّٰى نَفَّدَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ. فَحَدَّثَنِي بِهِ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

گھوڑے پر زین بچھائی' پھر میں اس پر سوار ہوا' اور میں چابک اور نیزے کو بھول گیا' میں نے ان سے کہا: مجھے چابک اور نیزہ اٹھا دو' پس انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم تمہاری اس شکار پر بالکل مدد نہیں کریں گے' سو میں غضب ناک ہوا' پس میں اترا اور میں نے چابک اور نیزہ لے لیا' پھر میں گھوڑے پر سوار ہوا اور میں نے اس کو اس جنگلی گدھے پر دوڑایا' پس اس کو زخمی کر دیا' پھر اس کو لے کر آیا اور اس وقت وہ مر چکا تھا' پھر وہ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو (پکا کر) کھانے لگے' پھر اس کو کھانے کے دوران انہوں نے یہ شکایت کی کہ وہ تو مُحرم ہیں' پس ہم روانہ ہوئے اور میں نے اس شکار کا ایک بازو اپنے ساتھ چھپا کر رکھ لیا' پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالیا تو ہم نے آپ سے اس (شکار) کو کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے پوچھا: تمہارے پاس اس شکار میں سے کچھ (باقی) ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! اور میں نے وہ بازو آپ کو پیش کیا' آپ نے اس کو کھایا حتیٰ کہ اس کو ختم کر دیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔ محمد بن جعفر نے کہا: مجھے یہ حدیث زید بن اسلم نے بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس اس شکار میں سے کچھ باقی ہے؟ اور اس کا ایک بازو لے کر اس کو کھایا۔ اس سے پہلی حدیث میں یہ مذکور تھا کہ آپ نے حضرت ابوسعید سے فرمایا: ان بکریوں میں میرا حصہ بھی رکھو' اور ان حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ اپنے اصحاب سے کوئی چیز طلب کرنا جائز ہے اور آپ کی سنت ہے تاکہ وہ آپ کے ساتھ زیادہ مانوس ہوں اور ان کو اور دیگر مسلمانوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو کہ اپنے احباب اور اصحاب سے ہدیہ طلب کرنا جائز ہے اور وہ اس معاملہ میں تردّد کا شکار نہ ہوں' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مُحرم کا کیا ہوا شکار مُحرم کھا سکتے ہیں' تاہم اگر غیر محرم نے کسی خاص محرم کے لیے شکار کیا ہو تو پھر وہ محرم نہیں کھا سکتا۔

٤ - بَابُ مَنِ اسْتَسْقٰى — جس نے پانی یا دودھ طلب کیا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے پانی یا دودھ طلب کیا تو وہ جائز ہے' بہ شرطیکہ جس سے طلب کیا ہو' وہ بغیر کسی تنگی کے خوشی سے دے رہا ہو۔

وَقَالَ سَهْلٌ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِنِي.

اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سہل! مجھے پانی پلاؤ۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرب کی ایک عورت کا ذکر کیا گیا' پس آپ نے حضرت ابواُسید ساعدی کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو لے کر آئیں تو وہ اس عورت کو آپ کے پاس لے کر آئے' پھر وہ بنوساعدہ کے قلعہ میں ٹھہریں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس عورت کے پاس گئے' آپ نے دیکھا کہ وہ عورت سر جھکائے بیٹھی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے گفتگو کی تو انہوں نے کہا: میں تم سے اللہ کی پناہ طلب کرتی ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو خود سے پناہ دے دی' بعد میں لوگوں نے ان سے کہا: کیا تم کو معلوم ہے یہ کون تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! لوگوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور تم کو نکاح کا پیغام دینے آئے تھے' اس پر انہوں نے کہا: پھر تو میں بہت بدنصیب ہوں (کہ آپ کا پیغام مستر د کر دیا)' پھر اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوساعدہ کے چبوترے پر تشریف لا کر وہاں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھ گئے' پھر فرمایا: اے سہل! مجھے پانی پلاؤ' پس میں نے ان کے لیے یہ پیالہ نکالا اور ان سب کو اس میں پانی پلایا' پھر حضرت سہل ہمارے لیے بھی وہی پیالہ لائے اور ہم نے بھی اس میں پانی پیا' ابوحازم نے بیان کیا ہے کہ پھر اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے ان سے وہ پیالہ مانگ لیا تھا' پس انہوں نے ان کو وہ پیالہ ہبہ کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۳۷' صحیح مسلم: ۲۰۰۷' الرقم المسلسل: ۵۱۳۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۱۔ ج ۵ ص ۱۴۷' شرح السنۃ ج ۳ ص ۷۰' مشکوٰۃ: ۲۶۶۳)

اس حدیث میں یہ جملہ ہے: اے سہل! مجھے پانی پلاؤ۔ اور یہ باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

۲۵۷۱ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو طُوَالَةَ، اِسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ أَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَارِنَا هٰذِهِ، فَاسْتَسْقٰى، فَحَلَبْنَا لَهُ شَاةً لَنَا، ثُمَّ شُبْتُهُ مِنْ مَّاءِ بِئْرِنَا هٰذِهِ، فَأَعْطَيْتُهُ، وَأَبُو بَكْرٍ، عَنْ يَسَارِهِ، وَعُمَرُ تُجَاهَهُ، وَأَعْرَابِيٌّ عَنْ يَمِينِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عُمَرُ هٰذَا أَبُو بَكْرٍ، فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ، ثُمَّ قَالَ الْأَيْمَنُونَ الْأَيْمَنُونَ، أَلَا فَيَمِّنُوا. قَالَ أَنَسٌ فَهِيَ سُنَّةٌ، فَهِيَ سُنَّةٌ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوطوالہ نے حدیث بیان کی جن کا نام عبداللہ بن عبدالرحمان ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اس گھر میں آئے' پس آپ نے پانی طلب کیا' ہم نے آپ کے لیے اپنی بکری کا دودھ دوہا' پھر میں نے اس میں اپنے اس کنویں کا پانی ملایا' پھر میں نے آپ کو وہ پانی پیش کیا' اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے' اور ایک اعرابی (دیہاتی) آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے' جب آپ دودھ پی کر فارغ ہوئے تو حضرت عمر نے کہا: حضرت ابوبکر یہ بیٹھے ہیں' آپ نے اپنا پس خوردہ اس اعرابی کو دے دیا' اور فرمایا: دائیں طرف والے (مقدم ہیں)' سنو! دائیں طرف والوں سے ابتداء کرو' حضرت انس نے تین دفعہ کہا: یہی سنت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں پانی طلب کرنے کا ذکر ہے' جب کہ جن سے طلب کیا جائے ان پر بار اور شاق نہ ہو' اور اس میں دودھ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس میں پانی ملانے کا ثبوت ہے' آپ نے ایسا نہیں کیا کہ اس اعرابی سے اجازت لے کر اپنا پس خوردہ حضرت ابوبکر کو دے دیتے' اس میں

اس اعرابی کی تالیف قلب تھی اور دائیں جانب سے ابتداء کرنے کی ترجیح تھی کہ آپ نے حضرت ابوبکر سے محبت اور ان کی فضیلت کے باوجود اس شخص کو اپنا پس خوردہ عطا کر دیا' جو آپ کی دائیں جانب تھا اور اس میں امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب وہ کسی جماعت میں کسی چیز کو تقسیم کریں تو ہر حال میں دائیں جانب سے ابتداء کریں۔

۵ - بَابُ قَبُوْلِ هَدِيَّةِ الصَّيْدِ — شکار کا ہدیہ قبول کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شکار کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

وَقَبِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَبِيْ قَتَادَةَ عَضُدَ الصَّيْدِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے شکار کا ہدیہ قبول فرمایا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' ابھی صحیح البخاری: ۲۵۷۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۷۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَسَعَى الْقَوْمُ فَلَغَبُوْا، فَاَدْرَكْتُهَا فَاَخَذْتُهَا، فَاَتَيْتُ بِهَا اَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا، وَبَعَثَ بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِكِهَا اَوْ فَخِذَيْهَا، قَالَ فَخِذَيْهَا لَا شَكَّ فِيْهِ، فَقَبِلَهُ. قُلْتُ وَاَكَلَ مِنْهُ؟ قَالَ وَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ قَبِلَهُ. [اطراف الحدیث: ۵۴۸۹-۵۵۳۵] (صحیح مسلم: ۱۹۵۳' الرقم المسلسل: ۴۹۴۱' سنن ابوداؤد: ۳۷۹۱' سنن ترمذی: ۱۷۸۹' سنن نسائی: ۴۳۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید بن انس بن مالک از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مرّ الظہران نام کی جگہ میں ایک خرگوش کا پیچھا کیا' لوگ اس کے پیچھے دوڑے پس تھک گئے' میں نے اس کو پا کر پکڑ لیا' پھر میں اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آیا' انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کے کولھوں کا یا اس کی رانوں کا گوشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ شعبہ نے کہا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رانوں کا گوشت بھیجا تھا' آپ نے اس کو قبول فرما لیا' میں نے پوچھا: آپ نے اس میں سے کچھ کھایا بھی تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس میں سے آپ نے کھایا تھا' پھر بعد میں کہا: آپ نے اس کو قبول فرما لیا تھا۔

مرالظہران کا محل وقوع' شکار پر غفلت کے اعتراض کا جواب اور خرگوش کھانے کی اباحت پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مرّ الظہران کا ذکر ہے' یہ مکہ سے ایک مرحلہ کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: یہ مکہ سے مدینہ کی جانب پانچ میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔ کثیر عزہ نے کہا ہے کہ اس جگہ کا پانی کڑوا ہے' اس لیے اس کو مَرّ کہتے ہیں' کیونکہ مُر کا معنی ہے: کڑوا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شکار کی طلب میں بھاگنا مستحب ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنگل میں رہتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور جو شکار کا پیچھا کرتا ہے' وہ غافل ہو جاتا ہے اور جو شیطان کی پیروی کرتا ہے' وہ فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(سنن نسائی: ۴۳۱۵' سنن ابوداؤد: ۲۸۵۹' سنن ترمذی: ۲۲۵۶)

الجواب: اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص شکار میں اس قدر ڈوب گیا کہ اس کی نمازیں قضاء ہو گئیں اور دین اور دنیا کے بہت سے

نیک کام اس سے فوت ہو گئے تو وہ شخص غافل ہے اور جو شخص شکار کرنے میں اتنا مستغرق نہیں ہوتا کہ اس سے نمازیں رہ جائیں تو وہ غافل نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے احباب' اصحاب اور بزرگوں کی طرف تھوڑی مقدار میں ہدیہ پیش کرنا بھی جائز ہے کیونکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں خرگوش کی رانیں بھیجی تھیں اور وہ مقدار میں بہت کم تھیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہدیہ میں بھیجی جائے' وہ اس کو قبول کر لینی چاہیے بہ شرطیکہ اس کا کوئی عذر نہ ہو' عذر یہ ہے کہ مثلاً وہ شوگر کا مریض ہے اور اسے ہدیہ میں مٹھائی یا زیادہ نشاستہ والی چیز بھیجی گئی ہے۔

اس حدیث میں خرگوش کے کھانے کا ثبوت ہے' اس کے کھانے کے جواز پر ائمہ اربعہ متفق ہیں تاہم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کے نزدیک خرگوش کا کھانا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بھنا ہوا خرگوش لے کر آیا اور آپ کے سامنے رکھ دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے توقف کیا اور خود نہیں کھایا اور لوگوں سے فرمایا کہ وہ کھائیں تو اس اعرابی نے بھی توقف کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کیوں نہیں کھا رہے؟ اس نے کہا: میں ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: اگر تم روزے رکھتے ہو تو ایام بیض میں روزے رکھا کرو' یعنی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کو۔ (سنن نسائی: ۴۳۱۶)

آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے یا نہیں؟ شیخ تقی عثمانی اور مصنف کی عبارات میں مناقشہ

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

صحیح بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خرگوش کے گوشت کو قبول کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دسترخوان پر اس کا کھایا جانا تو ثابت ہے لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس کو کھانا ثابت نہیں۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۵۸' مکتبۃ الحراء' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

موسیٰ بن طلحہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بُھنا ہوا خرگوش پیش کیا' آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم کھاؤ! اعرابی نے کہا: میں نے اس میں حیض کا خون دیکھا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ کچھ نہیں' اور اعرابی سے فرمایا: اب تم کھاؤ! اس نے کہا: میں روزے سے ہوں' آپ نے پوچھا: کون سے روزے؟ اس نے کہا: ہر ماہ تین دن کے روزے' آپ نے فرمایا: تم نے ایامِ بیض (تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ) کو روزے کیوں نہیں رکھے!

(سنن نسائی: ۲۴۲۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

ہم اسی حدیث کے موافق کہتے ہیں کہ خرگوش کھایا جائے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خرگوش کا ہدیہ قبول فرمایا اور اس میں سے کھایا ہے اور اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم کو اس کے کھانے کا حکم دیا ہے۔

اس اعرابی نے جو یہ کہا تھا کہ میں نے اس خرگوش میں حیض کا خون دیکھا ہے' اس کی مراد یہ تھی کہ جاہل عرب یہ کہتے تھے کہ خرگوش کو عورتوں کی طرح خون آتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں ہے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہدیہ پیش کرنے والا اس ہدیہ میں سے کھائے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس

اعرابی کو اس ہدیہ میں سے کھانے کی دعوت دی اور آپ مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۲۵۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

خرگوش کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھنا ہوا خرگوش پیش کیا گیا تو آپ نے اس میں سے کھایا اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اس میں سے کھانے کا حکم دیا۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۴۱ 'مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ شمس الدین آفندی نے اپنی شروح میں اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۱۴ ص ۳۲۴ 'ملتان' نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر ج ۹ ص ۵۱۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسی طرح علامہ جلال الدین خوارزمی نے بھی اپنی شرح میں اس عبارت کو قائم رکھا ہے۔

(فتح القدیر مع الکفایہ ج ۸ ص ۴۲۱ 'مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ عبداللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ نے بھی اپنی کتاب میں ہدایہ کی عبارت کو قائم رکھا ہے۔

(نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ج ۴ ص ۴۸۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ زیلعی حنفی فقہاء احناف کے مؤقف پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک آدمی بھنا ہوا خرگوش لے کر آیا' جب اس نے وہ خرگوش آپ کے سامنے رکھا تو کہا: یارسول اللہ! میں نے اس کا خون دیکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور نہیں کھایا اور آپ کے پاس جو اصحاب تھے' ان سے فرمایا: تم کھاؤ! پس بے شک جب مجھے اس کی خواہش ہوگی تو میں اس کو کھاؤں گا۔

(سنن نسائی: ۴۳۲۸ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ' نصب الرایہ ج ۴ ص ۴۸۹)

نیز علامہ زیلعی حنفی نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خرگوش ہدیہ کیا گیا' اس وقت میں سوئی ہوئی تھی تو آپ نے میرے لیے اس کا پچھلا حصہ چھپا کر رکھ دیا' جب میں اُٹھی تو آپ نے مجھے وہ کھلایا۔

(سنن دار قطنی: ۴۷۰۳ 'دار المعرفہ' بیروت' نصب الرایہ ج ۴ ص ۴۹۰)

اس حدیث کی سند میں یزید بن عیاض ضعیف راوی ہے' مگر جب کسی حدیث سے مجتہد استدلال کرتا ہے تو وہ سند قوی ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان احادیث کی روشنی میں فقہاء احناف کا مختار یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے اور شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کو کھانا ثابت نہیں ہے۔

٦ - بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ

ہدیہ کو قبول کرنا

٢٥٧٣ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّهٗ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت عبداللہ بن عباس از حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہم' وہ بیان کرتے ہیں کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا، وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَاٰى مَا فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ اَمَا اِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ.

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنگلی گدھا پیش کیا' اس وقت آپ الابواء (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ) یا ودّان (یہ بھی مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے) میں تھے' آپ نے یہ گدھا ان کو واپس کر دیا' جب آپ نے دیکھا کہ حضرت الصعب کے چہرے پر رنج کے آثار ہیں' تو آپ نے فرمایا: ہم نے یہ جنگلی گدھا صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم مُحرِم ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲۵ میں گزر چکی ہے' اس باب کا عنوان ہے: ہدیہ کو قبول کرنا' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت الصعب کے ہدیہ کو مسترد کر دیا' مگر اس کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے ان کے ہدیہ کو مسترد کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ ہم مُحرِم ہیں' یعنی اگر ہم محرم نہ ہوتے تو تمہارے اس جنگلی گدھے کو قبول فرما لیتے۔ اس سے پہلے صحیح البخاری: ۲۵۷۰ میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جنگلی گدھا شکار کیا اور اس کا گوشت آپ کو پیش کیا تو آپ نے اس کو قبول فرما لیا اور یہاں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت الصعب کا پیش کیا ہوا جنگلی گدھا مسترد فرما دیا' جب کہ آپ دونوں صورتوں میں محرم تھے' وجہ فرق یہ ہے کہ حضرت الصعب نے زندہ جنگلی گدھا پیش کیا تھا اور محرم شکار کا مالک نہیں ہو سکتا اور حضرت ابوقتادہ نے جنگلی گدھے کو ذبح کر کے اس کا گوشت پیش کیا تھا اور محرم' غیر محرم کے ذبیحہ کا مالک ہو سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۹)

حضرت صعب کے ہدیہ کو ردّ کرنے کی شیخ تقی عثمانی کی بیان کردہ غلط توجیہ

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ محرم کے لیے زندہ شکار کو قبول کرنا جائز نہیں ہے' اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اگر آپ مُحرِم نہ ہوتے تو اس ہدیہ کو قبول کر لیتے اور محرم کے لیے اس کو قبول کرنا جائز نہیں ہے' اس کے برخلاف شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: آپ کے ارشاد کا معنی یہ ہے: اگر حالت احرام میں ہم شکار کا ہدیہ قبول کر لیں تو لوگ اس سے حالت احرام میں شکار کی حلت پر استدلال کر لیں گے' اس واسطے ہم نے انکار کر دیا ورنہ فی نفسہٖ آپ کے ہدیہ کو قبول کرنے میں کوئی انکار نہیں۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۵۹-۸۵۸) یہ توجیہ اس لیے غلط ہے کہ اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ محرم فی نفسہٖ شکار کا ہدیہ قبول کر سکتا ہے' حالانکہ محرم کے لیے شکار کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے۔

۷ - بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ — ہدیہ کو قبول کرنا

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: اس سے پہلے باب کا عنوان بھی ہدیہ کو قبول کرنا تھا اور اس باب کا عنوان بھی ہدیہ کو قبول کرنا ہے اور یہ تکرار بلا فائدہ ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۵۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ یہ بلا فائدہ تکرار نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے باب میں خصوصیت کے ساتھ شکار کے ہدیہ کا ذکر تھا اور اس باب میں عام ہدیہ کا ذکر ہے خواہ وہ شکار ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

۲۵۷۴ - حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ، يَبْتَغُوْنَ بِهَا، اَوْ يَبْتَغُوْنَ بِذٰلِكَ، مَرْضَاةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ صحابہ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۲۵۸۰-۲۵۸۱-۳۷۷۵]

کی باری کا انتظار کرتے تھے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کا قصد کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۴۴۱، الرقم المسلسل: ۶۱۸۳، سنن نسائی: ۳۹۵۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: صحابہ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے تھے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ہدیہ پیش کرنے کے لیے اس کی رضا کا قصد کیا جائے جس کو ہدیہ پیش کرنا ہو اور اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کی فضیلت کی دلیل ہے۔

٢٥٧٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ اِيَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَهْدَتْ اُمُّ حُفَيْدٍ، خَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ، اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِطًا وَسَمْنًا وَاَضُبًّا، فَاَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَقِطِ وَالسَّمْنِ، وَتَرَكَ الضَّبَّ تَقَذُّرًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاُكِلَ عَلٰى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا اُكِلَ عَلٰى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۵۳۸۹-۵۴۰۲-۷۳۵۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس کی خالہ حضرت ام حفید رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر، گھی اور گوہ (ایک جانور) کو پیش کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر اور گھی کو کھالیا اور گوہ سے گھن کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا، حضرت ابن عباس نے کہا: سو گوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی ہے، اگر وہ حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر نہ کھائی جاتی۔

(صحیح مسلم: ۱۹۴۷، الرقم المسلسل: ۴۹۳۲، سنن ابوداؤد: ۳۷۹۳، سنن نسائی: ۴۳۱۸)

گوہ کو ناپسند کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضرت ابن عباس اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کو گوہ کھانے کا حکم دیا، ان دونوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کیوں نہیں کھاتے؟ تو آپ نے فرمایا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، جن سے میں مناجات کرتا ہوں اور گوہ کی بو بہت ثقیل (ناگوار) ہوتی ہے، اس لیے آپ نے گوہ سے گھن کی، اس وجہ سے کہ فرشتوں کو اس کی بو سے اذیت پہنچے گی۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس چیز کو کھانے کی انسان کو عادت نہ ہو اور اس کو اس سے گھن آتی ہو، وہ اس کی ناپسندیدگی کا اظہار کرسکتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

گوہ کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک گوہ کا کھانا مباح ہے، ان میں حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم اور دیگر

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں' حضرت ابوسعید نے کہا: ہمیں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو اگر کوئی شخص گوہ ہدیہ میں دیتا تو وہ اس کے نزدیک مرغی سے زیادہ پسندیدہ تھی' حضرت عمر نے کہا: اگر مجھے ہر گوہ کے بدلہ میں فربہ مرغی ملتی تو میں یہ چاہتا کہ مجھے ہر سوراخ میں گوہ مل جاتی' امام مالک' امام شافعی' لیث اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے' اور امام ابوحنیفہ نے کہا: گوہ حرام ہے (بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔سعیدی غفرلہٗ)' سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔(سنن ابوداؤد:۳۷۹۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کی مثل مروی ہے۔(المغنی ج ۱۳ ص ۱۰۴' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(الشرح الکبیر ج ۱۳ ص ۸۸' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ لکھتے ہیں:

بجّو' گوہ' کچھوہ' تتیہ اور تمام حشرات الارض کا کھانا مکروہ تحریمی ہے' رہی گوہ تو اس کی کراہت کی یہ وجہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گوہ کے کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے منع فرمایا اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے جو گوہ کے کھانے کو مباح کہتے ہیں۔(ہدایہ اخیرین ص ۴۴۰' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

گوہ کھانے کی ممانعت پر فقہاء احناف کے دلائل

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ نے اس کی ممانعت پر حسب ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کیا کوئی گوہ کو کھائے گا! اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے' اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ گوہ کو کون کھائے گا؟ اور امام احمد' اسحاق اور امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ سعید بن مسیّب سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث ذکر کی ہے' وہ مجھے نہیں ملی' ہاں! امام ابوداؤد نے حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ مع ہدایہ اخیرین ص ۴۴۰' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ گوہ کا کھانا مکروہ (تحریمی) ہے' امام محمد بن الحسن نے اس پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوہ ہدیہ کی گئی تو آپ نے اس کو نہیں کھایا' پھر ایک سائل آیا تو حضرت عائشہ نے اس کو وہ گوہ دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اس کو وہ چیز دے رہی ہو جس کو تم خود نہیں کھاتیں!

(شرح معانی الآثار: ۶۲۲۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام محمد رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے گوہ کے کھانے کو مکروہ قرار دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پلیٹ لائی گئی جس میں بھنی ہوئی گوہ تھیں' آپ نے فرمایا: تم لوگ کھاؤ مجھے اس سے گھن آتی ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۶۲۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۸)

یہ امام طحاوی کا تفرد ہے' فقہاء احناف کے نزدیک یہ حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جس میں آپ نے گوہ کھانے سے منع فرمایا ہے اور اب عام مسلمانوں کے لیے بھی گوہ کھانا جائز نہیں ہے۔

٢٥٧٦ - **حَدَّثَنَا** اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِطَعَامٍ سَاَلَ عَنْهُ اَهَدِيَّةٌ اَمْ صَدَقَةٌ؟ فَاِنْ قِيْلَ صَدَقَةٌ، قَالَ لِاَصْحَابِهٖ كُلُوْا. وَلَمْ يَاْكُلْ، وَاِنْ قِيْلَ هَدِيَّةٌ، ضَرَبَ بِيَدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَ مَعَهُمْ.

(صحیح مسلم: ۱۰۷۷' الرقم المسلسل: ۲۳۸۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی طعام پیش کیا جاتا تو آپ اس کے متعلق سوال کرتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ ہے؟ پس اگر یہ بتایا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ اپنے اصحاب سے فرماتے کہ کھاؤ اور خود تناول نہیں فرماتے تھے اور اگر یہ کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اپنا ہاتھ بڑھاتے' پس اپنے اصحاب کے ساتھ کھاتے۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ہدیہ قبول کرنے کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صدقہ حلال نہ ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ نہیں کھاتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ لوگوں کا میل ہوتا ہے اور صدقہ لینا پستی اور گراوٹ کو قبول کرنے کے قائم مقام ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر نصیحت کر رہے تھے اور سوال سے رکنے کی تلقین فرما رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نچلا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۲۹' صحیح مسلم: ۱۰۳۳' الرقم المسلسل: ۲۲۷۴)

اور انبیاء علیہم السلام پستی اور گراوٹ سے منزہ ہوتے ہیں اور اغنیاء کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی نعمتیں گنواتے ہوئے فرمایا:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ○ (الضحیٰ: ۸) اور آپ کو ضرورت مند پایا تو غنی کر دیا ○

سو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کر دیا ہے تو پھر آپ کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

٢٥٧٧ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

اللّٰـهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ، فَقِیْلَ تُصُدِّقَ عَلٰی بَرِیْرَةَ، قَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِیَّةٌ.

کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت بھیجا گیا، پس بتایا گیا کہ یہ حضرت بریرہ رضی اللہ پر صدقہ کیا گیا ہے، آپ نے فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۹۵ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہدیہ کا ذکر ہے۔

۲۵۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِیَ بَرِیْرَةَ، وَاَنَّهُمُ اشْتَرَطُوْا وَلَاءَهَا، فَذُكِرَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرِیْهَا فَاَعْتِقِیْهَا، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. وَاُهْدِیَ لَهَا لَحْمٌ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰی بَرِیْرَةَ، هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ، وَلَنَا هَدِیَّةٌ. وَخُیِّرَتْ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ زَوْجُهَا حُرٌّ اَوْ عَبْدٌ؟ قَالَ شُعْبَةُ سَاَلْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَوْجِهَا، قَالَ لَا اَدْرِیْ، اَحُرٌّ اَمْ عَبْدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن القاسم، انہوں نے کہا: میں نے اس کو ان سے سنا از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ کو خریدنے کا ارادہ کیا اور ان کے مالکوں نے ان کی وَلاء کی شرط رکھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا: تم اس کو خرید لو اور تم اس کو آزاد کردو، کیونکہ وَلاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت ہدیہ کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ گوشت بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے اور یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے، اور حضرت بریرہ رضی اللہ کو (اپنے شوہر کے نکاح میں برقرار رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار دیا گیا۔ عبدالرحمان نے کہا: ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام تھے؟ شعبہ نے کہا: میں نے عبدالرحمان سے ان کے شوہر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت بریرہ کو ہدیہ میں گوشت دینے کا ذکر ہے، اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عبدالرحمان نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام تھے، لیکن مشہور یہ ہے کہ ان کے شوہر غلام تھے، اس وجہ سے آزاد ہونے کے بعد حضرت بریرہ کو ان کے نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیا گیا تھا، اس کو خیارِ عتق کہتے ہیں، ان کے شوہر کا نام حضرت مغیث رضی اللہ تھا۔ امام مالک، امام شافعی اور اہل حجاز کا قول یہ ہے کہ ان کے شوہر غلام تھے اور اہل عراق کا قول یہ ہے کہ وہ آزاد تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۵۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن

قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَ لَهَا عِنْدَكُمْ شَيْءٌ. قَالَتْ لَا، اِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ اُمُّ عَطِيَّةَ، مِنَ الشَّاةِ الَّتِيْ بُعِثَتْ اِلَيْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ، قَالَ اِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء، از حفصہ بنت سیرین از حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے' پس ان سے پوچھا: تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ صرف صدقہ کی بکری ہے جو اُم عطیہ کو دی گئی تھی' آپ نے فرمایا: وہ (صدقہ) اپنے محل کو پہنچ چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ جو بکری حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کی گئی' جب انہوں نے وہ بکری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کی تو وہ ہدیہ بن گئی کیونکہ کسی چیز کی ملکیت کے بدلنے سے اس چیز کا حکم بدل جاتا ہے۔

۸ - بَابُ مَنْ اَهْدٰى اِلٰى صَاحِبِهٖ وَتَحَرّٰى بَعْضَ نِسَائِهٖ دُوْنَ بَعْضٍ

کسی شخص نے اپنے صاحب کو ہدیہ پیش کیا اور اس کی کسی خاص زوجہ کا ارادہ کیا نہ اس کی دوسری ازواج کا

۲۵۸۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمِيْ، وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اِنَّ صَوَاحِبِيْ اجْتَمَعْنَ فَذَكَرَتْ لَهُ، فَاَعْرَضَ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ صحابہ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے میری باری کا انتظار کرتے تھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میری سہیلیاں جمع ہوئیں' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا (کہ آپ صحابہ کو ایسا کرنے سے منع کریں) تو آپ نے اعراض فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۷۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ صحابہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن اپنے ہدیے آپ کو پیش کرتے تھے اور دوسری ازواج کی باریوں کے دن اپنے ہدیے پیش نہیں کرتے تھے۔

۲۵۸۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ حِزْبَيْنِ فَحِزْبٌ فِيْهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ، وَالْحِزْبُ الْاٰخَرُ اُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ قَدْ عَلِمُوْا حُبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے دو گروہ تھے' ایک گروہ میں حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت صفیہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ ، فَإِذَا كَانَتْ عِنْدَ أَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ، يُرِيْدُ أَنْ يُّهْدِيَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَّرَهَا، حَتّٰى إِذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، بَعَثَ صَاحِبُ الْهَدِيَّةِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَكَلَّمَ حِزْبُ أُمِّ سَلَمَةَ، فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَيَقُوْلُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُّهْدِيَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً، فَلْيُهْدِهَا إِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ مِنْ بُيُوْتِ نِسَائِهِ، فَكَلَّمَتْهُ أُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلْنَ فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا، فَسَأَلْنَهَا، فَقَالَتْ مَا قَالَ لِيْ شَيْئًا، فَقُلْنَ لَهَا فَكَلِّمِيْهِ، قَالَتْ فَكَلَّمَتْهُ حِيْنَ دَارَ إِلَيْهَا أَيْضًا فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا، فَسَأَلْنَهَا فَقَالَتْ مَا قَالَ لِيْ شَيْئًا، فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْهِ حَتّٰى يُكَلِّمَكِ، فَدَارَ إِلَيْهَا فَكَلَّمَتْهُ، فَقَالَ لَهَا لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ، فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِيْ وَأَنَا فِيْ ثَوْبِ امْرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ. قَالَتْ فَقُلْتُ أَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مِنْ أَذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ إِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِيْ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ، فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ، أَلَا تُحِبِّيْنَ مَا أُحِبُّ؟ قَالَتْ بَلٰى، فَرَجَعَتْ إِلَيْهِنَّ فَأَخْبَرَتْهُنَّ، فَقُلْنَ ارْجِعِيْ إِلَيْهِ، فَأَبَتْ أَنْ تَرْجِعَ، فَأَرْسَلْنَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ، فَأَتَتْهُ فَأَغْلَظَتْ، وَقَالَتْ إِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِيْ بِنْتِ ابْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ، فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا حَتّٰى تَنَاوَلَتْ عَائِشَةَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ فَسَبَّتْهَا، حَتّٰى إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْظُرُ إِلٰى عَائِشَةَ هَلْ تَكَلَّمُ، قَالَ فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلٰى زَيْنَبَ حَتّٰى أَسْكَتَتْهَا، قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ

تھیں' اور مسلمانوں کو معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت ہے' پس جب ان میں سے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کو کوئی ہدیہ پیش کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ توقف کرتا' حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ان کے گھر ہوتے تو وہ ہدیہ والا رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ اس دن پیش کرتا جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوتے' تو حضرت ام سلمہ کے گروہ نے حضرت ام سلمہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے عرض کریں کہ آپ لوگوں سے یہ کہیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو' کوئی ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہے تو وہ آپ کو ہدیہ پیش کر دیا کرے خواہ آپ اپنی ازواج میں سے کسی زوجہ کے گھر ہوں' تو حضرت ام سلمہ نے ان کی خواہش کے مطابق آپ سے عرض کی تو آپ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا' پھر ان کے گروہ والیوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا تو ان کے گروہ والیوں نے ان سے کہا: آپ دوبارہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کریں' جب آپ حضرت ام سلمہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے دوبارہ عرض کیا' آپ نے (اس بار بھی) انہیں کوئی جواب نہیں دیا' ان کے گروہ والیوں نے پھر ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے آپ سے عرض کیا تھا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا' انہوں نے کہا: آپ پھر عرض کریں' پس جب آپ حضرت ام سلمہ کی طرف آئے تو انہوں نے پھر آپ سے عرض کیا' تو آپ نے فرمایا: تم مجھے عائشہ کے متعلق اذیت نہ دو' کیونکہ میرے پاس اللہ کی وحی کبھی اس حالت میں نہیں آئی جب میں اپنی کسی بیوی کے بستر پر ہوں سوائے عائشہ کے' حضرت ام سلمہ نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اذیت دینے کی وجہ سے اللہ سے توبہ کرتی ہوں' پھر ان ازواج نے حضرت سیّدتنا فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سلام اللہ علیہا کو بلایا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا کہ وہ آپ سے یہ عرض کریں کہ آپ کی ازواج آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہیں کہ آپ حضرت ابوبکر کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' حضرت سیّدہ فاطمہ نے آپ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عَائِشَةَ، وَقَالَ إِنَّهَا بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ.

سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پھر وہ ازواج کی طرف لوٹ آئیں اور ان کو اس بات کی خبر دی تو انہوں نے کہا: آپ پھر ان کے پاس جائیں' تو حضرت سیّدہ نے دوبارہ جانے سے انکار کیا' پھر ازواج نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیجا' پس وہ آپ کے پاس آئیں اور بہت سختی سے بات کی اور کہا: آپ کی ازواج آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ کے بیٹے رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' پھر ان کی آواز بلند ہو گئی حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عائشہ کو بھی سخت سست کہا اور وہ بیٹھی ہوئی تھیں اور حضرت زینب ان کو سخت سست کہہ رہی تھیں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عائشہ کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کیا کہتی ہیں؟ پھر حضرت عائشہ بولیں اور حضرت زینب کو جواب دینا شروع کیا حتیٰ کہ ان کو لاجواب کر دیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

قَالَ الْبُخَارِيُّ اَلْكَلَامُ الْأَخِيرُ قِصَّةُ فَاطِمَةَ يُذْكَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَقَالَ أَبُو مَرْوَانَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ يَوْمَ عَائِشَةَ. وَعَنْ هِشَامٍ، عَنْ رَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ، وَرَجُلٍ مِّنَ الْمَوَالِي، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا.

امام بخاری نے کہا: آخری کلام سیّدہ فاطمہ کا قصہ ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے از ہشام بن عروہ از ایک مرد از زہری از محمد بن عبدالرحمٰن اور ابومروان نے کہا از ہشام از عروہ کہ لوگ اپنے ہدیوں میں حضرت عائشہ کی باری کا انتظار کرتے تھے اور از ہشام از ایک مرد قرشی اور از ایک غلام از زہری از محمد بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ جس وقت سیدہ فاطمہ نے اجازت طلب کی' اس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۷۴ میں گزر چکی ہے' وہاں امام بخاری نے اس حدیث کا اختصار سے ذکر کیا تھا' اس لیے وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی تھی اور اب اس کی مفصل شرح کی جا رہی ہے۔

دلی محبت میں ازواج کے ساتھ مساوات کا نہ ہونا' حضرت عائشہ کی فضیلت کی وجوہ' غیرت میں ازواج کا معذور ہونا اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ کی ازواج آپ کو اللہ کی قسم

دے کر آپ سے عدل کا سوال کرتی ہیں یعنی جتنی محبت آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کرتے ہیں دوسری ازواج سے بھی آپ اتنی ہی محبت کریں کیونکہ دیگر تمام افعال میں تو آپ تمام ازواج سے مساوی سلوک کرتے تھے اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ آپ کو اس کا مکلف نہیں کیا گیا تھا کہ آپ سب سے مساوی محبت کریں کیونکہ اس پر آپ کو قدرت نہیں تھی' آپ کو صرف اس کا مکلف کیا گیا تھا کہ آپ خانگی افعال اور دیگر معاملات میں ان کے ساتھ مساوات کریں' حتیٰ کہ علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ ازواج کی باریاں مقرر کرنا بھی آپ پر واجب تھا یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کے متعلق حضرت زینب بنت جحش سے فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے' یعنی یہ اپنے باپ کی طرح شریفہ' عاقلہ اور عارفہ ہے' یا یہ بہت ذہین اور باریک بین ہے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت عظیم فضیلت ہے کہ تمام صحابہ آپ کو خوش کرنا چاہتے تھے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ کے سوا اور کسی زوجہ کو یہ شرف حاصل نہیں تھا کہ ان کے بستر پر اللہ کی وحی نازل ہو' سو جس طرح اللہ تعالیٰ وحی کا ہدیہ صرف حضرت عائشہ کے بستر پر نازل فرماتا تھا' اسی طرح اس نے صحابہ کے دلوں میں بھی یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنے ہدیے اس دن بھیجتے تھے جب حضرت عائشہ کی باری ہوتی اور آپ ان کے گھر ہوتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باری باری ہر زوجہ کے گھر میں رہتے تھے اور باری باری ان کو سفر میں ساتھ لے جاتے تھے اور گھر کے اخراجات میں ان کے ساتھ عدل فرماتے تھے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کی بیویاں جب آپس میں بحث اور مناظرہ کریں تو شوہر کو ان کے درمیان دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے جس طرح جب حضرت عائشہ اور حضرت زینب کے درمیان بحث ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں مداخلت نہیں کی (ہاں! اُن میں موافقت اور محبت قائم کرنے کی کوشش کرنا ایک مستحسن اور پسندیدہ امر ہے)۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عائشہ کو اذیت دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا ہے' کیونکہ آپ نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا: تم مجھ کو عائشہ کے معاملہ میں اذیت نہ دو' حالانکہ اگر آپ صحابہ کو حضرت عائشہ کی تخصیص کرنے سے منع فرما دیتے تو اس سے حضرت عائشہ کو اذیت ہوتی لیکن آپ نے حضرت عائشہ کی اذیت کو اپنی اذیت قرار دے کر فرمایا: تم مجھے عائشہ کے معاملہ میں اذیت نہ دو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت احترام کرتی تھیں اور آپ سے بہت حیاء کرتی تھیں' اس لیے از خود انہوں نے آپ سے نہیں کہا' بلکہ پہلے آپ کی لاڈلی صاحب زادی سے سفارش کرائی' پھر آپ کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے سفارش کرائی' اس سے معلوم ہوا کہ سفارش کرانا جائز ہے اور اس سے سفارش کرانی چاہیے جو اس کے نزدیک محبوب اور معزز ہو' جس کے پاس سفارش کرائی جائے۔

حضرت ام سلمہ' حضرت سیّدہ فاطمہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عدل کرنے کے لیے کہا حالانکہ سب کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ عدل کرنے والے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر عتاب نہیں فرمایا' کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ ازواجِ مطہرات جذبۂ غیرت کی وجہ سے مغلوب ہیں اور غیرت کا جذبہ فطری امر ہے اور بشری تقاضا ہے' اس لیے آپ نے ان کو معذور قرار دیا اور ان کو ملامت نہیں فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۹۷۔۱۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹ - بَابُ مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ

جس ہدیہ کو واپس نہ کیا جائے

٢٥٨٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَنَاوَلَنِيْ طِيْبًا، قَالَ كَانَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ، قَالَ وَزَعَمَ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عزرہ بن ثابت انصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے خوشبو لگائی انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو کو مسترد نہیں کرتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کو مسترد نہیں کرتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۵۹۲۹] (سنن ترمذی: ۲۷۸۹ سنن نسائی: ۵۲۷۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری (۲) عبدالوارث بن سعید (۳) عزرہ بن ثابت الانصاری (۴) ثمامہ بن عبد اللہ بن انس قاضی بصرہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۸)

اس باب کے عنوان میں ہدیہ کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے اور اس حدیث سے واضح ہوا کہ ہدیہ سے مراد خوشبو کا ہدیہ ہے اور اگر کوئی خوشبو کا ہدیہ دے تو اس کو واپس نہیں کرنا چاہیے۔

خوشبو کے ہدیے کو مسترد نہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کے ہدیہ کو اس لیے مسترد نہیں فرماتے تھے کہ آپ کے ساتھ فرشتے رہتے تھے اور آپ ان کے ساتھ سرگوشی کرتے رہتے تھے اسی وجہ سے لہسن یا اور کوئی بدبودار چیز نہیں کھاتے تھے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی صحیح سبب اور معقول وجہ سے ہدیہ کو مسترد کرنا جائز ہے اور خوشبو کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ خوشبو ان چیزوں میں سے ہے جو مباح ہیں اور ان کی تحسین کی جاتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۸)

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی چیزوں میں سے میرے دل میں عورتوں کی محبت ڈالی گئی ہے اور خوشبو کی اور نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا ہے۔ (سنن نسائی: ۳۹۴۶۔۳۹۴۵ دار الفکر بیروت)

اس زمانہ میں عورتوں کو حقیر سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ پیدا ہوتے ہی عورتوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اس لیے آپ کے دل میں عورتوں کی محبت ڈالی گئی تاکہ آپ کی اتباع میں لوگ عورتوں سے محبت کریں اور چونکہ آپ فرشتوں سے ہم کلام ہوتے تھے اس لیے آپ کے دل میں خوشبو کی محبت ڈالی گئی اور چونکہ آپ اس کیفیت سے نماز پڑھتے تھے گویا کہ آپ نماز میں اپنے رب کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے تھے اور جب کوئی شخص اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اس لیے فرمایا کہ نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیا گیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں صلوٰۃ سے مراد یہ نمازِ معروفہ اور مخصوصہ نہ ہو بلکہ صلوٰۃ سے مراد وہ صلوٰۃ ہو جو اللہ تعالیٰ آپ پر بھیجتا ہے وہ خاص رحمت آپ پر نازل فرماتا ہے جو آپ کی شان کے لائق ہے اور اس رحمت کو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیا گیا ہے۔

اور اس حدیث میں آپ کی عظمت اور عفت کی طرف اشارہ ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ کے دل میں عورتوں کی محبت ڈال دی

گئی تھی' پھر بھی آپ نے دوسرے نبیوں کی بہ نسبت کم عورتوں سے نکاح کیا کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں تھیں' نیز ایک جنتی مرد کی سو بیویاں ہوں گی اور آپ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی' اس حساب سے آپ کو چار ہزار مردوں کے جماع کرنے کی طاقت دی گئی تھی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۹۶' نعمۃ الباری ج ۱ ص ۷۵۷) پھر آپ کا صرف گیارہ ازواج پر قناعت کرنا اپنے نفس پر انتہائی ضبط اور کمال عفت کی دلیل ہے۔

۱۰ - بَابُ مَنْ رَاَى الْهِبَةَ الْغَائِبَةَ جَائِزَةً

جس کے نزدیک غائب چیز یا غائب لوگوں کو ہبہ کرنا جائز ہے

اس عنوان کے دو محمل ہیں یا تو جس چیز کو وہ ہبہ کر رہا ہے وہ چیز غائب ہو یا جن لوگوں کو وہ ہبہ کر رہا ہے' وہ لوگ غائب ہوں۔

۲۵۸۴'۲۵۸۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ذَكَرَ عُرْوَةُ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَمَرْوَانَ قَالَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ' قَامَ فِي النَّاسِ' فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ' ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ' فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ' وَاِنِّي رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ' فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ' وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهٖ حَتّٰى نُعْطِيَهُ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا. فَقَالَ النَّاسُ طَيَّبْنَا لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ عروہ نے ذکر کیا کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما اور مروان نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوازن کا وفد آیا تو آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے' پھر اللہ تعالیٰ کی وہ حمد وثناء کی جس کا وہ اہل ہے' پھر اس کے بعد فرمایا: حمد وثناء کے بعد تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ میں ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں' سو تم میں سے جو شخص خوشی سے اس طرح کرنا چاہتا ہو' وہ اپنے قیدی واپس کر دے اور جو لوگ یہ چاہیں کہ ان کو ان کا حصہ ملے (تو وہ بھی اپنے قیدی واپس کر دیں) اور ہمیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ جو پہلا مالِ غنیمت عطا فرمائے گا' ہم اس مالِ غنیمت سے اس کو ان قیدیوں کا معاوضہ دے دیں گے' تو لوگوں نے کہا: ہم آپ کی خاطر ان قیدیوں کو خوشی سے واپس کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۸۴۔۲۵۸۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہوازن کے قیدیوں کو ہبہ کرنے کا ذکر ہے اور وہ اس وقت غائب تھے۔

۱۱ - بَابُ الْمُكَافَاةِ فِي الْهِبَةِ

ہبہ میں معاوضہ دینا

۲۵۸۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا. لَمْ يَذْكُرْ وَكِيْعٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا معاوضہ عطاء فرماتے تھے۔

وَمُحَاضِرٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ. وکیع اور محاضر نے از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ نہیں ذکر کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۳٦، سنن ترمذی: ۱۹۵۳)

ہدیہ کا معاوضہ دینے کا شرعی حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہدیہ کے معاوضہ میں ہدیہ دینا شرعاً مطلوب ہے کیونکہ اس میں شارع علیہ السلام کی اقتداء ہے، صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک ہدیہ کے معاوضہ میں ہدیہ دینا مطلقاً واجب نہیں ہے، خواہ اعلیٰ ادنیٰ کو ہدیہ دے یا ادنیٰ اعلیٰ کو ہدیہ دے یا مساوی، مساوی کو ہدیہ دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۱)

ہدیہ کی دو قسمیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ ہدیہ کی دو قسمیں ہیں، ایک ہدیہ معاوضہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور دوسرا ہدیہ نیکی کرنے اور قرب اور محبت کی وجہ سے ہوتا ہے، پس جو ہدیہ معاوضہ لینے کی وجہ سے ہوتا ہے، وہ بیع کی مثل ہوتا ہے اس میں عوض واجب ہوتا ہے اور جس کو ہدیہ دیا جاتا ہے، اس کو معاوضہ دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اور جو ہدیہ محض نیکی کرنے اور اللہ کی رضا اور جس کو ہدیہ دینا ہو، اس کی محبت کی وجہ سے دیا جائے، اس میں ہدیہ لینے والے پر اس کا معاوضہ دینا واجب نہیں ہے اور اگر اس نے جواباً ہدیہ دے دیا تو یہ مستحسن ہے۔

ہدیہ کا عوض دینے میں مذاہب فقہاء

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کوئی چیز ہبہ کی، پھر اس کا معاوضہ طلب کیا اور کہا کہ میں نے تو معاوضہ کے لیے ہدیہ دیا تھا، امام مالک نے کہا ہے کہ اس صورت میں دیکھا جائے گا اگر وہ ہدیہ ایسا ہے کہ جس کو ہدیہ دیا جائے، اس سے اس کا معاوضہ طلب کیا جاتا ہے تو وہ اس کا معاوضہ طلب کر سکتا ہے جیسے فقیر غنی کو ہبہ کرے یا غلام اپنے مالک کو ہبہ کرے یا کوئی ماتحت اپنے سربراہ کو ہبہ کرے، یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے، اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے ہبہ کرتے وقت عوض لینے کی شرط نہیں لگائی تھی تو اس کو عوض نہیں ملے گا اور یہ امام شافعی کا دوسرا قول ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ معاوضہ لینے کے لیے ہبہ کرنا باطل ہے، اس سے ہبہ منعقد نہیں ہوتا اور اس لیے بھی کہ یہ مجہول قیمت کے عوض بیع ہے۔

ہدیہ کے معاوضہ کے وجوب میں فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہدیہ قبول کرتے تھے اور اس کا معاوضہ عطاء فرماتے تھے اور آپ کی اقتداء کرنا واجب ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

اور اس کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کوئی چیز ہبہ کی، آپ نے اس کو اس پر معاوضہ دیا اور فرمایا: تم راضی ہو گئے؟ اس نے کہا: نہیں! پھر آپ نے اور زیادہ دیا اور پوچھا: اب راضی ہو گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پھر

اور زیادہ دیا اور پوچھا: اب راضی ہو گئے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں صرف قُرشی کا یا انصاری کا یا ثقفی کا ہدیہ قبول کروں گا۔ (مسند البزار: ۱۹۳۸، صحیح ابن حبان: ۶۳۸۴، المعجم للطبرانی: ۱۰۸۹۷، مسند الحمیدی: ۱۰۵۲، مصنف عبد الرزاق: ۱۶۵۲۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۸۷۔ ج ۴ ص ۲۲۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ہبہ عوض کا تقاضا کرتا ہے، خواہ عوض کی شرط نہ لگائی گئی ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہبہ کے بدلہ میں عوض دیا اور اس میں مسلسل اضافہ فرماتے رہے، حتیٰ کہ وہ راضی ہو گیا اور اگر ہبہ کے بدلہ میں عوض دینا واجب نہ ہوتا تو آپ اس میں اضافہ نہ فرماتے اور اگر آپ نے اس کو بہ طور نفل عوض دیا ہوتا تو پھر آپ کے اوپر اس میں اضافہ کرنا واجب نہ ہوتا اور جب اعرابی نے اس میں اضافہ طلب کیا تھا تو آپ اس پر انکار فرما دیتے تا کہ لوگوں کو بھی یہ مسئلہ معلوم ہو جاتا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۹)

فقہاء احناف کے دلائل اور فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات

فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ ہبہ بہ طور تبرع ہوتا ہے، اگر اس میں عوض کو دینا واجب کر دیا جائے تو پھر ہبہ بہ طور تبرع نہیں رہے گا، اور یہ معاوضات کے قبیل سے ہو جائے گا اور عرب بیع اور ہبہ کے الفاظ میں فرق کرتے ہیں، بیع کے مقابلہ میں معاوضہ واجب ہوتا ہے، اگر ہبہ کے مقابلہ میں بھی معاوضہ واجب ہو تو پھر بیع اور ہبہ میں کیا فرق رہے گا!

رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اعرابی کے مطالبہ پر مسلسل معاوضہ میں اضافہ فرماتے رہے، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ معاوضہ دینا آپ پر واجب تھا بلکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکارم اخلاق کا تقاضا تھا اور معاوضہ دینے میں یہ آپ کی عادتِ کریمہ تھی۔

۱۲ - بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ — اپنے بیٹے کو کچھ ہبہ کرنا

وَإِذَا أَعْطَى بَعْضَ وَلَدِهِ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ، حَتَّى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرِينَ مِثْلَهُ، وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ.

اور جب اپنے کسی بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو یہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ سب اولاد کے درمیان عدل کرے، اور دوسروں کو بھی اس کی مثل دے اور ایسے ظلم پر گواہ بھی نہ بنایا جائے۔

باب مذکور کے عنوان سے اس حدیث پر اشکال کا جواب: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: بیٹے کو کچھ ہبہ کرنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حدیث سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ بیٹے کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے، وہ حدیث یہ ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس مال بھی ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرے والد کو میرے مال کی احتیاج ہے؟ آپ نے فرمایا: تم خود اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے اور بے شک تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی سے ہے، پس تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔

(سنن ابو داؤد: ۳۵۳۰، دار الفکر، بیروت)

وجہ اشکال یہ ہے کہ جب بیٹے کا مال باپ کا مال ہوتا ہے تو اگر باپ نے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو گویا اس نے وہ چیز اپنے آپ کو ہبہ کی اور اپنے آپ کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا بیٹے کو ہبہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اس لیے امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا: بیٹے کو ہبہ کرنا، یعنی بیٹے کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

باب مذکور کے عنوان کے ضمن میں چار احکام

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ عنوان چار احکام پر مشتمل ہے' پہلا حکم یہ ہے کہ بیٹے کو ہبہ کرنا جائز ہے اور یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ ایک مشہور حدیث سے اشکال ہوتا ہے' وہ حدیث یہ ہے: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کے لیے ہے۔ کیونکہ جب بیٹے کا مال باپ کا مال ہوتا ہے تو جب باپ نے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو گویا وہ چیز اپنے آپ کو ہبہ کی۔ پس اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا اس میں تاویل ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے اور امام دار قطنی نے کہا ہے: اس کی روایت میں عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق متفرد ہے اور ابن القطان نے کہا: اس کی سند صحیح ہے' اور المنذری نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقات ہیں' اور یہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر سے مروی ہے جو المعجم الصغیر میں ہے' اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس کا ایک طویل حصہ روایت کیا ہے اور اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح ابن حبان میں ہے اور حضرت سمرہ اور حضرت عمر سے اس حدیث کی روایت مسند البزار میں ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک روایت طبرانی میں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کی روایت مسند ابو یعلیٰ میں ہے' پس اس حدیث کی تمام سندوں کا مجموعہ اس حدیث کی قوت کو کم نہیں کرتا' اس لیے اس حدیث کی تاویل متعین ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث درج ذیل کتب میں ہے:

سنن ابوداؤد: ۳۵۳۰' سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۲-۲۲۹۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۸۱-۴۸۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۵-۱۵۴' المطالب العالیہ: ۱۴۳۸-۲۵۰۹' مصنف عبدالرزاق: ۱۶۶۲۸' صحیح ابن حبان: ۱۰۹۴' کنز العمال: ۴۵۴۷۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۶۱-۱۵۹-۱۵۸۔ ج ۱۴ ص ۱۹۷-۱۹۶' عقیلی ج ۲ ص ۲۳۴' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۷۴۷۔ ج ۳ ص ۱۲۱۲۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ عنوان جس دوسرے حکم پر مشتمل ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص جب اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو ان کے درمیان عدل کرے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' تیسرا حکم یہ ہے کہ والد اپنی اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کر سکتا ہے' اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو کوئی چیز عطاء کرے' پھر اس سے رجوع کرے سوائے والد کے کہ وہ اپنے بیٹے کو کوئی چیز عطا کرے (پھر وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۳۹' سنن ترمذی: ۱۳۰۳' سنن نسائی: ۳۶۹۲' سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۷)

یہ عنوان جس چوتھے حکم پر مشتمل ہے' وہ یہ ہے کہ والد اپنی اولاد کے مال سے عُرف اور دستور کے مطابق کھا سکتا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ جس حدیث میں ہے: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ اعتراف کر لیا کہ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے اور اس حدیث میں تاویل کرنا متعین ہے لیکن انہوں نے اس کی تاویل ذکر نہیں کی' اسی طرح علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی یہ واضح کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن انہوں نے بھی اس کی تاویل ذکر نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۲-۲۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے تو اس حدیث کی تاویل نہیں لکھی لیکن ہم اللہ کے فضل سے اس کی تاویل تلاش کر کے لکھ رہے ہیں:

تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے' اس حدیث کی تاویل

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد: ۳۵۳۰ میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے والد کو میرے مال کی احتیاج ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے میرے والد کا تمام مال ضائع ہو گیا اور اب اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ جس سے وہ اپنی خورد ونوش اور دیگر ضروری اخراجات چلا سکے' اس صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے' یعنی اب بہ قدرِ ضرورت تمہارا باپ تمہارے مال سے لے سکتا ہے' اور اگر بیٹے کے پاس مال نہ ہو اور وہ کمائی کر سکتا ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ کمائی کر کے اپنے باپ کو کھلائے' اور اس صورت کے علاوہ اگر اس حدیث کا یہ معنی ہو کہ بیٹے کا مال باپ کے لیے مباح ہے' اس کو ضرورت ہو یا نہ ہو' وہ بیٹے کا مال لے سکتا ہے اور جس طرح چاہے اس کو خرچ کر سکتا ہے تو میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ فقہاء میں سے کسی نے بھی اس حدیث کا یہ معنی کیا ہو۔ (معالم السنن ج ۳ ص ۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کے بعد امام بخاری کی یہ عبارت ہے:

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عطیہ میں اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔

اس تعلیق کے موافق حدیثِ موصول' صحیح البخاری: ۲۵۸۷ میں آ رہی ہے۔

وَهَلْ لِلْوَالِدِ اَنْ يَرْجِعَ فِي عَطِيَّتِهٖ؟ وَمَا يَاْكُلُ مِنْ مَّالِ وَلَدِهٖ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا يَتَعَدّٰى؟

کیا والد کے لیے اپنے عطیہ میں رجوع کرنا جائز ہے اور والد اپنے بیٹے کے مال سے عرف اور دستور کے موافق کھائے اور حد سے تجاوز نہ کرے؟

ضرورت کے وقت بیٹے کے سامان اور زمین کو فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں دو مسئلے ذکر کیے ہیں: پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کر دے تو کیا اس کے لیے اس میں رجوع کرنا جائز ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے:

طاؤس' عکرمہ' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کے نزدیک ہبہ کرنے والا ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا مگر باپ نے اپنے بیٹے کو جو عطاء کیا ہے' وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے اور اصول میں جو دیگر افراد شامل ہیں' وہ امام شافعی کے نزدیک باپ ہی کی مثل ہیں' امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کے نزدیک ماں بھی اولاد کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کر سکتی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے مال سے دستور کے مطابق کھا سکتا ہے' جیسا کہ سنن ابوداؤد کی حدیث: ۳۵۳۰ سے واضح ہو چکا ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو باپ محتاج اور ضرورت مند ہو' اس کے لیے یہ جائز ہے کہ اگر اس کا بیٹا غائب ہو تو وہ اس کا سامان فروخت کر کے اپنی خوراک کا انتظام کر لے کیونکہ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ضرورت کے وقت اپنے بیٹے کے مال کا مالک ہو جائے' تاہم اپنی ضرورت کے لیے بیٹے کی زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دونوں صورتوں

میں بیٹے کے سامان کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ ماں کے لیے بیٹے کے مال کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے خواہ بیٹا چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۳)

ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کرنے میں مذاہب فقہاء

وَاشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُمَرَ بَعِيْرًا، ثُمَّ اَعْطَاهُ ابْنَ عُمَرَ، وَقَالَ اصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا اور اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو وہ اونٹ عطاء فرما دیا اور فرمایا: تم اس اونٹ کے ساتھ جو چاہو کرو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول، صحیح البخاری: ۲۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اگر حضرت عمر، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کرتے کہ آپ یہ اونٹ حضرت ابن عمر کو دے دیں تو آپ دے دیتے لیکن اگر آپ ایسا کرتے تو حضرت عمر کے تمام بیٹوں میں عدل نہ ہوتا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر سے اونٹ خریدا، پھر حضرت ابن عمر کو عطاء کیا اور اس طرح یہ حدیث باب کے موافق ہوگئی کہ ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات ہونی چاہیے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کرنا آیا واجب ہے یا مستحب ہے۔

امام مالک، لیث، سفیان ثوری، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ جائز ہے کہ وہ اپنی اولاد میں سے ایک کو کوئی چیز عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے، اور ان میں سے بعض نے اس کو مکروہ (تنزیہی) قرار دیا ہے اور تمام اولاد کو برابر برابر عطاء کرنا سب کے نزدیک مستحب ہے، امام احمد اور ابن المبارک کے نزدیک بعض اولاد کو ہبہ میں دوسروں پر ترجیح دینا مکروہ (تحریمی) ہے، یعنی ان کے نزدیک مساوات واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۴۔۲۰۳)

۲۵۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ نَحَلْتُ ابْنِيْ هٰذَا غُلَامًا، فَقَالَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ؟ قَالَ لَا، قَالَ فَارْجِعْهُ. [اطراف الحدیث: ۲۵۸۷۔۲۶۵۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمٰن اور محمد بن النعمان بن بشیر، ان دونوں نے ان کو یہ حدیث بیان کی از حضرت النعمان بن بشیر کہ ان کے والد ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لے کر گئے اور بتایا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام عطاء کیا ہے، آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اس کی مثل غلام عطاء کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر اس ہبہ سے رجوع کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۳، الرقم المسلسل: ۴۰۶۸، سنن ترمذی: ۱۳۶۷، سنن نسائی: ۳۶۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۶، سنن کبریٰ: ۶۵۰۴، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۳۵۴۔ج ۳۰ ص ۳۰۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اپنے بیٹے کو کچھ ہبہ کرنا، اور اس حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حمید بن عبدالرحمان بن عوف (۵) محمد بن النعمان بن بشیر انصاری' امام ابن حبان نے ان کا ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے' العجلی نے کہا: یہ ثقہ تابعی ہیں (۶) حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما' یہ انصاری خزرجی ہیں' ان کے والد بشیر بدریین میں سے ہیں' انہوں نے انصار میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی' یہ بارہ ہجری میں مسیلمہ کذاب کے خلاف حضرت خالد بن ولید کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۴)

اولاد کو ہبہ کرنے میں مساوات کے عدم وجوب پر جمہور فقہاء کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی اولاد میں سے بعض کو عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے تو اس کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ طاؤس نے کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے' عروہ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے' اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت نعمان بن بشیر کو دیئے ہوئے عطیہ کو مسترد کر دیا تھا اور آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۵۸۷) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۷۳) اور امام مالک کا زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ ان کے نزدیک بعض اولاد کو ہبہ کرنا اور دوسروں کو ہبہ نہ کرنا جائز ہے' اور یہی فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے۔

عطاء اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ لڑکے کو دو حصے دے اور لڑکی کو ایک حصہ دے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد دینے کے لیے فرمایا ہے اور یہ امام محمد بن الحسن اور امام احمد کا دوسرا قول ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ جو فقہاء اولاد میں تفضیل اور ترجیح کو جائز قرار دیتے ہیں' وہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس وقت حضرت نعمان کم سن تھے اور اگر بالفرض وہ بالغ تھے تو ابھی انہوں نے اس غلام پر قبضہ نہیں کیا تھا' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

داؤد بن ابی ہند' شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر نے کہا: میرے والد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور کہا: یارسول اللہ! آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ میں نے نعمان کو اپنے مال سے اتنا اور اتنا عطاء کیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اتنا عطاء کیا ہے جتنا نعمان کو عطاء کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر اس پر تم کسی اور کو گواہ بناؤ۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۷۶)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تم اس پر کسی اور کو گواہ بناؤ۔ اگر یہ ہبہ صحیح نہ ہوتا تو آپ اس پر کسی اور کو گواہ بنانے کا حکم نہ دیتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا اور فرمایا: تم اس ہبہ سے رجوع کر لو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو اس ہبہ سے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا' یہ اس کی دلیل ہے کہ ہبہ مکمل ہو چکا تھا اور آپ نے اس سے رجوع کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مستحب اور مسنون یہ ہے کہ سب کو برابر برابر دیا جائے' اور جب اس پر اجماع ہے کہ مالک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنا مال لوگوں میں سے جن کو چاہے عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے' اسی طرح اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنی اولاد میں سے جن کو چاہے عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے' تو اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو ہبہ کرنے میں اس پر مساوات واجب نہیں ہے' اس

پر مزید دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عطاء کیا اور دوسری اولاد کو عطاء نہیں کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عاصم کو عطاء کیا اور باقی اولاد کو عطاء نہیں کیا اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کو عطاء کیا اور دوسری اولاد کو عطاء نہیں کیا' اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں امام ہیں اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ کا بہت بڑا مقام ہے اور صحابہ میں سے کوئی ان کے مقام کا انکار نہیں کرتا تھا۔

زندگی میں اولاد کو ہبہ کرے تو کیا یہ ضروری ہے کہ بیٹے کو بیٹیوں سے دگنا دے!

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب زندگی میں اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو بیٹے کو دو حصے دے اور بیٹی کو ایک حصہ دے' جس طرح موت کے بعد وراثت کی تقسیم ہوتی ہے' ان کا قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے یہ فرمایا تھا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اس کی مثل عطاء کیا ہے؟ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۶۷) اور یہ نہیں فرمایا تھا: کیا تم نے بیٹوں کو بیٹیوں سے دگنا دیا ہے؟ اگر بیٹے کو بیٹیوں سے دگنا دینا مستحب ہوتا تو آپ ان سے ضرور یہ سوال کرتے جیسا کہ آپ نے یہ سوال کیا تھا: تم نے ہر بیٹے کو اس کی مثل دیا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ مستحب صرف یہ ہے کہ تمام اولاد کو مساوی دیا جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت بشیر کی کوئی بیٹی نہیں تھی' اس لیے آپ نے یہ سوال نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر کی بہن تھی جیسا کہ محدثین اور مؤرخین نے نقل کیا ہے۔

اولاد کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنے کے جواز میں اختلافِ فقہاء' امام ابوحنیفہ کے دلائل'... اور فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات

المھلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشیر سے فرمایا: اس ہبہ سے رجوع کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۶۸) اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کر کے اس سے رجوع کر سکتا ہے اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کر سکتا ہے' خواہ بیٹے نے اس ہبہ پر قبضہ کر لیا ہو' جب تک بیٹے کے قبضہ میں وہ چیز متغیر نہ ہوئی ہو یا اس نے وہ چیز قرض میں نہ دی ہو یا بیٹی نے ہبہ کے بعد شادی نہ کر لی ہو' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ باپ ہبہ میں ہر حال میں رجوع کر سکتا ہے اور انہوں نے اس چیز کو بہ طور قرض دینے یا شادی کا اعتبار نہیں کیا۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے رجوع نہیں کر سکتا اور حضرت نعمان کی حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشیر کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کریں' اگر کوئی شخص یہ جواب دے کہ حضرت نعمان نے اس وقت تک اس ہبہ پر قبضہ نہیں کیا تھا' اس لیے ان کے باپ کا اس میں رجوع کرنا جائز تھا' تو یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ امام مالک کے نزدیک صرف قول سے ہبہ لازم ہو جاتا ہے' اس پر قبضہ ضروری نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ امام مالک کا تفرد ہے لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک ہبہ اس وقت لازم اور مکمل ہوتا ہے جب وہ شخص اس چیز پر قبضہ کر لے' جس کو ہبہ کیا گیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اگر حضرت نعمان نے اس غلام پر قبضہ نہیں کیا تھا اور ہبہ مکمل نہیں ہوا تھا تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا معنی ہے: تم اس ہبہ سے رجوع کر لو۔

میں کہتا ہوں کہ اوّل تو حضرت نعمان اس وقت کم سن تھے' اس لیے ان کا قبضہ متحقق نہیں ہوا تھا' ثانیاً نفسِ ہبہ تو ہو چکا تھا' اگرچہ ہبہ مکمل نہیں ہوا تھا' اور رجوع کرنے کے لیے اتنی مقدار کافی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۸۳-۸۱ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس وقت ہبہ مکمل نہیں ہوا تھا' اس لیے آپ نے اس سے رجوع کا حکم دیا تھا۔

محارم کو ہبہ کر کے رجوع کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا مؤقف اور ان کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے کسی اجنبی کو' کوئی چیز ہبہ کی ہو تو وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے' بہ شرطیکہ اس نے ہبہ کے عوض میں کوئی چیز نہ لی ہو' یا اس نے ہبہ میں کوئی متصل زیادتی نہ کی ہو' یا واہب اور موہوب لہ میں سے کوئی فوت نہ ہوا ہو' یا وہ ہبہ موہوب لہ کی ملکیت سے نکل نہ گیا ہو اور اگر اس نے اپنے کسی ذی رحم محرم کو کوئی چیز ہبہ کی تو اس کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۲۹۲' رحمانی کتب خانہ' لاہور)

فقہاء احناف جو کہتے ہیں کہ باپ کے لیے بیٹے کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذی رحم محرم کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۹۴۲' دارالمعرفہ' بیروت' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸۱' المستدرک ج ۲ ص ۵۲)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرے تو یہ قطع رحم ہے اور یہ چیز بیٹے کو باپ کی نافرمانی پر برانگیختہ کرے گی حالانکہ باپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ بیٹے کو نیکی پر برانگیختہ کرے۔ (المبسوط ج ۱۲ ص ۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۶۵۔ ج ۴ ص ۴۷۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) حضرت نعمان بن بشیر کو غلام ہبہ کرنے کی مختلف روایتوں میں تطبیق (۲) اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ (۳) اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے متعلق مذہب احناف (۴) اولاد اور دیگر محارم کو ہبہ کے بعد رجوع کرنے کے عدم جواز کی تحقیق۔

۱۳ - بَابُ الْإِشْهَادِ فِي الْهِبَةِ — ہبہ میں گواہ بنانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہبہ میں گواہ بنانے کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ جائز ہے یا نہیں!

۲۵۸۷ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ أَعْطَانِيْ أَبِيْ عَطِيَّةً، فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا أَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّيْ أَعْطَيْتُ ابْنِيْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً، فَأَمَرَتْنِيْ أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ أَعْطَيْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از عامر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشر رضی اللہ عنہما سے سنا اور وہ اس وقت منبر پر تھے اور وہ بیان کر رہے تھے کہ مجھے میرے والد نے ایک عطیہ دیا تو حضرت عمرۃ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ تم (اس عطیہ پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بناؤ' لہٰذا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' پس کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو جو عمرۃ بنت رواحہ سے ہے' ایک عطیہ دیا

سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ لَا، قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ. قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهٗ.

ہے' تو اس نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں آپ کو (اس عطیہ پر) گواہ بناؤں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اس (عطیہ) کی مثل دی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان (ہبہ میں) مساوات کرو۔ حضرت نعمان نے بیان کیا: پھر میرے والد واپس گئے اور اس عطیہ سے رجوع کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۸۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہبہ پر گواہ بنانے کا ذکر ہے' تاہم' ہم اس حدیث کی شرح میں چند ایسے اُمور بیان کر رہے ہیں جو اس سے پہلی حدیث کی شرح میں نہیں بیان کیے گئے۔

حضرت نعمان بن بشیر کو باغ اور غلام ہدیہ کرنے کی دو حدیثیں اور ان میں تعارض کا بیان

صحیح البخاری: ۲۵۸۶ میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر کے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک غلام ہبہ کیا تھا' بعض احادیث میں ہے کہ حضرت بشیر بن سعد نے ان کو ایک باغ ہبہ کیا تھا' ہم پہلے اس حدیث کا ذکر کریں گے' پھر ان دونوں حدیثوں میں وجہ تطبیق بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز!

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوحریز بیان کرتے ہیں کہ عامر نے ان کو حدیث بیان کی کہ میرے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! (حضرت) عمرۃ بنت رواحہ (رضی اللہ عنہا) نے ایک لڑکے کو جنم دیا ہے اور میں نے اس کا نام نعمان رکھا ہے' اور اس نے اس لڑکے کو پالنے سے انکار کر دیا ہے حتیٰ کہ میں اس لڑکے کو اپنا باغ ہبہ کر دوں جو میرا سب سے افضل مال ہے' اور اس نے کہا ہے کہ تم اس ہبہ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بناؤ' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا اس لڑکے کے علاوہ بھی تمہاری اولاد ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: مجھے عدل کے سوا اور کسی چیز پر گواہ نہ بناؤ' کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔

(صحیح ابن حبان: ۵۱۰۷۔ ج ۱۱ ص ۵۰۷۔ ۵۰۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

مذکورہ دو حدیثوں میں امام ابن حبان کی تطبیق

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوحاتم محمد بن حبان لکھتے ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے عطیہ کے متعلق دو حدیثیں ہیں' ایک حدیث میں ہے کہ ان کے والد نے ان کو غلام عطاء کیا تھا' اور دوسری حدیث میں ہے کہ ان کے والد نے ان کو باغ عطاء کیا تھا' اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ان احادیث میں تضاد اور تباین ہے' اور فی الواقع ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت نعمان کے لیے دو مرتبہ ہبہ کیا گیا تھا۔ پہلی بار کا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت عمرۃ بنت رواحہ سے حضرت نعمان پیدا ہوئے تو حضرت عمرۃ نے ان کو پالنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ ان کے والد ان کو باغ ہبہ کریں' ان کے والد نے ان کو باغ ہبہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اس پر گواہ ہو جائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا' پھر جب اس لڑکے کی پیدائش کے بعد ایک مدت گزر گئی تو پھر حضرت عمرۃ نے حضرت بشیر سے کہا: میرے اس بیٹے کو کچھ ہبہ کرو' حضرت بشیر نے اس کو ایک سال یا دو سال التواء میں رکھا' پھر انہوں نے اس کو ایک غلام عطاء کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے کہ آپ کو اس پر

گواہ بنائیں' آپ نے فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' اور حق کے قریب بات یہ ہے کہ حضرت نعمان پہلا حکم بھول گئے تھے یا ان کو یہ وہم ہوا کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ جو فرمایا تھا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' یہ اس نہی کی زیادہ تاکید کے لیے تھا۔

(صحیح ابن حبان ج ۱۱ ص ۵۰۸۔۵۰۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام ابن حبان کی تطبیق پر اس اعتراض کے جوابات کہ حضرت بشیر بن سعد کا بھولنا بہت بعید ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے ان دو حدیثوں میں تطبیق دی ہے' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر یہ تطبیق اس وجہ سے دھندلی اور میلی ہو جاتی ہے کہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا اس حکم کو بھول جانا بہت بعید ہے جب کہ یہ حکم بہت اہم تھا' تاہم اس کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب پہلی بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' تو حضرت بشیر بن سعد نے یہ سمجھا کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے اور یہ کام مکروہ تنزیہی ہے' اس لیے انہوں نے سال دو سال کے بعد حضرت نعمان کو غلام ہبہ کر دیا' یا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت بشیر بن سعد نے یہ گمان کیا کہ باغ پر گواہ بننے کی ممانعت سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ غلام کے ہبہ پر بھی گواہ نہ بنیں کیونکہ باغ کی قیمت غلام کی قیمت سے بہت زیادہ تھی۔

ان حدیثوں میں حافظ ابن حجر کی تطبیق

پھر ان حدیثوں میں تطبیق کی ایک اور وجہ مجھ پر منکشف ہوئی جس میں یہ خدشہ نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت عمرۃ بنت رواحہ نے حضرت نعمان کو پالنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ وہ ان کو باغ ہبہ کر دیں' تو حضرت بشیر بن سعد نے ان کی دل جوئی کے لیے حضرت نعمان کو باغ ہبہ کر دیا' پھر حضرت بشیر بن سعد کو خیال آیا کہ ابھی اس باغ پر کسی نے قبضہ نہیں کیا ہے تو انہوں نے اس ہبہ سے رجوع کر لیا اور باغ کے بدلہ میں حضرت نعمان کو غلام ہبہ کر دیا' حضرت عمرہ بھی اس پر راضی ہو گئیں مگر ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں حضرت بشیر بن سعد اس غلام کے ہبہ سے بھی رجوع نہ کر لیں' اس لیے انہوں نے کہا کہ آپ اس ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ کر لیں اور حضرت بشیر بن سعد صرف اسی بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ کہنے کے لیے گئے تھے کہ آپ اس ہبہ پر گواہ ہو جائیں' ہم نے جو ان حدیثوں میں وجہ تطبیق بیان کی ہے' اس سے یہ اعتراض اُٹھ جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما چکے تھے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا تو دوبارہ حضرت بشیر بن سعد آپ کے پاس کیوں گئے کہ آپ گواہ بن جائیں اور اب اس جواب کی ضرورت نہیں رہتی کہ حضرت بشیر بن سعد آپ کے پہلی بار والے ارشاد کو بھول گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۶۶ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر پر یہ اعتراض کہ حضرت بشیر بن سعد کا بھولنا بعید نہیں ہے اور مصنف کا محاکمہ

امام ابن حبان کی تطبیق اس پر مبنی ہے کہ حضرت بشیر بن سعد یہ بھول گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہبہ پر گواہ بننے سے منع فرمایا ہے' حافظ ابن حجر نے اس تطبیق کو دھندلا اور گدلا قرار دیا ہے کہ حضرت بشیر بن سعد اس ممانعت کو بھول گئے تھے' حالانکہ یہ ممانعت بہت اہم تھی' اس لیے انہوں نے از خود ان حدیثوں میں تطبیق بیان کی۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے بھولنے میں کوئی بُعد نہیں ہے' کیونکہ انسان نسیان سے ماخوذ ہے اور دنیا کے احوال کے تفکرات اور احوالِ آخرت کے غم سے انسان بعض چیزوں کو بھول جاتا ہے اور انسان پر نسیان غالب ہے۔

اس حدیث میں حضرت عمرہ بنت رواحہ کا ذکر ہے' یہ انصاریہ خاتون ہیں' حضرت بشیر بن سعد کی بیوی ہیں اور حضرت نعمان بن

بشیر کی والدہ ہیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا صحیح ہے کہ یہ بہت بعید ہے کہ حضرت بشیر بن سعد اتنے اہم حکم کو بھول جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کرنے اور اس ہبہ کو ظلم قرار دینے کے باوجود پھر سال دو سال کے بعد آپ کو اس ہبہ پر گواہ بنانے کے لیے چلے جائیں اور اگر یہ مان لیا جائے تو پھر صحابہ کرام کی روایات پر اعتماد نہیں رہے گا۔

امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک ہبہ میں مساوات واجب نہیں ہے' بلکہ مستحب ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان (ہبہ میں) مساوات کرو۔ اس سے امام بخاری' امام احمد' طاؤس' ثوری اور بعض مالکیہ نے یہ سمجھا ہے کہ اولاد کے درمیان ہبہ میں مساوات کرنا واجب ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام شافعی اور اکثر فقہاء مالکیہ کا یہ مذہب ہے کہ ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کرنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۸)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو مقامِ غابہ کے کھیت میں سے بیس وسق (ایک وسق دو سو چالیس کلوگرام کا ہوتا ہے) اناج ہبہ کر دیا کہ وہ کھیت میں سے اس کو کاٹ لیں' جب حضرت ابوبکر صدیق کی وفات آ پہنچی تو انہوں نے حضرت عائشہ سے کہا: اے میری بیٹی! مجھے تم سے زیادہ کسی کا غنا محبوب نہیں ہے' اور نہ مجھے اپنے بعد تم سے زیادہ کسی کا فقر ناگوار ہے اور میں نے تم کو بیس وسق اناج ہبہ کر دیا تھا کہ تم غابہ کے کھیت میں سے کاٹ لینا' اگر تم وہ اناج کاٹ لیتیں تو وہ اناج تمہارا ہوتا' لیکن اب اس مال میں وراثت جاری ہوگی اور اس میں تمہارا بھائی اور دو بہنیں بھی وارث ہیں' حضرت عائشہ نے کہا: اللہ کی قسم! اباجان! اگر یہ ترکہ اتنا اتنا بھی ہوتا تو مجھے پرواہ نہیں ہے لیکن میری تو ایک بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہیں' دوسری کون ہے؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا: وہ خارجہ (حضرت ابوبکر کی بیوی جو اس وقت حاملہ تھیں) کی بیٹی ہے' میرا گمان ہے کہ ان سے لڑکی پیدا ہوگی۔

(شرح معانی الآثار: ۵۷۱۶' موطأ امام مالک' کتاب الاقضیہ' حدیث: ۴۰' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۷۰)

اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق پر غیب منکشف فرما دیا تھا اور ان کو یہ علم تھا کہ ان کی بیوی سے لڑکی پیدا ہوگی' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کو باقی وارثوں سے زیادہ ہبہ کیا تھا' مگر حضرت عائشہ نے وہ بیس وسق اناج کھیت سے نہیں کاٹا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر کی وفات ہوگئی اور وہ مال وراثت میں چلا گیا۔

صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے بیٹوں میں سے ام کلثوم کے بیٹوں کو زیادہ ہبہ کیا۔ (شرح معانی الآثار: ۵۷۱۸)

آیا جب اولاد کو ہبہ کیا جائے تو لڑکے اور لڑکی کا حصہ برابر ہوگا یا لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیا جائے گا؟

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابویوسف رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے درمیان ہبہ میں مساوات رکھی جائے گی' اور امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ ان کو وراثت کے مطابق ہبہ کیا جائے گا اور لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیا جائے گا۔

امام ابوجعفر نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنی اولاد کو عطیہ میں مساوی رکھو جس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں برابر ہوں۔ اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطیہ میں عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات کا

ارادہ فرمایا تھا۔

اس حدیث کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص تھا' پس اس کا بیٹا آیا تو اس نے اس کو بوسا دیا اور اس کو اپنی ران کے اوپر بٹھا لیا' پھر اس کی بیٹی آئی تو اس نے اس کو اپنے پہلو کے ساتھ بٹھالیا' آپ نے فرمایا: تم نے ان کے درمیان عدل کیوں نہیں کیا؟ (شرح معانی الآثار: ۵۷۱۹)

امام طحاوی فرماتے ہیں: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹے اور بیٹی کے درمیان عدل کا ارادہ فرمایا اور کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے اور یہ حدیث عطیہ میں بھی مساوات کی دلیل ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۳۶۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

عطیہ میں لڑکے اور لڑکی کا حصہ برابر رکھنے پر حدیث اور فقہ سے دلائل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کے درمیان عطیہ میں مساوات رکھو' اگر میں کسی کو زیادہ دیتا تو عورتوں کو زیادہ دیتا۔

(المعجم الکبیر: ۱۱۹۹۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۷۷' المطالب العالیہ: ۱۴۳۳' تلخیص الحبیر: ۱۳۲۴' کنز العمال: ۴۵۳۵۹)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن صالح کاتب اللیث ہے' عبدالملک بن شعیب نے کہا: یہ ثقہ مامون ہے اور اس کی بہت تعریف کی اور امام احمد وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۴' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

رہی عدل کی کیفیت تو امام ابویوسف نے کہا ہے کہ ان کے درمیان عطیہ میں مساوات رکھی جائے اور مذکر کو مؤنث پر فضیلت نہ دی جائے' اور امام محمد نے کہا: ان کو وراثت کی ترتیب کے موافق دیا جائے اور مذکر کو مؤنث سے دگنا دیا جائے۔

اسی طرح قاضی ابوبکر جصاص نے مختصر طحاوی کی شرح میں ان کا اختلاف بیان کیا ہے۔

(مختصر اختلاف الفقہاء ج ۴ ص ۱۴۲' دار البشارۃ الاسلامیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام محمد نے الموطأ میں ذکر کیا ہے کہ مرد کو چاہیے کہ عطیہ میں اپنی اولاد کو مساوی رکھے' اور بعض کو بعض پر فضیلت نہ دے' اور اس عبارت کا ظاہر تقاضا یہ ہے کہ امام محمد کا قول امام ابویوسف کے ساتھ ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ روایت ہے کہ حضرت نعمان کے والد حضرت بشیر' حضرت نعمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے' پس کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک اپنا غلام دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے اپنی ہر اولاد کو اس کی مثل دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس سے رجوع کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۵۸۶) اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ عطیہ میں اولاد کے درمیان مساوات رکھی جائے اور اس لیے بھی کہ مساوات سے تالیف قلب ہوتی ہے اور کسی ایک کو زیادہ دینے سے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے' اس لیے مساوات اولیٰ ہے۔

(بدائع الصنائع ص ۱۱۵۔ ۱۱۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی ۳۷۰ھ کی عبارت اختصار کے ساتھ درج ہے:

المعلیٰ بن منصور نے امام ابویوسف سے یہ روایت کی ہے: اگر کوئی شخص اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو ترجیح دے اور اس کا مقصود

دوسروں کو ضرر پہنچانا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور مناسب یہ ہے کہ ان میں مساوات رکھے اور اگر اس کی اولاد میں مذکر اور مؤنث ہوں تو ان کو عطیہ میں مساوی رکھے' معلیٰ نے کہا کہ امام محمد نے کہا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دگنا دے۔

ثوری نے کہا ہے کہ اگر وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو زیادہ دے تو کوئی حرج نہیں ہے' امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ حسن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ عطیہ میں تمام اولاد کو مساوی رکھے۔

مساوات پر دلیل یہ حدیث ہے:

زہیر بن معاویہ از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' پس عرض کیا: یارسول اللہ! فلاں کی بیٹی نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں اپنے بیٹے کو غلام دوں اور اس نے کہا ہے کہ اس کے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بناؤ' آپ نے پوچھا: کیا اس لڑکے کے اور بھائی ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم نے سب کو غلام عطاء کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: یہ بہتر نہیں ہے! میں صرف حق کی گواہی دیتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۴)

علامہ جصاص فرماتے ہیں: اس حدیث سے امام مالک اور ثوری کا قول باطل ہو گیا اور عطیہ میں مذکر اور مؤنث کے درمیان مساوات رکھنے میں امام ابو یوسف کا قول صحیح ہو گیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تھا: کیا تم نے اپنی ہر اولاد کو اس کی مثل عطا کیا ہے؟ اور آپ نے مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق کا ذکر نہیں کیا اور آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان مساوات کرو' اور آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے خوش ہو گے کہ تمہاری ساری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں مساوی ہو۔ آپ کا یہ ارشاد بھی مذکر اور مؤنث کے عطیہ میں مساوات کرنے کی دلیل ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۷۶۔ ۴۰۷۲۔ ۴۰۷۱)

مغیرہ نے شعبی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو' جس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ وہ تمہارے درمیان نیکی کرنے میں عدل کریں۔ (شرح معانی الآثار: ۵۱۰۷)

(مختصر اختلاف الفقہاء ج ۳ ص ۱۴۵۔ ۱۴۲ ملخصاً' دار البشارۃ الاسلامیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ جصاص حنفی کی صریح عبارات اور احادیث مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ عطیہ میں مذکر اور مؤنث کے درمیان مساوات رکھنا راجح ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد اور مسائل

(۱) بھائیوں کے درمیان تالیف قلب رکھنی چاہیے کیونکہ اس کو ترک کرنے سے بعض اوقات ان میں ایک دوسرے سے بغض ہو گا اور اس سے آباء کی نافرمانی ہو گی۔

(۲) جب باپ کم سن بچے کو ہبہ کرے تو بچہ کا قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بچہ کی طرف سے باپ قبضہ کر لے تو کافی ہے۔

(۳) کسی ناجائز چیز پر گواہ بننا مکروہ ہے۔

(۴) ہبہ پر گواہ بنانا جائز ہے مگر واجب نہیں ہے۔

(۵) بعض بیویوں اور بعض اولاد سے زیادہ محبت رکھنا جائز ہے کیونکہ دلی محبت پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا۔

(۶) حاکم اور مفتی کا استفسار کرنا جائز ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہاری اور اولاد بھی ہے؟ اور تم نے ان کو بھی اس کی مثل دیا ہے؟

(۷) ماں اپنے بچے کے بہتر مستقبل کے لیے شوہر سے کسی چیز کے ہبہ کا سوال کر سکتی ہے۔

(۸) حق کو قبول کرنے میں اور حاکم کا فیصلہ ماننے میں جلدی کرنی چاہیے جیسے حضرت بشیر بن سعد نے فوراً ہبہ سے رجوع کر لیا۔

(۹) حرص کا انجام اچھا نہیں ہوتا' اگر حضرت عمرۃ' حضرت بشیر کے ہبہ کرنے پر راضی ہو جاتیں اور ان سے یہ نہ کہتیں کہ اس ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بناؤ تو وہ اس ہبہ سے رجوع نہ کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

(۱۰) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی چاہے تو اولاد کو پالنے سے انکار کر سکتی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

١٤ - بَابُ هِبَةِ الرَّجُلِ لِامْرَاَتِهٖ وَالْمَرْاَةِ لِزَوْجِهَا

مرد کا اپنی بیوی کو ہبہ کرنے کا اور عورت کا اپنے شوہر کو ہبہ کرنے کا جواز

اس باب میں شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کو ہبہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور جب وہ ایک دوسرے کو ہبہ کر سکتے ہیں تو پھر ان کا اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا حکم یہ ہے کہ ان کا ایک دوسرے کو ہبہ کرنے کے بعد اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ جَائِزَةٌ. ابراہیم نے کہا: جائز ہے۔

ابراہیم بن یزید النخعی نے کہا ہے کہ ان کا ایک دوسرے کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جب عورت شوہر کو ہبہ کر دے یا شوہر عورت کو ہبہ کر دے تو ہر ایک کا دوسرے کو عطاء کرنا جائز ہے یعنی شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کو عطاء کرے تو یہ جائز ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۶۶۔ ج ۹ ص ۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَا يَرْجِعَانِ. اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا: وہ دونوں رجوع نہ کریں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:

ثوری نے از عبدالرحمان بن زیاد از عمر بن عبدالعزیز' ابراہیم کے قول کی مثل روایت کی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۶۷۔ ج ۹ ص ۴۸۔۴۷)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا کہ قاضی شریح کے پاس ایک عورت آئی' جس نے اپنے شوہر کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کیا تھا تو انہوں نے اس کے شوہر سے کہا: تم اس پر گواہ پیش کرو کہ تمہاری بیوی نے تم کو یہ اپنی دلی خوشی سے بغیر جبر اور ذلت کے ہبہ کیا تھا' ورنہ یہ قسم کھائے گی کہ اس نے تم کو خوشی سے ہبہ نہیں کیا تھا بلکہ جبر اور ذلت سے ہبہ کیا تھا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۶۸۔ ج ۹ ص ۴۸)

وَاسْتَاْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهٗ فِيْ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا. اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ آپ اپنی بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزار لیں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۵۸۸ میں مذکور ہے۔

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات نے اپنی باریاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیں اور یہ بیوی کا شوہر کو

کوئی چیز ہبہ کرنا ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهٖ، كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِي قَيْئِهٖ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ کر کے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے، جو قے کر کے کھا لے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول، صحیح البخاری: ۲۵۸۹ میں مذکور ہے۔

اس حدیث سے طاؤس، عکرمہ، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق نے اس پر استدلال کیا ہے کہ کسی ہبہ کرنے والے کے لیے اپنے ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں سوائے باپ کے جو بیٹے کو ہبہ کرتا ہے، امام مالک کے نزدیک کوئی شخص کسی اجنبی کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کر سکتا ہے بہ شرطیکہ اس نے اس سے اس ہبہ کا عوض نہ لیا ہو، ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کا اجنبی کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز ہے جب کہ اس سے عوض نہ لیا ہو جب تک وہ چیز قائم ہو، اور یہ قول حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور بہت سے فقہاء تابعین کا بھی یہی قول ہے۔

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ ہبہ کر کے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کر کے کھا لے، اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ ہبہ کر کے رجوع کرنا اتنا قبیح ہے جتنا کتے کا قے کر کے کھانا قبیح ہے اور یہ مروّت اور اخلاق کے اعتبار سے قبیح ہے، شرعاً قبیح نہیں ہے کیونکہ کتے کا فعل حلال اور حرام کے ساتھ متصف نہیں کیا جاتا۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ، فِيمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهٖ هَبِيْ لِيْ بَعْضَ صَدَاقِكِ أَوْ كُلَّهُ، ثُمَّ لَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِيْهِ، قَالَ يَرُدُّ إِلَيْهَا إِنْ كَانَ خَلَبَهَا، وَإِنْ كَانَتْ أَعْطَتْهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ لَيْسَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهٖ خَدِيْعَةٌ جَازَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ﴾ (النساء: ۴).

اور زہری نے کہا: جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: مجھے اپنے مہر کا بعض یا کل ہبہ کر دو، پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے اس کو طلاق دے دی، پھر اس کی بیوی نے اس ہبہ سے رجوع کر لیا۔ زہری نے کہا: اس نے جو مہر پر قبضہ کیا ہے وہ اس کو واپس کرنا ہوگا، اگر اس نے اس کو دھوکا دیا ہے اور اگر اس کی بیوی نے اس کو اپنی خوشی سے مہر دیا ہے اور اس میں اس شخص نے بالکل دھوکا نہیں دیا تھا تو پھر یہ جائز ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پس اگر وہ عورتیں خوشی سے اس (مہر) میں سے تم کو کچھ دیں تو اس کو مزے مزے سے کھاؤ۔ (النساء: ۴)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کو عبداللہ نے از یونس بن یزید سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۵۸۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ وَجَعُهُ، اِسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ، فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ، وَكَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے یہ اجازت طلب کی کہ آپ بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں، تو انہوں نے آپ کو اجازت

بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ، فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِيْ وَهَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ هُوَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ.

دے دی' پس آپ دو آدمیوں کے سہارے سے اپنے قدموں کو گھسیٹتے ہوئے اس طرح نکلے کہ ان سے زمین پر لکیریں پڑ رہی تھیں اور آپ حضرت عباس اور ایک اور آدمی رضی اللہ عنہما کے درمیان تھے' عبیداللہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ کی اس حدیث کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ مرد کون تھا جس کا حضرت عائشہ نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٩٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج نے آپ کو اپنی باریاں ہبہ کیں۔

٢٥٨٩ - **حَدَّثَنَا** مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَقِيْءُ ثُمَّ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ. [اطراف الحدیث: ٢٦٢١-٢٦٢٢-٦٩٧٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے' جو قے کر کے کھالے۔

(صحیح مسلم: ١٦٢٢' الرقم المسلسل: ٤٠٦١' سنن ابوداؤد: ٣٥٣٨' سنن نسائی: ٣٦٩٣' سنن ابن ماجہ: ٢٣٨٥' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢٦٤٩' صحیح ابن حبان: ٥١٢١' المعجم الطبرانی: ١٠٦٩٢' حلیۃ الاولیاء ج ٦ ص ١٨٠' سنن بیہقی ج ٦ ص ٢٨١' شرح السنۃ: ٢٢٠٠' مسند احمد ج ١ ص ٢٨٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٥٢٩- ج ٤ ص ٣٢٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح اس باب کی تعلیق: ٤ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ هِبَةِ الْمَرْاَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقِهَا، اِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ، اِذَا لَمْ تَكُنْ سَفِيْهَةً، فَاِذَا كَانَتْ سَفِيْهَةً لَمْ يَجُزْ

عورت کا اپنے شوہر کے غیر کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا اور باندی اور غلام کو آزاد کرنا جب کہ اس کا خاوند موجود ہو تو یہ جائز ہے بہ شرطیکہ وہ عورت کم عقل نہ ہو' اگر کم عقل ہو تو جائز نہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ﴾ (النساء: ٥).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم کم عقلوں کو اپنے اموال نہ دو۔ (النساء: ٥)

امام بخاری نے اس عنوان سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو ان کے مخالف ہیں۔

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: کسی عورت کے لیے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔ (سنن نسائی: ٣٧٦٢)

سمجھ دار عورت کے اپنے مال کو خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے میں اختلاف فقہاء

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ایسی عورت اور عقل مند بالغ مرد کے خرچ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور طاؤس اور حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ بغیر خاوند کی اجازت کے عورت کا کسی کو ہبہ کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

لیث نے کہا ہے کہ شادی شدہ عورت کا کسی کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور وہ تھوڑی سی مقدار کسی ذی رحم محرم کو ہدیہ کر سکتی ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ عورت صرف اپنے تہائی مال سے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو ہبہ کر سکتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۵۹۰ - **حَدَّثَنَا** اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا لِيْ مَالٌ، اِلَّا مَا اَدْخَلَ الزُّبَيْرُ عَلَيَّ، فَاَتَصَدَّقُ؟ قَالَ تَصَدَّقِيْ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از عباد بن عبداللہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہیں ہے جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (حضرت اسماء کے شوہر) نے میرے پاس رکھا ہوا ہے، کیا پس میں (اس میں سے) صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا: صدقہ کرو اور جمع کر کے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم سے مال روک لے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۳۳ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں شوہر کے مال سے صدقہ کرنے کا ذکر ہے۔

۲۵۹۱ - **حَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْفِقِيْ، وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خرچ کرو اور گن گن کے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم کو حساب سے دے گا اور تم جمع نہ کرو ورنہ اللہ بھی تم سے (اپنی عطاء) روک لے گا۔

اس حدیث کی شرح بھی ۱۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۹۲ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً، وَلَمْ تَسْتَاْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ قَالَتْ اَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنِّيْ اَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِيْ؟ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از لیث از یزید از بکیر از کریب مولیٰ ابن عباس، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک باندی کو آزاد کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی، جب ان کی باری کا دن آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا؟

اَوَفَعَلْتِ؟ قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ اَمَا اِنَّكِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ.

آپ نے پوچھا: کیا تم نے ایسا کرلیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اگر تم یہ باندی اپنے ماموں کو ہبہ کر دیتیں تو تم کو زیادہ اجر ملتا۔

وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ مَيْمُوْنَةَ اَعْتَقَتْ. [طرف الحدیث: ۲۵۹۴]

اور بکر بن مضر نے کہا از عمرو از بکیر از کریب کہ حضرت میمونہ نے آزاد کر دیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۹۹۹، الرقم المسلسل: ۲۲۰۶، مسند ابویعلی: ۷۱۰۹، شرح مشکل الآثار: ۴۳۷۶، شرح السنۃ: ۱۶۸۷، السنن الکبریٰ: ۴۹۳۱، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۷۹، شعب الایمان: ۳۴۲۴، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۸۲۲۔ ج ۴۴ ص ۴۰۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر، یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ہیں یا ابوزکریا مخزومی ہیں (۲) لیث بن سعد (۳) یزید بن ابی حبیب (۴) بکیر بن عبد اللہ الاشج (۵) کریب مولیٰ ابن عباس ابورِشد (۶) حضرت میمونہ بنت الحارث الھلالیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت میمونہ بنت الحارث عقل مند خاتون تھیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لیے بغیر اپنی باندی کو آزاد کر دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے آزاد کرنے کو برقرار رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ عقل مند خاتون اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں تصرف کر سکتی ہے جیسا کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے۔

شادی شدہ سمجھ دار عورتوں کے اپنے اموال سے اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے پر۔۔۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو شادی شدہ عورت خود اپنے مال کی مالک ہو اور عقل مند ہو، آیا وہ خود اپنے مال میں تصرف کر سکتی ہے یا نہیں؟ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس عورت کے درمیان اور عقل مند بالغ مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور جس طرح عقل مند بالغ مرد اپنے مال میں ازخود تصرف کر سکتا ہے، یہ عورت بھی تصرف کر سکتی ہے، یہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور سفیان ثوری اور ابوثور کا مذہب ہے۔ ان حضرات کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ. (النساء: ۶)

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو حتیٰ کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں، پس اگر تم ان میں سمجھ داری کے آثار دیکھو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق کیے بغیر یہ فرمایا ہے کہ جب وہ عقل مند ہوں اور بالغ ہو جائیں تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو اور اس حکم میں مردوں کو عورتوں سے مخصوص نہیں فرمایا، پس معلوم ہوا کہ جو بالغ اور سمجھ دار ہو، وہ اپنے اموال میں تصرف کرنے کا مجاز ہے، خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ.

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی جب کہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر

کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے سوا اس کے کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں۔ (البقرہ: ۲۳۷)

پس طلاق کے بعد عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے مہر میں سے کچھ چھوڑ دے اور اس کے لیے اسے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے' پس یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو اپنے مال کے معاملہ میں اختیار ہے اور یہ کہ اس میں عورت اور مرد کو برابر کا اختیار ہے۔

فقہاء احناف نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء کو صدقہ کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اس کے لیے حضرت زبیر سے اجازت طلب کریں اور حضرت میمونہ نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت نہیں طلب کی' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کے دن عورتوں کو خطبہ دیا اور ان کو حکم دیا کہ تم صدقہ دو خواہ تم اپنے زیورات سے صدقہ دو۔ (سنن ترمذی: ۶۳۵) اور کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ ان عورتوں نے اپنے شوہروں سے اجازت لے کر صدقہ دیا ہو' اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ تم اپنے شوہروں سے صدقہ دینے کی اجازت طلب کرو۔

امام مالک کے نزدیک شادی شدہ سمجھ دار عورت اپنے مال میں سے بھی شوہر کی اجازت کے بغیر۔۔۔۔۔ صدقہ نہیں کر سکتی

امام مالک نے کہا ہے کہ عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں سے بھی صدقہ نہیں دے سکتی' ہاں! تہائی مال میں سے وہ صدقہ کر سکتی ہے جیسا کہ تہائی مال میں وہ از خود وصیت کر سکتی ہے۔

جن احادیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے' ان کی امام مالک نے یہ تاویل کی ہے کہ ان سے مراد تھوڑے مال کا صدقہ کرنا ہے نہ کہ زیادہ مال کا۔ (شرح ابن بطال ج ۱۳ ص ۸۹-۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۵۹۳ - حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهٖ' فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ' وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَاَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا' غَيْرَ اَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' تَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' پس جس کے نام کا قرعہ نکل آتا' اسے اپنے ساتھ لے جاتے اور آپ ان میں سے ہر زوجہ کے لیے ایک دن اور ایک رات کی تقسیم کرتے تھے سوائے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے' انہوں نے اپنے دن اور رات کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی' وہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا طلب کرتی تھیں۔

[اطراف الحدیث: ۲۶۳۷-۲۶۶۱-۲۶۸۸-۲۸۷۹-۴۰۲۵-۴۱۴۱-۴۶۹۰-۴۷۴۹-۴۷۵۰-۴۷۵۷-۵۲۱۲-۶۶۶۲-۶۶۷۹-۷۳۶۹-۷۳۷۰-۷۵۰۰-۷۵۴۵] (صحیح مسلم: ۱۴۶۳' الرقم المسلسل: ۳۵۱۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۲)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: عورت کا اپنے شوہر کے غیر کو ہبہ کرنا' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفروں میں قرعہ اندازی کی کیفیت

اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سفر کے لیے ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی کرتے تھے یا آپ نے کسی مخصوص سفر میں قرعہ اندازی کی تھی؟ امام مالک نے المدونہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواجِ مطہرات میں سے جس کو چاہتے جس سفر میں چاہتے لے جاتے۔ ابن الجلاب نے کہا ہے کہ اگر آپ تجارت کے سفر کا ارادہ فرماتے تو اس میں دو روایتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ وہ سفر حج اور غزوہ کی مثل ہے' اور دوسری روایت یہ ہے کہ آپ اس میں قرعہ اندازی نہیں کرتے تھے' اور انہوں نے کہا ہے کہ جب آپ حج یا غزوہ کا سفر کرتے تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے' پھر جب وہ سفر ختم ہو جاتا تو پھر دوسرے سفر میں جس سے چاہتے ابتداء کرتے۔

١٦ - بَابُ بِمَنْ يُبْدَأُ بِالْهَدِيَّةِ ہدیہ پیش کرنے کی ابتداء کس سے کی جائے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تعارض ہو تو ہدیہ پیش کرنے کی ابتداء کس سے کی جائے؟

٢٥٩٤ - وَقَالَ بَكْرٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ مَيْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً لَهَا فَقَالَ لَهَا لَوْ وَصَلْتِ بَعْضَ اَخْوَالِكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ.

اور بکر نے کہا از عمرو از بکیر از کریب مولی ابن عباس کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھیں' انہوں نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا تو آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم یہ باندی اپنے کسی ماموں کو دے دیتیں تو یہ تمہارے لیے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٥٩٢ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ کی ابتداء ذوی الارحام سے کرنی چاہیے۔

٢٥٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ لِيْ جَارَيْنِ، فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِيْ؟ قَالَ اِلٰى اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی عمران الجونی از طلحہ بن عبد اللہ' بنو تیم بن مرہ کا ایک مرد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں' میں ان میں سے کس کو ہدیہ دینے کی ابتداء کروں؟ آپ نے فرمایا: جو تمہارے دروازہ کے زیادہ قریب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٥٩ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ کس سے ہدیہ کی ابتداء کرنی چاہیے۔

١٧ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ جس نے کسی عذر کی وجہ سے ہدیہ قبول نہیں کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے کسی عذر کی وجہ سے ہدیہ قبول نہیں کیا تو جائز ہے جیسے مقروض قرض خواہ کو ہدیہ دے' یا جیسے مقدمہ کا کوئی فریق جج کو کوئی ہدیہ دے یا کوئی ضرورت مند کسی پولیس افسر کو ہدیہ دے اور یہ لوگ سود یا رشوت سے بچنے کے لیے ہدیہ قبول نہ کریں۔

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِيْ

اور عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں

زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً، وَالْيَوْمَ رِشْوَةً.

ہدیہ بہ طور ہدیہ ہوتا تھا اور آج کل ہدیہ بہ طور رشوت ہوتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

فرات بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عمر بن عبد العزیز کو سیب کھانے کی خواہش ہوئی تو انہیں اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس کے عوض وہ سیب خرید سکیں، ہم ان کے ساتھ سوار ہو کر نکلے تو ان کے پاس ایک منذر کے غلام ایک تھال میں سیب لے کر آئے، عمر بن عبد العزیز نے تھال میں سے ایک سیب اٹھا کر سونگھا، پھر واپس رکھ دیا، میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میں نے ان سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ان کے لیے یہ ہدیہ ہوتا تھا اور ان کے بعد کے عمال کے لیے یہ رشوت ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

جو ہدیہ کسی ناجائز یا غیر قانونی کام کے کرانے کے لیے دیا جائے، وہ رشوت ہے، لینے والے کے لیے یہ ہر حال میں حرام ہے اور دینے والا اگر ظلم سے بچنے کے لیے یا اپنا حق حاصل کرنے کے لیے دے تو اس کے حق میں رشوت حرام نہیں ہے۔

۲۵۹۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ، وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُخْبِرُ اَنَّهُ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارَ وَحْشٍ، وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَرَدَّهُ، قَالَ صَعْبٌ فَلَمَّا عَرَفَ فِي وَجْهِي رَدَّهُ هَدِيَّتِي قَالَ لَيْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَيْكَ، وَلٰكِنَّا حُرُمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت الصعب بن جثامہ اللیثی رضی اللہ عنہ سے سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے، وہ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جنگلی گدھا ہدیہ میں پیش کیا، آپ اس وقت الابواء یا ودّان میں تھے، اور آپ مُحرِم تھے، آپ نے اس ہدیہ کو واپس کر دیا، حضرت الصعب نے بتایا جب آپ نے میرے چہرے پر ملال کے آثار دیکھے کہ آپ نے میرا ہدیہ مسترد کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا: ہم نے اور کسی وجہ سے تمہارا ہدیہ واپس نہیں کیا، صرف اس وجہ سے تمہارا ہدیہ واپس کیا ہے کہ ہم مُحرِم ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۲۵ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کی وجہ سے ہدیہ واپس کر دیا کہ آپ محرم تھے۔

۲۵۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ اَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِسْتَعْمَلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ بن الزبیر از حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ، وہ بیان

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ، يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْاُتْبِيَّةِ، عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِيَ لِيْ. قَالَ فَهَلَّا جَلَسَ فِيْ بَيْتِ اَبِيْهِ اَوْ بَيْتِ اُمِّهٖ، فَيَنْظُرَ اَيُهْدٰى لَهٗ اَمْ لَا؟ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَا يَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْهُ شَيْئًا اِلَّا جَاءَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهٗ عَلٰى رَقَبَتِهٖ، اِنْ كَانَ بَعِيْرًا لَهٗ رُغَاءٌ، اَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ، اَوْ شَاةً تَيْعَرُ. ثُمَّ رَفَعَ بِيَدِهٖ حَتّٰى رَاَيْنَا عُفْرَةَ اِبْطَيْهِ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ. ثَلَاثًا.

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو صدقات کا عامل بنایا جس کا نام ابن الاُتبیۃ تھا' جب وہ صدقات لے کر آیا تو اس نے کہا: یہ صدقات آپ لوگوں کے ہیں اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ کی گئی ہیں' آپ نے فرمایا: یہ شخص اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر جا کر کیوں نہیں بیٹھا' پھر یہ دیکھتا کہ اس کو کوئی ہدیہ دیا جاتا یا نہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم میں سے جو شخص بھی کوئی چیز لے گا تو قیامت کے دن وہ شخص اس چیز کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا' اگر اونٹ ہوگا تو وہ بڑبڑا رہا ہوگا اور اگر گائے ہوگی تو وہ ڈکرا رہی ہوگی اور اگر بکری ہوگی تو وہ ممیا رہی ہوگی' پھر آپ نے اپنا ہاتھ بلند کیا حتیٰ کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی' (پھر آپ نے دعا کی:) اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! یہ آپ نے تین بار دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٢٥ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اگر عمال ازخود صدقات میں سے کوئی چیز رکھ لیں تو وہ ناجائز ہے' اور رشوت کے حکم میں ہے' اسی طرح اگر دینی مدارس کے سفیر وغیرہ چندہ کی رقوم اور اجناس میں کوئی چیز اپنے پاس یہ کہہ کر رکھ لیں کہ یہ چیز مجھے دی گئی ہے تو یہ بھی اسی طرح ناجائز ہے۔

١٨ - بَابٌ اِذَا وَهَبَ هِبَةً اَوْ وَعَدَ، ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ اَنْ تَصِلَ اِلَيْهِ

جب کوئی شخص کسی سے ہبہ کرنے کا وعدہ کرے' پھر اس چیز کے موصول ہونے سے پہلے وہ فوت ہو جائے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص دوسرے آدمی کو کوئی چیز ہبہ کرے یا کسی دوسرے آدمی سے ہبہ کرنے کا وعدہ کرے' پھر اس کو وہ چیز ہبہ کرنے سے پہلے فوت ہو جائے جس کا اس نے وعدہ کیا ہے تو پھر اس صورت میں کیا حکم ہے۔

اکثر فقہاء اور تابعین کے نزدیک ہبہ میں قبضہ کرنا شرط ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے اور (ایک روایت کے مطابق) امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کو ہبہ کیا ہے' اگر وہ ٹھوس چیز ہے جو بغیر قبضہ کے سالم رہ سکتی ہے تو بغیر قبضہ کے بھی اس کا ہبہ مکمل ہو جاتا ہے اور جو چیز ناپی جاتی ہو اور تولی جاتی ہو' اس کا بغیر قبضہ کے ہبہ صحیح نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک بغیر قبضہ کے بھی ہبہ صحیح ہو جاتا ہے' وہ ہبہ کو بیع پر قیاس کرتے ہیں۔

ہبہ میں قبضہ کی شرط پر امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے دلائل

ہمارے اصحاب احناف نے اور اصحاب شافعی نے قبضہ کی شرط پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو غابہ میں بیس وسق اناج ہبہ کیا اور فرمایا: تم اس کو کاٹ کر اپنے قبضہ میں کر لینا' حضرت عائشہ نے ان بیس وسق اناج کو کاٹ کر قبضہ میں نہیں لیا' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آ گیا' آپ نے فرمایا: اگر تم اس بیس وسق اناج کو کاٹ کر اپنے قبضہ میں کر لیتیں تو وہ تمہارا مال ہو جاتا لیکن تم نے اس کو کاٹ کر قبضہ میں نہیں لیا حتیٰ کہ میری وفات کا وقت آ

گیا' اس لیے اب وہ میری میراث میں شامل ہوگا۔(موطأ امام مالک۔کتاب الاقضیہ۔حدیث:۴۰' شرح معانی الآثار:۵۷۱۶)
اس سلسلہ میں حسب ذیل آثار سے بھی استدلال کیا گیا ہے:
امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری وحماد وابن شبرمہ' انہوں نے کہا: صدقہ اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ اس پر قبضہ نہ کرلیا جائے۔(مصنف عبدالرزاق:۱۶۹۰۱۔ج ۹ ص ۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
شعبی نے بیان کیا کہ شریح اور مسروق اس وقت تک صدقہ کو جائز نہیں کہتے تھے حتیٰ کہ اس پر قبضہ کرلیا جائے۔
(مصنف عبدالرزاق:۱۶۹۰۲۔ج ۸۹ ص ۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شعبی نے کہا: صرف وہ صدقہ جائز ہے جس پر قبضہ کیا ہوا ہو۔(مصنف عبدالرزاق:۱۶۹۰۳)
القاسم بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما صدقہ کو جائز قرار دیتے تھے خواہ اس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور شعبی بغیر قبضہ کے صدقہ کو جائز نہیں قرار دیتے تھے' اور سفیان کے نزدیک حضرت معاذ اور شعبی کا قول زیادہ پسندیدہ تھا۔(مصنف عبدالرزاق:۱۶۹۰۶۔ج ۹ ص ۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہبہ کے وعدہ کو پورا کرنے میں مذاہب فقہاء

رہا ہبہ کرنے کا وعدہ کرنا تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ ہبہ کا وعدہ کرنے سے ہبہ کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ ایسے منافع ہیں جن پر قبضہ نہیں کیا گیا' لہٰذا وعدہ کرنے والے کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا: رہا وعدہ مثلاً ایک آدمی دوسرے آدمی سے یہ سوال کرے کہ وہ اس کو ہبہ کرے' پھر اس پر یہ ظاہر ہو کہ اس کو یہ ہبہ نہیں کرنا چاہیے تو میری رائے میں اس پر یہ ہبہ کرنا لازم نہیں ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ عَبِيْدَةُ اِنْ مَاتَا وَكَانَتْ فُصِلَتِ الْهَدِيَّةُ، وَالْمُهْدٰى لَهُ حَيٌّ فَهِيَ لِوَرَثَتِهٖ، وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ فُصِلَتْ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الَّذِيْ اَهْدٰى. وَقَالَ الْحَسَنُ اَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الْمُهْدٰى لَهُ، اِذَا قَبَضَهَا الرَّسُوْلُ.

اور عبیدہ بن عمر سلمانی نے کہا: اگر وہ دونوں فوت ہو گئے' یعنی ہدیہ دینے والا اور جس کو ہدیہ دیا گیا ہے' وہ دونوں فوت ہو گئے اور ہدیہ پر قبضہ ہو گیا اور جس کے لیے ہدیہ کیا گیا ہو' وہ زندہ ہو تو وہ ہدیہ اس کے وارثوں کا ہے اور اگر اس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو تو یہ ہدیہ اس کے وارث کے لیے ہے' جس نے ہدیہ دیا ہے۔ اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ان میں سے جو بھی پہلے مر گیا تو وہ ہدیہ اس کے وارثوں کو ملے گا' جس کے لیے ہدیہ کیا گیا تھا جب اس کے نمائندہ نے اس پر قبضہ کرلیا ہو۔

اس عبارت میں کہا ہے کہ جس نے ہدیہ دیا ہے اور جس کو ہدیہ دیا ہے' اگر ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ ہدیہ اس شخص کے وارثوں کے لیے ہوگا جس کو ہدیہ دیا گیا تھا۔
علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ الحکم' امام احمد اور اسحاق کا یہ مذہب ہے کہ اگر اس نے ہدیہ کے ساتھ مہدی کے نمائندہ کو بھی بھیجا اور جس کو ہدیہ بھیجا تھا' وہ مر گیا تو پھر وہ ہدیہ اس کے وارثوں کا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۹۸ - **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی'

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ جَآءَ مَالُ الْبَحْرَیْنِ اَعْطَیْتُکَ ھٰکَذَا ثَلَاثًا. فَلَمْ یَقْدَمْ حَتّٰی تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَاَمَرَ اَبُوْ بَکْرٍ مُنَادِیًا فَنَادٰی مَنْ کَانَ لَہٗ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِدَۃٌ اَوْ دَیْنٌ فَلْیَاْتِنَا، فَاَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَدَنِیْ، فَحَثٰی لِیْ، ثَلَاثًا.

انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کر رہے تھے کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا دوں گا' پھر بحرین کا مال نہیں آیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ نے ایک اعلان کرنے والے کو بھیجا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو یا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے' سو میں ان کے پاس گیا' پس میں نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو انہوں نے مجھے تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھ بھر بھر کے مال دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے بحرین کے مال میں سے دینے کا وعدہ فرمایا تھا' پھر آپ بحرین کا مال پہنچنے سے پہلے وفات پا گئے تو حضرت ابوبکر نے اس مال میں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو عطاء کر دیا۔

۱۹ - بَابُ کَیْفَ یُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ

غلام اور سامان پر کس طرح قبضہ ہوتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس غلام کو ہبہ کر دیا جائے اور جس سامان کو ہبہ کر دیا جائے' اس پر کس طرح قبضہ کیا جائے گا۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ کُنْتُ عَلٰی بَکْرٍ صَعْبٍ، فَاشْتَرَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ ھُوَ لَکَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کو خرید لیا اور فرمایا: اے عبداللہ! یہ اونٹ تمہارا ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول امام بخاری نے صحیح البخاری: ۲۱۱۵ میں ذکر کی ہے۔

اور یہاں پر اس تعلیق کو ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جس چیز کو ہبہ کر دیا گیا' اس پر کس طرح قبضہ کیا جاتا ہے۔

۲۵۹۹ - **حَدَّثَنَا** قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْبِیَۃً، وَلَمْ یُعْطِ مَخْرَمَۃَ مِنْھَا شَیْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَۃُ یَا بُنَیَّ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ مَعَہٗ، فَقَالَ اُدْخُلْ فَادْعُہٗ لِیْ، قَالَ فَدَعَوْتُہٗ لَہٗ فَخَرَجَ اِلَیْہِ وَعَلَیْہِ قَبَآءٌ مِّنْھَا، فَقَالَ خَبَاْنَا ھٰذَا لَکَ. قَالَ فَنَظَرَ اِلَیْہِ، فَقَالَ رَضِیَ مَخْرَمَۃُ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۵۷-۳۱۲۷-۵۸۰۰-۵۸۶۲-۶۱۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قبائیں (اچکنیں' شیروانیاں) تقسیم کیں اور حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو اس میں سے کوئی چیز نہیں دی' تو حضرت مخرمہ نے کہا: اے میرے بیٹے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو! تو میں ان کے ساتھ چل پڑا' پس میرے والد نے کہا: اندر داخل ہو! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لیے بلاؤ' سو میں نے آپ کو بلایا' آپ تشریف لائے اور آپ کے اوپر ایک قباء تھی' آپ نے فرمایا: ہم نے یہ قباء

تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی' میرے والد نے اس کو دیکھا اور کہا: مخرمہ راضی ہو گیا۔

(صحیح مسلم:۱۰۵۸' الرقم المسلسل:۲۳۲۰' سنن ترمذی:۲۸۲۷' سنن نسائی:۵۳۲۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو سامان کسی کی طرف منتقل کر دیا جائے تو وہ اس کا قبضہ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں حضرت مخرمہ بن نوفل الزہری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے' انہوں نے ۱۱۵ سال کی عمر پائی اور یہ ۵۴ھ میں فوت ہوئے تھے۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اپنے اصحاب کی تالیف قلب کرنی چاہیے اور جس شخص کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو وہ چیز اس کی طرف منتقل کر دی جائے تو یہ اس کا قبضہ ہوتا ہے۔

۲۰ - بَابٌ اِذَا وَهَبَ هِبَةً فَقَبَضَهَا الْاٰخَرُ وَلَمْ يَقُلْ قَبِلْتُ

جب کوئی چیز کسی کو ہبہ کی' اس نے اس چیز پر قبضہ کر لیا اور زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کر لی

۲٦٠٠ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَكْتُ، فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ وَقَعْتُ بِاَهْلِيْ فِيْ رَمَضَانَ، قَالَ تَجِدُ رَقَبَةً؟ قَالَ لَا، قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ لَا، قَالَ فَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟ قَالَ لَا، قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِعَرَقٍ، وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فِيْهِ تَمْرٌ، فَقَالَ اِذْهَبْ بِهٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ. قَالَ عَلٰى اَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ مِنَّا، قَالَ اِذْهَبْ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے محبوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از حمید بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں ہلاک ہو گیا' آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: میں نے رمضان کے مہینہ میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا' آپ نے اس سے پوچھا: تمہارے پاس کوئی غلام ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! پھر انصار میں سے ایک آدمی کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک ٹوکرا لے کر آیا' جس میں کھجوریں تھیں' آپ نے فرمایا: جاؤ! ان کو صدقہ کر دو! اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا مجھ سے بھی زیادہ کسی ضرورت مند پر؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! مدینہ کی دو طرفوں کے درمیان ہم سے زیادہ کوئی گھر محتاج نہیں ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنے گھر والوں کو یہ کھجوریں کھلا دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۹۳٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو کھجوریں ہبہ کر دیں' اس نے ان کھجوروں پر قبضہ کر لیا لیکن زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے ان کو قبول کر لیا۔

۲۱ - بَابٌ إِذَا وَهَبَ دَيْنًا عَلَى رَجُلٍ — جب کوئی شخص اپنا قرض کسی کو ہبہ کردے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص اپنا قرض کسی کو ہبہ کردے تو کیا حکم ہے؟ یعنی جائز ہے۔

قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ هُوَ جَائِزٌ. — شعبہ نے کہا از الحکم: یہ جائز ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

امام ابن ابی شیبہ از ابن ابی زائدہ از شعبہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کا کسی پر قرض تھا' وہ اس نے مقروض کو ہبہ کر دیا تو اب اس کے لیے اس قرض سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس شخص کا کسی دوسرے آدمی پر کوئی قرض ہو' پھر قرض خواہ اس مقروض کے اوپر قرض کو ہبہ کر دے یا اس کو اس قرض سے بَری کر دے تو اب مقروض کو اس قرض پر قبضہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ قرض پہلے ہی اس کے ذمہ میں قبضہ کیا ہوا ہے' اس میں صرف قرض خواہ کے قبول کرنے کی ضرورت ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر کے قرض خواہوں سے صرف یہ سوال کیا تھا کہ وہ حضرت جابر کے والد کے قرض میں ان کے باغ کے پھلوں کو قبول کرلیں اور ان کو بقیہ قرض سے بَری کر دیں تو اگر وہ قرض خواہ اس پر راضی ہو جاتے' جس کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پیش کش کی تھی تو اس سے حضرت جابر کے والد کا قرض پورا ہو جاتا اور حضرت جابر اپنے والد کے قرض سے بَری ہو جاتے اور اس کا علم صرف قرض خواہوں کے اس قول سے ہوتا کہ ہم نے اس کو قبول کر لیا اور ہم اس پر راضی ہیں۔

ابوثور نے کہا: یہ ہبہ جائز ہے' اس پر کسی کو گواہ بنایا جائے یا نہ بنایا جائے جب وہ دونوں فریق اس پر برقرار رہیں' اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا: یہ ہبہ ناجائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک وہی ہبہ جائز ہے جس پر قبضہ کیا گیا ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۹۶-۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں' الماوردی نے اس ہبہ کو باطل کہا ہے اور امام غزالی نے اس ہبہ کو صحیح کہا ہے۔ ہمارے اصحاب احناف نے یہ کہا ہے کہ جس پر قرض نہیں ہے' اس کو قرض کا مالک بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس کو سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے' اور اگر اس کو قرض کا مالک بنایا جس پر قرض ہے تو پھر یہ جائز ہے کیونکہ یہ اس سے قرض کو ساقط کرنا ہے اور اس کو قرض سے بَری کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۷-۲۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَوَهَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لِرَجُلٍ دَيْنَهُ. — اور حسن بن علی علیہما السلام نے ایک شخص کے قرض کو ہبہ کر دیا۔

یعنی جس شخص پر قرض تھا' اس کو قرض سے بَری کر دیا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ حَقٌّ فَلْيُعْطِهِ أَوْ لِيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ. — اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص پر کسی کا حق ہو' وہ اس کو ادا کر دے یا اس سے معاف کرالے۔

اس تعلیق کو مسدد نے اپنی مسند میں اپنی سند کے ساتھ از حضرت سعید مقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس پر کسی کا حق ہے' وہ اس کو ادا کر دے یا اس سے معاف کرالے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۷)

فَقَالَ جَابِرٌ قُتِلَ اَبِیْ وَعَلَیْهِ دَیْنٌ' فَسَاَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُرَمَاءَهٗ اَنْ یَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِیْ وَیُحَلِّلُوْا اَبِیْ.

سو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے والد شہید کر دیئے گئے اور ان پر قرض تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قرض خواہوں سے یہ سوال کیا کہ وہ میرے باغ کے پھلوں کو (اپنے قرض میں) قبول کر لیں اور میرے والد کو قرض سے بَری کر دیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ کے والد کا نام حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ الخزرجی رضی اللہ عنہ ہے' یہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ یہ حدیث سند موصول کے ساتھ کتاب القرض میں گزر چکی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۰۵)

۲٦۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا یُوْنُسُ' وَقَالَ اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَاهُ قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ شَهِیْدًا' فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِیْ حُقُوْقِهِمْ' فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمْتُهٗ' فَسَاَلَهُمْ اَنْ یَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِیْ وَیُحَلِّلُوْا اَبِیْ فَاَبَوْا' فَلَمْ یُعْطِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِیْ وَلَمْ یَكْسِرْهُ لَهُمْ' وَلٰكِنْ قَالَ سَاَغْدُوْا عَلَیْكَ. فَغَدَا عَلَیْنَا حَتّٰی اَصْبَحَ' فَطَافَ فِی النَّخْلِ وَدَعَا فِیْ ثَمَرِهٖ بِالْبَرَكَةِ' فَجَدَدْتُهَا فَقَضَیْتُهُمْ حُقُوْقَهُمْ' وَبَقِیَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا بَقِیَّةٌ' ثُمَّ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فَاَخْبَرْتُهٗ بِذٰلِكَ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ اِسْمَعْ وَهُوَ جَالِسٌ یَا عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ اَلَا یَكُوْنُ قَدْ عَلِمْنَا اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ' وَاللّٰهِ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان کے والد جنگ اُحد میں شہید کر دیئے گئے تو قرض خواہوں نے بہت شدت کے ساتھ اپنے قرض کا تقاضا کیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ درخواست کی کہ آپ ان سے یہ سوال کریں کہ وہ اپنے (قرض میں) میرے باغ کے پھلوں کو قبول کر لیں اور میرے والد کو قرض سے بَری کر دیں' پس انہوں نے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو میرا باغ نہیں دیا اور نہ ان کے لیے پھلوں کو کٹوایا' لیکن آپ نے فرمایا: میں کل صبح تمہارے پاس آؤں گا' پھر دوسرے دن صبح کو آپ ہمارے پاس آئے' آپ نے کھجور کے درختوں کے گرد ایک چکر لگایا اور اس کے پھلوں میں برکت کی دعا کی' پھر میں نے ان پھلوں کو درختوں سے اتار کر ان کے حقوق ادا کر دیئے اور باغ کے پھلوں سے ہمارے لیے پھل بچ گئے' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا' اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے' پس میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمر! سنو! اور وہ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے' پس حضرت عمر نے کہا: سنیں! ہم پہلے ہی یہ جان چکے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کی قسم! آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرض خواہوں سے یہ سوال کیا کہ وہ حضرت جابر کے باغ کے پھلوں کو قبول کر لیں اور ان کے والد کو

اپنے قرض سے بَری کر دیں اور اگر وہ اس کو قبول کر لیتے تو حضرت جابر کے والد ان کے قرض سے بَری ہو جاتے اور اس سے یہ ثابت ہو جاتا کہ قرض خواہ مقروض کو اپنا قرض ہبہ کر دے اور یہی اس باب کا عنوان ہے جو کچھ تکلف سے ثابت ہوتا ہے۔

۲۲ - بَابُ هِبَةِ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ ایک چیز جماعت کو ہبہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک چیز پوری جماعت کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

وَقَالَتْ اَسْمَاءُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَابْنِ اَبِي عَتِيقٍ وَرِثْتُ عَنْ اُخْتِي عَائِشَةَ مَالًا بِالْغَابَةِ، وَقَدْ اَعْطَانِي بِهٖ مُعَاوِيَةُ مِائَةَ اَلْفٍ، فَهُوَ لَكُمَا.

اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے قاسم بن محمد اور ابن ابی عتیق سے کہا کہ مجھے اپنی بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی زمین غابہ میں بہ طور وراثت ملی تھی' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اس زمین کے عوض ایک لاکھ درہم کی پیش کش کی تھی لیکن میں نے ان کو فروخت نہیں کی' اب یہی زمین تم دونوں کو ہدیہ ہے۔

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق کو امام ابوحنیفہ کا ردّ کرنے کے لیے وارد کیا ہے' کیونکہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک گھر دو آدمیوں کو ہبہ کرے یا کوئی سامان دو آدمیوں کو ہبہ کرے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ گھر اور سامان تقسیم ہو سکتا ہے اور انہوں نے بغیر تقسیم کے اس کے اوپر قبضہ کر لیا اور یہ جائز نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ ان میں سے ہر ایک کا حصہ الگ الگ تقسیم ہو' کیونکہ ان کے نزدیک ہبہ کی صحت کی شرط یہ ہے کہ اس پر قبضہ ہو۔

امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک ایک چیز جماعت کو ہبہ کرنا جائز ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر مکان کا ایک حصہ یا غلام کا ایک حصہ کسی کو ہبہ کیا جائے تو یہ جائز ہے خواہ اس کو الگ الگ تقسیم نہ کیا گیا ہو' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے۔ جنہوں نے اس کو جائز کہا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے سے فرمایا کہ وہ اس دودھ میں سے اپنا حصہ بڑے لوگوں کو دے دے اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر وہ لڑکا اپنا حصہ ان بڑے لوگوں کو دے دیتا تو ان لوگوں کا اس دودھ میں حصہ غیر منقسم اور غیر متمیز ہوتا' پس ثابت ہوا کہ غیر منقسم اور غیر متمیز چیز کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۹۷-۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ غابہ میں جو مال تھا' ہو سکتا ہے کہ وہ منقسم ہو' تو اس میں کوئی نزاع نہیں ہے کیونکہ جو مال منقسم ہو' اس کے ہبہ کرنے کو امام اعظم ابوحنیفہ جائز قرار دیتے ہیں اور اگر وہ مال غیر منقسم ہو تو اس کا عدم انقسام ہبہ پر قبضہ کے وقت ہبہ سے مانع ہے اور ہبہ کے عقد کے وقت ہبہ سے مانع نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶۰۲ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی

فَشَرِبَ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ إِنْ أَذِنْتَ لِي أَعْطَيْتُ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِنَصِيبِي مِنْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحَدًا، فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ.

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا' آپ نے اسے پیا' آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے' آپ نے اس لڑکے سے فرمایا: اگر تم اجازت دو تو میں اس مشروب کا باقی ماندہ ان لوگوں کو عطاء کر دوں؟ اس لڑکے نے کہا: یارسول اللہ! آپ کا جو حصہ مجھے ملا ہے' اس پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا' پھر آپ نے وہ پس ماندہ مشروب جھٹکے سے اس لڑکے کی طرف بڑھا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان کے خیال میں اس حدیث میں غیر منقسم اور غیر متعین چیز کو ہبہ کرنے کا ثبوت ہے۔

۲۳ - بَابُ الْهِبَةِ الْمَقْبُوضَةِ وَغَيْرِ الْمَقْبُوضَةِ، وَالْمَقْسُومَةِ وَغَيْرِ الْمَقْسُومَةِ

مقبوضہ اور غیر مقبوضہ اور منقسم اور غیر منقسم چیز کو ہبہ کرنے کا بیان

مقبوضہ اور غیر مقبوضہ چیز کو ہبہ کرنے کا بیان تو گزر چکا ہے' اس حدیث سے غیر منقسم چیز کو ہبہ کرنے کا بیان مقصود ہے۔

وَقَدْ وَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِهَوَازِنَ مَا غَنِمُوا مِنْهُمْ وَهُوَ غَيْرُ مَقْسُومٍ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوازن کے اصحاب کو وہ چیزیں ہبہ کیں' جو اُن سے غنیمت کے طور پر لی تھیں اور وہ چیزیں غیر منقسم تھیں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں مذکور ہے۔

۲۶۰۳ - **حَدَّثَنِي** ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ مُحَارِبٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَضَانِي وَزَادَنِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ثابت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از محارب از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا' آپ نے مجھے (اونٹ کی) قیمت ادا کی اور زیادہ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت جابر کو جو قیمت ادا کی تھی' وہ غیر منقسم تھی مگر ان کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کا مقصود غیر منقسم چیز کو ہبہ کرنے کا جواز ہے اور یہاں پر طے شدہ قیمت سے زیادہ دینے کا جواز ہے۔

۲۶۰۴ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبٍ، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ بِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا فِي سَفَرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَوَزَنَ، قَالَ شُعْبَةُ أُرَاهُ فَوَزَنَ لِي فَأَرْجَحَ فَمَا زَالَ مِنْهَا شَيْءٌ حَتّٰى أَصَابَهَا أَهْلُ الشَّامِ يَوْمَ الْحَرَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محارب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک اونٹ فروخت کیا' جب ہم مدینہ آئے تو آپ نے فرمایا: مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھو' پس آپ نے (چاندی کا) وزن کیا۔ شعبہ نے کہا: پس میرے لیے وزن کیا

اور زیادہ وزن کیا' پھر وہ چاندی ہمیشہ میرے پاس رہی حتیٰ کہ جنگ حرہ کے دن اہل شام نے اس کو لے لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴۳ میں گزر چکی ہے' حرہ کی جنگ کا یہ واقعہ ۶۳ھ میں ہوا تھا۔

* اس واقعہ کی تفصیل شرح صحیح مسلم: ۱۴۱۳ کے تحت ج ۳ ص ۶۱۳ تا ۶۱۰ میں بیان کی گئی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۶۰۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ لَا وَاللّٰهِ، لَا أُوْثِرُ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا، فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا' آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے' آپ نے لڑکے سے پوچھا: کیا تم مجھے یہ اجازت دیتے ہو کہ میں ان لوگوں کو (اپنا پس خوردہ) دے دوں؟ لڑکے نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! آپ سے جو مجھے میرا حصہ ملے گا میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا' پھر آپ نے وہ مشروب جھٹکے سے اس لڑکے کی طرف بڑھا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غیر منقسم چیز کے ہبہ کرنے کا ذکر ہے۔

۲۶۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ دَعُوْهُ، فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا. وَقَالَ اشْتَرُوْا لَهُ سِنًّا فَأَعْطُوْهَا إِيَّاهُ. فَقَالُوْا إِنَّا لَا نَجِدُ سِنًّا إِلَّا سِنًّا هِيَ أَفْضَلُ مِنْ سِنِّهِ، قَالَ فَاشْتَرُوْهَا، فَأَعْطُوْهَا إِيَّاهُ، فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عثمان بن جبلہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرض تھا (اس نے سختی سے تقاضا کیا)' آپ کے اصحاب نے اس کو ڈانٹنے یا مارنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے' اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے' اور فرمایا: اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ خرید کر اس کو دے دو۔ صحابہ نے کہا: ہم کو اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ نہیں ملا' مگر اس کے اونٹ کی عمر سے زیادہ عمر کا اونٹ ملا ہے' آپ نے فرمایا: وہی اونٹ خرید کر اس کو عطاء کر دو' تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو تم میں سے سب سے بہتر قرض ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اونٹ کی عمر سے زیادہ عمر کے اونٹ کو عطاء کرنے کا حکم دیا اور یہ زیادتی غیر منقسم ہے۔

٢٤ - بَابٌ إِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِقَوْمٍ

٢٦٠٧'٢٦٠٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ فِي الْمُسْلِمِينَ، فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ جَاءُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ طَيَّبْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيهِ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا. وَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا مِنْ سَبْيِ هَوَازِنَ. هَذَا آخِرُ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ، يَعْنِي فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا.

جب ایک جماعت کسی قوم کو ہبہ کرے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مروان بن الحکم اور حضرت مسور بن مخرمہ' ان دونوں نے خبر دی کہ نبی ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ کے پاس ہوازن کے مسلمانوں کا وفد آیا' انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کی طرف ان کے اموال اور ان کے قیدی واپس کر دیں' آپ نے ان سے فرمایا: میرے ساتھ جتنی بڑی جماعت ہے اس کو تم بھی دیکھ رہے ہو اور میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو' تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو' یا قیدیوں کو یا اموال کو' اور میں نے تو تمہارا (پہلے ہی) انتظار کیا تھا' اور نبی ﷺ جب طائف سے لوٹے تھے تو آپ نے ان کا دس سے زیادہ راتوں تک انتظار کیا تھا' پھر جب ہوازن کے لوگوں پر یہ منکشف ہوا کہ نبی ﷺ ان کی طرف صرف دو چیزوں میں سے ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں' تو آپ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے' پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی ثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر فرمایا: حمد و ثناء کے بعد سنو! بے شک تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میری یہ رائے ہے کہ میں ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں' پس تم میں سے جو شخص خوشی سے اس پر عمل کرے' سو وہ کرے اور تم میں سے جو شخص اپنا حصہ پسند کرتا ہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ (اس کے بعد) جو پہلا مالِ غنیمت عطاء فرمائے گا' ہم اس میں سے اس کو عطاء کر دیں گے تو وہ ایسا کر لے' تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے خوشی سے ایسا کر لیا' تو آپ نے ان سے فرمایا: ہم (از خود) نہیں جانتے کہ تم میں سے وہ کون ہیں' جنہوں نے خوشی سے اجازت دی ہے اور وہ کون ہیں جنہوں نے خوشی سے اجازت نہیں دی ہے' تم لوگ واپس جاؤ حتیٰ کہ ہمارے پاس اپنے کارمختاروں (سیکرٹریوں) اور اپنے معاملات میں غور کرنے والوں کو بھیجو' پھر لوگ واپس گئے اور اپنے کارمختاروں سے

مشورہ کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس آئے اور آپ کو یہ خبر دی کہ انہوں نے خوشی سے ایسا کیا ہے اور اجازت دی ہے۔ (امام بخاری نے کہا:) ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ہم کو جو خبر ملی ہے' یہ زہری کا آخری قول ہے جو ہم تک پہنچا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے۔

صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام بخاری' امام ابوحنیفہ کا رد کرنا چاہتے ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک غیر منقسم اور غیر متمیز چیز کا ہبہ صحیح نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوازن کے لوگوں کو جو ان کے قیدی ہبہ کیے تھے' وہ غیر منقسم اور غیر متمیز ہی تھے' علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ ہبہ شرعیہ میں ایسا کہتے ہیں اور یہ ہبہ شرعیہ نہیں تھا کیونکہ آپ نے ان کے قیدی ان کو واپس کیے تھے اور کسی کی چیز اس کو واپس کرنا عرف میں ہبہ نہیں کہلاتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث عنوانِ باب کے مطابق نہیں ہے۔

۲۵ - بَابُ مَنْ اُهْدِیَ لَهٗ هَدِیَّةٌ وَعِنْدَهٗ جُلَسَاؤُهٗ، فَهُوَ اَحَقُّ

جس شخص کو' کوئی ہدیہ پیش کیا گیا اور اس کے پاس اس کے ہم مجلس تھے تو وہ شخص خود اس کا زیادہ حق دار ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو مجلس میں ہدیہ پیش کیا گیا تو شرکاء مجلس کی بہ نسبت وہ شخص خود اس ہدیہ کا زیادہ حق دار ہے۔

وَیُذْکَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ جُلَسَاءَهٗ شُرَکَاءُهٗ' وَلَمْ یَصِحَّ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس کے ہم مجلس بھی اس ہدیہ میں شریک ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو' کوئی ہدیہ پیش کیا گیا اور اس کے پاس کچھ لوگ بھی بیٹھے ہوں تو وہ لوگ بھی اس ہدیہ میں شریک ہیں۔ امام بیہقی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف (یعنی قولِ صحابی) ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸۳' نشر السنۃ' ملتان)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام عبد بن حمید نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی مندل بن علی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس کو محمد بن مسلم الطائفی نے بھی روایت کیا ہے' اس کی سند میں عمرو ضعیف راوی ہے' امام عبد الرزاق نے کہا ہے کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ موقوف ہے' العقیلی نے کہا ہے کہ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سند صحیح کے ساتھ کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے پیش نظر مجلس کے ہدایا میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر بالفرض یہ حدیث ثابت ہو کہ مجلس کے ہم نشین بھی ہدیہ میں شریک ہوتے ہیں' تو فقہاء کے نزدیک اس پر عمل کرنا مستحب

ہے اور اس ہدیہ سے مراد معمولی ہدیے ہیں جن کو دینے میں عموماً لوگ بخل نہیں کرتے اور جو ہدیے قیمتی ہوں جیسے دکانیں' مکانات اور قیمتی مال تو ان کا مستحق وہ شخص ہے جس کو مجلس میں ہدیہ دیا گیا ہے' جیسا کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے اونٹ کا تقاضا کیا تھا اور اس کے اونٹ کی عمر کی مثل کا اونٹ نہیں ملا تو آپ نے فرمایا: اس کو اس کے اونٹ سے افضل اونٹ دے دو' اور اس فضیلت میں آپ نے حاضرینِ مجلس میں سے کسی کو شریک نہیں کیا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو لوگوں کے سامنے اونٹ ہبہ کیا اور ان لوگوں کو کچھ نہیں دیا۔ اسی کے موافق مذاہب فقہاء ہیں۔

امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ہارون رشید نے ان کی طرف مالِ کثیر کا ہدیہ بھیجا' اس وقت وہ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' ان اصحاب میں سے کسی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تمہارے ہم نشین بھی ہدیے میں شریک ہوتے ہیں' تو امام ابو یوسف نے کہا: اس قسم کا ہدیہ اس حدیث کا محمل نہیں ہے' اس حدیث کا محمل معمولی قسم کے ہدیے ہیں' یعنی جو کھانے پینے کی چیزیں ہوں جن کو لوگ خوشی سے دوسروں کو دے دیتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۰۱۔ ۱۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۶۰۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَخَذَ سِنًّا، فَجَاءَهٗ صَاحِبُهٗ يَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا. ثُمَّ قَضَاهُ اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ، وَقَالَ اَفْضَلُكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سلمہ بن کہیل از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے (کسی سے) ایک عمر کا اونٹ لیا' اس کا مالک آپ کے پاس تقاضا کرنے کے لیے آیا' آپ نے فرمایا: صاحبِ حق کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے' پھر آپ نے اس کا حق ادا کیا اور اس کی عمر کے اونٹ سے افضل اونٹ عطاء کیا اور فرمایا: تم میں سے سب سے افضل شخص وہ ہے' جو سب سے عمدہ قرض ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مجلس میں اس قرض خواہ کو زیادہ عمر کا اونٹ عطاء کیا اور اس زیادتی میں اس مجلس کے شرکاء کو شریک نہیں کیا۔

۲۶۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ، فَكَانَ عَلٰى بَكْرٍ لِعُمَرَ صَعْبٍ، فَكَانَ يَتَقَدَّمُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُوْلُ اَبُوْهُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ، لَا يَتَقَدَّمُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ. فَقَالَ لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعْنِيْهِ. فَقَالَ عُمَرُ هُوَ لَكَ، فَاشْتَرَاهُ، ثُمَّ قَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ، فَاصْنَعْ بِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے بڑھ جاتا تھا اور ان کے والد (حضرت عمر) ان سے کہتے تھے: اے عبداللہ! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے کہا: یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو' حضرت عمر نے کہا: یہ آپ کا ہی ہے' سو آپ نے

مَا شِئْتَ.

اس کو خرید لیا' پھر آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ تمہارا ہے' تم اس کا جو چاہو کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۱۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری کا اس حدیث کی روایت سے بھی یہی مقصد ہے کہ آپ نے اور لوگوں کی موجودگی میں وہ اونٹ حضرت عمر کو عطاء کیا اور اس میں اور لوگوں کا حصہ نہیں تھا۔

۲۶ - بَابٌ إِذَا وَهَبَ بَعِيرًا لِرَجُلٍ وَهُوَ رَاكِبُهُ فَهُوَ جَائِزٌ

جب کوئی شخص کسی ایسے مرد کو اونٹ ہبہ کرے جو اس اونٹ پر سوار ہو تو یہ جائز ہے

۲٦١١ - **وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ** حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، وَكُنْتُ عَلٰى بَكْرٍ صَعْبٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ. فَابْتَاعَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ.

اور حمیدی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ اونٹ مجھ کو فروخت کر دو' پھر آپ نے اس کو خرید لیا' پس آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ تمہارا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابُ هَدِيَّةِ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا

جس (لباس) کا پہننا مکروہ ہو' اس (لباس) کو ہدیہ کرنا

۲٦١٢ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوِ اشْتَرَيْتَهَا فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ، قَالَ إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ. ثُمَّ جَاءَتْ حُلَلٌ، فَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً، وَقَالَ اَكَسَوْتَنِيْهَا، وَقُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَّا قُلْتَ؟ فَقَالَ إِنِّيْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا. فَكَسَا عُمَرُ اَخًا لَّهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازہ کے پاس سِیَراء (ایک قسم کا ریشم) کا حُلّہ دیکھا' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ اس حُلّہ کو خرید لیں تو اس کو جمعہ کے دن پہنا کریں اور جب کوئی وفد آئے' تو آپ نے فرمایا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر حُلّے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے حضرت عمر کو ایک حُلّہ دیا' حضرت عمر نے کہا: آپ نے مجھے پہننے کے لیے یہ حُلّہ دیا ہے' اور آپ نے عُطارد کے حُلّہ کے متعلق جو کہا تھا سو کہا تھا' تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو یہ اس لیے نہیں دیا کہ تم اس کو پہنو' پھر حضرت عمر نے وہ حُلّہ مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ مکروہ

چیز کو بھی ہدیہ میں دینا جائز ہے کیونکہ مردوں کو ریشم پہننا مکروہ ہے' اس کے باوجود نبی ﷺ نے حضرت عمر کو ریشمی حُلّہ کا ہدیہ دیا۔ اس حدیث میں حضرت عمر کے جس بھائی کا ذکر ہے' وہ ان کے رضاعی یا اخیافی (ماں شریک) بھائی تھے۔

٢٦١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ بِنْتِهِ فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا، وَجَاءَ عَلِيٌّ فَذَكَرَتْ لَهُ ذٰلِكَ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ عَلَى بَابِهَا سِتْرًا مَوْشِيًّا. فَقَالَ مَا لِي وَلِلدُّنْيَا فَأَتَاهَا عَلِيٌّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهَا، فَقَالَتْ لِيَأْمُرْنِي فِيهِ بِمَا شَاءَ، قَالَ تُرْسِلُ بِهِ إِلَى فُلَانٍ، أَهْلِ بَيْتٍ بِهِمْ حَاجَةٌ. (سنن ابوداؤد: ۴۱۴۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از والد خود از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو اس میں داخل نہیں ہوئے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت سیّدہ نے اس کا ذکر کیا' انہوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے ان کے دروازہ پر ایک منقش پردہ دیکھا' تو میں نے کہا: مجھے دنیا کی زینت سے کیا سروکار ہے! پھر حضرت سیّدہ فاطمہ کے پاس حضرت علی آئے اور ان کو (آپ کے اندر نہ آنے کی) یہ وجہ بتائی تو حضرت سیّدہ نے کہا: انہیں چاہیے کہ وہ اس کے متعلق مجھے جو حکم چاہیں وہ دیں' تو نبی ﷺ نے فرمایا: وہ اس پردہ کو فلاں گھر والوں کے پاس بھیج دیں' انہیں اس کی ضرورت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن جعفر بن ابی الحسین ابوجعفر حافظ کوفی (۲) محمد بن فضیل بن غزوان (۳) ان کے والد فضیل بن غزوان بن جریر ابوالفضل الضبی الکوفی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۵)

حدیث میں مذکور پردہ کو ناپسند کرنے کی وجہ

نبی ﷺ نے سیّدہ فاطمہ کے لیے وہ پردہ ناپسند فرمایا کیونکہ حضرت سیّدہ ان لوگوں میں سے تھیں جن کی رغبت آخرت میں ہوتی ہے اور وہ دنیا کی زندگی میں اپنی پسندیدہ چیزوں سے خوش نہیں ہوتیں' اس کے باوجود آپ نے فلاں گھر والوں کے لیے اس پردہ کو دینے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ ناپسندیدہ چیز کا بھی ہدیہ دینا جائز ہے۔

٢٦١٤ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَهْدَى إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً سِيَرَاءَ، فَلَبِسْتُهَا، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي. [اطراف الحدیث: ۵۳۶۶-۵۸۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالملک بن میسرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا از حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ کو ایک سیَراء کا (ریشمی) حُلّہ ہدیہ کیا گیا تھا' میں نے اس کو پہن لیا تو میں نے آپ کے چہرہ پر غضب کے آثار دیکھے تو میں نے اس کو شق کر کے اسے (اپنی قوم کی) عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۱' الرقم المسلسل: ۵۳۱۳' سنن ابوداؤد: ۴۰۴۳' سنن نسائی: ۵۲۹۶' مسند البزار: ۱۳۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۹ طبع قدیم' مسند

احمد:۱۷۱۱۱- ج ۲ ص ۳۶۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

''سیراء'' کا معنی' مردوں کے لیے ریشم پہننا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی اور حضرت علی نے ---- حُلّہ کے چار ٹکڑے کن عورتوں کو دیئے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''سیراء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: خالص ریشم۔

نیز اس میں مذکور ہے: میں نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے' بہ ظاہر اس کا معنی ہے: مردوں کے لیے ریشم پہننا مکروہ تحریمی ہے' المہلب کے بھائی ابوعبداللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اگر ریشم کا پہننا حرام ہوتا تو فقط آپ کے چہرے پر غضب کے آثار نہ ہوتے بلکہ آپ اس سے صراحۃً منع فرماتے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حُلّہ کا ہدیہ دینے والا کون تھا؟ تو علماء نے کہا ہے کہ وہ دُومہ کا بادشاہ اُکید رتھا' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ دومۃ الجندل ایک جگہ کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے اس حُلّہ کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا' اس سے مراد ہے: اپنی قوم کی عورتوں کے درمیان' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ میں نے اپنی ازواج کے درمیان تقسیم کر دیا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں حضرت سیّدہ فاطمہ کے علاوہ حضرت علی کی اور کوئی زوجہ نہیں تھی اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: میں نے اس حُلّہ کو پھاڑ کر چار دوپٹے بنائے' ایک دوپٹہ اپنی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے لیے' دوسرا دوپٹہ اپنی زوجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے' تیسرا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کے لیے' چوتھے کو راوی بھول گیا' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حق کے مشابہ یہ ہے کہ چوتھا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت شیبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کے لیے تھا جو حضرت علی کے بھائی عقیل کی زوجہ تھیں اور ابوالعلاء بن سلیمان نے کہا ہے کہ یہ حضرت ام ھانیء فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے لیے تھا' اس کے علاوہ دو قول اور ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۷-۲۳۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۸ - بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ — مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کا جواز

امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے' جس میں مشرک کے ہدیہ کو قبول کرنے کی ممانعت ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مُلاعب الاسنّۃ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ہدیہ لے کر آیا' آپ نے اس کے سامنے اسلام کو پیش کیا تو اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ الحدیث

(حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۲۷ 'دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

کفار اور مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کے جواز کے متعلق احادیث

مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کے جواز کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قُتیلہ بنت عبدالعزّٰی اپنی بیٹی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس چند عدد گوہ' کڑوی سبزیاں اور گھی کے ہدیے لے کر آئیں تو حضرت اسماء نے ان کے ہدیے قبول کرنے اور ان کو اپنے گھر میں داخل کرنے سے منع کر دیا (کیونکہ وہ مشرکہ تھیں)' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ O (الممتحنہ:۸)

اور اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا تھوڑا دینے سے نہیں منع فرماتا جنھوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی' اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' بے شک اللہ تھوڑا تھوڑا دینے والوں کو بھی پسند فرماتا ہےO

تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی (مشرکہ) والدہ کے ہدیہ کو قبول کر لیں اور ان کو اپنے گھر میں آنے دیں۔

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد نے اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کو عمدہ قرار دیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی مصعب بن ثابت ہے' اس کو امام احمد اور دیگر نے ضعیف کہا ہے اور امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۲' دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ المقوقس القبطی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو باندیاں ہبہ کیں' ان میں سے ایک حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں' اور دوسری باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیں اور یہ حضرت عبدالرحمان بن حسان رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں اور اس نے آپ کو ایک خچر ہبہ کیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا۔ (مسند البزار: ۱۹۳۵' بیروت)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چند ہدیے بھیجے اور اس نے آپ کی طرف جو ہدیے بھیجے تھے' ان میں ایک گھڑا تھا جس میں ادرک تھی' آپ نے ہر شخص کو اس میں سے ایک ٹکڑا کھلایا اور مجھے بھی اس میں سے ایک ٹکڑا کھلایا۔ (المعجم الاوسط: ۸۔۲۴۳۸ ج ۳ ص ۲۰۹' مکتبۃ المعارف' ریاض)

اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس کی سند کا ایک راوی عمرو بن حکام ضعیف ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دادا روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری لے کر آئی' آپ نے اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا کھالیا' پھر اس عورت کو پکڑ کر لایا گیا' صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلق کے کوے میں اس کا اثر پہچانتا رہا۔

(المعجم الاوسط: ۸۔۲۴۳۸ ج ۳ ص ۲۰۹' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۷ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ المقوقس صاحب الاسکندریہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف شام کی بنی ہوئی لکڑی کی سرمہ دانی اور آئینہ اور کنگھی بھیجی۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۳' دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ذی یزن کے بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک گھڑا بھیجا جس میں ''من'' تھا' آپ نے اس کو قبول فرمالیا۔

اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ہے' اس کو ضعیف کہا گیا ہے اور اس کی توثیق

بھی کی گئی ہے۔(مَن سے مراد شہد کی طرح میٹھی چیز ہے)(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۳ 'دار الکتاب العربی' بیروت)

مشرکین کے ہدایا کو قبول کرنے کی ممانعت اور جواز کی احادیث میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے متعدد احادیث روایت کی ہیں' جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے' امام طبری نے مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کی ممانعت میں اور ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور عام مسلمانوں کے لیے قبول کرنا جائز ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ہدیہ قبول فرمایا ہے' دیگر علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جو کافر دوستی اور محبت کے اعتبار سے ہدیہ دیں' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور جن کے اسلام لانے کی اُمید ہو' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جو کفار اہل کتاب سے ہوں' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اور جو کفار بت پرست ہوں' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے' اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ممانعت اُمراء کے لیے ہے اور جواز عوام کے لیے ہے۔(فتح الباری ج ۳ ص ۸۰ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ' بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس بحث میں اسی طرح لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاجَرَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ' فَدَخَلَ قَرْيَةً فِيْهَا مَلِكٌ اَوْ جَبَّارٌ' فَقَالَ اَعْطُوْهَا اٰجَرَ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی' پس وہ ایک ایسی بستی میں داخل ہوئے جس میں کافر بادشاہ تھا' یا فرمایا: ظالم بادشاہ تھا' پھر اس بادشاہ نے کہا: (حضرت) سارہ کو اٰجر (ھاجر) عطاء کر دو۔

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' اس کی اصل حسبِ ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ' ظالم بادشاہوں میں سے ایک ظالم بادشاہ کی بستی میں پہنچے' اس ظالم بادشاہ کو بتایا گیا کہ ایک مرد سب سے حسین عورت کے ساتھ آیا ہے' اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اپنا ایک نمائندہ بھیجا اور حضرت سارہ کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتایا کہ یہ میری بہن ہے' پھر حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے فرمایا: اے سارہ! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے' اور اس بادشاہ نے تمہارے متعلق سوال کیا تو میں نے اس کو بتایا ہے کہ تم میری (دینی) بہن ہو' سو تم میری تکذیب نہ کرنا (یعنی مجھے جھوٹا نہ کرنا)' اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلوا لیا' جب حضرت سارہ وہاں پہنچیں تو اس نے اپنا ہاتھ حضرت سارہ کی طرف بڑھایا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' پس اس نے کہا: آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں' میں آپ کو کوئی نقصان نہیں دوں گا' حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا ہاتھ درست کر دیا گیا' اس نے پھر دوسری بار اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس کے ہاتھ کو پھر اسی طرح یا اس سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ پکڑ لیا گیا' پس اس نے کہا: آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں' میں آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا' پس حضرت سارہ نے دعا کی تو اس کو چھوڑ دیا گیا' پھر اس نے اپنے بعض کارندوں کو بلایا' پس ان سے کہا: تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے تم میرے پاس کسی جنّیہ کو لے آئے ہو اور اس نے حضرت سارہ کو ھاجر بہ طور خادمہ دے دیں۔

(صحیح البخاری: ۳۳۵۸' صحیح مسلم: ۲۳۷۱ ملخصاً' دار الفکر' بیروت)

اس حدیث کو امام بخاری نے اس عنوان میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے کیونکہ اس کافر بادشاہ نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجَر کا ہدیہ دیا' حضرت سارہ نے اس کو قبول کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو مقرر رکھا۔

حضرت ھاجَر کی مختصر سوانح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ھاجر کے متعلق اختلاف ہے' مقاتل نے کہا: یہ حضرت ہود علیہ السلام کی اولاد سے ہیں' اور ضحاک نے کہا: یہ بادشاہِ مصر کی بیٹی ہیں اور وہ بادشاہ منف میں رہنے والا تھا اور اس کے اوپر ایک اور بادشاہ تھا' اور کہا گیا ہے کہ اس بادشاہ پر فرعون غالب آ گیا' سو اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی کو قید کر دیا' پھر اس نے وہ حضرت سارہ کو ہبہ کر دیں اور حضرت سارہ نے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے مباشرت کی تو ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت سارہ کی مختصر سوانح

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ھاران کی بیٹی تھیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھیں' جیسا کہ علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے اور السدی نے کہا ہے کہ حضرت سارہ حران بادشاہ کی بیٹی تھیں' ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خبر پہنچی تو وہ آپ کے اوپر ایمان لے آئیں اور بتوں کی عبادت کرنے پر انہوں نے اپنی قوم کی مذمت کی' پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حران میں آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَاُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سَمٌّ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری ہبہ کی گئی جس میں زہر تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۶۱۷ میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ اَهْدٰى مَلِكُ اَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ' وَكَسَاهُ بُرْدًا' وَكَتَبَ لَهٗ بِبَحْرِهِمْ.

اور ابو حمید نے کہا کہ ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر ہدیہ کیا اور آپ کو چادر پہنائی اور آپ نے اس کے لیے اس کے علاقہ اور اس کے شہر کی حکومت لکھ دی۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں ایلہ کا ذکر ہے' یہ مصر سے مکہ کی طرف جانے والے راستہ میں ساحل سمندر کے ساتھ ایک شہر ہے' اس حدیث میں ''بحر'' کا لفظ ہے' اس سے مراد سمندر نہیں ہے بلکہ سمندر کے کنارے آباد شہر مراد ہے۔

۲۶۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ' عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ' وَكَانَ يَنْهٰى عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نبی

الْحَرِيرِ، فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا. [اطراف الحدیث:۲۶۱۶۔ ۳۲۴۸] (صحیح مسلم:۲۴۶۹ ۶۹، الرقم المسلسل:۶۲۴۵)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سُندُس (باریک ریشم) کا جبہ ہدیہ کیا گیا اور آپ ریشم پہننے سے منع فرماتے تھے لوگوں کو اس (ریشمی جبہ) سے بہت تعجب ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ حسین ہیں۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشمی جبہ ہدیہ کیا گیا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے اس ریشمی جبہ کو پہنا بھی ہو امام بخاری نے یہ حدیث صرف اس لیے روایت کی ہے کہ یہ جبہ آپ کو اُکیدر دُومہ نے ہدیہ کیا تھا اور وہ مشرک تھا اس سے معلوم ہوا کہ کافر اور مشرک کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

۲۶۱۶ - وَقَالَ سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ إِنَّ أُكَيْدِرَ دُومَةَ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور سعید نے کہا از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ اُکیدر دُومہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔

اُکیدر دُومہ کا مختصر تذکرہ

اُکیدر اکدر کی تصغیر ہے یہ عبدالملک بن عبدالجن کا بیٹا تھا یہ کندہ کی طرف منسوب تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف حضرت خالد بن الولید کو ایک لشکر میں بھیجا تھا انہوں نے اس کو قید کر لیا اور اس کے بھائی حسان کو قتل کر دیا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ میں لے کر آئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اس پر صلح کر لی کہ یہ جزیہ ادا کرے گا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو رہا کر دیا۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ اس کے اسلام قبول کرنے میں اختلاف ہے۔ الباذری نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تھا تو اس نے اسلام قبول کر لیا تھا پھر یہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی تو پھر یہ مرتد ہو گیا پھر جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق سے شام کی طرف لوٹے تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور اُکیدر دُومۃ کا بادشاہ تھا۔

دُومۃ تبوک کے قریب ایک شہر ہے جس میں کھجور کے درخت ہیں یہ مدینہ سے دس مراحل دور ہے اور دمشق سے آٹھ مراحل دور ہے اور اس کا نام دُومۃ الجندل ہے جندل کا معنی پتھر ہے اور دُومۃ کا معنی کسی چیز کا اجتماع ہے اور اس کو دُومۃ الجندل اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بہت زیادہ پتھر مجتمع ہیں۔

امام ابویعلیٰ نے سند قوی کے ساتھ حضرت قیس بن النعمان سے یہ روایت کی ہے کہ جب یہ آیا تو یہ ریشم کی ایک قباء (ایک قسم کی شیروانی) جس پر سونے کی کڑھائی کی ہوئی تھی لے کر آیا اور وہ آپ کو ہدیہ کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو واپس کر دیا پھر آپ کو ہدیہ مسترد کرنے کا افسوس ہوا تو آپ نے اس سے رجوع کر لیا پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ یہ عمر (رضی اللہ عنہ) کو دے دو اور امام مسلم کی روایت (صحیح مسلم: ۲۰۷۱) میں ہے کہ اُکیدر دُومہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ریشمی کپڑا ہبہ کیا تھا تو آپ نے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور حضرت علی نے اس کے دوپٹے بنا کر اپنی قوم کی چار خواتین میں تقسیم کر دیئے اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۲۶۱۴ میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۲۔۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۵۲۸۷۔ ج ۶ ص ۳۳۸، اور شرح صحیح مسلم: ۵۳۰۸۔ ج ۶ ص ۳۴۵ میں مذکور ہے اس کی شرح کے درج ذیل عنوان ہیں:

① کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ ② مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل ③ سونے چاندی کے بٹن اور گھڑی کے چین کا حکم۔

۲٦١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ يَهُوْدِيَّةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُوْمَةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا، فَجِيْءَ بِهَا، فَقِيْلَ أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِيْ لَهَوَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۲۱۹۰، الرقم المسلسل: ۵۵۹۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۰۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری لے کر آئی، آپ نے اس سے کچھ (گوشت) کھایا، پھر اس عورت کو آپ کے پاس لایا گیا، پس آپ سے کہا گیا: ہم اس کو قتل نہ کردیں! (آپ نے فرمایا: نہیں! صحیح مسلم: ۲۱۹۰) پھر میں ہمیشہ اس زہر کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلق کے کوے میں پہچانتا رہا۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس یہودی عورت کا نام زینب تھا اور اس کے اسلام لانے میں اختلاف ہے۔

اس حدیث میں ''لَھَوات'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: حلق کا کوا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہل کتاب کے طعام کو تفتیش کیے بغیر کھانا جائز ہے۔

نیز اس سے معلوم ہوا کہ تمام اُمور کو اس وقت تک صحت پر محمول کرنا چاہیے جب تک کہ ان کے خلاف دلیل قائم نہ ہو۔

اسی طرح جو چیز مسلمانوں کے بازار میں فروخت ہوتی ہو اس کو اس وقت تک صحت پر محمول کرنا چاہیے جب تک کہ اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

زہر آلود گوشت کھانے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اثر کی تحقیق اور مصنف کی نکات آفرینی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں زہر پہنچا لیکن اس کے اثر سے اسی وقت آپ کی وفات نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اثر کو روک لیا اور تین سال بعد اس کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی اور یہ بھی آپ کا معجزہ ہے اور اس میں یہ حکمت تھی کہ آپ میں شہادتِ سرّ یہ کا وصف متحقق ہو۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم تھا کہ بکری کے اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے، اس کے باوجود آپ نے اس زہر آلود گوشت کو کھایا تو یہ اپنے نفس کی ہلاکت کا سبب ہے اور یہ جائز نہیں ہے، اور اگر آپ کو یہ علم نہیں تھا تو یہ آپ کے علم غیب کی نفی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس گوشت کو کھانے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس طرف توجہ نہیں تھی کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر مطلع فرمادیا تھا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، لہٰذا یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطائی علم غیب کے منافی نہیں ہے اور ذاتی علم غیب کے ہم قائل نہیں ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک زہر آلود بکری کا ہدیہ دیا یا بُھنا ہوا زہر آلود بھیڑ کے بچہ کا ہدیہ دیا' جب اس نے وہ گوشت آپ کے قریب کیا اور لوگوں نے اس کو کھانے کے لیے اپنے ہاتھ بڑھائے تو آپ نے (صحابہ سے) فرمایا: رُک جاؤ! کیونکہ اس کے اعضاء میں سے ایک عضو نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے' پھر آپ نے اس عورت کو بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تم نے اس میں زہر ملایا تھا؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے پوچھا: تم کو اس کام پر کس نے برانگیختہ کیا؟ اس عورت نے کہا: میں نے یہ چاہا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو لوگ آپ سے راحت میں آ جائیں گے اور اگر آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اس زہر پر مطلع فرما دے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو سزا نہیں دی۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ذکر کی ہے' اس میں مذکور ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا' اس عورت نے پوچھا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: میرے ہاتھ میں اس بکری کا اگلا پایہ ہے' اس نے مجھے بتایا ہے۔ اس عورت نے کہا' اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بکری کے اعضاء بھی آپ کی رسالت کو پہچانتے تھے' آپ سے کلام کرتے تھے اور اپنے حال کی آپ کو خبر دیتے تھے اور یہ آپ کی نبوت اور رسالت پر قوی معجزہ ہے۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

الزہری نے کہا: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کندھے پر فصد لگوائی اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سال زندہ رہے' حتیٰ کہ پھر آپ کو وہ درد ہوا جس میں آپ کی وفات ہوگئی' آپ نے فرمایا: میں نے غزوۂ خیبر کے موقع پر بکری کا جو گوشت کھایا تھا' اس سے اب میری پشت کی رگ کے کٹنے کا وقت ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شہادت کی حالت میں ہوئی۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر زہر کھانے کا اثر نہ ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تین سال تک اثر نہ ہونے کی وضاحت

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یعلیٰ' امام بیہقی اور امام ابو نعیم نے ابو اسفر سے روایت کی ہے کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ الحیرہ میں پہنچے تو لوگوں نے ان سے کہا: آپ زہر سے بچیں کہیں عجمی لوگ آپ کو زہر نہ کھلا دیں' حضرت خالد بن ولید نے کہا: تم میرے پاس زہر لاؤ اور کہا: بسم اللہ! اور زہر کھا لیا' ان پر زہر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

کلبی سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت خالد بن الولید الحیرہ میں گئے' لوگوں نے ان کے پاس عبد المسیح (عیسائی پادری) کو ایک گھنٹہ میں ختم کر دینے والا زہر دے کر بھیجا' اس کے پاس زہر تھا' حضرت خالد نے کہا: مجھے زہر دو' پھر انہوں نے اس کو اپنی ہتھیلی میں رکھ کر کہا: اللہ کے نام سے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے' اللہ کے نام سے' جس کے نام کے ساتھ کوئی بیماری ضرر نہیں دیتی' پھر حضرت خالد بن ولید نے وہ زہر کھا لیا' عبد المسیح اپنی قوم میں واپس گیا' اور اس نے کہا: اس نے وہ زہر کھا لیا اور اس کو کوئی ضرر نہیں ہوا' سو تم لوگ ان سے صلح کر لو۔ (جامع کرامات الاولیاء جزء ا ص ۱۳۵' مرکز اہل سنت' برکات رضا)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ نے بھی اس کو لکھا ہے۔ (جمال الاولیاء ص ۳۷' مکتبہ اسلامیہ' لاہور)

نبی ﷺ پر اس زہر کا اگرچہ فی الفور اثر نہیں ہوا تھا اور اس سے آپ کی فی الفور وفات نہیں ہوئی لیکن آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں مسلسل اس کھانے کے درد کو محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت ہے کہ میں اس زہر کے اثر سے اپنی پشت کی رگ کے کٹنے کو پا رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر زہر کا اثر نہیں ہوا اور نبی ﷺ پر اس کا اثر ہوا۔ اس سے بہ ظاہر حضرت خالد کی نبی ﷺ پر فضیلت اور برتری معلوم ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ پر اس زہر کا اثر برقرار رکھنے سے آپ میں شہادت کے وصف کو برقرار رکھنا مقصود تھا' جب کہ آپ کو جس طرح یہ علم دیا گیا تھا کہ یہ بکری زہر آلود ہے' اسی طرح آپ کو یہ بھی علم دیا گیا تھا کہ آپ پر اس زہر کا فی الفور اثر نہیں ہوگا اور چونکہ آپ میں معنوی شہادت کو متحقق کرنا ہے' اس لیے آپ پر اس کا بہ تدریج اثر ہو گا اور یہی زہر اپنے وقت مقرر میں آپ کی وفات کا سبب ہوگا۔

رہا حضرت خالد بن ولید پر زہر کا اثر نہ ہونا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیوں کے سامنے اسلام کی حقانیت ظاہر کی جائے کہ کوئی چیز اپنی ذات میں مؤثر نہیں ہے اور اگر اللہ چاہے تو زہر کھانے کے باوجود اس کا اثر نہیں ہوسکتا اور ہوسکتا ہے کہ حضرت خالد کو الہام سے اس پر مطلع کر دیا ہو کہ ابھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا' لہٰذا تین سال تک نبی ﷺ پر اس زہر کا اثر نہ ہونا آپ کا معجزہ ہے اور حضرت خالد پر اس زہر کا اثر نہ ہونا ان کی کرامت ہے۔

۲۶۱۸ - **حَدَّثَنَا** اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ طَعَامٌ؟ فَاِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ اَوْ نَحْوُهٗ، فَعُجِنَ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُّشْرِكٌ، مُشْعَانٌّ طَوِيْلٌ، بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعًا اَمْ عَطِيَّةً، اَوْ قَالَ اَمْ هِبَةً. قَالَ لَا، بَلْ بَيْعٌ، فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً، فَصُنِعَتْ، وَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُطْنِ اَنْ يُّشْوٰى، وَاَيْمُ اللّٰهِ، مَا فِي الثَّلَاثِيْنَ وَالْمِائَةِ اِلَّا قَدْ حَزَّ (بِسَوَادِ) النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ حُزَّةً مِّنْ سَوَادِ بَطْنِهَا، اِنْ كَانَ شَاهِدًا اَعْطَاهَا اِيَّاهُ، وَاِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَاَ لَهٗ، فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ، فَاَكَلُوْا اَجْمَعُوْنَ وَشَبِعْنَا، فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ، فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيْرِ، اَوْ كَمَا قَالَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی عثمان از حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک سو اور تیس افراد نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو نبی ﷺ نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی شخص کے پاس طعام ہے؟ پس اس وقت ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کی مثل طعام (آٹا) تھا' پھر اس آٹے کو گوندھا گیا' پھر ایک دراز قد قوی ہیکل مشرک بکریوں کو ہانکتا ہوا آیا' نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: (یہ بکریاں) (بہ طور) بیع ہیں یا عطیہ ہیں؟ یا فرمایا: (بہ طور) ہبہ ہیں؟ اس نے کہا: نہیں! بلکہ بہ طور بیع ہیں' نبی ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی' پھر اس کو ذبح کیا گیا اور نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو پکایا جائے اور اللہ کی قسم! ان ایک سو تیس آدمیوں میں سے ہر شخص کو نبی ﷺ نے اس کی کلیجی میں سے کاٹ کر ایک ٹکڑا دیا' اگر وہ شخص حاضر تھا تو اس کو کلیجی کا ایک ٹکڑا دے دیا اور اگر وہ شخص غائب تھا تو اس کے لیے چھپا کر رکھ لیا' پھر نبی ﷺ نے اس سالن کو دو پیالوں میں ڈالا' تمام لوگوں نے وہ سالن کھایا اور ہم سیر ہو گئے اور ان دو پیالوں میں سالن پھر بھی بچ گیا' ہم نے اس کو اونٹ پر لاد لیا یا جس طرح انہوں نے کہا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٢١٦ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ہبہ اور عطیہ کا ذکر ہے۔

٢٩ - بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْمُشْرِكِينَ — مشرکین کو ہدیہ دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین کو ہدیہ دینے کا کیا حکم ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۝﴾ (الممتحنہ: ٨).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا تھوڑا دینے سے نہیں منع فرماتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا بے شک اللہ تھوڑا تھوڑا دینے والوں کو بھی پسند فرماتا ہے۝ (الممتحنہ: ٨)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں غیر محارب مشرکین کو ہدیہ دینے سے منع نہیں فرماتا اس سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ مشرکین کو ہدیہ دینا جائز ہے۔

٢٦١٩ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاٰى عُمَرُ حُلَّةً عَلٰى رَجُلٍ تُبَاعُ، فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْتَعْ هٰذِهِ الْحُلَّةَ تَلْبَسْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاِذَا جَاءَكَ الْوَفْدُ. فَقَالَ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ. فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا بِحُلَلٍ، فَاَرْسَلَ اِلٰى عُمَرَ مِنْهَا بِحُلَّةٍ، فَقَالَ عُمَرُ كَيْفَ اَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ مَا قُلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ اِنِّي لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا، تَبِيْعُهَا اَوْ تَكْسُوْهَا. فَاَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ اِلٰى اَخٍ لَهٗ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ، قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے پاس ایک حلّہ دیکھا جو فروخت کیا جا رہا تھا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ یہ حلّہ خرید لیں اور اس کو جمعہ کے دن پہنا کریں اور جب آپ کے پاس کوئی وفد (ملنے کے لیے) آئے آپ نے فرمایا: اس حلّہ کو وہ (مرد) پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کئی حُلّے آئے تو آپ نے ان میں سے ایک حلّہ حضرت عمر کی طرف بھیجا تو حضرت عمر نے کہا: میں اس کو کیسے پہنوں حالانکہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے جو فرمایا ہے آپ نے فرمایا: میں نے یہ حلّہ تم کو اس لیے نہیں دیا کہ تم اس کو پہنو تم اس کو فروخت کر دو یا (کسی اور کو) پہناؤ پس حضرت عمر نے وہ حلّہ اپنے اس بھائی کو دے دیا جو اہل مکہ میں سے تھا اور ابھی اسلام نہیں لایا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٨٨٦ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر نے اپنے مشرک بھائی کو ہدیہ میں حلّہ دیا تھا۔

٢٦٢٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ، فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ نَعَمْ، صِلِي أُمَّكِ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۸۳-۵۹۷۸-۵۹۷۹]

ہشام از والد خود از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میرے پاس میری والدہ آئیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مشرکہ تھیں تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ معلوم کیا' میں نے کہا: اور وہ (اسلام سے) اعراض کرنے والی ہیں' کیا میں اپنی ماں سے حسن سلوک (صلہ رحم) کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اپنی ماں سے صلہ رحم کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۳' الرقم المسلسل: ۲۲۱۳' سنن ابوداؤد: ۱۶۶۸' مسند الحمیدی: ۳۱۸' الادب المفرد: ۲۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۱' شرح السنۃ: ۳۴۲۵' شعب الایمان: ۷۹۳۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۴۳' مصنف عبد الرزاق: ۹۹۳۲' سنن سعید بن منصور: ۲۹۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۱۳- ج ۴۴ ص ۴۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث میں مذکور حضرت اسماء کی والدہ کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسماء کی والدہ کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کی سوتیلی والدہ تھیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کی رضاعی ماں تھیں' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کی نسبی ماں تھیں' اس پر دلیل یہ ہے کہ امام ابن سعد' امام ابوداؤد الطیالسی اور امام حاکم نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ قتیلہ اپنی بیٹی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کے لیے مدینہ آئیں' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو زمانۂ جاہلیت میں طلاق دے دی تھی اور وہ انگوروں اور گھی کا ہدیہ لے کر آئی تھیں' حضرت اسماء نے ان کو گھر میں آنے اور ان کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے حضرت عائشہ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کریں' آپ نے فرمایا: ان کو چاہیے کہ وہ اپنی والدہ کو آنے دیں۔

حضرت اسماء کی والدہ کے نام کے متعلق اختلاف ہے' اکثر علماء نے کہا ہے کہ ان کا نام قتیلہ ہے' زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ ان کا نام قتلہ ہے' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ان کا نام ام بکر ہے' علامہ ابن التین نے کہا کہ شاید یہ ان کی کنیت ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان کا نام قتیلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۶)

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح مسلمان ماں کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے' اسی طرح کافرہ ماں کے ساتھ بھی نیکی کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمان بیٹے پر اپنے کافر ماں باپ کا خرچ بھی واجب ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔

اس میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے کہ انہوں نے پیش آمدہ مسئلہ پر غور کیا کہ آیا کافر ماں سے میل جول جائز ہے یا نہیں؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کیا' اسی طرح اب ہمیں چاہیے کہ کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ میں حدیث رسول کی طرف رجوع کریں۔

(میں کہتا ہوں کہ علماء کو چاہیے کہ کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ میں حدیث رسول کی طرف رجوع کریں اور عوام کو چاہیے کہ ایسے مسائل میں کسی جید عالم یا فقیہ سے رجوع کریں۔ سعیدی غفرلہٗ) (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۷-۲۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۰ - بَابٌ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْ هِبَتِهٖ وَصَدَقَتِهٖ

ہبہ اور صدقہ میں کسی کے لیے رجوع کرنا جائز نہیں ہے

۲۶۲۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَ شُعْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام اور شعبہ نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا کہ ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کی مثل ہے جو اپنی قے میں رجوع کرے (یعنی قے کر کے کھالے)۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۵۸۹ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک ہبہ میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے تاہم اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے اس سے واپس لینا اتنا قبیح اور معیوب ہے جتنا کسی کا قے کر کے اس کو کھالینا کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک کسی شخص کو اس کے ہبہ کا عوض نہ دیا جائے وہ اس ہبہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۷ دار الفکر بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہبہ کا معاوضہ لے لیا جائے تو وہ لازم ہو جاتا ہے اسی طرح اگر فریقین میں سے کسی کی وفات ہو جائے پھر بھی ہبہ لازم ہو جاتا ہے۔ فقہاء نے ہبہ کے لزوم کی اور بھی صورتیں بیان کی ہیں۔

وہ سات صورتیں جن میں ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے

فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ سات صورتوں میں ہبہ کر کے واپس لینا جائز نہیں ہے۔

علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نے یہ سات صورتیں تفصیل سے ذکر کی ہیں:

(۱) جس چیز کو ہبہ کیا ہے اس میں کچھ زیادتی یا اضافہ ہو گیا اگر یہ اضافہ متصل ہے تو اب واہب اس ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا مثلاً کسی شخص نے زمین ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس زمین پر مکان بنایا یا باغ لگا دیا تو یہ زیادتی متصل ہے۔ اب واہب اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔

(۲) واہب یا موہوب لہ میں سے کسی کی وفات ہو جائے تو اب واہب اس ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا۔

(۳) اگر واہب نے اپنے ہبہ کا عوض لے لیا تو اب اس کا اپنے ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۴) جس چیز کو ہبہ کیا تھا وہ چیز موہوب لہ کی ملکیت سے خارج ہو گئی مثلاً موہوب لہ نے اس چیز کو فروخت کر دیا یا صدقہ کر دیا تو اب واہب کا اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۵) بیوی کو کوئی چیز ہبہ کی تھی اب شوہر کا اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۶) ذو رحم محرم کو کوئی چیز ہبہ کی تھی تو اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے مثلاً باپ دادا ماں دادی بیٹا پوتا نواسی نواسا بھائی بہن اور چچا پھوپھی یہ سب ذو رحم محرم ہیں۔

(۷) جو چیز ہبہ کی تھی وہ چیز ہلاک ہو گئی تو اب اس سے رجوع کرنا جائز نہیں کیونکہ اب وہ چیز ہی نہیں رہی تو رجوع کس سے کرے گا۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۸ ص ۴۴۴-۴۳۶ ملخصاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۲۶۲۲ - وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ، الَّذِیْ يَعُوْدُ فِیْ هِبَتِهٖ، كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِیْ قَيْئِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالرحمن بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہبہ سے رجوع کرنے میں ہمارے لیے اس سے بُری کوئی مثال نہیں ہے جیسے کتا اپنی قے میں رجوع کرلے (یعنی قے کر کے کھا لے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۸۹ میں گزر چکی ہے۔

ہبہ سے رجوع کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کسی چیز کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' طاؤس اور حسن بصری بھی یہی کہتے ہیں' اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے' اس باب میں ایک اور قول ہے' وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے کسی ذی رحم محرم کو ہبہ کیا' اس کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے' بہ شرطیکہ اس سے عوض نہ لیا ہو' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول اس کے خلاف ہے کہ اگر ہبہ کرنے والے نے ہبہ کا عوض نہیں لیا ہے تو وہ ذی رحم محرم سے بھی رجوع کر سکتا ہے۔

سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ذی رحم محرم کے غیر کو' کوئی چیز ہبہ کی' اور وہ چیز قائم ہو اور ہلاک نہ ہوئی ہو اور اس چیز میں کوئی اضافہ نہ ہوا ہو' اور اس کا کوئی عوض نہ لیا ہو تو اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے' جیسے اس نے اپنے چچازاد یا ماموں زاد کو' کوئی چیز ہبہ کی ہو اور اگر اس نے اپنے ذی رحم محرم کو' کوئی چیز ہبہ کی ہے تو اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے' مثلاً اس کی بیٹی یا بھائی یا دادا یا نانا یا ماموں یا چچا یا بھتیجا یا بھانجا۔

امام مالک نے کہا ہے کہ جس چیز کو ثواب کے لیے ہبہ کیا ہے' اس سے رجوع کرنا جائز ہے خواہ محرم کو ہبہ کیا ہو یا غیر محرم کو۔

ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تنزیہی قرار دینے پر فقہاء احناف کی دلیل

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: وہ اس کتے کی مثل ہے جو قے میں رجوع کرلے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو قے میں رجوع کرنے والا ہے' وہ کتا ہے اور کتا کسی حلال یا حرام کا مکلف نہیں ہے' لہٰذا اس سے ہبہ میں رجوع کی ممانعت ثابت نہیں ہوگی' پس اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اس سے منزہ فرمایا ہے کہ وہ کتے کی مثل کوئی کام کریں' سو ہبہ میں رجوع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۰-۱۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دینے پر حافظ ابن حجر کی دلیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے اس سے بُری مثال نہیں ہے۔ یعنی ہم مؤمنین کی جماعت کو ایسی مذموم صفت کے ساتھ

متصف نہیں ہونا چاہیے جس میں وہ خسیس حیوانات کے خسیس احوال میں مشابہ ہوں' آپ نے یوں نہیں فرمایا کہ تم ہبہ کر کے رجوع نہ کرو' بلکہ فرمایا: ہبہ کر کے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کر کے رجوع کر لے' اور اس میں ہبہ میں رجوع کی ممانعت زیادہ قوی اور زیادہ واضح ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد کہ ہبہ میں رجوع کرنے والا قے میں رجوع کرنے والے کی مثل ہے' اگر چہ تحریم کا تقاضا کرتا ہے لیکن دوسری حدیث میں فرمایا: وہ اس کتے کی مثل ہے جو قے میں رجوع کرے' اور کتا غیر مکلف ہے' پس اس پر قے کو کھانا حرام نہیں ہے' سو اس سے مراد یہ ہے کہ کتے کے فعل کے مشابہ فعل سے منزہ ہونا چاہیے' یعنی ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

امام طحاوی کی اس دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس قسم کی چیزوں میں شریعت کا عرف زجر وتوبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) میں مبالغہ ہے' جیسے آپ نے فرمایا: جس نے چوسر کھیلی گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت میں ڈبو لیا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۸۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی دلیل کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

بعض علماء (حافظ ابن حجر) نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ تاویل بعید ہے' اور احادیث کے سیاق کے منافی ہے' اس قسم کی چیزوں میں شریعت کا عرف زجر وتوبیخ میں مبالغہ ہے' میں کہتا ہوں کہ اس معترض کا امام طحاوی کی دلیل کو بعید کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس نے بُعد کی وجہ نہیں بیان کی اور نہ احادیث کے سیاق کے منافی ہونے کی وجہ بیان کی اور ہم اس میں مبالغہ کی نفی نہیں کرتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہبہ سے رجوع کی کتے کے قے کر کے رجوع سے تشبیہ دینے میں اس کی کراہت کی تغلیظ میں اور اس فعل کے قبح میں مبالغہ ہی مراد ہے اور یہ رجوع سے ممانعت کا تقاضا نہیں کرتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۸)

٢٦٢٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ مِنْهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ وَاحِدٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے ہیں: میں نے (ایک شخص کو) اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا دیا' اس کے پاس جو گھوڑا تھا اس نے اس کو ضائع کر دیا' تو میں نے اس سے اس گھوڑے کو خریدنے کا ارادہ کیا' اور میرا گمان تھا کہ وہ مجھے اس گھوڑے کو رعایت کے ساتھ فروخت کر دے گا' میں نے اس مسئلہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' آپ نے فرمایا: اس کو مت خریدو' خواہ وہ تم کو وہ گھوڑا ایک درہم کے عوض میں دے کیونکہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے میں رجوع کرتا ہے (یعنی قے کر کے کھا لیتا ہے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک صدقہ اور ہبہ میں کوئی فرق نہیں ہے' حالانکہ

صدقہ اور ہبہ میں فرق ہے' کیونکہ بعض صورتوں میں ہبہ کر کے رجوع کرنا جائز ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے جب کہ صدقہ میں مطلقاً رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۱- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان ذکر نہیں کیا اور امام بخاری کے اسلوب کے مطابق یہ باب' ابواب سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

۲٦۲٤ - **حَدَّثَنِیْ** اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ اَنَّ بَنِیْ صُهَيْبٍ' مَوْلٰى بَنِیْ جُدْعَانَ' ادَّعَوْا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً' اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى ذٰلِكَ صُهَيْبًا' فَقَالَ مَرْوَانُ مَنْ يَّشْهَدُ لَكُمَا عَلٰى ذٰلِكَ؟ قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ' فَدَعَاهُ' فَشَهِدَ لَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُهَيْبًا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً' فَقَضٰى مَرْوَانُ بِشَهَادَتِهٖ لَهُمْ. (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ بنو جدعان کے غلام بنو صہیب نے دعویٰ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو دو مکان اور ایک حجرہ عطاء فرمایا تھا (جو ان کو بہ طور وراثت ملنا چاہیے)' مروان نے پوچھا: تمہارے اس دعویٰ پر کون گواہی دے گا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' مروان نے ان کو بلایا تو انہوں نے گواہی دی کہ (واقعی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صہیب کو دو مکان اور ایک حجرہ عطاء فرمایا تھا' پس مروان نے حضرت ابن عمر کی گواہی سے صہیب کے بیٹوں کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء ابواسحاق المروزی (۲) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمان الصنعانی الیمانی (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (۴) عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ المکی' یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۰)

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ' ان کے بیٹوں اور مروان کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت صہیب اور ان کے بیٹوں اور مروان کا تذکرہ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب کا پورا نام ہے: صہیب بن سنان بن خالد الموصلی' الرومی' المکی' المدنی' یہ ان صحابہ میں سے ہیں' جو اسلام قبول کرنے میں سابقین اوّلین میں سے ہیں اور جن کو اسلام لانے کی وجہ سے کفار کی طرف سے عذاب دیا جاتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ابوغستان ہے' ان کو رومیوں نے نینویٰ میں قید کر لیا تھا' ان کی والدہ کا نام ام سلمٰی بن عمرو بن تمیم ہے' ان کے گھر موصل کی سرزمین میں تھے' رومیوں نے وہاں پر حملہ کیا اور حضرت صہیب کو گرفتار کر لیا' اس وقت وہ کم سن لڑکے تھے' پھر انہوں نے روم میں پرورش پائی' پھر ان کو بنو کلب نے خرید لیا' اور ان کو مکہ میں لے کر آئے' پھر ان کو عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرّہ نے خرید لیا' پس ان کو آزاد کر دیا' پھر وہ اس کے ساتھ مکہ میں رہے' حتیٰ کہ ابن جدعان فوت ہو گیا' پس

انہوں نے نصف ربیع الاوّل میں مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قباء میں پالیا' ابھی آپ مدینہ میں داخل نہیں ہوئے تھے' یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے اور اڑتیس ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔ حضرت صہیب کے بیٹوں کے یہ نام ہیں: حمزہ' سعد' صالح' صیفی' عباد' عثمان' حبیب اور محمد اور یہ سب حضرت صہیب سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مروان کا ذکر ہے' اس کا پورا نام مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ الاموی ہے' یہ اس وقت حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کی بحث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الھبہ میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت صہیب کو دو مکان اور ایک حجرہ ہدیہ کیا تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مروان نے فقط حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت سے کیسے حضرت صہیب کے حق میں فیصلہ کر دیا جب کہ یہ خلافِ سنت ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مدعی کے دعویٰ پر دو گواہ ہوں ورنہ منکر قسم کھائے' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض احادیث میں مدعی کے ایک گواہ اور منکر کی قسم پر بھی فیصلہ کا ذکر ہے اور مروان نے اس کے مطابق فیصلہ کیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غیر مقلدین کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کے جوابات

اس حدیث کی بنیاد پر بعض غیر مقلدین نے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیا ہے' غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

ایک گواہ اور ایک مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا جائز ہے' اہل حدیث اور شافعی اور احمد اور اکثر علماء کا یہی قول ہے' حنفیہ اس کو جائز نہیں رکھتے۔ (حاشیہ وترجمہ صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۱۱' مکتبہ قدوسیہ' اردو بازار' لاہور)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب اس حدیث پر مبنی ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: مدعی پر گواہ پیش کرنا ہے اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۴۱' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۷۹۔ ج ۱۰ ص ۲۵۲' المطالب العالیہ: ۱۲۳۰' مشکوٰۃ: ۳۷۶۹' کنز العمال: ۱۵۲۸۲)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تقسیم کر دی ہے کہ مدعی پر گواہ ہیں اور منکر پر قسم ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے اور آپ نے قسم کی جنس کو منکرین پر لازم کیا ہے' اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۲۱۱۔ ۲۱۰' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنے کی جو حدیث ہے' اس کے متعلق حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنے کی جو حدیث ہے' اس کو امام مسلم نے از عمرو بن دینار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے' لیکن امام ترمذی نے کتاب العلل میں امام بخاری سے یہ روایت کیا ہے کہ عمرو بن دینار نے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے نہیں سنی' امام دارقطنی نے اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے' اس میں عمرو بن دینار اور حضرت ابن عباس کے درمیان ایک اور

راوی کو داخل کیا ہے اور وہ طاؤس ہے' اور ان میں سے جابر بن زید کا اضافہ کیا ہے' اور امام ابوداؤد نے اس کو از محمد بن مسلم الطائفی از عمرو بن دینار از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے اور امام شافعی نے اس کو از معاذ بن عبدالرحمان از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے۔ الخ (الدرایۃ مع تخریج احادیث الہدایۃ آخرین ص ۲۱۰' مکتبہ رحمانیہ لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کی حدیث کی سند منقطع اور مضطرب ہے اور وہ اس صحیح السند حدیث سے تصادم کی صلاحیت نہیں رکھتی جس میں آپ نے فرمایا: مدعی پر گواہ ہیں اور مدعی علیہ پر قسم ہے۔ ثانیاً اس منقطع حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کا ذکر ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے' اور ثالثاً ہماری حدیث کا مفاد یہ ہے کہ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ جائز نہیں ہے اور امام شافعی کی حدیث کا مفاد یہ ہے کہ ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ جائز ہے تو ہماری حدیث مُحَرِّم ہے اور ان کی حدیث مبیح ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے۔

رہی صحیح البخاری کی حدیث مذکور تو اس میں صرف حضرت عبداللہ بن عمر کی گواہی کا ذکر ہے اور قسم کا ذکر نہیں ہے اور اگر اس کے ساتھ قسم کو ملا بھی لیا جائے تو یہ مروان کا فعل ہے جس میں یہ قوت نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاف' صحیح اور صریح ارشاد کے مزاحم ہو سکے۔

شیخ تقی عثمانی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ مروان نے یہ دو مکان اور ایک حجرہ شہادت کی بناء پر نہیں دیئے تھے بلکہ بہ طور حاکم اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے بیت المال سے دیئے تھے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۹۵' مکتبۃ الحراء' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے' جس کا یہ معنی ہو کہ مروان نے یہ مکان بیت المال سے دیئے تھے بلکہ اس کے خلاف حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مروان نے یہ مکان حضرت ابن عمر کی شہادت کی بناء پر دیئے تھے۔

۳۲- بَابُ مَا قِيْلَ فِي الْعُمْرٰى وَالرُّقْبٰى　عمریٰ اور رقبیٰ کے متعلق جو کہا گیا ہے

اس باب میں عمریٰ اور رقبیٰ کے شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں:

''العمریٰ'' اصل میں ''العمر'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی پوری حیات اور پوری زندگی ہے' اور ''الرقبیٰ'' اصل میں ''المراقبہ'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ایک دوسرے کا انتظار کرنا ہے' امام بخاری نے عمریٰ کے متعلق دو حدیثیں ذکر کی ہیں اور رقبیٰ کے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔

اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرٰى جَعَلْتُهَا لَهٗ.　میں نے اس کو تمام عمر کے لیے مکان دے دیا تو یہ عمریٰ ہے یعنی میں نے یہ مکان اس کی ملکیت میں دے دیا۔

امام بخاری نے اپنے اس قول سے عمریٰ کی تعریف کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی اس کو میں نے یہ چیز مدت عمر کے لیے دی ہے۔

عمریٰ کی اقسام

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے العمریٰ کی تین حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں:

(۱) ایک شخص کسی سے کہے: میں نے تمام عمر کے لیے تم کو یہ مکان دیا' پس جب تم مر جاؤ گے تو یہ مکان تمہارے وارثوں کے لیے ہو

گا' تو یہ ہبہ صحیح ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اختلاف صرف اس میں ہے کہ آیا وہ رقبہ کا مالک ہوگا یا منفعت کا مالک ہوگا۔

(۲) ایک شخص کسی سے یہ کہے کہ میں نے تم کو تمام عمر کے لیے یہ مکان دیا اور یہ نہ کہے کہ تمہارے بعد یہ تمہارے وارثوں کا ہوگا' اس کے متعلق چار قول ہیں:

(ا) امام ابوحنیفہ' امام احمد اور امام شافعی کا قولِ جدید یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح ہے' یہ مکان اس کے لیے ہوگا اور اس کے بعد اس کے وارثوں کا ہوگا۔

(ب) امام شافعی کا قولِ قدیم یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کو وقت معین کے لیے مالک بنایا ہے۔

(ج) امام شافعی کا ایک اور قولِ قدیم یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح ہے اور یہ عمریٰ صرف اس کی زندگی تک ہوگا اور اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف لوٹ جائے گا' جس نے اس کو ہبہ کیا تھا۔

(د) یہ عاریت ہے اور دینے والا جب چاہے اس کو واپس لے سکتا ہے (علامہ عینی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ کس کا مذہب ہے)۔

(۳) دینے والا وارثوں کا ذکر نہ کرے اور نہ اس کو مطلقاً دے بلکہ یہ کہے کہ یہ چیز میں تم کو تمہاری مدتِ عمر کے لیے دے رہا ہوں' جب تم مرجاؤ گے تو یہ میری یا میرے وارثوں کی طرف لوٹ جائے گی' امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ عمریٰ صحیح نہیں ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عمریٰ صحیح ہے اور اس کی شرط لغو ہے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ عمریٰ میں تاحیات ملکیت ہوگی یا تاحیات منفعت ہوگی

اب اس میں اختلاف ہے کہ جب وہ چیز اس کی ملک میں آ گئی' جس کے لیے عمریٰ کیا ہے تو آیا وہ اس چیز کے رقبہ کا مالک ہو گیا' وہ اس کو فروخت کر سکتا ہے' خرید سکتا ہے اور دیگر تصرفات کر سکتا ہے؟ سو یہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ وہ صرف منفعت کا مالک ہے جیسے وقف ہوتا ہے' اس مذہب کے مطابق جب وہ فوت ہو جائے گا جس کے لیے تاحیات ہبہ کیا تھا تو پھر یہ چیز ہبہ کرنے والے کی طرف لوٹ جائے گی' نیز امام مالک نے کہا ہے کہ خواہ بہ طور عمریٰ دینے والے نے یہ کہہ دیا کہ تمہارے مرنے کے بعد یہ چیز تمہارے وارثوں کی ہوگی' پھر بھی وہ اس کی موت کے بعد اصل مالک کی طرف لوٹ جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

العمریٰ میں امام مالک کا موقف اور اس کے خلاف جمہور کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ' امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا: میں نے تم کو اپنا یہ گھر یا یہ زمین عمر بھر کے لیے دے دی تو اس نے اس شخص کو اپنی مدتِ حیات میں یہ مکان یا زمین نفع حاصل کرنے کے لیے دی ہے اور جب وہ مر جائے گا تو وہ مکان یا زمین اس کے اصل مالک کی طرف لوٹ جائے گی اور جب اس نے یہ کہا کہ میں نے یہ مکان تم کو عمر بھر کے لیے دیا ہے اور تمہارے بعد یہ تمہارے وارثوں کا ہوگا' تب بھی اس نے اس شخص کے لیے اس مکان کی منفعت کو ہبہ کیا ہے اور اس شخص اور اس کے وارثوں کے مرنے کے بعد وہ مکان اصل مالک کی طرف لوٹ جائے گا کیونکہ اس نے مکان کی منفعت ہبہ کی تھی' مکان کا رقبہ ہبہ نہیں کیا تھا۔ امام شافعی کا ایک قول بھی اس کے موافق ہے۔

فقہاء احناف' امام شافعی کا دوسرا قول اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ بعد میں وہ مکان اس کی ملکیت ہو جاتا ہے' جس کو

ہبہ کیا گیا ہے اور اس کے مرنے کے بعد وہ اس کے وارثوں کی ملک ہو جائے گا اور ہبہ کرنے والے کی طرف وہ کبھی بھی نہیں لوٹے گا۔ جمہور کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے لیے اور اس کے وارثوں کے لیے عمریٰ کیا گیا تو یہ ہبہ اس کے لیے ہے اور یہ ہبہ اس کی طرف کبھی بھی نہیں لوٹے گا جس نے یہ ہبہ کیا تھا کیونکہ اس نے اس کو ایسا ہبہ کیا ہے جس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

(موطأ امام مالک۔ کتاب الاقضیۃ۔ باب العمریٰ۔ حدیث: ۴۳، صحیح مسلم: ۱۶۲۵، سنن ابوداؤد: ۳۵۵۳، سنن ترمذی: ۱۳۵۰)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی ہے:

صحیح البخاری: ۲۶۲۵، سنن ابوداؤد: ۳۵۵۰، سنن ترمذی: ۱۳۵۰، سنن نسائی: ۳۷۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۷۶، صحیح ابن حبان: ۵۱۴۱، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۷۳، شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۹۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۳۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ امام مالک نے خود اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی مخالفت کی ہے، پھر انہوں نے لکھا ہے کہ اصحاب مالک نے کہا کہ اہل عرب کے عرف میں عمریٰ سے مراد کسی ضرورت مند کو رہائش کی جگہ دینا ہے، یہ "المنحة" ہے اور "العاریت" ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

﴿اِسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا﴾ (ھود: ۶۱) جَعَلَكُمْ عُمَّارًا. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس میں تم کو آباد کیا۔ (ھود: ۶۱) امام بخاری نے اس آیت کا معنی بیان کیا: اور اس نے تمہیں زمین میں بسایا۔

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ "استعمر"، "اعمر" کے معنی میں ہے۔

رقبیٰ کا معنی اور اس کے حکم میں مذاہب فقہاء

رقبیٰ کی تفسیر یہ ہے کہ یہ لفظ "رقوب" سے ماخوذ ہے، جس کا معنی انتظار کرنا ہے، مثلاً ایک شخص دوسرے شخص سے کہے: میں نے تمہیں اپنا گھر دیا ہے، اگر میں تم سے پہلے مر گیا تو یہ تمہارا ہے اور اگر تم مجھ سے پہلے مر گئے تو پھر یہ گھر میرا ہے، گویا ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کی موت کا انتظار کرتا ہے۔

امام ترمذی نے کہا ہے کہ اہل کوفہ اور بعض دوسرے اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ عمریٰ تو جائز ہے اور رقبیٰ جائز نہیں ہے۔

صاحب الہدایہ نے یہ کہا ہے کہ جس کے لیے بہ طور عمریٰ کوئی چیز ہبہ کی گئی وہ اپنی زندگی میں اس چیز کا مالک ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے ورثہ اس چیز کے مالک ہوں گے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا قول ہے، اور شریح، مجاہد، طاؤس اور ثوری سے بھی منقول ہے اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام مالک کے نزدیک رقبیٰ باطل ہے اور امام ابویوسف نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٢٦٢٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابوسلمہ

عَنْهُ قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرٰى، اَنَّهَا لِمَنْ وُهِبَتْ لَهٗ.

از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے حق میں عمریٰ کا فیصلہ کیا جس کے لیے اس کو ہبہ کیا گیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۵، الرقم المسلسل: ۴۰۷۹، سنن ابوداؤد: ۳۵۵۰، سنن ترمذی: ۱۳۵۰، سنن نسائی: ۳۵۴۵، سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۰)

اس حدیث کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اموال اپنے پاس روک کے رکھو اور کسی کو مت دو پس جس کو کوئی چیز بہ طور عمریٰ ہبہ کی گئی وہ اسی کی ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۲۶۔ ج ۲۲ ص ۳۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

٢٦٢٦ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنِي النَّضْرُ ابْنُ اَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ. وَقَالَ عَطَاءٌ حَدَّثَنِي جَابِرٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے النضر بن انس نے حدیث بیان کی از بشیر بن نہیک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: عمریٰ جائز ہے' اور عطاء نے کہا: مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح اس باب کی شرح کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

٣٣ - بَابُ مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ جس نے لوگوں سے عاریۃً گھوڑا لیا

یہاں سے امام بخاری نے عاریت کے احکام بیان کرنے شروع کیے ہیں:

٢٦٢٧ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ، فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ اَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوْبُ فَرَكِبَ، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ، وَاِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

[اطراف الحدیث: ٢٨٢٠۔٢٨٥٧۔٢٨٦٢۔٢٨٦٦۔٢٨٦٧۔٢٩٠٨۔٢٩٦٨۔٢٩٦٩۔٣٠٤٠۔٦٠٣٣۔٦٢١٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں دہشت پھیلی ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے عاریۃً گھوڑا لیا' جس کو المندوب کہا جاتا تھا' آپ اس پر سوار ہوئے (اور مدینہ کے گرد چکر لگایا) جب آپ واپس آئے تو آپ نے فرمایا: ہمیں تو خطرہ کی (کوئی چیز) نظر نہیں آئی اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا۔

جو چیز عاریۃً لی جائے' اس کے نقصان میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حیوان اور زمین کی عاریت میں اختلاف ہے' ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جس نے کسی ایسے حیوان یا غیر حیوان کو عاریۃً لیا جس میں کوئی عیب نہیں تھا' پھر وہ اس کے پاس ضائع ہو گیا اور وہ اس کے ضائع ہونے کا مصداق ہو تو وہ اس کا صرف اس وقت ضامن ہوگا جب اس نے اس میں کوئی تجاوز یا نقصان کیا ہو' یہ فقہاء احناف اور اوزاعی کا قول ہے۔

عطاء نے کہا ہے کہ جو چیز عاریۃً لی گئی ہو اس کے نقصان کا ہر حال میں تاوان بھرنا ہوگا' خواہ اس میں عیب ہو یا نہ ہو اور خواہ اس نے اس میں حد سے تجاوز کیا ہو یا نہ' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ حجۃ الوداع میں فرما رہے تھے: جو چیز عاریۃً لی جاتی ہے' وہ واپس کی جائے گی اور جو ضامن ہے وہ تاوان بھرے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۵۵' سنن ترمذی: ۱۲۶۵)

اور فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ عاریت امانت کی طرح ہے اور جس طرح امانت میں تاوان نہیں دیا جاتا' اسی طرح عاریت میں بھی تاوان نہیں دیا جاتا اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ امین پر تاوان نہیں ہے۔

حسن بصری اور ابراہیم نخعی بھی عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ڈالتے تھے' قاضی شریح نے کہا: جو شخص کوئی چیز عاریۃً لے اور اس کے پاس اس میں کوئی نقصان ہو جائے تو اس سے تاوان نہیں لیا جائے گا' اسی طرح جس کے پاس امانت رکھی جائے اور وہ اس میں تعدی اور تجاوز نہ کرے تو اس سے بھی تاوان نہیں لیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۷۔۱۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عاریۃً لی ہوئی چیز میں تاوان کے عدم لزوم کے متعلق احادیث اور آثار

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے' وہ ان کے دادا (عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ہے جب کہ وہ خیانت کرنے والا نہ ہو' اور نہ امین پر تاوان ہے جب کہ وہ خیانت کرنے والا نہ ہو۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۲۶۔ ج ۲ ص ۶۳۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۹۱)

ابراہیم نخعی نے کہا کہ عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ہے اور نہ امین پر تاوان ہے' سوا اس کے کہ وہ اس میں خیانت کریں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۲۔ ج ۸ ص ۱۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۴۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

عبداللہ بن عکیم الجہنی نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عاریت بہ منزلہ امانت ہے' اس میں صرف اس صورت میں تاوان ہے' جب حد سے تجاوز کیا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۳۔ ج ۸ ص ۱۳۷)

الحکم بن عتیبہ نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا: عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۴۔ ج ۸ ص ۱۳۷)

محمد بن حنفیہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عاریت میں تاوان نہیں ہے' وہ عرف اور رواج کے مطابق ہے' سوا اس کے کہ وہ اس میں خلاف کرے (تعدی یا خیانت کرے) تو پھر اس پر تاوان ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۶۔ ج ۸ ص ۱۳۸)

اور محمد بن حنفیہ نے بیان کیا کہ ابوعامر الشعبی نے کہا: عاریت والے پر ضمان ہے نہ امانت والے پر۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۶۔ ج ۸ ص ۱۳۸)

امام عبدالرزاق نے کہا کہ ہم کو معمر نے بیان کیا کہ الزہری عاریت میں تاوان لازم نہیں کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۵۔ ج ۸ ص ۱۳۸)

عبدالملک بن ابی غنیۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حکم اور حماد عاریت میں تاوان لازم نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۴۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

سوادۃ بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے لکھ کر یہ معلوم کیا کہ ایک خاتون نے شادی کے لیے زیورات عاریۃً لیے' پس وہ زیورات ضائع یا گم ہو گئے تو عمر بن عبدالعزیز نے جواب میں لکھا کہ اس عورت پر ضمان یا تاوان نہیں ہے' سوا اس

کے کہ اس نے خیانت کی ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۴۱ ادارۃ القرآن کراچی)

عوف محمد سے روایت کرتے ہیں کہ قاضی شریح نے کہا: امانۃ چیز لینے والے پر تاوان نہیں مگر یہ کہ وہ خیانت کرنے والا ہو اور نہ امین پر تاوان ہے مگر یہ کہ وہ خیانت کرنے والا ہو۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۲۸۔ ج ۲ ص ۶۳۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

یہ تمام احادیث اور آثار فقہاء احناف کے مؤقف کے مؤید ہیں۔

٣٤ - بَابُ الْاِسْتِعَارَةِ لِلْعَرُوْسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ — دلہن کی شب زفاف کے لیے کوئی چیز عاریۃً لینا

اس عنوان میں ''البناء'' کالفظ ہے اس سے مراد ہے: شب زفاف اور ''العروس'' کالفظ ہے اور یہ مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے اس کا معنی ہے: دولہا یا دلہن۔

٢٦٢٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ، ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ، فَقَالَتِ ارْفَعْ بَصَرَكَ اِلٰى جَارِيَتِيْ انْظُرْ اِلَيْهَا، فَاِنَّهَا تَزْهٰى اَنْ تَلْبَسَهٗ فِي الْبَيْتِ، وَقَدْ كَانَ لِيْ مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا اَرْسَلَتْ اِلَيَّ تَسْتَعِيْرُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے بتایا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا انہوں نے قطر (موٹے سوتی کپڑے) کی قمیص پہنی ہوئی تھی (جس کی قیمت) پانچ درہم تھی تو آپ نے فرمایا: ذرا نظر اٹھا کر میری باندی کی طرف دیکھو یہ گھر میں (بھی) اس قمیص کو پہننا اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میرے پاس ان میں سے ایک قمیص تھی اور جو عورت بھی مدینہ میں مزین ہونا چاہتی تو وہ میرے پاس کسی کو بھیج کر اس قمیص کو عاریۃً لیتی۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ عورت گھر میں بھی عمدہ لباس پہن سکتی ہے اور اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ گھر میں ایسا لباس پہنتی تھیں جس کو پہننا ان کی خادمہ بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتی تھی اور اس حدیث میں کسی چیز کو عاریۃً لینے کا ثبوت ہے اور امام بخاری نے اس کو ثابت کرنے کے لیے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

٣٥ - بَابُ فَضْلِ الْمَنِيْحَةِ — دودھ دینے والے جانور کو عطاء کرنے کی فضیلت

اس باب کے عنوان میں ''المنیحۃ'' کالفظ ہے اس کا معنی ہے: دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری کسی ضرورت مند کو عاریۃً دی جائے تاکہ وہ اس کا دودھ پی کر پھر اس کو واپس کر دے عربی میں اس کو ''المنیحہ'' کہتے ہیں اردو میں اس کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے۔ المنجد اردو ص ۹۷۷ میں اس کا معنی لکھا ہے: دودھ دینے والا جانور کسی کو فائدہ اٹھانے کے لیے دینا۔

٢٦٢٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْمَنِيْحَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً، وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ، تَغْدُوْ بِاِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِاِنَاءٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہی اچھا عطیہ اس دودھ دینے والی اونٹنی کا ہے جو زیادہ دودھ دیتی ہو اور اس بکری کا جو زیادہ دودھ دیتی

اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفُ وَاِسْمَاعِیْلُ عَنْ مَالِكٍ قَالَ نِعْمَ الصَّدَقَةُ. [طرف الحدیث:۵۶۰۸]

ہو جس سے صبح بھی دودھ دوہا جاتا ہو اور شام کو بھی دودھ دوہا جاتا ہو۔ (امام بخاری نے کہا:) ہمیں عبداللہ بن یوسف اور اسماعیل نے حدیث بیان کی از امام مالک انہوں نے کہا: کیا ہی اچھا صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم:۱۰۱۹، الرقم المسلسل:۲۲۴۶، الحمیدی:۱۰۶۱، مسند ابویعلیٰ:۶۲۶۸، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۵۔۱۸۴، شرح السنۃ:۱۶۶۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲ طبع قدیم، مسند احمد:۱۰۳۰۱۔ ج ۱۲ ص ۲۴۹۔۲۴۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں ''المنیحہ'' کا ذکر ہے، جس کا عنوان میں ذکر ہے۔

''المنیحہ'' کی وضاحت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

''المنیحہ'' اس دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری کو کہتے ہیں جو ضرورت مندوں کو دودھ دینے کے لیے عاریۃً دی جائے، پھر وہ دودھ پینے کے بعد اس کو مالکوں کی طرف لوٹا دیں، اور ''العاریۃ'' کا معنی ہے: کسی کو اس جانور کے منافع کا مالک بنانا نہ کہ عین اس جانور کا، انصار نے مہاجرین کو منائح عطاء کیے تھے، اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خیبر کی غنیمتیں عطاء کیں تو آپ نے انصار کے منائح اور ان کے پھل والے درخت ان کو لوٹا دیے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۲۶۳۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا یُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْمَدِیْنَةَ مِنْ مَّكَّةَ، وَلَیْسَ بِاَیْدِیْهِمْ، یَعْنِیْ شَیْئًا، وَكَانَتِ الْاَنْصَارُ اَهْلَ الْاَرْضِ وَالْعَقَارِ، فَقَاسَمَهُمُ الْاَنْصَارُ عَلٰی اَنْ یُّعْطُوْهُمْ ثِمَارَ اَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ، وَیَكْفُوْهُمُ الْعَمَلَ وَالْمَؤُوْنَةَ، وَكَانَتْ اُمُّهٗ اُمُّ اَنَسٍ اُمُّ سُلَیْمٍ، كَانَتْ اُمَّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ، فَكَانَتْ اَعْطَتْ اُمُّ اَنَسٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا، فَاَعْطَاهُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَیْمَنَ مَوْلَاتَهٗ اُمَّ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قِتَالِ اَهْلِ خَیْبَرَ، فَانْصَرَفَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ، رَدَّ الْمُهَاجِرُوْنَ اِلَی الْاَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِیْ كَانُوْا مَنَحُوْهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ، فَرَدَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اُمِّهٖ عِذَاقَهَا، وَاَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَیْمَنَ مَكَانَهُنَّ مِنْ حَائِطِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ میں آئے اور اس وقت ان کے ہاتھوں میں کوئی چیز نہیں تھی اور انصار زمین اور جائیداد والے تھے، تو انصار نے ان سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ ان کو اپنے باغات کے پھل ہر سال دیا کریں گے اور اس کے بدلہ میں وہ (ان کی زمینوں میں) کام کاج اور مشقت کریں گے اور ان کی والدہ یعنی حضرت انس کی والدہ ام سلیم جو حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ کی بھی والدہ تھیں تو انہوں نے (حضرت انس کی والدہ نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھجور کے چند درخت دیے تھے، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ درخت حضرت اُم ایمن کو عطاء کر دیے جو آپ کی باندی تھیں (اور) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں، ابن شہاب نے کہا: پس مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اہل خیبر کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوئے تو آپ مدینہ لوٹ گئے اور مہاجرین نے انصار کے دیے ہوئے عطیات جو انہوں نے پھلوں کی صورت میں دیے تھے لوٹا دیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی

وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ اَخْبَرَنَا اَبِىْ، عَنْ يُوْنُسَ بِهٰذَا، وَقَالَ مَكَانَهُنَّ مِنْ خَالِصِهِ. [اطراف الحدیث:۳۱۲۸۔ ۴۰۳۰۔۴۱۲۰] (صحیح مسلم:۱۷۷۱، الرقم المسلسل:۴۴۹۴)

حضرت انس کی والدہ کو ان کے دیئے ہوئے درخت واپس کر دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام ایمن کو ان درختوں کے بدلہ میں اپنے باغ سے درخت عطاء کر دیئے' اور احمد بن شعیب نے کہا: ہمیں میرے والد نے از یونس اس حدیث کی خبر دی اور انہوں نے ''مکانھن من حائطه'' کی جگہ ''مکانھن من خالصه'' بیان کیا۔ (حائط اور خالص کا مفاد ایک ہے یعنی وہ باغ خالص ان کے لیے تھا)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے کہ انصار مہاجرین کو ہر سال اپنے باغات کے پھل دیا کریں گے اور یہاں منائح کا یہی معنی ہے۔

اس حدیث میں ''عذاق'' کا لفظ ہے' یہ ''عذق'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: کھجور کا درخت۔

۲۶۳۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ اَبِىْ كَبْشَةَ السَّلُوْلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً، اَعْلَاهُنَّ مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ، مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا، وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا، اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ. قَالَ حَسَّانُ فَعَدَدْنَا مَا دُوْنَ مَنِيْحَةِ الْعَنْزِ، مِنْ رَدِّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَاِمَاطَةِ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَنَحْوِهٖ، فَمَا اسْتَطَعْنَا اَنْ نَبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً.

(سنن ابوداؤد:۱۶۸۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از حسان بن عطیہ از ابی کبشہ السلولی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چالیس ایسی خصلتیں ہیں جن میں سب سے اعلیٰ خصلت دودھ دینے والی بکری کا عطیہ ہے' جو شخص ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت پر اس کے ثواب کی اُمید اور اللہ کے وعدہ کی تصدیق کے ساتھ عمل کرنے والا ہوگا تو اللہ اس کو اس خصلت پر عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا۔ حسان نے کہا: ہم نے دودھ دینے والی بکری کے سوا اس کو گنا تو وہ سلام کا جواب دینا ہے اور چھینکنے والے کا جواب دینا ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا وغیرہ ہے' سو ہم پندرہ خصلتیں بھی شمار نہ کر سکے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق الھمدانی (۳) عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (۴) حسان بن عطیہ الشامی ابوبکر (۵) ابوکبشہ' ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے' ان کو السلولی کہا ہے' یہ سلول کی طرف نسبت ہے جو ھوازن کا قبیلہ ہے (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۵)

حدیث میں مذکور چالیس نیک خصلتوں کی علامہ ابن بطال کی طرف سے تعیین اور ان پر احادیث سے استدلال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حسان نے کہا: ہم نے دودھ دینے والی بکری کو دینے کے سوا ان خصلتوں کو گنا' جن کی وجہ سے بندہ جنت میں داخل ہوتا ہے تو ہم پندرہ خصلتیں بھی نہ گن سکے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: حسان کا ان چالیس نیک خصلتوں کو نہ پانا' اس کو مستلزم نہیں ہے کہ کوئی اور ان چالیس خصلتوں کو نہ پا سکے اور مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے معاصر علماء نے ایسی خصلتوں کو نکالا جن سے جنت ملتی ہے تو ان کا عدد چالیس سے زیادہ ہے اور وہ تمام خصلتیں احادیث سے مستنبط ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس عمل کے متعلق سوال کیا جو اس کو جنت میں داخل کر دے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بتایا: (۱) وہ غلاموں کو آزاد کرے (۲) پھر اس کو بتایا وہ زیادہ دودھ دینے والا جانور عطاء کرے (۳) جو رشتہ دار تعلق منقطع کرے' اس سے تعلق جوڑے (۴) اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتے تو بھوکے کو کھانا کھلاؤ (۵) اور پیاسے کو پانی پلاؤ (۶) آخری خصلتوں میں سب سے اعلیٰ دودھ دینے والے جانور کا عطیہ ہے اور تعلق توڑنے والے رشتہ دار سے تعلق جوڑنا ان میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ جانور کے عطیہ سے افضل ہے۔

(۷) جو مسلمان ملے اس کو سلام کرے' حدیث میں ہے: جو کہے: ''السلام علیك'' اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۱) اور جو ''رحمة الله'' کا اضافہ کرے اس کے لیے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۱) اور جس نے ''وبرکاته'' کا اضافہ کیا' اس کے لیے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۱) (۸) چھینکنے والے کو جواب دینا' اس کے متقارب حدیث ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب: ۲۴۸۶)

(۹) حدیث میں ہے: ایک شخص نے راستہ سے کانٹوں والی شاخ ہٹادی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر دانی کی' سو اس کو بخش دیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۶) (۱۰) کاریگر کی مدد کرنا (۱۱) جس کو کام نہ آتا ہو اس کے لیے کام کرنا (۱۲) پریشان اور وحشت زدہ کا دل بہلانا (۱۳) جوتی کا تسمہ بھی قبول کرنا (۱۴) رسّی بھی دی جائے تو قبول کرنا' حدیث میں ہے:

کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم کسی چیز کو حقیر نہ جانو' خواہ جوتی کا تسمہ دیا جائے یا رسّی کا ٹکڑا دیا جائے' اور خواہ کسی وحشت زدہ کا دل بہلایا جائے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۳)

(۱۵) کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرنا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی مصیبت کو دور کیا' اللہ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور فرمادے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۴۲' صحیح مسلم: ۲۵۸۰)

(۱۶) اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنا یا اس کی حاجت میں کام آنا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے' جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۴)

(۱۷) مسلمان کی پردہ پوشی کرنا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۴۲' صحیح مسلم: ۲۵۸۰' سنن ابوداؤد: ۴۸۹۳' سنن ترمذی: ۱۴۲۶)

(۱۸) مسلمان بھائی کے لیے مجلس میں کشادگی کرنا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں تمہارے بھائی کے سینہ میں محبت پیدا کرتی ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم اس کے لیے مجلس میں کشادگی کرو۔ (مجھے اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا)

(۱۹) مسلمان کا دل خوش کرنا (۲۰) مظلوموں کی مدد کرنا (۲۱) ظالم کو ظلم سے روکنا' حدیث میں ہے:

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۴۴۳' سنن ترمذی: ۲۲۵۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۱)

(۲۲) نیکی کا راستہ دکھانا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیکی کی رہ نمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۶۶)

(۲۳) نیکی کا حکم دینا (۲۴) لوگوں کے درمیان صلح کرانا (۲۵) خیرات کرنا' قرآن مجید میں ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا○ (النساء: ۱۱۴)

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوا اس کے جو صدقہ کرنے کا حکم دے' یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا اور جس نے اللہ کی رضاء جوئی کے لیے یہ کام کیے تو عنقریب ہم اس کو اجر عظیم عطاء کریں گے○

(۲۶) سائل کو نرمی اور ملائمت سے لوٹانا' قرآن مجید میں ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى. (البقرہ: ۲۶۳)

نرمی سے بات کرنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچے۔

اور حدیث میں ہے:

دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ) سے اور جس کو یہ میسر نہ ہو' وہ کوئی اچھی بات کہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۱۷)

(۲۷) مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیت تیار کرے' جس سے انسان اور پرندے کھائیں' حدیث میں ہے:

جو مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کوئی کھیت تیار کرتا ہے' جس سے کوئی انسان یا پرندہ یا جانور کھاتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۳۲۰' صحیح مسلم: ۱۵۵۳' سنن ترمذی: ۱۳۸۲)

(۲۸) پڑوسی کو ہدیہ پیش کرنا' حدیث میں ہے:

اے مسلمان عورتو! تم اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھو خواہ وہ بکری کا جلا ہوا کھر ہدیہ دے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۶۶' صحیح مسلم: ۱۰۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۵)

(۲۹) کسی مسلمان کی سفارش کرنا' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا. (النساء: ۸۵)

جو اچھی سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے۔

اور حدیث میں ہے: تم شفاعت کرو' تم اجر پاؤ گے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۲۷' صحیح مسلم: ۲۶۲۷' سنن ابوداؤد: ۵۱۰۸)

(۳۰) بیماروں کی عیادت کرنا' حدیث میں ہے:

مریض کی عیادت کرنے والا جنت کے باغات میں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۸' سنن ترمذی: ۹۶۷)

(۳۱) جو شخص کسی مسلمان بھائی کی غیبت کرے' اس کا دفاع کرنا۔ حدیث میں ہے:

جس نے کسی مؤمن کو منافق کی غیبت سے محفوظ رکھا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کی دوزخ کی آگ سے حفاظت کرے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۸۳ 'مشکوٰۃ: ۴۹۸۶)

(۳۲) مسلمان سے مصافحہ کرنا' حدیث میں ہے:

جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے مصافحہ کرتا ہے' پس اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے الگ کرتا ہے تو ان دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۱۲۔ ۵۲۱۱) ایک اور حدیث میں ہے:

ایک دوسرے سے مصافحہ کرو' یہ کینہ کو دور کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ: ۴۶۹۳)

(۳۳) اللہ کی محبت کی وجہ سے ملنا (۳۴) اللہ کی محبت کی وجہ سے بیٹھنا (۳۵) اللہ کی محبت کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملاقات کرنا (۳۶) اللہ کی محبت کی وجہ سے اس کی راہ میں خرچ کرنا (۳۷) ایک آدمی کا سواری پر بٹھانے میں دوسرے کی مدد کرنا (۳۸) اس کا سامان اٹھا کر دے (۳۹) ہر مسلمان کی خیر خواہی کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۳۔ ۱۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

مصنف کی طرف سے سات نیک خصلتوں پر حدیث سے استدلال

علامہ ابن بطال نے ۳۳ نیک اعمال پر تو احادیث سے نشان دہی کی ہے مگر آخری سات اعمال پر کسی حدیث کی نشان دہی نہیں کی' تاہم میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے ایک حدیث پیش کر رہا ہوں جس میں سات نیک اعمال کا ذکر ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا' جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ نوجوان جس کی نشو ونما اپنے رب کی عبادت میں ہوئی (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے (۴) وہ دو آدمی جو ایک دوسرے سے اللہ کے لیے محبت رکھتے ہوں' اللہ کی محبت میں ملتے ہوں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوتے ہوں (۵) وہ شخص جس کو ایک مقتدر اور حسین عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو تو وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے' پس اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۶۰' صحیح مسلم: ۱۰۳۱)

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا علامہ ابن بطال کی شرح کو نقل کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ چالیس خصلتیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان چالیس خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت پر بھی عمل کرے تو اللہ اس خصلت پر عمل کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا' اس حدیث میں ان چالیس خصلتوں کا ذکر نہیں ہے' تاہم علامہ ابن بطال نے تتبع اور تلاش سے چالیس نیک خصلتوں کا ذکر کیا اور احادیث سے ان کی تائید کی ہے۔ علامہ بدر الدین عینی نے علامہ ابن بطال کی یہ مکمل عبارت نقل کر دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۷۔ ۲۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ نے علامہ ابن بطال کے ذکر کیے ہوئے چالیس خصائل میں سے انیس خصائل کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان خصائل کا ذکر احادیثِ صحیحہ میں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۹۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ کرمانی کا علامہ ابن بطال پر اعتراض

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ نے علامہ ابن بطال کی مکمل عبارت نقل کرنے کے بعد اس پر حسب ذیل اعتراض کیا ہے:

علامہ ابن بطال کا یہ کلام رجماً بالغیب (اٹکل پچو) ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ علامہ ابن بطال نے جو چالیس نیک اعمال ذکر کیے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مراد وہ چالیس اعمال نہ ہوں' ان کے علاوہ ہوں' پھر علامہ ابن بطال نے کیسے جانا کہ یہ نیک اعمال دودھ دینے والی بکری کو عطاء کرنے سے کم درجہ کے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: چالیس خصلتوں میں سب سے اعلیٰ خصلت دودھ دینے والی بکری کا عطیہ ہے' اور ہوسکتا ہے کہ یہ اعمال دودھ والی بکری کے عطیہ کی مثل ہوں یا اس سے افضل ہوں' پھر اس میں یہ تحکم (اپنی رائے سے یہ فرض کر لینا) ہے کہ سلام کرنے کو ان نیک اعمال میں داخل کیا ہے اور سلام کے جواب دینے کو ان نیک اعمال میں داخل نہیں کیا' حالانکہ حدیث میں سلام کا جواب دینے کی زیادہ صراحت ہے' اسی طرح انہوں نے نیکی کا حکم دینے کو ان اعمال میں داخل کیا ہے اور برائی سے منع کرنے کو ان اعمال میں داخل نہیں کیا' اس کے علاوہ ان چالیس خصال میں آخری وصف کے دخول کا تکرار ہے۔ (شرح الکرمانی ج۱۱ص ۱۵۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی کا علامہ ابن بطال پر یہ اعتراض اس وقت وارد ہوتا جب علامہ ابن بطال نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ یہ وہی چالیس خصلتیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مراد تھیں اور ان تمام خصلتوں سے دودھ والی بکری کا عطیہ افضل ہے اور ان خصلتوں کے متعلق آپ نے فرمایا: ان میں سے کسی ایک خصلت پر بھی اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی تصدیق کے ساتھ عمل کرنے والا جنت میں داخل ہو جائے گا' سو علامہ ابن بطال نے ذخیرہ احادیث سے ان خصلتوں کو تلاش کیا' جن پر زیادہ اجر وثواب یا جنت کی بشارت ہے اور ان کی یہ کوشش مستحسن اور محمود ہے' قدیم مصنفین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ حدیث کا ذکر کر دیتے تھے اور اس کی تخریج نہیں کرتے تھے اور ہم اپنی تصانیف میں بالعموم ان احادیث کی تخریج کر دیتے ہیں' سو ہم نے یہاں بھی علامہ ابن بطال کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج کر دی ہے۔ وللہ الحمد!

۲۶۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لِرِجَالٍ مِّنَّا فُضُوْلُ أَرَضِيْنَ، فَقَالُوْا نُؤَاجِرُهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَإِنْ أَبٰى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے بعض مردوں کے پاس زمینیں تھیں' انہوں نے کہا: ہم ان زمینوں کو تہائی اور چوتھائی اور نصف پیداوار کے عوض کرائے پر دیتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس (زائد) زمین ہو وہ اس میں خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو عطا کر دے' پس اگر وہ انکار کرے تو وہ اپنی زمین کو روک کر رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اپنے بھائی کو زمین عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

۲۶۳۳ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ سَعِيْدٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ

اور محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسعید نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ، فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ الْهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا شَيْئًا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا پس آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے' پس کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم ان میں سے کچھ عطاء کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم ان کو پانی پلانے کے لیے گھاٹ پر لے جانے والے دن لوگوں کے لیے دوہتے ہو گے! اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم سمندروں کے پار عمل کرتے رہو' اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ہرگز کسی عمل کو ترک نہیں فرمائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۵۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

٢٦٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَعْلَمُهُمْ بِذَاكَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلٰى أَرْضٍ تَهْتَزُّ زَرْعًا، فَقَالَ لِمَنْ هٰذِهٖ؟ فَقَالُوْا اِكْتَرَاهَا فُلَانٌ، فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ مَنَحَهَا إِيَّاهُ، كَانَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهَا أَجْرًا مَّعْلُوْمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس' انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی جو اس حدیث کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے' یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ ایک ایسی زمین پر تشریف لے گئے جس میں کھیت لہلہا رہے تھے' آپ نے پوچھا: یہ کس کی زمین ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ اس زمین کو فلاں نے کرائے پر دیا ہے' آپ نے فرمایا: تاہم اگر وہ زمین کو عطاء کر دیتا تو وہ اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہوتا کہ وہ اس کا معین کرایا لیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں زمین کو عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

٣٦ - بَابٌ إِذَا قَالَ أَخْدَمْتُكَ هٰذِهِ الْجَارِيَةَ، عَلٰى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ، فَهُوَ جَائِزٌ

جب کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں نے یہ باندی تمہیں بہ طور خادمہ دی ہے تو یہ جائز ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اگر لوگوں کا عرف یہ ہو کہ کوئی شخص دوسرے سے یہ کہے کہ میں نے تم کو یہ باندی خدمت کے لیے دی ہے' یہ ہبہ ہے تو پھر یہ ہبہ ہوگا اور اگر لوگوں کا عرف یہ ہو کہ یہ عاریت ہے تو پھر یہ عاریت ہوگا۔

اگر کوئی شخص کسی سے یہ کہے: میں نے تم کو یہ غلام خدمت کے لیے دیا ہے تو آیا یہ عاریت ہے یا ہبہ؟

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تم کو یہ غلام یا یہ باندی خدمت کے لیے عطاء کی ہے تو اس سے مراد خدمت کے لیے دینا ہوتا ہے' اس غلام یا باندی کا مالک بنانا نہیں ہوتا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۴)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تمہیں خدمت کے لیے یہ غلام دیا ہے تو یہ عاریت ہے کیونکہ اس نے اس کو اس غلام سے خدمت لینے کی اجازت دی ہے اور جب یہ عاریت ہے تو وہ اس سے جب چاہے رجوع کر سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دی گئی تھیں'۔۔۔ حالانکہ یہ ہبہ تھا

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ هٰذِهِ عَارِيَّةٌ. اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ عاریت ہے۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

اس عبارت سے امام بخاری' امام ابوحنیفہ پر اعتراض کر رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تمہیں خدمت کے لیے یہ باندی دی ہے تو یہ عاریت ہے' حالانکہ حضرت ھاجَر کا قصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ہبہ ہے' سو یہ حدیث امام ابوحنیفہ پر ردّ کرتی ہے۔ (شرح الکرمانی جز ۱۱ ص ۱۵۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صرف یہ جملہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے کہ اس (حضرت سارہ) کو ھاجَر عطا کر دو' اور جب اس نے کہا: اور اس نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دے دی' تو یہ جملہ ہبہ پر دلالت نہیں کرتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی یہ عبارت واضح نہیں ہے اور اس سے امام بخاری کا اعتراض مکمل طور پر نہیں اُٹھتا۔

مصنف کی طرف سے امام بخاری کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ پر اس وقت اعتراض ہوتا جب حدیث میں صرف یہ جملہ ہوتا کہ اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دے دی۔ لیکن حدیث میں یہ جملہ بھی ہے کہ اس کو یعنی حضرت سارہ کو حضرت ھاجر عطاء کر دو' اور یہ جملہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے۔

ثانیاً اگر صرف اس جملہ کا لحاظ کیا جائے کہ اس نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجَر خدمت کے لیے دے دی' تب بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا کلام عرف پر محمول ہوتا ہے' اگر عرف میں یہ کلام ہبہ ہو تو پھر یہ ہبہ ہوتا ہے اور اس وقت کے عرف میں یہ کلام ہبہ پر محمول ہوتا تھا جیسا کہ حضرت ھاجر کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے امام ابوحنیفہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وَاِنْ قَالَ كَسَوْتُكَ هٰذَا الثَّوْبَ، فَهٰذِهِ هِبَةٌ. اور اگر کسی نے کہا: میں نے تم کو یہ کپڑا پہنا دیا تو یہ ہبہ ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے اتنی مدت کے لیے تم کو یہ کپڑا پہنا دیا ہے تو اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ عاریت

ہے اور اگر وہ مدت کا ذکر نہ کرے اور صرف یہ کہے کہ میں نے تم کو یہ کپڑا پہنا دیا ہے تو یہ ہبہ ہے۔

کیونکہ قرآن مجید میں قسم کے کفارہ میں فرمایا ہے:

فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ. (المائدہ:۸۹)

پس اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اس درمیانی قسم کے کھانے سے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے پہنانا ہے۔

اور اس پر امت کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد کھانے اور کپڑوں کا مالک بنانا ہے۔

۲۶۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بِسَارَةَ، فَأَعْطُوهَا آجَرَ، فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ أَشَعَرْتَ أَنَّ اللّٰهَ كَبَتَ الْكَافِرَ، وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی ان لوگوں نے حضرت سارہ کو حضرت اجر ہبہ کر دی پس وہ لوٹ آئیں سو انہوں نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کر دیا اور ایک باندی خدمت کے لیے دی؟

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ.

اور ابن سیرین نے کہا از ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: پس حضرت سارہ کو حضرت ہاجر خدمت کے لیے دی۔

۳۷ - بَابٌ إِذَا حَمَلَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ، فَهُوَ كَالْعُمْرٰى وَالصَّدَقَةِ

جب کسی شخص کو گھوڑے پر سوار کیا جائے تو وہ عمریٰ اور صدقہ کی مثل ہے

باب کے عنوان کی وضاحت

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کو گھوڑا اس لیے ہبہ کیا جائے کہ وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو اس سے کیا مراد ہے؟ آیا اس شخص کو گھوڑے کا مالک بنا دیا ہے یا اس گھوڑے کو جہاد کے لیے وقف کر دیا ہے امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے کہ وہ عمریٰ کی مثل ہے یعنی اس کا وہ حکم ہے جو عمریٰ کا حکم ہے اور صدقہ کا حکم ہے اور حدیث میں عمریٰ کا حکم درج ذیل ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے لیے اور اس کے وارثوں کے لیے عمریٰ کیا گیا تو یہ ہبہ اس کے لیے ہے اور یہ ہبہ واہب کی طرف کبھی نہیں لوٹے گا کیونکہ اس نے ایسا ہبہ کیا ہے جس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم:۱۶۲۵ سنن ابوداؤد:۳۵۵۳ سنن ترمذی:۱۳۵۰)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا.

اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وہ اس میں رجوع کر سکتا ہے۔

یہ امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض ہے۔

امام بخاری کے اعتراض کی تقریر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس کے لیے عمریٰ کیا گیا ہے' جب وہ اس پر قبضہ کر لے تو پھر اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے' اسی طرح صدقہ کرنے کے بعد بھی اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے اللہ کی راہ میں وہ صدقہ دیا ہے' لہٰذا جس نے کسی شخص کو جہاد کے لیے گھوڑے پر سوار کیا اور یہ کہا کہ یہ تمہارے لیے ہے تو وہ اس کا مالک ہو گیا اور جو شخص کسی چیز کو اللہ کی راہ میں روک لے' وہ بہ منزلہ اوقاف ہے اور جمہور علماء کے نزدیک اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہر چیز کو روکنا باطل ہے اور وہ چیز اپنے مالک کی طرف لوٹ جائے گی۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی طرف سے اعتراضِ مذکور کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی آدمی کسی شخص سے یہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں اس گھوڑے پر سوار کر دیا تو فقہاء احناف کے نزدیک یہ اس وقت ہبہ ہو گا جب وہ اس کو وہ گھوڑا ہبہ کرنے کی نیت کرے گا کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے اس کو عاریۃً گھوڑے پر سوار کیا ہو' پس اگر اس نے اس شخص کو مالک بنانے کی نیت سے گھوڑے پر سوار کیا ہے تو پھر وہ ہبہ ہو گا اور امام بخاری نے امام ابوحنیفہ پر جو طعن کیا ہے' وہ لازم نہیں آتا کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے اور اس پر اپنے مقام میں دلائل پیش کیے جا چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶۳۶ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا يَسْاَلُ زَيْدَ بْنَ اَسْلَمَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ' فَرَاَيْتُهٗ يُبَاعُ' فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ لَا تَشْتَرِ' وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا' وہ زید بن اسلم سے سوال کر رہے تھے' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے (کسی شخص کو) اللہ کی راہ میں گھوڑے پر سوار کیا' پھر میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت کیا جا رہا تھا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے (اس کو خریدنے کا) سوال کیا' آپ نے فرمایا: اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ سے رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک کسی چیز کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ خطابی کی عبارت سے امام اعظم کے مؤقف کی تائید

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے اللہ کی رضا کے لیے اس گھوڑے کو اپنی ملک سے نکال دیا ہو اور ان کے دل میں اس کے متعلق کچھ تردّد ہو اور جب انہوں نے اس کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اس کو پھر حاصل کرنا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خطرہ ہوا کہ ان

کی نیت فاسد ہو جائے گی اور ان کا اجر ضائع ہو جائے گا' اس لیے آپ نے ان کو اس گھوڑے کے خریدنے سے منع فرمایا اور اس کو صدقہ سے رجوع کرنے کے مشابہ قرار دیا خواہ وہ اس گھوڑے کو قیمۃً لے رہے تھے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ نے مہاجرین کو مکہ میں واپس اپنے گھروں میں جانے سے منع فرمادیا تھا اور فتح مکہ کے ایام میں آپ نے ان کو وہاں رہنے سے منع فرمادیا' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! ہماری موت کو مکہ میں مقدر نہ فرمانا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۵) اور حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت میں ہے کہ جب وہ مکہ میں بیمار ہو گئے اور ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ مکہ میں فوت ہو جائیں گے تو آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرمایا: بے شک تم باقی رہو گے حتیٰ کہ اللہ ایک قوم کو تم سے نفع پہنچائے گا اور دوسری قوم کو تم سے نقصان ہوگا لیکن (حضرت) سعد بن خولہ پر افسوس ہے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو مکمل کردے اور ان کو اپنی ایڑیوں پر واپس نہ لوٹا۔ (صحیح البخاری: ۳۹۳۶' صحیح مسلم: ۱۶۲۸)

اور یہ اس باب سے نہیں ہے کہ آدمی جس زمین کو صدقہ کر چکا ہو' پھر اس زمین کی پیداوار میں سے کسی چیز کو خریدے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رومہ کے کنویں کو خرید لیا تھا اور اس کنویں کو مسلمانوں کے اوپر صدقہ کر دیا تھا' پھر دوسرے مسلمانوں کی طرح وہ بھی اس کنویں سے پانی پیتے تھے' تاہم جب کوئی شخص کسی چیز کو وقف نہ کرے بلکہ نیکی اور مروّت کے حصول کے لیے اس کو صدقہ کرے تو یہ ہبہ کے قائم مقام ہے اور اس کے لیے اس چیز کو اس سے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۳۔ ۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ خطابی کی یہ شرح امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی تائید کرتی ہے۔

''کتاب الهبه'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین! آج ۲۲ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ/ ۲۷ جون ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ صحیح البخاری کی ''کتاب الهبه'' مکمل ہوگئی' اے بارِالٰہ! اس تحریر کو مسلمانوں کے لیے نفع آور بنا! اور اس کتاب کو مکمل فرمادے اور میری' میرے والدین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمادے۔

''کتاب الهبه'' میں ۹۹' احادیث ہیں اور اس میں ۲۳ تعلیقات ہیں اور ۶۸' احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث ۳۱ ہیں اور اس میں ۱۳' آثارِ صحابہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۵۲ - کِتَابُ الشَّهَادَاتِ

شہادات کا بیان

اس کتاب میں "شهادات" کے احکام بیان کیے گئے ہیں' "شهادات"' "شهادت" کی جمع ہے' اور یہ "شهد یشهد" کا مصدر ہے۔

شہادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

شہادت کا معنی ہے: خبر قاطع یعنی ایسی چیز کی خبر دینا جس کا ثبوت اور تحقق یقینی ہو' اور "مشاهدة" کا معنی ہے: معائنہ یعنی اس چیز کی خبر دینا جس کو آنکھ سے دیکھا ہو' اور "شاهد" کا معنی ہے: حاضر یعنی جو واقعہ کی شہادت دے رہا ہے' وہ اس پر حاضر تھا۔

(الصحاح ج ۲ ص ۴۹۴' دار العلم للملایین' بیروت' ۱۳۷۶ھ)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

"شاهد" کا معنی ہے: جو شہادت میں امین ہو' اور جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو' جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو' اس کو شہید کہتے ہیں کیونکہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں یا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کو جنت کی شہادت دیتے ہیں یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو گزشتہ امتوں کے سامنے شہادت دیں گے یا اس لیے کہ وہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہے اور "شاهد" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' جمعہ کے دن' یوم قیامت اور یوم عرفہ کو "مشهود" کہتے ہیں۔

(القاموس ص ۲۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد بن علی میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ' شہادت کا اصطلاحی معنی لکھتے ہیں:

شہادت کا شرعی معنی ہے: قاضی کی مجلس میں لفظ شہادت کے ساتھ آنکھ سے دیکھے ہوئے کسی واقعہ کی خبر دینا' جس سے مدعی کا مدعٰی علیہ پر حق ثابت ہو۔ (کتاب التعریفات ص ۹۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

شہادت کے متعلق احادیث

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بہترین گواہ کی خبر نہ دوں! یہ وہ شخص ہے جو اس سے سوال کرنے سے پہلے شہادت دیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۶۸۳۔ ج ۳۶ ص ۱۶ طبع قدیم' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یعنی یہ وہ شخص ہے کہ صاحبِ حق کو علم نہیں ہوتا کہ اس کے حق کی اس کے پاس شہادت ہے اور یہ شخص اس کے حق کی شہادت دیتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر ان کے بعد وہ لوگ ہوں گے جو از خود شہادت دیں گے اور ان سے شہادت نہیں طلب کی جائے گی۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ۶۴۲۸' صحیح مسلم: ۲۵۳۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۵۷' سنن ترمذی: ۲۲۲۲' سنن نسائی: ۳۸۰۹)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہ کثرت لعنت کرنے والے قیامت کے دن شفاعت کرنے والے ہوں گے نہ گواہی دینے والے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۹۸' سنن ابوداؤد: ۴۹۰۷' مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۸)

١ - بَابُ مَا جَآءَ فِي الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِيْ — گواہوں کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے

اس باب میں نص قرآن سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ گواہوں کا پیش کرنا مدعی پر متعین ہے۔

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ وَّاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۝﴾ (البقرہ: ۲۸۲).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہیے اور جس شخص کو اللہ نے لکھنا سکھایا ہو' اس کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے اور جس شخص پر قرض ہو' لکھوانا اس کی ذمہ داری ہے' اور اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو اس کا رب ہے اور اس (قرض) سے کچھ کم نہ کرے اور اگر مقروض کم عقل ہو یا کم زور ہو یا وہ خود لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی (سرپرست) عدل سے لکھوا دے اور تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنا لو' پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ان کو گواہ بنا لو)' جن کو تم گواہوں سے پسند کرتے ہو کہ ان دو میں سے کوئی ایک (عورت) بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے اور جب گواہوں کو (گواہی کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں' اور (قرض) چھوٹا ہو یا بڑا' اس کی میعاد تک اس (کی دستاویز) کو لکھنے میں تساہل نہ کرو' اللہ کے نزدیک یہ بہت عادلانہ کارروائی ہے اور گواہی دینے کے لیے بہت درست طریقہ ہے اور شکوک و شبہات دور کرنے کے بہت قریب ہے' ہاں! جو تجارتی لین دین تم آپس میں دست بہ دست کرتے ہو' اس کو نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو' اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو' اور اگر تم نے ایسا کیا

تو وہ بے شک تمہارا گناہ ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہےO(البقرہ:۲۸۲)

البقرہ:۲۹۲ سے استدلال کرنے کی توجیہ

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو ثابت کرنے کے لیے کسی حدیث کی روایت نہیں کی اور البقرہ:۲۸۲ اور النساء:۱۳۵ کے ذکر کرنے کو کافی قرار دیا۔

اس آیت سے استدلال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر بغیر گواہوں کے مدعی کا قول کافی ہوتا تو اس کے دعویٰ کو لکھوانے اور اس پر گواہ بنانے کی ضرورت نہ ہوتی اور یہ چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ گواہ پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ قرض کو لکھنے کا حکم ایک حدیث کے خلاف ہے

اس آیت میں فرمایا ہے: اسے (قرض کی مدت کو) لکھ لیا کرو۔ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں لکھنے کا حکم دیا ہے حالانکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اُمّی امت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۹۱۳، صحیح مسلم: ۱۰۸۰، سنن ابوداؤد: ۲۳۱۹، سنن نسائی: ۲۱۳۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ دَین (قرض) بہ حیثیت دَین لکھنے کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے حفظ کرنے کو لوگوں پر آسان کر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بھی محفوظ ہیں اور قرآن مجید کی اس آیت میں عقائد اور فروع کو لکھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس آیت میں خرید و فروخت، رہن اور قرض کے لین دین کے معاملات کو لکھنے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم بھی لوگوں کی آسانی کے لیے بہ طور ارشاد ہے بہ طور وجوب نہیں ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اگر کسی نے لکھ لیا تو وہ مستحسن ہے اور اگر لکھنے کو ترک کر دیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًاO﴾ (النساء:۱۳۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ، خواہ (یہ گواہی) تمہارے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے (فریق معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب، اللہ ان کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے لہٰذا تم خواہش کی پیروی کر کے عدل سے روگردانی نہ کرو، اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہےO(النساء:۱۳۵)

اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ تم عدل کے ساتھ گواہی دو اور عدل کے ساتھ گواہی دینے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کرو، خواہ وہ گواہی تمہارے خلاف کیوں نہ ہو اور اگر گواہی تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہو تو ان کی رعایت نہ کرو بلکہ حق کی رعایت کرو۔

۲ - بَابٌ اِذَا عَدَّلَ رَجُلٌ اَحَدًا فَقَالَ لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا، اَوْ قَالَ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَیْرًا

جب ایک شخص کسی کو نیک قرار دینے کے لیے یہ کہے: ہم اس کے متعلق صرف خیر کو جانتے ہیں، یا کہے: میں صرف خیر کو جانتا ہوں (تو آیا یہ کافی ہے یا نہیں؟)

امام بخاری نے اس عنوان میں یہ نہیں بیان کیا کہ اتنا کہنا تعدیل کے لیے کافی ہے یا نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اس عنوان میں عدل کا ذکر ہے اور یہ تعدیل سے ماخوذ ہے تعدیل کا معنی یہ ہے کہ جب کسی گواہ کا حال معلوم کیا جائے تو کوئی شخص یہ کہے کہ وہ نیک ہے یعنی گواہی دینے کے قابل ہے۔

تعدیل کے کلمات میں مذاہب فقہاء

امام طحاوی نے امام ابو یوسف سے یہ روایت کی ہے کہ جب کسی نے کسی شخص کے متعلق یہ کہہ دیا کہ ہم اس کے متعلق صرف خیر کو جانتے ہیں تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور انہوں نے اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا اختلاف ذکر نہیں کیا اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں ان کے متعلق صرف خیر کا علم ہے۔

امام محمد نے کہا ہے کہ تعدیل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ کہے کہ یہ شخص نیک ہے اور اس کی شہادت جائز ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کا اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ نیک ہے۔

علامہ ابن التین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ جب وہ کسی شخص کی تعدیل اور تحسین کرتے تو وہ یہ کہتے تھے کہ ہمیں اس شخص کے متعلق صرف خیر کا علم ہے۔

ابن القاسم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ تعدیل کے لیے اتنا کہنا کافی نہیں ہے کہ ہمیں اس کے متعلق صرف خیر کا علم ہے بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ میں اس کو نیک گمان کرتا ہوں اور اس کی گواہی پر میں راضی ہوں۔

المزنی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ تعدیل کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ کہے کہ میرے نزدیک یہ نیک ہے خواہ میرے حق میں گواہی دے یا میرے خلاف پھر اگر وہ اس کے باطنی احوال سے واقف ہو تو اس کی گواہی قبول کرے ورنہ نہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۶۳۷ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ثَوْبَانُ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا، حِيْنَ قَالَ لَهَا اَهْلُ الْاِفْكِ مَا قَالُوْا فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَاُسَامَةَ، حِيْنَ اِسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ، يَسْتَامِرُهُمَا فِي فِرَاقِ اَهْلِهٖ، فَاَمَّا اُسَامَةُ فَقَالَ اَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا، وَقَالَتْ بَرِيْرَةُ اِنْ رَاَيْتُ عَلَيْهَا اَمْرًا اَغْمِصُهٗ اَكْثَرَ مِنْ اَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ، تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ اَهْلِهَا، فَتَاْتِي الدَّاجِنُ فَتَاْكُلُهٗ، فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عمر النمیری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثوبان نے حدیث بیان کی اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر ابن المسیب علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبداللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے خبر دی اور ان میں سے بعض کی حدیث دوسروں کی حدیث کی تصدیق کرتی تھی جب (حضرت عائشہ) پر تہمت لگانے والوں نے جو کہا سو کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو بلایا جب آپ پر وحی آنے میں تاخیر ہو گئی تھی تو آپ ان سے اپنی اہلیہ کو جدا کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے تھے پس رہے حضرت اسامہ تو انہوں نے کہا: یہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہمیں ان کے متعلق صرف خیر کا علم ہے اور حضرت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَعْذِرُنَا فِيْ رَجُلٍ بَلَغَنِيْ اَذَاهُ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ اَهْلِيْ اِلَّا خَيْرًا، وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا.

بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے ان کے متعلق کسی ایسی چیز کا علم نہیں جو ان کے لیے باعث عیب ہو تاہم اتنی بات ضروری ہے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں وہ اپنے گھر والوں کا آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس شخص کے متعلق کون معذور قرار دے گا جس نے میرے گھر والوں کے متعلق مجھے اذیت پہنچائی ہے پس اللہ کی قسم! مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق خیر کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں اور انہوں نے (ان کے ساتھ) جس شخص (کے ملوث ہونے) کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی مجھے سوائے خیر کے اور کسی چیز کا علم نہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں تعدیل کے الفاظ کا ذکر ہے۔

۳ - بَابُ شَهَادَةِ الْمُخْتَبِئِ — مخفی کی شہادت

اس باب کے عنوان میں ''مختبی'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چھپا ہوا یعنی جو گواہ گواہی کو ادا کرتے وقت چھپا ہوا ہو اور اس کا حال کسی پر منکشف نہ ہو آیا ایسے شخص کی شہادت جائز ہے یا نہیں؟

وَاَجَازَهُ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ.

اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دی ہے۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہما صغار صحابہ میں سے ہیں ان کے والد بھی صحابی تھے صحیح البخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ پر ہے اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے وہ کہتے تھے کہ مخفی کی شہادت جائز ہے اور اسی طرح خائن اور فاجر کی شہادت بھی جائز ہے۔

قَالَ وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ.

انہوں نے کہا: اسی طرح جھوٹے فاجر کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہما نے کہا: جس طرح مخفی کی شہادت جائز ہے اسی طرح جھوٹے فاجر کے ساتھ بھی کیا جائے گا ان کی اس سے مراد وہ مقروض ہے جو علانیہ قرض کا اعتراف نہ کرے پھر قرض خواہ اس کو کسی جگہ اکیلے میں ملے اور جو اس کے قرض کا اقرار کرتا ہو اس نے اس کو چھپا دیا ہو پھر اگر وہ کسی دوسرے معاملہ میں گواہی دے تو حضرت عمرو بن حریث نے کہا: اس کی گواہی سنی جائے گی۔

امام شافعی کا جدید قول یہی ہے امام مالک امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور قاضی شریح شعبی اور نخعی سے روایت ہے کہ وہ مخفی کی شہادت کو جائز نہیں قرار دیتے تھے انہوں نے کہا کہ جب اس کے خلاف شہادت دی گئی ہو اور اس نے اپنے آپ کو چھپا لیا ہو تو وہ عدل (نیک) نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب اور امام شافعی کا قول قدیم ہے۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ السَّمْعُ شَهَادَةٌ.

اور الشعبی ابن سیرین عطاء اور قتادہ نے کہا: سننا شہادت ہے۔

یعنی جب ایک شخص نے کسی سے کوئی بات سنی اور وہ اس موقع پر حاضر نہیں تھا تو عامر شعبی محمد بن سیرین عطاء بن ابی رباح اور

قتادہ بن دعامہ کے نزدیک اس کی شہادت سنی جائے گی، شعبی کی تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے اور شعبی سے روایت ہے کہ سنی ہوئی بات کی شہادت جائز ہے اسی طرح عبیدہ اور ابراہیم نے کہا کہ سنی ہوئی بات کی شہادت جائز ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے کوئی بات سن رہا ہو اور اس کو دیکھ رہا ہو جس سے بات سنی ہے تو اس کی شہادت دینا جائز ہے خواہ وہ اس موقع پر حاضر نہ ہو۔ (یہ قول امام ابوحنیفہ کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

وَقَالَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ لَمْ يُشْهِدُوْنِيْ عَلٰى شَيْءٍ وَّاِنِّيْ سَمِعْتُ كَذَا وَ كَذَا.

اور حسن بصری کہتے تھے کہ انہوں نے مجھے کسی چیز پر گواہ نہیں بنایا اور میں نے اس طرح اور اس طرح سنا ہے۔

حسن بصری کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

ان تمام تعلیقات کی شرح، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۷۷-۲۷۶ سے ماخوذ ہیں۔

۲۶۳۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْاَنْصَارِيُّ، يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ، حَتّٰى اِذَا دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ، وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ، وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَّهٗ فِيْهَا رَمْرَمَةٌ، اَوْ زَمْزَمَةٌ، فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ، فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ اَيْ صَافِ هٰذَا مُحَمَّدٌ، فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری وہ کہتے ہیں کہ سالم نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابی بن کعب انصاری گئے اور وہ کھجور کے اس درخت کا قصد کر رہے تھے، جس میں ابن صیاد تھا، حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے تنوں کی آڑ میں چھپ کر چلنے لگے اور آپ یہ چاہتے تھے کہ اس سے پہلے کہ ابن صیاد آپ کو دیکھے، آپ ابن صیاد کی کوئی بات سن لیں اور اس وقت ابن صیاد ایک چادر میں زمین پر لیٹا ہوا تھا اور کچھ گنگنا رہا تھا، تو ابن صیاد کی ماں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا کہ آپ کھجور کے درختوں کے تنوں کی آڑ میں چھپتے ہوئے آ رہے ہیں تو اس نے ابن صیاد سے کہا: اے صاف! یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں، تو ابن صیاد گنگنانے سے رک گیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ اس کو اپنے حال پر رہنے دیتی تو اس کا معاملہ کھل جاتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۵۵ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے چھپ کر اس کی باتیں سن رہے تھے، اگر آپ اس کی باتیں سن کر بیان فرماتے تو یہ چھپے ہوئے شخص کی شہادت ہوتی۔

فقہاء احناف اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ خبر ہوتی، شہادت نہ ہوتی۔

۲۶۳۹ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتِ امْرَاَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں انہوں نے کہا: میں (حضرت)

فَطَلَّقَنِیْ فَابَتَّ طَلَاقِیْ، فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَیْرِ، اِنَّمَا مَعَهٗ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ، فَقَالَ اَتُرِیْدِیْنَ اَنْ تَرْجِعِیْ اِلٰی رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتّٰی تَذُوْقِیْ عُسَیْلَتَهٗ وَیَذُوْقَ عُسَیْلَتَكِ. وَاَبُوْ بَکْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهٗ، وَخَالِدُ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ یَنْتَظِرُ اَنْ یُّؤْذَنَ لَهٗ، فَقَالَ یَا اَبَا بَکْرٍ اَلَا تَسْمَعُ اِلٰی هٰذِهٖ مَا تَجْهَرُ بِهٖ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟[اطراف الحدیث:۵۲۶۰-۵۲۶۱-۵۲۶۵-۵۳۱۷-۵۷۹۲-۵۸۲۵-۶۰۸۴] (صحیح مسلم:۱۴۳۳، الرقم المسلسل:۳۴۱۶، سنن ترمذی:۱۱۲۱، سنن ابن ماجہ:۱۹۳۲)

رِفاعہ کے پاس تھی، انہوں نے مجھے طلاق دے دی، پس انہوں نے میری طلاق کو مغلظ کر دیا، پھر میں نے حضرت عبدالرحمان بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اور ان کے پاس صرف کپڑے کے پلّو کی طرح تھا، آپ نے فرمایا: کیا تم رِفاعہ کی طرف لوٹ کر جانا چاہتی ہو، نہیں! (تم نہیں لوٹ سکتیں) حتیٰ کہ تم اس کی مٹھاس چکھ لو اور وہ تمہاری مٹھاس چکھ لے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے ہوئے تھے، اور حضرت خالد بن سعید بن العاص دروازہ پر منتظر تھے کہ ان کو اجازت دی جائے، انہوں نے کہا: اے ابوبکر! کیا آپ اس عورت کی بات نہیں سن رہے تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کس طرح بلند آواز سے بات کر رہی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت خالد بن سعید دروازہ کے پار سے اس عورت کی باتیں سن رہے تھے اور انہوں نے اپنی سماعت پر اعتماد کرتے ہوئے اس عورت کی تیز زبان پر اعتراض کیا اور وہ بہ منزلہ مخفی تھے گویا ایک مخفی شخص نے بات سن کر اس کی گواہی دی، فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خبر دی تھی، شہادت نہیں دی تھی۔

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے سند جید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الغمیصاء یا الرمیصاء نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر شکایت کرنے لگی کہ اس کا خاوند اس سے جماع کرنے پر قادر نہیں ہے، پھر تھوڑی دیر میں اس کے خاوند بھی آ گئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ جھوٹی ہے، انہوں نے کہا: وہ اس سے مقاربت کرتے ہیں لیکن یہ اپنے پہلے خاوند کی طرف لوٹ کر جانا چاہتی ہے، آپ نے فرمایا: یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے حتیٰ کہ یہ اس کی (یعنی حضرت عبدالرحمان بن الزبیر) کی مٹھاس چکھ لے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد اس سے رجوع کرنا چاہے تو یہ ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور وہ اس کے ساتھ دخول کرے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ پہلے شوہر کے لیے اس عورت کے حلال ہونے کی شرط ہے، اس مسئلہ میں صرف سعید بن المسیب، خوارج، شیعہ، داؤد ظاہری اور بشر مریسی نے خلاف کیا ہے اور ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور اس میں دخول شرط ہے، انزال شرط نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۱-۲۷۹ ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

غیر مقلد علماء کا افتراء اور حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے میں فقہاء احناف کا مؤقف

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد دراز لکھتے ہیں:

فرضی حلالہ کرنے والوں پر لعنت آئی ہے جیسا کہ فقہاء حنفیہ کے ہاں رواج ہے کہ وہ تین طلاق والی عورت کو فرضی حلالہ کرانے کا فتویٰ دیا کرتے ہیں جو باعث لعنت ہے۔ (ترجمہ وتشریح صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۲۴-۱۲۳، مکتبہ قدوسیہ لاہور)

یہ غیر مقلدین کا افتراء اور بہتان ہے اور دروغ بے فروغ ہے، اگر یہ لوگ سچے ہیں تو کسی حنفی فقیہ کے حوالے سے بتائیں کہ فلاں

حنفی فقیہ نے تین طلاقوں والی عورت کو فرضی حلالہ کرانے کا فتویٰ دیا ہے' اس کے برعکس حنفی فقہاء نے تو حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے استفسار کیا گیا:

مسئلہ ۱۸۸: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرط کے یعنی اس قصد سے کہ بعد چند روز کے طلاق دے دے تا کہ زوج سابق کے واسطے بعد عدت گزارنے کے حلال ہو جائے' جائز ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز' شرط تو یہ ہے کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگالے یہ ناجائز و گناہ ہے اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے اور قصد یہ کہ دل میں اس کا ارادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے تو یہ جائز ہے بلکہ اس پر اجر کی اُمید ہے۔ درمختار میں ہے:

حلالہ کی شرط پر نکاح کہ میں اس شرط پر تجھ سے نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق دے کر حلال کر دوں گا' دوسرے شخص کا نکاح مکروہ تحریمہ ہے لیکن دونوں نے اگر دل میں حلالہ کی نیت کی تو مکروہ نہیں' اس صورت میں دوسرا شخص اصلاح کی غرض سے نکاح کرنے پر اجر کا مستحق ہوگا۔ مختصراً (درمختار' باب الرجعۃ ج اص ۲۴۱' مطبع مجتبائی' دہلی) (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۴۰۹' رضا فاؤنڈیشن' لاہور)

٤ - بَابٌ اِذَا شَهِدَ شَاهِدٌ' اَوْ شُهُوْدٌ بِشَیْءٍ' فَقَالَ اٰخَرُوْنَ مَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ' يُحْكَمُ بِقَوْلِ مَنْ شَهِدَ

جب ایک گواہ یا متعدد گواہ کسی چیز کی گواہی دیں اور دوسرے لوگ کہیں: ہمیں اس کا علم نہیں' تو جو گواہی دے گا اس کے مطابق فیصلہ ہوگا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اثبات' نفی سے اولیٰ ہے اور جب گواہ کسی چیز کا اثبات کر رہے ہوں تو ان کی گواہی پر فیصلہ کیا جائے گا۔

قَالَ الْحُمَيْدِيُّ هٰذَا كَمَا اَخْبَرَ بِلَالٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي الْكَعْبَةِ. وَقَالَ الْفَضْلُ لَمْ يُصَلِّ' فَاَخَذَ النَّاسُ بِشَهَادَةِ بِلَالٍ.

الحمیدی نے کہا: یہ اس طرح ہے جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے اور حضرت الفضل نے کہا: نماز نہیں پڑھی تو لوگوں نے حضرت بلال کی شہادت پر عمل کیا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۱۴۸۳ میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت بلال نے خبر دی تھی' شہادت نہیں دی تھی۔

(سعیدی غفرلہٗ)

كَذٰلِكَ اِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ اَنَّ لِفُلَانٍ عَلٰى فُلَانٍ اَلْفَ دِرْهَمٍ' وَشَهِدَ اٰخَرَانِ بِاَلْفٍ وَّخَمْسِ مِائَةٍ' يُقْضٰى بِالزِّيَادَةِ.

اسی طرح اگر دو گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں شخص کے فلاں کے اوپر ایک ہزار درہم ہیں اور دوسرے دو گواہ یہ گواہی دیں کہ اس پر ایک ہزار پانچ سو درہم ہیں تو زیادہ درہم کا فیصلہ کیا جائے گا۔

امام بخاری نے حضرت بلال کی خبر کے اوپر اس جزئیہ کو متفرع کیا ہے۔

۲٦٤٠ - **حَدَّثَنَا** حَبَّانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ مُلَیْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِیْ اِهَابِ بْنِ عَزِیْزٍ، فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِیْ تَزَوَّجَ، فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ، فَاَرْسَلَ اِلٰی اٰلِ اَبِیْ اِهَابٍ یَسْاَلُهُمْ، فَقَالُوْا مَا عَلِمْنَا اَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا، فَرَكِبَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ فَسَاَلَهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَیْفَ وَقَدْ قِیْلَ، فَفَارَقَهَا وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَیْرَهٗ.

بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا' پس ان کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے کہا: میں نے عقبہ کو اور جس سے اس نے نکاح کیا ہے' ان دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ حضرت عقبہ نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے مجھے خبر دی تھی' پھر انہوں نے آل ابواہاب کی طرف کسی کو بھیجا کہ وہ ان سے اس کے متعلق سوال کرے' انہوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ اس نے ہماری لڑکی کو دودھ پلایا ہے' پھر حضرت عقبہ سوار ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچے' پھر آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (تم) کیسے (اس کو نکاح میں رکھو گے) (حالانکہ اس کے متعلق یہ بات) کہی گئی ہے' تو حضرت عقبہ اس عورت سے جدا ہو گئے اور اس عورت نے ان کے سوا کسی اور شخص سے نکاح کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح نہیں ہے' تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عورت نے رضاعت کے اثبات کی خبر دی اور حضرت عقبہ نے نفی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ طور استحباب اثبات کی خبر کو ترجیح دی۔

۵ - بَابُ الشُّهَدَآءِ الْعُدُوْلِ — گواہوں کا عادل ہونا

عادل کی تعریف میں متعدد اقوال

اس باب میں گواہوں کے عادل ہونے کا ذکر ہے' عادل سے مراد وہ شخص ہے جس سے خیر کا ظہور ہو' ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس میں کوئی مشکوک بات نہ ہو' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ امام احمد اور اسحاق کا مذہب ہے' ابراہیم سے ایک روایت یہ ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس کا پیٹ اور اس کی شرم گاہ حرام میں ملوث نہ ہو' شعبی نے کہا: جب تک مسلمان پر حد نہ لگی ہو یا اس کے دین میں کسی بدعقیدگی کا علم نہ ہو اس کی شہادت جائز ہے' حسن بصری کہتے تھے کہ جو شخص نماز پڑھتا ہو' اس کی شہادت جائز ہے سوا اس کے کہ اس کا مخالف اس میں کوئی شرعی عیب ثابت کرے' ابوعبید نے کتاب القضاء میں لکھا ہے کہ جس شخص نے اللہ کے کسی حکم کو ضائع کیا ہو یا اللہ کے منع کیے ہوئے کام کا ارتکاب کیا ہو' وہ عادل نہیں ہے۔ امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی سے منقول ہے کہ جس کی اطاعت اس کی معصیت سے زیادہ ہو اور اس میں غالب خیر (نیکی) ہو وہ عادل ہے' امام شافعی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس نے کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جس پر حد واجب ہو یا حد کے مشابہ کوئی کام نہ کیا ہو تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی کیونکہ کوئی شخص بھی گناہ سے خالی نہیں ہوتا اور جو شخص علانیہ معصیت کرتا ہو اور وہ اگر جھوٹ بولتا ہو' اس کی شہادت جائز نہیں ہے' داؤدی نے کہا ہے کہ جو شخص فرائض پابندی سے ادا کرتا ہو اور کسی نیک کام کا مخالف نہ ہو اور باطل کاموں میں زیادہ مشغول نہ رہتا ہو اور اس کی حدیث پر تہمت نہ ہو اور اس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کسی گناہ کبیرہ پر اصرار (یعنی اس پر مسلسل عمل کرنا اور توبہ نہ کرنا) کیا ہے اور اس کی سیرت کا

سفر میں امتحان لیا گیا ہو تو اس کی شہادت جائز ہے' اہل عراق نے کہا ہے کہ اسلام میں جو عدالت مطلوب ہے' وہ یہ ہے کہ اس میں کوئی فسق ظاہر نہ ہو' امام شافعی نے الرسالۃ میں لکھا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہو وہ عادل ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ عادل نہیں ہے' ابوثور نے کہا ہے کہ جس کے اکثر کام خیر ہوں' اس کے دین میں کوئی بدعقیدگی نہ ہو اور وہ گناہ پر اصرار نہ کرتا ہو خواہ وہ صغیرہ گناہ ہو وہ شخص عادل ہے اور جو شخص گناہ پر قائم رہتا ہے خواہ وہ صغیرہ گناہ ہو' اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ عادل کی یہ تمام تعریفیں صحیح ہیں' ان سب تعریفوں کا مآل واحد ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ شخص علانیہ فسق کا مرتکب نہ ہو اور اس کی خیر اس کے شر پر غالب ہو تو وہ شخص عادل ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ (الطلاق:۲).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنا لو۔ (الطلاق:۲)

وَ ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ (البقرہ:۲۸۲).

اور جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو۔ (البقرہ:۲۸۲)

۲٦٤١ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنَّ اُنَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ، وَاِنَّمَا نَاْخُذُكُمُ الْاٰنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا اَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ، وَلَيْسَ اِلَيْنَا مِنْ سَرِيْرَتِهٖ شَيْءٌ، اَللّٰهُ يُحَاسِبُهُ فِيْ سَرِيْرَتِهٖ، وَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَاْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ، وَاِنْ قَالَ اِنَّ سَرِيْرَتَهٗ حَسَنَةٌ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عتبہ نے کہا کہ میں نے سنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وحی کے ذریعہ لوگوں کا مواخذہ کیا جاتا تھا اور بے شک اب وحی منقطع ہو چکی ہے اور اب ہم تمہارا مواخذہ تمہارے ظاہر اعمال کے سبب سے کریں گے' پس جس نے ہمارے لیے نیک عمل کو ظاہر کیا' ہم اس کو امان میں رکھیں گے اور اس کو اپنا مقرب کریں گے اور اس کے باطن کی کوئی چیز ہماری طرف مُفوّض نہیں ہے' اس کے باطن کا اللہ حساب کرے گا' اور جس نے ہمارے سامنے کسی بُرے کام کو ظاہر کیا' ہم اس کو امان میں نہیں رکھیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے خواہ وہ یہ کہے کہ اس کے باطن میں نیکی ہے۔

منافقین کا تعین صرف عہد رسالت میں ہو سکتا تھا اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وحی سے مواخذہ کیا جاتا تھا۔

یعنی بعض اوقات وحی کے ذریعہ لوگوں کے احوال منکشف ہو جاتے تھے' جیسے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھتیس منافقوں کو نام لے لے کر مسجد سے نکال دیا' آپ فرماتے! اے فلاں! مسجد سے نکل جاؤ کیونکہ تم منافق ہو۔

(المعجم الاوسط:۷۹۶- ج ۱ ص ۲۴۲' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳)

ہم اس کو امان میں رکھیں گے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم اس کو امین قرار دیں گے۔

اور ہم اس کو اپنا مقرب کریں گے یعنی اس کی تعظیم اور تکریم کریں گے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس سے خیر اور نیکی کا ظہور ہو اس کی شہادت کو قبول کرنا واجب ہے پہلے زمانہ میں خیر کا غلبہ تھا اور زیادہ تر لوگ عادل تھے پھر بہ تدریج شر بڑھنے لگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ تَعْدِيلِ كَمْ يَجُوزُ (کم از کم) کتنے آدمیوں کی تعدیل جائز ہے؟

جرح اور تعدیل میں مذاہب فقہاء

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو نیک اور شہادت کے قابل بنانے کے لیے کتنے آدمیوں کی تعدیل کی ضرورت ہے تعدیل کے لیے کوئی عدد معین ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اسی لیے امام بخاری نے عنوان میں عدد کی تصریح نہیں کی امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں دو آدمیوں سے کم کو قبول نہیں کیا جائے گا امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں ایک آدمی بھی کافی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ جرح اور تعدیل میں ایک آدمی کا قول بھی کافی ہے اور امام محمد بن الحسن امام شافعی کے ساتھ ہیں۔

اس پر اتفاق ہے کہ اگر دو آدمی کسی کو عادل قرار دیں اور ایک اس پر جرح کرے تو تعدیل کرنے والے اولیٰ ہیں اور اگر ایک آدمی مقبول ہوتا تو ایک دوسرے کی تعدیل ایک آدمی کی جرح کے ساتھ صحیح نہ ہوتی۔

اور اس پر اتفاق ہے کہ اگر جرح اور تعدیل مساوی ہوں تو تعدیل کے مقابلہ میں جرح پر عمل کرنا چاہیے یہ المدونہ میں امام مالک کا قول ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جرح باطن ہے اور تعدیل علم ظاہر ہے اور جارح معدل کی تصدیق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے اس کا جو حال بیان کیا ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں لیکن میں اس کا وہ حال بیان کر رہا ہوں جو تم نہیں جانتے اس وجہ سے جرح تعدیل پر راجح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۲۳-۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ تعدیل جرح پر مقدم ہے اور یہی صحیح ہے۔

٢٦٤٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، أَوْ قَالَ غَيْرَ ذٰلِكَ، فَقَالَ وَجَبَتْ. فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قُلْتَ لِهٰذَا وَجَبَتْ وَلِهٰذَا وَجَبَتْ؟ قَالَ شَهَادَةُ الْقَوْمِ، الْمُؤْمِنُونَ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی تو آپ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی پھر دوسرا جنازہ گزرا پس لوگوں نے اس کی برائی بیان کی یا اس کے سوا کوئی بات کہی تو آپ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی پس کہا گیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کے لیے بھی کہا: واجب ہوگئی اور اس کے لیے بھی کہا: واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: مؤمن لوگوں کی گواہی (اللہ کے نزدیک مقبول ہے) یہ زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۶۷ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں ''المؤمنون'' کا لفظ ہے اور یہ جمع کا صیغہ ہے اور اس پر الف لام داخل ہے اور جب جمع کے صیغہ پر الف لام داخل ہو تو اس سے جمع کا معنی باطل ہو جاتا ہے اور جنس کا معنی مراد ہوتا ہے اور یہ ایک مؤمن کو بھی شامل ہے' خلاصہ یہ ہے کہ ایک مؤمن کی بھی شہادت مقبول ہے اور اس سے امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶۴۳ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ، وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ، وَهُمْ يَمُوْتُوْنَ مَوْتًا ذَرِيعًا، فَجَلَسْتُ إِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى فَأُثْنِيَ خَيْرًا فَقَالَ وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ شَرًّا، فَقَالَ وَجَبَتْ، فَقُلْتُ مَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ. قُلْنَا وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ وَثَلَاثَةٌ. قُلْنَا وَاثْنَانِ؟ قَالَ وَاثْنَانِ. ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از ابی الاسود' انہوں نے بیان کیا: میں مدینہ میں آیا (ان دنوں) وہاں مرض (پھیلا ہوا) تھا اور لوگ بہت تیزی سے مر رہے تھے' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' سو ایک جنازہ گزرا تو اس کی تعریف کی گئی تو حضرت عمر نے کہا: یہ واجب ہو گئی' پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی بھی تعریف کی گئی تو حضرت عمر نے کہا: یہ واجب ہو گئی' پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا' اس کی برائی بیان کی گئی' پس حضرت عمر نے کہا: یہ واجب ہو گئی' میں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا واجب ہو گئی؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا' (آپ نے فرمایا:) جس مسلمان کے لیے چار آدمی بھی نیکی کی گواہی دیں' اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا' ہم نے پوچھا: اور تین؟ تو آپ نے فرمایا: اور تین' ہم نے پوچھا: اور دو؟ تو آپ نے فرمایا: اور دو' پھر ہم نے ایک کے متعلق آپ سے سوال نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۶۸ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اسی طرح مطابقت ہے جس طرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْأَنْسَابِ، وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيضِ، وَالْمَوْتِ الْقَدِيمِ

نسب اور مشہور رضاعت پر اور پرانی موت پر گواہی

اس باب کا معنی یہ ہے کہ جو نسب صحیح ہو اور رضاع مشہور ہو اور پرانی موت ہو اور یہ چیزیں شہرت سے معلوم ہوں اور ان میں کوئی شک اور شبہ نہ ہو تو ان کی معرفت کے لیے گواہوں کے عدد کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں جو لوگوں کو ان کی رضاعت' حریت اور نسب معلوم تھا' زمانۂ اسلام میں بھی وہی برقرار رہا۔

امام مالک' امام شافعی اور فقہاء کوفہ کے نزدیک نسب' پرانی موت اور نکاح جو سنا ہوا مشہور ہو' اس کی شہادت دینا جائز ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ نکاح کے متعلق سن کر شہادت دینا جائز ہے اور طلاق میں جائز نہیں ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک گھر کی ملکیت کے متعلق سن کر شہادت دینا جائز ہے' امام شافعی نے کپڑوں کا بھی اضافہ کیا ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْضَعَتْنِی وَاَبَا سَلَمَةَ ثُوَیْبَةُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔

یہ تعلیق مکمل حدیث کا ایک قطعہ ہے' یہ مکمل حدیث' صحیح البخاری: ۵۱۰۱ میں ہے۔

وَالتَّثَبُّتِ فِیْهِ.

اور رضاعت کا صحیح ثبوت ہو۔

امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ جب تک رضاعت کا صحیح ثبوت نہ ہو' اس کی گواہی نہ دی جائے' اور اس باب کے عنوان سے امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ نسب' رضاعت اور پرانی موت کے واقعات کو آنکھ سے دیکھنا ضروری نہیں ہے اور ان چیزوں کی صرف بر بناء شہرت گواہی دینا جائز ہے اور پرانی موت سے ان کی مراد یہ ہے کہ جس شخص کی موت کو چالیس' پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۹۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲۶۴۴ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا الْحَکَمُ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَیْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتِ اسْتَاْذَنَ عَلَیَّ اَفْلَحُ فَلَمْ اٰذَنْ لَهٗ، فَقَالَ اَتَحْتَجِبِیْنَ مِنِّیْ وَاَنَا عَمُّكِ؟ فَقُلْتُ. وَکَیْفَ ذٰلِكَ؟ قَالَ اَرْضَعَتْكِ امْرَاَةُ اَخِیْ بِلَبَنِ اَخِیْ. فَقَالَتْ سَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَ اَفْلَحُ، اِئْذَنِیْ لَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۹۶-۵۱۰۳-۵۱۱۱-۵۲۳۹-۶۱۵۶] (صحیح مسلم: ۱۴۴۵' الرقم المسلسل: ۳۴۶۲' سنن نسائی: ۳۳۱۴' سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۸' سنن ترمذی: ۱۱۵۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حکم نے خبر دی از عراک بن مالک از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے حضرت افلح نے (گھر میں آنے کی) اجازت طلب کی تو میں نے ان کو اجازت نہیں دی' انہوں نے پوچھا: کیا آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا (رضاعی) چچا ہوں؟ میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میرے بھائی کی بیوی نے آپ کو میرے بھائی ہی کا دودھ پلایا تھا' حضرت عائشہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: افلح نے سچ کہا ہے' تم اس کو (آنے کی) اجازت دے دو۔

غیر محرم کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رضاعی چچا محرم ہوتا ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو شخص عورت کا محرم نہ ہو' اس کو گھر میں آنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اس سے پردہ کرے' آیت حجاب نازل ہونے کے بعد اس پر اجماع ہے' بعض احادیث میں جو عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کا ذکر ہے' وہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

حضرت افلح' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا تھے' اس کے باوجود انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گھر میں داخل ہونے کی

اجازت طلب کی' اس سے معلوم ہوا کہ محرم کو بھی اجازت لے کر گھر میں آنا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ عورت گھر میں ایسے حال میں ہو کہ محرم کا اس حال میں عورت کو دیکھنا جائز نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲٦٤٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بِنْتِ حَمْزَةَ لَا تَحِلُّ لِيْ، يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ، هِيَ بِنْتُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ. [طرف الحدیث: ۵۱۰۰] (صحیح مسلم: ۱۴۴۷' الرقم المسلسل: ۳۴۷۳' سنن نسائی: ۳۳۰۲' سنن نسائی: ۱۹۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے متعلق فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں ہے' جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت (دودھ کے رشتوں) سے بھی حرام ہو جاتے ہیں اور وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں رضاعت کے حکم کا ذکر ہے۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم تھے اور رضاعی بھائی تھے' حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کو دودھ پلایا تھا' یہ ابولہب کی باندی تھیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال زیادہ تھی' یہ غزوۂ بدر کے بعد غزوۂ اُحد میں بھی حاضر ہوئے اور نصف شوال ۳ھ کو وہیں شہید ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۰)

۲٦٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا، وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ، قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أُرَاهُ فُلَانًا، لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ، قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرَاهُ فُلَانًا. لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ، إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۰۵-۵۰۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن ابی بکر از عمرہ بنت عبد الرحمٰن کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تھے' انہوں نے ایک آدمی کی آواز سنی جو حضرت حفصہ کے گھر میں اجازت طلب کر رہا تھا' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرا گمان ہے کہ یہ حضرت حفصہ کا رضاعی چچا ہے' پھر حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص آپ کے گھر میں آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے' حضرت عائشہ نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا گمان ہے یہ فلاں شخص ہے جو (حضرت) حفصہ کا رضاعی چچا ہے' پس حضرت عائشہ نے کہا: اگر فلاں شخص زندہ ہوتا جو اُن کا رضاعی چچا تھا تو وہ میرے پاس داخل ہوتا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! بے شک رضاعت ان چیزوں کو حرام کر دیتی ہے جن کو ولادت حرام کر دیتی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۴۴، الرقم المسلسل: ۳۴۵۹، سنن نسائی: ۲۳۱۰)

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں رضاعت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی تھیں۔

۲٦٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ اَشْعَثَ بْنِ اَبِى الشَّعْثَاءِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عِنْدِى رَجُلٌ، قَالَ يَا عَائِشَةُ مَنْ هٰذَا؟ قُلْتُ اَخِى مِنَ الرَّضَاعَةِ، قَالَ يَا عَائِشَةُ، اُنْظُرْنَ مَنْ اِخْوَانُكُنَّ، فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ . تَابَعَهُ ابْنُ مَهْدِيّ، عَنْ سُفْيَانَ. [طرف الحدیث: ۵۱۰۲] (صحیح مسلم: ۱۴۵۵، الرقم المسلسل: ۳۴۹۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۸، سنن نسائی: ۳۳۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اشعث بن ابی الشعثاء از والد خود از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس ایک مرد تھا، آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے بتایا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اپنے رضاعی بھائیوں کی اچھی طرح چھان بین کر لیا کرو کیونکہ رضاعت وہی معتبر ہوتی ہے جو بھوک سے ہو یعنی مدتِ رضاعت میں ہو۔ اس حدیث کی روایت میں ابن مہدی نے محمد بن کثیر کی متابعت کی ہے از سفیان۔

بھوک سے رضاعت ثابت ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رضاعت وہی معتبر ہوتی ہے، جو بھوک سے ہو۔

یعنی ہر وہ شخص جو کسی کی ماں کا دودھ پی لے، وہ رضاعی بھائی نہیں ہوتا بلکہ شرط یہ ہے کہ اس کا دودھ پینا بھوک کی وجہ سے ہو، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ رضاعت جس سے حرمت ثابت ہوتی ہے، یہ اس وقت ہوتی ہے جب دودھ پینے والا کم سن بچہ ہو اور دودھ پینے سے اس کی بھوک مٹتی ہو، اور جو بالغ ہونے کے بعد دودھ پیتا ہے، اس کی دودھ پینے سے بھوک نہیں مٹتی، وہ صرف روٹی کھانے سے سیر ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ایک چسکی یا دو چسکیاں بھوک کو نہیں مٹاتیں، اسی طرح دو سال کے بعد دودھ پینا بھی، اس سے رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب دو سال کے دوران اتنا دودھ پیا جائے جس سے بھوک مٹ جائے اور وہ پانچ چسکیوں کا اندازہ ہے، اس لیے رضاعت کے ثبوت میں عمر اور دودھ کی مقدار دونوں کا اعتبار ضروری ہے۔

رضاعت کے ثبوت میں دودھ کی مقدار اور پینے والے کی عمر کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ دودھ کی مقدار اور پینے والے کی عمر کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ رہی مقدار تو امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ پانچ چسکیوں سے کم میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی، امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کا ایک قول تین چسکیوں کا ہے، اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ ایک چسکی سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، صحابہ میں سے حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے عطاء، طاؤس، سعید بن المسیب، الحسن البصری، مکحول، زہری، قتادہ، حکم، حماد اور ائمہ مجتہدین میں سے امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔

پانچ چسکیوں سے حرمت رضاعت کے ثبوت میں امام شافعی کے دلائل

امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ دس معین چسکیاں حرمت کو ثابت کرتی ہیں' پھر یہ آیت پانچ معین چسکیوں سے منسوخ ہوگئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہوگئے اور یہ آیت قرآن مجید میں پڑھی جاتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۴۵۲' الرقم المسلسل: ۳۴۸۷' سنن ابوداؤد: ۲۰۶۲' سنن ترمذی: ۱۱۵۳' سنن نسائی: ۳۳۰۴' سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۴)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے یہ حدیث بھی مروی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک چسکی اور دو چسکیاں حرام نہیں کرتیں۔

(صحیح مسلم: ۱۴۵۰' الرقم المسلسل: ۳۴۸۰' سنن ابوداؤد: ۲۰۶۳' سنن ترمذی: ۱۱۵۳' سنن نسائی: ۳۳۱۰' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۲)

مطلقاً دودھ پینے سے حرمت رضاعت کے ثبوت میں امام ابوحنیفہ کے دلائل

اور امام شافعی کے دلائل کے جوابات

امام ابوحنیفہ کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ. (النساء: ۲۳) اور (تم پر حرام کی گئی ہیں) تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں دودھ کی چسکیوں کا عدد ذکر نہیں ہے اور اس آیت میں مطلقاً دودھ پلانے کی وجہ سے دودھ پلانے والی کو دودھ پینے والے پر حرام قرار دیا ہے اور اگر اس آیت کو پانچ چسکیوں کے ساتھ مقید کیا جائے تو یہ خبر واحد سے قرآن مجید میں اضافہ ہے اور قرآن کریم کے اطلاق کو منسوخ کرنا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح درج ذیل احادیث کے اطلاق کو بھی منسوخ کرنا ہے:

یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب. رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۶۴۵)

ان الرضاعۃ تحرم ما یحرم من الولادۃ. رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۶۴۶)

اور امام شافعی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' وہ منسوخ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلے ایک چسکی اور دو چسکیوں سے حرمت نہیں ہوتی تھی' لیکن اب ایک چسکی بھی حرام کر دیتی ہے۔ سو حضرت ابن عباس نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے' ان کے اس قول کو امام ابوبکر رازی نے نقل کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ کی تائید میں اور امام شافعی کے ردّ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ خبر واحد سے قرآن ثابت نہیں ہوتا یعنی حضرت عائشہ سے جو حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ آیت اس طرح پڑھی جاتی تھی کہ پانچ چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

یہ حدیث خبر واحد ہے اور قرآن مجید کی آیت خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتی' لہٰذا جب یہ آیت ثابت نہیں ہوئی تو پانچ چسکیوں سے حرمت بھی ثابت نہیں ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مدتِ رضاعت میں امام ابوحنیفہ اور جمہور کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث مضطربہ ہیں' لہٰذا ان کو ترک کرنا واجب ہے اور کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے' اس لیے کہ یہ حدیث ایک مرتبہ ابن زید سے مروی ہے' ایک مرتبہ حضرت عائشہ سے' اور ایک مرتبہ ابن زید کے والد سے اور اس کی مثل ساقط ہو جاتی ہے' رہی رضاعت کی مدت تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ اڑھائی سال ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے اور یہی امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے اور امام زفر کے نزدیک تین سال ہے' اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں ہے کیونکہ نصوص میں اطلاق ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل درج ذیل آیت ہے:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ. (البقرۃ:۲۳۳)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں' یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہے۔

اور یہ آیت ہے:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا. (الاحقاف:۱۵)

اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا۔

کم سے کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے' تو دودھ چھڑانے کی مدت دو سال بچی۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل درج ذیل آیت ہے:

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا. (البقرۃ:۲۳۳)

پھر اگر ماں باپ باہمی مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ آیت اس آیت کے بعد ہے کہ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو سال کے بعد بھی دودھ پلانے کی گنجائش ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یک لخت دودھ کا چھڑانا ممکن نہیں ہے' تا کہ اس مدت میں بچہ دودھ کے ساتھ دوسری غذا کھانے کا عادی ہو جائے اور اس کی غذا کبھی دودھ ہو اور کبھی دوسرا طعام ہو اور عادۃً اس کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے' جیسے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۴۔ ۲۹۳)

میں کہتا ہوں کہ مدتِ رضاعت کے بیان میں علامہ ابن بطال کی یہ بہت عمدہ تقریر ہے جس کو علامہ عینی نے یہاں نقل کیا ہے' لیکن یہ تقریر مجھے صرف علامہ عینی کی عبارت میں ملی ہے' شرح ابن بطال میں مجھے اس مقام پر یہ عبارت نہیں ملی۔

صدر الشریعۃ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ ھ لکھتے ہیں:

بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے' اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۷ ص ۱۹' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

الاحقاف: ۱۵ کی تفسیر میں ہم نے اس کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۸۱۔

۸ - بَابُ شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِي

تہمت لگانے والے' چوری کرنے والے اور زنا کرنے والے کی گواہی

اس باب میں امام بخاری نے تہمت لگانے والے' چوری کرنے والے اور زنا کرنے والے کی گواہی کا حکم بیان کیا ہے' امام

بخاری نے ازخود اس حکم کی تصریح نہیں کی کیونکہ اس کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ○اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا﴾ (النور: ٤-٥).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں○ سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں۔ (النور: ۵-۴)

امام بخاری نے ان دونوں آیتوں کے بعض حصے بیان کیے ہیں' ہم اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے یہ مکمل آیتیں لکھ رہے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (النور: ۵-۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں' پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو تم ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو' اور یہی لوگ فاسق ہیں○ سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے○

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

النور: ۵ میں فرمایا ہے: سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں۔

کیونکہ توبہ کرنے سے پہلے گناہ مٹ جاتے ہیں' لہٰذا توبہ کرنے والا فاسق نہیں ہوگا' رہی اس کی شہادت تو فقہاء احناف کے نزدیک اس کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ تہمت لگانے والے کی شہادت کو مسترد کرنا اس کی حد کا تتمہ ہے اور اس کی شہادت کو مسترد کرنا' اس کی حد کا جز ہے یعنی اس کی پوری حد اس کو اسّی کوڑے لگانا اور اس کی شہادت کو مسترد کرنا ہے۔

النور: ۴ میں فرمایا ہے: یہی لوگ فاسق ہیں۔ یہ جملہ خبریہ ہے' اس میں حکام سے خطاب نہیں ہے' اور اس سے پہلا جملہ جس میں فرمایا ہے: تم ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو' یہ جملہ انشائیہ ہے اور اس میں حکام سے خطاب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جب تہمت لگانے والا توبہ کرلے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک پھر بھی اس کی شہادت مسترد کی جائے گی۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک توبہ کرنے کے بعد وہ نیکوں اور متقین میں سے ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اس پر اتنا زمانہ گزرنا ضروری ہے کہ اس کی نیکی اور پرہیزگاری ثابت ہو جائے اور اس کے لیے انہوں نے ایک سال کی مدت مقرر کی ہے۔

وَجَلَدَ عُمَرُ اَبَا بَكْرَةَ وَشِبْلَ بْنَ مَعْبَدٍ وَنَافِعًا بِقَذْفِ الْمُغِيْرَةِ، ثُمَّ اسْتَتَابَهُمْ، وَقَالَ مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهُ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' شبل بن معبد اور نافع کو حضرت مغیرہ بن شعبہ پر تہمت لگانے کی وجہ سے (اسّی) کوڑے مارے' پھر ان سے توبہ طلب کی اور فرمایا: جس نے توبہ کرلی' اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ان کا قصہ متعدد اسانید سے روایت کیا گیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے گورنر مقرر تھے' حضرت ابوبکرہ' شبل بن معبد' نافع (حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے اخیافی بھائی) اور زیاد بن سفیان نے ان پر زنا کی تہمت لگائی' وہ سب جمع ہوگئے پس انہوں نے دیکھا کہ حضرت مغیرہ ایک عورت کے بطن پر ہیں' اس کو الرقطاء ام جمیل بنت عمرو

بن الاقثم الہلالیہ کہا جاتا تھا اور اس کے خاوند کا نام الحجاج بن عتیک بن الحارث بن عوف الجشمی تھا' پس وہ لوگ حضرت عمر کے پاس گئے اور ان سے حضرت مغیرہ کی شکایت کی تو حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا' اور حضرت مغیرہ کو حاضر کیا گیا' ان میں سے تین نے حضرت مغیرہ کے خلاف زنا کی شہادت دی' رہے زیاد تو انہوں نے زنا کی شہادت نہیں دی' انہوں نے کہا کہ میں نے ایک قبیح منظر دیکھا اور میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اس صورت کے ساتھ اختلاط کیا یا نہیں' پھر حضرت عمر نے حکم دیا کہ ان تینوں پر حدقذف لگائی جائے' امام حاکم نے اس قصہ میں طویل روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۶۔۲۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: وہ روایت یہ ہے:

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبدالعزیز بن ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد کے باب صغیر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ہم میں ابوبکرہ اور ان کے بھائی نافع اور شبل بن معبد تھے' پس حضرت مغیرہ بن شعبہ مسجد کے سایوں میں چلتے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکرہ کے پاس پہنچے' پس ان کو سلام کیا' حضرت ابوبکرہ نے کہا: اے امیر! آپ دارالامارۃ سے یہاں کس سبب سے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں تم سے باتیں کروں گا' حضرت ابوبکرہ نے کہا: اے امیر! آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے! آپ اپنے دارالامارۃ میں بیٹھیں اور جس کو چاہیں اس کو بلا کر باتیں کریں' حضرت مغیرہ نے کہا: اے ابوبکرہ! میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' پھر وہ باب صغیر سے نکلے اور قیس کی بیوی اُم جمیل کے دروازہ کی طرف گئے' عبدالعزیز بن ابوبکر نے کہا: ابوعبداللہ کے گھر اور اس عورت کے گھر کے درمیان راستہ تھا' حضرت ابوبکرہ اس راستہ میں داخل ہوئے اور کہا: مجھے اس معاملہ میں صبر نہیں آ رہا' انہوں نے ایک لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا: اس بالا خانہ پر چڑھو اور اس کھڑکی سے دیکھو' اس نے جا کر دیکھا پھر تھوڑی دیر میں واپس آ گیا اور اس نے کہا: میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا ہے' حضرت ابوبکرہ نے لوگوں سے کہا: میرے ساتھ اٹھو' وہ لوگ اٹھے' پہلے حضرت ابوبکرہ نے دیکھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا' پھر انہوں نے اپنے بھائی سے کہا: تم دیکھو! انہوں نے دیکھا' پھر حضرت ابوبکرہ نے پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا: میں نے زنا دیکھا' پھر کہا: تم نے کیا دیکھا غور کرو! انہوں نے کہا: میں نے محصن (شادی شدہ) کا زنا دیکھا' حضرت ابوبکرہ نے کہا: میں تم کو اس پر گواہ بناتا ہوں' انہوں نے کہا: ہاں! پھر حضرت ابوبکرہ اپنے گھر چلے گئے اور جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا' وہ انہوں نے حضرت عمر کی طرف لکھ کر بھیج دیا' حضرت عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کا یہ فعل حد سے زیادہ قبیح لگا' انہوں نے فوراً حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا' حضرت ابوموسیٰ اشعری نے تین دن بعد حضرت مغیرہ کو اور حضرت ابوبکرہ اور دیگر گواہوں کو بلایا اور کہا: بہت اچھا ہوگا اگر یہ واقعہ تم پر جھوٹ ثابت ہو' اور بہت افسوس ہوگا اگر یہ واقعہ سچ ثابت ہو' پھر حضرت ابوبکرہ اور ان کے گواہوں نے امیر المؤمنین کے سامنے گواہی دی' حضرت عمر نے فرمایا: اے ابوبکرہ! تمہارے پاس جو گواہی ہے اس کو بیان کرو' انہوں نے گواہی دی کہ میں نے شادی شدہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھا' پھر حضرت ابوعبداللہ نے اپنے بھائی کو بلایا تو انہوں نے گواہی دی' پس انہوں نے کہا: میں نے شادی شدہ کا زنا دیکھا' پھر شبل بن معبد البجلی نے اسی طرح گواہی دی' پھر زیاد سے پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا تو انہوں نے کہا: میں نے ان دونوں کو ایک بستر میں دیکھا اور میں نے زور زور سے سانس لینے کی آواز سنی' اس کے بعد کیا ہوا مجھے اس کا پتا نہیں' حضرت عمر' حضرت مغیرہ کے (حد سے) نجات پانے پر خوش ہوئے اور انہوں نے بلند آواز سے کہا: اللہ اکبر' اور زیاد کے سوا باقی لوگوں پر حدقذف لگائی۔ (المستدرک ج ۳ ص ۴۴۹۔۴۴۸' دار الباز' مکہ مکرمہ)

علامہ ذہبی نے اس واقعہ کو بغیر کسی جرح کے نقل کیا ہے۔(تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۴۵۰۔۴۴۸)

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے ان تینوں پر حد قذف جاری کرنے کے بعد فرمایا: جس نے توبہ کر لی اس کی شہادت قبول کی جائے گی اس سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس پر حد قذف جاری ہوگئی توبہ کے بعد اس کی شہادت قبول کی جائے گی جب کہ ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○ (النور: ۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں (پھر اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں○

وَاَجَازَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُتْبَةَ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَطَاؤُسٌ، وَمُجَاهِدٌ، وَالشَّعْبِيُّ، وَعِكْرِمَةُ، وَالزُّهْرِيُّ، وَمُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ، وَشُرَيْحٌ، وَمُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ.

اور (جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت کی) عبداللہ بن عتبہ، عمر بن عبدالعزیز، سعید بن جبیر، طاؤس، مجاہد، شعبی، عکرمہ، زہری، محارب بن دثار، شریح اور معاویہ بن قرہ نے اجازت دی ہے۔

جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت قبول کرنے کے متعلق آثار

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شعبی سے روایت ہے کہ جب تہمت لگانے والا توبہ کر لے اور خیر کے سوا اس کی کسی بات کا علم نہ ہو تو پھر اس کی شہادت جائز ہے۔

ابن ابی نجیح نے کہا: تہمت لگانے والا جب توبہ کر لے تو اس کی شہادت جائز ہے ان سے پوچھا گیا: آپ سے یہ کس نے کہا؟ انہوں نے کہا: عطاء طاؤس اور مجاہد نے۔

عمران بن موسیٰ نے کہا: میں عمر بن عبدالعزیز کے سامنے حاضر تھا انہوں نے تہمت لگانے والے کی شہادت کو جائز قرار دیا۔

عمران بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عتبہ تہمت لگانے والے کی شہادت کو جائز قرار دیتے تھے۔

معمر بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا: جب تہمت لگانے والے کو حد لگا دی جائے تو امام کو چاہیے کہ اس سے توبہ طلب کرے اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ان لوگوں کے ساتھ کیا تھا جنہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف گواہی دی تھی پس حضرت ابوبکرہ کے سوا سب نے توبہ کر لی سو ان کی شہادت قبول نہیں کی گئی۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۹۶ داراحیاء التراث العربی بیروت)

جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت مسترد کرنے کے متعلق آثار

شعبی بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح قاذف (تہمت لگانے والے) کے سوا ہر شخص کی شہادت قبول کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کی توبہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے اور ہم اس کی شہادت کو جائز قرار نہیں دیتے۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح یہ کہتے تھے کہ قاذف (تہمت لگانے والے) کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب یہ کہتے تھے کہ قاذف (تہمت لگانے والے) کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی اس کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: قاذف کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے' اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

مغیرہ نے بیان کیا کہ ابراہیم نخعی قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کرتے تھے۔

عمرو بن سعید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس پر اسلام میں حد لگائی گئی ہو' اس کی شہادت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۹۸-۹۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے بھی ان تمام آثار کی روایت کی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۸۴)

وَقَالَ اَبُو الزِّنَادِ اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا بِالْمَدِيْنَةِ اِذَا رَجَعَ الْقَاذِفُ عَنْ قَوْلِهٖ' فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ' قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ.

اور ابوالزناد نے کہا: ہمارے نزدیک مدینہ میں یہ مقرر ہے کہ جب قاذف اپنے قول سے رجوع کرلے اور اپنے رب سے استغفار کرے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۸)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ اِذَا اَكْذَبَ نَفْسَهٗ جُلِدَ' وَقُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ.

اور شعبی اور قتادہ نے کہا ہے کہ جب قاذف اپنے نفس کی تکذیب کردے اور اس پر حد قذف جاری کردی جائے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

ہم ابھی شعبی اور قتادہ سے یہ نقل کرچکے ہیں کہ قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

وَقَالَ الثَّوْرِيُّ اِذَا جُلِدَ الْعَبْدُ ثُمَّ اُعْتِقَ جَازَتْ شَهَادَتُهٗ' وَاِنِ اسْتُقْضِيَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَايَاهُ جَائِزَةٌ.

اور ثوری نے کہا کہ جب کسی غلام کو کوڑے لگائے جائیں' پھر اس کو آزاد کردیا جائے تو اس کی شہادت جائز ہے اور جس پر حد جاری کی گئی ہو' پھر اس کو قاضی بنایا جائے تو اس کا فیصلہ کرنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس تعلیق میں یہ تصریح نہیں ہے کہ جس پر حد قذف لگائی گئی ہو' اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَاِنْ تَابَ.

اور بعض الناس (بعض لوگوں) نے کہا کہ ہرچند قاذف توبہ کرلے پھر بھی اس کی شہادت جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ پر امام بخاری کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے امام بخاری' امام ابوحنیفہ پر طعن کر رہے ہیں لیکن ان کا یہ طعن صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ پہلے شخص نہیں ہیں جس نے یہ کہا ہو کہ قاذف کی شہادت جائز نہیں ہے کیونکہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ ان سے پہلے شعبی' قاضی شریح' قتادہ' سعید بن مسیب' حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے بھی یہی کہا ہے کہ قاذف کی شہادت قبول نہیں کیا جائے گی' ان کے علاوہ دیگر آثار یہ ہیں:

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح نے کہا کہ جب کسی شخص کے اوپر قذف کی وجہ سے حد لگائی جائے تو اس کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷ ۲۱۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری' قاذف کے متعلق یہ کہتے تھے کہ قاذف کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے اور اس کی شہادت جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٠٤٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٠٦٥٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور سعید بن المسیب نے کہا: قاذف کی شہادت نہیں ہو گی' اس کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٠٤١' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٠٦٥٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

واصل نے ابراہیم نخعی سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٠٤٣' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٠٦٥٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان ایک دوسرے کے حق میں عدول (جائز الشہادت) ہیں سوا اس کے جس پر جھوٹ کی وجہ سے حدّ لگائی گئی ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٠٤٢' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٠٦٥٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام دار قطنی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اس حدیث کو لکھ کر بھیجا۔

(سنن دار قطنی ج ٤ ص ٢٠٧' سنن بیہقی ج ١٠ ص ١٩٧' اعلام الموقعین ج ١ ص ٦٧)

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کی شہادت جائز نہیں ہے: خیانت کرنے والا مرد' خیانت کرنے والی عورت' جس کو حد میں کوڑے لگائے گئے ہوں' جو اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہو' جس کی جھوٹی شہادت کا تجربہ ہو چکا ہو' جو اپنے گھر والوں کے تابع ہو اور جو ولاء اور قرابت میں متھم ہو۔

(سنن ترمذی: ٢٢٩٨' مشکوٰۃ: ٣٧٨١)

ہر چند کہ امام ترمذی نے اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے' لیکن چونکہ دیگر احادیث اور آثار اس حدیث کے مؤید ہیں' اس لیے یہ حدیث حسن لغیرہٖ ہے اور لائق استدلال ہے۔

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کی شہادت قبول نہیں ہے: خیانت کرنے والا مرد' خیانت کرنے والی عورت' جس کو اسلام میں حد لگ چکی ہو اور جو شخص اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ٢٣٦٦' المشکوٰۃ: ٣٧٨٢)

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خائن کی اور جس پر اسلام میں حد لگ چکی ہو اور جو اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہو' ان کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ٢ ص ٢٠٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٩٤٠۔ ج ١١ ص ٥٣١' سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢٠١۔ ١٥٥' سنن دار قطنی ج ٤ ص ٢٤٤)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ' اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خائن اور خائنہ کی اور جس کو حد میں کوڑے لگے ہوں اور اپنے بھائی سے عداوت رکھنے والے کی اور جس کی جھوٹی شہادت کا تجربہ ہو اور ولاء اور قرابت میں متھم ہو' (ان کی) شہادت جائز نہیں ہے۔

(سنن بیہقی ج ١٠ ص ١٥٥' نشر السنۃ' ملتان)

سالم بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: قاذف کی عذابِ عظیم سے توبہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے اور اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ (سنن بیہقی ج۱۰ص ۱۵۶ 'نشر السنۃ' ملتان)

امام بیہقی نے قاذف کی شہادت کو رد کرنے کے متعلق عمرو بن شعیب اور سعید بن المسیب کی روایت کردہ احادیث کو اور قاضی شریح کے اثر کو بھی روایت کیا ہے۔ (سنن بیہقی ج۱۰ص ۱۵۶۔۱۵۵)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی صحت کی مزید تاکید

علامہ علاء الدین بن علی بن عثمان المارديني الشہیر بان الترکمانی متوفی ۸۴۵ھ لکھتے ہیں:

ابن حزم نے محلّٰی میں لکھا ہے: ابن جریج از عطاء الخراسانی از ابن شہاب روایت ہے کہ قاذف خواہ توبہ کر لے' اس کی شہادت جائز نہیں ہے۔

شعبی کا قول بھی یہی ہے اور نخعی اور ابن المسیب کا ایک قول اور حسن بصری کا قول اور مجاہد کا ایک قول' اور مسروق کا قول اور ایک قول یہ ہے کہ قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ توبہ کر لے' اور شریح نے کہا ہے کہ جس کو قذف میں حد لگ چکی ہو' اس کی توبہ کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی' اور یہی امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور سفیان کا قول ہے۔

ابن المسیب نے حضرت عمر سے یہ روایت کی ہے کہ اگر قاذف توبہ کر لے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی' اس کا جواب یہ ہے کہ امام مالک اور ابن معین نے حضرت عمر سے ابن المسیب کے سماع کا انکار کیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ دراصل ابن المسیب نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں کی ہے بلکہ عمر بن قیس سے روایت کی ہے اور یہ عمر بن قیس ضعیف ہے' اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت کے خلاف ہے کہ قاذف کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(الجوہر النقی مع سنن البیہقی ج۱۰ص ۱۵۴۔۱۵۲)

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر دوسرا اعتراض

ثُمَّ قَالَ لَا يَجُوزُ نِكَاحٌ بِغَيْرِ شَاهِدَيْنِ، فَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ مَحْدُودَيْنِ جَازَ، وَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ عَبْدَيْنِ لَمْ يَجُزْ.

پھر (امام ابوحنیفہ نے) کہا: بغیر دو گواہوں کے نکاح جائز نہیں ہے' پس اگر اس نے ان دو کی گواہی سے نکاح کیا جن پر حد لگ چکی ہے تو یہ نکاح جائز ہے اور اگر اس نے دو غلاموں کی گواہی سے نکاح کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔

امام بخاری اس عبارت سے یہ بتا رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے مؤقف میں تناقض ہے' ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص پر حد قذف لگ چکی ہو' اس کی شہادت جائز نہیں ہے اور دوسری طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ جس پر حد لگ چکی ہو' اس کو نکاح میں گواہ بنانا جائز ہے۔

امام بخاری کے اعتراض کا جواب

دراصل یہاں پر دو چیزیں ہیں: ایک چیز ہے کسی کو گواہ بنانا اور دوسری چیز ہے اس کا گواہی دینا۔ مجلس نکاح میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور ان کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے' دو گواہوں کا ہونا اس لیے ضروری ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاحشہ عورتیں وہ ہیں جو بغیر گواہ کے از خود نکاح کرتی ہیں۔

(سنن ترمذی: ۱۱۰۳)

امام ترمذی فرماتے ہیں: صحیح حدیث وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح جائز نہیں ہے اور اس باب میں حضرت عمران بن حصین' حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی حدیث مروی ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب' فقہاء تابعین اور دوسروں نے کہا: بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا اور ہمارے نزدیک متقدمین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (سنن ترمذی ص ۴۶۳' دارالمعرفہ'بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس حدیث میں دو گواہوں کے ساتھ عادل ہونے کی قید نہیں ہے' اس لیے جو دو مسلمان فاسق ہوں خواہ ان پر حد قذف لگ چکی ہو' وہ اگر مجلس نکاح میں موجود ہوں تو نکاح ہو جائے گا' اس لیے ان کو نکاح کا گواہ بنانا جائز ہے لیکن اگر بعد میں نکاح میں اختلاف ہو جائے تو ان کا اس نکاح کے ثبوت میں گواہی دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ جس پر حد قذف لگ چکی ہو' اس کا گواہی دینا جائز نہیں ہے۔ (النور: ۴) امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ ان کو نکاح میں گواہ بنانا جائز ہے' یہ نہیں کہا کہ ان کا گواہی دینا جائز ہے' لہٰذا امام ابوحنیفہ کے موقف میں کوئی تناقض نہیں ہے' گواہ بنانے اور گواہی دینے میں باریک فرق ہے' جس کی طرف امام بخاری نے توجہ نہیں کی اور امام ابوحنیفہ پر اعتراض کر دیا۔

عبارت مذکورہ میں امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر ایک اور اعتراض اور اس کا جواب

امام ابوحنیفہ نے جو کہا ہے کہ دو غلاموں کی گواہی سے نکاح جائز نہیں ہے' یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کو گواہ بنانا صحیح ہے جس کو اپنے نفس پر ولایت حاصل ہو اور جس کے تصرفات صحیح ہوں اور جس کے تصرفات صحیح نہ ہوں' اس کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے' اس لیے اگر مجلس نکاح میں صرف بچے ہوں یا پاگل ہوں تو وہ نکاح صحیح نہیں ہے کیونکہ بچوں اور پاگلوں کے تصرفات شرعاً صحیح نہیں ہوتے' اسی طرح غلاموں کے تصرفات بھی صحیح نہیں ہوتے' اس لیے دو غلاموں کو مجلس نکاح میں گواہ بنانا صحیح نہیں ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے۔

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر تیسرا اعتراض اور اس کا جواب

وَاَجَازَ شَهَادَةَ الْمَحْدُوْدِ وَالْعَبْدِ وَالْاَمَةِ لِرُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ.

(امام ابوحنیفہ نے) کہا: ہلال رمضان کی رؤیت کے لیے اس کی شہادت جائز ہے جس پر حد جاری کی گئی ہو اور غلام کی اور باندی کی۔

اس عبارت سے بھی امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کا تناقض ثابت کیا ہے کہ ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہیں کہ جس پر حد جاری کی گئی ہو' اس کی شہادت جائز نہیں ہے' اسی طرح غلام اور باندی کی شہادت کو بھی منع کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ یہ شہادت دیں کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے تو ان کی شہادت کو قبول کیا جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ لوگ یہ کہیں کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے تو یہ خبر ہے' شہادت نہیں ہے' اس لیے جب لوگ ہلال رمضان کو دیکھنے کی خبر دیں گے تو اس کو قبول کر لیا جائے گا۔

وَكَيْفَ تُعْرَفُ تَوْبَتُهُ وَقَدْ نَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّانِيَ سَنَةً.

(امام بخاری کہتے ہیں:) ہم قاذف کی توبہ کو کیسے معلوم کریں گے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زانی کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس عبارت کا تعلق امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے ساتھ نہیں ہے بلکہ یہ عبارت باب کے عنوان کا ایک حصہ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

یہ عبارت باب کے عنوان کا تتمہ ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری اکثر ایسا کرتے ہیں کہ باب کا ایک جز لکھنے کے بعد دوسرا جز لکھتے ہیں' خواہ ان دونوں جزءوں کے درمیان کافی بُعد ہو چکا ہو۔

امام بخاری نے اس عبارت سے اس مسئلہ میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اکثر متقدمین نے یہ کہا ہے کہ قاذف کی توبہ تب ہوگی جب وہ اپنے نفس کی تکذیب کرے' یعنی وہ یہ کہے کہ میں نے جو فلاں شخص پر زنا کی تہمت لگائی تھی تو وہ میں نے جھوٹ بولا تھا' یہ امام شافعی کا قول ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اسماعیل بن اسحاق نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

امام بخاری کا مؤقف یہ ہے کہ قاذف کی توبہ کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کی تکذیب کرے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زانی کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا حکم دیا اور یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے یہ شرط لگائی ہو کہ زانی اپنی تکذیب کرے اور شہر بدر ہونے کی مدت میں یہ اعتراف کرے کہ میں نے زنا کر کے اللہ عزوجل کی معصیت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یعنی جب زانی کی توبہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنی معصیت کا اعتراف کرے تو قاذف کی توبہ میں بھی یہ شرط نہیں ہوگی کہ وہ اپنے جھوٹے ہونے کا اعتراف کرے۔

وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ حَتّٰى مَضٰى خَمْسُوْنَ لَيْلَةً.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک اور ان کے دو صاحبوں کے ساتھ بات کرنے سے منع فرمادیا حتیٰ کہ پچاس راتیں گزر گئیں۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب بن مالک کے دو صاحبوں سے مراد حضرت مرارہ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما ہیں' یہ تین اصحاب غزوۂ تبوک میں جانے سے پیچھے رہ گئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بات کرنے سے منع فرما دیا تھا' حتیٰ کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ ان تین صحابہ کے قصہ کو اس باب میں ذکر کرنے کی کیا مناسبت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تین صحابہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لیے بغیر پیچھے رہ گئے اور یہ چوری اور دوسرے گناہوں کی طرح معصیت ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ قذف سے توبہ کرنے میں یہ شرط نہیں ہے کہ تہمت لگانے والا اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہر بدر کرنے کی مدت میں زانی پر یہ شرط عائد نہیں کی کہ وہ اپنی معصیت کا اقرار کرے اور نہ ان تین صحابہ پر یہ لازم قرار دیا کہ وہ ان پچاس دنوں میں اپنی معصیت کا اقرار کریں' اگر یہ شرط ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا ذکر فرماتے۔ (شرح الکرمانی جز ۱۱ ص ۱۷۱-۱۷۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ان تین صحابہ سے پچاس دن کلام کی ممانعت کی توجیہ بیان کرنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں: اب یہاں پچاس دن اس لیے رکھے گئے تا کہ ان کے طرزِ عمل کا اندازہ کیا جائے' اسی طرح محدود بالقذف کو ایک مدت تک دیکھا جائے گا کہ اس کا طرزِ عمل کیسا ہے' اگر طرزِ عمل درست معلوم ہو تو پھر اس کی توبہ قبول کر سکتے ہیں اور

آئندہ اس کی گواہی بھی قبول کی جاسکتی ہے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۹۲۰)

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ قاذف کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے اور یہ فقہاء احناف کے مذہب کے خلاف ہے۔

شیخ تقی عثمانی نے خود لکھا ہے: امام ابوحنیفہ کے نزدیک قاذف کی شہادت قبول نہیں ہوتی' چاہے وہ توبہ بھی کر چکا ہو۔

(انعام الباری ج ۷ ص ۹۱۴)

شیخ تقی عثمانی کی غلطی یہ ہے کہ وہ حنفی شارح ہیں اور اس عبارت میں انہوں نے ائمہ ثلاثہ کے مؤقف کی وکالت کی ہے۔

النور: ۵۔ ۴ سے فقہاء احناف کے استدلال کا راجح ہونا

النور: ۵۔ ۴ میں فرمایا ہے: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں' (پھر اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں O سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں۔

اس آیت میں جو استثناء ہے' اس میں اختلاف ہے' آیا یہ آخری جملہ کے ساتھ متعلق ہے' یعنی یہی لوگ فاسق ہیں سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں وہ فاسق نہیں ہیں' اور یہ فقہاء احناف کا مختار ہے یا یہ استثناء مجموعہ کے ساتھ متعلق ہے یعنی تم ان کی شہادت کو کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں' سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ توبہ کے بعد ان کی شہادت قبول کرلی جائے گی اور یہ ائمہ ثلاثہ کا مختار ہے۔

فقہاء احناف کا مختار حسب ذیل وجوہ سے راجح ہے:

(ا) استثناء میں اصل یہ ہے کہ وہ قریب کے لفظ کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے' اس لیے اس آیت میں استثناء قریب کے جملہ کے ساتھ لاحق ہوگا اور معنی اس طرح ہوگا: یہی لوگ فاسق ہیں سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں۔

(ب) اگر استثناء کو مجموعہ کے ساتھ لاحق کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ توبہ کے بعد قاذف کی شہادت قبول ہوگی تو اس آیت میں ''ابدًا'' کا جو لفظ ہے' وہ بے فائدہ رہے گا کیونکہ ''ابدًا'' کا معنی یہ ہے کہ قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کی جائے اور اگر توبہ کے بعد قاذف کی شہادت قبول کرلی گئی تو پھر ''ابدًا'' کا ذکر کرنا بے کار رہے گا۔

(ج) اس آیت سے مقصود قاذف کے جرم کی سنگینی اور اہمیت ہے' اگر توبہ کے بعد قاذف کی شہادت قبول کرلی گئی تو قذف میں اور چوری اور زنا میں کیا فرق رہے گا' کیونکہ توبہ کے بعد تو چور اور زانی کی شہادت بھی قبول کی جاتی ہے۔

قاذف کے خلاف شدید وعید کی توجیہ

اس آیت میں قاذف کے لیے شدید وعید ہے کہ اس کو اسّی کوڑے مارے جائیں اور کبھی بھی اس کی توبہ قبول نہ کی جائے' اس سخت وعید کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اپنے مسلمان بھائیوں کے عیوب ظاہر نہ کریں اور ان کے عیوب تلاش نہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے عیوب ڈھونڈنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور اس شخص کی شدید مذمت فرمائی ہے جو مسلمانوں کی خلوت کی بُرائیوں کو آشکارا کرتا ہے اور لوگوں میں بیان کرتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوبرزہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ان لوگوں کی جماعت جو اپنی زبان سے اسلام لائے ہیں اور ان کے دل میں اسلام داخل نہیں ہوا! تم مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کو تلاش نہ کرو' کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب کو تلاش کرے گا' اللہ اس کے عیوب ظاہر کردے گا اور جس کے عیوب کو اللہ ظاہر کردے گا' وہ اسے اس کے گھر میں رسوا کردے

گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۸۰ 'سنن ترمذی: ۲۰۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی دنیاوی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کی' اللہ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کر دے گا' اور جس نے کسی کی مشکل کو آسان کیا' اللہ اس کی دنیا اور آخرت کی مشکلوں کو آسان کر دے گا' اور جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا' اللہ دنیا اور آخرت میں اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا' اور اللہ اس وقت تک بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۹۴۶ 'سنن ترمذی: ۱۴۲۵)

اس آیت میں یہ بھی بتایا ہے کہ صرف گناہوں سے توبہ کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ بندہ پر لازم ہے کہ وہ توبہ کے بعد نیک اعمال کرے اور ان گناہوں کی تلافی کرے۔

اس باب میں امام بخاری کی تعلیقات کی مبسوط شرح اور ان تعلیقات کے مالہ وما علیہ کو ذکر کرنے کے بعد اب ہم اس باب کی حدیث کو ذکر کر کے اس کی شرح ذکر کر رہے ہیں:

٢٦٤٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ، فَأُتِيَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَمَرَ فَقُطِعَتْ يَدُهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا وَتَزَوَّجَتْ، وَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذَٰلِكَ، فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۳۴۷۵-۳۷۳۲-۳۷۳۳-۴۳۰۴-۶۷۸۷-۶۷۸۸-۶۸۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس' اور لیث نے بیان کیا کہ مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ فتح مکہ کے غزوہ میں ایک عورت نے چوری کی' اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا' پھر آپ کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اس نے بہت اچھی توبہ کی اور اس نے شادی کر لی اور وہ اس کے بعد بھی آتی تھی اور میں اس کی ضرورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا کرتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۸۸' الرقم المسلسل: ۴۳۰۲' سنن نسائی: ۱۹۰۲)

جس عورت نے چوری کی تھی اس کا نام اور اس کے لیے حضرت اسامہ کی سفارش کو مسترد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جس عورت نے چوری کی تھی' اس کا نام فاطمہ بنت اسود ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کی چوری اپنی شرائط کے ساتھ ثابت ہو گئی تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی سفارش کی تھی لیکن آپ نے ان کی سفارش کو مسترد کر دیا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قریش کے لیے یہ بات بہت سنگین تھی کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کون کرے گا! حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے ہیں' ان کے سوا ان کی سفارش کی جرأت کون کر سکتا ہے! پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کی تو آپ نے فرمایا: تم اللہ کی حدود میں سے

ایک حد کے متعلق سفارش کر رہے ہو! پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے گم راہ ہو گئے تھے کہ جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کر دیتے (یہ تو فاطمہ بنت اسود ہے) اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو ضرور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۸-۲۶۴۸)

باب میں مذکور حدیث سے امام بخاری کا غلط استدلال

امام بخاری نے یہ حدیث یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ جب چور توبہ کر لے اور اس کے بعد نیک اعمال کرے تو اس کی شہادت قبول کی جاتی ہے' امام بخاری نے قاذف کو چور پر قیاس کیا ہے کہ جب چور توبہ کر لے اور نیک عمل کرے تو اس کی شہادت قبول کر لی جاتی ہے تو جب قاذف توبہ کر لے اور اس کے بعد نیک عمل کرے تو پھر اس کی شہادت بھی قبول کرنی چاہیے' لیکن امام بخاری کا یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ قاذف کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ تم ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو' اور چور اور دیگر مرتکبین کبائر کے متعلق اس طرح نہیں فرمایا' اس لیے قاذف کو چور پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اور امام بخاری کا یہ استدلال بہت کمزور ہے۔

۲۶۴۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصِنْ بِجَلْدِ مِائَةٍ، وَتَغْرِيْبِ عَامٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے یہ حکم دیا کہ جس نے زنا کیا اور وہ شادی شدہ نہیں تھا' اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنا کی حد بیان فرمائی ہے اور اس میں توبہ کا ذکر نہیں فرمایا۔

۹ - بَابٌ لَا يَشْهَدُ عَلٰى شَهَادَةِ جَوْرٍ اِذَا اُشْهِدَ

اگر لوگ کسی کو ظلم پر گواہ بنانا چاہیں تو وہ گواہ نہ بنے

۲۶۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَاَلَتْ اُمِّيْ اَبِيْ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِيْ مِنْ مَّالِهٖ، ثُمَّ بَدَا لَهٗ فَوَهَبَهَا لِيْ، فَقَالَتْ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخَذَ بِيَدِيْ، وَاَنَا غُلَامٌ، فَاَتٰى بِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمَّهٗ بِنْتَ رَوَاحَةَ، سَاَلَتْنِيْ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهٰذَا، قَالَ اَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاُرَاهُ قَالَ لَا تُشْهِدْنِيْ عَلٰى جَوْرٍ. وَقَالَ اَبُوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحیان التیمی نے خبر دی از شعبی از حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے میرے والد سے یہ سوال کیا کہ وہ مجھے اپنے مال سے کچھ ہبہ کر دیں' (پہلے انہوں نے انکار کیا)' پھر ان کو خیال آیا تو انہوں نے ہبہ کر دیا' میری والدہ نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی حتیٰ کہ آپ (اس ہبہ پر) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنائیں' پس میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور میں اس وقت لڑکا تھا' پس میرے والد نے کہا:

حَرِیْزٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ.

اس کی ماں بنت رواحہ نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں اس لڑکے کو کچھ ہبہ کر دوں' آپ نے پوچھا: کیا اس لڑکے کے علاوہ تمہاری اور بھی اولاد ہے؟ میرے والد نے کہا: جی ہاں! پس میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' اور ابو حریز نے کہا از شعبی: میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۸۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ظلم پر گواہ نہ بننے کا ذکر ہے۔

٢٦٥١ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. قَالَ عِمْرَانُ لَا اَدْرِيْ، اَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ قَرْنَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ.

(صحیح مسلم: ۲۵۳۵' الرقم المسلسل: ۶۳۷۰' سنن نسائی: ۳۸۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہدم بن مضرب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں (صحابہ)' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں (تابعین)' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں (تبع تابعین)۔ حضرت عمران نے کہا: میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو خیانت کریں گے' وہ امانت دار نہیں ہوں گے' وہ (از خود) گواہ بنیں گے اور ان کو گواہ نہیں بنایا جائے گا' وہ نذر مانیں گے اور نذر کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

''قرن'' کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''قــرن'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایک زمانہ کے لوگ کیونکہ وہ وجود میں مقترن ہوتے ہیں یعنی ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس سے مراد ہے: میرے اصحاب یعنی جنہوں نے ایمان کے ساتھ آپ کو دیکھا ہو یا آپ کا کلام سنا ہو' اور ''قِــران'' کا معنی ہے: ایک زمانہ کے ہم عصر لوگ' ''قــرن'' کی مدت میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: اسّی سال' دوسرا قول ہے: چالیس سال' اور تیسرا قول ہے: سو سال' یعنی سو سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرن تھا' فراز نے کہا ہے کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: تم ایک قرن تک زندہ رہو گے' تو وہ سو سال تک زندہ رہا۔ ثعلب نے کہا: یہی مختار ہے' ابن التین نے کہا: بیس سال سے لے کر ایک سو بیس سال تک ایک قرن ہے' ابن سیدہ نے کہا: یہ ایک زمانہ کے لوگوں کی متوسط عمروں کی مقدار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں ارشاد ہے: وہ (ازخود) گواہ بنیں گے اور ان کو گواہ بنایا نہیں جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہاں ان لوگوں کی مذمت میں فرمایا ہے' وہ ازخود گواہ بنیں گے حالانکہ ایک اور حدیث میں ایسے شخص کی تحسین کی ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں' یہ وہ لوگ ہیں جو ان سے سوال کرنے سے پہلے شہادت دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم:۱۷۱۹' سنن ابوداؤد:۳۵۹۶' سنن ترمذی:۲۲۹۵' سنن ابن ماجہ:۲۳۶۴)

ازخود گواہی دینے والے کی تحسین اور مذمت میں وارد احادیث میں تطبیق

علامہ عبدالرحمٰن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ' اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے بعض اہل علم کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس حدیث میں ازخود گواہی دینے والے کی مذمت کی ہے' اس سے مراد جھوٹی گواہی دینے والا ہے (امام ترمذی نے اس کو سنن ترمذی: ۲۳۰۲ کے تحت لکھا ہے) اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو اپنے اصحاب کی وصیت کرتا ہوں' پھر ان لوگوں کی جو ان کے قریب ہوں' پھر ان لوگوں کی جو ان کے قریب ہوں' پھر جھوٹ پھیل جائے گا' حتیٰ کہ ایک آدمی حلف اٹھائے گا حالانکہ اس سے حلف طلب نہیں کیا جائے گا' اور ایک شخص گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی:۲۱۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸)

اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی حدیث سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز پر گواہ ہو اور وہ اس شہادت کو ادا کرے اور اس شہادت کی ادائیگی سے انکار نہ کرے۔ (کشف المشکل ج ۳ ص ۳۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی متوفی ۷۹۴ھ لکھتے ہیں:

جس حدیث میں ازخود گواہی دینے والے کی تحسین فرمائی ہے' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کے حقوق میں گواہی دیں اور جس حدیث میں ان کی مذمت فرمائی ہے' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے حقوق میں گواہی دیں جن کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہوتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو ازخود غیب کی شہادت دیں' مثلاً فلاں لوگ دوزخی ہیں اور فلاں لوگ جنتی ہیں اور تحسین ان لوگوں کی فرمائی ہے جو ازخود غیب کی شہادت نہ دیں بلکہ ظاہری معاملات کی ازخود گواہی دیں۔

(التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح علیٰ ہامش کشف المشکل ج ۳ ص ۳۳۵)

موٹاپے کی وجہ

نیز اس حدیث میں ارشاد ہے: اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: ان میں موٹاپا اس لیے ظاہر ہوگا کہ وہ بہ کثرت طعام کھائیں گے اور ان میں احکام شرعیہ سے غفلت قوی ہوگی کیونکہ جس شخص کے دل میں خوفِ خدا ہوتا ہے' وہ کم کھانا کھاتا ہے کیونکہ زیادہ سیر ہو کر طعام کھانے سے عقل پر غفلت طاری ہوتی ہے۔

علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

یہ لوگ زیادہ وسعت سے کھاتے اور پیتے ہیں اور زیادہ کھانا اور پینا موٹاپے کا سبب ہے اور آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو لوگ ضرورت سے زیادہ کھانے پینے میں مشغول رہیں گے اور موٹاپے کا شکار ہوں گے۔ (کشف المشکل مع التنقیح ج ۳ ص ۳۳۵)

٢٦٥٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ اَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ. قَالَ اِبْرَاهِيمُ وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قسم کھانے سے پہلے گواہی دیں گے اور گواہی دینے سے پہلے قسم کھائیں گے۔ ابراہیم نخعی نے کہا: (ہمارے بڑے) ہم کو شہادت دینے اور عہد کرنے پر مارتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۳۶۵۱-۶۴۲۹-۶۶۵۸] (صحیح مسلم: ۲۵۳۳، الرقم المسلسل: ۶۳۶۴، سنن ترمذی: ۳۸۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۳۶۲)

شہادت دینے سے پہلے قسم کھانے اور قسم کھانے سے پہلے شہادت دینے کی وضاحت

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ لوگ قسم کو شہادت پر مقدم کریں گے اور شہادت کو قسم پر مقدم کریں گے اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے تو دور لازم آتا ہے پھر اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو شہادت دینے پر بہت حریص ہوں گے اور اس کی ترویج کے بہت مشتاق ہوں گے وہ جس چیز پر شہادت دیں گے اس پر حلف اٹھائیں گے کبھی وہ شہادت دینے سے پہلے حلف اٹھائیں گے اور کبھی حلف اٹھانے سے پہلے شہادت دیں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہو کہ وہ شہادت دینے اور قسم کھانے میں جلدی کریں گے اور وہ ان دونوں چیزوں پر حریص ہوں گے اور ان کی حرص کا ثمرہ یہ ہوگا کہ کبھی وہ شہادت دینے سے پہلے قسم کھائیں گے اور کبھی قسم کھانے سے پہلے شہادت دیں گے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۳ ص ۱۷۳، داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابراہیم نخعی نے کہا: وہ ہم کو شہادت دینے اور عہد کرنے پر مارتے تھے امام بخاری نے کتاب الفضائل میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ہم اس وقت کم عمر تھے صحیح مسلم میں ہے کہ وہ ہم کو شہادت دینے اور عہد کرنے سے منع کرتے تھے۔ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا: اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم کو قسم کھانے کی عادت نہ پڑ جائے اور ہم بات بات پر قسم نہ کھانے لگیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

١٠ - بَابُ مَا قِيلَ فِي شَهَادَةِ الزُّوْرِ

جھوٹی شہادت پر وعید

اس باب میں جھوٹی شہادت پر تغلیظ اور وعید کو بیان کیا گیا ہے۔

لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ (الفرقان: ٧٢).

کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (الفرقان: ۷۲)

اس آیت کو جھوٹی گواہی پر تہدید اور وعید کے سلسلہ میں بیان کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ یہ آیت ان لوگوں کی مدح میں نازل ہوئی ہے جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور اس سے پہلی آیات بھی ان لوگوں کے حق میں ہیں جو توبہ کرتے ہیں اور اعمالِ صالحہ کرتے ہیں۔

وَكِتْمَانِ الشَّهَادَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ اٰثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ (البقرہ:۲۸۳)

اور شہادت کے چھپانے پر (جو وعید ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی چھپائے گا' اس کا دل گناہ آلود ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو' اللہ اس کو خوب جاننے والا ہےO (البقرہ:۲۸۳)

یعنی جب تم کو شہادت ادا کرنے کے لیے بلایا جائے تو تم شہادت کو نہ چھپاؤ' اور شہادت کو چھپانے کی یہ صورت بھی ہے کہ جب کسی چیز پر گواہ بننے کا موقع ہو تو انسان اس پر گواہ نہ بنے' ایسے شخص کے متعلق فرمایا: اس کا دل گناہ آلود ہے۔

﴿تلوٗا﴾ اَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ.

اور تم اپنی زبانوں سے گواہی میں ہیر پھیر کرتے ہو۔

امام بخاری نے اس عبارت سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِنْ تَلْوٗا أَوْ تُعْرِضُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًاO (النساء:۱۳۵)

اور اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہےO

۲۶۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ قَالَ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ جَرِيْرٍ وَعَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ إِبْرَاهِيْمَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ. تَابَعَهُ غُنْدَرٌ وَأَبُوْ عَامِرٍ وَبَهْزٌ وَعَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ شُعْبَةَ.

[اطراف الحدیث:۵۹۷۷-۶۸۷۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے وہب بن جریر اور عبدالملک بن ابراہیم سے سنا' ان دونوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن ابی بکر بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ وہب بن جریر کی حدیث کی متابعت غندر' ابو عامر' بہز اور عبدالصمد نے کی ہے از شعبہ۔

(صحیح مسلم:۸۸' الرقم المسلسل:۱۶۲' سنن ترمذی:۱۲۱۱' سنن نسائی:۴۰۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۳۱۷-ج ۱۹ ص ۳۴۱' مؤسسة الرسالة' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن منیر ابو عبدالرحمان الزاہد (۲) وہب بن جریر بن حازم الازدی ابو العباس (۳) عبدالملک بن ابراہیم ابو عبداللہ' مولیٰ بنی عبدالدار القرشی (۴) شعبہ بن الحجاج (۵) عبیداللہ بن ابی بکر بن انس بن مالک (۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۷-۳۰۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جھوٹی گواہی دینا۔

گناہ کبیرہ کی تعریف اور ان کی تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''کبائر'' کا ذکر ہے' ''کبائر'' ''کبیرہ'' کی جمع ہے' یہ گناہوں میں سے اس قبیح فعل کو کہتے ہیں جس کو شریعت میں منع کیا گیا ہو اور اس کا ارتکاب بہت سنگین ہو' جیسے قتل ناحق' زنا اور جہاد سے پیٹھ پھیرنا' اس کی متعدد تعریفیں ہیں: ایک قول

ہے: ہر معصیت گناہ کبیرہ ہے' دوسرا قول ہے: گناہ کبیرہ ہر وہ فعل ہے جس پر دوزخ کی آگ یا لعنت یا غضب یا عذاب کی وعید ہو' میں کہتا ہوں کہ کبیرہ ایک امر اضافی ہے اور ہر اوپر والا گناہ اپنے ماتحت کے اعتبار سے گناہ کبیرہ ہے اور نیچے والا گناہ اپنے مافوق کے اعتبار سے گناہ صغیرہ ہے۔

اس حدیث میں چار کبائر کا ذکر ہے' تاہم ان میں حصر نہیں ہے کیونکہ ایک اور حدیث میں سات کبائر کا ذکر ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہو اس کو قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیرنا اور شادی شدہ پاک دامن مسلمان عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری:۲۷۶۶' صحیح مسلم:۸۹' الرقم المسلسل:۱۶۴' سنن ابوداؤد:۲۸۷۴' سنن نسائی:۳۶۷۰)

امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے ان سات کے علاوہ بعض اور کبائر کی روایت کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سات افراد پر لعنت کی ہے' پھر فرمایا: جس نے قومِ لوط کا عمل کیا وہ ملعون ہے' جس نے عورت اور اس کی بیٹی کو نکاح میں جمع کیا وہ ملعون ہے' جس نے اپنے والدین کو گالی دی وہ ملعون ہے' جس نے کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کی وہ ملعون ہے' جس نے زمین کی حد کو بدلا وہ ملعون ہے' جس نے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا وہ ملعون ہے اور جس نے اپنی نسبت اپنے غیر کی طرف کی وہ ملعون ہے۔

(المستدرک:۸۱۱۸۔ ج ۵ ص ۵۰۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے شیخ ابوطالب مکی نے حسب ذیل سترہ کبائر ذکر کیے ہیں:

(۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) کسی معصیت پر اصرار کرنا (۳) اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا (۴) کسی مصیبت سے بے خوف ہونا (۵) جھوٹی گواہی دینا (۶) شادی شدہ پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا (۷) جھوٹی قسم کھانا (۸) جادو کرنا (۹) انگور کی شراب پینا اور دیگر نشہ آور مشروب پینا (۱۰) ظلم سے یتیم کا مال کھانا (۱۱) سود کھانا (۱۲) زنا کرنا (۱۳) قومِ لوط کا عمل کرنا (۱۴) ناحق قتل کرنا (۱۵) چوری کرنا (۱۶) میدانِ جنگ سے بھاگنا (۱۷) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور اس ناکارہ نے الشوریٰ:۳۶ کی تفسیر میں ایک سو اٹھارہ کبائر کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۶۱۵۔ ۶۱۴)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کا معنی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب گناہ کبیرہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے سب سے پہلے جو گناہ کبیرہ بیان فرمایا' وہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہے۔ شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود اور قدیم بالذات ماننا یا کسی کو عبادت کا مستحق ماننا اور یا کسی مخلوق کی صفت کو مستقل بالذات ماننا' تاہم اللہ تعالیٰ کی دین اور عطاء سے کسی کو کوئی صفت حاصل ہو تو وہ شرک نہیں ہے' جیسے اللہ تعالیٰ ازخود سمیع و بصیر اور علیم و قدیر ہے اور انسان اس کے بنانے سے سمیع و بصیر اور علیم و قدیر ہے تو یہ شرک نہیں ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ ازخود غیب کا عالم ہے اور انبیاء علیہم السلام اس کی عطاء سے غیب پر مطلع ہیں تو ان کو غیب پر مطلع ماننا شرک نہیں ہے۔

''عقوق الوالدین'' کا معنی

''عق'' کا معنی ہے: قطع کرنا اور کاٹنا۔ ''عاق'' وہ شخص ہے جو والدین کی اطاعت کی لاٹھی کو کاٹ ڈالے' تاہم اگر والدین کسی

غیر شرعی کام کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت واجب نہیں ہے۔
ابوعمرو بن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ہر وہ فعل جس سے والدین کو ایذاء پہنچے وہ حرام ہے بہ شرطیکہ وہ فعل افعال واجبہ سے نہ ہو ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ فعل جو معصیت نہ ہو اس میں والدین کی اطاعت واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۸)

قتل ناحق کے حرام ہونے پر قرآن اور احادیث سے دلائل

قتل ناحق کے حرام ہونے کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے:
وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا. (النساء: ۹۳) اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اور قتل ناحق کی حرمت میں احادیث درج ذیل ہیں:
حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ میرا کسی کافر شخص سے مقابلہ ہو اور وہ مجھ سے قتال کرے اور تلوار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالے پھر وہ مجھ سے بچنے کے لیے ایک درخت کی آڑ میں آئے اور کہے کہ میں اللہ کے لیے اسلام لے آیا، یا رسول اللہ! کیا میں اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل مت کرو میں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ میرا ایک ہاتھ کاٹ چکا ہے اور اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد کلمہ پڑھا ہے، کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل مت کرو اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ تمہارے قتل کرنے سے پہلے والے درجہ میں ہوگا اور تم اس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے والے درجہ میں ہوگے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۱۹، صحیح مسلم: ۹۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۴۴)
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کی بہ نسبت پوری دنیا کا زوال زیادہ آسان ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۰۰، سنن نسائی: ۳۹۹۸)
حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمام آسمان اور زمین والے کسی ایک مؤمن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔
(سنن ترمذی: ۱۴۰۲، المستدرک ج ۴ ص ۳۵۲، کنز العمال: ۳۹۹۵۴)
النساء: ۹۳ میں فرمایا ہے: اور جو شخص کسی مسلمان کو قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔
اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسلمان کا قتل گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی سزا دوزخ کا دائمی عذاب نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ دائمی عذاب کا مستحق ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اس کو دائمی عذاب ہوگا۔ دوسرا جواب یہ کہ یہ دائمی عذاب اُس صورت میں ہوگا جب وہ حلال سمجھ کر مسلمان کو قتل کرے، اور یہ ضابطہ ہے کہ معصیت کو حلال سمجھنا کفر ہے اور کافر کے لیے دائمی عذاب ہے۔

جھوٹی گواہی دینے والے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:
جھوٹے گواہ کی سزا میں اختلاف ہے، امام عبدالرزاق نے مکحول اور ولید بن ابی مالک سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شام میں اپنے گورنروں کی طرف لکھا کہ جھوٹے گواہ کو سو کوڑے مارے جائیں، اس کا سر مونڈا جائے اور اس کو لمبے عرصہ تک قید میں رکھا جائے۔

حضرت عمر سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا منہ کالا کیا جائے' اس کا عمامہ اس کے گلے میں ڈال کر اس کو گلیوں میں پھرایا جائے اور اعلان کیا جائے کہ یہ جھوٹا گواہ ہے اور اس کی شہادت کبھی بھی نہیں قبول کی جائے گی۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اس کو کوڑے مارے جائیں' اس کو گلیوں میں پھرایا جائے اور اس کی تذلیل کی جائے۔

ابن القاسم نے کہا: مجھے امام مالک سے یہ بات پہنچی ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ اس کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ توبہ کر لے اور توبہ کے بعد نیک عمل کرے' یہ قول حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اتباع میں ہے۔

ابن ابی لیلیٰ نے کہا: اس کو تعزیر لگائی جائے گی' امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی نے کہا: اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور اس کی تشہیر کی جائے گی' امام احمد' اسحاق اور ابو ثور کا بھی یہی قول ہے اور شریح نے کہا ہے کہ اس کی تشہیر کی جائے گی اور اس کو تعزیر نہیں دی جائے گی اور یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جھوٹی گواہی دینا فسق ہے اور جو کسی مسلمان کو فاسق کہے' اس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کو فاسق کہے جانے سے بہتر یہ ہے کہ اس کو تعزیر دی جائے اور اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے کہ جس نے جھوٹی گواہی دینے کے علاوہ کوئی اور فسق کیا تو اس کی توبہ مقبول ہے اور اس کے بعد اس کی شہادت جائز ہے' سو جھوٹی گواہی دینے کا معاملہ بھی اسی طرح ہونا چاہیے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۲۹-۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶۵٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ ثَلَاثًا، قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ. قَالَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ. وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

[اطراف الحدیث: ۵۹۷۶-۶۲۷۳-۶۲۷۴-۶۹۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن ابی بکرہ از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہِ کبیرہ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' آپ بیٹھ گئے حالانکہ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے' پھر آپ نے فرمایا: اور جھوٹی بات کہنا (یا جھوٹی گواہی دینا)۔ راوی نے کہا: آپ اس کی بار بار تکرار فرماتے رہے' حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش! آپ سکوت فرماتے' اور اسماعیل بن ابراہیم نے کہا: ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کی شرح کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۱ - بَابُ شَهَادَةِ الْأَعْمٰى وَأَمْرِهِ وَنِكَاحِهِ وَإِنْكَاحِهِ وَمُبَايَعَتِهِ وَقَبُوْلِهِ

نابینا کی گواہی اور اس کا معاملہ اور اس کا نکاح کرنا اور اس کا نکاح کرانا' اور اس کی خرید و فروخت

فِي التَّأْذِيْنِ وَغَيْرِهٖ، وَمَا يُعْرَفُ بِالْأَصْوَاتِ
اور اس کی اذان وغیرہ کو قبول کرنا اور جو چیزیں آوازوں سے پہچانی جاتی ہیں

اس باب میں نابینا کی شہادت کا حکم بیان کیا گیا ہے' ابن القصار نے کہا ہے کہ شریعت میں آواز کو شہادت کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نابینا اپنی بیوی کی آواز سنے تو اس کا اپنی بیوی سے مباشرت کرنا جائز ہے۔

وَاَجَازَ شَهَادَتَهٗ قَاسِمٌ وَالْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ.
اور قاسم' حسن بصری' ابن سیرین' زہری اور عطاء نے نابینا کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں آثار حسب ذیل ہیں:

اشعث نے بیان کیا کہ حسن بصری کہتے تھے کہ نابینا کی شہادت صرف اس وقت جائز ہے' جب اس نے نابینا ہونے سے پہلے کسی چیز کو دیکھا ہوا ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۴۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اشعث نے بیان کیا کہ حسن بصری اور ابن سیرین دونوں نے کہا کہ نابینا کی گواہی جائز ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن ابی الذئب نے کہا کہ زہری نابینا کی شہادت کو جائز قرار دیتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قاسم اور عطاء کی شہادت کی روایت سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۱)

صرف آواز سننے کو شہادت کے قائم مقام کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ شریعت میں آواز شہادت کے قائم مقام ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نابینا آدمی اپنی بیوی کی آواز سن کر اسے پہچان کر اس سے عمل زوجیت کرتا ہے اور عمل زوجیت پر اقدام کرنا اور اس کو مباح سمجھنا حقوق کی شہادت ادا کرنے سے زیادہ اہم ہے' اور جو فقہاء نابینا کی شہادت کو ناجائز کہتے ہیں' انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ عقود اور اقرارات میں خبر مستفیض کی بناء پر شہادت دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ خبر مستفیض سے یقین حاصل نہیں ہوتا' سو اسی طرح نابینا کی شہادت بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے بھی یہ یقین حاصل نہیں ہوتا کہ یہ فلاں آدمی کی آواز ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کی آواز دوسرے کی آواز کے ساتھ مشابہ ہو' جیسا کہ کسی کی تحریر دیکھ کر اس پر شہادت دینا جائز نہیں ہے کہ یہ فلاں کی تحریر ہے حتیٰ کہ وہ یہ ذکر کرے کہ اس نے اس شخص کو یہ تحریر لکھتے ہوئے دیکھا ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ عقود اور اقرارات میں سننے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان میں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی' اس کے برخلاف افعال میں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور امام مالک نے تحریر پر شہادت کے جواز سے رجوع کر لیا ہے کیونکہ تحریر میں بہت زیادہ اشتباہ ہوتا ہے اور آوازوں میں اور چہروں میں اتنا اشتباہ نہیں ہوتا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زبانوں اور رنگوں کے اختلاف سے اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے اور تحریروں کے اختلاف کا ذکر نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ
اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش

أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ ۝ ہے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے' بے شک اس میں عالموں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ۝ (الروم:۲۲)

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس آیت کی تفسیر میں اس ناکارہ نے لکھا ہے:

تم اپنی زبانوں کے اختلاف پر غور کرو' عربوں کی زبان اور ہے' افریقیوں کی زبان اور ہے' انگریزی' جرمن' فارسی اور ہسپانوی زبان اور ہے' کرۂ ارض پر بے شمار زبانیں بولی جاتی ہیں اور کوئی زبان دوسری زبان سے نہیں ملتی' ان زبانوں کا خالق کون ہے؟ تم اپنے رنگوں پر غور کرو' جسمانی ساخت پر سوچو' کسی کا رنگ دوسرے کے رنگ سے نہیں ملتا' کسی کا چہرہ دوسرے کے چہرے سے نہیں ملتا' حتیٰ کہ کسی کے ہاتھ کی لکیریں دوسرے کے ہاتھ کی لکیروں سے نہیں ملتیں' ہزار ہا سال سے ارب ہا انسان پیدا ہو رہے ہیں اور کسی کا نقش دوسرے کے نقش سے' رنگ رنگ سے' اور لکیریں لکیروں سے نہیں ملتیں' اتنی باریکی اور بوقلمونی کس کی تخلیق ہے؟ کیا یہ محض اتفاق ہے یا پتھر کی مورتیوں کا کارنامہ ہے یا کسی دیوی یا دیوتا کی صناعی ہے! تم کہتے ہو کہ اس عالم کو بنانے میں خدا کے کچھ شریک ہیں' وہ شریک خود کیوں نہیں کہتے کہ اس جہان کو ہم نے بنایا ہے یا اس کو بنانے میں ہمارا بھی حصہ ہے' اللہ تعالیٰ ہر نبی سے یہ کہلواتا رہا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اگر واقع میں اس کے کچھ شریک تھے تو انہوں نے اس کا رد کیوں نہیں کیا' وہ بھی اپنا کوئی نمائندہ بھیجتے' کوئی آسمانی کتاب نازل کرتے۔ (تبیان القرآن ج ۹ ص ۱۴۸' فرید بک سٹال' لاہور)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ تَجُوْزُ شَهَادَتُهُ إِذَا كَانَ عَاقِلًا. اور شعبی نے کہا: جب نابینا عاقل ہو تو اس کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن شیبہ نے سند موصول سے روایت کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ الْحَكَمُ رُبَّ شَيْءٍ تَجُوْزُ فِيْهِ. اور حکم نے کہا: بعض چیزوں میں نابینا کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ أَرَأَيْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ لَوْ شَهِدَ عَلٰى شِهَادَةٍ أَكُنْتَ تَرُدُّهُ؟ اور زہری نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کسی کی شہادت پر شہادت دیں تو کیا تم اس کو رد کر دو گے؟

اس حدیث کو سند موصول کے ساتھ کرابیسی نے روایت کیا ہے' اور اس کی تائید شعبی کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے نابینا کے متعلق کہا ہے کہ جب وہ عاقل ہو تو اس کی شہادت جائز ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو سب سے زیادہ ذہین اور فطین تھے اور سب سے زیادہ معاملات کی باریکیوں کو جاننے والے تھے' اسی وجہ سے زہری نے ان کے نابینا ہونے کے بعد ان کی شہادت کے مسترد کرنے کو مستبعد قرار دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۲)

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبْعَثُ رَجُلًا إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ أَفْطَرَ' وَيَسْأَلُ عَنِ الْفَجْرِ' فَإِذَا قِيْلَ لَهُ طَلَعَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب سورج غروب ہو جاتا تو کسی شخص کو بھیجتے اور روزہ افطار کر لیتے اور فجر کے متعلق سوال کرتے' پس جب آپ سے کہا جاتا کہ فجر طلوع ہو گئی ہے تو آپ دو رکعت فجر

پڑھ لیتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس لیے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اخیر عمر میں نابینا ہو چکے تھے اور وہ سورج کے طلوع اور غروب کے متعلق کسی شخص کی خبر پر اعتماد کرتے تھے اور اس کی آواز سے اس کو پہچانتے تھے۔

وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اِسْتَاْذَنْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَعَرَفَتْ صَوْتِيْ، قَالَتْ سُلَيْمَانُ، اُدْخُلْ، فَاِنَّكَ مَمْلُوْكٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ.

اور سلیمان بن یسار نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے میری آواز پہچان لی اور فرمایا: سلیمان! تم داخل ہو جاؤ! جب تک تم پر کچھ (رقم) بھی باقی ہو تم (بدستور) غلام ہو۔

حضرت سلیمان بن یسار، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کے نزدیک مطلقاً غلام کسی خاتون کے پاس جا سکتا ہے، خواہ وہ ان کا غلام ہو یا نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۳)

وَاَجَازَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ شَهَادَةَ امْرَاَةٍ مُنْتَقِبَةٍ.

اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نقاب پوش عورت کی گواہی کو جائز قرار دیا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نقاب پوش عورت سے کلام فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۶۵۵ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَاُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لَقَدْ اَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا اٰيَةً اَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَ كَذَا. وَزَادَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَائِشَةَ تَهَجَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ، فَسَمِعَ صَوْتَ عَبَّادٍ يُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ يَا عَائِشَةُ، لَصَوْتُ عَبَّادٍ هٰذَا؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: اللہ اس شخص پر رحمت نازل فرمائے اس نے مجھے فلاں فلاں قرآن مجید کی آیت یاد دلا دی، جس کو میں فلاں فلاں سورت سے بھول چکا تھا۔ حضرت عباد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں تہجد کی نماز پڑھی، پس آپ نے حضرت عباد کی آواز سنی، وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ عباد کی آواز ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے دعا کی: اے اللہ! عباد پر رحم فرما!

اس تعلیق میں حضرت عباد بن بشر انصاری اشہلی کا ذکر ہے، یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور جب یہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے نکل کر گئے تھے تو ان کی لاٹھی روشن ہو گئی تھی، زہری نے کہا: یہ جنگ یمامہ کے دن شہید ہو گئے تھے، اس وقت ان کی عمر پینتالیس سال تھی۔ امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے، اس کی سند موصول امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رات کو مسجد میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا جائز ہے اور جس انسان سے کوئی خیر حاصل ہو، اس

کے حق میں دعا کرنی چاہیے خواہ اس نے اس خیر کو پہنچانے کا قصد نہ کیا ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھولنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۴) یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ بھولنا کتنی حکمتوں اور امت کے لیے عظیم فوائد پر مشتمل ہوتا ہے!

٢٦٥٦ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ، أَوْ قَالَ حَتّٰى تَسْمَعُوا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ. وَكَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ رَجُلًا أَعْمٰى، لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَقُولَ لَهُ النَّاسُ أَصْبَحْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از سالم بن عبداللہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں سو تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ اذان دی جائے یا فرمایا: حتیٰ کہ تم ابن ام مکتوم کی اذان سنو اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا آدمی تھے وہ اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ لوگ کہتے کہ تمہاری صبح ہو گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۱۷ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ لوگ نابینا کی آواز پر اعتماد کرتے تھے اور نابینا شخص لوگوں کی آواز پر اعتماد کرتا تھا۔

٢٦٥٧ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةٌ، فَقَالَ لِي أَبِي مَخْرَمَةُ انْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ عَسٰى أَنْ يُعْطِيَنَا مِنْهَا شَيْئًا، فَقَامَ أَبِي عَلَى الْبَابِ، فَتَكَلَّمَ، فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ قَبَاءٌ، وَهُوَ يُرِيهِ مَحَاسِنَهُ، وَهُوَ يَقُولُ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ، خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں زیاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں حاتم بن وردان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی مُلیکہ از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند قبائیں آئیں تو مجھ سے میرے والد حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلو شاید آپ ان میں سے ہمیں چند قبائیں عطاء فرمائیں پس میرے والد دروازہ پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات پہچان لی پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے اور آپ کے پاس ایک قباء تھی اور آپ اس کی خوبیاں دکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے: میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۵۹۹ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مخرمہ کی آواز سن کر ان کو پہچان لیا۔

امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیقات اور روایت کردہ احادیث سے باب کے عنوان پر دلالت میں بحث ونظر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نابینا کی شہادت جائز ہے' اسماعیلی نے کہا کہ امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں' ان تمام سے نابینا کی شہادت کو قبول کرنا ثابت نہیں ہوتا' جہاں تک نابینا کے نکاح کرنے کا تعلق ہے' اس میں نابینا کے صرف اپنے نفس پر نکاح کو لازم کرنا ہے اور کسی اور پر اس کی شہادت حجت نہیں ہے۔

جس تعلیق میں امام بخاری نے حضرت ابن عباس کے متعلق زہری کا قول نقل کیا ہے تو وہ قابل استدلال نہیں ہے اور جس تعلیق میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عباد کی آواز سن کر ان کو پہچان لیا اور حضرت مخرمہ کی آواز سن کر ان کو پہچان لیا تو اس میں نابینا کی شہادت کا ذکر نہیں ہے' اور جس حدیث میں حضرت ابن ام مکتوم کی اذان دینے کا ذکر کیا ہے تو وہ لوگوں کے بتانے سے اذان دیتے تھے' از خود کسی چیز کی شہادت نہیں دیتے تھے' غرض امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نابینا کی شہادت کو قبول کرنا جائز ہے۔

نابینا کی شہادت کو قبول کرنے میں مذاہب فقہاء

صاحب التلویح نے یہ کہا ہے کہ علامہ اسماعیلی کا اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے قاسم' حسن بصری' ابن سیرین' زہری' عطاء' شعبی اور حکم کی یہ تصریحات نقل کی ہیں کہ نابینا کی شہادت کو قبول کرنا جائز ہے اور یہ امام بخاری کی دلیل ہے۔ (البتہ اس کے ثبوت میں جو احادیث روایت کی ہیں' ان سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ سعیدی غفرلہٗ)

ان کے علاوہ قاضی شریح' ربیعہ' یحییٰ بن سعید انصاری' ابن جریج' ایاس بن معاویہ اور ابن ابی لیلیٰ کا ایک قول بھی یہی ہے اور امام مالک' لیث' امام احمد' اسحاق' ابوسلیمان اور ہمارے اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

حسن بصری اور ابن ابی لیلیٰ کا ایک قول یہ ہے کہ جس چیز کو نابینا اپنے نابینا ہونے سے پہلے پہچانتا ہو تو اس میں اس کی شہادت جائز ہے او جس چیز کو اس نے اپنے نابینا ہونے کے بعد پہچانا ہو تو اس میں اس کی شہادت جائز نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسف' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا بھی قول ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا: تھوڑی سی چیز میں اس کی شہادت جائز ہے۔ امام زفر نے کہا: نابینا کی شہادت صرف نسب میں مقبول ہے' امام ابو حنیفہ نے فرمایا: نابینا کی شہادت کسی چیز میں بھی اصلاً مقبول نہیں ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں چھ مذاہب ہیں: (۱) نابینا کی شہادت مطلقاً منع ہے (۲) مطلقاً جائز ہے (۳) صرف آواز سن کر شہادت دینا جائز ہے (۴) جس چیز کا نابینا کو پہلے علم ہو' اس کی شہادت جائز ہے اور جس کا بعد میں علم ہو' اس کی شہادت جائز نہیں (۵) تھوڑی سی چیز میں شہادت جائز ہے (۶) خصوصاً نسب میں شہادت دینا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲ - بَابُ شَهَادَةِ النِّسَاءِ

عورتوں کی شہادت

اس باب میں عورتوں کی شہادت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ﴾ (البقرہ:۲۸۲).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ (البقرہ:۲۸۲)

حدود اور قصاص میں اور جن اُمور پر مرد مطلع نہیں ہوتے' ان میں صرف ــــــــــــــــ

عورتوں کی شہادت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس آیت کا ایک حصہ ذکر کیا ہے کیونکہ یہ حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت جائز ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اکثر علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے' ابن المسیب' نخعی' حسن بصری' زہری' ربیعہ' امام مالک' لیث' فقہاء کوفہ' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا یہی قول ہے' اور نکاح' طلاق' عتق (آزاد کرنے) نسب اور الولاء میں اختلاف ہے' ربیعہ' امام مالک' امام شافعی اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ کسی چیز میں ان کی مردوں کے ساتھ شہادت جائز نہیں ہے' اور فقہاء کوفہ نے ان تمام چیزوں میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ جن اُمور پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے جیسے حیض اور بچہ کی ولادت اور پیدا ہونے کے بعد بچہ کے رونے اور عورتوں کے مخفی عیوب' ان اُمور پر ضرورت کی وجہ سے صرف عورتوں کی شہادت جائز ہے' تاہم رضاعت کے معاملہ میں اختلاف ہے' بعض فقہاء نے رضاعت کے ثبوت میں صرف عورتوں کی شہادت کو جائز کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت جائز ہے' ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ رضاعت کے لیے بھی وہی شہادت ضروری ہے' جو شہادت مال کے ثبوت کے لیے ضروری ہوتی ہے یعنی دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی اور رضاعت میں صرف عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی' امام شافعی کے نزدیک چار عورتوں کی شہادت سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور امام مالک کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور امام احمد کے نزدیک فقط دودھ پلانے والی کے قول سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور الکافی میں مذکور ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ عورت انعقادِ نکاح سے پہلے گواہی دے یا انعقادِ نکاح کے بعد گواہی دے۔

جن اُمور پر صرف عورتیں مطلع ہوتی ہیں' ان میں عورتوں کی شہادت کی تعداد میں اختلافِ فقہاء

جن معاملات پر مرد مطلع نہیں ہوتے اور ان پر صرف عورتیں مطلع ہوتی ہیں' ان میں عورتوں کی شہادت کے عدد میں اختلاف ہے' نخعی' عطاء بن ابی رباح' امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ ان میں چار عورتوں سے کم کی شہادت قبول نہیں ہے' اور امام مالک' ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ ان اُمور میں دو عورتوں کی گواہی بھی جائز ہے' امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر دائی کے ساتھ ایک اور عورت بھی ہو تو اس کی شہادت جائز ہے' شعبی سے روایت ہے کہ ان اُمور میں ایک عورت کی شہادت بھی جائز ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ قرض میں دو عورتوں کی گواہی دوسری عورت کی قسم کے ساتھ جائز ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ دو عورتوں کی شہادت میں مدعٰی علیہ سے قسم لی جائے گی اور مدعی سے قسم نہیں لی جائے گی' فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ صرف عورتوں کی شہادت فقط دو جگہوں پر جائز ہے: مال کے ثبوت میں اور ان اُمور میں جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے۔

٢٦٥٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ' عَنْ عِيَاضِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَا بَلٰى' قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبد اللہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کی گواہی ایک مرد کی گواہی کا نصف نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ اس کی عقل کی کمی کی بناء پر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس

میں عورت کی نصف شہادت کا ذکر ہے۔

۱۳ - بَابُ شَهَادَةِ الْإِمَاءِ وَالْعَبِيدِ باندیوں اور غلاموں کی شہادت

اس باب میں باندیوں اور غلاموں کی شہادت کا حکم بیان کیا گیا ہے' اور ان کا حکم یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک ان کی شہادت مطلقاً مقبول نہیں ہے' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کے نزدیک معمولی چیزوں میں ان کی شہادت قبول کی جائے گی' شریح' حسن بصری اور نخعی کا بھی یہی قول ہے۔ امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ غلاموں اور باندیوں کی شہادت جائز ہے' اس پر انہوں نے حسبِ ذیل آثار سے استدلال کیا ہے۔

غلاموں اور باندیوں کی شہادت کو قبول کرنے کے ثبوت میں امام بخاری کے نقل کردہ آثار

وَقَالَ اَنَسٌ شَهَادَةُ الْعَبْدِ جَائِزَةٌ اِذَا كَانَ عَدْلًا. اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب غلام نیک اور متقی ہو تو اس کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے: مختار بن فلفل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے غلام کی شہادت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: یہ جائز ہے اور میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی نے غلام کی شہادت کو رد کیا ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَاَجَازَهُ شُرَيْحٌ وَزُرَارَةُ بْنُ اَوْفٰى. اور شریح اور زرارہ بن اوفیٰ نے اس کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عامر بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح نے غلام کی شہادت کو جائز کہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ شَهَادَتُهُ جَائِزَةٌ اِلَّا الْعَبْدَ لِسَيِّدِهٖ. اور ابن سیرین نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز ہے مگر غلام کی شہادت اپنے آقا کے لیے (جائز نہیں ہے)۔

وَاَجَازَهُ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ فِى الشَّيْءِ التَّافِهِ. اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ حقیر چیز میں غلام کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے: منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ فقہاء تابعین حقیر چیز میں غلام کی شہادت کو جائز قرار دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ شُرَيْحٌ كُلُّكُمْ بَنُوْ عَبِيْدٍ وَاِمَاءٍ. اور شریح نے کہا: تم سب غلاموں اور باندیوں کی اولاد ہو۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے: عمار الدھنی بیان کرتے ہیں کہ میں شریح کے پاس تھا' ان کے سامنے ایک غلام نے ایک گھر کے اوپر شہادت دی' انہوں نے اس کی شہادت کو جائز قرار دیا' ان کو بتایا گیا کہ یہ غلام ہے' انہوں نے کہا: ہم سب اللہ تعالیٰ کے غلام اور باندیاں ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک غلاموں اور باندیوں کی شہادت جائز نہیں ہے اور ان کا استدلال درج ذیل

آثار سے ہے:

غلاموں اور باندیوں کی شہادت کو مسترد کرنے کے ثبوت میں جمہور کے نقل کردہ آثار

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۸، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

محمد بن راشد بیان کرتے ہیں کہ مکحول نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۹، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے خواہ وہ حقیر چیز کی شہادت دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۰، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابن ابی نجیح بیان کرتے ہیں کہ ''وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ'' (البقرہ: ۲۸۲) اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کی شہادت طلب کرو اس آیت کی تفسیر میں مجاہد نے کہا: اس سے مراد دو آزاد مرد ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۱، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

زکریا بیان کرتے ہیں کہ عامر نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۲، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عیسیٰ بن ابی عزۃ بیان کرتے ہیں کہ شعبی نے غلام کی شہادت کو مسترد کر دیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۳، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وکیع بیان کرتے ہیں کہ سفیان نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۴، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ ایک درہم میں بھی غلام کی شہادت کو جائز نہیں کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۵، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کافر، بچے اور غلام کی شہادت اس وقت جائز ہے جب وہ اس حال میں شہادت نہ دیں اور جب کافر مسلمان ہونے کے بعد گواہی دے اور بچہ بڑا ہونے کے بعد گواہی دے اور غلام آزاد ہونے کے بعد گواہی دے اور یہ سب اس وقت نیک اور متقی ہوں تو ان کی شہادت جائز ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۵۵۷۴۔ ج ۸ ص ۲۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام بخاری اور جمہور کے روایت کردہ آثار کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے ایک صحابی (حضرت انس) اور چار تابعین کی روایت سے بیان کیا ہے کہ غلام اور باندیوں کی شہادت جائز ہے اور ائمہ ثلاثہ نے دو صحابہ (حضرت ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم) اور نو تابعین کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ

غلاموں اور باندیوں کی شہادت جائز نہیں ہے' علاوہ ازیں ائمہ ثلاثہ کی روایات غلاموں اور باندیوں کی شہادت کے حرام ہونے کے ثبوت میں ہیں اور امام بخاری کی روایات غلاموں اور باندیوں کی شہادت کے حلال اور جائز ہونے کے ثبوت میں ہیں اور جب حلّت اور حرمت میں تعارض ہوتو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے' لہٰذا اس معاملہ میں ائمہ ثلاثہ کا مؤقف مضبوط ہے اور امام بخاری کا مؤقف کم زور ہے۔

غلام کی شہادت کو قبول کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

غلام کی شہادت قبول کرنے کے متعلق حسب ذیل تین قول ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آزاد کی شہادت کی طرح غلام کی شہادت کو قبول کرنا بھی جائز ہے' اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح کا قول ہے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے۔

(۲) حقیر اور معمولی چیزوں میں غلام کی شہادت کو قبول کرنا جائز ہے' یہ شعبی' حسن بصری اور نخعی کا قول ہے۔

(۳) غلام کی شہادت کو کسی چیز میں بھی قبول کرنا جائز ہے' یہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے' عطاء' سفیان ثوری' مکحول اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۲۶۵۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ، ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ، اَوْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ اَنَّهُ تَزَوَّجَ اُمَّ يَحْيَى بِنْتَ اَبِي اِهَابٍ قَالَ فَجَاءَتْ اَمَةٌ سَوْدَاءُ، فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُكُمَا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْرَضَ عَنِّي، قَالَ فَتَنَحَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، قَالَ وَكَيْفَ وَقَدْ زَعَمَتْ اَنْ قَدْ اَرْضَعَتْكُمَا؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ (ح) اور ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' یا کہا: میں نے ان سے سنا ہے کہ انہوں نے ام یحییٰ بنت ابی اہاب سے شادی کی' انہوں نے کہا کہ پس ایک سیاہ باندی آئی' سو اس نے کہا: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے' میں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے مجھ سے اعراض فرمایا تو میں ایک طرف مڑ گیا' پس میں نے آپ سے (دوبارہ) اس کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: تم اس کو کیسے نکاح میں رکھو گے حالانکہ اس عورت کا یہ زعم ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے؟ سو آپ نے ان کو اس سے منع فرما دیا۔

امام بخاری کے دو ضمنی اعتراضوں کا جواب

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ایک باندی کی شہادت کا ذکر ہے اور یہ حدیث دو طرح سے فقہاء احناف کے مؤقف کے خلاف ہے: اول اس لیے کہ اس میں باندی

کی شہادت قبول کرنے کا ذکر ہے اور ثانی اس لیے کہ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ ایک عورت کی شہادت سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور اس حدیث میں ایک عورت کی شہادت سے رضاعت کا ثبوت ہے۔

ان دونوں اعتراضوں کا جواب یہ ہے کہ اس عورت کی شہادت سے حضرت عقبہ اور ان کی زوجہ کے درمیان تفریق واجب نہیں ہوئی تھی' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عقبہ سے اس باندی کی گواہی کا واقعہ سن کر ان سے اعراض نہ فرماتے کیونکہ اگر اس باندی کی شہادت مقبول ہوتی اور اس کی شہادت سے رضاعت ثابت ہو جاتی تو حضرت عقبہ پر ان کی بیوی حرام ہو جاتی اور اس سے ان کی تفریق فوراً واجب ہو جاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لازم تھا کہ فوراً حضرت عقبہ کو اپنی بیوی سے مفارقت کا حکم فرماتے لیکن جب کہ آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ یہ قصہ سن کر ان سے اعراض فرمایا اور دوسری بار ان کے عرض کرنے پر فرمایا: تم اس کو کیسے اپنے نکاح میں رکھو گے حالانکہ اس عورت کا زعم یہ ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ مراد یہ تھی کہ لوگ تم پر یہ تہمت لگائیں گے کہ تم نے اپنی رضاعی بہن کو نکاح میں رکھا ہوا ہے اور تہمت سے بچنا مستحب ہے' سو آپ نے ان کو جو اپنی بیوی سے مفارقت کا حکم دیا تھا' وہ بہ طور وجوب نہیں بلکہ بہ طور استحباب تھا۔

۱۴ - بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

دودھ پلانے والی کی شہادت

۲۶۶۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فَجَاءَتِ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ اَرْضَعْتُكُمَا، فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ وَكَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ! دَعْهَا عَنْكَ اَوْ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی تو ایک عورت نے آ کر کہا: بے شک میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو کیسے اپنے نکاح میں رکھو گے حالانکہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے! تم اس کو اپنی طرف سے چھوڑ دو' یا اس کی مثل کوئی بات فرمائی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۸۸ یا اس سے سابق حدیث کی شرح کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۵ - بَابُ تَعْدِيْلِ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا

عورتوں کا ایک دوسرے کی تعدیل کرنا (نیک خصلتوں کو بیان کرنا)

۲۶۶۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، فَاَفْهَمَنِيْ بَعْضَهُ اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ قَالَ لَهَا اَهْلُ الْاِفْكِ مَا قَالُوْا، فَبَرَّاَهَا اللّٰهُ مِنْهُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنْ حَدِيْثِهَا،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالربیع سلیمان بن داؤد نے حدیث بیان کی' امام بخاری نے کہا: اس حدیث کے بعض مضامین مجھے امام احمد نے سمجھائے' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ابن شہاب الزہری از عروہ بن الزبیر سعید بن المسیب' علقمہ بن وقاص اللیثی اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جب ان کے متعلق تہمت لگانے والوں نے جو کہا سو کہا' پس اللہ نے ان کو اس تہمت سے بری کر دیا' زہری نے کہا: ان سب نے مجھے اپنی حدیث کا ایک

وَبَعْضُهُمْ اَوْعٰى مِنْ بَعْضٍ، وَاَثْبَتُ لَهُ اقْتِصَاصًا، وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ عَنْ عَائِشَةَ، وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا، زَعَمُوْا اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ اَزْوَاجِهٖ، فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ، فَاَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزَاةٍ غَزَاهَا، فَخَرَجَ سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَهٗ، بَعْدَ مَا اُنْزِلَ الْحِجَابُ، فَاَنَا اُحْمَلُ فِيْ هَوْدَجٍ وَاُنْزَلُ فِيْهِ، فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهٖ تِلْكَ وَقَفَلَ، وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ، اٰذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ، فَقُمْتُ حِيْنَ اٰذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ، فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَاْنِيْ، اَقْبَلْتُ اِلَى الرَّحْلِ، فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ، فَاِذَا عِقْدٌ لِّيْ مِنْ جَزْعِ اَظْفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ، فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِيْ فَحَبَسَنِيْ ابْتِغَاؤُهٗ، فَاَقْبَلَ الَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ لِيْ، فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِيْ فَرَحَلُوْهُ عَلٰى بَعِيْرِيَ الَّذِيْ كُنْتُ اَرْكَبُ، وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ اَنِّيْ فِيْهِ، وَكَانَ النِّسَاءُ اِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَثْقُلْنَ، وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ، وَاِنَّمَا يَاْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ، فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ حِيْنَ رَفَعُوْهُ ثِقَلَ الْهَوْدَجِ فَاحْتَمَلُوْهُ، وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ، فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا، فَوَجَدْتُ عِقْدِيْ بَعْدَمَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ، فَجِئْتُ مَنْزِلَهُمْ وَلَيْسَ فِيْهِ اَحَدٌ، فَاَمَمْتُ مَنْزِلِيَ الَّذِيْ كُنْتُ بِهٖ، فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنِيْ فَيَرْجِعُوْنَ اِلَيَّ، فَبَيْنَا اَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَتْنِيْ عَيْنَايَ فَنِمْتُ، وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ، فَاَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِيْ، فَرَاٰى سَوَادَ اِنْسَانٍ نَائِمٍ فَاَتَانِيْ، فَكَانَ يَرَانِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهٖ، حِيْنَ اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ، فَوَطِئَ يَدَهَا فَرَكِبْتُهَا، فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِيَ

حصہ بیان کیا اور ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے اور ان سے زیادہ قصہ کو منضبط کرنے والے تھے اور میں نے ان میں سے ہر ایک کی اس حدیث کو محفوظ رکھا جو اس نے مجھے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان میں سے بعض کی حدیث بعض دوسروں کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے' انہوں نے یہ زعم کیا کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' پھر ان میں سے جس کے نام کا قرعہ نکل آتا' اس کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاتے' پس آپ نے ہمارے درمیان اس غزوہ کے لیے قرعہ اندازی کی جس میں آپ روانہ ہو رہے تھے تو میرا قرعہ نکل آیا' پس احکامِ حجاب نازل ہونے کے بعد میں آپ کے ساتھ نکلی' سو مجھے ایک کجاوہ میں بٹھایا گیا اور اسی سے مجھے اتارا جاتا' سو ہم روانہ ہوئے' پس جب رسول اللہ ﷺ اپنے اس غزوہ سے فارغ ہو گئے' اور آپ لوٹے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ نے کوچ کرنے کا اعلان کرایا' تو میں اس وقت کھڑی ہوئی جب انہوں نے کوچ کا اعلان کیا' پس میں چلتی رہی حتیٰ کہ میں لشکر سے آگے بڑھ گئی' پس جب میں قضاءِ حاجت سے فارغ ہو گئی تو میں کجاوے کے پاس آ گئی' پھر میں نے اپنے سینہ کو ٹٹولا تو میرا یمن کی سیپیوں کا ہار (کہیں) ٹوٹ کر گر گیا تھا' پھر میں واپس گئی اور میں اپنے ہار کو تلاش کرنے لگی' سو اس کی تلاش نے مجھے روک لیا' اس اثناء میں میرا کجاوہ اٹھانے والے آئے اور انہوں نے میرا کجاوہ اٹھا کر اس اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار تھی' اور وہ یہ گمان کر رہے تھے کہ میں کجاوے میں سوار ہوں' اور اس زمانہ میں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں' بھاری بھر کم نہیں ہوتی تھیں اور ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا' وہ بہت تھوڑا کھانا کھاتی تھیں' اس لیے لوگوں نے جب پالان اٹھایا تو ان کو پالان کے وزن میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوا' سو انہوں نے اس پالان کو اٹھا لیا' اور میں (یوں بھی) کم سن لڑکی تھی' لہٰذا انہوں نے اونٹ کو ہانک دیا اور خود بھی روانہ ہو گئے' پھر جب لشکر روانہ ہو چکا تو مجھے اپنا ہار مل گیا' پس میں ان کے پڑاؤ پر آئی اور وہاں

الرَّاحِلَةَ، حَتّٰى اَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَمَا نَزَلُوْا مُعَرِّسِيْنَ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ، فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ.

وَكَانَ الَّذِيْ تَوَلَّى الْاِفْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنِ سَلُوْلَ، فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ، فَاشْتَكَيْتُ بِهَا شَهْرًا، وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ مِنْ قَوْلِ اَصْحَابِ الْاِفْكِ، وَيَرِيْبُنِيْ فِيْ وَجَعِيْ اَنِّيْ لَا اَرٰى مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِيْ كُنْتُ اَرٰى مِنْهُ حِيْنَ اَمْرَضُ، اِنَّمَا يَدْخُلُ فَيُسَلِّمُ، ثُمَّ يَقُوْلُ كَيْفَ تِيْكُمْ؟ لَا اَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ حَتّٰى نَقَهْتُ، فَخَرَجْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ، مُتَبَرَّزَنَا، لَا نَخْرُجُ اِلَّا لَيْلًا اِلٰى لَيْلٍ، وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ نَّتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيْبًا مِّنْ بُيُوْتِنَا، وَاَمْرُنَا اَمْرُ الْعَرَبِ الْاُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ، اَوْ فِي التَّنَزُّهِ، فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ اَبِيْ رُهْمٍ نَمْشِيْ، فَعَثَرَتْ فِيْ مِرْطِهَا، فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ، فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ، اَتَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا؟ فَقَالَتْ يَا هَنْتَاهُ اَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قَالُوْا؟ فَاَخْبَرَتْنِيْ بِقَوْلِ اَهْلِ الْاِفْكِ، فَازْدَدْتُ مَرَضًا اِلٰى مَرَضِيْ، فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰى بَيْتِيْ، دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ، فَقَالَ كَيْفَ تِيْكُمْ؟ فَقُلْتُ اِئْذَنْ لِيْ اِلٰى اَبَوَيَّ، قَالَتْ وَاَنَا حِيْنَئِذٍ اُرِيْدُ اَنْ اَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا، فَاَذِنَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُ اَبَوَيَّ، فَقُلْتُ لِاُمِّيْ مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ؟ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ، هَوِّنِيْ عَلٰى نَفْسِكِ الشَّاْنَ، فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ قَطُّ وَضِيْئَةٌ، عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا، وَلَهَا ضَرَائِرُ، اِلَّا اَكْثَرْنَ عَلَيْهَا، فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَلَقَدْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِهٰذَا؟ قَالَتْ فَبِتُّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى اَصْبَحْتُ، لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ، وَلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، ثُمَّ اَصْبَحْتُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَاُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، حِيْنَ اسْتَلْبَثَ

کوئی بھی نہیں تھا' تو میں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں پر میں (پہلے) تھی' میں نے یہ گمان کیا کہ وہ عنقریب مجھے گم پائیں گے تو میری طرف واپس آئیں گے' پس جب میں بیٹھی ہوئی تھی تو میری آنکھ لگ گئی اور حضرت صفوان بن المعطل السلمی پھر الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے' پس صبح کو وہ میرے قیام کی جگہ پر پہنچے تو انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا جسم دیکھا تو وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے احکامِ حجاب نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا' انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو میں بیدار ہوگئی' انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور اس کے اگلے پاؤں کو موڑ دیا' پس میں اس اونٹنی پر سوار ہوگئی' وہ مجھے اس اونٹنی پر بٹھا کر اس کے آگے آگے چلنے لگے حتیٰ کہ ہم لشکر تک پہنچ گئے اور وہ دوپہر میں استراحت کے لیے پڑاؤ ڈال چکے تھے' (بس اتنا واقعہ تھا) پس جس کو ہلاک ہونا تھا (وہ مجھ پر تہمت باندھ کر) ہلاک ہوگیا اور اس تہمت میں پیش پیش عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا' پھر ہم مدینہ پہنچے اور میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا چرچا ہو رہا تھا' اور مجھے اپنی بیماری میں اس سے شبہ ہوتا تھا کہ میں اس دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لطف نہیں دیکھتی تھی جو اس سے پہلے میں بیماری میں آپ کا لطف دیکھتی تھی' آپ گھر میں داخل ہو کر صرف مجھے سلام کرتے اور پھر پوچھتے: تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ اور مجھے تہمت سے متعلق کسی چیز کی خبر نہیں تھی' حتیٰ کہ جب میری حالت سنبھلی تو میں ام مسطح کے ساتھ میدانوں کی طرف گئی جہاں قضاء حاجت کرتے تھے' ہم صرف ایک رات سے دوسری رات تک کے وقت میں جایا کرتے تھے' اور یہ اس سے پہلے کی بات ہے کہ ہم اپنے گھروں کے قریب بیت الخلاء بناتے (قضاء حاجت کے لیے) جنگلوں میں جانا ہمارا طریقہ پرانے زمانے کے مطابق تھا' تو میں اور ام مسطح بنت ابی رھم جا رہے تھے کہ وہ اپنی چادر میں الجھ کر گر گئیں تو انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے! میں نے کہا: آپ نے بہت بری بات کہی ہے' آپ ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں جو غزوۂ بدر میں حاضر تھا! انہوں نے کہا: اے بھولی بھالی! کیا تم نے نہیں سنا کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ پھر انہوں نے

الْوَحْيُ، يَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ، فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِي يَعْلَمُ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ لَهُمْ، فَقَالَ أُسَامَةُ أَهْلُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نَعْلَمُ وَاللّٰهِ إِلَّا خَيْرًا، وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ، وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ، وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ، فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيرَةَ، فَقَالَ يَا بَرِيرَةُ، هَلْ رَأَيْتِ فِيهَا شَيْئًا يَرِيبُكِ؟ فَقَالَ بَرِيرَةُ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، إِنْ رَأَيْتُ مِنْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ، تَنَامُ عَنِ الْعَجِينِ، فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ، فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيِّ ابْنِ سَلُولَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي. فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنَا وَاللّٰهِ أَعْذُرُكَ مِنْهُ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا فِيهِ أَمْرَكَ. فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ، وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا، وَلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ، فَقَالَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُهُ، وَلَا تَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ. فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ فَقَالَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهُ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ، فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ، حَتّٰى هَمُّوا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَنَزَلَ فَخَفَّضَهُمْ، حَتّٰى سَكَتُوا وَسَكَتَ، وَبَكَيْتُ يَوْمِي لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، فَأَصْبَحَ عِنْدِي أَبَوَايَ، قَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْ وَيَوْمًا، حَتّٰى

مجھے تہمت لگانے والوں کی باتیں سنائیں اور میری بیماری میں ایک اور بیماری کا اضافہ ہو گیا' پس جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے' پس آپ نے سلام کیا اور پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں اور میں اس وقت یہ ارادہ رکھتی تھی کہ میں ان سے اس خبر کی تحقیق کروں' رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی' تو میں اپنے والدین کے پاس آئی' میں نے اپنی والدہ سے کہا: یہ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے میری بیٹی! اپنے آپ کو تحمل سے رکھو' بات یہ ہے کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے نزدیک خوب صورت ہو اور وہ اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غلبہ پانے کی کوششیں کرتی ہیں' میں نے کہا: سبحان اللہ! لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: میں نے وہ رات اس طرح گزاری حتیٰ کہ صبح تک میرے آنسو تھمتے نہ تھے اور میں نیند کو سرمہ نہ بنا سکی' پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا' اس وقت تک اس معاملہ میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی' آپ ان سے اپنی اہلیہ کو جدا کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے تھے' رہے حضرت اسامہ تو انہوں نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کو وہ اپنے دل میں آپ کی اپنی اہلیہ سے محبت کو جانتے تھے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اہلیہ کے متعلق ہم سوائے خیر کے اور کسی چیز کو نہیں جانتے' اور رہے حضرت علی بن ابی طالب تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کے اوپر تنگی نہیں رکھی اور ان کے سوا عورتیں بہت ہیں' اور آپ (ان کی) خادمہ سے پوچھیے وہ آپ کو سچ بتائے گی' تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا' پس فرمایا: اے بریرہ! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تم کو شک میں ڈالے؟ پس حضرت بریرہ نے کہا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس سے میں ان پر عیب لگاؤں' زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں' آٹا گوندھتے ہوئے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا

أَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي، قَالَتْ فَبَيْنَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي إِذِ اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا، فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ، وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مِنْ يَوْمِ قِيلَ فِيَّ مَا قِيلَ قَبْلَهَا، وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لَا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي شَيْءٌ، قَالَتْ فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ، فَإِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً، وَقُلْتُ لِأَبِي أَجِبْ عَنِّي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لِأُمِّي أَجِيبِي عَنِّي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَالَ، قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ، فَقُلْتُ إِنِّي وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ سَمِعْتُمْ مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ، وَوَقَرَ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ، وَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَبَرِيئَةٌ، لَا تُصَدِّقُونِي بِذٰلِكَ، وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ، لَتُصَدِّقُنِّي، وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ إِذْ قَالَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ○﴾ (یوسف:۱۸).

ثُمَّ تَحَوَّلْتُ عَلَى فِرَاشِي، وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يُبَرِّئَنِي اللّٰهُ، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ مَا ظَنَنْتُ أَنْ يُنْزِلَ فِي شَأْنِي وَحْيًا، وَلَأَنَا أَحْقَرُ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ يُتَكَلَّمَ بِالْقُرْآنِ فِي أَمْرِي، وَلٰكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

کہا جاتی ہے' پس اس دن رسول اللہ ﷺ (منبر پر) کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن ابی ابن سلول (کی تہمت کے سلسلہ میں) براءت طلب کی' پس فرمایا: مجھے اس شخص کے متعلق کون تہمت سے بَری قرار دے گا' جس کی ایذاء رسانی اب میری اہلیہ تک پہنچ چکی ہے' پس اللہ کی قسم! میں اپنی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا' اور انہوں نے (ایسے شخص کے ساتھ تہمت لگائی) کہ میں اس کے متعلق سوائے خیر اور کچھ نہیں جانتا' اور وہ جب بھی میری اہلیہ کے پاس جاتا تھا تو میں اس کے ساتھ ہوتا تھا' تب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں آپ کو اس تہمت سے بَری قرار دیتا ہوں' اگر (یہ تہمت لگانے والا) اوس میں سے ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائیوں میں خزرج سے ہے تو آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اس میں آپ کے حکم کے مطابق عمل کریں گے' تب خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور وہ اس سے پہلے نیک شخص تھے لیکن ان کو تعصب نے اُبھارا' تب انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' تم اس کو مت قتل کرنا اور نہ تم اس پر قادر ہوسکو گے' پھر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' اور اللہ کی قسم! ہم اس کو ضرور قتل کریں گے' پس بے شک تم منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے جھگڑ رہے ہو' پھر اوس اور خزرج کے دونوں قبیلے جوش میں آ گئے' حتیٰ کہ انہوں نے (لڑنے کا) قصد کیا اور رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے' پس آپ منبر سے اترے اور لوگوں کو ٹھنڈا کیا' حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے اور آپ خاموش رہے اور میں اس دن روتی رہی' میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور نہ میں نیند کو (اپنی آنکھوں کا) سرمہ بنا سکی' پس صبح کو میرے پاس میرے والدین آئے اور میں دو راتیں اور ایک دن روتی رہی تھی' حتیٰ کہ میں گمان کر رہی تھی کہ میرا رونا میرا جگر شق کر دے گا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جس وقت وہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی' انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت طلب کی' پس میں نے اس کو اجازت دے دی' سو

اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ رُؤْیَا یُبَرِّئُنِی اللّٰہُ، فَوَاللّٰہِ مَا رَامَ مَجْلِسَهُ، وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَیْتِ، حَتّٰی أُنْزِلَ عَلَیْهِ، فَأَخَذَهُ مَا كَانَ یَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ، حَتّٰی إِنَّهُ لَیَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِی یَوْمٍ شَاتٍ، فَلَمَّا سُرِّیَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَضْحَكُ، فَكَانَ أَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ لِی یَا عَائِشَةُ، اِحْمَدِی اللّٰہَ، فَقَدْ بَرَّأَكِ اللّٰہُ. فَقَالَتْ لِی أُمِّی قُوْمِی إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَا وَاللّٰہِ لَا أَقُوْمُ إِلَیْهِ، وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللّٰہَ، فَأَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿إِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ الْآیَاتِ(النور:۱۱) الْآیَاتِ. فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰہُ هٰذَا فِی بَرَاءَتِی، قَالَ أَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ، وَكَانَ یُنْفِقُ عَلٰی مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَاللّٰہِ لَا أُنْفِقُ عَلٰی مِسْطَحٍ شَیْئًا أَبَدًا، بَعْدَمَا قَالَ لِعَائِشَةَ. فَأَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿وَلَا یَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ. إِلٰی قَوْلِهِ. غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○﴾ (النور:۲۲) فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّیْقُ بَلٰی وَاللّٰہِ إِنِّی لَأُحِبُّ أَنْ یَغْفِرَ اللّٰہُ لِی، فَرَجَعَ إِلٰی مِسْطَحٍ الَّذِی كَانَ یَجْرِی عَلَیْهِ. وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْأَلُ زَیْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِی، فَقَالَ یَا زَیْنَبُ، مَا عَلِمْتِ، مَا رَأَیْتِ؟ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، أَحْمِی سَمْعِی وَبَصَرِی، وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ عَلَیْهَا إِلَّا خَیْرًا، قَالَتْ وَهِیَ الَّتِی كَانَتْ تُسَامِیْنِی، فَعَصَمَهَا اللّٰہُ بِالْوَرَعِ. قَالَ وَحَدَّثَنَا فُلَیْحٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ مِثْلَهُ. قَالَ وَحَدَّثَنَا فُلَیْحٌ، عَنْ رَبِیْعَةَ ابْنِ أَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَیَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِی بَكْرٍ مِثْلَهُ. (صحیح مسلم:۲۷۷۰، الرقم المسلسل:۶۹۱۴، سنن ترمذی:۳۱۹۱، سنن ابوداؤد:۵۲۱۹، المعجم الکبیر:۱۵۰۔ج ۲۳ ص ۵۰، مصنف عبدالرزاق:۹۷۴۸، مسند ابویعلیٰ:۴۹۳۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۰۱،

وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی تو جس وقت ہم اسی حال میں تھے اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے پس آپ بیٹھ گئے اور جس دن سے میرے متعلق یہ بات کہی گئی تھی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ ہو چکا تھا اور آپ کی طرف میرے متعلق کوئی چیز نازل نہیں ہوئی تھی، حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ نے کلمہ شہادت پڑھا، پھر فرمایا: اے عائشہ! بے شک تمہارے متعلق مجھے اس طرح اور اس طرح خبر پہنچی ہے، پس اگر تم بے قصور ہو تو عنقریب اللہ تم کو بری کر دے گا اور اگر (بالفرض) تم سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو تم اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف توبہ کرو، کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات پوری کر لی تو میرے آنسو رک گئے حتیٰ کہ میں نے آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا، اور میں نے اپنے والد سے کہا: آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں، پس میں نے اپنی والدہ سے کہا: آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو اس چیز کا جواب دیں، جو آپ نے فرمایا ہے، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں، حضرت عائشہ نے کہا: میں ایک کم عمر لڑکی تھی، میں قرآن کو بھی بہت زیادہ نہیں پڑھتی تھی تو میں نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں نے وہ باتیں سن لی ہیں، جو لوگوں نے کہی ہیں اور وہ باتیں آپ لوگوں کے دلوں میں جم گئی ہیں اور آپ لوگوں نے ان باتوں کی تصدیق کر دی ہے، اور اگر میں کہوں کہ میں (اس تہمت سے) بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک میں (اس تہمت سے) بری ہوں تو آپ لوگ میری اس بات کی تصدیق نہیں کریں گے، اور اگر میں آپ لوگوں کی خاطر کسی بات کا اعتراف کر لوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق کر دیں گے، اور اللہ کی قسم! میں اپنے اور تمہارے متعلق صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی مثال پاتی ہوں جب انہوں نے فرمایا تھا: ''پس اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے

مسند احمد ج ٦ ص ٦٠ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۳۱۷ - ج ۴۰ ص ۷۲ - ۳٦۸ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہےO''۔ (یوسف:۱۸) پھر میں اپنے بستر پر منتقل ہوگئی اور میں یہ امید رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بَری کر دے گا' لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ میری شان میں وحی نازل فرمائے گا اور میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں کلام فرمائے اور میں یہ امید رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند میں ایسا خواب دکھا دے گا جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بَری کر دے گا' پس اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مجلس کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں سے کوئی باہر نکلا تھا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور جس طرح (نزولِ وحی کے وقت) آپ پسینے پسینے ہو جاتے تھے' وہی کیفیت آپ پر طاری ہوگئی' موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے آپ کے جسم اطہر سے گرنے لگے' حالانکہ وہ سردی کا دن تھا' جب وہ کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقطع ہوئی تو آپ ہنس رہے تھے' پس اس وقت جو آپ نے پہلی بات کی' وہ یہ تھی کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی حمد کرو! اس نے تمہیں بَری کر دیا ہے' میری والدہ نے مجھ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑی ہو' میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں اللہ کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ''بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے'' (النور:۱۱' یہاں سے دس آیات ہیں) جب اللہ نے میری برأت میں یہ آیات نازل فرمادیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ حضرت مسطح بن اثاثہ پر اپنی قرابت داری کی وجہ سے خرچ کرتے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! مسطح نے عائشہ پر جو تہمت لگائی ہے' اس کے بعد میں اب کبھی بھی مسطح پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اور تم میں سے اصحابِ فضل اور اربابِ وسعت یہ قسم نہ کھائیں (الیٰ قولہٖ تعالیٰ) اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO''۔ (النور:۲۲) تب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! میں ضرور یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت فرمادے! لہٰذا حضرت

ابوبکر نے حضرت مسطح پر خرچ کرنے کی طرف رجوع کر لیا' اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے معاملہ کے متعلق سوال کیا' پس فرمایا: اے زینب! تم نے جو کچھ سنا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنی سماعت کو اور اپنی بصارت کو (اس شر سے) محفوظ رکھتی ہوں (کہ جو کچھ میں نے دیکھا یا سنا ہو' وہ آپ سے بیان کروں) اور اللہ کی قسم! میں ان کے متعلق سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں جانتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ یہی (میری وہ سوکن تھیں) جو میری ہم سری کی دعویٰ دار تھیں' لیکن ان کو ان کے تقویٰ کی وجہ سے اللہ نے (تہمت لگانے سے) محفوظ رکھا۔ امام بخاری نے کہا: ہم کو فلیح نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور از حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما' ان کی روایت اس حدیث کی مثل ہے' اور امام بخاری نے کہا: ہم کو فلیح نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان اور یحییٰ بن سعید از القاسم بن محمد بن بکر' ان کی روایت بھی اس حدیث کی مثل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بریرہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نیک خصلتوں کو بیان کیا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اس سے پہلے' صحیح البخاری: ۲۶۳۷' اور ۲۵۹۳ میں روایت کیا ہے' لیکن مکمل تفصیل کے ساتھ اس حدیث کو یہاں (صحیح البخاری: ۲۶۶۱) میں روایت کیا ہے' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں اس حدیث کا صرف اتنا حصہ روایت کیا ہے' جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ جب متعدد ازواج ہوں تو سفر میں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے ان میں قرعہ اندازی کرنی چاہیے اور صحیح البخاری: ۲۶۳۷ میں اس حدیث کا صرف اتنا حصہ روایت کیا ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ کسی کی تعدیل کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ہم اس کے متعلق سوائے خیر اور کچھ نہیں جانتے' چونکہ امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو پوری تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے' اس لیے ہم بھی یہاں اس کی تفصیل کے ساتھ شرح کر رہے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالربیع سلیمان بن داؤد العتکی' ان کی ۲۳۱ھ میں وفات ہوئی (۲) احمد' ان کے نام میں اختلاف ہے' الدمیاطی نے کہا: ان کا نام احمد بن یونس ہے' کرمانی نے کہا کہ بعض نسخوں میں ہے: ان کا نام احمد بن عبداللہ بن یوسف الیربوعی ہے' ان کا لقب شیخ الاسلام ہے' ابن خلفون نے کہا: یہ احمد بن حنبل ہیں' علامہ ذہبی نے کہا: یہ احمد بن النضر نیشاپوری ہیں (۳) فلیح بن سلیمان بن المغیرہ' ان کا نام عبدالملک ہے اور فلیح ان کا لقب ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن زبیر بن العوام (۶) سعید بن مسیب (۷) علقمہ بن وقاص اللیثی العتواری (۸) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الہذلی' یہ سات فقہاء میں سے ایک ہیں (۹) ام

المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۲۱)

حدیث مذکور میں درج مشکل الفاظ کے معانی

''افك'' کا معنی' ''اهل افك'' کے اسماء' ''جزع اظفار'' کا معنی

اور حضرت صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''اهل الافك'' کا ذکر ہے' سہیلی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ آیت ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ . (النور:۱۱) بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک گروہ ہے۔

ان کا سرخیل عبداللہ بن اُبی تھا' اس کے علاوہ جو لوگ ملوث ہوئے وہ حضرت حمنۃ بنت جحش' ان کے بھائی حضرت عبداللہ ابو احمد' حضرت مسطح' حضرت حسان رضی اللہ عنہم (ایک قول یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان میں نہیں تھے)' یزید بن رفاعہ' عبداللہ بن اُبی اس قصہ کو موضوع بحث بناتا تھا اور لوگوں میں اس کا ذکر شائع کرتا تھا۔

''افك'' کا معنی کذب' افتراء اور بہتان ہے۔

نیز اس حدیث میں ''جزع اظفار'' کا لفظ ہے' ''جزع'' کا معنی ہے: سیپی' اور ''اظفار'' یمن کی ایک بستی کا نام ہے یعنی یمن کے ایک قصبہ کی سیپی۔

اس میں ''العلقة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: قلیل یعنی وہ عورتیں بہت کم کھاتی تھیں' صرف اتنا جس سے رمقِ حیات برقرار رہے۔

اس میں حضرت صفوان بن المعطل السلمی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' قاضی ابوبکر بن العربی نے ذکر کیا ہے کہ یہ عورتوں سے منقطع رہتے تھے' انہوں نے کبھی بھی کسی عورت کا کپڑا نہیں کھولا' اور سیر میں لکھا ہے کہ حضرت صفوان کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کو اس حال میں پایا کہ وہ عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے' ان کا سب سے پہلا غزوہ المریسیع تھا' علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ وہ غزوۂ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے ہیں اور بہت بہادر' نیک اور شاعر تھے' امام ابن اسحاق سے منقول ہے کہ وہ انیس ہجری میں غزوۂ ارمینیہ میں شہید ہو گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اٹھاون ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

اس حدیث میں ''نحر الظهيرة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سخت گرمی کی دوپہر۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۲۶۔ ۳۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت علی نے حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر عورتوں کا جو مشورہ دیا تھا' اس کی ایک توجیہ علامہ عینی کی طرف سے اور دیگر توجیہات مصنف کی طرف سے

علامہ عینی نے لکھا ہے: حضرت علی نے کہا: یارسول اللہ! آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے تنگی نہیں رکھی اور حضرت عائشہ کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں۔ حضرت علی نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصلحت اور آپ کی خیر خواہی کے لیے کہی تھی' کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خبر سے بہت صدمہ پہنچا ہے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو خوشی پہنچانے کا ارادہ کیا' (خدانخواستہ)

انہوں نے حضرت عائشہ سے عداوت کی بناء پر یہ بات نہیں کہی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۲۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے یہ بات اس وجہ سے کہی ہو کہ ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ اس ناپاک تہمت سے بَری ہیں اور وہ پاک دامن ہیں لیکن آپ کے لیے عورتوں کی کمی تو نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ لازم نہیں کیا ہے کہ آپ حضرت عائشہ کو ہی اپنے حرم میں رکھیں' ان کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں تو آپ کو ایسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا کیا ضروری ہے' جس پر غلط ہی سہی لیکن ایک بار تہمت لگ چکی ہے۔

لیکن حضرت علی نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اگر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حرم سے الگ کر دیتے تو منافقین یہ کہتے کہ ہم سچے تھے اور ضرور یہ واقعہ ہوا ہے تب ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو اپنے حرم سے الگ کر دیا ہے' دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت عائشہ سے بہت زیادہ محبت تھی اور آپ کی دل آزاری نہیں چاہتے تھے اور اگر آپ ان کو اپنے حرم سے الگ کر دیتے تو ضرور ان کی دل آزاری ہوتی۔ حضرت علی نے اس پر بھی توجہ نہیں فرمائی کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ مجرم کو سزا دی جائے نہ یہ کہ جو بے قصور ہو اس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جو سزا کے مترادف ہو۔

رہا یہ کہ بہرحال حضرت عائشہ پر تہمت تو لگ چکی ہے تو اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت اور وقار میں کوئی کمی نہیں آئی' حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بن یامین پر چوری کرنے کی ناجائز تہمت لگائی گئی' علاوہ ازیں سیّدنا یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ ناجائز تہمت لگائی گئی تو اس سے ان کے مرتبہ میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ ناجائز تہمت پر صبر کرنے کی وجہ سے ان کے درجات مزید بلند ہوئے' حضرت مریم پر فحش کام کے ارتکاب کی تہمت لگائی گئی' اس سے ان کی عظمت میں کوئی کمی نہیں آئی' بنی اسرائیل کے عابد جریج پر ایک چرواہی کے ساتھ فحش کام کی تہمت لگائی گئی' اس سے ان کی عزت اور حرمت میں کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ کرامت عطاء کی کہ ان کے حکم سے ایک نوزائیدہ بچہ نے کلام کیا اور بتایا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔

حضرت عائشہ نے اس ناجائز تہمت پر جو صدمہ اٹھایا اور صبر کیا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ان کا مرتبہ اس طرح بلند کیا کہ حضرت عائشہ کی برأت میں قرآن مجید کی دس آیات نازل ہوئیں اور حدِ قذف کا قانون نازل فرمایا کہ جو شخص کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے گا' اس کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عالی ظرفی اور اخلاق کی بلندی

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت عائشہ کے متعلق جو مشورہ دیا تھا' اس سے حضرت عائشہ کے دل میں حضرت علی کے خلاف کوئی رنجش پیدا ہوئی' لیکن ایسا نہیں ہے' اس واقعہ کے بعد بھی حضرت عائشہ کے دل میں حضرت علی کا اسی طرح احترام تھا جیسے پہلے تھا' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

جمیع بن عمر التیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' پس آپ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک کون سب سے زیادہ محبوب تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: (سیّدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا)' پھر پوچھا گیا: اور مَردوں میں؟ تو آپ نے فرمایا: ان کے شوہر! بے شک میرے علم کے مطابق وہ بہ کثرت روزے رکھنے والے اور بہ کثرت قیام کرنے والے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۴)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بھی تہمت لگانے والوں میں شامل تھے اور ان پر حد قذف لگائی گئی تھی' لیکن حضرت عائشہ ان کا بھی دفاع کرتی تھیں اور ان کی تحسین کرتی تھیں۔

علامہ یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ اور علامہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ نے لکھا ہے:

محمد بن السائب بن برکہ نے اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت عائشہ کے ساتھ طواف میں تھیں اور ان کے ساتھ ام حکیم بنت خالد بن العاص بھی تھیں اور اُم حکیم بنت عبداللہ بن ابی ربیعہ بھی تھیں' ان دونوں نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ کا ذکر کیا اور ان کی مذمت کی اور ان کو بُرا کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ نے ان سے فرمایا: تم ان کو بُرا کہہ رہی ہو' حالانکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل کرے گا' کیونکہ وہ اپنی زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے تھے۔

(الاستیعاب ج ا ص ۴۰۴' اسد الغابہ ج ۲ ص ۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حدیث ''اِفک'' سے مستنبط بائیس فقہی مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۳۸۸ھ نے حدیث ''افک'' سے درج ذیل فقہی مسائل مستنبط کیے ہیں:

(۱) عورت اپنے خاوند سے اجازت لیے بغیر بھی قضاء حاجت کے لیے جنگل یا میدان میں جا سکتی ہے۔

(۲) مردوں کا عورتوں کو اونٹ کے کجاوے میں بٹھانے کا جواز۔

(۳) اس خدمت کے دوران اجنبی مردوں کا عورتوں سے باتیں کرنے کو ترک کرنا۔

(۴) فحش بات کے ذکر کو ترک کرنا جیسا کہ حضرت عائشہ کو اس تہمت کے متعلق نہیں بتایا گیا حتیٰ کہ حضرت ام مسطح نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔

(۵) سُلطان یا امام کی اہلیہ کے متعلق جب لوگ ناگفتنی بات کر کے اس کو ایذاء دیں تو امام کا اس کی شکایت اپنے لوگوں سے کرنا اور ان سے اس کی مدافعت چاہنا۔

(۶) بعض نے کہا ہے کہ سلطان کا اپنے رازداروں سے اپنی اہلیہ سے فراق کے متعلق مشورہ کرنا۔

(۷) کسی شخص کے باطنی احوال کی تفتیش اور پڑتال ان لوگوں سے کرنا جو اس کے پوشیدہ احوال سے واقف ہوں' تاکہ اس کے نیک اور متقی ہونے کا حکم لگایا جا سکے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے باطنی اُمور کے متعلق حضرت بریرہ' حضرت اُسامہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہم سے سوالات کیے۔

(۸) حضرت عائشہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر گئیں' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو اپنے خاوند سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر جانا چاہیے۔

(۹) جب ام مسطح نے حضرت مسطح کے متعلق کہا: مسطح ہلاک ہو جائے! تو حضرت عائشہ نے ان کو بددعا دینے سے منع فرمایا اور کہا کہ ایسا نہ کہیں' وہ بدری صحابی ہیں' اس سے اصحاب بدر کی فضیلت معلوم ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ جو اصحابِ بدر کو بُرا کہے' اس کو منع کرنا چاہیے۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: اگر (بالفرض) تم سے گناہ ہو گیا ہے تو تم توبہ اور استغفار کر لو' اس سے معلوم ہوا کہ جس کے گناہ کرنے پر دلیل قائم نہ ہو' اس کو بھی توبہ کا حکم دینا چاہیے۔

(۱۱) اگر کسی سے کوئی فحش کام ہو گیا ہو تو اس کا اظہار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ فحشاء کا اظہار بھی معصیت ہے۔

(۱۲) صبرِ جمیل یہ ہے کہ انسان صرف اللہ کے سامنے اپنا عذر پیش کرے کیونکہ حضرت عائشہ نے کسی کے سامنے اس تہمت سے براءت

کو بیان نہیں کیا۔

(۱۳) ایک ماہ تک نبی ﷺ، حضرت عائشہ پر لگائی گئی تہمت کے سلسلہ میں پریشان اور غمگین رہے اور آپ پر اس معاملہ میں وحی نازل نہیں ہوئی' اس سے معلوم ہوا کہ وحی کا نزول آپ کے اختیار میں نہیں ہے کہ جب آپ چاہیں' آپ پر وحی نازل ہو جائے اور یہ آپ کی نبوت کے صدق کی قوی دلیل ہے کیونکہ اگر آپ سچے نبی نہ ہوتے تو ہر ضرورت کے موقع پر اپنی طرف سے وحی بنا

31 لیتے۔

(۱۴) نبی ﷺ نے عبداللہ بن اُبی پر حد قذف جاری نہیں کی حالانکہ اس تہمت کا بانی مبانی وہی تھا کیونکہ اس کا بہت بڑا گروہ اور جتھا تھا اور یہ ۵ھ کا واقعہ ہے' اس وقت مسلمانوں کی زیادہ بڑی تعداد نہیں تھی' اگر آپ اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیتے تو عبداللہ بن ابی کے حامی اس کی مخالفت کرتے اور بہت بڑا فتنہ ہو جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ فتنہ سے بچنے کے لیے کسی برحق کام سے بھی اعراض اور اغماض کر لینا چاہیے۔

(۱۵) عبداللہ بن اُبی حضرت سعد بن عبادہ کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا تھا' اس لیے انہوں نے اس کی عصبیت کی وجہ سے اس کی حمایت کی اور حضرت سعد بن معاذ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا' اوس اور خزرج میں اس وقت جنگ ہونے والی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فریقین کو ٹھنڈا کیا' قبیلہ اوس کے لوگ جو قبیلہ خزرج پر برہم تھے' اس کی وجہ صرف رسول اللہ ﷺ سے محبت تھی اور ان کا غضب ناک ہونا صرف رسول اللہ ﷺ کے حرم کی عزت و ناموس کی حفاظت کی وجہ سے تھا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کے متعلق کوئی نازیبا بات کہے تو مسلمانوں کو اس کے خلاف برسرِ پیکار ہونا چاہیے' اسی لیے فقہاء نے کہا ہے کہ جو شخص حضرت عائشہ پر فحش تہمت لگائے گا' وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا۔

(۱۶) حضرت اُسید بن حضیر نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا: تم منافق ہو اور منافقین کی حمایت میں لڑ رہے ہو' حالانکہ حضرت سعد بن عبادہ منافق نہ تھے' سچے مسلمان تھے اور نبی ﷺ نے بھی حضرت اُسید بن حضیر کو اس پر ملامت نہیں کی' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص منافقین کی حمایت کرے تو اس کو منافقین کے منزلہ میں نازل کر کے اس کو منافق کہنا جائز ہے خواہ وہ منافق نہ ہو' اسی طرح اگر کوئی شخص شرابیوں کی حمایت میں لڑے تو اس کو شرابی کہنا جائز ہے' خواہ وہ شخص شرابی نہ ہو۔

(۱۷) اسی طرح جب کوئی شخص فی نفسہٖ نیک ہو لیکن وہ بدکاروں کی حمایت کرے تو اس سے نیکی کا وصف زائل ہو جائے گا کیونکہ جب حضرت سعد بن عبادہ نے عبداللہ بن اُبی کی حمایت کی تو حضرت عائشہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ حضرت سعد بن عبادہ نے عصبیت کی وجہ سے عبداللہ بن ابی کی حمایت کی' ورنہ اس سے پہلے وہ نیک آدمی تھے۔

(۱۸) نبی ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ کو کوئی سزا نہیں دی' اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح شبہات کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے' اسی طرح شبہات کی وجہ سے بھی سزا ساقط ہو جاتی ہے اور یہاں پر شبہ یہ تھا کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن ابی پر حد قذف جاری نہیں کی تھی اور نہ اس وقت تک حضرت عائشہ کی برأت میں وحی نازل ہوئی تھی۔

(۱۹) جو شخص نبی ﷺ کی اہلیہ کے متعلق کوئی ایذاء رساں بات کہے یا آپ کی عزت اور حرمت کے خلاف کوئی بات کہے' اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر وہ شخص (جس نے آپ کے حرم کو ایذاء پہنچائی ہے) اگر قبیلہ اوس سے ہو تو ہم خود اس کو قتل کر دیں گے' اور نبی ﷺ نے ان کی اس بات پر ردّ نہیں فرمایا' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کو جس تہمت سے بَری کر دیا ہے' پھر کوئی شخص حضرت عائشہ پر وہ تہمت لگائے تو وہ شخص واجب القتل ہے کیونکہ وہ شخص قرآن مجید کی

تکذیب کر رہا ہے اور قرآن کریم کی تکذیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

(۲۰) نظر کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج میں سے کسی زوجہ پر بھی ایسی تہمت لگائے تو وہ بھی واجب القتل ہے' کیونکہ حضرت اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق قرآن مجید کے نزول سے پہلے کہا تھا کہ اگر وہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم خود اس کو قتل کر دیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا رد نہیں فرمایا' اگر حضرت اُسید کا یہ قول غلط ہوتا تو اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت فرمانا جائز نہیں تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو بیان کرنا آپ پر فرض ہے اور جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی زوجہ پر تہمت لگائی' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچائی اور آپ کی تنقیص کی اور اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان صحیح نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ○

(۲۱) جو شخص ایذاء پہنچانے والا ہو' اس کی توبہ کے بعد اس کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کو ترک نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس واقعہ کے بعد اب کبھی مسطح پر خرچ نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''تم میں سے اصحابِ فضل اور اربابِ وسعت اس طرح کی قسم نہ کھائیں''۔ (النور:۲۲)

(۲۲) جو شخص اپنے قصور کا اعتراف کر لے اور توبہ کر لے تو اس کو معاف کر دینا چاہیے تاکہ اس کو بھی اللہ تعالیٰ معاف فرما دے' جس طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہما کے معاملہ میں ہوا۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۳۵۔ ۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث ''اِفك'' سے مستنبط مزید تیس فقہی مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث ''افك'' سے حسب ذیل فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) کسی حدیث کے متعدد قطعات مبہمہ کو جمع کر کے روایت کرنا جائز ہے' جیسا کہ اس حدیث کے متعدد قطعات کو عروہ بن الزبیر' سعید بن المسیب' علقمہ بن وقاص اللیثی اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے روایت کیا اور ابن شہاب زہری نے ان متعدد قطعات کو ملا کر ایک مربوط حدیث کے طور پر بیان کیا۔

(۲) اس حدیث میں سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرنے کا ذکر ہے' اس سے امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء نے قرعہ اندازی کے جواز پر استدلال کیا ہے' امام ابوحنیفہ کے اس میں دو قول ہیں: مشہور قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور ایک قول جواز کا ہے' تاہم صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ قرعہ اندازی جائز نہ ہو کیونکہ قرعہ اندازی جوئے میں ہوتی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ قرعہ اندازی سے ایک ہی زوجہ کا نام ہر بار نکلے' لیکن چونکہ بہ کثرت احادیث اور آثار میں قرعہ اندازی کا ثبوت ہے' اس لیے ہم نے ان احادیث اور آثار کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا اور سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کو جائز قرار دیا ہے۔ مختصر القدوری میں لکھا ہوا ہے کہ ازواج کا سفر میں کوئی حق نہیں ہے اور شوہر جس زوجہ کو چاہے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے' اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شوہر پر

حالت سفر میں تقسیم واجب نہیں ہے لیکن ازواج کی دل داری کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرنا مستحب ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں یا جہاد میں اپنی بیوی کو ساتھ لے جانا جائز ہے۔

(۴) اجنبی مردوں کا عورت کو کجاوے میں بٹھانا جائز ہے اور سفر میں مردوں سے ان کی خدمت لینا جائز ہے۔

(۵) لشکر کا کوچ کرنا امیر لشکر کی اجازت پر موقوف ہے۔

(۶) عورتوں کے لیے کم کھانا افضل ہے تاکہ وہ ہلکی پھلکی رہیں۔

(۷) لشکر کے پیچھے ایک آدمی کو رکھنا چاہیے تاکہ جو شخص لشکر سے کٹ گیا ہو اس کو لشکر کے ساتھ ملائے' گری پڑی چیز اُٹھالے اور ضرورت مند کی مدد کرے۔

(۸) اجنبی عورتوں کے ساتھ حسن ادب کو ملحوظ رکھے' خاص طور پر تنہائی اور جنگل میں۔

(۹) جب وہ کسی اجنبی عورت کو لے جائے تو اس کے آگے آگے چلے' برابر برابر اور پیچھے نہ چلے۔

(۱۰) دین اور دنیا کی جو بھی مصیبت پیش آئے' اس وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا مستحب ہے۔

(۱۱) عورت کا اجنبی مرد کے سامنے چہرہ چھپالینا مستحب (بلکہ واجب ہے۔ سعیدی) ہے' خواہ وہ اجنبی مرد صالح ہو جیسے حضرت عائشہ نے حضرت صفوان کو دیکھ کر اپنے چہرے پر کپڑے کا پلو ڈال لیا۔

(۱۲) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ سے حضرت عائشہ کے متعلق پوچھا: آیا تم نے کوئی شک میں ڈالنے والی چیز دیکھی ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے حلف نہ طلب کیا جائے' پھر بھی اس کا حلف اٹھانا جائز ہے۔

(۱۳) جب کسی شخص پر کوئی تہمت لگائی جائے تو لوگوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اس کا چرچا نہ کریں اور اس کو راز میں رکھیں کیونکہ ایک مہینہ تک حضرت عائشہ کو اس کی خبر نہیں ہوئی حتیٰ کہ حضرت مسطح کی والدہ نے آپ کو اس تہمت کی خبر دی۔

(۱۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عائشہ کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آتے تھے اور اس تہمت کے بعد آپ کے لطف میں کمی ہو گئی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے ساتھ لطف سے پیش آئے اور اگر ایسا کوئی امر حادث ہو تو وہ اپنے لطف میں کمی کر دے تاکہ اس کی بیوی اس کا سبب دریافت کرے اور بات صاف ہو جائے۔

(۱۵) جو بات سنی جائے اگر اس سے تعلق ہو تو اس کے متعلق بحث اور تفتیش کی جائے اور جس سے کوئی تعلق نہ ہو' اس کے متعلق بحث اور تفتیش نہ کی جائے۔

(۱۶) جب کوئی اہم بات پیش آئے تو امام لوگوں کو خطبہ دے اور لوگوں سے اس کے متعلق سوالات کرے' جیسے جب یہ تہمت کا واقعہ پیش آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اس واقعہ کے متعلق صحابہ کی آراء معلوم کیں۔

(۱۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفوان کے متعلق فرمایا: میں اس کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا' اس میں حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے۔

(۱۸) اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اُسید بن حضیر کی بھی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کا دفاع کیا اور اس کی حرمت کی خاطر لڑے۔

(۱۹) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اور خزرج دونوں فریقوں کو ٹھنڈا کیا' جب کہ وہ برسرپیکار تھے' اس سے معلوم ہوا کہ فتنوں' خصومات اور

منازعات کو قطع کرانا چاہیے اور باہم صلح کرانی چاہیے۔

(۲۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کو توبہ کرنے کے لیے کہا' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عظیم اور مقدس شخصیت بھی اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے سے مستثنیٰ نہیں ہوتی۔

(۲۱) حضرت عائشہ نے اپنے والدین سے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کریں' اس سے معلوم ہوا کہ کسی اہم معاملہ میں اصاغر کے بجائے اکابر سے بات کرانی چاہیے۔

(۲۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: اے عائشہ! اٹھو! اللہ تعالیٰ کی حمد کرو! اس نے تمہیں (اس تہمت سے) بری کر دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی نئی اور تازہ نعمت حاصل ہو تو اس پر پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

(۲۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے بھی تعدیل اور تزکیہ کرانا جائز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما سے حضرت عائشہ کے متعلق سوال کیا اور انہوں نے حضرت عائشہ کی فضیلت بیان کی اور اسی چیز کے متعلق امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۴۔ ۳۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ کی برأت میں ایک ماہ کی تاخیر میں مصنف کی بیان کردہ حکمتیں

اس حدیث سے علامہ مہلب مالکی نے بائیس فقہی مسائل مستنبط کیے ہیں اور علامہ عینی نے تئیس مسائل مستنبط کیے ہیں' اس طرح اس حدیث سے پینتالیس مسائل مالکی اور حنفی علماء نے مستنبط کیے ہیں' لیکن ایک اہم مسئلہ جس پر ان علماء نے غور نہیں کیا' وہ یہ ہے کہ ایک ماہ تک اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل نہیں ہوئی' اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کی ایک وجہ جو میرے ناقص ذہن میں آئی ہے' وہ یہ ہے کہ اس عرصہ میں یہ امتیاز ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون مخلص ہے اور کون مخلص نہیں ہے؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جنہوں نے اس تہمت لگانے میں حصہ لیا تھا' اُن پر حد قذف لگائی گئی اور یہ حضرت حسان بن ثابت' حضرت مسطح بن اُثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم اور ان کے بھائی تھے' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی مغفرت کر دی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو' تمہارے لیے جنت واجب ہو گئی ہے' یا فرمایا: بے شک میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۸۳' صحیح مسلم: ۲۴۹۴' سنن ابوداؤد: ۲۶۵۰' سنن ترمذی: ۳۳۱۶)

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ بدری صحابہ سے کوئی گناہ نہیں ہوگا' کیونکہ حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اُثاثہ دونوں بدری صحابہ تھے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور ان دونوں پر حد قذف جاری کی گئی اور وہ اس حد سے پاک ہو گئے' اس سے معلوم ہوا کہ اہل بدر کے متعلق جو حدیث میں وارد ہے کہ وہ جنتی ہیں یا ان کی مغفرت کر دی گئی ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان سے کوئی گناہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے محفوظ رکھے گا اور اگر ان سے کوئی گناہ ہو گیا تو ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے دے گا' بہرحال اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ اہل بدر کے لیے جنت یا مغفرت کی بشارت کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان سے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اس سے ایک اور مسئلہ یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور صحابہ کرام محفوظ ہیں اور معصوم کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے قصد اور ارادہ سے کبھی بھی گناہ نہیں کرتے اور محفوظ کا معنی یہ ہے کہ وہ عموماً گناہ نہیں کرتے اور اگر بشری تقاضے سے ان سے کوئی گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے دیتا ہے' جیسے حضرت حسان' حضرت مسطح

اور حضرت حمنہ کے معاملہ میں ہوا' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور ان پر حد قذف جاری کی گئی اور موت سے پہلے ان کی توبہ ہوگئی' خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس معاملہ میں فوراً وحی نازل نہ کرنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ مخلصین اور غیر مخلصین مسلمانوں میں امتیاز ہوگیا' دوسری وجہ یہ ہے کہ وحی میں تاخیر کی وجہ سے بعض مسلمانوں پر حد قذف لگائی گئی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وحی میں تاخیر کی وجہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ جنت اور مغفرت کی بشارت گناہ نہ کرنے کو مستلزم نہیں ہے اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس سے معصوم اور محفوظ کا فرق معلوم ہوگیا۔

اس حدیث کی شرح میں یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ آیا نزولِ وحی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو یقیناً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ پھر آپ اتنے دن پریشان کیوں رہے اور صحابہ سے اس معاملہ میں تفتیش کیوں کی اور حضرت عائشہ کو توبہ کرنے کی تلقین کیوں کی؟ سو اس عنوان پر مکمل بحث ہم نے سورۃ النور: ۲۰ کی تفسیر میں کردی ہے۔ (تبیان القرآن ج ۸ ص ۹۱-۸۷)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی حمد کرو! اللہ نے تمہاری برأت کردی ہے' اور حضرت عائشہ کی والدہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو' تو حضرت عائشہ نے کہا: بہ خدا! میں ان کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اللہ کی حمد کروں گی' حضرت عائشہ کے اس قول سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے انکار کیا تھا' بلکہ حضرت عائشہ کے اس کلام کا معنی یہ تھا کہ میں اس احسان پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر ادا کروں گی۔ اس کی مفصل بحث تبیان القرآن ج ۸ ص ۹۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۶ - بَابٌ إِذَا زَكّٰى رَجُلٌ رَجُلًا كَفَاهُ

جب ایک مرد دوسرے مرد کی تعدیل کرے تو یہ کافی ہے

تعدیل کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے صالح اور صادق ہونے کی گواہی دے' اس کو تزکیہ بھی کہتے ہیں۔ امام بخاری کا مختار یہ ہے کہ تعدیل کے لیے ایک آدمی بھی کافی ہے' جیسا کہ اس باب کے عنوان سے ظاہر ہے' اس مسئلہ میں اختلاف ہے' امام محمد بن الحسن کے نزدیک تعدیل کے لیے دو آدمیوں کی ضرورت ہے۔ امام شافعی' امام مالک اور امام طحاوی کا بھی یہی مؤقف ہے' امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مؤقف یہ ہے کہ تعدیل کے لیے ایک آدمی بھی کافی ہے' تاہم دو آدمی ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔

وَقَالَ أَبُوْ جَمِيْلَةَ وَجَدْتُ مَنْبُوْذًا' فَلَمَّا رَاٰنِيْ عُمَرُ قَالَ عَسَى الْغُوَيْرُ أَبْؤُسًا' كَأَنَّهُ يَتَّهِمُنِيْ' قَالَ عَرِيْفِيْ إِنَّهُ رَجُلٌ صَالِحٌ' قَالَ كَذٰلِكَ ؟ إِذْهَبْ وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ.

اور ابوجمیلہ نے کہا: میں نے ایک لڑکا راستہ میں پڑا ہوا پایا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ہوسکتا ہے کہ یہ غویر کسی مصیبت کا پیش خیمہ ہو' گویا کہ وہ مجھ پر تہمت باندھ رہے تھے' میرے واقف کار نے کہا: یہ نیک آدمی ہیں' حضرت عمر نے کہا: اگر یہ درست ہے تو پھر اس بچے کو لے جاؤ' اس کا خرچ ہمارے (بیت المال کے) ذمہ ہوگا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ کسی غار میں گئے' وہ غار ان پر گر گیا اور وہ اس میں دب گئے' وہ بہ ظاہر سلامتی کے لیے اس غار میں گھسے تھے اور وہ غار ان کے لیے ناگہانی آفت بن گیا' جب سے یہ مثل جاری ہوگئی کہ آدمی کسی چیز کو

فائدہ مند سمجھے اور وہ اچانک اس کے لیے مصیبت بن جائے۔

ابو جمیلہ نے ایک لڑکا راستہ میں پڑا ہوا پایا اور حضرت عمر کو دکھایا' حضرت عمر نے یہ گمان کیا کہ شاید میں نے یہ لڑکا حضرت عمر کو اس لیے دکھایا ہے کہ اس کا وظیفہ بیت المال سے جاری کر دیا جائے' ابو جمیلہ کے ایک واقف کار نے حضرت عمر کو بتایا کہ یہ نیک آدمی ہیں' تب حضرت عمر نے کہا: اگر یہ درست ہے تو پھر اس بچے کو لے جاؤ' اس کا خرچ ہمارے ذمہ ہوگا۔ امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ ابو جمیلہ کی صرف ایک آدمی نے تعدیل کی اور انہوں نے اس کو نیک قرار دے دیا۔

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ راستہ میں پڑے ہوئے بچہ کو اٹھانا جائز ہے اور اس کا خرچ بیت المال کے ذمہ ہوگا اور وہ بچہ آزاد ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٣٣٦-٣٣٥)

٢٦٦٢ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَثْنٰى رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ وَيْلَكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ. مِرَارًا، ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا اَخَاهُ لَا مَحَالَةَ، فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا، وَاللّٰهُ حَسِيْبُهُ، وَلَا اُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا، اَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا، اِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْهُ.

[اطراف الحدیث: ٦٠٦١-٦١٦٢] (صحیح مسلم: ٣٠٠٠' الرقم المسلسل: ٧٣٩٥' سنن ابو داؤد: ٤٨٠٥' سنن ابن ماجہ: ٣٧٤٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے خبر دی از عبدالرحمان بن ابی بکرہ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کی تعریف کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی' تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی' یہ آپ نے کئی دفعہ فرمایا' پھر فرمایا: تم میں سے جو شخص لامحالہ اپنے بھائی کی تعریف کرے تو وہ کہے: میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے اور حقیقتِ حال کو اللہ جاننے والا ہے' اور میں اللہ کے سامنے کسی کی ستائش نہیں کرتا اور میرا اس کے متعلق اس اس طرح گمان ہے' اگر وہ اس کے متعلق اس چیز کو جانتا ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن سلام (٢) عبدالوہاب بن عبدالمجید الثقفی البصری (٣) خالد بن مہران الحذاء البصری (٤) عبدالرحمان بن ابی بکرہ (٥) ان کے والد حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام نفیع بن الحارث الثقفی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٣٣٦)

اس باب کا عنوان ہے: جب ایک مرد دوسرے مرد کی تعدیل کرے تو یہ کافی ہے' اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی تعدیل اور تزکیہ میں غلو اور مبالغہ نہ کرے اور چونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص کی تعریف کی تو اس سے امام بخاری کا یہ مؤقف ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک آدمی کی تعدیل بھی کافی ہے۔

کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے اور نہ کرنے کے محامل

اس حدیث میں ارشاد ہے: تم میں سے جو شخص لامحالہ اپنے بھائی کی تعریف کرے تو وہ کہے کہ میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے۔ یعنی کسی شخص کے متعلق یقین سے یہ نہ کہے کہ وہ نیک ہے' کیونکہ وہ اس کے تمام احوال پر مطلع نہیں ہوتا بلکہ یوں کہے کہ ہم اس کے ظاہر احوال کے اعتبار سے یوں سمجھتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں کسی کے سامنے اس کی منہ پر تعریف کرنے سے ممانعت کی گئی ہے' حالانکہ بعض

احادیث میں منہ پر تعریف کرنے کا بھی ثبوت ہے' خود نبی ﷺ نے کئی مرتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ان کے منہ پر تعریف کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت ان افراد کے متعلق ہے' جن کے تقویٰ اور پارسائی پر مکمل اعتماد نہ ہو اور جن کے تقویٰ اور پارسائی پر مکمل اعتماد ہو' ان کے سامنے ان کی تعریف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

١٧ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْإِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ، وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ

کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنے کی کراہت اور تعریف کرنے والے کو چاہیے کہ وہ وہی بات کہے جو وہ جانتا ہے اور اس میں حد سے نہ بڑھے

٢٦٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِي عَلٰى رَجُلٍ وَيُطْرِيْهِ فِي مَدْحِهِ، فَقَالَ أَهْلَكْتُمْ أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ.

[طرف الحدیث:٦٠٦٠] (صحیح مسلم:٣٠٠١' الرقم المسلسل:٧٣٩٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الصباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریا ء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سنا' ایک شخص کسی دوسرے شخص کی تعریف کر رہا تھا اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا' آپ نے فرمایا: تم نے (اس کو) ہلاک کر دیا' یا (فرمایا:) تم نے اس کی پیٹھ کاٹ دی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو شخص کسی کی تعریف میں مبالغہ کرتا ہے' وہ ضرور اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہتا ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کی خلوت اور تنہائی پر مطلع نہیں ہوتا' اس وجہ سے نبی ﷺ نے کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس مضمون کی اور بھی احادیث ہیں:

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

ابومعمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کسی امیر کی تعریف کی تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر مٹی ڈال دی' اور انہوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر مٹی ڈال دیں۔

(صحیح مسلم:٣٠٠٢' سنن ابوداؤد:٤٨٠٤' سنن ترمذی:٢٤٠١' سنن ابن ماجہ:٣٧٤٢)

ہمام بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح کر رہا تھا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل جھکے اور وہ بھاری بھرکم آدمی تھے' پھر انہوں نے اس شخص کے چہرے پر کنکریاں ماریں' ان سے حضرت عثمان نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم مدح کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈالو۔

(صحیح مسلم:٣٠٠٢' الرقم المسلسل:٧٤٠٠' سنن ابوداؤد:٤٨٠٤)

١٨ - بَابُ بُلُوْغِ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتِهِمْ

بچوں کا بالغ ہونا اور ان کی شہادت کا بیان

اس باب میں دو حکم بیان کیے گئے ہیں: ایک بچوں کے بالغ ہونے کا بیان' اور دوسرا ان کی شہادت کا بیان۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا﴾ (النور:٥٩).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغت کو پہنچ جائیں تو ان کو بھی اجازت طلب کر کے آنا چاہیے۔ (النور:٥٩)

اس آیت میں ''اطفال'' کا لفظ ہے' یہ'' طفل'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بچہ' اس کا اطلاق مذکر اور مؤنث اور واحد اور جمع پر ہوتا ہے' اور اس آیت میں '' حُلُم'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: بلوغت۔

امام بخاری نے اس آیت کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں بچوں کے بالغ ہونے پر حکم کو معلق فرمایا ہے۔

وَقَالَ مُغِيرَةُ اِحْتَلَمْتُ وَاَنَا ابْنُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً. اور مغیرہ نے کہا: مجھے بارہ سال کی عمر میں احتلام ہو گیا تھا۔

ان کا پورا نام ہے: مغیرہ بن مقسم الضبی الکوفی' یہ ابراہیم نخعی کے (فیض یافتہ) فقہاء میں سے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے اساتذہ میں سے ہیں' یہ ۱۳۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۰)

وَبُلُوْغُ النِّسَاءِ فِي الْحَيْضِ. لِقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَالّٰٓـئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ. اِلٰى قَوْلِهٖ. اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق:٤). اور عورتوں کی بلوغت حیض سے ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں (الی قولہ) حمل وضع ہونے تک۔ (الطلاق:۴)

یہ پوری آیت اس طرح ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں' اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی عدت بھی یہی ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

یعنی جو حاملہ عورتیں مطلقہ ہوں اور جن کا خاوند فوت ہو گیا ہو' ان کی عدت وضع حمل ہے اور جس جوان عورت کو حیض نہ آئے اور اس کو شک ہو کہ آیا وہ حاملہ ہے یا نہیں؟ اگر اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو اس کی عدت بھی وضع حمل ہے' اور اگر اس کا حمل ظاہر نہ ہو تو پھر اس کی عدت میں اختلاف ہے' امام مالک' امام احمد' اسحاق اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اور ان کے پاس اس کے ثبوت میں حضرت عمر سے روایت ہے اور اہل عراق نے کہا ہے کہ اس کی عدت تین حیض ہے' اگر اس کا حیض نہیں آ رہا ہے تو وہ اس کا انتظار کرے خواہ بیس سال گزر جائیں حتیٰ کہ وہ بوڑھی ہو کر سن ایاس کو پہنچ جائے' پھر اس کی عدت تین ماہ ہو گی۔ امام شافعی کا بھی صحیح قول یہی ہے اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے' حضرت ابن مسعود اور ان کے اصحاب سے بھی یہی روایت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۱)

وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ اَدْرَكْتُ جَارَةً لَّنَا جَدَّةً' بِنْتَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ سَنَةً. اور حسن بن صالح نے کہا: میری ایک پڑوسن اکیس سال کی عمر میں نانی تھی۔

علامہ عینی نے کہا: اس کی صورت یہ ہے کہ اس کو نو سال کی عمر میں حیض آ گیا اور اس کی شادی ہو گئی' دس سال کی عمر میں اس کی بچی ہو گئی اور وہ بھی نو سال کی عمر میں بالغ ہو گئی اور ایک سال کے بعد اس کے ہاں بچہ ہو گیا اور کوئی عورت کم سے کم انیس سال میں نانی بن سکتی ہے۔ امام شافعی سے روایت ہے کہ انہوں نے یمن میں انیس سال کی عمر کی ایک نانی دیکھی' وہ بھی اسی طرح نو سال کی عمر میں بالغ ہوئی اور دس سال کی عمر میں اس کے ہاں بچی ہو گئی اور وہ بچی بھی نو سال کی عمر میں بالغ ہوئی اور دس سال کی عمر میں وہ ماں بن گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۱)

٢٦٦٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ اُحُدٍ، وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً، فَلَمْ يُجِزْنِيْ. ثُمَّ عَرَضَنِيْ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، وَاَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ، فَاَجَازَنِيْ. قَالَ نَافِعٌ فَقَدِمْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَهُوَ خَلِيْفَةٌ، فَحَدَّثْتُهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ. فَقَالَ اِنَّ هٰذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ، وَكَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهِ اَنْ يَفْرِضُوْا لِمَنْ بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ. [طرف الحدیث:۴۰۹۷] (صحیح مسلم:۱۸۶۸، الرقم المسلسل:۴۰۹۷، سنن ابن ماجہ:۲۵۴۳)

نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے غزوۂ اُحد میں پیش کیا، اس وقت وہ چودہ سال کے تھے تو آپ نے مجھے اجازت نہیں دی، پھر میں نے اپنے آپ کو خندق کے دن پیش کیا، اس وقت میں پندرہ برس کا تھا، تو آپ نے مجھے اجازت دے دی، نافع نے کہا: میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا اور وہ اس وقت خلیفہ تھے، میں نے ان کے سامنے یہ حدیث بیان کی، پس انہوں نے کہا: یہ صغیر اور کبیر کے درمیان حد ہے، اور انہوں نے اپنے عُمال کی طرف مکتوب لکھا کہ جو شخص پندرہ سال کی عمر کا ہو گیا ہو اس کے لیے اہل لشکر کا وظیفہ جاری کر دیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید اللہ بن سعید ابو قدامۃ السرخسی (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامۃ (۳) عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۴) نافع مولیٰ ابن عمر ابو عبد اللہ المدنی متوفی ۱۱۷ھ (۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۱۳ ص ۳۴۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ لڑکا پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جاتا ہے۔

علاماتِ بلوغ میں اختلافِ فقہاء اور اگر علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک لڑکے کی عمر کی حد انیس سال ہے اور لڑکی کی عمر کی حد سترہ سال ہے اور امام شافعی کے نزدیک دونوں کی عمر کی حد پندرہ سال ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں میں بلوغ کی علامت احتلام ہے اور عورتوں میں بلوغ کی علامت حیض ہے، اور اس بلوغ کی علامت کے بعد ان پر عبادات اور حدود لازم ہو جاتی ہیں، اور جو شخص بالغ ہو گیا اور اس کی سمجھ ظاہر ہو گئی، اس کی گواہی جائز ہے اور اس پر فرائض اور دیگر احکامِ شرعیہ لازم ہیں۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب مردوں کو پندرہ سال تک احتلام نہ ہو اور عورتوں کو پندرہ سال تک حیض نہ آئے تو پھر ان کو بالغ قرار دینے کا کیا معیار ہے؟ قاسم اور سالم سے روایت ہے کہ پھر زیر ناف بالوں کا اُگنا بلوغ کی علامت ہے، یہ لیث کا قول ہے، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے، امام مالک نے کہا: یا تو اس کے بال اُگ جائیں یا اس کی عمر کے لڑکے بالغ ہو جائیں۔

امام ابوحنیفہ نے زیر ناف بال اُگنے کا اعتبار نہیں کیا، انہوں نے کہا: اگر علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو لڑکی میں بلوغ کی حد سترہ سال ہے اور لڑکے میں انیس سال ہے، اور ان سے لڑکے میں اٹھارہ سال کی بھی ایک روایت ہے۔ زیر ناف بال اُگنے میں امام شافعی کے دو قول ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ جب علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو لڑکے اور لڑکی دونوں کو پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جائے گا، ان کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ یہی اوزاعی، امام ابو یوسف اور امام محمد کا مذہب ہے، ابن الماجشون اور ابن وہب کا بھی یہی قول ہے۔

جن فقہاء نے بلوغت کے لیے زیرناف بالوں کے اُگنے کا اعتبار کیا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بنوقریظہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جن پر استرا چل چکا ہو' ان کو قتل کر دیا جائے۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب

امام شافعی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ یوم اُحد کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو واپس کر دیا تھا اور پھر یوم خندق کو جب ان کی عمر پندرہ برس ہو گئی تھی تو ان کو قبول کر لیا تو اس سے معلوم ہوا کہ پندرہ برس کی عمر میں انسان بالغ ہو جاتا ہے اور اس کے لیے تمام احکامِ شرعیہ ثابت ہو جاتے ہیں۔

امام شافعی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہاد میں شریک ہونے کے لیے پندرہ برس کی عمر معیار ہے اور اس عمر کا تعلق قوت اور صلاحیتِ جہاد کے ساتھ ہے' اس عمر کا اس بلوغ کے ساتھ تعلق نہیں جس عمر میں تمام احکامِ شرعیہ ثابت ہوتے ہیں' اس عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو صرف قتال کی اجازت دی تھی اور ہم کہتے ہیں کہ اگر بچہ اس سے کم عمر میں بھی قتال کر سکتا ہو تو اس کا جہاد میں شریک ہونا جائز ہے اور مالِ غنیمت سے اس کا حصہ نکالا جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ مراھقین (قریب بہ بلوغ لڑکوں) کو قتال کی اجازت دے دیتے تھے' جب وہ اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر دیتے' حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی غزوہ میں' میں نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کیا تو آپ نے مجھے قتال کرنے کی اجازت نہیں دی' پھر آپ کے سامنے میرے علاوہ کوئی اور لڑکا پیش کیا گیا تو آپ نے اس کو اجازت دے دی' تب میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کو قبول کر لیا اور مجھ کو مسترد کر دیا' پس اگر یہ لڑکا مجھ سے کشتی لڑے تو میں اس کو پچھاڑ دوں گا' آپ نے فرمایا: تم اس سے کشتی لڑو' سو میں نے اس کو پچھاڑ دیا' پھر مجھے بھی جہاد میں شامل کر لیا گیا۔

امام ابوحنیفہ نے بھی حضرت ابن عمر کی حدیث کا یہی جواب دیا ہے کہ آپ نے ان کو ان کی قوت کی وجہ سے غزوۂ خندق میں شامل کر لیا تھا اور ان کے ضعف کی وجہ سے ان کو غزوۂ اُحد میں مسترد کر دیا تھا' کیونکہ وہ لڑکے کی بلوغت کے لیے اٹھارہ سال کی عمر کا اعتبار کرتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۴۳۔۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک بلوغت کا معیار

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ بلوغت میں زیرناف بالوں کے اُگنے کا اعتبار نہیں کرتے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر لڑکی کو حیض نہ آئے تو اس کی بلوغت کی حد سترہ سال ہے اور اگر لڑکے کو احتلام نہ ہو تو اس کی بلوغت کی حد انیس سال ہے اور ان کا ایک قول اٹھارہ سال کا ہے۔

بچوں کی گواہی میں اختلافِ فقہاء

جہاں تک بچوں کی شہادت کا تعلق ہے تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ بچوں کی شہادت جائز نہیں ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قاسم' سالم' عطاء' شعبی' حسن' ابن ابی لیلیٰ' سفیان ثوری' فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور اور ابوعبید کا یہی مذہب ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ قصاص اور زخموں میں ان کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی جائز ہے' حضرت علی' حضرت ابن الزبیر' شریح' نخعی' عروہ' زہری' ربیعہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جس کی عمر کے پندرہ سال مکمل ہو گئے' اس پر بالغین کے احکام جاری کر دیئے جائیں گے' خواہ اس کو

احتلام نہ ہوا ہو پس وہ عبادات کا مکلف ہوگا اور اس پر حدود جاری کی جائیں گی اور وہ مال غنیمت میں سے اپنے حصہ کا مستحق ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۳)

میں کہتا ہوں کہ یہ تحریر امام ابو یوسف اور امام محمد کے مذہب کے مطابق ہے۔

٢٦٦٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صفوان بن سلیم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں' آپ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

١٩ - بَابُ سُؤَالِ الْحَاكِمِ الْمُدَّعِيَ هَلْ لَّكَ بَيِّنَةٌ؟ قَبْلَ الْيَمِيْنِ

قسم سے پہلے حاکم کا مدعی سے یہ سوال کرنا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے

یعنی حاکم مدعیٰ علیہ کو قسم دینے سے پہلے مدعی سے یہ سوال کرے کہ کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟

٢٦٦٦، ٢٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ، وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. قَالَ فَقَالَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فِيَّ وَاللّٰهِ كَانَ ذٰلِكَ، كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ أَرْضٌ، فَجَحَدَنِيْ، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَالَ قُلْتُ لَا، قَالَ فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ إِحْلِفْ. قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذًا يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِيْ! قَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران: ٧٧) إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی از الاعمش از شقیق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ایسی چیز پر حلف اٹھایا جس میں وہ جھوٹا تھا تا کہ وہ (اس قسم کے ذریعہ) کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر لے تو وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا' راوی نے کہا کہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ حدیث میرے متعلق ہے' میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا تنازع تھا' اس نے (میرے حق کا) انکار کیا' تو میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا' پس مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں! پھر آپ نے یہودی سے فرمایا: تم قسم کھاؤ! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو قسم کھالے گا اور میرا مال لے جائے گا' انہوں نے کہا: تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ اخیر آیت تک (آل عمران: ۷۷)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۵۷ ' اور ۲۲۵۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟

۲۰ - بَابُ اَلْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ فِي الْاَمْوَالِ وَالْحُدُوْدِ

اموال میں اور حدود میں مدعٰی علیہ پر قسم ہو گی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قسم مدعٰی علیہ پر ہے نہ کہ مدعی پر' یہ عنوان دو حکموں پر مشتمل ہے: پہلا حکم یہ ہے کہ قسم مدعٰی علیہ پر ہے اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اموال اور حدود میں قسم مدعٰی علیہ پر ہے۔ پہلے حکم کا معنی یہ ہے کہ مدعی پر صرف گواہ پیش کرنا ہے اور اس پر قسم کھانا نہیں ہے' امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ جب حاکم کو شک ہو تو وہ مدعی پر گواہ کے علاوہ قسم کو بھی لازم کر سکتا ہے۔ جمہور کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ. (النور: ۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں (پھر اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تہمت لگانے والوں کو صرف گواہ پیش کرنے سے بَری فرما دیا ہے اور ان کو قسم کھانے کا حکم نہیں دیا۔

اس عنوان میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ شارع نے قسم مدعٰی علیہ پر لازم کی ہے۔

اس عنوان میں دوسرا حکم یہ ہے کہ اموال اور حدود میں قسم مدعٰی علیہ پر ہے' اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم عام ہے' اموال' حدود اور نکاح وغیرہ میں جاری ہوتا ہے اور امام مالک نے نکاح' طلاق' عتاق اور فدیہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان میں سے کسی چیز میں قسم واجب نہیں ہے' حتیٰ کہ مدعی گواہ قائم کرے' خواہ ایک گواہ ہو اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ قسم مدعٰی علیہ کے ساتھ صرف اموال میں خاص ہے نہ کہ حدود میں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدَاكَ اَوْ يَمِيْنُهٗ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دو گواہ ہیں' ورنہ اس کی قسم ہو گی۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۶۷۰' ۲۶۶۹ میں ہے' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مدعی پر صرف گواہ پیش کرنا ہے اور مدعٰی علیہ پر صرف قسم ہے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔

وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ كَلَّمَنِيْ اَبُو الزِّنَادِ فِيْ شَهَادَةِ الشَّاهِدِ' وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ' فَقُلْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى﴾ (البقرہ: ۲۸۲)' قُلْتُ اِذَا كَانَ يُكْتَفٰى بِشَهَادَةِ شَاهِدٍ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ'

اور قتیبہ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن شبرمہ' انہوں نے کہا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے متعلق مجھ سے ابوالزناد نے کلام کیا تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنا لو' پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ان کو گواہ بنا لو) جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک (عورت) اگر بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے۔ (البقرہ: ۲۸۲) میں نے کہا: جب ایک گواہ اور

فَمَا يَحْتَاجُ اَنْ تُذَكِّرَ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى؟ مَا كَانَ يَصْنَعُ بِذِكْرِ هٰذِهِ الْاُخْرٰى؟

مدعی کی قسم کافی ہے تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلائے؟ پھر اس دوسری کے یاد دلانے کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟

ایک گواہ اور مدعی کی قسم کی بنیاد پر فیصلہ کا صحیح نہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس کا حاصل یہ ہے کہ ابوالزناد کا مذہب یہ تھا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح ہے اور یہ اہل حجاز کا مذہب ہے' اور ابن شبرمہ کا مذہب یہ ہے کہ مدعی کے گواہ اور اس کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے اور انہوں نے البقرہ: ۲۸۲ سے استدلال کیا' ابن شبرمہ کا مذہب وہی ہے جو ابن ابی لیلیٰ' عطاء' النخعی' الشعبی' اوزاعی' اہل کوفہ اور اصحابِ مالک میں سے اہل اندلس کا مذہب ہے' وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی نص صریح سے ثابت ہے کہ نزاعی معاملات میں دو گواہ ہوں یا پھر ایک مرد اور دو عورتیں ہوں اور اس میں مدعی کی قسم کا کوئی دخل نہیں اور اس میں مدعی کی قسم کو لازم کرنا قرآن مجید پر اضافہ ہے اور جن احادیث میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کا ذکر ہے' وہ سب اخبار احاد ہیں اور چونکہ وہ احادیث نص قرآن کے مخالف ہیں' اس لیے ان پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے قرآن مجید کا نسخ لازم آئے گا اور خبر واحد سے قرآن مجید کو نسخ کرنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۷۔۳۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' بیروت)

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ نہ کرنے کے خلاف اعتراضات اور ان کا جواب

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کی احادیث کی تائید میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر قرآن مجید پر زائد ہونے کی وجہ سے ایک گواہ اور مدعی کی قسم کا اعتبار نہیں کیا جاتا تو پھر اور بہت سی احادیث کا اعتبار بھی نہیں کرنا چاہیے' جیسے نبیذ سے وضوء کرنا' نماز میں قہقہہ سے وضوء کا وجوب' قے سے وضوء کا وجوب' غسل میں غرارے کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا وجوب' نہ کہ وضوء میں' قیدی کافرہ عورت سے استبراء کرنا (یعنی ایک حیض گزرنے سے پہلے اس سے مباشرت نہ کرنا) جو شخص ایسی چیز چرائے جو جلد خراب ہو جاتی ہے' اس کا ہاتھ نہ کاٹنا' ولادت میں ایک عورت کی گواہی کا کافی ہونا' صرف تلوار سے قصاص لینے کا وجوب' صرف شہر میں جمعہ کا وجوب' جہاد میں ہاتھوں کو نہ کاٹنا' کافر کا مسلمان کے ترکہ کا وارث نہ ہونا' جو مچھلی طبعی موت سے مر کر سطح آب پر تیرنے لگے اس کا حرام ہونا' کچلیوں سے پھاڑنے والے درندوں کا حرام ہونا' پنجوں اور ناخنوں سے پھاڑنے والے پرندوں کا حرام ہونا' بیٹے کو قتل کرنے پر باپ سے قصاص نہ لینا' مقتول کے ترکہ سے قاتل کا وارث نہ ہونا' اس طرح کی اور بہت احادیث اور مسائل ہیں' ان سب میں قرآن مجید پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ ان احادیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

ان سب کا جواب یہ ہے کہ جو حدیث نص پر زائد ہے اگر وہ بنفسہٖ مستقل حکم ہو جیسا کہ مذکور الصدر مثالوں میں ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس کا نام نسخ نہیں ہے' کیونکہ وہ نص کے حکم میں تغییر نہیں کرتا اور نہ اس کو تبدیل کرتا ہے' جب کہ مدعی کے گواہ اور اس کی قسم پر فیصلہ کی حدیث البقرہ: ۲۸۲ کے حکم کی مُغیّر اور مبدّل ہے' جیسا کہ ابن شبرمہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۸۔۳۴۶ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶۶۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ' عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی از ابن ابی

تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالْيَمِيْنِ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَيْهِ.

ملیکہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ کیا۔

اس حدیث کی شرح: ۲۵۱۴ میں گزر چکی ہے یہ حدیث فقہاء احناف کے موقف کی مؤید ہے۔

۰۰۰ - بَابٌ

باب

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان قائم نہیں کیا' اور ہم اس سے پہلے کئی بار بتا چکے ہیں کہ جس باب کا کوئی عنوان نہ ہو وہ ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق (ملا ہوا) اوران کا تتمہ ہوتا ہے۔

۲۶۶۹' ۲۶۷۰ - **حَدَّثَنَا** عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا، لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ. اِلٰی. عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (آل عمران:۷۷) ثُمَّ اِنَّ الْاَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ اِلَيْنَا، فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فَحَدَّثْنَاهُ بِمَا قَالَ، فَقَالَ صَدَقَ، لَفِیَّ اُنْزِلَتْ، كَانَ بَيْنِیْ وَ بَيْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِیْ شَیْءٍ فَاخْتَصَمْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ شَاهِدَاكَ اَوْ يَمِيْنُهُ. فَقُلْتُ لَهُ اِنَّهُ اِذًا يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِیْ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ، يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا، وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ، ثُمَّ اقْتَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے کسی چیز پر (جھوٹا) حلف اٹھایا تا کہ وہ اس کی وجہ سے مال کا مستحق ہو' وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' یہ آیت ''عذاب الیم'' تک ہے۔ (آل عمران:۷۷) پھر حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے' پس کہا: حضرت ابوعبدالرحمٰن تم کو کیا چیز بیان کرر ہے تھے؟ ہم نے ان کو بتایا وہ کیا کہہ رہے تھے' تو انہوں نے بتایا: انہوں نے سچ کہا ہے' یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی' میرے اور ایک شخص کے درمیان کسی چیز کے متعلق جھگڑا تھا' تو ہم دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنا جھگڑا پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دو گواہ ہوں گے ورنہ پھر اس کی قسم ہوگی' میں نے آپ سے عرض کیا: یہ تو قسم کھا لے گا اور کوئی پرواہ نہیں کرے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر حلف اٹھایا تا کہ وہ اس حلف سے کسی مال کا مستحق ہو جائے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا' تب اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی' پھر انہوں نے یہ آیت (آل عمران:۷۷) پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۷' اور ۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ تمہارے دو گواہ ہوں گے ورنہ پھر اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' اس میں یہ دلیل ہے کہ قسم صرف مدعیٰ علیہ کی ہوتی ہے' مدعی کی نہیں ہوتی اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔

۲۱ - بَابٌ إِذَا ادَّعٰى اَوْ قَذَفَ، فَلَـهٗ اَنْ يَّلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ، وَيَنطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَيِّنَةِ

جب کوئی شخص دعویٰ کرے یا (اپنی بیوی پر) زنا کی تہمت لگائے تو اس کے لیے گواہ تلاش کرنا جائز ہے اور وہ گواہ طلب کرنے کے لیے روانہ ہو

۲۶۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّنَةُ اَوْ حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ. فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِذَا رَاٰى اَحَدُنَا عَلٰى امْرَاَتِهٖ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَلْبَيِّنَةُ وَاِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ. فَذَكَرَ حَدِيْثَ اللِّعَانِ. [اطراف الحدیث: ۴۷۴۷-۵۳۰۷]

(سنن ابوداؤد: ۲۲۵۴، سنن ترمذی: ۳۱۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے اوپر کوئی مرد دیکھے تو کیا وہ گواہ تلاش کرنے کے لیے جائے گا؟ پس آپ یہی فرماتے رہے کہ گواہ پیش کرو، ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی، پھر حدیث لعان کا ذکر کیا۔

باب کے عنوان سے عدم مطابقت کے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ باب کا عنوان مطلق ہے کہ کوئی شخص کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور حدیث خصوصاً اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے متعلق وارد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت لعان کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، جب شوہر اور اجنبی شخص کے لیے کسی عورت پر زنا کی تہمت لگانے کا حکم مساوی تھا اور جب تہمت لگانے والے کے لیے گواہ پیش کرنے کا حکم ہے تو ہر مدعی کے لیے گواہ پیش کرنے کا حکم بہ طریق اولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۲۳، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

ہلال بن امیہ کا تذکرہ اور امام بخاری کی روایت کی توثیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: ہلال بن اُمیہ بن عامر بن قیس بن عبدالاعلم، یہ قدیم الاسلام ہیں اور بدری صحابی ہیں، انہوں نے ہی اپنی بیوی کے ساتھ لعان کیا تھا اور یہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جو غزوۂ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے۔ امام طبری اور علامہ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ہلال بن امیہ کا ذکر صحیح نہیں ہے، تہمت لگانے والے صحابی حضرت عویمر العجلانی تھے اور یہ واقعہ شعبان نو (۹) ہجری کا ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تھے، اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ غلطی اس حدیث کے راوی ہشام بن حسان سے ہوئی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں توقف فرمایا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے لعان کی آیت نازل فرمائی اور اگر یہ دو واقعے ہوتے (ایک حضرت ہلال کا، دوسرا حضرت عویمر کا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا حکم بیان کرنے میں توقف نہ فرماتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۵۴)

میں کہتا ہوں کہ امام ابن جریر طبری نے النور: ٧۔٦ کے شانِ نزول میں متعدد اسانید کے ساتھ لعان کے متعلق حضرت ہلال بن امیہ کی حدیث ذکر کی ہے اور حضرت عویمر کی حدیث ذکر نہیں کی' اسی طرح علامہ ابن بطال نے بھی علامہ المہلب کا مذکور الصدر قول ذکر نہیں کیا' علامہ عینی نے المہلب اور امام طبری کی طرف منسوب کر کے جو یہ لکھا ہے کہ امام بخاری کا اس حدیث میں حضرت ہلال بن امیہ کا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے' دراصل علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے' امام طبری نے حضرت ہلال بن امیہ کی حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ درج کیا ہے۔ (جامع البیان جز ١٨ ص ٩٩) اور علامہ ابن بطال نے اس حدیث کی شرح میں علامہ المہلب کے قول کا ذکر نہیں کیا۔

(شرح ابن بطال ج ٨ ص ٥٠)

٢٢ - بَابُ الْيَمِينِ بَعْدَ الْعَصْرِ

عصر کے بعد قسم کھانے کا حکم

٢٦٧٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِطَرِيقٍ يَمْنَعُ مِنْهُ ابْنَ السَّبِيلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا، فَإِنْ أَعْطَاهُ مَا يُرِيدُ وَفَى لَهُ، وَإِلَّا لَمْ يَفِ لَهُ، وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهِ كَذَا وَكَذَا، فَأَخَذَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن عبدالحمید نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ ان کے باطن کو صاف فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: ایک وہ شخص جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو اور وہ اس پانی سے کسی مسافر کو منع کرے' دوسرا وہ شخص جس نے کسی دوسرے شخص سے بیعت کی اور اس نے اس سے صرف دنیا کے لیے بیعت کی ہو' اگر اس نے اس کو اس کے ارادہ کے موافق عطاء کر دیا تو وہ اس بیعت کو پورا کرے ورنہ وہ اس کی بیعت کو پورا نہ کرے' تیسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد کسی چیز کی کسی شخص کے لیے قیمت لگائی اور اس نے اللہ کی قسم کھائی کہ اس نے اس چیز کی اتنی اتنی قیمت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٥٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں عصر کے بعد جھوٹی قسم کھانے پر وعید ہے اور عصر کے بعد کی تخصیص اس لیے ہے کہ اس وقت میں دن کے فرشتے بندوں کے اعمال لکھ کر جا رہے ہوتے ہیں اور رات کے فرشتے بندوں کے اعمال لکھنے آ رہے ہوتے ہیں اور ہر دونوں فرشتے اس وقت کا عمل اپنے اپنے رجسٹروں میں لکھ لیتے ہیں۔

٢٣ - بَابٌ يَحْلِفُ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْيَمِينُ، وَلَا يُصْرَفُ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى غَيْرِهِ.

مدعٰی علیہ اس جگہ حلف اٹھائے جہاں اس پر قسم واجب ہوئی ہے اور اس کو اس جگہ سے دوسری جگہ نہ منتقل کیا جائے

مخصوص جگہ پر مدعٰی علیہ سے قسم لینے میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے کہ مدعٰی علیہ پر جس جگہ قسم واجب ہوئی' اس سے اسی جگہ حلف لیا جائے اور اس کو دوسری جگہ قسم کھانے کے لیے نہ کہا جائے' امام بخاری کا بھی اسی طرف رجحان ہے۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں یہ قسم جامع مسجد میں منبر کے پاس لی جائے گی اور اس سے کم رقم میں یہ قسم حاکم کی مجلس میں یا جس جگہ حاکم کہے' وہاں قسم لی جائے گی اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے قسم کھائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۵۹-۳۵۸)

قَضٰى مَرْوَانُ بِالْيَمِيْنِ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ اَحْلِفُ لَهٗ مَكَانِيْ، فَجَعَلَ زَيْدٌ يَحْلِفُ، وَاَبٰى اَنْ يَّحْلِفَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَجَعَلَ مَرْوَانُ يَعْجَبُ مِنْهُ.

مروان نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے متعلق منبر پر قسم کھانے کا فیصلہ کیا' تو انہوں نے کہا: میں اپنی جگہ قسم کھاؤں گا' تو حضرت زید بن ثابت نے قسم کھائی اور منبر پر قسم کھانے سے انکار کیا' پس مروان کو ان پر تعجب ہوتا رہا۔

اس تعلیق کی اصل موطأ امام مالک' کتاب الاقضیہ' باب:۹' حدیث:۱۲- ج ۲ ص ۱۷۴' مطبوعہ المکتبۃ التوفیقیۃ میں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ مقام ابراہیم اور بیت اللہ کے درمیان حلف اٹھا رہے ہیں' انہوں نے پوچھا: کیا یہ قتل کے متعلق قسم کھا رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں! پھر پوچھا: کیا یہ عظیم مال کے متعلق قسم کھا رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: مجھے خطرہ ہے کہ لوگ اس مقام کو معمولی سمجھیں گے اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر بھی تعظیم میں اس جگہ کی مثل ہے کیونکہ جو شخص آپ کے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے' اس کے متعلق سخت وعید وارد ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے منبر کے پاس قسم نہیں کھائی اور جو منبر کے پاس قسم کھانے کو جائز قرار دیتا ہے' وہ مروان کے قول پر بلا دلیل عمل کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدَاكَ اَوْ يَمِيْنُهٗ . فَلَمْ يَخُصَّ مَكَانًا دُوْنَ مَكَانٍ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دو گواہ ہوں گے ورنہ اس کی قسم ہو گی اور آپ نے کسی خاص جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۲۶۷۰-۲۶۶۹ میں ہے اور اس تعلیق کا ظاہر بھی امام ابوحنیفہ کا مؤید ہے۔

۲۶۷۳ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالًا، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی وائل از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر قسم کھائی تا کہ اس کا مال ہڑپ کر لے (اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا) تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہو گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس

حدیث میں قسم کھانے کے لیے کسی جگہ کے تعین کا ذکر نہیں ہے۔

۲۴ - بَابٌ إِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِي الْيَمِينِ

جب لوگ قسم کھانے میں جلدی کریں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں پر قسم واجب ہوتی ہے جب وہ قسم کھانے میں جلدی کریں تو پہلے کس سے قسم لی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے درمیان قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا جائے گا۔

۲٦٧٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلٰى قَوْمٍ الْيَمِينَ، فَأَسْرَعُوا، فَأَمَرَ أَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِينِ أَيُّهُمْ يَحْلِفُ. (سنن ابوداؤد: ۳٦۱۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں پر قسم پیش کی، وہ (قسم کھانے میں) جلدی کرنے لگے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کے درمیان قسم لینے میں قرعہ اندازی کی جائے کہ کون حلف اٹھائے گا۔

قسم لینے میں قرعہ اندازی کی حکمت

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

لوگوں کے درمیان قرعہ اندازی اس وقت کی جاتی ہے جب کسی چیز کے مستحق ہونے میں سب کے درجات مساوی ہوں، مثلاً ایک چیز دو آدمیوں کے پاس ہے اور ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ پوری چیز اس کی ہے، ان میں سے ایک یہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ قسم کھا کر اس چیز پر قبضہ کر لے اور دوسرا بھی اسی طرح ارادہ کرتا ہے تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی، پھر جس کے نام کا قرعہ نکل آئے گا، وہ حلف اٹھا کر اس چیز کا مستحق ہو جائے گا۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھانے میں لوگوں کے جلدی کرنے کو اس لیے ناپسند فرمایا ہے کہ کہیں وہ سب یک بارگی قسم نہ کھالیں، پھر جس کا حق ہے وہ قسم کھا کر اپنا حق نہیں لے سکے گا، اس لیے یہ چاہیے کہ ہر شخص الگ الگ قسم کھائے کہ اس چیز پر اس کا حق ہے، پس جب ہر شخص قسم کھا کر اپنا حق لینا چاہتا ہو یا خود سے ضرر کو دور کرنا چاہتا ہو تو اس کی یہ صورت ہے کہ وہ لوگ قرعہ اندازی کر لیں اور جس کے نام کا قرعہ ہو، صرف وہ قسم کھائے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اپنے ساتھ کسی زوجہ کو لے جانے کے لیے ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کی، حالانکہ تمام ازواج احترام میں مساوی تھیں اور کوئی زوجہ سفر کے استحقاق میں دوسری سے اولیٰ نہیں تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۲۵ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۝﴾ (آل عمران: ۷۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۝ (آل عمران: ۷۷)

اس آیت میں ان لوگوں کے متعلق شدید وعید ہے جو جھوٹی قسمیں کھا کر دنیا کا حقیر اور تھوڑا مال حاصل کرتے ہیں۔

٢٦٧٥ - حَدَّثَنِىْ اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ قَالَ حَدَّثَنِىْ اِبْرَاهِيْمُ، اَبُوْ اِسْمَاعِيْلَ السَّكْسَكِىُّ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِىْ اَوْفٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَقَامَ رَجُلٌ سِلْعَتَهٗ، فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ اُعْطِىَ بِهَا مَا لَمْ يُعْطِهَا، فَنَزَلَتْ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران:٧٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عوام نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم ابو اسماعیل السکسکی نے خبر دی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص نے اپنا سودا دکھایا' پھر اللہ کی قسم کھا کر کہا: اس نے اس سودے کے اتنے پیسے دیئے ہیں' حالانکہ اس نے اتنے پیسے نہیں دیئے تھے' تب یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران:۷۷)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸۸ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ اَبِىْ اَوْفٰى اَلنَّاجِشُ اٰكِلُ رِبًا خَائِنٌ.

اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے کہا: ''ناجش'' (خریدار کو پھانسنے کے لیے زیادہ بولی لگوانے والا) سود خور خائن ہے۔

''نجش'' کے متعلق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۱۴۲ میں گزر چکی ہے' وہاں ''نجش'' کی بحث کی جا چکی ہے۔

٢٦٧٦، ٢٦٧٧ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ كَاذِبًا، لِيَقْتَطِعَ مَالَ رَجُلٍ. اَوْ قَالَ اَخِيْهِ. لَقِىَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، وَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ فِى الْقُرْاٰنِ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ اَلْاٰيَةَ (آل عمران:٧٧)، فَلَقِيَنِى الْاَشْعَثُ فَقَالَ مَا حَدَّثَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ الْيَوْمَ؟ قُلْتُ كَذَا وَ كَذَا، قَالَ فِىَّ اُنْزِلَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر قسم کھائی حالانکہ وہ جھوٹا تھا' تاکہ وہ کسی مرد کا مال ہڑپ کرلے یا فرمایا: اپنے بھائی کا مال (ہڑپ کرلے) تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا' اور اللہ عزوجل نے اس کی قرآن میں تصدیق نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران:۷۷) پوری آیت پڑھی' پھر مجھ سے حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی' پھر پوچھا: حضرت عبداللہ نے آج تمہیں کون سی حدیث بیان کی ہے؟ میں نے بتایا: اس طرح اور اس طرح کہا ہے' انہوں نے کہا: یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۷' اور ۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابٌ كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ

کس طرح قسم لی جائے گی؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص پر قسم لازم آ رہی ہے' اس سے کس طرح قسم لی جائے گی؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ﴾ (التوبہ:٦٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) منافقین تمہیں راضی کرنے کے لیے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ (التوبہ:٦٢)

وَقَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ ﴿ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا۝﴾ (النساء:٦٢).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: پھر یہ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آئیں کہ ہمارا تو ماسوا نیکی اور باہمی موافقت کے اور کوئی ارادہ نہ تھا۝ (النساء:٦٢)

وَقَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ﴾ (التوبہ:٥٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں۝ (التوبہ:٥٦)

وَ ﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ﴾ (التوبہ: ٦٢).

اور فرمایا: (اے مسلمانو!) منافقین تمہیں راضی کرنے کے لیے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ (التوبہ:٦٢)

﴿فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا﴾ (المائدہ:١٠٧).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: (اور وہ گواہ) اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (وصیوں) کی شہادت سے زیادہ برحق ہے۔ (المائدہ:١٠٧)

امام بخاری نے ان آیات کا ذکر کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی قسم کا ذکر ہے' اور یہ آیات اس باب کے عنوان کے مناسب ہیں' ان آیات کو ذکر کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ قسم کا قاعدہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اسم کا ذکر کیا جائے جیسا کہ عنقریب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت آ رہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قسم کھانے والا ہو' وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ (صحیح البخاری:٢٦٧٩)

يُقَالُ بِاللّٰهِ وَتَاللّٰهِ وَوَاللّٰهِ.

کہا جاتا ہے: "بِاللّٰه وَتَاللّٰه وَ وَاللّٰهِ"۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جس اسم کی قسم کھائی جاتی ہے' وہ لفظ اللہ ہے اور جن حروف کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے' وہ باء تاء اور واؤ ہیں۔

باء کی مثال یہ آیت ہے:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ. (النمل:٤٩)

کافروں نے کہا: ہم سب آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر عہد کرتے ہیں۔

اور تاء کی مثال یہ آیت ہے:

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا. (یوسف:٩١)

انہوں نے کہا: بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی۔

اور واؤ کی مثال یہ آیت ہے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۝ (الانعام:٢٣)

اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے' ہم شرک کرنے والے نہ تھے۝

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ حَلَفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا بَعْدَ الْعَصْرِ. وَلَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور جس نے عصر کے بعد اللہ کی قسم کھائی' اس حال میں کہ وہ جھوٹ بولنے والا تھا' اور اللہ کے نام کے

بغیر قسم نہیں کھائی جاتی۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے' وہ صحیح البخاری: ۲۶۷۲ میں گزر چکی ہے اور یہاں پر اس کی روایت بالمعنی کی ہے۔

۲۶۷۸ - **حَدَّثَنَا** إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ. فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ. قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ، قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی ازعم خود ابی سہیل از والد خود' انہوں نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تو وہ آپ سے اسلام کے متعلق سوال کر رہا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں' تو اس نے پوچھا: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی چیز فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفل نماز پڑھو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور رمضان کے روزے' اس نے پوچھا: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی چیز مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفلی روزے رکھو۔ راوی نے کہا: اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر کیا' اس نے پوچھا: کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی چیز فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفلی زکوٰۃ ادا کرو۔ راوی کہتا ہے کہ اس شخص نے پیٹھ موڑی اور اس وقت وہ یہ کہہ رہا تھا: اور اللہ کی قسم! میں ان پر کوئی چیز زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں لفظ اللہ کے ساتھ قسم کھانے کا ذکر ہے اور وہ یہ جملہ ہے: اور اللہ کی قسم! میں ان پر کوئی چیز زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔

۲۶۷۹ - **حَدَّثَنَا** مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ قَالَ ذَكَرَ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۳۶-۶۱۰۸-۶۶۴۶-۶۶۴۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نافع نے ذکر کیا از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قسم کھانے والا ہو تو وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

قسم کے الفاظ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کس کیفیت کے ساتھ قسم کھانا واجب ہے' ایک جماعت نے کہا ہے کہ صرف لفظ اللہ کے ساتھ قسم

کھائے اور اس میں کوئی اضافہ نہ کرے' امام مالک نے کہا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائے کہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

الکوفی نے کہا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائے کہ اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اگر قاضی کو اس پر اطمینان نہ ہو تو وہ ان الفاظ کا اضافہ کرے: جو غیب اور شہادت کا عالم ہے' رحمٰن اور رحیم ہے' وہ پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننا والا ہے' جس کو معلوم ہے کہ خائن آنکھ نے کیا چھپایا ہے اور جو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں جو قرآن مجید کی آیات اور احادیث ذکر کی ہیں' اس میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ صرف لفظ اللہ کی قسم کھانی چاہیے اور اس پر کسی لفظ کا اضافہ نہیں کرنا چاہیے' اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا کہ آپ اللہ کی قسم کھائیں کہ جب آپ نے اس چیز کو فروخت کیا تھا تو آپ کے علم میں اس میں کوئی نقص نہیں تھا اور اس پر اجماع ہے کہ حاکم کو طلاق کی یا غلام آزاد کرنے کی یا حج کی یا مصحف کی قسم نہیں دینی چاہیے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اللہ کے نام کے بغیر قسم کھانا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے۔ اس میں حسب ذیل تین مسالک ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ساتھ قسم کھانا جائز ہے۔

(۲) لات' عزیٰ اور دیگر بتوں کے نام کے ساتھ قسم کھانا حرام ہے اور اگر قسم کھانے میں ان بتوں کی تعظیم کا قصد کیا جائے تو پھر یہ کفر ہے۔

(۳) ان کے علاوہ اور کسی ایسے اسم کے ساتھ قسم کھائی جس کی تعظیم کا قصد نہیں کیا جاتا تو اس کے حرام یا مکروہ ہونے میں اختلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷ - بَابُ مَنْ اَقَامَ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ الْيَمِيْنِ — جس نے قسم کے بعد گواہ پیش کیے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے مدعیٰ علیہ کے قسم کھانے کے بعد گواہ پیش کیے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کی جزاء کو عنوان میں ذکر نہیں کیا' یعنی آیا اس کے گواہ قبول ہوں گے یا نہیں؟ سو اس مسئلہ میں اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک اس کے گواہ قبول کیے جائیں گے' فقہاء احناف' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے' ثوری' لیث اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ اگر مدعی نے مدعیٰ علیہ سے قسم لے لی اور اس کو اس وقت گواہوں کا علم نہیں تھا اور اس کو بعد میں گواہوں کا پتا چلا تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا' اور اگر اس نے مدعیٰ علیہ سے قسم لے لی اور اپنے گواہوں کو ترک کر کے اس کی قسم پر راضی ہو گیا' خواہ اس کے گواہ حاضر ہوں یا غائب ہوں تو پھر اس کا ان گواہوں کے اوپر کوئی حق نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۵)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَلْحَنُ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی دلیل کو زیادہ بہتر طور پر پیش کر سکے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث اس باب میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ وَّاِبْرَاهِيْمُ وَشُرَيْحٌ اَلْبَيِّنَةُ الْعَادِلَةُ اَحَقُّ مِنَ الْيَمِيْنِ الْفَاجِرَةِ.

اور طاؤس اور ابراہیم اور شریح نے کہا کہ عادل گواہ جھوٹی قسم کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے۔

ان کے کلام کا معنی یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ کے جھوٹی قسم کھانے کے بعد مدعی کے نیک گواہوں کو سننا زیادہ لائق ہے۔

۲٦٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيْهِ شَيْئًا بِقَوْلِهِ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ، فَلَا يَأْخُذْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروۃ از والدخود از زینب از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی دلیل کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح پیش کر سکتا ہو، پس میں (بالفرض) کسی کے لیے اس کے بھائی کے حق میں سے اس کی چرب زبانی کی وجہ سے کسی چیز کا فیصلہ کر دوں تو میں اس کے لیے صرف آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں، سو وہ اس کو نہ لے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۵۸ میں گزر چکی ہے، اس باب کا عنوان ہے: جس نے مدعیٰ علیہ کی قسم کے بعد گواہ پیش کیے جب کہ اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے؟ اس کی یہ تاویل کی گئی ہے کہ اس حدیث میں مقدمات کا ذکر ہے اور مقدمات میں گواہ ہوتے ہیں مگر اس کو یہ لازم نہیں ہے کہ گواہ مدعیٰ علیہ کی قسم کے بعد پیش کیے جائیں حتیٰ کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہو۔

حاکم اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے، اس سلسلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حاکم کا فیصلہ کسی حرام چیز کو حلال نہیں کرتا، خواہ اس کا تعلق مال سے ہو یا دیگر حقوق سے ہو۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اموال میں حاکم کا اپنے علم سے فیصلہ کرنا حرام ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ حاکم کا فیصلہ طلاق، نکاح اور نسب میں متعدد اُمور کا احتمال رکھتا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ حاکم اپنے علم سے مطلقاً فیصلہ نہ کرے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حاکم صرف ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، اور جس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ حاکم نے فیصلہ میں خطاء کی ہے اور وہ اس کو کچھ نذرانہ دے تو حاکم کے لیے اس کا لینا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳٦٦، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

* یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۹۔ ج ۵ ص ۸٦ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری حجت کی بناء پر فیصلہ کا حکم دینے کی حکمت (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشر اور نور ہونے کی تحقیق (۳) نبی کی حقیقت کا عام انسانوں کی حقیقت سے ممتاز ہونا (۴) نبی کی خصوصیات (۵) نبی کے چھیالیس امتیازات (٦) نبی اور غیر نبی کا فرق (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا بیان (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسی نورانیت اور حسن و جمال (۹) بشریت کا نورانیت سے افضل ہونا (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل ہونا (۱۱) قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اوّل الخلق ہونا (۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوّل الخلق ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات اور مصنف کا موقف (۱۳) مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق (۱۴) قرآن اور سنت کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت (۱۵) فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت (۱٦) قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا موقف (۱۷) جن صورتوں میں فقہاء احناف کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتی ہے (۱۸) فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کی شرائط (۱۹) قضاء باطنی کے نفاذ میں

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ۔

۲۸ - بَابُ مَنْ اَمَرَ بِاِنْجَازِ الْوَعْدِ جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

وعدہ کو پورا کرنا مطلوب ہے‘ اس کا حکم دیا گیا ہے مگر یہ فرض یا واجب نہیں ہے‘ اس کی دلیل یہ ہے کہ جس نے کسی چیز کا وعدہ کیا وہ مقروضوں کی طرح نہیں ہوگا‘ اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ وعدہ پورا کرنا مستحسن ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین کی ہے جنہوں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور اپنی نذر پوری کی اور یہ مکارم اخلاق میں سے ہے اور جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والے تھے‘ اس لیے آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس سے کسی چیز کے عطاء کرنے کا وعدہ کیا ہو وہ آئے اور آ کر مجھ سے وہ چیز لے لے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۸۔۵۷‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

وَفَعَلَهُ الْحَسَنُ. حسن بصری نے وعدہ پورا کیا۔

وَذَكَرَ ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمَاعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ (مریم:٥٤). اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ وہ وعدہ میں سچے تھے۔ (مریم:۵۴)

وَقَضَى ابْنُ الْاَشْوَعِ بِالْوَعْدِ. اور ابن الاشوع نے وعدہ پورا کرنے کا فیصلہ کیا۔

یہ سعید بن عمرو بن الاشوع الہمدانی ہیں جو خالد القسری کے زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے‘ یہ ایک صدی ہجری کے بعد کا واقعہ ہے۔

وَذَكَرَ ذٰلِكَ عَنْ سَمُرَةَ. انہوں نے اس کا ذکر کیا از حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ۔

یعنی ابن الاشوع نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے وعدہ پورا کرنے کا فیصلہ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَكَرَ صِهْرًا لَّهٗ، قَالَ وَعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ. اور حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا‘ آپ نے اپنے داماد کا ذکر کیا اور فرمایا: انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا‘ سو اس کو پورا کیا۔

آپ کے داماد سے مراد حضرت ابوالعاص بن الربیع ہیں جو آپ کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے‘ ایک قول یہ ہے کہ ''صھر'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں‘ کیونکہ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح آپ سے کیا تھا اور ''صھر'' کا معنی داماد بھی ہوتا ہے اور خسر بھی۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَرَاَيْتُ اِسْحَاقَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ يَحْتَجُّ بِحَدِيْثِ ابْنِ الْاَشْوَعِ. امام ابوعبداللہ نے کہا: اور میں نے اسحاق بن ابراہیم کو دیکھا‘ وہ ابن الاشوع کی حدیث سے استدلال کرتے تھے۔

اس سے مراد وہ حدیث ہے جو ابن الاشوع نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۷۔۳۶۶ میں کی ہے۔

۲۶۸۱ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزۃ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث

عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سُفْيَانَ اَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ سَاَلْتُكَ مَاذَا يَاْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ اَنَّهُ اَمَرَكُمْ بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ، وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ، قَالَ وَهٰذِهِ صِفَةُ نَبِيٍّ.

بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبیداللہ بن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بتایا کہ ان کو ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے ان سے کہا: میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تم کو نماز پڑھنے، سچ بولنے، پاکیزگی، عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں، ہرقل نے کہا: اور یہی نبی کی صفات ہوتی ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں عہد پورا کرنے کا ذکر ہے۔

٢٦٨٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ اَبِيْ سُهَيْلٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابوسہیل از نافع بن مالک بن ابی عامر از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٢٦٨٣ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ لَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ، اَوْ كَانَتْ لَهُ قِبَلَهُ عِدَةٌ، فَلْيَاْتِنَا. قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ وَعَدَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْطِيَنِيْ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا، فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ جَابِرٌ فَعَدَّ فِيْ يَدِيْ خَمْسَ مِائَةٍ، ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ، ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے عمر بن دینار نے خبر دی از محمد بن علی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم، انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس العلاء بن الحضرمی کی طرف سے مال آیا تو حضرت ابوبکر نے کہا: جس شخص کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی قرض ہو یا جس شخص سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ عطا کرنے کا وعدہ کیا ہو وہ ہمارے پاس آئے، تو حضرت جابر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے اتنا اور اتنا اور اتنا عطا فرمائیں گے، پس انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ پھیلایا۔ حضرت جابر نے بتایا: پس حضرت ابوبکر نے میرے ہاتھوں میں پانچ سو پھر پانچ سو پھر پانچ سو گن کر دیئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے۔

٢٦٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ، عَنْ سَالِمِ الْاَفْطَسِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَاَلَنِيْ يَهُوْدِيٌّ مِنْ اَهْلِ الْحِيْرَةِ اَيَّ الْاَجَلَيْنِ قَضٰى مُوْسٰى؟ قُلْتُ لَا اَدْرِيْ، حَتّٰى اَقْدَمَ عَلٰى حَبْرِ الْعَرَبِ فَاَسْاَلَهُ، فَقَدِمْتُ فَسَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ قَضٰى اَكْثَرَهُمَا وَاَطْيَبَهُمَا، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ فَعَلَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن شجاع نے حدیث بیان کی از سالم الافطس از سعید بن جبیر' انہوں نے کہا: مجھ سے اہل حیرہ کے ایک یہودی نے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت کو پورا کیا تھا' میں نے کہا: میں نہیں جانتا حتیٰ کہ میں عرب کے کسی عالم کے پاس جا کر اس سے سوال کروں' پھر میں آیا اور میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت موسیٰ نے زیادہ لمبی اور زیادہ پاکیزہ مدت کو پورا کیا تھا' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی بات فرماتے ہیں تو اس کو پورا کر دیتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبدالرحیم ابویحییٰ (۲) سعید بن سلیمان' یہ سعدویہ بغدادی کے نام سے مشہور ہیں (۳) مروان بن شجاع ابوعمرو مولیٰ مروان بن محمد بن الحکم القرشی الاموی الجزری' یہ ۱۸۴ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے (۴) سالم بن عجلان الافطس' یہ ۱۳۲ھ میں شہید ہو گئے تھے (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۹)

''حِیرہ'' اور ''حبر'' کے معانی اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''اھل حیرہ'' کا ذکر ہے: ''حِیرہ'' عراق کا ایک مشہور شہر ہے' جو کوفہ کے قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت کو پورا کیا تھا؟ ان دو مدتوں کا بیان حسب ذیل آیت میں ہے:

قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ. (القصص:۲۷)

(حضرت شعیب نے حضرت موسیٰ سے) کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا آپ سے نکاح کر دوں' اس (مہر) پر کہ آٹھ سال تک آپ اُجرت پر میرا کام کریں' پھر اگر آپ دس سال پورے کر دیں تو یہ آپ کی طرف سے ہوگا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دس سال خدمت کر کے لمبی مدت پوری کر دی تھی۔

اس حدیث میں ''حَبْر'' کا ذکر ہے' ''حبر'' عالمِ دین کو کہتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو۔ اس کی جمع احبار ہے۔

حضرت موسیٰ نے زیادہ لمبی اور زیادہ پاکیزہ مدت کو پورا کیا تھا' حضرت ابوسعید نے کہا: یہ مدت دس سال تھی اور زیادہ پاکیزہ کا معنی ہے: جو مدت حضرت شعیب علیہ السلام کے دل میں زیادہ پاکیزہ تھی۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی بات فرماتے ہیں تو اس کو پورا کر دیتے ہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں' انہوں نے فرمایا تھا کہ میں جو مدت بھی پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مضائقہ نہیں اور پھر انہوں نے لمبی مدت کو پورا کر دیا

اور اللہ کے رسول کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ جو بات فرماتے ہیں' اس کو پورا کر دیتے ہیں اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اسی جملہ میں ہے۔

۲۹ - بَابٌ لَا يُسْاَلُ اَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا

مشرکین سے گواہی وغیرہ کا سوال نہ کیا جائے

مشرکین اور اہل کتاب کی گواہی قبول کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس باب کے عنوان سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ مشرکین کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک ان کی گواہی بالکل قبول نہیں کی جائے گی' اور نہ ایک دوسرے کے متعلق ان کی گواہی قبول کی جائے گی اور بعض فقہاء نے اہل کتاب کی ایک دوسرے کے متعلق اور مسلمانوں کے متعلق گواہی قبول کرنے کی اجازت دی ہے' اور یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ مشرکین کی ایک دوسرے کے متعلق گواہی جائز ہے' یہ عمر بن عبدالعزیز' شعبی' نافع' حماد اور وکیع کا قول ہے' امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ صرف یہودی کی گواہی یہودی کے متعلق اور نصرانی کی گواہی نصرانی کے متعلق قبول کی جائے گی' اور یہ زہری' ضحاک' حکم' ابن ابی لیلیٰ' عطاء' ابوسلمہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ اَهْلِ الْمِلَلِ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ' لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ﴾ (المائدۃ:١٤).

شعبی نے کہا: دوسرے مذاہب کی ایک دوسرے کے متعلق گواہی قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض کو بھڑکا دیا ہے۔ (المائدہ:۱۴)

اس تعلیق کے متعلق آثار حسب ذیل ہیں:

داؤد بیان کرتے ہیں کہ شعبی نے کہا: مسلمانوں کے سوا ایک ملت کی شہادت دوسری ملت کے متعلق جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۳۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حماد بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم' شعبی اور حسن بصری نے کہا: ایک ملت والوں کی صرف اپنی ملت والوں کے متعلق شہادت جائز ہے' یہودی کی یہودی کے متعلق اور نصرانی کی نصرانی کے متعلق۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۳۳۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ' وَ ﴿قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ﴾ اَلْاٰيَةَ (البقرۃ:١٣٦).

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو اور کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو اس نے نازل کیا گیا۔ (البقرہ:۱۳۶)

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۴۴۸۵ میں ہے۔

۲۶۸۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ' كَيْفَ تَسْاَلُوْنَ اَهْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! تم لوگ اہل کتاب سے

الْكِتَابِ، وَكِتَابُكُمُ الَّذِيْ أُنْزِلَ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللّٰهِ، تَقْرَؤُوْنَهٗ لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللّٰهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ وَغَيَّرُوْا بِأَيْدِيْهِمُ الْكِتَابَ فَقَالُوْا ﴿هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (البقرہ:٧٩) أَفَلَا يَنْهَاكُمْ مَّا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مُسَائَلَتِهِمْ، وَلَا وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِيْ أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ. [اطراف الحدیث: ٧٣٦٣-٧٥٢٢-٧٥٢٣]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کس طرح سوال کرتے ہو! حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے نبی ﷺ پر نازل ہوئی ہے وہ اللہ کی طرف سے سب سے بعد میں نازل ہوئی ہے، تم اس کی تلاوت کرتے ہو اور اس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ نے تم کو پہلے ہی بتا دیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کے لکھے ہوئے کو بدل دیا ہے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتاب میں تغیر کر دیا ہے، پھر وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں۔ (البقرہ:٧٩) پس تمہارے پاس جو علم (قرآن) آچکا ہے کیا وہ تم کو ان (اہل کتاب) سے سوال کرنے سے منع نہیں کرتا! اللہ کی قسم! ہم نے ان کے کسی آدمی کو کبھی نہیں دیکھا جو تم سے اس کے متعلق سوال کرتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔

یعنی جب اہل کتاب تم سے سوال نہیں کرتے تو تم کو بہ طریق اولیٰ ان سے سوال نہیں کرنا چاہیے، اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے، جو کہتے ہیں کہ اہل کتاب کی گواہی کو قبول کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔

٣٠ - بَابُ الْقُرْعَةِ فِي الْمُشْكِلَاتِ — مشکلات میں قرعہ اندازی کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرعہ اندازی کرنا جائز ہے اور اس باب کی ''کتاب الشهادت'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح گواہ کے ذریعہ دو فریقوں میں جھگڑا ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح قرعہ اندازی کے ذریعہ بھی دو فریقوں میں جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔

وَقَوْلِهٖ ﴿إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ (آل عمران:٤٤). وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِقْتَرَعُوْا فَجَرَتِ الْأَقْلَامُ مَعَ الْجِرْيَةِ، وَعَالَ قَلَمُ زَكَرِيَّاءَ الْجِرْيَةَ، فَكَفَلَهَا زَكَرِيَّاءُ. وَقَوْلِهٖ ﴿فَسَاهَمَ﴾ أَقْرَعَ ﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾ (الصافات:١٤١) مِنَ الْمَسْهُوْمِيْنَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب وہ (قرعہ اندازی کے لیے) اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ مریم کی کفالت ان میں سے کون کرے۔ (آل عمران:٤٤) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب سب لوگوں نے نہر اُردن میں اپنے اپنے قلم ڈالے تو تمام قلم پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ گئے لیکن حضرت زکریاء کا قلم اوپر اُٹھ گیا، پھر حضرت زکریاء نے مریم کی کفالت کی، دوسری آیت میں ''فساهم'' کا معنی ہے: پس انہوں نے قرعہ ڈالا اور ''فكان من المدحضين'' (الصّٰفّٰت:١٤١) کا معنی ہے: ان ہی کے نام پر قرعہ نکلا۔

یہ دوسری آیت حضرت یونس بن متی کے متعلق ہے، جب انہوں نے اپنی قوم اہل نینویٰ کو اپنے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تو انہوں نے دعوت کو قبول کرنے میں تاخیر کر دی تو حضرت یونس علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا کی اور ان کو تین دن کے بعد عذاب سے ڈرایا، اور ان کے درمیان سے چلے گئے، ان کی قوم نے دھوئیں کو دیکھا اور عذاب کی دیگر علامات دیکھیں تو وہ حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کی، اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کی اور انہوں نے اپنے تمام مظالم کی تلافی کی حتیٰ کہ جن

غصب شدہ پتھروں سے مکان بنائے تھے' ان پتھروں کو مکانوں سے اکھاڑ کر نکال دیا' پھر وہ حضرت یونس علیہ السلام کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے تو وہ ان کو نہیں ملے' وہ اسی حال پر رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور کر دیا' پھر حضرت یونس علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہوئے' وہ چل نہیں رہی تھی' کشتی والوں نے کہا: تم میں ایک غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے' پھر انہوں نے قرعہ اندازی کی تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا' انہوں نے حضرت یونس کو دریا میں ڈال دیا اور ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا' وہ کتنے دن مچھلی کے پیٹ میں رہے' اس میں اختلاف ہے اور ایک دن سے لے کر چالیس دن تک کے اقوال ہیں' اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو وحی کی تھی کہ وہ ان کو نگل لے اور ان کی کوئی ہڈی نہ ٹوٹے۔

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمِ الْيَمِيْنَ فَاَسْرَعُوْا' فَاَمَرَ اَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ اَيُّهُمْ يَحْلِفُ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں پر قسم کھانے کو پیش کیا' وہ (قسم کھانے میں) جلدی کرنے لگے' تو آپ نے حکم دیا کہ ان کے درمیان قسم لینے میں قرعہ اندازی کی جائے کہ کون حلف اٹھائے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۶۷۴ میں گزر چکی ہے' جس سے قرعہ اندازی کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

۲۶۸۶ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي الشَّعْبِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا' مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً' فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَعْلَاهَا' فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا يَمُرُّوْنَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِيْ اَعْلَاهَا' فَتَاَذَّوْا بِهٖ' فَاَخَذَ فَاْسًا' فَجَعَلَ يَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ' فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَا لَكَ؟ قَالَ تَاَذَّيْتُمْ بِيْ وَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْمَاءِ' فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَهُمْ' وَاِنْ تَرَكُوْهُ اَهْلَكُوْهُ وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شعبی نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود میں نرمی کرنے والوں اور اللہ کی حدود کا ارتکاب کرنے والوں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے ایک کشتی میں قرعہ اندازی کی' پس بعض لوگ کشتی کے نچلے حصے میں رہے اور بعض لوگ کشتی کے اوپر والے حصے میں رہے' پس جو لوگ کشتی کے نچلے حصے میں تھے' وہ پانی لینے کے لیے کشتی کے اوپر والے حصے کے لوگوں کے پاس سے گزرتے تھے' جس سے ان کو تکلیف ہوتی تھی تو ان میں سے کوئی کلہاڑی لے کر کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے لگا' پس اوپر والے اس کے پاس آئے اور پوچھا: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا: تم کو مجھ سے تکلیف پہنچتی ہے اور مجھے پانی لینے کی ضرورت ہے' پس اگر اوپر والے اس کے ہاتھ پکڑ لیں تو وہ اس کو بھی (ڈوبنے سے) بچا لیں گے اور اپنے آپ کو بھی بچا لیں گے اور اگر انہوں نے (اس کو) چھوڑ دیا تو وہ اس کو بھی ہلاکت میں ڈال لیں گے اور خود کو بھی ہلاک کر دیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرعہ اندازی کا ثبوت ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو شخص حدود کو قائم کرتا ہے وہ خود بھی نجات پالیتا ہے اور جس پر حدود قائم کرتا ہے' اس کو بھی نجات مل جاتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکی کے حکم دینے کو ترک کرنے سے عذاب کا استحقاق ہوتا ہے' اور بعض لوگوں کے گناہوں سے سب پر عذاب آ جاتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم دین کو مسئلہ سمجھانے کے لیے مثال سے وضاحت کرنی چاہیے۔

۲۶۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّ اُمَّ الْعَلَاءِ، امْرَاَةً مِنْ نِسَائِهِمْ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَهُ سَهْمُهُ فِي السُّكْنٰى، حِيْنَ اقْتَرَعَتِ الْاَنْصَارُ سُكْنٰى الْمُهَاجِرِيْنَ، قَالَتْ اُمُّ الْعَلَاءِ فَسَكَنَ عِنْدَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ، فَاشْتَكٰى فَمَرَّضْنَاهُ، حَتّٰى اِذَا تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِيْ ثِيَابِهِ، دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائِبِ، فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكِ اَنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَهُ؟ فَقُلْتُ لَا اَدْرِيْ، بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا عُثْمَانُ فَقَدْ جَآءَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِيْنُ، وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ، وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِهِ. قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا اُزَكِّيْ اَحَدًا بَعْدَهُ اَبَدًا. وَاَحْزَنَنِيْ ذٰلِكَ، قَالَتْ فَنِمْتُ، فَاُرِيْتُ لِعُثْمَانَ عَيْنًا تَجْرِيْ، فَجِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے خارجہ بن زید انصاری نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا انصار کی عورتوں میں سے ایک عورت تھیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' انہوں نے ان کو خبر دی کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی رہائش کا قرعہ ان کے نام نکلا' حضرت ام العلاء نے کہا: پس حضرت عثمان بن مظعون ہمارے پاس رہے' پس وہ بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی تیمارداری کی' حتیٰ کہ جب وہ فوت ہو گئے تو ہم نے ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابوالسائب! آپ پر اللہ کی رحمت ہو! میں آپ کے متعلق گواہی دیتی ہوں کہ بے شک اللہ نے آپ کو عزت دی ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ بے شک اللہ نے ان کو عزت دی ہے' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' میں نہیں جانتی! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہے عثمان تو اللہ کی قسم! ان کے پاس یقینی بات آ چکی ہے' اور مجھے ان کے لیے خیر کی امید ہے اور اللہ کی قسم! میں ازخود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا' حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں اس واقعہ کے بعد اب کسی کی کبھی بھی ستائش نہیں کروں گی اور مجھے اس واقعہ نے غم زدہ کیا' پھر میں سو گئی' پھر مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت عثمان کے لیے ایک چشمہ جاری ہے' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

آئی' پس آپ کو اس خواب کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: یہ ان کا عمل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی گئی تھی۔

٢٦٨٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَاَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ اَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَبْتَغِي بِذٰلِكَ رِضَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' پھر جس کا قرعہ نکل آتا' آپ اس کے ساتھ سفر پر نکلتے' اور آپ ان میں سے ہر زوجہ کے لیے ایک دن اور ایک رات کی تقسیم فرماتے' سوائے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے' جنہوں نے اپنے دن اور رات کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دیا تھا' وہ اس ہبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی رکھنے کا ارادہ کرتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے۔

٢٦٨٩ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلٰى اَبِي بَكْرٍ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از سمی مولیٰ ابوبکر از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ اذان دینے اور صفِ اوّل میں (کتنا اجر ہے) پھر انہیں سوائے قرعہ اندازی کرنے کے اس کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے اور اگر لوگ جان لیں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے میں (کتنا اجر ہے) تو وہ ضرور اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر لوگ جان لیں کہ عشاء اور صبح (کی نماز میں' کتنا اجر ہے) تو وہ ضرور ان نمازوں میں آئیں گے خواہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے آئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب الشہادات'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین O آج

۲۷ رجب' شب معراج ۱۴۲۹ھ/۳۱ جولائی ۲۰۰۸ء بہ روز جمعرات ''کتاب الشہادات'' کی شرح مکمل ہوگئی۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' باقی کتاب کی شرح بھی مکمل کرا دیں' مجھے گناہوں سے محفوظ رکھیں اور میری خطاؤں کو معاف کر دیں اور مجھے جنت الفردوس عطا فرما دیں۔

''کتاب الشہادات'' میں چھہتر (۷۶) احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں گیارہ (۱۱) تعلیقات ہیں اور بقیہ احادیث موصولہ ہیں اور ان میں اڑتالیس (۴۸) مکررات ہیں اور خالص احادیث اٹھائیس (۲۸) ہیں اور ان میں تہتر (۷۳) آثار صحابہ وتابعین ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٥٣ - كِتَابُ الصُّلْحِ

صلح کا بیان

صلح کا لفظ فساد کی ضد ہے اس کا شرعی معنی ہے: ایسا عقد جو مدعی اور مدعیٰ علیہ کے درمیان نزاع اور خصومت کو ختم کر دے۔

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ

لوگوں کے درمیان صلح کرانا

اس باب میں لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ١١٤).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوا اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے یا نیکی کرنے کا حکم دے یا لوگوں میں صلح کرانے کا اور جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرے تو عنقریب ہم اس کو اجر عظیم عطاء فرمائیں گے O (النساء: ۱۱۴)

اس آیت میں دیگر نیک کاموں کے ساتھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت بیان فرمائی ہے صلح کرانے سے فریقین کے درمیان مخاصمت اور جھگڑے ختم ہوتے ہیں اور صلح کرانا مستحب کام ہے۔

اس آیت میں "معروف" کا ذکر ہے "معروف" ایک جامع لفظ ہے اور ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اس کے تقرب کے حصول میں اور لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک میں مشہور ہو اس کو "معروف" کہتے ہیں اور ہر اس کام کو "معروف" کہتے ہیں جس کا شریعت نے حکم دیا ہو اور جس قبیح اور بُرے کام سے شریعت نے روکا ہو اس کو منکر کہتے ہیں۔

وَخُرُوجِ الْإِمَامِ إِلَى الْمَوَاضِعِ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ بِأَصْحَابِهِ.

اور سربراہ کا اپنے اصحاب کے ساتھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے مختلف جگہوں پر جانا۔

اس عبارت کا بھی آیت مذکورہ کے ساتھ ربط ہے یعنی جب لوگوں کے درمیان حقیقت اور صحیح نتیجہ کا حصول مشکل ہو جائے تو اس وقت سربراہ ان کے پاس جائے اور دونوں فریقوں کا مؤقف سنے اور پھر ان کو حق بات بتائے جس پر عمل کرنے سے ان کے درمیان نزاع اور جھگڑا ختم ہو جائے۔

٢٦٩٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُنَاسًا مِّنْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُنَاسٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَلَمْ يَاْتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ بِلَالٌ، فَاَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ وَلَمْ يَاْتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ، فَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبِسَ، وَقَدْ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَهَلْ لَكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ فَقَالَ نَعَمْ، اِنْ شِئْتَ، فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ، فَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ، حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ الْاَوَّلِ، فَاَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيْحِ حَتّٰى اَكْثَرُوْا، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ لَا يَكَادُ يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ، فَالْتَفَتَ فَاِذَا هُوَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهٗ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ بِيَدِهٖ، فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّصَلِّيَ كَمَا هُوَ، فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهٗ حَتّٰى دَخَلَ فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ، اِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِكُمْ اَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيْحِ، اِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا الْتَفَتَ، يَا اَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ لَمْ تُصَلِّ بِالنَّاسِ؟ فَقَالَ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ بنوعمرو بن عوف کے لوگوں کے درمیان کچھ تنازع تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے روانہ ہوئے' پس نماز کا وقت آ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (واپس) نہیں آئے' پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے نماز کی اذان دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہنوز) نہیں آئے تھے تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پس کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں رک گئے ہیں اور اب نماز کا وقت آ گیا ہے' تو اب لوگوں کو نماز پڑھانے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو تو' پھر حضرت بلال نے نماز کی اقامت کہی' پس حضرت ابوبکر آگے بڑھ گئے (اور نماز پڑھانے لگے)' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوں کے درمیان میں چلتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے' پھر لوگ تالیاں بجانے لگے حتیٰ کہ انہوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں' اور حضرت ابوبکر نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' پھر انہوں نے توجہ کی تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہاتھ کے اشارہ سے حکم دیا کہ وہ اسی طرح نماز پڑھاتے رہیں' پس حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا' پھر وہ الٹے پیر لوٹ آئے حتیٰ کہ وہ (پچھلی) صف میں داخل ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی' پھر جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہو گئے تو آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! جب تمہیں نماز میں (اچانک) کوئی چیز پیش آتی ہے تو تم تالیاں بجانے لگتے ہو' تالیاں بجانا تو صرف عورتوں کے لیے (مشروع) ہے' جس شخص کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو اسے سبحان اللہ کہنا چاہیے' کیونکہ جو شخص بھی اس کو یہ کہتے ہوئے سنے گا وہ اس کی طرف متوجہ ہوگا' اے ابوبکر! جب میں نے تم کو اشارہ سے کہا تھا کہ تم لوگوں کو نماز پڑھاتے رہو تو تم کو نماز پڑھانے سے کس چیز نے روکا تھا؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کو یہ لائق نہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز پڑھاتا رہتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ صلح کرانے کے لیے بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں چلے گئے تھے۔

اس حدیث میں ''تصفیح'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: اس طرح ہاتھ پر ہاتھ مارا جائے کہ اس کی آواز سنائی دے' اس کو عرف میں تالی بجانا کہتے ہیں۔

۲۶۹۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِی اَنَّ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَتَیْتَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ اُبَیٍّ، فَانْطَلَقَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَکِبَ حِمَارًا، فَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ یَمْشُوْنَ مَعَہٗ، وَھِیَ اَرْضٌ سَبِخَۃٌ، فَلَمَّا اَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلَیْکَ عَنِّیْ، وَاللّٰہِ لَقَدْ اٰذَانِیْ نَتْنُ حِمَارِکَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنْھُمْ وَاللّٰہِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَطْیَبُ رِیْحًا مِّنْکَ، فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰہِ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِہٖ، فَشَتَمَہٗ، فَغَضِبَ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا اَصْحَابُہٗ، فَکَانَ بَیْنَھُمَا ضَرْبٌ بِالْجَرِیْدِ وَالْاَیْدِیْ وَالنِّعَالِ، فَبَلَغَنَا اَنَّھَا اُنْزِلَتْ ﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا﴾ (الحجرات: ۹).

(صحیح مسلم: ۱۷۹۹' الرقم المسلسل: ۴۵۵۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں (تو اچھا ہو)' پس نبی ﷺ اس کی طرف روانہ ہوئے اور دراز گوش پر سوار ہوئے اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے' وہ شور والی زمین تھی' جب نبی ﷺ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا: میرے پاس سے ہٹو! اللہ کی قسم! تمہارے گدھے کی بدبو مجھے تکلیف دے رہی ہے' پھر ان ہی میں سے ایک انصاری نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے دراز گوش کی بو تم سے زیادہ خوش بودار ہے' پھر عبداللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص غضب میں آ گیا تو اس نے اس صحابی کو برا کہا' پھر ہر دو طرف کے اصحاب غضب میں آ گئے' وہ ایک دوسرے کو درخت کی شاخوں' ہاتھوں اور جوتوں سے مارنے لگے' پس ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو تم ان میں صلح کرادو۔ (الحجرات: ۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد' ان کا پہلے کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے (۲) معتمر (۳) ان کے والد سلیمان بن طرخان (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۷۹)

اس باب کا عنوان ہے: سربراہ کا اپنے اصحاب کے ساتھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے مختلف جگہوں پر جانا۔ اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ عبداللہ بن اُبی بن سلول کی طرف گئے' تاکہ اس کو اسلام کی دعوت دیں' اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ ابتداء میں مدینہ منورہ آئے تھے' کیونکہ اسلام کی تبلیغ آپ پر فرض تھی' اور آپ کو یہ توقع تھی کہ اس کے اسلام قبول کرنے سے اس کی قوم کے بہت لوگ اسلام قبول کرلیں گے اور اہل مدینہ کا ارادہ تھا کہ وہ اس کو امارت کا تاج پہنائیں گے۔

نبی ﷺ کے محاسن اخلاق' تشریع کے لیے آپ کا مختلف سواریوں پر سوار ہونا' ----------

صحابہ کی تعظیم اور ادب اور دیگر فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ بہت درگزر فرماتے تھے اور کفار اور منافقین کی طرف سے جو آپ کو ایذاء پہنچتی تھی' آپ اس پر صبر فرماتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دراز گوش پر سوار ہونا اکابر کے لیے باعث عار نہیں ہے اور نہ کسی نقص کا موجب ہے' آپ اس لیے دراز گوش پر سوار ہوئے تاکہ دراز گوش پر سوار ہونا مشروع اور سنت ہو جائے' ایک مرتبہ جب مدینہ منورہ میں خوف اور دہشت کی فضاء تھی تو آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے تھے' اور غزوۂ حنین کے دن آپ خچر پر سوار ہوئے تھے تاکہ مسلمان آپ کو دیکھ کر ثابت قدم رہیں اور ان کے دل جمے رہیں اور یوم عرفہ کو آپ نے اپنی اونٹنی پر وقوف کیا اور اس پر بیٹھ کر آپ عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوئے اور مزدلفہ سے منٰی روانہ ہوئے اور منٰی سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔

عبداللہ بن اُبی کی بدتمیزی پر صحابہ کرام برہم ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام' رسول اللہ ﷺ کی بہت تعظیم اور آپ کا بہت ادب کرتے تھے اور ان کو آپ سے بہت شدید محبت تھی۔

صحابہ نے کہا کہ نبی ﷺ کے دراز گوش کی بو عبداللہ بن ابی کی بو سے زیادہ خوش بودار ہے' ان کے اس قول میں کفار اور منافقین کا ردّ کرنے اور ان کو جواب دینے کا ثبوت ہے۔

نبی ﷺ دراز گوش پر سوار تھے اور صحابہ آپ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے' اس میں یہ ثبوت ہے کہ اگر استاذ اور شیخ سواری پر سوار ہو تو تلامذہ کا اس کے ساتھ پیدل چلنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابُ لَيْسَ الْكَاذِبُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ

جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے' وہ جھوٹا نہیں ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بھی بولنا پڑے تو اس کو جھوٹا نہیں کہا جائے گا نہ اس کا جھوٹوں میں شمار کیا جائے گا' کیونکہ وہ فساد کو ختم کرنے کے لیے اور شر کو مٹانے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ اس حدیث میں کذاب کی نفی فرمائی ہے' اس سے مراد ہے: وہ کاذب نہیں ہے۔

۲۶۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُمَّهُ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عُقْبَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِي خَيْرًا أَوْ يَقُولُ خَيْرًا. (صحیح مسلم: ۲۶۰۵' الرقم المسلسل: ۶۵۲۸' سنن ابوداؤد: ۴۹۲۰' سنن ترمذی: ۱۹۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب کہ حمید بن عبدالرحمان نے ان کو خبر دی کہ ان کی والدہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ شخص بہت جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے' پس وہ خیر کے قصد سے چغلی کھائے یا اپنی بات سے خیر کا قصد کرے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ بن عمرو بن اویس (۲) ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمان بن عوف (۳) صالح بن کیسان

(۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حمید بن عبد الرحمن بن عوف بن عبد عوف (۶) ان کی والدہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۲-۱)

تعریض کے ساتھ جھوٹ بولنے میں مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کچھ اضافہ ہے جس کا امام بخاری نے اپنی روایت میں ذکر نہیں کیا' اضافہ کے ساتھ روایت اس طرح ہے:

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف تین چیزوں میں جھوٹ کی رخصت کے متعلق سنا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان کو جھوٹ شمار نہیں کرتا: (۱) ایک شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے اور کوئی ایسی بات کہے جس سے نیکی کا ارادہ کرے (۲) ایک شخص اپنی بیوی سے بات کرے اور ایک عورت اپنے شوہر سے بات کرے (۳) ایک شخص جنگ میں کوئی بات کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۲۱)

ایک جماعت نے کہا ہے کہ سنجیدگی اور مذاق سے تعریضاً جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: سنجیدگی اور مذاق سے جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی اولاد سے کوئی وعدہ کرے اور پھر اس کو پورا نہ کرے اور اگر تم چاہو تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَكُونُوا مَعَ ٱلصَّـٰدِقِينَ ○ (التوبہ: ۱۱۹)　　اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو ○

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ تعریضاً جھوٹ بولنا جائز ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مجھے تعریضاً جھوٹ بولنے کے عوض فلاں فلاں چیز مل جائے' یہ سفیان کا اور جمہور علماء کا قول ہے۔

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جھوٹ بولنے کے جواز کا عقیدہ رکھے' اور تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ بولنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے' اس لیے جھوٹ بولنے کو جائز سمجھنا جائز نہیں ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اجازت دی ہے کہ کوئی شخص لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے اُن سے سنی ہوئی اچھی بات کو بیان کرے اور اس نے ان سے جو بُری بات سنی ہو اس کے ذکر سے خاموش رہے' جو مشکل ہو اس کو آسان کرے اور جو بعید ہو اس کو قریب کرے' اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی چیز کی واقع کے خلاف اور جھوٹی خبر دے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس کو حرام قرار دے دیا ہے' اسی طرح مرد عورت کو خوش کرنے کے لیے کوئی وعدہ کرے اور یہ جھوٹ نہیں ہے' کیونکہ جھوٹ یہ ہے کہ وعدہ کے خلاف کوئی خبر دی جائے اور وعدہ پورا کرنے کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے اور مستقبل میں اس کی اُمید ہوتی ہے لہٰذا یہ جھوٹ نہیں ہے' اور جنگ میں بھی تعریض سے کام لے اور ایسا لفظ بولے جس کے دو معنی ہوں' خود بعید معنی کا قصد کرے اور مخاطب کو قریب معنی کا وہم ڈالے۔

اور تعریض کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ احادیث مروی ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہم سے مذاق بھی فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! مگر میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ (سنن ترمذی: ۱۹۹۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۰' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۴۸' الادب المفرد: ۲۶۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواری طلب کی تو آپ نے فرمایا: میں تم کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا' اس نے کہا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر اونٹ' اونٹنی کا بچہ ہی

ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۹۸، سنن ترمذی: ۱۹۹۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷، الادب المفرد: ۲۶۸)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل کر دے، تو آپ نے فرمایا: اے ام فلاں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں داخل ہوگی! وہ عورت پیٹھ موڑ کر رونے لگی تو آپ نے فرمایا: اس کو بتاؤ کہ جنت میں کوئی بڑھاپے کی حالت میں نہیں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءًOفَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًاO (الواقعہ: ۳۶-۳۵) ہم نے ان عورتوں کو خاص پیدائش پر بنایاO تو ہم نے ان کو کنواریاں بنایاO

(شمائل ترمذی: ۲۴۱، البعث والنشور للبیہقی: ۳۸۲، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۱۹)

نبی ﷺ کے ظاہر کلام سے یہ وہم ہوا کہ جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی، لیکن بعد میں آپ نے یہ واضح فرمایا کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ تعریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے، اور صریح جھوٹ بولنا بالکل جائز نہیں ہے، ہاں! اگر انسان کو اپنی جان کا خطرہ ہو تو پھر اس کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے، جیسے جان بچانے کے لیے مردار اور خنزیر کا گوشت کھانا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۶۷-۶۵ ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی اس عبارت میں تعریض کا ذکر ہے، تعریض کا ایک معنی یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں، ایک قریب اور دوسرا بعید، متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں قریب معنی کا وہم ڈالے۔

تعریض کا دوسرا معنی یہ ہے کہ متکلم فعل کا اسناد ظاہر فاعل کی طرف کرے اور خود اس کی مراد کسی اور فاعل کی طرف اسناد ہو۔

٣ - بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ لِأَصْحَابِهِ اِذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحُ

سربراہ اپنے اصحاب سے کہے: ہمیں صلح کرانے کے لیے لے چلو

٢٦٩٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ وَاِسْحَاقُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ قُبَاءٍ اقْتَتَلُوْا حَتّٰى تَرَامَوْا بِالْحِجَارَةِ، فَاُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ، فَقَالَ اِذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحُ بَيْنَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی اور اسحاق بن محمد الفروی نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قباء آپس میں لڑ پڑے، انہوں نے ایک دوسرے کو پتھر مارے، پس رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: چلو ہم ان کے درمیان صلح کرائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صلح کرانے کا ذکر ہے۔

٤ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء: ١٢٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (خاوند اور بیوی) آپس میں صلح کرلیں، اور صلح کرنا بہتر ہے۔ (النساء: ۱۲۸)

یہ پوری آیت مع ترجمہ کے اس طرح ہے:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (النساء:۱۲۸)

اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں' اور صلح کرنا بہتر ہے' اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے اور اگر تم نیک کام کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو' تو بے شک اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ۝

صلح کرنے کے لیے فریقین میں سے کسی ایک کو اپنے بعض حقوق کو چھوڑنا لازم ہے

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر عورت کو متعدد قرینوں سے معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر اس کی طرف رغبت نہیں کرتا' مثلاً وہ اس کے ساتھ محبت آمیز سلوک نہ کرے' اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھے' اس سے بات چیت کم کرے یا بالکل نہ کرے' نہ اس کے ساتھ عمل زوجیت کرے خواہ اس کی وجہ اس کی بدصورتی ہو یا وہ زیادہ عمر کی ہو یا اس کے مزاج میں شوہر کے ساتھ ہم آہنگی نہ ہو یا وہ مالی اعتبار سے شوہر کے معیار کی نہ ہو یا جہیز کم لائی ہو' اور اب عورت کو یہ خطرہ ہو کہ اگر یہی صورتِ حال رہی تو شوہر اس کو طلاق دے کر الگ کر دے گا اور عورت یہ چاہتی ہو کہ نکاح کا بندھن قائم رہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ عورت اپنے بعض حقوق کو ساقط کر دے اور شوہر کو طلاق دینے سے منع کرے مثلاً وہ اس کو دوسری شادی کی اجازت دے دے' اور اگر اس کی دوسری بیوی ہو جس سے شوہر کو زیادہ دلچسپی ہو تو اپنی باری ساقط کر دے یا اس کا جو خرچ شوہر کے ذمہ ہے' اس کو ساقط کر دے اور اس طرح شوہر کے ساتھ صلح کر لے' یوں شوہر اپنی پسند کی بیوی کے ساتھ وقت گزارے گا اور وہ مطلقہ ہونے سے بچ جائے گی۔ اس کی تائید میں حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ خطرہ محسوس ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو طلاق دے دیں گے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے طلاق نہ دیں اور مجھے نکاح میں برقرار رکھیں' اور میری باری حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دیں' جب آپ نے ایسا کر لیا تو مذکور الصدر آیت (النساء:۱۲۸) نازل ہوئی۔ (سنن ترمذی:۳۰۵۱)

اس آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ انسان فطرتاً بخل پر حریص ہے' عورتیں اپنے حقوق پر حریص ہیں' وہ چاہتی ہیں کہ ان کو اپنی باریوں سے حصہ ملتا رہے اور ان کو رہائش' کھانے اور کپڑوں کا خرچ ملتا رہے' اور شوہر ان کا پورا مہر ادا کرے' اسی طرح مرد مال کو اپنے پاس رکھنے پر حریص ہوتے ہیں' وہ اپنی پسند کی بیوی کے پاس زیادہ وقت گزارنا چاہتے ہیں اور جو بیوی ناپسند ہو' اس کو طلاق دے کر اس سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور مہر معاف کرا لینا چاہتے ہیں' سو دونوں میں سے ہر فریق اپنا حق زیادہ سے زیادہ لینا چاہتا ہے اور دوسرے کا حق کم سے کم دینا چاہتا ہے لیکن صلح کرنے کے لیے ہر فریق کو اپنے کچھ حقوق چھوڑنے پڑتے ہیں اور دوسرے فریق کو کچھ حقوق دینے پڑتے ہیں' ہر چند کہ دلوں میں حرص رکھی گئی ہے لیکن صلح کرنے کے لیے اپنے کچھ حقوق سے دستبردار ہونا لازم ہے' جیسا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا۔

۲۶۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ (النساء:۱۲۸) قَالَتْ هُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا:) اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی

الرَّجُلُ يَرٰى مِنِ امْرَاَتِهٖ مَالَا يُعْجِبُهٗ، كِبَرًا اَوْ غَيْرَهٗ، فَيُرِيْدُ فِرَاقَهَا، فَتَقُوْلُ اَمْسِكْنِيْ وَاَقْسِمْ لِيْ مَا شِئْتَ، قَالَتْ فَلَا بَاْسَ اِذَا تَرَاضَيَا.

کا خدشہ ہو۔ (النساء:۱۲۸) حضرت عائشہ نے بتایا: اس آیت میں ایسا مرد مراد ہے جو اپنی بیوی میں ایسا وصف دیکھے جو اسے پسند نہ ہو' بڑھاپا یا کوئی اور وصف ہو اور وہ اس سے الگ ہونے کا ارادہ کرے' عورت اس سے کہے: مجھے اپنے نکاح میں رکھو اور مجھے جو چاہو دیتے رہو' حضرت عائشہ نے فرمایا: جب وہ دونوں اس پر راضی ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵۰ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صلح کرنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ متعدد ازواج میں مساوات کو ترک کرنا اور کسی بیوی کو دوسری پر فضیلت دینا' صرف اس وقت جائز ہے جب دوسری بیوی اس پر راضی ہو' اور شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان جو بھی سمجھوتا ہو جائے' اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

۵ - بَابٌ اِذَا اصْطَلَحُوْا عَلٰى صُلْحِ جَوْرٍ فَالصُّلْحُ مَرْدُوْدٌ

اگر فریقین ظلم پر صلح کر لیں تو وہ صلح مردود ہے

۲۶۹۵'۲۶۹۶ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَا جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَامَ خَصْمُهٗ فَقَالَ صَدَقَ، اِقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ اِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا، فَزَنٰى بِامْرَاَتِهٖ، فَقَالُوْا لِيْ عَلٰى ابْنِكَ الرَّجْمُ، فَفَدَيْتُ ابْنِيْ مِنْهُ بِمِائَةٍ مِّنَ الْغَنَمِ وَوَلِيْدَةٍ، ثُمَّ سَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ فَقَالُوْا اِنَّمَا عَلٰى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، اَمَّا الْوَلِيْدَةُ وَالْغَنَمُ فَرَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلٰى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ، وَاَمَّا اَنْتَ يَا اُنَيْسُ. لِرَجُلٍ. فَاغْدُ عَلَى امْرَاَةِ هٰذَا فَارْجُمْهَا. فَغَدَا عَلَيْهَا اُنَيْسٌ فَرَجَمَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما' وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کیجئے' اس کا فریق مخالف کھڑا ہوا' اس نے کہا: اس نے سچ کہا ہے' ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کیجئے' دیہاتی نے کہا: میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا' اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا' پس لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے بیٹے کو رجم کیا جائے گا تو میں نے سو بکریوں اور ایک باندی کو اپنے بیٹے کے فدیہ میں دیا' پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا' رہی باندی اور بکریاں تو وہ تمہیں واپس دی جائیں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا' اور آپ نے ایک مرد سے فرمایا: اور تم اے انیس! صبح اس شخص کی

بیوی کے پاس جاؤ اور اس کو سنگسار کر دو' پھر صبح کو حضرت انیس نے اس عورت کو رجم کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۵۔ ۲۳۱۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ پہلے اس دیہاتی کے لڑکے کے متعلق غلط فیصلہ پر صلح کی گئی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صلح کو مسترد کر دیا اور صحیح فیصلہ فرمایا۔

زانی کو شہر بدر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر غیر شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا' اور ابراہیم نخعی' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور امام زفر کا موقف یہ ہے کہ جب کنوارا مرد زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور اس کو شہر بدر نہیں کیا جائے گا' ہاں! اگر سربراہ کو اس مرد سے شر اور فساد کا خطرہ ہو تو پھر اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے گا اور ان کے نزدیک یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔

٢٦٩٧ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ. رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ، وَعَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَبِيْ عَوْنٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ. (صحیح مسلم: ۱۷۱۸' الرقم المسلسل: ۴۳۸۳' سنن ابوداؤد: ۴۶۰۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس دین میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔ اس حدیث کو عبداللہ بن جعفر مخرمی اور عبدالواحد بن ابی عون نے از سعد بن ابراہیم روایت کیا ہے۔

''احداث فی الدین'' کی تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے ہمارے اس امر میں احداث کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر میں ''احداث'' کا معنی یہ ہے کہ آپ کے دین میں کسی ایسے نئے کام کا ارتکاب کیا جائے' جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو۔

آپ نے فرمایا: ایسا کام مردود ہے' یعنی وہ باطل ہے اور قابل شمار نہیں ہے' اس سے ان بدعات کا رد مقصود ہے' جن کی اصل دین میں نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۷۴' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر)

٦ - بَابٌ كَيْفَ يُكْتَبُ هٰذَا مَا صَالَحَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَفُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَاِنْ لَّمْ يَنْسُبْهُ اِلٰى نَسَبِهٖ اَوْ قَبِيْلَتِهٖ

صلح نامہ کس طرح لکھا جائے گا؟ (کیا اس طرح:) یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر فلاں بن فلاں نے صلح کی' خواہ اس کے قبیلہ یا نسب کی طرف نسبت نہ کی ہو

یعنی جب فلاں بن فلاں مشہور ہو اور لوگوں کے درمیان اس کا نسب معروف ہو تو صلح نامہ میں اس کا نسب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے' اور آج کل دستاویزات میں جو نسب لکھنے کا رواج ہے' وہ احتیاط کی بناء پر ہے۔

۲۶۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا صَالَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الْحُدَيْبِيَةِ، كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بَيْنَهُمْ كِتَابًا، فَكَتَبَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ لَا تَكْتُبْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ، لَوْ كُنْتَ رَسُولًا لَمْ نُقَاتِلْكَ، فَقَالَ لِعَلِيٍّ امْحُهُ. فَقَالَ عَلِيٌّ مَا أَنَا بِالَّذِي أَمْحَاهُ، فَمَحَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَصَالَحَهُمْ عَلٰى أَنْ يَدْخُلَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَلَا يَدْخُلُوهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ، فَسَأَلُوهُ مَا جُلُبَّانُ السِّلَاحِ؟ فَقَالَ الْقِرَابُ بِمَا فِيهِ. (صحیح مسلم: ۱۷۸۳، الرقم المسلسل: ۴۵۲۱، سنن ابوداؤد: ۱۸۳۲، سنن دارمی: ۲۵۰۷، سنن ترمذی: ۹۳۸، صحیح ابن حبان: ۴۸۷۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۶۳۵۔ ج ۳۰ ص ۵۹۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حدیبیہ سے صلح کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان مکتوب لکھا، پس لکھا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تو مشرکین نے کہا: ''محمد رسول اللہ'' نہ لکھو، اگر آپ (ہمارے نزدیک) رسول ہوتے تو ہم آپ سے جنگ نہ کرتے، پس آپ نے حضرت علی سے فرمایا: اس کو مٹا دو، تب حضرت علی نے کہا: میں وہ نہیں ہوں جو آپ (کے نام) کو مٹا دوں، تب اس (نام) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا، اور آپ نے مشرکین سے اس پر صلح کر لی کہ آپ اور آپ کے اصحاب (آئندہ سال) تین دن (کے لیے مکہ میں) داخل ہوں گے اور آپ اور آپ کے اصحاب ہتھیاروں کو صرف میان میں رکھ کر لے جائیں گے، لوگوں نے سوال کیا کہ ''جلبان'' کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے بتایا: میان اور جو چیز اس کے اندر ہو۔

اس حدیث کی زیادہ تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

۲۶۹۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، فَأَبٰى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ، حَتّٰى قَاضَاهُمْ عَلٰى أَنْ يُقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوا هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا لَا نُقِرُّ بِهَا، فَلَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ، لٰكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ، وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ. ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ امْحُ رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا أَمْحُوكَ أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ، فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدۃ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے اس سے انکار کیا کہ آپ کو مکہ میں داخل ہونے دیں حتیٰ کہ آپ نے ان سے اس پر صلح کر لی کہ (آئندہ سال) آپ مکہ میں تین دن رہیں گے، جب انہوں نے یہ مکتوب لکھا تو اس میں لکھا: یہ وہ مکتوب ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی ہے، تو مشرکین نے کہا: ہم آپ کو ان الفاظ پر برقرار نہیں رکھیں گے، اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو منع نہ کرتے، لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں، آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں، پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ کو) مٹا دو، حضرت علی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم!

عَبْدِ اللّٰهِ، لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ سِلَاحٌ اِلَّا فِي الْقِرَابِ، وَاَنْ لَّا يَخْرُجَ مِنْ اَهْلِهَا بِاَحَدٍ اِنْ اَرَادَ اَنْ يَّتْبَعَهُ، وَاَنْ لَّا يَمْنَعَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ اَرَادَ اَنْ يُّقِيْمَ بِهَا. فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْاَجَلُ، اَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا قُلْ لِصَاحِبِكَ اُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْاَجَلُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَبِعَتْهُمْ ابْنَةُ حَمْزَةَ يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ، فَاَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، دُوْنَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا، فَاخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ، فَقَالَ عَلِيٌّ اَنَا اَحَقُّ بِهَا، وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّيْ، وَقَالَ جَعْفَرٌ ابْنَةُ عَمِّيْ وَخَالَتُهَا تَحْتِيْ، وَقَالَ زَيْدٌ ابْنَةُ اَخِيْ، فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا، وَقَالَ اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ. وَقَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ. وَقَالَ لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ وَقَالَ لِزَيْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا.

(اس حدیث کی تخریج بھی وہی ہے' جو حدیث سابق کی تخریج ہے)

میں آپ (کے نام) کو کبھی نہیں مٹاؤں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مکتوب کو پکڑا' پس لکھا: یہ وہ مکتوب ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے کہ مکہ میں میان کے بغیر کوئی ہتھیار داخل نہیں کیا جائے گا' اور اہل مکہ میں سے کوئی شخص نہیں جائے گا خواہ وہ ان کے ساتھ جانا چاہے' اور اگر ان کے اصحاب میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے گا تو وہ اس کو منع نہیں کریں گے' (جب آئندہ سال) آپ مکہ میں داخل ہوئے اور مدت پوری ہو گئی تو مشرکین حضرت علی کے پاس آئے' پس انہوں نے کہا: اپنے پیغمبر سے کہو کہ اب ہمارے پاس سے چلے جائیں' کیونکہ اب مدت پوری ہو چکی ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلنے لگے تب حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ان کے پیچھے اے میرے چچا! اے میرے چچا! کہتی ہوئی آئیں' پس حضرت علی نے ان کو لے لیا' پس ان کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو لو' انہوں نے ان کو اٹھا لیا' پھر ان کے بارے میں حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم کا نزاع ہوا' حضرت علی نے کہا: میں ان کا زیادہ حق دار ہوں یہ میرے چچا کی بیٹی ہے' حضرت جعفر نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہیں اور ان کی خالہ میرے نکاح میں ہیں' اور حضرت زید نے کہا: یہ میری بھتیجی ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا: خالہ ماں کے درجہ میں ہے' اور حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں' اور حضرت جعفر سے فرمایا: تم میری شکل وصورت اور میرے اخلاق کے مشابہ ہو' اور حضرت زید سے فرمایا: تم ہمارے (دینی) بھائی ہو اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھنے کا ثبوت' حضرت علی سے فرمایا: میں تم سے ہوں' اس کے محامل اور حضرت زید بن حارثہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مکتوب میں لکھا: یہ وہ مکتوب ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ○ (العنکبوت:۴۸)

اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے (اگر ایسا ہوتا) تو باطل پرست ضرور

شک میں پڑ جاتے O

اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ سے نہیں لکھتے تھے اور اس حدیث میں آپ کے لکھنے کا ذکر ہے' سو یہ حدیث قرآن مجید کے معارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہ پڑھتے تھے اور نہ لکھتے تھے اور اس آیت میں نزولِ قرآن کے بعد پڑھنے اور لکھنے کی نفی نہیں ہے' لہٰذا یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ اکثر اوقات نہیں لکھتے تھے اور چند بار لکھنا اس کے معارض نہیں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے قلم ہاتھ میں پکڑا تو اللہ نے آپ کی طرف وحی کی' سو آپ نے وحی کی تعلیم سے لکھا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی اس وقت تک وفات نہیں ہوئی جب تک آپ نے لکھ نہیں لیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا لکھنا بھی آپ کا معجزہ تھا' خلاصہ یہ ہے کہ اوّل تو اس آیت میں نزولِ قرآن سے پہلے لکھنے کی نفی ہے اور آپ نے نزولِ قرآن کے بعد لکھا ہے' ثانیاً قرآن مجید میں اکثر اوقات میں لکھنے کی نفی ہے اور آپ نے بعض اوقات میں لکھا ہے' ثالثاً قرآن مجید میں آپ کے عادۃً لکھنے کی نفی ہے اور آپ نے جو لکھا تھا' وہ خلافِ عادت اور معجزہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا: خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ماں کے بعد بچہ کی پرورش کا حق خالہ کا ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں' اس ارشاد میں حضرت علی کی عظیم منقبت ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ تم مجھ سے متصل ہو۔

مصنف کے نزدیک ''تم مجھ سے ہو'' کا معنی یہ ہے کہ میرے خاندان سے ہو اور ''میں تم سے ہوں'' کا معنی ہے: میرے کمالات ولایت کا ظہور تم سے ہوگا' یا میری شجاعت کا ظہور تم سے ہوگا یا میرے کمالاتِ علم کا ظہور تم سے ہوگا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو یعنی اخوتِ اسلام کے اعتبار سے ہمارے دینی بھائی ہو اور فرمایا: تم ہمارے آزاد کردہ غلام ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زید کو بچپن میں خرید لیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہیں ہبہ کر دیا اور اس وقت یہ بچے تھے' آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم ان کو زید بن محمد کہا کرتے تھے' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ. (الاحزاب: ۵)

ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ ہی کا بیٹا کہہ کر بلایا کرو' یہ اللہ کے نزدیک بہت منصفانہ بات ہے' پھر اگر ان کے باپ تمہیں معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس لشکر میں بھی حضرت زید بن حارثہ کو بھیجا اس میں ان ہی کو لشکر کا امیر بنایا اور اگر وہ زندہ رہتے تو آپ ان ہی کو خلیفہ بناتے' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو اپنے ساتھ لے گئے' کیا یہ معاہدہ کے خلاف نہیں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ معاہدہ مردوں سے متعلق تھا اور یہ عورت تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۷۸۔۲۷۶' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر)

۷ - بَابُ الصُّلْحِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ
مشرکین کے ساتھ صلح کرنا

اس باب میں مشرکین کے ساتھ صلح کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

فِيهِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ. اس باب میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ سے روایت ہے۔

اس تعلیق میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں یہ ذکر تھا کہ ھرقل نے حضرت ابوسفیان کو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اس مدت میں بلایا تھا' جس مدت میں ان کی مسلمانوں کے ساتھ صلح ہو چکی تھی' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۷ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَكُونُ هُدْنَةٌ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ.

اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تمہارے اور رومیوں کے درمیان صلح ہو جائے گی۔

اس تعلیق کے موافق مکمل حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وقوع قیامت کی چھ نشانیوں کا شمار کرلو: (۱) میری وفات (۲) پھر بیت المقدس کی فتح (۳) پھر تم میں ایک وبا شدت سے پھیلے گی جیسے بکریوں میں طاعون پھیلتا ہے (۴) پھر مال اتنا زیادہ ہوگا کہ اگر ایک شخص کسی کو سو دینار دے گا تو وہ اس پر بھی ناراض ہوگا (۵) پھر زبردست فتنہ آئے گا جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہو جائے گا (۶) پھر تمہارے اور رومیوں کے درمیان صلح ہوگی۔ (صحیح البخاری: ۳۱۷۶)

وَفِيهِ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ. اور اس باب میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ کی روایت ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

ابووائل نے کہا: ہم مقام صفین میں تھے' تو حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: اے لوگو! تم اپنی رائے کو غلط قرار دو' ہم صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' اگر ہم نے لڑنا ہوتا تو ہم ضرور لڑتے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۳۱۸۲)

وَأَسْمَاءُ، وَالْمِسْوَرُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت اسماء اور حضرت مسور رضی اللہ عنہما نے بھی اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

اس تعلیق میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کا ذکر ہے' وہ حسب ذیل ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میرے پاس میری والدہ آئیں اور وہ اس وقت مشرکہ تھیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری ماں اسلام سے اعراض کرتی ہیں' آیا میں ان سے ملنا جلنا رکھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اپنی ماں سے ملنا جلنا رکھو (اس حدیث میں بھی ایک قسم کا صلح کا معنی ہے)۔ (صحیح البخاری: ۲۶۲۰)

اور حضرت مسور بن مخرمہ کی حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۱۲-۲۷۱۱ میں آ رہی ہے۔

۲۷۰۰ - وَقَالَ مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور موسیٰ بن مسعود نے کہا کہ ہمیں سفیان بن سعید نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ یوم حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ساتھ تین چیزوں پر صلح کی: (۱) مشرکین

عَلٰی ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ عَلٰی اَنَّ مَنْ اَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ رَدَّهُ اِلَيْهِمْ، وَمَنْ اَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَرُدُّوْهُ، وَعَلٰی اَنْ يَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ، وَيُقِيْمَ بِهَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ، وَلَا يَدْخُلَهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ اَلسَّيْفِ وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهِ. فَجَاءَ اَبُوْ جَنْدَلٍ يَحْجُلُ فِيْ قُيُوْدِهِ، فَرَدَّهُ اِلَيْهِمْ.

میں سے جو آپ کے پاس آئے گا' آپ اسے ان کی طرف واپس کر دیں گے' (۲) مسلمانوں میں سے جو ان کے پاس جائے گا وہ اسے آپ کی طرف واپس نہیں کریں گے (۳) مسلمان اگلے سال مکہ میں آئیں گے اور وہاں تین دن رہیں گے اور وہ اس حال میں مکہ میں داخل ہوں گے کہ ان کے ہتھیار' تلوار اور کمان وغیرہ غلاف میں ہوں گے' پھر حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں واپس کر دیا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ مُؤَمَّلٌ عَنْ سُفْيَانَ اَبَا جَنْدَلٍ، فَقَالَ اِلَّا بِجُلُبِّ السِّلَاحِ.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: مؤمل نے از سفیان حضرت ابوجندل کا ذکر نہیں کیا اور یہ کہا ہے کہ وہ ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر آئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صلح کا ذکر ہے۔

۲۷۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَاْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَقَاضَاهُمْ عَلٰی اَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ، وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ اِلَّا سُيُوْفًا، وَلَا يُقِيْمَ بِهَا اِلَّا مَا اَحَبُّوْا. فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ، فَلَمَّا اَقَامَ بِهَا ثَلَاثًا، اَمَرُوْهُ اَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سریج بن نعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کی نیت کرتے ہوئے (مدینہ سے) نکلے تو آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان کفار قریش حائل ہو گئے' آپ نے اپنی ہدی کو نحر کیا اور حدیبیہ میں اپنا سر منڈایا اور ان سے اس پر صلح کی کہ آپ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور تلواروں کے سوا ان کے خلاف کوئی ہتھیار نہیں اٹھائیں گے اور وہاں صرف اتنی مدت قیام کریں گے' جتنی مدت وہ پسند کریں گے' پھر آپ نے آئندہ سال عمرہ کیا اور مکہ میں اس طرح داخل ہوئے' جس طرح ان سے صلح کی تھی' جب آپ نے وہاں تین دن قیام کر لیا تو انہوں نے آپ کو وہاں سے جانے کے لیے کہا' سو آپ چلے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۵۲ میں گزر چکی ہے۔

اس صلح پر بہت عظیم مصلحت مرتب ہوئی اور یہی صلح' فتح مکہ کا پیش خیمہ بنی' صلح حدیبیہ سے پہلے مشرکین کا مسلمانوں کے ساتھ ملنا جلنا نہیں تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے محاسن اور اعلیٰ اقدار سے ناواقف تھے' صلح حدیبیہ کے بعد ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور آپ کے معجزات کو دیکھنے کا موقع ملا اور ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو گئے اور فتح مکہ سے پہلے بہت سے مشرکین اسلام میں

داخل ہو گئے اور فتح مکہ کے بعد اردگرد کے قبائل جو اہل مکہ کے اسلام کے منتظر تھے' وہ سب مسلمان ہو گئے اور پورا جزیرۂ عرب اسلام میں داخل ہو گیا۔

۲۷۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِىْ حَثْمَةَ قَالَ اِنْطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَّمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ اِلٰى خَيْبَرَ، وَهِىَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ. [اطراف الحدیث: ۳۱۷۳-۶۱۴۳-۶۸۹۸-۷۱۹۲] (صحیح مسلم: ۱۶۶۹' الرقم المسلسل: ۴۲۳۳' سنن ابوداؤد: ۴۵۲۰' سنن ترمذی: ۱۴۲۲' سنن نسائی: ۴۷۱۲' سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از بشیر بن یسار از حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید خیبر کی طرف گئے اور ان دنوں صلح تھی۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ایامِ صلح کا ذکر ہے' یہ مفصل حدیث ''کتاب الحدود'' میں آئے گی اور وہاں ان شاء اللہ اس کی مفصل شرح کی جائے گی۔

۸ - بَابُ الصُّلْحِ فِى الدِّيَةِ — دیت میں صلح کرنا

دیت کا معنی یہ ہے کہ قصاص کے بجائے مال معین ادا کیا جائے' انسان کو قتل کرنے کی دیت مختلف عمروں کے سو اونٹ ہوتے ہیں اور یہ دیت قاتل کے عصبات پر واجب ہوتی ہیں اور اس کو تین سال کی مدت میں متعدد اقساط میں ادا کیا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کے اعضاء کو تلف کر دے تو مختلف اعضاء کی مختلف دیت ہوتی ہے۔

۲۷۰۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِىُّ قَالَ حَدَّثَنِىْ حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ الرُّبَيِّعَ وَهِىَ اِبْنَةُ النَّضْرِ، كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ، فَطَلَبُوا الْاَرْشَ وَطَلَبُوا الْعَفْوَ فَاَبَوْا، فَاَتَوُا النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُمْ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ اَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ لَا وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا، فَقَالَ يَا اَنَسُ، كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ. فَرَضِىَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا، فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ، مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ. زَادَ الْفَزَارِىُّ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ فَرَضِىَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ.

[اطراف الحدیث: ۲۸۰۶-۴۴۹۹-۴۵۰۰-۴۶۱۱-۶۸۹۴] (صحیح مسلم: ۱۶۷۵' الرقم المسلسل: ۴۲۶۵' سنن نسائی: ۴۷۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا جو النضر کی بیٹی ہیں' انہوں نے ایک جوان لڑکی کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تو اس لڑکی والوں نے ان دانتوں کی دیت کا مطالبہ کیا اور حضرت ربیع کے گھر والوں نے اس دیت کی معافی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار کیا تو وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس آپ نے ان کو قصاص ادا کرنے کا حکم دیا تو حضرت انس بن النضر نے کہا: یارسول اللہ! کیا الربیع کے دانت توڑے جائیں گے! نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے' آپ نے فرمایا: اے انس! کتاب اللہ میں قصاص ہے' پھر وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے معاف کر دیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ (کسی کام کی) اللہ پر قسم کھا لیں' تو اللہ ان کو اس قسم میں سچا کر دے گا۔ فزاری نے از حمید از حضرت

انس رضی اللہ عنہ یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت کو قبول کر لیا۔

اس حدیث کی باب سے مطابقت اور حضرت ربیع اور حضرت انس بن النضر کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت کو قبول کر لیا اور دیت قصاص کے عوض میں ہوتی ہے اور ان لوگوں کا قصاص کے بجائے دیت کو قبول کرنا صرف صلح کی وجہ سے ہوا تھا۔

اس حدیث میں حضرت ربیع کا ذکر ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں اور اس حدیث میں "جاریہ" کا ذکر ہے' اس سے مراد باندی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد جوان لڑکی ہے' اور اس حدیث میں حضرت انس بن النضر کا ذکر ہے' یہ حضرت انس بن مالک کے چچا ہیں' یہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور ان کے جسم پر اسّی (۸۰) سے زیادہ تلواروں کے زخم تھے' اور نیزوں اور تیروں کے زخم الگ تھے۔

قرآن مجید نے قصاص کو لازم کیا ہے' پھر حضرت انس بن النضر نے قصاص نہ دینے کی قسم کیوں کھائی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا الربیع کے دانت توڑ دیئے جائیں گے؟ نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ دانت کا بدلہ دانت ہے' یہ تو قرآن مجید کا حکم ہے' حضرت انس بن النضر نے اس کا کیسے انکار کیا؟ قرآن مجید میں ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ. (المائدہ:۴۵)

اور تورات میں ہم نے ان پر فرض کیا تھا کہ جان کے بدلہ جان' اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلہ ناک اور کان کے بدلہ کان اور دانت کے بدلہ دانت اور (دیگر) زخموں کا (بھی) بدلہ ہے' سو جو شخص بدلہ معاف کر دے تو یہ معافی اس کے لیے کفارہ ہو گی۔

یہ پہلے تورات میں حکم تھا لیکن شریعت اسلام میں بھی قصاص کے اس حکم کو باقی رکھا گیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انس بن النضر نے قصاص کے شرعی حکم کا انکار نہیں کیا تھا اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ان کو اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ شریعت نے قصاص کو فرض کر دیا ہے اور ان کو یہ گمان تھا کہ شریعت میں قصاص اور دیت میں اختیار دیا گیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سلسلہ میں شفاعت کرائیں گے یا ان کو یہ توقع تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید تھی کہ وہ ان کے خصم کے دل میں یہ بات ڈال دے گا کہ وہ قصاص کے بجائے دیت لینے پر راضی ہو جائیں' اس وجہ سے انہوں نے قسم کھائی کہ ربیع کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔

دانت اور ہڈی کا قصاص لینے میں مذاہب فقہاء' اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دانت توڑنے میں دانت کا قصاص لینا واجب ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر تمام دانت توڑ دیئے ہیں تو اس کا قصاص لینے پر اجماع ہے اور بعض دانت توڑنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اکثر فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں قصاص نہیں ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ قصاص اس وقت ہوتا ہے جب ان میں مماثلت ممکن ہو

جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ. (البقرہ:۱۹۴) سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم (بھی) اس کی زیادتی کا بدلہ لو اس زیادتی کی مثل جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

فقہاء احناف لیث اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ دانتوں کے علاوہ ہڈی توڑنے میں قصاص نہیں ہے کیونکہ اس میں مماثلت پر اعتماد نہیں ہے علامہ ابن رشد نے القواعد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ ہڈی میں قصاص نہیں ہے اور اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوڑ کے علاوہ ہڈی میں قصاص نہیں لیا مگر اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔

حضرت انس بن نضر نے قسم کھا کر کہا کہ اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے گمان کے مطابق قسم کھا سکتا ہے۔

حضرت انس نے جس طرح قسم کھائی تھی اسی طرح ہو گیا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ قسم کھالیں کہ اللہ ایسا کرے گا تو اللہ ایسا کر دیتا ہے اور اس میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قصاص لینے کو معاف کرنا اور اس کی شفاعت کرنا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۱ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

۹ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کے سبب سے دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے

اس باب کے عنوان میں ''سیّد'' کا ذکر ہے ''سیّد'' کا معنی ہے: رئیس اور سردار۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو عظیم جماعتیں فرمایا کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے دو گروہ تھے ایک گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور دوسرا گروہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ جس طرح آپ نے فرمایا تھا اسی طرح واقع ہوا۔ اصل واقعہ اس طرح ہوا کہ جب سترہ رمضان چالیس ہجری کو عبدالرحمان بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے پھر آپ نے دیکھا کہ ایک گروہ آپ کی طرف تھا اور ایک گروہ حضرت معاویہ کی طرف تھا تو آپ نے مناسب سمجھا کہ مسلمانوں کی وحدت قائم رکھنے کے لیے اور ان کے درمیان خون ریزی سے بچنے کے لیے حضرت معاویہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو جائیں سو آپ نے پانچ ربیع الاوّل اکتالیس ہجری کو خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی اور اس سال کا نام عام الجماعۃ رکھا گیا اور یہ وہی چیز ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی کہ ہو سکتا ہے کہ اس (حضرت حسن) کے سبب سے اللہ دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۲ طبع مصر)

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ۹) اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: تو ان میں صلح کرا دو۔ (الحجرات: ۹)۔

امام بخاری نے اس آیت کے دو الفاظ ذکر کیے ہیں' پوری آیت اس طرح ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَO (الحجرات:۹)

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرادو' پھر اگر ان میں سے ایک دوسری پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کی مرتکب ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے' پھر اگر وہ لوٹ آئے تو عدل کے ساتھ ان میں صلح کرادو اور انصاف کرو' بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہےO

٢٧٠٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ اِسْتَقْبَلَ وَاللّٰهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اِنِّىْ لَاَرٰى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّىْ حَتّٰى تَقْتُلَ اَقْرَانَهَا، فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ وَكَانَ وَاللّٰهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ اَىْ عَمْرُو، اِنْ قَتَلَ هٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ، وَهٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ، مَنْ لِىْ بِاُمُوْرِ النَّاسِ، مَنْ لِىْ بِنِسَائِهِمْ، مَنْ لِىْ بِضَيْعَتِهِمْ؟ فَبَعَثَ اِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ، مِنْ بَنِىْ عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ، فَقَالَ اذْهَبَا اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ، فَاعْرِضَا عَلَيْهِ، وَقُوْلَا لَهٗ، وَاطْلُبَا اِلَيْهِ. فَاَتَيَاهُ فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهٗ فَطَلَبَا اِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اِنَّا بَنُوْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَدْ اَصَبْنَا مِنْ هٰذَا الْمَالِ، وَاِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِىْ دِمَائِهَا. قَالَا فَاِنَّهٗ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا وَيَطْلُبُ اِلَيْكَ وَيَسْاَلُكَ، قَالَ فَمَنْ لِىْ بِهٰذَا؟ قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهٖ، فَمَا سَاَلَهُمَا شَيْئًا اِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهٖ، فَصَالَحَهٗ. فَقَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرَةَ يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اِلٰى جَنْبِهٖ، وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ اُخْرٰى، وَيَقُوْلُ اِنَّ ابْنِىْ هٰذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی موسیٰ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی قسم! جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں پہاڑوں جیسا لشکر لے کر آئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مخالفین کو مارے بغیر نہیں لوٹے گا' حضرت معاویہ نے کہا: اور اللہ کی قسم! وہ دونوں آدمیوں میں زیادہ بہتر تھے' اے عمرو! اگر اس لشکر نے اُس لشکر کو قتل کر دیا اور اُس لشکر نے اِس لشکر کو قتل کر دیا تو لوگوں پر حکمرانی کے لیے کون میرا ساتھ دے گا اور لوگوں کی عورتوں کی حفاظت کے معاملہ میں کون میرا ساتھ دے گا اور لوگوں کے بچوں کی نگہداشت کے لیے کون میرا ساتھ دے گا؟ پھر حضرت معاویہ نے حضرت حسن کے پاس قبیلہ بنو شمس کے دو آدمی بھیجے' عبدالرحمان بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز' ان سے کہا کہ تم دونوں اس شخص (حضرت حسن) کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے (صلح کی) پیش کش کرو' تم دونوں ان سے بات کرو اور فیصلہ ان پر چھوڑ دو' وہ دونوں حضرت حسن کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی اور فیصلہ ان پر چھوڑ دیا' پس حضرت حسن بن علی نے ان دونوں سے کہا: ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہم کو اس مال سے حصہ ملا ہے اور ہمارے ساتھ جو لشکر ہے یہ خون ریزی میں طاق ہے' ان دونوں نے کہا کہ حضرت معاویہ نے آپ کو اتنے اور اتنے مال کی پیش کش کی ہے' وہ آپ سے صلح کے طلب گار ہیں اور انہوں نے فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا ہے' حضرت حسن نے کہا: میرے

اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّمَا ثَبَتَ لَنَا سَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ.

[اطراف الحدیث:۳۶۲۹-۳۷۴۶-۷۱۰۹] (سنن ابوداؤد: ۴۶۶۲ سنن ترمذی: ۳۷۷۳ المعجم الکبیر: ۲۵۹۰ مسند الحمیدی: ۷۹۳ سنن کبریٰ: ۱۷۱۸ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۲۵۲ مسند البزار: ۳۶۵۵ دلائل النبوۃ ج۶ص ۴۴۲ المستدرک ج۳ص ۱۷۵-۱۷۴ مسند احمد ج۵ص ۳۸ طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۳۹۲-ج ۳۴ص ۳۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

لیے اس کا ضامن کون ہوگا؟ ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اس کے ضامن ہیں پھر حضرت حسن نے جس چیز کا بھی سوال کیا تو ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اس کے ضامن ہیں پھر حضرت حسن نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی پھر حضرت حسن بصری نے کہا: میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو کی طرف تھے اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسن کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے سبب سے اللہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے۔ امام بخاری نے کہا: مجھ سے علی بن عبداللہ (مدینی) نے کہا: اس حدیث کی بناء پر ہمارے نزدیک حسن بصری کا حضرت ابوبکرہ سے سماع ثابت ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سیّد فرمانے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سیّد ہے۔

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا: اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ سیادت کا مستحق وہ شخص ہوتا ہے جس سے لوگ نفع حاصل کریں کیونکہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سیادت کو لوگوں کے درمیان صلح کرانے پر معلق فرمایا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت معاویہ نے کہا: اگر اس لشکر نے اُس لشکر کو قتل کر دیا اور اُس نے اس کو قتل کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ کی نظر عواقب اور انجامِ کار پر تھی اور وہ مسلمانوں کے درمیان جنگ اور خون ریزی کو ناپسند کرتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص نے کہا: اللہ کی قسم! وہ دونوں میں بہتر تھے۔ حضرت عمرو بن العاص کی مراد یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن العاص سے بہتر تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی تحریک

حضرت معاویہ نے حضرت حسن کے پاس دو آدمی بھیجے اور کہا: ان کے پاس جاؤ اور ان کو صلح کی پیش کش کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ صلح کرنے میں رغبت رکھتے تھے اور انہوں نے حضرت حسن پر مال پیش کیا اور ان پر مال خرچ کیا اور ان کو صلح کرنے میں رغبت دلائی تاکہ مسلمانوں کی جانیں محفوظ رہیں اور ان میں خون ریزی نہ ہو اور انہوں نے جان لیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کس وجہ سے سیّد فرمایا ہے اور یہ کہ اللہ ان کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا حضرت حسن نے فرمایا: ہم بنو عبدالمطلب ہیں ہماری فطرت میں یہ ہے کہ ہم اپنے گرد لوگوں پر کرم اور سخاوت سے کام لیں ہم نے

خلافت سے اس مال کو حاصل کیا ہے اور لوگوں پر خرچ کرنا اور سخاوت کرنا ہماری عادت بن گئی ہے' اگر میں اس خلافت کو چھوڑ دوں تو یہ ہماری عادت کے خلاف ہوگا اور ہمارے ساتھ جو لشکر ہے یہ لڑائی میں ماہر ہے' یہ بغیر رقم لیے ماننے والے نہیں ہیں' حضرت حسن کی مراد یہ تھی کہ بغیر مال خرچ کیے فتنہ کو ٹھنڈا کرنا ممکن نہیں ہے' ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے ہر سال اتنا مال' اتنا غلہ اور اناج اور اتنے کپڑے مقرر کرتے ہیں اور ان کے علاوہ جو آپ کو ضرورت ہو' پھر ان دونوں نے حضرت حسن سے اس پر صلح کر لی۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ مال لے کر خلافت سے دست بردار ہونا اور صلح کر لینا جائز ہے اور یہ مال حلال اور طیب ہے۔

جب دو مسلمان برسر پیکار ہوں تو ان کے اسلام پر برقرار رہنے کا مدار

اس حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے۔ اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ اگر مسلمان' مسلمانوں سے جنگ کریں تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے' جب کہ دونوں فریق تاویل اور اجتہاد سے جنگ کر رہے ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۱)

اس حدیث میں جو وعید ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب وہ بغیر تاویل اور اجتہاد کے جنگ کر رہے ہوں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی پیش کش

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اہل کوفہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بیعت کر لی اور اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی' پھر حضرت معاویہ اہل شام کے ساتھ کوفہ کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور حضرت حسن اہل عراق کے ساتھ روانہ ہوئے' پھر ارضِ کوفہ کی ایک منزل پر دونوں کا آمنا سامنا ہوا' پس حضرت حسن نے اپنے ساتھ اہل عراق کی کثرت کو دیکھا' پھر انہوں نے نداء کی کہ اے معاویہ! میں نے اللہ کے پاس جو اجر ہے اس کو اختیار کر لیا ہے' پس اگر یہ خلافت تمہارا حق ہے تو مجھے اس میں تم سے نزاع نہیں کرنا چاہیے اور اگر یہ خلافت میرا حق ہے تو میں نے یہ تم کو دے دی ہے' پھر حضرت معاویہ کے اصحاب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے' عنقریب اس کے سبب سے اللہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا' پس اللہ آپ کو مسلمانوں کی طرف سے نیک جزاء عطاء فرمائے۔

تمام مسلمانوں کا حضرت معاویہ کی بیعت پر مجتمع ہونا

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے معاویہ! مسلمانوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا اور دنیا کی طلب میں ان کو تلوار سے ختم نہ کر دینا' پھر حضرت حسن نے خلافت حضرت معاویہ کے سپرد کر دی اور ان سے صلح کر لی اور کتاب اللہ اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو قائم کرنے کے لیے حضرت معاویہ کی بیعت کر لی کہ وہ ان کے احکام کو سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے' پھر وہ دونوں کوفہ میں داخل ہوئے اور حضرت معاویہ نے عراق والوں سے اپنی بیعت لی اور یہ سال مسلمانوں کے اجتماع کا سال قرار پایا' اور تمام مسلمانوں کا جنگ ختم ہونے پر اتفاق ہو گیا' اور ان تمام مسلمانوں نے حضرت معاویہ سے بیعت کر لی جو اس سے پہلے ان سے الگ تھے' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر مسلمین نے حضرت معاویہ سے بیعت کر لی' حضرت معاویہ نے حضرت حسن کو تین لاکھ روپے' ایک ہزار کپڑے' تیس غلام اور ایک سو اونٹ دیئے' حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ چلے گئے' حضرت معاویہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا' اور عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا اور خود دمشق چلے گئے اور اس کو اپنا دار الخلافت قرار دیا۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۷۹-۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے اس شرح کے تمام اہم نکات کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۴۔ ۲۸۳ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں صرف تین سطریں لکھیں جن میں اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت کی توجیہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صلح کرنے کا حکم دیا ہے اور حضرت حسن اللہ کے حکم پر عمل کرنے پر حریص تھے اس لیے انہوں نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۴۲ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۰ - بَابٌ هَلْ يُشِيْرُ الْإِمَامُ بِالصُّلْحِ آیا سربراہ فریقین کو صلح کی طرف اشارہ کرسکتا ہے؟

جمہور فقہاء کے نزدیک سربراہ کا فریقین کو صلح کے لیے کہنا جائز ہے امام مالک کا اس میں اختلاف ہے علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس باب کی دونوں حدیثوں میں اس کا ذکر نہیں ہے جس کا امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے تاہم اس کا جواب یہ ہے کہ ان حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں افضل کام کی ترغیب دی اور یہی صلح کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

۲۷۰۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أُمَّهُ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُمَا وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْأٰخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا أَفْعَلُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ الْمُتَأَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَهُ أَيُّ ذٰلِكَ أَحَبَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از یحییٰ بن سعید از ابی الرجال محمد بن عبد الرحمان کہ ان کی والدہ عمرۃ بنت عبد الرحمان نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ پر دو جھگڑا کرنے والوں کی بلند آوازیں سنیں ان میں سے ایک اپنے قرض میں سے کچھ کم کرا رہا تھا اور ادائیگی کے مطالبہ میں نرمی کرا رہا تھا اور دوسرا کہہ رہا تھا: اللہ کی قسم! میں نہیں کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کے پاس آئے اور پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جو اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ وہ نیکی نہیں کرے گا؟ تو اس شخص نے کہا: یہ میں ہوں! یا رسول اللہ! اور اس شخص کو اختیار ہے جو پسند کرے (خواہ قرض میں کمی کرائے خواہ واپسی کی رقم میں اضافہ کرائے)۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقروض کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے اور اس کے قرض سے کچھ کم کر کے اس پر احسان کرنا چاہیے۔

(۲) جو شخص کسی نیک کام کو ترک کرنے کی قسم کھائے اس کو ڈانٹنا چاہیے۔

(۳) صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کو بہت جلد سمجھ لیتے تھے اور آپ کی منشاء کے مطابق عمل کرتے تھے اور وہ نیکی پر بہت حریص تھے۔

(۴) مقروض کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ قرض خواہ سے کہے کہ تم اپنے قرض میں کچھ کمی کر دو یا ادائیگی کی مہلت میں اضافہ کر دو بہ شرطیکہ وہ اس سے یہ سوال عاجزی سے اور گڑگڑا کر نہ کرے۔

(۵) مقروض کی شفاعت کرنا جائز ہے۔

۲۷۰۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ مَالٌ، فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ، حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا كَعْبُ. فَأَشَارَ بِيَدِهِ، كَأَنَّهُ يَقُولُ النِّصْفَ، فَأَخَذَ نِصْفَ مَا لَهُ عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی از حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کا حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ پر کچھ مال کا قرض تھا' ان کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کو پکڑ لیا حتیٰ کہ ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے کعب! پس اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا' گویا آپ فرما رہے تھے: نصف لے لو! تو انہوں نے ان سے نصف مال لے لیا اور نصف چھوڑ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو اور اس سے پہلی حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ ان میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرض خواہ اور مقروض کے درمیان صلح کرائی ہے۔

۱۱ - بَابُ فَضْلِ الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ وَالْعَدْلِ بَيْنَهُمْ

لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے اور عدل کرنے کی فضیلت

اس باب میں لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے اور عدل کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۷۰۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ، يَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ. [اطراف الحدیث: ۲۸۹۱-۲۹۸۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر جس روز سورج طلوع ہوتا ہے' لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے' (اور فرمایا:) دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا بھی صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۹' الرقم المسلسل: ۲۲۲۴' صحیح ابن حبان: ۳۳۸۱' شرح السنۃ: ۱۶۴۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۸-۱۸۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۱۸۳- ج ۱۳ ص ۵۱۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ہر جوڑ پر صدقہ کا وجوب اور اس کی ادائیگی کے طریقے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''سلامی'' کا لفظ ہے' ''سلامی'' کا معنی ہے: جوڑ۔ ابن الاعرابی نے کہا ہے: یہ ہاتھوں اور پیروں کی ہڈیاں ہیں۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ انسان کی ہڈیاں اس کے وجود کی اصل ہیں' ان ہڈیوں سے اس کے منافع حاصل ہوتے ہیں' کیونکہ انسان جو بھی حرکت کرتا ہے وہ ہڈیوں اور جوڑ کے توسط سے کرتا ہے' اور یہ انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور ہر نعمت

کی وجہ سے منعم کا شکر ادا کرنا واجب ہوتا ہے' پس اس کو ہر ہڈی کے مقابلہ میں صدقہ دینا چاہیے' تا کہ اس کا شکر ادا ہو' اور یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر احسان ہے کہ اس نے تخفیف فرمادی اور دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنے کو بھی ہڈیوں اور جوڑوں کا صدقہ قرار دے دیا۔

انسان کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور اس پر ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرنا واجب ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمادی اور بعض مستحبات کو بھی صدقہ قرار دے دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم کی روایت میں اس صدقہ کی ادائیگی کی مزید تفصیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے ہر جوڑ پر اس دن صدقہ واجب ہوتا ہے جس دن میں ان پر سورج طلوع ہوتا ہے' آپ نے فرمایا: تم دو آدمیوں کے درمیان عدل کرو تو یہ صدقہ ہے' کوئی شخص اپنی سواری پر کسی کو سوار کرلے تو یہ بھی صدقہ ہے' یا کسی کا سامان اپنے اوپر اٹھالے تو یہ بھی صدقہ ہے' کسی سے نیکی کی بات کہنا بھی صدقہ ہے' نماز پڑھنے کے لیے ہر قدم کو اٹھا کر چلنا بھی صدقہ ہے اور راستہ سے کسی تکلیف دِہ چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۰۹' الرقم المسلسل: ۲۲۲۴)

۱۲ - بَابٌ إِذَا أَشَارَ الْإِمَامُ بِالصُّلْحِ فَأَبَىٰ، حَكَمَ عَلَيْهِ بِالْحُكْمِ الْبَيِّنِ

جب سربراہ صلح کا اشارہ کرے اور کوئی شخص نہ مانے تو پھر وعدہ کے مطابق فیصلہ کرے

اس عنوان میں ''الحکم البین'' کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ شرعی حکم ہے' جو ظاہر ہو۔

۲۷۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ الزُّبَيْرَ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُ خَاصَمَ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِرَاجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ، كَانَا يَسْقِيَانِ بِهِ كِلَاهُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ. فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اسْقِ، ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَبْلُغَ الْجَدْرَ. فَاسْتَوْعَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ حَقَّهُ لِلزُّبَيْرِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ ذٰلِكَ أَشَارَ عَلَى الزُّبَيْرِ بِرَأْيٍ سَعَةٍ لَّهُ وَلِلْأَنْصَارِيِّ، فَلَمَّا أَحْفَظَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْعَى لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ، قَالَ عُرْوَةُ قَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ مَا أَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ إِلَّا فِي ذٰلِكَ، ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت زبیر نے بتایا: ان کا اور ایک انصاری صحابی کا جو غزوہ بدر میں شریک تھے' مدینہ کی پتھریلی زمین کی نالی کے متعلق جھگڑا ہو گیا' وہ اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے' وہ دونوں اس (نالی) سے (اپنے اپنے باغ کو) سیراب کرتے تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے زبیر! پہلے تم (اپنی زمین کو) سیراب کرلو' پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' پس وہ انصاری غضب ناک ہو گیا' اس نے کہا: یارسول اللہ! (یہ فیصلہ اس وجہ سے کیا ہے کہ) یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے (حضرت زبیر سے) فرمایا: پہلے تم سیراب کرو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ پانی دیواروں تک پہنچ جائے' پس اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق عطاء فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (پہلے) اپنی رائے سے ایسا فیصلہ کیا تھا' جس میں حضرت زبیر اور اس انصاری دونوں کی رعایت تھی' پھر جب اس انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ دلایا تو آپ نے حضرت زبیر کو

شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ اَلْاٰيَةَ (النساء: ٦٥).

صریح قاعدہ کے مطابق پورا حق دیا' عروہ نے کہا: حضرت زبیر نے بیان کیا کہ میرا گمان ہے کہ یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی ہے: تو (اے نبی مکرم!) آپ کے رب کی قسم! وہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے ہر جھگڑے میں حاکم نہ مان لیں۔ (النساء: ٦٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۶۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ سربراہ نے پہلے مصالحانہ فیصلہ فرمایا لیکن جب فریق ثانی نے اس فیصلہ کو نہیں مانا تو شریعت ظاہرہ کا فیصلہ فرمایا۔

۱۳ - بَابُ الصُّلْحِ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَاَصْحَابِ الْمِيْرَاثِ وَالْمُجَازَفَةِ فِيْ ذٰلِكَ

میت کے وارثوں اور مقروضوں کے درمیان صلح کرنا اور اندازہ سے قرض ادا کرنا

اس باب میں میت کے وارثوں اور مقروضوں کے درمیان صلح کا حکم بیان کیا ہے' اور اس عنوان میں ''مجازفت'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: اندازہ سے کوئی عوض دینا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَاْسَ اَنْ يَّتَخَارَجَ الشَّرِيْكَانِ، فَيَاْخُذَ هٰذَا دَيْنًا، وَهٰذَا عَيْنًا، فَاِنْ تَوِيَ لِاَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلٰى صَاحِبِهِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۸۱' مجلس علمی' بیروت)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ دو شریک یہ طے کر لیں کہ ایک شخص قرض وصول کرے گا اور دوسرا شریک نقد رقم لے گا' پھر اگر ان میں سے ایک کا حصہ ڈوب جائے (یعنی قرض وصول نہ ہو) تو وہ دوسرے شریک سے رجوع نہیں کرے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' اور علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' جب دو قرض خواہ شریک اپنے حصوں کو تقسیم کریں' ان میں سے ایک' ایک چیز لے اور دوسرا دوسری چیز لے' پھر ایک کا حصہ ڈوب جائے اور دوسرے کا حصہ مل جائے تو اگر وہ مقروض کو بری کر دے تو جائز ہے اور نخعی نے کہا: جو ڈوب گیا ہے یا جو مل گیا ہے' وہ دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا' امام مالک' امام شافعی اور فقہاء کوفہ کا یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷۰۹ - **حَدَّثَنِيْ** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تُوُفِّيَ اَبِيْ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَعَرَضْتُ عَلٰى غُرَمَائِهِ اَنْ يَّاْخُذُوا التَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ فَاَبَوْا، وَلَمْ يَرَوْا اَنَّ فِيْهِ وَفَاءً، فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ اِذَا جَدَدْتَهُ فَوَضَعْتَهُ فِي الْمِرْبَدِ اٰذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد فوت ہو گئے اور ان پر قرض تھا تو میں نے اپنے قرض خواہوں کو یہ پیش کش کی کہ وہ میرے کھجور کے درخت کھجوروں سمیت لے لیں تو انہوں نے انکار کیا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس سے ان کا قرض پورا نہیں ہوگا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اس کا ذکر

فَجَاءَ وَمَعَهُ اَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ وَدَعَا بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ قَالَ ادْعُ غُرَمَاءَكَ فَأَوْفِهِمْ. فَمَا تَرَكْتُ اَحَدًا لَهُ عَلَى اَبِي دَيْنٌ اِلَّا قَضَيْتُهُ، وَفَضَلَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَسْقًا سَبْعَةٌ عَجْوَةٌ وَسِتَّةٌ لَوْنٌ، اَوْ سِتَّةٌ عَجْوَةٌ وَسَبْعَةٌ لَوْنٌ، فَوَافَيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَضَحِكَ، فَقَالَ ائْتِ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَاَخْبِرْهُمَا. فَقَالَا لَقَدْ عَلِمْنَا اِذْ صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَنَعَ اَنْ سَيَكُونُ ذٰلِكَ. وَقَالَ هِشَامٌ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ صَلٰوةَ الْعَصْرِ، وَلَمْ يَذْكُرْ اَبَا بَكْرٍ، وَلَا ضَحِكَ، وَقَالَ وَتَرَكَ اَبِي عَلَيْهِ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا دَيْنًا. وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ صَلٰوةَ الظُّهْرِ.

کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم کھجوریں (درختوں سے) اتار لو اور ان کو کھلیان میں جمع کر لو تو رسول اللہ ﷺ کو خبر دینا' پس آپ آئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' آپ کھجوروں کے ڈھیر پر بیٹھ گئے اور برکت کی دعا کی' پھر فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ اور ان کو ناپ ناپ کر (کھجوریں) دو' سو جن کا میرے باپ پر قرض تھا' میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا مگر اس کا قرض ادا کر دیا اور تیرہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ گئیں' ان میں سے سات وسق عجوہ تھیں اور چھ وسق دیگر مختلف نوع کی کھجوریں تھیں یا چھ وسق عجوہ تھیں اور سات وسق دیگر مختلف اقسام کی کھجوریں تھیں' پس میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب تک ان کا قرض ادا کر دیا' پھر میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ہنسے اور فرمایا: تم ابوبکر اور عمر کے پاس جاؤ اور انہیں اس کی خبر دو' تو ان دونوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کیا تھا تو ہم نے جان لیا تھا کہ اسی طرح ہوگا اور ہشام نے کہا از وہب از حضرت جابر: نمازِ عصر (یعنی نمازِ مغرب کے بدلے) اور انہوں نے حضرت ابوبکر کا ذکر نہیں کیا اور نہ آپ کے ہنسنے کا' اور حضرت جابر نے کہا: میرے والد نے مجھ پر تیس وسق قرض چھوڑا تھا' اور ابن اسحاق نے از وہب از حضرت جابر نمازِ ظہر کا ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس جگہ اس حدیث کی روایت اس لیے کی ہے کہ اس حدیث میں قرض خواہوں اور مقروض کے درمیان صلح کرانے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں ''مربد'' کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پر کھجوروں کو خشک کیا جاتا ہے' اور اس میں ''وسق'' کا ذکر ہے' یہ ۲۴۰ کلوگرام کا پیمانہ ہے' اور اس میں عجوہ کا ذکر ہے' یہ مدینہ کی عمدہ کھجوروں کی قسم ہے' اس روایت میں نمازِ مغرب تک قرض ادا کرنے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں نمازِ عصر تک کا ذکر ہے اور ایک اور روایت میں نمازِ ظہر تک کا ذکر ہے اور یہ کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۱۰)

۱۴ - بَابُ الصُّلْحِ بِالدَّيْنِ وَالْعَيْنِ

نقد رقم دے کر قرض کے بدلہ میں صلح کرنا

۲۷۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبٍ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ اَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن

حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمَا، حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ، فَنَادٰى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، فَقَالَ يَا كَعْبُ. فَقَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَأَشَارَ بِيَدِهٖ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ، فَقَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

کعب نے خبر دی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ سے اس قرض کا مسجد میں تقاضا کیا جو ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا' پس ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں' حتیٰ کہ ان آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں سن لیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی طرف آئے حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا' پھر آپ نے حضرت کعب بن مالک کو آواز دی' پس فرمایا: اے کعب! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں! یارسول اللہ! آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: آدھا (قرض) کم کر دو' حضرت کعب نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کر دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو! اب قرض ادا کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے' یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں نقد رقم کا ذکر نہیں ہے۔

''کتاب الصلح'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین.

آج ۴ شعبان ۱۴۲۹ھ/۷ اگست ۲۰۰۸ء بہ روز جمعرات ''کتاب الصلح'' کی تکمیل ہوگئی' اے مالکِ ارض وسماء! جس طرح یہاں تک صحیح البخاری کی شرح مکمل کرا دی ہے' صحیح البخاری کی باقی احادیث کی بھی شرح مکمل کرا دے' اس شرح کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرما اور میری' میرے والدین کی اور میرے تمام قارئین کی مغفرت فرما دے۔ (آمین)

''کتاب الصلح'' میں اکتیس (۳۱) احادیث مرفوع ہیں' ان میں سے بارہ (۱۲) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں سے انیس مکررات ہیں اور خالص احادیث بارہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٥٤ - كِتَابُ الشُّرُوْطِ

شرطوں کا بیان

یہ کتاب ''شروط'' کے احکام کے بیان میں ہے'''شروط''، ''شرط'' کی جمع ہے' اس کا معنی علامت ہے' اصطلاح میں شرط کا معنی ہے: جس پر کسی چیز کا وجود موقوف ہو' اور وہ اس چیز میں داخل نہ ہو' اس کتاب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کون سی شرطیں صحیح ہیں اور کون سی شرطیں صحیح نہیں ہیں۔

١ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْأَحْكَامِ وَالْمُبَايَعَةِ

اسلام میں' احکام میں اور خرید وفروخت کے معاملات میں کون سی شرطیں لگانا جائز ہیں؟

اس سے مراد ہے: اسلام میں دخول کے وقت کون سی شرطیں لگانا جائز ہیں؟ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی اسلام پر بیعت لی تو یہ شرط لگائی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا' اور یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص اسلام میں داخل ہوتے وقت یہ شرط لگائے کہ نماز نہیں پڑھوں گا یا میں قدرت کے باوجود زکوٰۃ نہیں دوں گا۔[1] اور احکام سے مراد یہ ہے کہ چیز کے عقد کرنے یا عقد کو فسخ کرنے یا دیگر معاملات کی شرائط اور خرید وفروخت کا بھی یہی معنی ہے۔

٢٧١١'٢٧١٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُخْبِرَانِ عَنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ لَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی انہوں نے مروان اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے خبر دیتے ہیں کہ جب سہیل بن عمرو نے (حدیبیہ کے)

---

[1] یہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے دو نمازیں پڑھنے کی شرط پر اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی یہ شرط منظور فرمائی۔ (مسند احمد ج ٥ ص ٢٥) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً اس حدیث کی سند میں ایک راوی مبہم ہے اور اس کا نام مذکور نہیں ہے' جس کی وجہ سے یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ ثانیاً مسند احمد ہی میں اس کے معارض یہ حدیث بھی ہے کہ ثقیف کے ایک وفد نے اس شرط پر ایمان قبول کیا کہ انہیں جہاد کے لیے نہ بلایا جائے اور اُن کے مال سے عشر نہ لیا جائے اور وہ نماز بھی نہیں پڑھیں گے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی دو باتیں قبول فرمائیں اور نماز ترک کرنے کی شرط قبول نہ فرمائی اور فرمایا: جس دین میں نماز نہ ہو' اُس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ (مسند احمد ج ٤ ص ٢١٨)

كَاتَبَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو يَوْمَئِذٍ، كَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ، وَإِنْ كَانَ عَلٰى دِينِكَ، إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ، فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذٰلِكَ وَامْتَعَضُوا مِنْهُ، وَأَبٰى سُهَيْلٌ إِلَّا ذٰلِكَ، فَكَاتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ، فَرَدَّ يَوْمَئِذٍ أَبَا جَنْدَلٍ إِلٰى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَلَمْ يَأْتِهِ أَحَدٌ مِّنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا، وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ، وَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ وَهِيَ عَاتِقٌ، فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ، فَلَمْ يَرْجِعْهَا إِلَيْهِمْ، لِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِنَّ ﴿إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ. إِلٰى قَوْلِهِ. وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾ (الممتحنة: ١٠). قَالَ عُرْوَةُ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ. إِلٰى. غَفُورٌ رَّحِيمٌ O﴾ (الممتحنة: ١٠-١٢).

دن (کفار کی طرف سے) شرائط لکھیں تو سہیل بن عمرو نے نبی ﷺ پر یہ شرط لگائی کہ ہماری طرف سے آپ کے پاس جو شخص بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' اسے آپ کو ہمیں واپس کرنا ہوگا اور ہمارے اور اس کے درمیان تخلیہ کرنا ہوگا' مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور ان کو اس پر رنج ہوا' اور سہیل نے اس شرط کے بغیر صلح کرنے سے انکار کر دیا' سو نبی ﷺ نے اسی شرط کے مطابق صلح نامہ لکھوایا' پس آپ نے اسی طرح حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کی طرف لوٹا دیا' اور اس مدت میں جو بھی مرد آپ کے پاس آئے' خواہ وہ مسلمان ہوں' آپ نے ان کو واپس کر دیا' (اسی اثناء میں) چند عورتیں بھی ہجرت کرتی ہوئی آئیں اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ان عورتوں میں تھیں جو ان دنوں میں رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرتی ہوئی آئی تھیں اور وہ جوان تھیں اور جب ان کے گھر والے نبی ﷺ کے پاس ان کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لیے آئے تو آپ نے ان کو ان کے گھر والوں کی طرف واپس نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی ہے: جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم انہیں آزمالیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے' یہ آیت یہاں تک ہے: وہ کفار ان مؤمنات کے لیے حلال نہیں ہیں۔ (الممتحنہ: ۱۰) عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ خبر دی کہ اس آیت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ان عورتوں کا امتحان لیتے تھے: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم انہیں آزمالیا کرو۔ (الممتحنہ: ۱۰) یہ آیت یہاں تک ہے: بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الممتحنہ: ۱۲)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۵۔ ۱۶۹۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں شرائط لکھنے کا ذکر ہے۔

٢٧١٣ - **قَالَ** عُرْوَةُ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ

عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ خبر دی کہ اس آیت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ان عورتوں کا امتحان لیتے تھے: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے

فَامْتَحِنُوْهُنَّ . اِلٰى. غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO﴾(الممتحنۃ:١٠-١٢). قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ اَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنْهُنَّ، قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَايَعْتُكِ. كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهٖ، وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ، وَمَا بَايَعَهُنَّ اِلَّا بِقَوْلِهٖ.

[اطراف الحدیث:٣٣٣-٢٧٣٣-٣١٨٢-٣٨٩١-٥٢٨٨-٧٢١٣]

(صحیح مسلم:١٨٦٦' الرقم المسلسل:٤٧٧٢)

آئیں تو تم انہیں آزمالیا کرو۔ (الممتحنۃ:١٠) یہ آیت یہاں تک ہے: بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO(الممتحنۃ:١٢) عروہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: جس نے ان عورتوں میں سے اس شرط کا اقرار کیا' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو بیعت کرلیا' آپ اس سے یہ کلام فرماتے :اور اللہ کی قسم! آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو بیعت کرتے ہوئے نہیں چھوا اور آپ نے ان کو صرف اپنے قول سے بیعت فرمایا۔

مروان' حضرت مسور' حضرت سہیل بن عمرو اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مروان کا ذکر ہے' اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع ثابت ہے نہ اس کا صحابی ہونا ثابت ہے' کیونکہ یہ بچپن میں طائف چلا گیا تھا' جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ الحکم کو مدینہ سے نکال دیا تھا' اس وقت یہ سمجھ دار نہیں تھا' یہ اپنے باپ کے ساتھ طائف میں رہا' حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوگئے' پھر انہوں نے ان دونوں کو مدینہ بلالیا۔ مروان نے حدیبیہ کے متعلق طویل حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ رہے حضرت مسور رضی اللہ عنہ تو ان کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع صحت کے ساتھ ثابت ہے لیکن یہ فتح مکہ کے بعد اپنے والد کے ساتھ آئے تھے' اس وقت یہ کم سن تھے اور یہ قصہ اس سے دو سال پہلے کا ہے' یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ مجہول کی روایت ہے کیونکہ تمام صحابہ عدول ہیں اور ان کے اسماء کی معرفت نہ ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ اس صلح نامہ کو لکھنے والے سہیل بن عمرو تھے' یہ قریش کے اشراف میں سے تھے اور ان کے خطیب تھے یہ غزوۂ بدر میں قید ہوگئے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آج تمہارے سامنے کے دانت اکھاڑ دوں گا تو پھر تم خطبہ نہیں دے سکو گے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو! ہوسکتا ہے کہ یہ کسی ایسی جگہ کھڑا ہو کر خطبہ دے کہ تم اس کی تحسین کرو' انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرلیا' یہ بہت نرم دل تھے اور قرآن پڑھتے وقت بہت روتے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو مکہ میں لوگ مختلف ہوگئے اور کافی لوگ مرتد ہوگئے' تب حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو ٹھنڈا کیا اور ان کو اختلاف کرنے سے منع کیا اور یہ وہی خطبہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ تم اس کے خطبہ کی تحسین کرو۔ اور اس حدیث میں حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے' یہ حمید بن عبدالرحمان کی بہن ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ام کلثوم کے متعلق ''عاتق'' کا لفظ ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نوجوان عورت تھیں۔

اس حدیث میں الممتحنۃ:١٢-١٠ کے بعض الفاظ کا ذکر ہے' ان تینوں آیتوں کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

الممتحنۃ:١٢-١٠ کا ترجمہ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے' پھر اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ' یہ مؤمن عورتیں ان کفار کے لیے حلال نہیں ہیں اور نہ وہ کفار ان کے لیے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو ان پر خرچ کیا ہے' وہ تم ان کافروں کو دے دو' اور ان عورتوں سے

نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے' جب تم ان کے مہر ادا کر دو'اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنی زوجیت میں نہ روکے رکھو اور تم نے جو (ان کے مہر میں) خرچ کیا ہے' وہ (کافروں سے) طلب کر لو اور جو کافروں نے خرچ کیا' وہ (تم سے) مانگ لیں' یہ اللہ کا حکم ہے' وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے' اور اللہ بہت جاننے والا بے حد حکمت والا ہے O اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی تم سے چھوٹ کر کافروں کے پاس چلی جائے' پھر تم (کفار سے) مالِ غنیمت حاصل کر لو تو (مالِ غنیمت میں سے) ان مسلمانوں کو اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے ان بیویوں پر خرچ کیا تھا جو کافروں کی طرف چلی گئی ہیں' اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لا چکے ہو O اے نبی (مکرم)! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی' اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی' اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کریں اور آپ ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الممتحنہ: ١٢۔١٠)

مسلمان کے مشرکین کے ساتھ رہنے میں مذاہب فقہاء

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ جب مشرکین سے صلح ہو جائے تو جو شخص مسلمان ہو کر ان کی طرف آیا ہو تو آیا وہ اس کو مشرکین کی طرف واپس کریں یا نہیں؟ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اب اس مسلمان کو مشرکین کی طرف واپس کرنا جائز نہیں ہے اور پہلا حکم اب منسوخ ہو چکا ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے بَری ہوں جو مشرکین کے ساتھ رہتا ہے' صحابہ نے پوچھا: کیوں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم ان دونوں کی آگ ایک جگہ (چولہے پر) جلتی ہوئی نہ دیکھو۔

(سنن ترمذی: ١٦٠٤' سنن ابوداؤد: ٢٦٤٥' سنن نسائی: ٤٧٩٤)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کے ساتھ رہائش نہ رکھو اور نہ ان کے ساتھ اکٹھے رہو پس جس نے ان کے ساتھ رہائش رکھی یا ان کے ساتھ اکٹھے رہا تو وہ ان ہی کی مثل ہے۔ (سنن ترمذی: ١٦٠٥)

اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ دار الحرب سے ہجرت کرنا مردوں اور عورتوں پر فرض ہے اور یہ حکم ہجرت کی فرضیت سے جاری ہے' یہ فقہاء احناف اور اصحاب مالک کا قول ہے' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ حکم مردوں میں غیر منسوخ ہے اور سوائے خلیفہ یا اس کے قائم مقام کے اور کوئی شخص یہ عقد نہیں کر سکتا' اور خلیفہ کے علاوہ کوئی اور شخص یہ عقد کرے گا تو وہ مردود ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤١٦۔٤١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٧١٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زیاد بن علاقہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے مجھ پر یہ شرط رکھی کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرط کا ذکر ہے۔

٢٧١٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل انہوں نے کہا: مجھے قیس بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۷ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں بیعت کی شرائط کا ذکر ہے۔

٢ - بَابٌ إِذَا بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ

جس نے ایسے درخت کو فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی جا چکی تھی

پیوند کاری کا معنی ہے: ایک درخت کی شاخ کو دوسرے درخت کی شاخ میں لگا دینا اس سے درخت میں زیادہ پھل آتے ہیں۔

٢٧١٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ، فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوند لگایا جا چکا تھا تو اس درخت کے پھل فروخت کرنے والے کے لیے ہیں سوا اس کے کہ خریدار اس کی شرط لگائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۰۳ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرط کا ذکر ہے۔

٣ - بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْبَيْعِ

بیع میں شرطیں لگانا

اس باب میں بیع میں شرطیں لگانے کا ذکر ہے۔

٢٧١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ عَائِشَةَ تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا، قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ ارْجِعِي إِلٰى أَهْلِكِ، فَإِنْ أَحَبُّوا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيرَةُ إِلٰى أَهْلِهَا فَأَبَوْا وَقَالُوا إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی مکاتبت کے متعلق مدد طلب کرنے کے لیے آئیں انہوں نے ابھی تک اپنی مکاتبت کی کوئی قسط اپنے مالکوں کو ادا نہیں کی تھی حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا: تم اپنے مالکوں کے پاس جاؤ اگر وہ یہ پسند کریں کہ میں تمہاری مکاتبت کی اقساط ادا کروں اس شرط پر کہ تمہاری وَلاء میرے لیے ہو

وَيَكُوْنَ لَنَا وَلَاءُ كِ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا اِبْتَاعِيْ فَاَعْتِقِيْ، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

گی تو میں ایسا کر لیتی ہوں' حضرت بریرہ نے اس شرط کا اپنے مالکوں سے ذکر کیا تو انہوں نے (اس شرط کو ماننے سے) انکار کر دیا' اور انہوں نے کہا: اگر حضرت عائشہ چاہیں تو ثواب کی نیت سے تمہارے ساتھ یہ نیکی کر سکتی ہیں لیکن تمہاری وَلاء ہمارے ہی لیے ہو گی' پھر حضرت عائشہ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' آپ نے فرمایا: تم (بریرہ کو) خرید لو اور آزاد کر دو وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بیع میں شرط لگانے کا ذکر ہے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر بیع میں شرط لگائی جائے تو بیع اور شرط دونوں باطل ہیں۔

٤ - بَابٌ إِذَا اشْتَرَطَ الْبَائِعُ ظَهْرَ الدَّآبَّةِ إِلٰى مَكَانٍ مُّسَمًّى جَازَ

اگر فروخت کرنے والے نے کسی خاص جگہ تک سواری کرنے کی شرط لگائی تو یہ جائز ہے

امام بخاری کے نزدیک اس صورت میں بیع جائز ہے' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک بھی اس صورت میں بیع جائز ہے کیونکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی معین قیمت کے عوض کسی سواری کو اس شرط پر فروخت کرے کہ فلاں جگہ تک وہ اس پر سواری کرے گا' تو یہ شرط اور بیع جائز ہے' انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ یہ بیع فاسد ہے' اس کی تفصیل ''کتاب البیوع'' میں گزر چکی ہے۔

٢٧١٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ لَهٗ قَدْ اَعْيَا، فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَهٗ، فَدَعَا لَهٗ فَسَارَ بِسَيْرٍ لَيْسَ يَسِيْرُ مِثْلَهٗ، ثُمَّ قَالَ بِعْنِيْهِ بِاُوْقِيَّةٍ، قُلْتُ لَا، ثُمَّ قَالَ بِعْنِيْهِ بِوَقِيَّةٍ فَبِعْتُهٗ، فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهٗ اِلٰى اَهْلِيْ، فَلَمَّا قَدِمْنَا اَتَيْتُهٗ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِيْ ثَمَنَهٗ، ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَاَرْسَلَ عَلٰى اِثْرِيْ قَالَ مَا كُنْتُ لِاٰخُذَ جَمَلَكَ، فَخُذْ جَمَلَكَ، ذٰلِكَ فَهُوَ مَالُكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عامر سے سنا' وہ کہتے تھے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ اپنے ایک اونٹ پر سواری کر رہے تھے' جس نے ان کو تھکا دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو آپ نے اس کو (چھڑی) ماری اور اس کے لیے دعا کی تو وہ اس وقت تیز چل رہا تھا کہ وہ اس سے پہلے اتنا تیز نہیں چلتا تھا' پھر آپ نے فرمایا: یہ مجھے ایک وَقیہ (چالیس درہم) کے عوض فروخت کر دو' میں نے کہا: نہیں! (یعنی آپ بغیر قیمت کے لے لیں) آپ نے پھر فرمایا: یہ مجھے ایک وَقیہ کے عوض فروخت کر دو' تو میں نے اس کو فروخت کر دیا اور اپنے گھر تک اس پر سواری کرنے کو مستثنیٰ کر لیا' پس جب ہم (مدینہ) پہنچ گئے تو میں اس اونٹ کو لے کر حاضر ہوا' آپ نے مجھے اس کی قیمت نقد دے دی' پھر میں لوٹ گیا' آپ نے میرے پیچھے کسی کو بھیجا'

آپ نے فرمایا: میں تمہارا یہ اونٹ نہیں لے رہا' تم یہ اونٹ لے جاؤ' یہ تمہارا مال ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اس سودے میں تم کو نقصان پہنچایا ہے تا کہ میں یہ اونٹ تم سے لے لوں؟ تم اپنا یہ اونٹ بھی لے لو اور یہ دراہم بھی لے لو' یہ تمہارے ہیں۔ 35

(صحیح البخاری: ۲۳۸۵' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۵' سنن ترمذی: ۱۲۵۳' سنن نسائی: ۴۶۳۷)

وَقَالَ شُعْبَةُ' عَنْ مُغِيْرَةَ' عَنْ عَامِرٍ' عَنْ جَابِرٍ اَفْقَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

اور شعبہ نے کہا: از مغیرہ از عامر از حضرت جابر' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس اونٹ کی پیٹھ پر مدینہ تک سوار کیا۔

یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ میں سند موصول کے ساتھ مذکور ہے' تعلیق مذکور سے اور اس کے بعد کی تعلیقات سے امام بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ حضرت جابر کی یہ حدیث متعدد الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

وَقَالَ اِسْحَاقُ' عَنْ جَرِيْرٍ' عَنْ مُغِيْرَةَ فَبِعْتُهٗ عَلٰى اَنَّ لِیْ فَقَارَ ظَهْرِهٖ حَتّٰى اَبْلُغَ الْمَدِيْنَةَ.

اور اسحاق نے کہا از جریر از مغیرہ: حضرت جابر نے کہا: میں نے یہ اونٹ اس شرط پر رسول اللہ ﷺ کو فروخت کر دیا کہ میں اس کی پشت پر سواری کروں گا حتیٰ کہ میں مدینہ پہنچ جاؤں۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۹۶۷' صحیح مسلم: ۷۱۵' سنن ابوداؤد: ۳۷۷۲' سنن نسائی: ۴۶۲۷ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ وَغَيْرُهٗ وَلَكَ ظَهْرُهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

اور عطاء اور دوسروں نے بیان کیا کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) تم اس اونٹ پر مدینہ تک سواری کر سکتے ہو۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۳۰۹ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ' عَنْ جَابِرٍ شَرَطَ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

اور محمد بن المنکدر نے کہا از جابر' انہوں نے کہا: میں نے اس شرط پر اونٹ فروخت کیا کہ میں مدینہ تک اس پر سواری کروں گا۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ جَابِرٍ وَلَكَ ظَهْرُهٗ حَتّٰى تَرْجِعَ.

اور زید بن اسلم نے کہا از حضرت جابر: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) تم اس اونٹ پر سواری کر سکتے ہو حتیٰ کہ تم لوٹ آؤ۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ' عَنْ جَابِرٍ اَفْقَرْنَاكَ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

اور ابوالزبیر نے کہا از حضرت جابر: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) ہم نے تم کو مدینہ تک اس اونٹ کی سواری کا ضرورت مند پایا۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ الْاَعْمَشُ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ تَبَلَّغْ عَلَيْهِ اِلٰى اَهْلِكَ.

اور الاعمش نے کہا از سالم از حضرت جابر: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:) تم اس پر سوار ہو کر اپنے گھر تک پہنچ جاؤ۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۷ ۳۳ پر مذکور ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْاِشْتِرَاطُ اَكْثَرُ وَاَصَحُّ عِنْدِيْ.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: (سواری کی) شرط کی روایات بہت زیادہ ہیں اور وہ میرے نزدیک زیادہ صحیح ہیں۔

حضرت جابر کی حدیث میں راویوں کا اختلاف ہے کہ آیا مدینہ تک اونٹ پر سواری کی شرط عقد بیع میں مذکور تھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر شرط کے حضرت جابر کے لیے مدینہ تک سواری کو مباح کر دیا تھا' امام بخاری کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ شرط عقد بیع میں مذکور تھی۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہاں پر حقیقت میں بیع نہیں تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر کو وہ اونٹ بھی دے دیا تھا اور اس کی قیمت بھی دے دی تھی' یہ صورۃً بیع تھی اور حقیقت میں تبرع اور احسان تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۲۰)

وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ اشْتَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَقِيَّةٍ.

اور عبیداللہ اور ابن اسحاق نے کہا از وہب از حضرت جابر: (وہ بیان کرتے ہیں کہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو ایک وَقیہ کے عوض فروخت کر دیا۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۰۹۷ پر مذکور ہے' اس حدیث میں ''وَقیہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی چالیس درہم ہے۔

وَتَابَعَهُ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، عَنْ جَابِرٍ.

اور وہب کی متابعت زید بن اسلم نے کی ہے از حضرت جابر۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری ۲۷۱۸' اور سنن بیہقی ج ۵ ص ۷ ۳۳ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ وَغَيْرِهٖ، عَنْ جَابِرٍ اَخَذْتُهٗ بِاَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ. وَهٰذَا يَكُوْنُ اُوْقِيَّةً عَلٰى حِسَابِ الدِّيْنَارِ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ.

اور ابن جریج نے کہا از عطاء وغیرہ از حضرت جابر' انہوں نے بیان کیا: میں نے اس اونٹ کو چار دینار میں لیا تھا' اور یہ اس حساب سے ہے کہ ایک اوقیہ دینار کے حساب سے دس دراہم کا ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۳۰۹ میں مذکور ہے۔

وَلَمْ يُبَيِّنِ الثَّمَنَ مُغِيْرَةُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ. وَابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَاَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ.

اور مغیرہ نے از شعبی از حضرت جابر اور ابن المنکدر اور ابوالزبیر از حضرت جابر اس کی قیمت بیان نہیں کی۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۳۸۵ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ الْاَعْمَشُ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ اُوْقِيَّةُ ذَهَبٍ.

اور الاعمش نے کہا از سالم از حضرت جابر: سونے کا اوقیہ۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ.

اور ابواسحاق نے کہا از سالم از حضرت جابر' انہوں نے بیان کیا: دو سو درہم کے عوض۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ،

اور داؤد بن قیس نے کہا از عبیداللہ بن مقسم از حضرت جابر'

عَنْ جَابِرٍ اشْتَرَاهُ بِطَرِيْقِ تَبُوْكَ، اَحْسِبُهُ قَالَ بِاَرْبَعِ اَوَاقٍ.

انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اس اونٹ کو تبوک کے راستہ میں چار اوقیہ کے عوض خریدا تھا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث، صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرٍ اِشْتَرَاهُ بِعِشْرِيْنَ دِيْنَارًا.

اور ابونضرۃ نے کہا از حضرت جابر، انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اس اونٹ کو بیس دینار میں خریدا تھا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث، صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَوْلُ الشَّعْبِيِّ بِوَقِيَّةٍ اَكْثَرُ. اَلْاِشْتِرَاطُ، اَكْثَرُ وَاَصَحُّ عِنْدِيْ. قَالَهُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ.

اور اکثر روایات میں شعبی کا ایک وقیہ کا قول ہے، (اسی طرح اونٹ کی بیع کے عقد میں مدینہ تک سواری کی) شرط بھی اکثر روایات میں ہے اور یہی میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے، یہ امام ابوعبداللہ بخاری کا قول ہے۔

امام بخاری کا یہ قول بھی صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے، لیکن امام بخاری کا اس کو عقد بیع میں شرط قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حقیقت میں بیع نہیں تھی، آپ نے حضرت جابر کو اونٹ بھی دے دیا تھا اور اس کی قیمت بھی، بلکہ یہ آپ کی طرف سے تبرع اور احسان تھا اور عقد بیع میں شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

٥ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمُعَامَلَةِ

معاملات میں شرائط کا بیان

اس باب میں معاملات مثلاً مزارعت اور مساقات وغیرہ کی شرائط کا بیان ہے۔

۲۷۱۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ، قَالَ لَا. فَقَالَ الْاَنْصَارُ تَكْفُوْنَا الْمَؤُنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ. قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان (ہمارے) کھجور کے درخت تقسیم کر دیجئے، آپ نے فرمایا: نہیں! پھر انصار نے (مہاجرین سے) کہا: آپ ہمارے ساتھ (باغات کی) مشقت میں ہاتھ بٹائیں، ہم آپ لوگوں کو پھلوں میں شریک کریں گے، تو انہوں نے کہا: ہم نے اس کو سنا اور اس پر عمل کر لیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۲۵ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں باغ کے پھلوں کے حصول کی شرط کا ذکر ہے۔

۲۷۲۰ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریۃ بنت اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ، أَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو یہ پیش کش کی کہ وہ (کھیتوں میں) کام کریں اور کھیتی باڑی کریں اور زمین سے جو پیداوار حاصل ہوگی ان کو اس کا نصف ملے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمَهْرِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ

عقد نکاح کے وقت مہر میں شرطیں لگانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عقد نکاح کے وقت مہر میں شرطیں لگانے کا کیا حکم ہے؟

وَقَالَ عُمَرُ إِنَّ مَقَاطِعَ الْحُقُوْقِ عِنْدَ الشُّرُوْطِ، وَلَكَ مَا شَرَطْتَ.

اور عمر (بن عبدالعزیز) نے کہا: حقوق کے منقطع ہونے کی جگہ شرائط کا وجود ہے اور تمہیں اپنی شرط کا حق ہے۔

یعنی کسی حق کے ملنے کی انتہاء شرط کے تحقق سے ہوتی ہے، جب کسی حق کے وصول ہونے کے لیے کوئی شرط لگا دی گئی تو وہ حق ختم ہو جاتا ہے۔ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اس باب میں درج کیا ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کرے اور اس عورت کے لیے اس کے مکان کی شرط لگا دے۔

عبدالرحمٰن بن غنم بیان کرتے ہیں کہ عمر (بن عبدالعزیز) نے کہا: اس عورت کو (اس مکان کا) حق ہے، ایک آدمی نے کہا: پھر وہ اس کو طلاق دے دے گا، تو انہوں نے کہا: حقوق شرط سے منقطع ہو جاتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۴۴۳۔ ج ۳ ص ۴۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

اس اثر کی وضاحت اس دوسرے اثر سے ہوتی ہے:

ابوالزناد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عمر بن عبدالعزیز کی عدالت میں اپنے شوہر کے خلاف مقدمہ پیش کیا، اس کے شوہر نے اس عورت سے نکاح کے وقت اس کو مکان دینے کی شرط لگائی تھی، پھر اس شخص نے اس عورت کو اس مکان سے نکالنے کا ارادہ کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مکان اس عورت کا ہے اور شوہر اس عورت کو اس مکان سے نہیں نکال سکتا اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونے کے عوض میں اس کی فرج کو حلال قرار دو (یعنی اُحد پہاڑ کے برابر سونے کو اس کا مہر رکھو) تو میں اس عورت کے لیے اس کو وصول کروں گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۴۴۸۔ ج ۳ ص ۴۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ الْمِسْوَرُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ صِهْرًا لَّهُ، فَأَثْنٰى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ فَأَحْسَنَ، قَالَ حَدَّثَنِيْ وَصَدَقَنِيْ، وَوَعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ.

اور حضرت مسور (بن مخرمہ) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے اپنے داماد کا ذکر کیا، پس اس کی دامادی کی تحسین کی اور فرمایا: اس نے مجھے خبر دی اور مجھ سے سچ کہا اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا، سو اس کو پورا کیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث، صحیح البخاری۔ کتاب الشہادات۔ باب: ۲۹ میں مذکور ہے۔

اس تعلیق میں داماد سے مراد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر، حضرت ابوالعاص بن الربیع ہیں، ان کو غزوۂ بدر میں قید کیا گیا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کی وجہ سے ان کو فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیا گیا تھا، جب مشرکین ان کے پاس گئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

صاحبزادی کو طلاق دے دیں تو انہوں نے انکار کر دیا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دامادی کی تحسین اور قدر افزائی کی اور غزوۂ بدر کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت زینب کو طلب کیا تو انہوں نے ان کو واپس کر دیا' اور یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۲۵)

٢٧٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ اَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِهَا مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ.

[طرف الحدیث:٥١٥١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شرط سب سے زیادہ پوری کی جانے کی مستحق ہے' وہ وہ ہے جس کے سبب سے تم فُروج کو حلال کرتے ہو۔

(صحیح مسلم:١٤١٨' الرقم المسلسل:٣٣٦١' سنن ابوداؤد:٢١٣٩' سنن ترمذی:١١٣٠' سنن نسائی: ٣٢٧٨' سنن ابن ماجہ: ١٩٥٤' مصنف عبدالرزاق:١٠٦١٣' سنن سعید بن منصور:٦٥٨' سنن دارمی:٢٢٠٣' الاحاد والمثانی:٢٥٨٤' سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٤٨' شرح السنۃ: ٢٢٧٠' مسند احمد ج ٤ ص ١٤٤ طبع قدیم' مسند احمد:١٧٣٠٢۔ج ٢٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: عقد نکاح کے وقت مہر کی شرائط' اور اس حدیث میں مذکور ہے: جس شرط کے سبب سے تم فروج کو حلال کرتے ہو' وہ شرط پوری کی جانے کی زیادہ مستحق ہے' یعنی مہر ادا کیے جانے کا زیادہ حق دار ہے' اور عقد نکاح کے وقت یہ بیان کرنا چاہیے کہ مہر کی مقدار کتنی ہے اور وہ عند المطالبہ یک مشت ادا کیا جائے گا جس کو مہر معجّل کہتے ہیں یا قسط وار ادا کیا جائے گا یا انقطاعِ نکاح کے وقت ادا کیا جائے گا خواہ انقطاعِ نکاح موت سے ہو یا طلاق سے ہو' جس کو مہر مؤجل کہتے ہیں۔

مہر کے علاوہ نکاح کی باقی شرائط پوری کرنے کے متعلق مذاہبِ فقہاء

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عقبہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے' ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں' انہوں نے کہا: جب کوئی مرد کسی عورت سے شادی کرے اور اس عورت کے لیے یہ شرط لگائے کہ وہ اس عورت کو اس کے شہر سے باہر نہیں نکالے گا تو پھر مرد کے لیے اس عورت کو شہر سے باہر نکالنا جائز نہیں ہے' اور بعض اہل علم کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے' اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کی شرط اس عورت کی شرط کے اوپر مقدم ہے' گویا حضرت علی کے نزدیک اس عورت کے شوہر کے لیے اس عورت کو شہر سے باہر لے جانا جائز ہے' خواہ اس عورت نے یہ شرط رکھی ہو کہ وہ اس کو شہر سے باہر نہیں لے جائے گا' بعض اہل علم کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی سفیان ثوری اور بعض فقہاء کوفہ کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ٢٧٥' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٣ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ مہر کو ادا کرنا تو بالاتفاق سب کے نزدیک واجب ہے اور مہر کے علاوہ نکاح میں جو دیگر شرائط رکھی گئی ہیں' ان کو پورا کرنے میں اختلاف ہے' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ان کا پورا کرنا لازم ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک ان کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

۷ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ — مزارعت (کھیتی باڑی) میں شرائط

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مزارعت میں شرطیں لگانے کا کیا حکم ہے۔

۲۷۲۲ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كُنَّا أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ حَقْلًا، فَكُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ، فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ هٰذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ، فَنُهِينَا عَنْ ذٰلِكَ، وَلَمْ نُنْهَ عَنِ الْوَرِقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حنظلۃ الزرقی سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے اکثر انصار کھیتی باڑی کرتے تھے پس ہم زمین کرائے پر دیتے تھے تو بعض اوقات زمین کا یہ حصہ اناج اُگاتا اور وہ حصہ اناج نہ اُگاتا تو ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور چاندی (دراہم) کے عوض کرائے سے منع نہیں کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۸۶ میں گزر چکی ہے اس حدیث کی بہ ظاہر عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس میں زراعت کی شرط کا ذکر نہیں ہے۔

۸ - بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي النِّكَاحِ — نکاح میں جو شرائط جائز نہیں ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کون سی شرائط نکاح میں جائز نہیں ہیں؟

۲۷۲۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَزِيدَنَّ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبَنَّ عَلٰى خِطْبَتِهِ وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَكْفِئَ إِنَاءَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے اور تم مصنوعی قیمت نہ بڑھاؤ اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر اضافہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام دے اور نہ کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کا سوال کرے تاکہ اس کا حصہ بھی خود وصول کر لے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۴۰ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نکاح کی ناجائز شرط کا ذکر ہے۔

۹ - بَابُ الشُّرُوْطِ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي الْحُدُوْدِ — حدود میں جو شرطیں لگانا جائز نہیں ہیں

اس باب میں ان شرائط کا بیان کیا گیا ہے جو حدود میں جائز نہیں ہیں۔

٢٧٢٤، ٢٧٢٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُمَا قَالَا اِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنْشُدُكَ اللّٰهَ اِلَّا قَضَيْتَ لِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَ الْخَصْمُ الْاٰخَرُ، وَهُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ نَعَمْ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَائْذَنْ لِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ. قَالَ اِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا، فَزَنٰى بِامْرَاَتِهٖ، وَاِنِّيْ اُخْبِرْتُ اَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَوَلِيْدَةٍ، فَسَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ، فَاَخْبَرُوْنِيْ اَنَّمَا عَلَى ابْنِيْ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ، وَاَنَّ عَلَى امْرَاَةِ هٰذَا الرَّجْمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، اَلْوَلِيْدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ، اُغْدُ يَا اُنَيْسُ اِلَى امْرَاَةِ هٰذَا، فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا. قَالَ فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ، فَاَمَرَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابوہریرہ و حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما ان دونوں نے بیان کیا کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرا فیصلہ صرف کتاب اللہ سے کریں، پھر اس کے مخالف نے کہا، جو اس سے زیادہ ضرورت مند تھا: جی ہاں! آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کریں اور مجھے (بات کرنے کی) اجازت دیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بات کرو، اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا، اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا اور بے شک مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو سنگسار کرنے کی سزا ہوگی، تو میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک باندی فدیہ میں دی، پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، باندی اور بکریاں تو تم کو واپس کر دی جائیں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا، اے انیس! صبح کو اس عورت کے پاس جاؤ، اگر وہ اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دینا۔ راوی نے کہا: پھر وہ صبح اس کے پاس گئے تو اس نے (زنا کا) اعتراف کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا، سو اس کو رجم کر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٣١٥-٢٣١٤ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے حدیث کا جو عنوان قائم کیا ہے، یہ حدیث اس کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ اس میں کسی ناجائز شرط کا بیان نہیں ہے۔

١٠ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنْ شُرُوْطِ الْمُكَاتَبِ اِذَا رَضِيَ بِالْبَيْعِ عَلٰى اَنْ يُّعْتَقَ

مکاتب جب اس پر راضی ہو جائے کہ اس کو خرید کر آزاد کر دیا جائے تو اس کی کون سی شرائط جائز ہیں؟

٢٧٢٦ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث

الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ الْمَكِّيُّ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتْ عَلَيَّ بَرِيْرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ، فَقَالَتْ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِشْتَرِيْنِيْ، فَاِنَّ اَهْلِيْ يَبِيْعُوْنِيْ، فَاَعْتِقِيْنِيْ، قَالَتْ نَعَمْ، قَالَتْ اِنَّ اَهْلِيْ لَا يَبِيْعُوْنِيْ حَتّٰى يَشْتَرِطُوْا وَلَائِيْ، قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْكِ، فَسَمِعَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ بَلَغَهُ، فَقَالَ مَا شَاْنُ بَرِيْرَةَ؟ فَقَالَ اِشْتَرِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا، وَلْيَشْتَرِطُوْا مَا شَاؤُوْا. قَالَتْ فَاشْتَرَيْتُهَا فَاَعْتَقْتُهَا، وَاشْتَرَطَ اَهْلُهَا وَلَاءَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ، وَاِنِ اشْتَرَطُوْا مِائَةَ شَرْطٍ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن المکی نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے بیان کیا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے بتایا کہ میرے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ اس وقت مکاتبہ تھیں' انہوں نے عرض کیا: اے ام المومنین! آپ مجھے خرید لیجئے کیونکہ میرے مالکان مجھے فروخت کر رہے ہیں' پھر آپ مجھے آزاد کر دیں' حضرت عائشہ نے کہا: ہاں! حضرت بریرہ نے کہا: میرے مالکان مجھے فروخت نہیں کریں گے حتیٰ کہ وہ میری وَلاء لینے کی شرط لگائیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: (پھر) مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو سن لیا تھا یا آپ کو اس کی خبر پہنچ گئی تھی' آپ نے پوچھا: بریرہ کا کیا معاملہ ہے؟ تم اس کو خرید لو اور آزاد کر دو' اور وہ لوگ جو شرط لگانا چاہیں لگا لیں' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر میں نے حضرت بریرہ کو خرید کر آزاد کر دیا' اور اُن کے مالکوں نے وَلاء کی شرط لگائی' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' خواہ وہ سو شرطیں لگائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مکاتب کو فروخت کرنے والے اس میں وَلاء کی شرط نہیں رکھ سکتے۔

١١ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الطَّلَاقِ

طلاق میں شرطوں کا بیان

اس باب میں طلاق کو شرطوں پر معلق کرنے کے حکم کا بیان ہے۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنُ وَعَطَاءٌ اِنْ بَدَا بِالطَّلَاقِ اَوْ اَخَّرَ فَهُوَ اَحَقُّ بِشَرْطِهٖ.

اور ابن المسیب' حسن بصری اور عطاء نے کہا: اگر اس نے طلاق کو شروع میں ذکر کیا یا آخر میں تو وہ اس کی شرط کا زیادہ حق دار ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب اور حسن بصری دونوں نے کہا: (طلاق دینے والے کے لیے) استثناء کرنے کا حق ہے خواہ وہ طلاق کا پہلے ذکر کرے یا بعد میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ١٨٠١٢- ج ٤ ص ٨٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

یعنی جب وہ طلاق کو کسی چیز پر معلق کرے یا کسی شرط کے ساتھ طلاق دے تو اس کو یہ حق ہے کہ وہ اس میں سے کسی چیز کو مستثنیٰ کرے' استثناء سے مراد یہ ہے کہ وہ کہے: ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا)۔ اس کی وضاحت درج ذیل اثر سے ہوتی ہے:

لیث بیان کرتے ہیں کہ عطاء' طاؤس' مجاہد' نخعی اور زہری نے کہا: جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: اگر میں نے فلاں فلاں کام نہیں کیا تو تم کو طلاق ہے' ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا)' تو اس کو استثناء کا حق ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۱۷۔ ج ۴ ص ۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

۲۷۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّي، وَأَنْ يَبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْأَعْرَابِيِّ، وَأَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا، وَأَنْ يَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ أَخِيهِ، وَنَهٰى عَنِ النَّجْشِ، وَعَنِ التَّصْرِيَةِ. تَابَعَهُ مُعَاذٌ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ، وَقَالَ غُنْدَرٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ نُهِيَ. وَقَالَ آدَمُ نُهِينَا. وَقَالَ النَّضْرُ وَحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ نَهٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کے شہر پہنچنے سے پہلے ان سے ملاقات کرنے سے منع فرمایا' اور مہاجر (شہری) کی دیہاتی کے ساتھ بیع سے منع فرمایا اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کی شرط لگائے اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت لگائے اور کسی خریدار کو پھنسانے کے لیے مصنوعی قیمت بڑھائے اور اونٹنی یا بکری کے تھنوں کو باندھے۔ محمد بن عرعرہ کی متابعت معاذ اور عبد الصمد نے کی ہے از شعبہ' اور غندر اور عبد الرحمان نے کہا: ان سے منع کیا گیا ہے' اور آدم نے کہا: ہم کو منع کیا گیا ہے' اور النضر اور حجاج بن منہال نے کہا: آپ نے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں طلاق کی شرط کا ذکر ہے' تاہم یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

۱۲ - بَابُ الشُّرُوطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ — لوگوں کے ساتھ زبانی شرطیں لگانا

یعنی بغیر گواہ قائم کیے اور بغیر لکھنے کے صرف زبان سے لوگوں کے ساتھ شرطیں لگانا۔

۲۷۲۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ إِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوسٰى رَسُولُ اللّٰهِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ ﴿قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۝﴾ (الکہف: ۷۲۔۷۵) كَانَتِ الْأُولٰى نِسْيَانًا وَالْوُسْطٰى شَرْطًا وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا قَالَ ﴿لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا۝﴾ (الکہف: ۷۳) ﴿لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ﴾ (الکہف:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یعلیٰ بن مسلم نے اور عمرو بن دینار نے خبر دی از سعید بن جبیر' ان میں سے ایک اپنے صاحب پر اضافہ کرتا تھا اور دوسروں نے کہا: میں نے ان سے سنا' وہ سعید بن جبیر سے حدیث بیان کرتے تھے' انہوں نے کہا: بے شک ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ جو اللہ کے رسول ہیں...... پھر حدیث ذکر کی' (حضرت خضر نے) کہا: کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکتے۝ (الکہف: ۷۵۔۷۲) پہلی مرتبہ بھول تھی اور دوسری مرتبہ شرط تھی اور تیسری مرتبہ قصد تھا' حضرت موسیٰ نے کہا:

٧٤)﴿فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ﴾ (الکہف:٧٧) قَرَاَهَاابْنُ عَبَّاسٍ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ.

میری بھول پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور میرے کام میں مجھ پر دشواری نہ ڈالیےO (الکہف:٧٣) جب وہ دونوں ایک لڑکے سے ملے تو (حضرت خضر نے) اس کو قتل کر دیا۔ (الکہف:٧٤) پھر وہ دونوں آگے چلے' پھر ان دونوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی تو (حضرت خضر نے) اس کو سیدھا کر دیا۔ (الکہف:٧٧) حضرت ابن عباس نے یہ قراءت کی کہ ان کے آگے بادشاہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرط کا ذکر ہے کیونکہ دوسری بار حضرت موسیٰ نے کہا تھا: اگر اس کے بعد میں آپ سے کوئی سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں' بے شک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے۔ (الکہف:٧٦)

١٣ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِى الْوَلَاءِ

وَلاء میں شرائط

اس باب میں وَلاء کی شرطوں کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٧٢٩ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ تْنِىْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ كَاتَبْتُ اَهْلِىْ عَلٰى تِسْعِ اَوَاقٍ فِىْ كُلِّ عَامٍ اَوْقِيَّةٌ فَاَعِيْنِيْنِىْ فَقَالَتْ اِنْ اَحَبُّوْا اَنْ اَعُدَّهَالَهُمْ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِىْ فَعَلْتُ فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ اِلٰى اَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَاَبَوْا عَلَيْهَا فَجَاءَ تْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَقَالَتْ اِنِّىْ قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَسَمِعَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذِيْهَا وَاشْتَرِطِىْ لَهُمُ الْوَلَاءَ فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَابَالُ رِجَالٍ يَّشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ مَاكَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ قَضَاءُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ اَوْثَقُ وَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ میرے پاس حضرت بریرہ آئیں' انہوں نے بتایا کہ میرے مالکوں نے مجھے نو (٩) اوقیہ (٣٦٠ درہم) کے عوض مکاتب کر دیا ہے کہ میں ہر سال ایک اوقیہ (٤٠ درہم) ادا کروں' سو آپ اس میں میری مدد کیجئے' تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر وہ پسند کریں کہ میں ان کو اتنے دراہم فراہم کروں اور تمہاری وَلاء میرے لیے ہو تو میں ایسا کرتی ہوں' پس حضرت بریرہ اپنے مالکوں کے پاس گئیں اور ان کو یہ (پیش کش) بتائی' تو انہوں نے اس کا انکار کیا' پھر حضرت بریرہ ان کے پاس سے ہو کر آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے' حضرت بریرہ نے کہا: میں نے ان کے سامنے یہ پیش کش رکھی تھی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا' سوا اس کے کہ وَلاء ان کے لیے ہو' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو سن لیا' پھر حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا: تم بریرہ کو رکھ لو اور ان کے سامنے وَلاء کی شرط رکھو' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' سو حضرت عائشہ نے اسی طرح کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد اور ثناء کی' پھر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی

شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو' وہ باطل ہے خواہ سو شرطیں ہوں' اللہ کا کیا ہوا فیصلہ برحق ہے' اللہ کی شرط زیادہ مستحکم ہے اور وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٥٦٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں وَلاء کی شرائط کا ذکر ہے۔

١٤ - بَابٌ إِذَا اشْتَرَطَ فِي الْمُزَارَعَةِ إِذَا شِئْتُ أَخْرَجْتُكَ

جب مزارعین سے یہ شرط لگائی کہ میں جب چاہوں گا تمہیں خارج کر دوں گا

ہر چند کہ اس باب کے عنوان میں "مزارعت" کا لفظ ہے' لیکن یہ مصدر مبنی للفاعل ہے اور اس سے مراد مزارعین ہیں۔

٢٧٣٠ - حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى أَبُو غَسَّانَ الْكِنَانِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فَدَعَ أَهْلُ خَيْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ عُمَرُ خَطِيبًا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَامَلَ يَهُودَ خَيْبَرَ عَلٰى أَمْوَالِهِمْ وَقَالَ نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ وَإِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ إِلٰى مَالِهِ هُنَاكَ فَعُدِيَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّيْلِ فَفُدِعَتْ يَدَاهُ وَرِجْلَاهُ وَلَيْسَ لَنَا هُنَاكَ عَدُوٌّ غَيْرُهُمْ هُمْ عَدُوُّنَا وَتُهَمَتُنَا وَقَدْ رَأَيْتُ إِجْلَاءَ هُمْ فَلَمَّا أَجْمَعَ عُمَرُ عَلٰى ذٰلِكَ أَتَاهُ أَحَدُ بَنِي أَبِي الْحُقَيْقِ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَتُخْرِجُنَا وَقَدْ أَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَامَلَنَا عَلَى الْأَمْوَالِ وَشَرَطَ ذٰلِكَ لَنَا فَقَالَ عُمَرُ أَظَنَنْتَ أَنِّي نَسِيتُ قَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ كَيْفَ بِكَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُو بِكَ قَلُوصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ فَقَالَ كَانَتْ هٰذِهِ هُزَيْلَةً مِّنْ أَبِي الْقَاسِمِ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ فَأَجْلَاهُمْ عُمَرُ وَأَعْطَاهُمْ قِيمَةَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالًا وَّإِبِلًا وَّعُرُوضًا مِّنْ أَقْتَابٍ وَّحِبَالٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَحْسِبُهُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن یحییٰ ابوغسان الکنانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: جب اہلِ خیبر نے ان کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا' پس کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے ان کے اموال (باغات) پر کھیتی باڑی کا معاملہ کیا' اور فرمایا: جب تک اللہ تم کو برقرار رکھے گا' ہم تم کو برقرار رکھیں گے اور بے شک عبداللہ بن عمر وہاں اپنے مال (باغ) کی طرف گئے تھے' تو رات کو ان پر ظلم کیا گیا' پس ان کے ہاتھوں اور پیروں کو مروڑ کر ٹیڑھا کر دیا گیا اور یہاں پر ان کے سوا اور کوئی دشمن نہیں ہے' پس وہی ہمارے دشمن ہیں' اور ان ہی پر ہماری تہمت ہے' اور میں نے ان کو شہر بدر کرنا مناسب سمجھا ہے' پس جب حضرت عمر نے اس کا عزم مصمم کر لیا تو ان کے پاس ابوالحقیق کے بیٹے آئے تو انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ ہم کو نکال رہے ہیں' حالانکہ ہم کو (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے برقرار رکھا تھا' اور ہم کو یہاں کے اموال (باغات) پر عامل بنایا تھا' اور ہمارے لیے (عمل کی) شرط لگائی تھی' تب حضرت عمر نے کہا: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بھول گیا ہوں؟ آپ نے فرمایا تھا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کو خیبر سے نکال دیا جائے گا اور تمہیں تمہارے اونٹ ایک رات سے دوسری رات تک لے کر

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَصَرَهُ.

(سنن ابوداؤد: ۳۰۰۷)

پھرتے رہیں گے؟ اس نے کہا: یہ تو ابوالقاسم نے مذاق سے فرمایا تھا' حضرت عمر نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تم جھوٹ بولتے ہو' پھر حضرت عمر نے ان کو (خیبر سے) بے وطن کر دیا' اور باغات میں ان کے پھلوں کا جو حصہ تھا' اس کے عوض میں ان کو اونٹ' سامان' پالان اور رسیاں وغیرہ دے دیں۔ اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے روایت کیا ہے از عبیداللہ' میں گمان کرتا ہوں کہ از نافع از حضرت ابن عمر از حضرت عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انہوں نے اس کا اختصار کیا ہے۔

یہودیوں کو خیبر سے نکالنے کی دلیل' عداوت بھی ارتکابِ جرم کا قرینہ ہے' یہودیوں سے حضرت ابن عمر کا قصاص کیوں نہیں لیا گیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر سے یہودیوں کو نکال دیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری عہد میں یہ وصیت فرمائی کہ سرزمین عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو باغات میں کام لینے کے لیے برقرار رکھا تھا اور نہ ان کا باغات میں کوئی حق نہیں تھا' اور ان سے یہ طے کیا تھا کہ وہ باغات میں کام کریں تو ان کو نصف اجر ملے گا' اس لیے حضرت عمر نے جب ان کو نکالا تو ان کے حصہ کے نصف پھلوں کے معاوضہ میں اونٹ' پالان' رسیاں اور دیگر سامان عطاء کر دیا۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عداوت کی وجہ بھی جرم کے ارتکاب کا قرینہ ہے' جس طرح حضرت عمر نے حضرت ابن عمر کے ہاتھوں اور پاؤں کو ٹیڑھا کرنے کے جرم میں ان کو خیبر سے نکال دیا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عمر نے ان سے قصاص کیوں نہیں لیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رات کا وقت تھا اور اس وقت حضرت ابن عمر سوئے ہوئے تھے اور وہ حملہ آوروں کو پہچان نہیں سکے تھے' اس لیے ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا اور شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے' جیسے حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ پر قاتلین مشتبہ ہو گئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے قصاص ساقط کر دیا اور خود دیت ادا کر دی۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب زمین کا مالک مزارع کے کسی جرم کی وجہ سے اس سے کام لینا ناپسند کرے تو وہ اس کو کام سے نکال دے' خواہ وہ کام شروع کر چکا ہو اور اس کو اس کے کیے ہوئے کام کا معاوضہ دے دے' جس طرح حضرت عمر نے کیا تھا۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ ماہانہ' سالانہ اور اندازہ سے اُجرت دی جا سکتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۳۵۔ ۴۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٥ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْجِهَادِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ اَهْلِ الْحَرْبِ وَكِتَابَةِ الشُّرُوْطِ

اہل حرب کے ساتھ جہاد اور صلح کی شرائط اور شرائط کو لکھنا

اس باب میں جہاد کی شرائط کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اہل حرب کے ساتھ صلح کا حکم بیان کیا گیا ہے اور شرائط کو لکھنے کا بیان ہے۔

۲۷۳۲،۲۷۳۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَدِيثَ صَاحِبِهِ قَالَا خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ حَتّٰى كَانُوا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ بِالْغَمِيمِ فِي خَيْلٍ لِقُرَيْشٍ طَلِيعَةً فَخُذُوا ذَاتَ الْيَمِينِ فَوَاللّٰهِ مَا شَعَرَ بِهِمْ خَالِدٌ حَتّٰى إِذَا هُمْ بِقَتَرَةِ الْجَيْشِ فَانْطَلَقَ يَرْكُضُ نَذِيرًا لِقُرَيْشٍ وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِي يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ فَأَلَحَّتْ فَقَالُوا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَسْأَلُونِي خُطَّةً يُعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ قَالَ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتّٰى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا فَلَمْ يُلَبِّثْهُ النَّاسُ حَتّٰى نَزَحُوهُ وَشُكِيَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهِ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَّجْعَلُوهُ فِيهِ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَجِيشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتّٰى صَدَرُوا عَنْهُ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ فِي نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِهِ مِنْ خُزَاعَةَ وَكَانُوا عَيْبَةَ نُصْحِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ تِهَامَةَ فَقَالَ إِنِّي تَرَكْتُ كَعْبَ بْنَ لُؤَيٍّ وَّعَامِرَ بْنَ لُؤَيٍّ نَزَلُوا أَعْدَادَ مِيَاهِ الْحُدَيْبِيَةِ وَمَعَهُمُ الْعُوذُ الْمَطَافِيلُ وَهُمْ مُقَاتِلُوكَ وَصَادُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی از المسور بن مخرمہ اور مروان ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کی تصدیق کرتا ہے ان دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (صلح) حدیبیہ کے زمانہ میں (مدینہ سے) نکلے حتیٰ کہ جب راستہ میں ایک مقام پر پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خالد بن ولید (ہماری نقل وحرکت کی جاسوسی کے لیے) مقام غمیم میں قریش کے سواروں کے ساتھ بہ طور مقدمۃ الجیش ہے لہٰذا تم لوگ دائیں طرف کے راستہ سے چلو پس اللہ کی قسم! خالد کو مسلمانوں کے لشکر کا بالکل پتا نہیں چلا حتیٰ کہ جب انہوں نے مسلمانوں کے لشکر کا غبار اُٹھتا ہوا دیکھا تو وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے قریش کو خبردار کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے رہے حتیٰ کہ جب آپ وادیٔ ثنیہ پر پہنچے جہاں سے مکہ میں داخل ہونے کے لیے اترتے ہیں تو آپ کی سواری بیٹھ گئی صحابہ اس کو اٹھانے کے لیے "حل، حل" (اٹھو! اٹھو!) کہنے لگے لیکن وہ اسی طرح اَڑی رہی صحابہ نے کہا: قصواء اَڑ گئی ہے قصواء اَڑ گئی ہے تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: القصواء اَڑی نہیں ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے اس کو اس ذات نے چلنے سے روک لیا ہے جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! قریش مجھ سے جب بھی کسی ایسے امر کا سوال کریں گے جس میں وہ اللہ کی حُرمات کی تعظیم کریں گے تو میں ان کو وہ عطاء کروں گا پھر آپ نے قصواء کو ڈانٹا تو وہ اُچھل کر کھڑی ہوگئی پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ سے آگے نکل گئے حتیٰ کہ حدیبیہ کے آخری کنارے مقام ثمد پر قیام فرمایا اس جگہ کم پانی تھا جس کو صحابہ تھوڑا تھوڑا استعمال کر رہے تھے پھر انہوں نے اس گڑھے کا سارا پانی نکال لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی گئی آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا پھر آپ نے ان کو حکم دیا کہ اس تیر کو اس گڑھے میں گاڑ دیں پس اللہ کی قسم! اس گڑھے میں جوش سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ وَّلٰكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِيْنَ وَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهِكَتْهُمُ الْحَرْبُ وَأَضَرَّتْ بِهِمْ فَإِنْ شَاءُوْا مَادَدْتُّهُمْ مُدَّةً وَّيُخَلُّوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَ النَّاسِ فَإِنْ أَظْهَرْ فَإِنْ شَاءُوْا أَنْ يَّدْخُلُوْا فِيْمَا دَخَلَ فِيْهِ النَّاسُ فَعَلُوْا وَإِلَّا فَقَدْ جَمُّوْا وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلٰى أَمْرِيْ هٰذَا حَتّٰى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِيْ وَلَيُنْفِذَنَّ اللّٰهُ أَمْرَهٗ فَقَالَ بُدَيْلٌ سَأُبَلِّغُهُمْ مَا تَقُوْلُ قَالَ فَانْطَلَقَ حَتّٰى أَتٰى قُرَيْشًا قَالَ إِنَّا قَدْ جِئْنَاكُمْ مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ وَسَمِعْنَاهُ يَقُوْلُ قَوْلًا فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَّعْرِضَهٗ عَلَيْكُمْ فَعَلْنَا فَقَالَ سُفَهَاؤُهُمْ لَاحَاجَةَ لَنَا أَنْ تُخْبِرَنَا عَنْهُ بِشَيْءٍ وَّقَالَ ذَوُو الرَّأْيِ مِنْهُمْ هَاتِ مَا سَمِعْتَهٗ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا فَحَدَّثَهُمْ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ أَيْ قَوْمِ أَلَسْتُمْ بِالْوَالِدِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ أَوَ لَسْتُ بِالْوَلَدِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَهَلْ تَتَّهِمُوْنِيْ قَالُوْا لَا قَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ اسْتَنْفَرْتُ أَهْلَ عُكَاظٍ فَلَمَّا بَلَّحُوْا عَلَيَّ جِئْتُكُمْ بِأَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَمَنْ أَطَاعَنِيْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَإِنَّ هٰذَا قَدْ عَرَضَ لَكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ اقْبَلُوْهَا وَدَعُوْنِيْ آتِيْهِ قَالُوْا ائْتِهِ فَأَتَاهُ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ قَوْلِهٖ لِبُدَيْلٍ فَقَالَ عُرْوَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ أَيْ مُحَمَّدُ أَرَأَيْتَ إِنِ اسْتَأْصَلْتَ أَمْرَ قَوْمِكَ هَلْ سَمِعْتَ بِأَحَدٍ مِّنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ أَهْلَهٗ قَبْلَكَ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرٰى فَإِنِّيْ وَاللّٰهِ لَأَرٰى وُجُوْهًا وَّإِنِّيْ لَأَرٰى أَشْوَابًا مِّنَ النَّاسِ خَلِيْقًا أَنْ يَّفِرُّوْا وَيَدَعُوْكَ فَقَالَ لَهٗ أَبُوْبَكْرٍ امْصُصْ بِبَظْرِ اللَّاتِ أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهٗ فَقَالَ مَنْ ذَا قَالُوْا أَبُوْبَكْرٍ قَالَ أَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِيْ لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لَأَجَبْتُكَ قَالَ وَجَعَلَ يُكَلِّمُ

پانی اُبلنے لگا' اور لوگ اس پانی سے سیراب ہو گئے' لوگ اس حال میں تھے کہ بدیل بن ورقاء الخزاعی اپنی قوم خزاعہ کے چند لوگوں کے ساتھ آیا' یہ لوگ تہامہ کے رہنے والے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے رازدار اور خیر خواہ تھے' اس نے بتایا کہ میں اپنے پیچھے کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو چھوڑ کر آ رہا ہوں' یہ لوگ حدیبیہ کے پانی کے گرد ڈیرہ ڈال چکے ہیں اور ان کے ساتھ دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کے ساتھ ہیں' یہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ پہنچنے سے روکیں گے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم یہاں کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے ہیں بلکہ ہم یہاں عمرہ کرنے آئے ہیں' لیکن (واقعہ یہ ہے کہ) جنگوں (کے تسلسل) نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور ان کو نقصان اٹھانا پڑا ہے' پس اگر وہ چاہیں تو میں انہیں ایک مدت تک صلح کی مہلت دوں' اور وہ میرے اور لوگوں کے درمیان نہ پڑیں' پھر اگر میں (اپنے مشن میں) کامیاب ہو جاؤں تو وہ پھر دین اسلام میں داخل ہو جائیں جس طرح (دوسرے) لوگ داخل ہوئے ہیں' سو وہ اگر چاہیں تو ایسا کریں' اور اگر (بالفرض) میں کامیاب نہ ہوا تو وہ بھی جنگ کی کوفت سے آرام پالیں گے' اور اگر انہوں نے اس کا انکار کیا تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں اپنے دین کے تحفظ کے لیے ان سے لڑتا رہوں گا حتیٰ کہ میرا سر تن سے جدا ہو جائے اور اللہ ضرور اپنے دین کو غلبہ عطاء فرمائے گا' پس بدیل نے کہا: میں عنقریب آپ کا پیغام ان کو پہنچا دوں گا' پھر بدیل واپس گیا اور قریش کے پاس پہنچا اور کہا: میں تمہارے پاس اس شخص کی طرف سے آیا ہوں اور میں نے سنا کہ انہوں نے ایک پیش کش کی ہے' اگر تم لوگ چاہو کہ ہم تمہارے سامنے اس کو بیان کریں تو ہم بیان کرتے ہیں' تو قریش کے جاہلوں نے کہا: ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ تم ہمیں کسی چیز کی خبر دو' اور قریش کے بردبار لوگوں نے کہا: تم ہمیں بتاؤ وہ تم سے کیا کہہ رہے تھے تو میں نے ان کو بتایا وہ اس طرح اور اس طرح کہہ رہے تھے اور بدیل نے ان کو بتایا کہ نبی ﷺ نے کیا فرمایا تھا' تب عروہ بن مسعود نے کھڑے ہو کر کہا: اے لوگو!

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلَّمَا تَكَلَّمَ اَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ وَالْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ فَكُلَّمَا اَهْوٰى عُرْوَةُ بِيَدِهٖ اِلٰى لِحْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ يَدَهٗ بِنَعْلِ السَّيْفِ وَقَالَ لَهٗ اَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَأْسَهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالُوا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَقَالَ اَيْ غُدَرُ اَلَسْتُ اَسْعٰى فِيْ غَدْرَتِكَ وَكَانَ الْمُغِيْرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ وَاَخَذَ اَمْوَالَهُمْ ثُمَّ جَاءَ فَاَسْلَمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اَمَّا الْاِسْلَامَ فَاَقْبَلُ وَاَمَّا الْمَالَ فَلَسْتُ مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ ثُمَّ اِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنَيْهِ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَاِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ فَرَجَعَ عُرْوَةُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَيْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُّ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَاِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ وَاِنَّهٗ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ كِنَانَةَ دَعُوْنِيْ اٰتِيْهِ

کیا تم باپ (کی طرح مجھ پر شفیق) نہیں ہو؟ اور کیا میں بیٹے (کی طرح تمہارا خیر خواہ) نہیں ہوں؟ نیز کہا: کیا تم مجھ پر کوئی تہمت لگاتے ہو؟ لوگوں نے کہا: نہیں! پھر کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے اہل عکاظ کو تمہاری مدد کے لیے بلایا تھا اور جب وہ نہیں آئے تو میں اپنے گھر والوں کو اور اپنے بیٹوں کو اور اپنے خدام کو لے کر تمہارے پاس آیا' لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! تو اس شخص نے تمہارے سامنے ایک نیک پیش کش کی ہے' تم اس کو قبول کر لو اور مجھے اس کے پاس جانے دو' لوگوں نے کہا: تم اس کے پاس جاؤ' پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے گفتگو شروع کی' آپ نے اس سے وہی باتیں کیں جو آپ بدیل سے فرما چکے تھے' اس وقت عروہ نے کہا: اے محمد! یہ بتاؤ کہ اگر آپ نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ دیا تو کیا آپ نے اس سے پہلے یہ سنا ہے کہ کسی عرب نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ دیا ہو اور اگر دوسری صورت ہوئی (یعنی اگر آپ ہم پر غالب نہ آسکے) تو بے شک اللہ کی قسم! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اور میں لوگوں کی ایسی جماعت دیکھ رہا ہوں جو بھاگ جائیں گے اور آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے' تب اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو لات (بت) کی فرج چوس! کیا ہم آپ سے بھاگ جائیں گے اور آپ کو چھوڑ دیں گے! اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت ابوبکر ہیں' اس نے کہا: سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تمہارا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں ابھی تک نہیں دے سکا ہوں تو میں اس کا تمہیں ضرور جواب دیتا' اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کر رہا تھا' وہ جب بھی بات کرتا تو آپ کی مبارک ڈاڑھی کو پکڑتا' اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے پاس کھڑے ہوئے تھے' ان کے پاس تلوار تھی اور ان کے سر پر خود تھا' پس جب بھی عروہ اپنا ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ڈاڑھی کی طرف لے جاتا تو وہ اپنی تلوار کے پچھلے حصہ کو اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ڈاڑھی سے اپنا ہاتھ پیچھے کرو' عروہ نے اپنا سر اٹھا کر پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ہیں' اس نے کہا:

فَقَالُوْا ائْتِهِ فَلَمَّا اَشْرَفَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا فُلَانٌ وَّهُوَ مِنْ قَوْمٍ يُّعَظِّمُوْنَ الْبُدْنَ فَابْعَثُوْهَا لَهٗ فَبُعِثَتْ لَهٗ وَاسْتَقْبَلَهُ النَّاسُ يُلَبُّوْنَ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا يَنْبَغِيْ لِهٰؤُلَآءِ اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ قَالَ رَاَيْتُ الْبُدْنَ قَدْ قُلِّدَتْ وَاُشْعِرَتْ فَمَا اَرٰى اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهٗ مِكْرَزُ بْنُ حَفْصٍ فَقَالَ دَعُوْنِيْ اٰتِيْهِ فَقَالُوْا ائْتِهِ فَلَمَّا اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مِكْرَزٌ وَّهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهٗ اِذْ جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ مَعْمَرٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّهٗ لَمَّا جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ قَالَ مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَجَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ هَاتِ اُكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابًا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَاتِبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اُكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ سُهَيْلٌ اَمَّا الرَّحْمٰنُ فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا هُوَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ كَمَا كُنْتَ تَكْتُبُ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاللّٰهِ لَا نَكْتُبُهَا اِلَّا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَاللّٰهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ اُكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَذٰلِكَ لِقَوْلِهٖ لَا يَسْاَلُوْنِيْ

اے دغاباز! کیا میں نے تجھے تیری دغابازی کی سزا سے نہیں بچایا تھا! دراصل حضرت مغیرہ زمانۂ جاہلیت میں چند لوگوں کے ساتھی تھے' پھر انہوں نے ان سب کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا تھا' پھر وہ (مدینہ) آ کر مسلمان ہو گئے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: رہا تمہارا اسلام تو میں اس کو قبول کرتا ہوں' رہا تمہارا مال تو میں اس میں سے کوئی چیز نہیں لوں گا' عروہ کن انکھیوں سے نبی ﷺ کے اصحاب کی طرف دیکھ رہے تھے' پھر راوی نے کہا: اللہ کی قسم! جب بھی رسول اللہ ﷺ بلغم تھوکتے تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں آ جاتا' وہ اس بلغم کو اپنے چہرے اور بدن پر ملتا اور جب آپ کوئی حکم دیتے تو وہ سب اس کی تعمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور جب آپ وضوء کرتے تو وہ آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے اس طرح جھپٹتے تھے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب آپ بات کرتے تو وہ سب آپ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کر دیتے' اور وہ آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے' پھر عروہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور کہا: اے لوگو! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ہوں اور اللہ کی قسم! میں نے ہرگز نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی اس کے لوگ اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم (سیّدنا) محمد (ﷺ) کے اصحاب (سیّدنا) محمد (ﷺ) کی کرتے ہیں' وہ جب بھی بلغم تھوکتے ہیں تو وہ ان میں سے کسی نہ کسی مرد کے ہاتھ میں آ جاتا ہے' وہ اس بلغم کو اپنے چہرے اور اپنے بدن پر ملتا ہے اور جب وہ ان کو کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ سب اس کی تعمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضوء کرتے ہیں تو وہ ان کے وضوء کا بچا ہوا پانی لینے کے لیے اس طرح جھپٹتے ہیں گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے' اور جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے سامنے وہ سب اپنی آوازوں کو پست کر دیتے ہیں اور وہ ان کی تعظیم کے لیے ان کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے' اور انہوں نے تم کو ایک نیک پیش کش کی ہے تم اس کو قبول کر لو' پھر بنو کنانہ کے ایک مرد نے کہا: مجھے (بھی) ان کے پاس جانے دو' تو لوگوں نے

خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَيْتُهُمْ اِيَّاهَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَنْ تُخَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَطُوْفُ بِهٖ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَّاللّٰهِ لَا تَتَحَدَّثُ الْعَرَبُ اَنَّا اُخِذْنَا ضُغْطَةً وَّلٰكِنْ ذٰلِكَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَكَتَبَ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَّعَلٰى اَنَّهٗ لَا يَاْتِيْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَّاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهٗ اِلَيْنَا قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ كَيْفَ يُرَدُّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جَاءَ مُسْلِمًا فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ دَخَلَ اَبُوْجَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو يَّرْسُفُ فِيْ قُيُوْدِهٖ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ اَسْفَلِ مَكَّةَ حَتّٰى رَمٰى بِنَفْسِهٖ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ سُهَيْلٌ هٰذَا يَا مُحَمَّدُ اَوَّلُ مَا اُقَاضِيْكَ عَلَيْهِ اَنْ تَرُدَّهٗ اِلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ قَالَ فَوَاللّٰهِ اِذًا لَّمْ اُصَالِحْكَ عَلٰى شَيْءٍ اَبَدًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجِزْهُ لِيْ فَقَالَ مَا اَنَا بِمُجِيْزِهٖ لَكَ قَالَ بَلٰى فَافْعَلْ قَالَ مَا اَنَا بِفَاعِلٍ قَالَ مِكْرَزٌ بَلْ قَدْ اَجَزْنَاهُ لَكَ.

قَالَ اَبُوْجَنْدَلٍ اَيْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اُرَدُّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا اَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِيْتُ؟ وَكَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَلَسْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا؟ قَالَ بَلٰى قُلْتُ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلٰى قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا اِذًا؟ قَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَسْتُ اَعْصِيْهِ وَهُوَ نَاصِرِيْ قُلْتُ اَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا اَنَّا سَنَاْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوْفُ بِهٖ قَالَ بَلٰى فَاَخْبَرْتُكَ اَنَّا نَاْتِيْهِ الْعَامَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّكَ اٰتِيْهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهٖ قَالَ فَاَتَيْتُ اَبَابَكْرٍ فَقُلْتُ يَا

کہا: تم (بھی) ان کے پاس جاؤ' جب اس نے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کو جھانک کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ فلاں شخص ہے' یہ ایسی قوم کا فرد ہے جو بیت اللہ کی قربانی کے اونٹوں کی تعظیم کرتی ہے' اس لیے قربانی کے اونٹ اس کے سامنے کر دو' سو قربانی کے اونٹ اس کے سامنے کیے گئے اور صحابہ اس کے سامنے بلند آواز سے لبیک اللھم لبیک پڑھنے لگے' جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ کی زیارت سے نہیں روکنا چاہیے' جب وہ اپنے اصحاب کی طرف واپس گیا تو اس نے کہا: میں نے قربانی کے اونٹ دیکھے' ان کو ہار ڈالے ہوئے تھے اور ان میں اِشعار کیا ہوا تھا' پس میں نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں کو بیت اللہ کی زیارت سے روکا جائے' پھر ان میں سے ایک اور شخص کھڑا ہوا' جس کا نام مِکرز بن حفص تھا' اس نے (بھی) کہا: مجھے (بھی) ان کے پاس جانے دو' قریش نے کہا: تم (بھی) ان کے پاس جاؤ' جب اس نے گردن اُٹھا کر مسلمانوں کی طرف دیکھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ مکرز ہے اور یہ بدمعاش آدمی ہے' پھر وہ نبی ﷺ سے باتیں کرنے لگا' پس جس وقت وہ آپ سے باتیں کر رہا تھا' اچانک سہیل بن عمرو آ گیا .... معمر نے کہا: پس مجھے ایوب نے خبر دی از عکرمہ کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ کو آسان کر دیا ہے۔ معمر نے کہا کہ زہری نے اپنی حدیث میں بیان کیا' پھر سہیل بن عمرو آیا تو اس نے کہا: لاؤ! میں ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ لکھ دوں' تو نبی ﷺ نے کاتب کو بلایا' پس نبی ﷺ نے فرمایا: لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! سہیل نے کہا: رہا رحمٰن (کا لفظ) تو میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا معنی ہے: لیکن لکھو: ''باسمك اللّٰهم'' جس طرح تم پہلے لکھتے تھے' مسلمانوں نے کہا: ہم صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھیں گے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: ''باسمك اللّٰهم'' لکھ دو' پھر آپ نے فرمایا: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے' تب سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ

اَبَابَكْرٍ اَلَيْسَ هٰذَا نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا قَالَ بَلٰى قُلْتُ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ قَالَ بَلٰى وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا اِذًا قَالَ اَيُّهَا الرَّجُلُ اِنَّهُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ يَعْصِيْ رَبَّهُ وَهُوَ نَاصِرُهُ فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ فَوَاللّٰهِ اِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قُلْتُ اَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا اَنَّا سَنَاْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوْفُ بِهِ قَالَ بَلٰى اَفَاَخْبَرَكَ اَنَّكَ تَاْتِيْهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّكَ اٰتِيْهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ عُمَرُ فَعَمِلْتُ لِذٰلِكَ اَعْمَالًا قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهِ قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتّٰى قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِّنْهُمْ اَحَدٌ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَذَكَرَ لَهَا مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَتُحِبُّ ذٰلِكَ اُخْرُجْ ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ اَحَدًا مِّنْهُمْ كَلِمَةً حَتّٰى تَنْحَرَ بُدْنَكَ وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ اَحَدًا مِّنْهُمْ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ نَحَرَ بُدْنَهُ وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ فَلَمَّا رَاَوْا ذٰلِكَ قَامُوْا فَنَحَرُوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا ثُمَّ جَاءَهُ نِسْوَةٌ مُّؤْمِنَاتٌ.

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ﴾ حَتّٰى بَلَغَ ﴿بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ (الممتحنۃ: ١٠) فَطَلَّقَ عُمَرُ يَوْمَئِذٍ امْرَاَتَيْنِ كَانَتَا لَهُ فِي الشِّرْكِ فَتَزَوَّجَ اِحْدَاهُمَا مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ وَالْاُخْرٰى صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَهُ اَبُوْ بَصِيْرٍ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ وَّهُوَ مُسْلِمٌ فَاَرْسَلُوْا فِيْ طَلَبِهِ رَجُلَيْنِ فَقَالُوا الْعَهْدَ الَّذِيْ جَعَلْتَ لَنَا فَدَفَعَهُ اِلَى الرَّجُلَيْنِ فَخَرَجَا بِهٖ حَتّٰى بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَنَزَلُوْا

کرتے‘ لیکن لکھو: محمد بن عبد اللہ‘ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اگر چہ تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا ہے‘ محمد بن عبد اللہ (ہی) لکھ دو‘ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا تھا: قریش جب بھی مجھ سے کسی ایسے امر کا سوال کریں گے جس میں وہ اللہ کی حرمات کی تعظیم کریں گے تو میں ان کو وہ امر عطا کر دوں گا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صلح اس پر ہے کہ تم ہمارے کعبہ کے درمیان تخلیہ کر دو‘ پس ہم کعبہ کا طواف کر لیں‘ پھر سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! عرب یہ باتیں نہ کریں کہ ہم سے جبراً یہ معاہدہ کرایا گیا‘ لیکن یہ کام آئندہ سال ہوگا‘ پس یہ لکھ دیا گیا‘ پھر سہیل نے کہا: اور یہ صلح اس شرط پر ہے کہ ہم میں سے جو مرد آپ کے پاس آئے گا خواہ وہ آپ کے دین پر ہو‘ آپ اس کو ہماری طرف واپس کریں گے‘ مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! وہ مرد کیسے مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا جب کہ وہ مسلمان ہو کر آیا ہے‘ جس وقت ان کے درمیان یہ باتیں ہو رہی تھیں‘ اچانک حضرت ابو جندل بن سہیل بن عمرو اپنی ایڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آ گئے‘ وہ مکہ کے نچلے حصہ سے نکلے اور انہوں نے خود کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا‘ تب سہیل نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ پہلا شخص ہے جس کے لیے میں (معاہدہ کے مطابق) مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اس کو ہمیں واپس کر دیں‘ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تک ہم نے معاہدہ مکمل نہیں لکھا ہے‘ اس نے کہا: اللہ کی قسم! پھر میں آپ سے کبھی بھی کسی بات پر صلح نہیں کروں گا‘ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا میری خاطر اس کو اجازت دے دو‘ اس نے کہا: میں اس کو آپ کی خاطر (بھی) اجازت نہیں دوں گا‘ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! تم ایسا کر لو‘ اس نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا‘ مکرز نے کہا: کیوں نہیں! ہم آپ کی خاطر اس کو اجازت دیتے ہیں‘ حضرت ابو جندل نے کہا: اے مسلمانو! کیا مجھے مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں‘ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ مجھے کتنی اذیت دی گئی ہے اور ان کو اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے بہت سخت عذاب دیا گیا تھا۔ راوی نے بتایا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا‘ پس

يَاْكُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَّهُمْ فَقَالَ اَبُوْبَصِيْرٍ لِاَحَدِ الرَّجُلَيْنِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرٰى سَيْفَكَ هٰذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا فَاسْتَلَّهُ الْاٰخَرُ فَقَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَجَيِّدٌ لَقَدْ جَرَّبْتُ بِهٖ ثُمَّ جَرَّبْتُ فَقَالَ اَبُوْبَصِيْرٍ اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْهِ فَاَمْكَنَهٗ مِنْهُ فَضَرَبَهٗ حَتّٰى بَرَدَ وَفَرَّ الْاٰخَرُ حَتّٰى اَتَى الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُوْا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُ لَقَدْ رَاٰى هٰذَا ذُعْرًا فَلَمَّا انْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُتِلَ وَاللّٰهِ صَاحِبِيْ وَاِنِّيْ لَمَقْتُوْلٌ فَجَاءَ اَبُوْبَصِيْرٍ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ وَاللّٰهِ اَوْفَى اللّٰهُ ذِمَّتَكَ قَدْ رَدَدْتَّنِيْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ اَنْجَانِيَ اللّٰهُ مِنْهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ اُمِّهٖ مِسْعَرَ حَرْبٍ لَوْكَانَ لَهٗ اَحَدٌ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّهٗ سَيَرُدُّهٗ اِلَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى اَتٰى سِيْفَ الْبَحْرِ قَالَ وَيَنْفَلِتُ مِنْهُمْ اَبُوْجَنْدَلِ ابْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِاَبِيْ بَصِيْرٍ فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَّجُلٌ قَدْ اَسْلَمَ اِلَّا لَحِقَ بِاَبِيْ بَصِيْرٍ حَتّٰى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ. فَوَاللّٰهِ مَايَسْمَعُوْنَ بِعِيْرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ اِلَى الشَّامِ اِلَّا اعْتَرَضُوْا لَهَا فَقَتَلُوْهُمْ وَاَخَذُوْا اَمْوَالَهُمْ فَاَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهٗ بِاللّٰهِ وَالرَّحِمِ لَمَّا اَرْسَلَ فَمَنْ اَتَاهُ فَهُوَ اٰمِنٌ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ حَتّٰى بَلَغَ ﴿الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ (الفتح:٢٤-٢٦) وَكَانَتْ حَمِيَّتُهُمْ اَنَّهُمْ لَمْ يُقِرُّوْا اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ وَلَمْ يُقِرُّوْا بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَحَالُوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ.

میں نے کہا: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم نے اپنے دین کے معاملہ میں دباؤ کو کیوں اختیار کریں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد فرمانے والا ہے' میں نے کہا: کیا آپ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے' آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! (لیکن) کیا میں نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم اس سال آئیں گے! حضرت عمر نے بتایا: میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پس بے شک میں آؤں گا اور بیت اللہ کا طواف کروں گا' حضرت عمر نے کہا: پھر میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا تو میں نے کہا: اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین میں دباؤ کو کیوں اختیار کریں؟ انہوں نے کہا: اے مرد! وہ بے شک ضرور رسول اللہ ﷺ ہیں' اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کی مدد کرنے والا ہے' پس تم ان کی رکاب مضبوطی سے پکڑے رکھو' سو اللہ کی قسم! وہ ضرور حق پر ہیں' میں نے کہا: کیا وہ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے' حضرت ابوبکر نے کہا: کیوں نہیں! کیا آپ نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم اس سال جائیں گے؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت ابوبکر نے کہا: پس بے شک آپ بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے' زہری نے بتایا کہ حضرت عمر نے کہا: بعد میں' میں نے (اپنی اس حجت بازی کی تلافی کے لیے) نیک اعمال کیے۔ راوی نے کہا: جب صلح کے معاہدہ کو لکھنے سے فراغت ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اٹھو اور اپنے اونٹوں کو نحر کرو اور اپنے سروں کو مونڈو' راوی نے کہا: پس اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی آدمی نہیں اُٹھا حتیٰ کہ آپ نے تین مرتبہ یہ حکم دیا' پس جب ان میں سے کوئی مرد نہیں اُٹھا تو

رسول اللہ ﷺ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کو لوگوں کا یہ طرزِ عمل بتایا، تو حضرت ام سلمہ نے کہا: یا نبی اللہ! کیا آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ باہر نکلیں، پھر ان میں سے کسی سے کوئی بات نہ کریں حتیٰ کہ آپ اپنے اونٹ کو نحر کر دیں اور آپ اپنے سر مونڈنے والے کو بلائیں تو وہ آپ کا سر مونڈ دے گا، پس آپ باہر نکلے اور آپ نے ان میں سے کسی سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ آپ نے یہ کر لیا، اپنے اونٹ کو نحر کیا اور اپنے سر مونڈنے والے کو بلایا تو اس نے آپ کا سر مونڈ دیا، صحابہ نے جب (آپ کا) یہ عمل دیکھا تو وہ (بھی) اٹھے اور انہوں نے اپنے اپنے اونٹ نحر کیے اور وہ ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے، اور یوں لگتا تھا کہ وہ رنج اور غم میں ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے، پھر نو (۹) مؤمن عورتیں آئیں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو۔ (الممتحنہ: ۱۰، یہ آیت ''عصم الکوافر'' تک ہے) پس حضرت عمر نے اس دن اپنی ان دو بیویوں کو طلاق دے دی جو مشرکہ تھیں، پھر ان میں سے ایک کے ساتھ معاویہ بن ابی سفیان نے نکاح کر لیا اور دوسری کے ساتھ صفوان بن امیہ نے نکاح کر لیا، تب نبی ﷺ مدینہ کی طرف لوٹ گئے، پھر آپ کے پاس حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ آ گئے، یہ قریش کے ایک مرد تھے جو اسلام لا چکے تھے، قریش نے ان کا مطالبہ کرنے کے لیے دو آدمیوں کو بھیجا، پس انہوں نے کہا: آپ نے جو معاہدہ ہم سے کیا ہے (اس کے مطابق ابوبصیر کو ہمارے حوالے کر دیں) آپ نے حضرت ابوبصیر کو ان دونوں کے حوالے کر دیا، وہ دونوں ان کو لے کر گئے حتیٰ کہ ذوالحلیفہ پر پہنچ گئے، پس وہ اتر کر اپنی کھجوروں کو کھانے لگے، پھر حضرت ابوبصیر نے ان میں سے کسی ایک سے کہا: اے فلاں! اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری یہ تلوار بہت عمدہ ہے، اس کے دوسرے ساتھی نے تلوار میان سے نکال لی اور کہا: ہاں! اللہ کی قسم! یہ بہت عمدہ تلوار ہے، میں نے اس کا بار بار تجربہ کیا ہے، تو حضرت ابوبصیر نے کہا: ذرا مجھے دکھاؤ تو میں اس کا معائنہ کروں! پھر انہوں نے اس سے اس تلوار کو لے کر اپنے قبضہ میں کر لیا،

کرلیا، پس اس کو اس تلوار کی ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا اور دوسرا بھاگ گیا حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گیا، پھر وہ دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہو گیا، تب رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: یہ شخص خوف زدہ ہے، جب وہ نبی ﷺ تک پہنچا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! میرا ساتھی قتل کر دیا گیا، اور بے شک میں بھی ضرور قتل کر دیا جاؤں گا، پھر حضرت ابوبصیر آئے، پس انہوں نے کہا: یا نبی اللہ! بے شک اللہ نے آپ کو آپ کے ذمہ سے بَری کر دیا ہے، آپ نے مجھے ان کی طرف واپس کر دیا تھا، پھر اللہ نے مجھ کو ان سے نجات دے دی، نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی ماں پر افسوس ہو! اگر وہاں پر اس کا ایک بھی مددگار ہوتا تو یہ جنگ کی آگ کو بھڑکانے والا تھا، جب حضرت ابوبصیر نے یہ بات سنی تو انہوں نے سمجھ لیا کہ آپ عنقریب ان کو مشرکین کی طرف واپس کردیں گے، سو وہ وہاں سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پر آ گئے اور حضرت ابوجندل بن سہیل بھی مشرکین کے پاس سے بھاگ کر ان کے پاس آ گئے، اور حضرت ابوبصیر سے آ ملے، اور اب صورتِ حال یہ تھی کہ جو شخص بھی اسلام لاکر قریش کے پاس سے نکلتا، وہ حضرت ابوبصیر سے آ کر مل جاتا، حتیٰ کہ وہاں ان کی ایک جماعت بن گئی، پس اللہ کی قسم جب بھی وہ یہ خبر سنتے کہ قریش کا کوئی قافلہ شام کی طرف جا رہا ہے تو وہ قافلہ والوں کو قتل کر دیتے اور ان کے اموال کو (بہ طور غنیمت) لوٹ لیتے، پھر قریش نے نبی ﷺ کے پاس اللہ اور صلہ رحم کی قسم دے کر یہ درخواست کی کہ اب جو بھی (مکہ سے) آپ کے پاس آئے گا اس کو امان ہو گی، تب نبی ﷺ نے حضرت ابوبصیر اور ان کے اصحاب کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کارروائی سے رُک جائیں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور وہی (اللہ) ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ میں، تمہیں ان پر کامیاب فرمانے کے بعد۔ (الفتح: ٢٦-٢٤، یہ آیت ''حمیۃ الجاھلیہ'' تک ہے) اور ان کی عصبیت جاہلیہ یہ تھی کہ انہوں نے آپ کے نبی اللہ ہونے کا اقرار نہیں کیا تھا، اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا اقرار نہیں کیا تھا اور مسلمانوں اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے

تھے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿مَعَرَّةٌ﴾ (الفتح:٢٥) اَلْعُرُّ اَلْجَرَبُ ﴿تَزَيَّلُوْا﴾ (الفتح:٢٥) اِنْمَازُوْا اَلْحَمِيَّةُ حَمِيْتُ اَنْفِيْ حَمِيَّةً وَمَحْمِيَّةً وَحَمَيْتُ الْمَرِيْضَ حِمْيَةً حَمَيْتُ الْقَوْمَ مَنَعْتُهُمْ حِمَايَةً وَاَحْمَيْتُ الْحِمٰى جَعَلْتُهُ حِمًى لَا يُدْخَلُ. وَاَحْمَيْتُ الْحَدِيْدَ، وَاَحْمَيْتُ الرَّجُلَ اِذَا اَغْضَبْتَهُ اِحْمَاءً.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: (الفتح:٢٥ میں) ''معرّة'' کا لفظ ہے یہ ''عـرّ'' سے بنا ہے اس کا معنی وبائی پھوڑے پھنسیاں ہیں اور اس سے مراد ہے: اچانک ٹوٹ پڑنے والی مصیبت اور اس آیت میں ''تـزيـلـوا'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: نکل کر ممتاز ہو جاتے اور اس آیت میں ''الـحـمـيـة'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ''انفی حمية'' یعنی عار اور غیرت اس کا دوسرا معنی ہے: ''حميت المريض'' مریض کو طعام سے پرہیز کرایا اور اس کا تیسرا معنی ہے: ''حميت القوم'' قوم کو شر اور ایذاء سے محفوظ رکھا' اس کا چوتھا معنی ہے: ''احميت الحمى'' کسی مضر چیز سے روکا اور اس کو داخل نہیں ہونے دیا' اس کا پانچواں معنی ہے: ''احـمـيـت الـحـديد'' لوہے کو گرم کیا' اس کا چھٹا معنی ہے: ''احميت الرجل'' کسی شخص کو غضب ناک کیا۔

''حـمـية'' کے یہ چھ معانی امام بخاری نے بیان کیے ہیں' اس کا ساتواں معنی ہے: ''حـمـي النـهـار'' دن گرم ہوا' ''حـمـي التنور'' تنور گرم ہوا' اس کا آٹھواں معنی ہے: ''حـاميت على ضيفي'' میں نے مہمان کے ساتھ محفل گرم کی' اس کا نواں معنی ہے: ''احتميت من الطعام'' میں نے کھانا گرم کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣)

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩٥' اور ١٦٩٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے ان حدیثوں کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ ان میں اہل حرب کے ساتھ مصالحت کی شرائط بیان کی گئی ہیں۔

٢٧٣٣ - وَقَالَ عُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ وَبَلَغَنَا اَنَّهُ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَّرُدُّوْا اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا اَنْفَقُوْا عَلٰى مَنْ هَاجَرَ مِنْ اَزْوَاجِهِمْ وَحَكَمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ لَّا يُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ اَنَّ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَاَتَيْنِ قُرَيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ اُمَيَّةَ وَابْنَةَ جَرْوَلِ الْخُزَاعِيِّ فَتَزَوَّجَ قُرَيْبَةَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ وَتَزَوَّجَ الْاُخْرٰى اَبُوْ جَهْمٍ فَلَمَّا اَبَى الْكُفَّارُ اَنْ يُّقِرُّوْا بِاَدَاءِ مَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ﴾ (الممتحنة:١١)

اور عقیل نے کہا از زہری' عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کا امتحان لیتے تھے اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ مشرکین کی طرف (وہ رقم) لوٹا دو جو انہوں نے ان عورتوں پر خرچ کی ہے' جنہوں نے اپنے شوہروں سے ہجرت کر لی ہے اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دے دی' قریبہ بنت ابی امیہ کو اور جرول خزاعی کی بیٹی کو' قریبہ نے تو معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری سے ابوجہم نے نکاح کر لیا' پھر مسلمانوں نے جو اپنی بیویوں پر خرچ کیا تھا جب کافروں نے اس کو ادا کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور اگر تمہاری بیویوں

وَالْعَقْبُ مَا يُؤَدِّي الْمُسْلِمُوْنَ اِلٰى مَنْ هَاجَرَتِ امْرَاَتُهٗ مِنَ الْكُفَّارِ فَاَمَرَ اَنْ يُّعْطٰى مَنْ ذَهَبَ لَهٗ زَوْجٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اَنْفَقَ مِنْ صَدَاقِ نِسَاءِ الْكُفَّارِ اللَّاتِيْ هَاجَرْنَ وَمَا نَعْلَمُ اَحَدًا مِّنَ الْمُهَاجِرَاتِ ارْتَدَّتْ بَعْدَ اِيْمَانِهَا وَبَلَغَنَا اَنَّ اَبَا بَصِيْرِ بْنَ اَسِيْدٍ الثَّقَفِيَّ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا مُّهَاجِرًا فِي الْمُدَّةِ فَكَتَبَ الْاَخْنَسُ بْنُ شَرِيْقٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُهٗ اَبَا بَصِيْرٍ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

میں سے کوئی تم سے چھوٹ کر کافروں کے پاس چلی جائے پھر (کفار سے) تم غنیمت حاصل کراو۔ (الممتحنہ:۱۱) (یعنی اس مال غنیمت سے اپنا معاوضہ حاصل کراو) اور معاوضہ یہ تھا کہ کفار کی جو بیویاں ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آ جائیں تو مسلمان ان کافروں کو ان کا خرچ دیتے تھے' تو اللہ نے حکم دیا کہ مسلمانوں کی جو بیویاں (مرتد ہوکر) کافروں کے پاس چلی گئی ہیں' ان کے مہر اور نفقہ کے اخراجات کفار کی ان عورتوں کے مہر سے ادا کر دیئے جائیں جو ہجرت کر کے آ گئی ہیں (اور کسی مسلمان نے ان سے نکاح کر لیا ہے) اور ہمیں علم نہیں ہے کہ کوئی ہجرت کرنے والی عورت ایمان لانے کے بعد مرتد ہوگئی ہو' اور ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابوبصیر بن اسید الثقفی ایمان لا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس مدت میں ہجرت کر کے آئے' پس اخنس بن شریق نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مکتوب لکھا' جس میں حضرت ابوبصیر (کی واپسی) کا سوال کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۱۳ میں گزر چکی ہے۔

مدتِ صلح کے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے طویل حدیث میں اہل حرب کے ساتھ صلح کا بیان کیا گیا ہے' صلح کی مدت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت دس سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے' امام شافعی اور جمہور فقہاء کا یہی مختار ہے' دوسرا قول ہے کہ دس سال سے زیادہ بھی صلح کی مدت مقرر کرنا جائز ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ صلح کی مدت چار سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے' چوتھا قول تین سال کا ہے اور پانچواں قول دو سال کا ہے۔

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ کفار سے مالی فدیہ لے کر ان سے صلح کرنا جائز ہے یا ان کو مالی فدیہ دے کر بھی ان سے صلح کرنا جائز ہے' جب کہ اس صلح میں سے مسلمانوں کے حق میں خیر ہو' کفار سے جو مالی فدیہ لیا جائے گا' اس کو جزیہ کے مصارف میں خرچ کیا جائے گا۔

شرائط صلح کو لکھنا اور احتیاط اور مصلحت کے تقاضے سے مسلح کافروں کے ساتھ تصادم سے گریز کرنا و دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان چند شرائط پر صلح ہو تو ان شرائط کو لکھ لینا چاہیے اور ان پر گواہی قائم کر لینی چاہیے تا کہ اختلاف اور نزاع کی صورت میں تصفیہ ہو سکے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب راستہ میں کفار کا مسلح لشکر ہو تو اس کے ساتھ تصادم سے گریز کرنا چاہیے' اور دوسرا راستہ اختیار کر کے اس سے بچ نکلنا چاہیے' یہ بزدلی نہیں ہے بلکہ حکمت عملی ہے اور وقت کا تقاضا ہے' جس طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ خالد بن ولید مسلح سواروں کے ساتھ راستہ میں کھڑے ہیں تو آپ نے دوسرا راستہ اختیار کر لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی القصواء کو جب مکہ کی طرف موڑا جاتا تو وہ بیٹھ جاتی اور جب دوسری طرف موڑا جاتا تو وہ چل پڑتی جیسا کہ ابرہہ کے ہاتھیوں کے ساتھ ہوا تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس اونٹنی کو اس ذات نے بٹھا دیا ہے جس نے ہاتھیوں کو بٹھا دیا تھا' اس واقعہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی علامت ہے۔

جب سہیل بن عمرو کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ کو سہل کر دیا ہے' اس میں کسی لفظ کو سن کر اس سے نیک فال نکالنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ جب فریق مخالف سے کسی شرط پر صلح ہو اور وہ فریق اس شرط کو واپس لے لے تو دوسرے فریق پر بھی اس شرط کی پابندی لازم نہیں ہے' جس طرح مشرکین نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی کارروائی کے بعد یہ شرط واپس لے لی کہ اب جو مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ آئے تو مسلمانوں پر اس کو واپس کرنا لازم نہیں ہے۔

حضرت عمر کا دب کر صلح کرنے سے اضطراب اور حضرت ابوبکر کا اطمینان

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ اگر دین کا یا کوئی علمی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو اس کے متعلق بار بار سوال کرنا اور بحث اور معارضہ کرنا جائز ہے' جب کہ نیت صرف مسئلہ سمجھنے کی ہو' ضد' عناد اور ہٹ دھرمی کی نیت نہ ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح کی شرائط کے متعلق یہ سمجھنا چاہا تھا کہ آخر ہم مشرکین سے دب کر کیوں صلح کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلجان کو دور کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی سوالات کیے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی سوالات کیے اور حضرت ابوبکر نے بالکل وہی جوابات دیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سوچ اور فکر واحد تھی بلکہ حضرت ابوبکر کا ذہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذہن کا عکس تھا اور آپ کے فیضان سے مستفید تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بحث اور تکرار کی تلافی کے لیے بعد میں زیادہ نیک عمل کیے' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو جب کبھی ایسی صورت پیش آئے' مثلاً کسی مسئلہ کو سمجھنے کے لیے اپنے استاذ سے زیادہ بحث اور تکرار ہو تو اس کے تدارک کے لیے زیادہ نیک عمل کرنے چاہئیں۔

سربراہ کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈ کو رکھنا اور صحابہ کی آپ سے محبت اور غیرت ایمانی ---------

اور آپ کے بلغم کی طہارت اور اس کا باعث شفاء ہونا

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے پاس دشمنوں سے آپ کی حفاظت کے لیے تلوار لیے کھڑے رہے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈ کو کھڑا رکھنا چاہیے اور جب کوئی شخص سربراہ پر حملہ کرے تو وہ گارڈ اس کا ہر ممکن طریقہ سے دفاع کرے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عروہ بن مسعود جب آپ سے باتیں کرتے ہوئے اپنا ہاتھ آپ کی مبارک ڈاڑھی کی طرف بڑھاتا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اس کے ہاتھ میں اپنی تلوار کی میان کا پچھلا حصہ مارتے' اس حدیث میں صحابہ کرام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال محبت کا اور ان کی جاں نثاری اور غیرتِ ایمانی کا ثبوت ہے۔

اس میں یہ ذکر ہے کہ عروہ بن مسعود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: میں آپ کے ساتھ ایسے لوگ دیکھ رہا ہوں جو آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے' اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تو لات (بت) کی فرج چوس! کیا ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کی وجہ سے حضرت ابوبکر کو ملامت نہیں کی اور یہ نہیں فرمایا: تم نے فحش کلام کیا ہے اور گالی دی ہے‘ اگر ان کا یہ کلام غلط ہوتا تو آپ ضرور اس سے منع فرماتے اور ان کو ملامت فرماتے‘ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے گستاخوں کے ساتھ دورانِ معرکہ اس قسم کا سخت کلام کرنا جائز ہے‘ جس طرح جب ولید بن مغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اس کو فرمایا: ”عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ O“ (القلم: ۱۳) نہایت بدخو‘ ان سب کے بعد بد اصل O اس سے معلوم ہوا کہ گستاخوں اور بدمذہبوں سے دورانِ جنگ اس قسم کا کلام کرنا جائز ہے۔

حضرت عمر اپنی ذہنی خلش کو دور کرنے کے لیے حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور حضرت ابوبکر نے وہی جواب دیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابات دیئے تھے‘ اس سے حضرت ابوبکر کی حضرت عمر پر فضیلت ظاہر ہوئی۔

صحابہ کرام‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا بچا ہوا پانی لینے کے لیے ایک دوسرے سے جھگڑ پڑتے اور اس پانی کو اپنے چہروں اور بدن پر ملتے‘ اس سے صحابہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا پتا چلتا ہے اور اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغم تھوکتے تو صحابہ اس کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے‘ اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتے اور اپنے منہ پر اور بدن پر ملتے‘ اس سے معلوم ہوا کہ بلغم طاہر ہے‘ عام آدمی کے تھوک اور بلغم سے کراہیت اور گھن آتی ہے‘ اگر آپ کا بلغم بھی عام آدمیوں کے بلغم کی طرح ہوتا تو صحابہ کیونکر اسے اپنے ہاتھوں پر لیتے اور چہروں پر ملتے‘ آپ کا بلغم بہت نفیس اور پاکیزہ تھا‘ نہایت خوشبودار تھا‘ عام آدمیوں کا تھوک بیماری کے جراثیم سے آلودہ اور بدبودار ہوتا ہے اور آپ کا لعاب اور بلغم مبارک شفاء کا سبب ہوتا ہے اور کتنے ہی مریضوں کو آپ کے لعاب سے شفاء حاصل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵-۲۴ ‘ملخصاً وموضحاً‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْقَرْضِ

قرض میں شرائط لگانا

اس باب میں قرض میں شرائط لگانے کا حکم بیان کیا ہے۔

٢٧٣٤ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ رَجُلًا سَاَلَ بَعْضَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَنْ يُّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى.

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم‘ آپ نے ایک مرد کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے کسی شخص سے یہ سوال کیا کہ وہ اسے ایک ہزار دینار قرض دے‘ اس نے ایک مدتِ معین تک کے وعدہ پر اس کو ایک ہزار دینار دیئے۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا‘ وَعَطَاءٌ‘ اِذَا اَجَّلَهٗ فِي الْقَرْضِ جَازَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عطاء نے کہا: جب قرض میں مدت کو مقرر کر لیا جائے تو جائز ہے۔

امام بخاری کا یہ قول اس حدیث کی وضاحت کے لیے ہے۔

١٧ - بَابُ الْمُكَاتَبِ وَمَا لَا يَحِلُّ مِنَ الشُّرُوْطِ الَّتِيْ تُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى

مکاتب کا بیان اور اس میں جو شرائط کتاب اللہ کے خلاف ہوں

اس باب میں مکاتب کا حکم بیان کیا گیا اور اس میں جو شرائط ناجائز ہیں‘ ان کا بیان ہے اور یہ اس سے پہلے اس باب میں گزر چکا ہے کہ مکاتب کی جو شرائط جائز ہیں۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فِي الْمُكَاتَبِ شُرُوْطُهُمْ بَيْنَهُمْ.

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ نے کہا: مکاتب کی شرائط ان کے درمیان معتبر ہوتی ہیں۔

اس تعلیق کو سفیان ثوری نے ''کتاب الفرائض'' میں سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے اس کا معنی ہے: مکاتبین اور ان کے مالکان کے درمیان جو شرائط ہوں وہ معتبر ہوتی ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَوْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا كُلُّ شَرْطٍ خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يُقَالُ عَنْ كِلَيْهِمَا عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ.

اور حضرت ابن عمر یا حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: ہر وہ شرط جو کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ باطل ہے خواہ وہ سو شرطیں لگائے اور امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: یہ اثر دونوں سے مروی ہے حضرت عمر سے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ سے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول صحیح البخاری: ۲۷۲۹ اور ۴۵٦ میں گزر چکی ہے۔

۲۷۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْاَلُهَا فِي كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ اِنْ شِئْتِ اَعْطَيْتُ اَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْهُ ذٰلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْتَاعِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهٗ وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عمرۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ اپنی مکاتبت (کی ادائیگی) کے متعلق سوال کرنے کے لیے آئیں حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے مالکوں کو (مکاتبت کی رقم) عطاء کردوں اور ولاء میرے لیے ہوگی پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید لو اور اس کو آزاد کردو ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے پس آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ اس کے لیے نہیں ہوگی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵٦ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مکاتب کی ان شرائط کا ذکر ہے جو کتاب اللہ کے خلاف ہیں۔

۱۸ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْاِشْتِرَاطِ وَالثُّنْيَا فِي الْاِقْرَارِ وَالشُّرُوْطِ الَّتِيْ يَتَعَارَفُهَا النَّاسُ بَيْنَهُمْ وَاِذَا قَالَ مِائَةٌ اِلَّا وَاحِدَةً اَوْ ثِنْتَيْنِ

اقرار میں شرط لگانے یا استثناء کرنے کا جواز اور ان شرطوں کا جواز جو لوگوں کے درمیان متعارف ہوں اور جب کسی شخص نے کہا: (مجھ پر فلاں کے) ایک سو (درہم) ہیں مگر ایک یا دو

وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ رَجُلٌ

اور ابن عون نے کہا از ابن سیرین: کسی شخص نے اونٹ والے

لِكَرِيِّهِ اَدْخِلْ رِكَابَكَ فَإِنْ لَّمْ اَرْحَلْ مَعَكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَلَكَ مِائَةُ دِرْهَمٍ فَلَمْ يَخْرُجْ فَقَالَ شُرَيْحٌ مَنْ شَرَطَ عَلٰى نَفْسِهٖ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ فَهُوَ عَلَيْهِ.

سے کہا: تو اپنے اونٹ اندر لا کر باندھ دے اگر میں فلاں فلاں دن تمہارے ساتھ نہ جا سکا تو میں تم کو سو درہم دوں گا' پھر وہ اس دن نہ جا سکا تو قاضی شریح نے کہا: جس نے اپنی خوشی سے اپنے اوپر کوئی شرط لگائی جب کہ اس پر جبر نہیں کیا گیا تھا تو وہ شرط اس کو پوری کرنی ہو گی۔

اس اثر میں ''کری'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کرائے کے اونٹ' اور اس میں ''ر کاب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ اونٹ جس پر سفر کیا جاتا ہے' اس مسئلہ میں علماء نے قاضی شریح سے اختلاف کیا ہے اور اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٩۔ ٢٨)

وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّ رَجُلًا بَاعَ طَعَامًا وَقَالَ اِنْ لَّمْ اٰتِكَ الْاَرْبَعَاءَ فَلَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بَيْعٌ فَلَمْ يَجِئْ فَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْمُشْتَرِيْ اَنْتَ اَخْلَفْتَ' فَقَضٰى عَلَيْهِ.

اور ایوب نے کہا از ابن سیرین' وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے غلّہ فروخت کیا اور خریدار نے کہا: اگر میں تمہارے پاس بدھ کے دن تک نہ آ سکا تو میرے اور تمہارے درمیان بیع باقی نہیں رہے گی' پس وہ نہیں آیا تو شریح نے خریدار سے کہا: تم نے وعدہ خلافی کی ہے اور اس کے خلاف فیصلہ کیا۔

یہ شرط قاضی شریح کے نزدیک جائز ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے' امام مالک' امام شافعی اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ بیع صحیح ہے اور شرط باطل ہے' اس تعلیق کو بھی امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٩)

٢٧٣٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے ننانوے نام ہیں' ایک کم سو' جس نے ان کا شمار کر لیا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

[اطراف الحدیث: ٦٤١٠۔ ٧٣٩٢] (صحیح مسلم: ٢٦٧٧' الرقم المسلسل: ٦٧٠٤' سنن ترمذی: ٣٥٠٨' سنن ابن ماجہ: ٣٨٦١' شعب الایمان: ١٠٢' کتاب الدعاء للطبرانی: ١٠٩' مسند الحمیدی: ١١٣٠' کتاب الاسماء والصفات ص ٤' سنن کبریٰ: ٧٦٥٩' مسند احمد ج ٢ ص ٢٥٨' مسند احمد: ٧٥٠٢۔ ج ١٢ ص ٤٦٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کا بیان اور ان اسماء کی روایت کی تحقیق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں' جس نے ان کو شمار کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا (وہ یہ ہیں): ''هو الله الذی لا اله الا هو الرحمٰن الرحيم' الملك' القدوس' السلام' المؤمن' المهيمن' العزيز' الجبار' المتكبر' الخالق' البارئ' المصور' الغفار' القهار' الوهاب' الرزاق' الفتاح' العليم' القابض' الباسط' الخافض' الرافع' المعز' المذل' السميع' البصير' الحكم' العدل' اللطيف'

الخبیر' الحلیم' العظیم' الغفور' الشکور' العلی' الکبیر' الحفیظ' المقیت' الحسیب' الجلیل' الکریم' الرقیب' المجیب' الواسع' الحکیم' الودود' المجید' الباعث' الشھید' الحق' الوکیل' القوی' المتین' الولی' الحمید' المحصی' المبدئ' المعید' المحیی' الممیت' الحی' القیوم' الواجد' الماجد' الواحد' الصمد' القادر' المقتدر' المقدم' المؤخر' الاوّل' الاٰخر' الظاھر' الباطن' الوالی' المتعالی' البرّ' التواب' المنتقم' العفو' الرؤف' مالك الملك' ذوالجلال والاکرام' المقسط' الجامع' الغنی' المغنی' المانع' الضار' النافع' النور' الھادی' البدیع' الباقی' الوارث' الرشید' الصبور''۔ (سنن ترمذی:۳۵۰۷' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس حدیث کو روایت کر کے امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن غریب ہے' ہمیں یہ حدیث از صفوان بن صالح سے ایک سے زیادہ نے روایت کی ہے اور ہم اس حدیث کو صرف صفوان بن صالح سے پہچانتے ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

یہ حدیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے' جن حدیثوں میں اسماء کا ذکر ہے' ان میں سے اکثر روایات کی ہمیں سند صحیح کا علم نہیں ہے۔

اس حدیث کی آدم بن ابی ایاس نے متعدد سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں اسماء کا ذکر کیا ہے' اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ (سنن ترمذی:۳۴۹۱' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

ننانوے اسماء میں حصر نہیں ہے' ان کے علاوہ اور بھی اسماء الٰہیہ ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے دیگر اسماء کی نفی نہیں ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے ہر اس اسم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں جس کا تو نے خود نام رکھا ہے' یا جس اسم کو تو نے اپنی کتابوں میں نازل کیا ہے' یا جس اسم کی تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو تعلیم دی ہے یا جس اسم کو تو نے اپنے اس علمِ غیب میں خاص کر لیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی: اے اللہ! میں تیرے اسماء حسنیٰ کے وسیلہ سے سوال کرتی ہوں! خواہ تیرے وہ اسماء ہمیں معلوم ہوں یا معلوم نہ ہوں' اور میں تیرے اس عظیم' اعظم' کبیر' اکبر اسم کے وسیلہ سے دعا کرتی ہوں' جس کے وسیلہ سے تو دعا قبول کرتا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم نے صحیح دعا کی' تم نے صحیح دعا کی۔

اور ان ننانوے اسماء کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت مشہور اسماء ہیں اور ان کے معانی بہت واضح ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور ایک کم سو اسماء ہونے اور پورے سو نہ ہونے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات کی معرفت توقیفی ہے' جن کا علم وحی اور سنت سے ہوتا ہے اور ہمارے لیے ان میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہم اپنی ملتجاءِ عقل اور مبلغِ علم سے ان کی طرف ہدایت نہیں پاسکتے اور بغیر اذنِ شرع کے اللہ تعالیٰ پر کسی اسم کے اطلاق سے ہمیں منع کر دیا گیا ہے' خواہ اس کو عقل اور قیاس جائز قرار دے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ایک کم سو اسماء فرمانے کی کیا وجہ ہے اور پورے سو اسماء کیوں نہیں فرمائے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سو کا عدد جفت ہے اور ننانوے کا عدد طاق ہے اور طاق کا عدد جفت سے افضل ہے' اسی وجہ سے حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ وتر ہے اور

وتر کو پسند فرماتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مکمل اسماء سو ہیں اور ہم کو ان میں سے صرف ننانوے پر مطلع فرمایا ہے اور ایک اسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کرلیا ہے اور اس پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا اور وہی اسم اعظم ہے۔

''احصاء'' کے معانی اور ان اسماء کی معرفت سے جنت میں داخل ہونے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے ان اسماء کا شمار کرلیا' اس حدیث میں ''احصاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس نے ان اسماء کا شمار کر کے پورا پڑھ لیا ہے' یعنی ان اسماء میں سے صرف بعض کو پڑھ کر صرف ان ہی پر اقتصار نہیں کیا' بلکہ تمام اسماء کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی' ''احصاء'' کا دوسرا معنی ہے: جو ان اسماء کی طاقت رکھے' یعنی جو ان اسماء کے معانی پر غور کرے اور ان کے تقاضے پر عمل کرے اور ان کی صفات سے خود کو متصف کرے' مثلاً جب رزاق کا اسم پڑھے تو لوگوں کو رزق دے اور ''احصاء'' کا تیسرا معنی ہے: تعقل کرنا یعنی جو شخص ان تمام اسماء کا تعقل کرے اور ان کے معانی کے علم کا احاطہ کرے۔ ''احصاء'' کا چوتھا معنی ہے: جو ان اسماء کی معرفت حاصل کرے اور ان اسماء کی معرفت وہی حاصل کرے گا' جو مؤمن ہوگا اور مؤمن بہر حال جنت میں داخل ہوگا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جس نے قرآن مجید کو پڑھا حتیٰ کہ اس کو پورا ختم کرلیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء مذکور ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک حدیث میں مذکور ہے: جس نے ان اسماء کو حفظ کرلیا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣١-٣٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق ہم نے الاعراف: ١٨٠' تبیان القرآن ج ٤ ص ٤٣٢-٤٢٤ میں زیادہ تفصیل سے بحث کی ہے' اس بحث کے عنوان درج ذیل ہیں:

(١) اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا معنی (٢) اسم مسمّٰی کا عین ہے یا غیر (٣) اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق (٤) اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل (٥) اسم اعظم کی تحقیق (٦) الحاد کا معنی (٧) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی تفصیل (٨) اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے پر مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٦٦٨٥- ج ٧ ص ٤٥٥-٤٤٩ پر مذکور ہے' اس میں بھی یہی عنوانات ہیں' تاہم تبیان القرآن میں زیادہ تفصیل ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: اقرار میں شرط اور استثناء کا ذکر کرنا' اور جو شرطیں لوگوں کے درمیان متعارف ہیں اور جب کوئی شخص کہے: مجھ پر سو (درہم لازم ہیں) مگر ایک یا دو۔ جب کہ اس حدیث میں اقرار کا ذکر ہے نہ شرط کا' صرف یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں ایک کم سو' اور صرف ان الفاظ کی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں روایت کر دی ہے ورنہ اس حدیث کی عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

١٩- بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْوَقْفِ

وقف کی شرائط

اس باب میں وقف کی شرائط کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٧٣٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ اَنْبَاَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی'

الْخَطَّابِ أَصَابَ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا فَقَالَ يَارَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ فَمَا تَأْمُرُنِي بِهِ؟ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبَى وَفِي الرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالضَّيْفِ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ سِيرِينَ فَقَالَ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا.

انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی' وہ اس زمین کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس کہا: یارسول اللہ! خیبر میں مجھے ایسی زمین ملی ہے کہ ویسا نفیس مال مجھے کبھی نہیں ملا' سو آپ مجھے اس کے متعلق کیا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین کو اپنی ملکیت میں باقی رکھ کر اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر حضرت عمر نے اس کو صدقہ کر دیا کہ اس زمین کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا' نہ اس کا وارث بنایا جائے گا اور اس کی پیداوار کو فقراء میں اور قرابت داروں میں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں میں اور مہمانوں (کے خرچ) میں صدقہ کر دیا اور جو شخص اس زمین کا متولی ہو' اس پر اس زمین سے دستور کے مطابق کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہ مال جمع کیے بغیر اس زمین میں سے کھائے۔ راوی نے کہا: میں نے یہ حدیث ابن سیرین کو بیان کی تو انہوں نے کہا: وہ مال جمع کرنے والا نہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں وقف کی شرائط کا ذکر ہے۔

''کتاب الشروط'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۲ شعبان ۱۴۲۹ھ/ ۱۵ اگست ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ ''کتاب الشروط'' کی تکمیل ہوگئی۔

اے مالک الملک! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی مکمل فرما دے۔

''کتاب الشروط'' میں سینتالیس احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں سے پانچ خالص احادیث ہیں' باقی مکررات ہیں اور ستائیس تعلیقات ہیں اور گیارہ آثار صحابہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۵۵- كِتَابُ الْوَصَايَا

وصیتوں کا بیان

اس کتاب میں وصیتوں کے احکام بیان کیے گئے ہیں' اس کتاب کے عنوان میں ''وصـایـا'' کا لفظ ہے اور یہ وصیت کی جمع ہے' کہا جاتا ہے: فلاں شخص کے لیے اتنے مال کی وصیت کی یعنی اس نے اپنے مال میں سے اتنا مال اس کو دینے کے لیے مقرر کر دیا' جس کے لیے وصیت کی جائے اس کو موصیٰ لہٗ کہتے ہیں اور جس کو کسی وصیت کا ذمہ دار بنایا جائے اس کو وصی کہتے ہیں۔ شریعت میں ممنوعات سے سختی سے منع کرنے کو اور مامورات پر برانگیختہ کرنے کو بھی وصیت کہتے ہیں۔

١ - بَابُ الْوَصَايَا وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَّـةُ الرَّجُلِ مَكْتُوبَـةٌ عِنْدَهُ

باب الوصایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد کہ مرد کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہیے

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرد کے پاس اس کی وصیت لکھی ہوئی ہونی چاہیے۔

وَقَوْلِ اللّٰـهِ تَعَالٰى ﴿كُتِبَ عَـلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَـدَكُـمُ الْـمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرَ ۨا الْـوَصِيَّـةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْـرَبِيْـنَ بِـالْـمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ۝فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَإِنَّمَآ إِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَـهٗ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْـمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ (البقرہ: ١٨٠۔١٨٢) ﴿جَنَفًا﴾ مَيْلًا ﴿مُتَجَانِفٌ﴾ (المائدہ: ٣) مَائِلٌ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کسی کو موت آئے (سو) اگر اس نے مال چھوڑا ہے (تو) اس پر ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے دستور کے موافق وصیت کرنا فرض کیا گیا ہے' یہ پرہیزگاروں پر حق ہے۝ سو جس نے وصیت کو سننے کے بعد اس کو تبدیل کیا تو اس کا گناہ صرف تبدیل کرنے والوں پر ہے' بے شک اللہ سب کچھ سننے والا بہت جاننے والا ہے۝ پھر جس کو وصیت کرنے والے سے بے انصافی یا گناہ کا خوف ہو' پس وہ ان کے درمیان صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۝ (البقرہ: ١٨٢۔١٨٠) ''جنفا'' کا معنی بے انصافی ہے اور ''متجانف'' کا معنی ہے: بے انصافی کرنے والا' ''مائل'' کا معنی ہے: جھکنے والا۔

وصیت کی اقسام

علامہ شامی نے وصیت کی حسب ذیل چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱) واجب: انسان اللہ تعالیٰ کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا' ان کی وصیت اس پر کرنا واجب ہے' مثلاً جن سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی' یا حج نہیں کیا تو ان کے متعلق وصیت کرے' یا اس سے نمازیں اور روزے چھوٹ گئے جن کی قضاء نہیں کی' ان کے فدیہ کے متعلق وصیت کرے' اسی طرح انسان بندوں کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا' ان کے متعلق وصیت کرے مثلاً کسی کا قرض دینا ہے جس کا کسی کو پتا نہیں' کسی کی امانت لوٹانی ہے تو اس کی وصیت کرے' یہ وصیت واجب ہے۔

(۲) مستحب: دینی مدارس' مساجد' علماء' دینی طلبہ' غریب رشتہ داروں اور دیگر اُمورِ خیر کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے۔

(۳) مباح: امیر رشتہ داروں اور دنیاداروں کے لیے وصیت کرنا مباح ہے۔

(۴) مکروہ: فاسقوں اور فاجروں کے لیے وصیت کرنا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۴۱۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

وصیت کی شرائط اور رکن

(۱) وصیت کرنے والا مالک بنانے کا اہل ہو' اس لیے نابالغ' مجنون اور مکاتب کی وصیت صحیح نہیں ہے۔

(۲) وصیت کرنے والے کے ترکہ پر قرض محیط نہ ہو کیونکہ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے۔

(۳) جس کے لیے وصیت کی جائے وہ وصیت کے وقت زندہ ہو' خواہ تحقیقاً یا تقدیراً (جیسے حاملہ کے پیٹ میں بچہ کے لیے وصیت کی جائے)۔

(۴) جس کے لیے وصیت کی جائے' وہ وارث نہ ہو۔

(۵) جس کے لیے وصیت کی جائے وہ قاتل ہو' خواہ قتل عمد ہو یا قتل خطاء' البتہ قتل بالسبب وصیت کے منافی نہیں ہے۔

(۶) جس چیز کی وصیت کی ہو' وہ تملیک کے قابل ہو' خواہ وہ اس وقت موجود ہو یا اس کا وجود بعد میں ہو' مثلاً ایک سال یا ہمیشہ کے لیے باغ یا درخت یا درخت کے پھلوں کی وصیت کی جائے۔

(۷) کل ترکہ کے تہائی مال میں وصیت کی جائے۔

وصیت کا رکن یہ ہے کہ وصیت کرنے والا کہے: میں نے فلاں چیز کی فلاں شخص کے لیے وصیت کی ہے۔

(درمختار علیٰ حامش ردالمحتار ج ۵ ص ۴۱۶۔ ۴۱۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

ورثاء کے لیے وصیت کا منسوخ ہونا اور غیر ورثاء کے لیے تہائی مال کی وصیت کا استحباب

امام بخاری نے البقرہ: ۸۲۔ ۸۰ کو ذکر کیا ہے' اس سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وصیت کرنا فرض ہے' تاہم جمہور علماء اور اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیتیں میراث کی آیتوں سے منسوخ ہیں' کیونکہ والدین اور دیگر رشتہ داروں کے حصے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرما دیئے' اس لیے ان کے متعلق وصیت کرنے کا وجوب اب منسوخ ہو گیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے' سو وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ (الحدیث)

(جامع ترمذی ص ۳۰۸' نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

وصیت کے دیگر احکام

اگر تمام وارث تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنے کی اجازت دیں تو یہ جائز ہے کیونکہ تہائی مال کی حد ورثاء کا حق محفوظ کرنے کے لیے قائم کی گئی ہے' سو اگر ورثاء خود اپنے حق سے دستبردار ہو رہے ہوں تو پھر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے' البتہ اگر ورثاء چاہیں تو جائز ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۵۲' نشر السنۃ' ملتان)

اگر کوئی شخص کسی وارث کو محروم کردے یا کسی شخص کے لیے اس قدر زیادہ وصیت کرے جس سے دوسرے حق داروں کے حصوں میں کمی ہو تو وہ شخص گناہ گار ہوگا' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک مرد اور عورت ساٹھ سال تک عبادت کرتے رہتے ہیں' پھر ان کو موت آجاتی ہے اور وہ وصیت میں (کسی کو) ضرر پہنچاتے ہیں تو ان کے لیے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔

(سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۴۰' مطبع مجتبائی پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

۲۷۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس کوئی وصیت کے لائق چیز ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو' اس کے لیے وصیت لکھے بغیر دو راتیں گزارنا بھی جائز نہیں ہے۔ محمد بن مسلم نے امام مالک کی متابعت کی ہے از عمرو از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۷-۱۶۲۷' الرقم المسلسل: ۴۰۹۵' سنن ابو داؤد: ۲۸۶۲' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۵۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۷۲-۲۷۱' شرح السنۃ: ۱۴۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۹۳۰- ج ۱۰ ص ۱۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وصیت کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے' علماء غیر مقلدین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ وصیت کرنا واجب ہے' زہری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وصیت کو واجب فرمایا ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وصیت کرنا واجب نہیں ہے' خواہ وصیت کرنے والا امیر ہو یا فقیر ہو' یہ نخعی' شعبی' ثوری' امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے' نخعی اور شعبی نے کہا ہے کہ والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷۳۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابو بکیر نے حدیث بیان

الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ خَتَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخُوْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً. [اطراف الحدیث: ۲۸۷۳-۲۹۱۲-۳۰۹۸-۴۴۶۱] (سنن نسائی: ۳۵۹۸-۳۵۹۷-۳۵۹۶)

کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر بن معاویہ الجعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحٰق نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث جو (رشتہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر نسبتی تھے، حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، نہ غلام نہ باندی، نہ کوئی اور چیز سوائے ایک سفید خچر کے اور ہتھیار کے اور زمین کے جن کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن الحارث البغدادی، یہ نیشاپور میں رہتے تھے اور ۲۶۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن ابی بکیر العبدی الکوفی، یہ کرمان کے قاضی تھے اور ۲۰۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) زہیر بن معاویہ (۴) ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی الکوفی (۵) عمرو بن الحارث بن ابی ضرار بن عائذ بن مالک بن خزیمہ، یہ المصطلق بن سعد بن کعب بن عمرو ہیں اور یہ حضرت جویریہ بنت الحارث بن ضرار کے بھائی ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور ام المؤمنین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲-۴۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ یہ باب الوصایا ہے اور اس حدیث میں وصیت کا کوئی ذکر نہیں ہے اور وفات کے وقت اپنے ترکہ کو صدقہ کرنے کا ذکر ہے، اور اس کا وصیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچروں کی تفصیل

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید خچر کا ذکر ہے، آپ کے پاس چھ خچر تھے، ایک خچر سرخ رنگ کا تھا جس کا نام دُلدُل تھا، یہ آپ کو المقوقس نے ہدیہ کیا تھا، دوسرے خچر کا نام فِضّہ تھا، یہ آپ کو فروۃ بن عمرو الجذامی نے ہدیہ کیا تھا، پس آپ نے وہ خچر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا، تیسرا خچر آپ کے پاس دومۃ الجندلۃ کے صاحب نے بھیجا تھا، چوتھا خچر آپ کو ایلۃ کے بادشاہ نے بھیجا تھا، اس خچر کا نام ایلیہ تھا، امام مسلم نے کہا ہے کہ وہ خچر سفید تھا، پانچواں خچر آپ کو نجاشی نے بھیجا تھا اور چھٹا خچر آپ کو کسریٰ نے بھیجا تھا، یہ ثابت نہیں ہے۔ آپ کے خچروں میں سفید رنگ کا خچر صرف ایلیہ تھا، آپ کے بعد آپ کے خچروں میں سے جو باقی رہا وہ دلدل تھا، علماء نے کہا ہے کہ وہ آپ کے بعد کافی عرصہ باقی رہا حتیٰ کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد وہ عبداللہ بن جعفر کے پاس رہا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہتھیاروں کی تفصیل

اس حدیث میں آپ کے ہتھیاروں کا ذکر ہے یعنی لوہے کے وہ آلات جن سے قتال کیا جاتا ہے، ان کو سلاح کہتے ہیں، صرف تلوار کو بھی سلاح کہتے ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے مراد تلواریں اور نیزے ہیں، آپ کے پاس دس تلواریں تھیں، ان میں سے مشہور ذوالفقار ہے۔ المراۃ میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس ذوالفقار ہمیشہ رہی حتیٰ کہ آپ نے وفات سے پہلے وہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی، پھر وہ تلوار محمد بن الحنفیہ کی طرف منتقل ہو گئی پھر محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسین رضی اللہ عنہم کی طرف منتقل ہو گئی اور آپ کے پاس پانچ نیزے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمین کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس زمین تھی جس کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ زمین فدک کے باغات تھے جو کہ خیبر میں تھے' یہ باغات آپ نے اپنی صحت کے زمانہ میں صدقہ کیے تھے' اس کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کیا ہے' جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے: آپ نے کسی چیز کی وصیت نہیں کی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷۴۰ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِىْ اَوْفٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هَلْ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰى فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ اَوْ اُمِرُوْا بِالْوَصِيَّةِ قَالَ اَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ. [اطراف الحدیث: ۴۴۶۰۔ ۵۰۲۲] (صحیح مسلم: ۱۶۳۴' الرقم المسلسل: ۴۱۱۸' سنن ترمذی: ۲۱۱۹' سنن نسائی: ۳۶۲۰' سنن ابن ماجہ: ۲۶۹۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں طلحہ بن مصرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! پس میں نے کہا: لوگوں پر کیسے وصیت فرض کی گئی ہے یا لوگوں کو کس طرح وصیت کا حکم دیا گیا ہے؟ انہوں نے بتایا: آپ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خلاد بن یحییٰ بن صفوان ابو محمد السلمی' ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۲) مالک بن مغول البجلی الکوفی' یہ ۱۵۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی' یہ ہمدان کے قبیلہ بنی یام سے ہیں' یہ ۱۱۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' ان کا نام علقمہ بن خالد الاسلمی ہے' یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصیت نہ کرنے کی توجیہ اور شیعہ کے مزعوم کا ردّ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ طلحہ بن مصرف نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ اس کا معنی ہے: کیا آپ نے مال کی وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! کیونکہ آپ نے مال نہیں چھوڑا تھا! پھر جب انہوں نے پوچھا کہ آپ نے لوگوں پر وصیت کیسے فرض کی تھی تو حضرت ابن ابی اوفی نے اس کا جواب دیا کہ آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی۔

اس کی توجیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ شیعہ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کی وصیت کی تھی' اس لیے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے کہا کہ آپ نے کسی کے لیے وصیت نہیں کی تھی' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بھی اس کا ردّ فرمایا ہے' جب حضرت علی سے یہ سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف آپ کے لیے کوئی وصیت کی تھی جو عام لوگوں کے لیے نہیں کی تھی؟ تو حضرت علی نے فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور روح کو پیدا کیا' ہمارے پاس اللہ کی کتاب کے سوا اور کوئی چیز نہیں اور وہ جو اس صحیفہ میں ہے (یعنی دیت کے احکام)۔

حضرت علی رضی اللہ کے اس ارشاد سے شیعہ کی اکثر ان جھوٹی باتوں کا رد ہو جاتا ہے، جو انہوں نے حضرت علی کی خلافت بلا فصل کے متعلق گھڑ لی ہیں۔

رہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمین، آپ کے ہتھیار اور آپ کے خچر تو آپ نے ان کے متعلق کوئی ایسی وصیت نہیں کی جیسے لوگ اپنے اموال کے متعلق وصیت کرتے ہیں، کیونکہ آپ نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جائے گا، ہمارا جو بھی ترکہ ہے وہ صدقہ ہے، پس آپ نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے، اس کے بعد مال کی قسم سے کوئی ایسی چیز نہیں رہی جس کی وصیت کی جا سکے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۴۱۱۴۔ ج ۴ ص ۵۲۶۔ ۵۱۹ پر مذکور ہے، اس شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصیت نہ کرنے پر سوالات کے جوابات (۲) احادیث اہل سنت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی (۳) احادیث اہل تشیع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی (۴) ''اَھَجَرَ'' کی تحقیق (۵) حدیث قرطاس میں حضرت عمر پر حضور کا کہنا نہ ماننے کا اعتراض اور اس کے جوابات (۶) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے۔

۲۷۴۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ ذَكَرُوا عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ وَصِيًّا فَقَالَتْ مَتٰى أَوْصٰى إِلَيْهِ وَقَدْ كُنْتُ مُسْنِدَتَهُ إِلٰى صَدْرِيْ أَوْ قَالَتْ حَجْرِيْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَلَقَدِ انْخَنَثَ فِيْ حَجْرِيْ فَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ فَمَتٰى أَوْصٰى إِلَيْهِ.

[طرف الحدیث: ۴۴۵۹] (صحیح مسلم: ۱۶۳۶، الرقم المسلسل: ۴۱۲۲، سنن نسائی: ۳۶۲۴، سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۶، مسند احمد ج ۶ ص ۳۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر دی از ابن عون از ابراہیم از الاسود، انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) وصی تھے، تو حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ نے ان کی طرف کب وصیت کی، میرا سینہ آپ کی ٹیک تھا یا میری گود (آپ کی ٹیک تھی) آپ نے ایک طشت منگایا، پس تحقیق یہ ہے کہ آپ میری گود میں جھک گئے اور مجھے نہیں معلوم ہوا کہ آپ کی وفات ہو گئی ہے تو آپ نے کب ان کے لیے وصیت کی تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن زرارۃ بن واقد الکلابی نیشاپوری (۲) اسماعیل بن علیہ (۳) ابن عون، یہ عبد اللہ بن عون ہیں (۴) ابراہیم، یہ نخعی ہیں (۵) اسود، یہ اسود بن یزید ہیں، یہ ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۴)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا انکار کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کی طرف وصیت فرمائی۔

حضرت علی کے متعلق خلافت کی وصیت نہ ہونے پر دلائل

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

شیعہ اور روافض نے بہت باطل اور جھوٹی احادیث گھڑی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ خبر متواتر ہے، حالانکہ یہ محض افتراء اور جھوٹ ہے، اگر اس میں سے کوئی چیز صحیح ہوتی تو صحابہ اس کا سقیفہ بنو ساعدہ میں ذکر کرتے

اور حضرت علی کی طرف رجوع کرتے' یا حضرت علی اپنی خلافت پر اس سے استدلال کرتے اور ان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اس پر خاموش رہتے کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہے اور ان کا حق ہے اور تمام مسلمانوں کا حق ہے' پھر سب کو معلوم ہے کہ حضرت علی کا علم بہت عظیم تھا اور وہ دین میں بہت متصلّب تھے اور ان کی شجاعت کا بھی یہ تقاضا تھا کہ وہ اللہ کے دین میں کسی سے نہ ڈرتے اور تقیہ نہ کرتے' جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کے خلاف تقیہ نہیں کیا' جب انہوں نے ان کی مخالفت کی تھی' پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور مسلمانوں نے اپنے اجتہاد سے حضرت علی کو خلیفہ بنا دیا تب بھی حضرت علی نے یہ نہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خلیفہ بنانے کی وصیت کی تھی اور نہ کسی اور نے ذکر کیا' اس سے یقینی طور معلوم ہو گیا کہ شیعہ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں۔ (المفہم ج ۴ ص ۵۵۷' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

٢ - بَابٌ اَنْ يَّتْرُكَ وَرَثَتَهُ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّتَكَفَّفُوا النَّاسَ

اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑنا' اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں

ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھوکے ہوں اور اپنا پیٹ بھرنے کے لیے لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں اور اپنی ضروریات کے لیے لوگوں سے سوال کریں۔

٢٧٤٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِىْ وَاَنَا بِمَكَّةَ وَهُوَ يَكْرَهُ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْاَرْضِ الَّتِىْ هَاجَرَ مِنْهَا قَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ ابْنَ عَفْرَاءَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُوْصِىْ بِمَالِىْ كُلِّهٖ؟ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرُ؟ قَالَ لَا قُلْتُ الثُّلُثُ قَالَ فَالثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِىْ اَيْدِيْهِمْ وَاِنَّكَ مَهْمَا اَنْفَقْتَ مِنْ نَّفَقَةٍ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ حَتَّى اللُّقْمَةُ الَّتِىْ تَرْفَعُهَا اِلٰى فِىْ امْرَاَتِكَ وَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّرْفَعَكَ فَيَنْتَفِعَ بِكَ نَاسٌ وَّيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ يَوْمَئِذٍ اِلَّا ابْنَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عامر بن سعد از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کرنے کے لیے آئے اور اس وقت میں مکہ میں تھا' اور آپ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ جو شخص سرزمین مکہ سے ہجرت کر چکا ہو' وہ مکہ میں فوت ہو جائے' آپ نے فرمایا: اللہ عفراء کے بیٹے پر رحم فرمائے! (یعنی سعید بن خولہ پر) میں نے پوچھا: یارسول اللہ! میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: تو آدھے مال کی؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: تہائی مال کی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تہائی مال کی' تہائی مال بہت ہے' بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو تنگ دست چھوڑو' وہ (اپنی ضروریات کے لیے) لوگوں کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلاتے رہیں اور بے شک تم جو بھی خرچ کرو گے تو وہ صدقہ ہے' حتیٰ کہ جو لقمہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں رکھتے ہو' اور عنقریب اللہ تمہارا درجہ بلند کرے گا' تم سے کچھ لوگ فائدہ حاصل کریں گے (یعنی مسلمان) اور دوسرے لوگوں کو تم سے نقصان ہو گا (یعنی کفار کو)' اور اس وقت ان کی صرف

ایک بیٹی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں وصیت کا ذکر ہے۔

۳ - بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ — تہائی مال کی وصیت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تہائی مال کی وصیت کرنا جائز ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا يَجُوزُ لِلذِّمِّيِّ وَصِيَّةٌ إِلَّا الثُّلُثُ.

اور حسن (بصری) نے کہا: ذمی کے لیے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حسن بصری کی مراد یہ ہے کہ جب ذمی نے اپنے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی تو یہ جائز نہیں ہے' اور رہا مسلمان تو جب اس نے اپنے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی' پس اگر اس کے وارث نہ ہوں تو اس کی وصیت جائز ہے اور اگر اس کے وارث ہوں اور وہ اس وصیت کو جائز قرار دیں' پھر بھی وصیت جائز ہے اور اگر وہ اس کو مسترد کر دیں تو پھر وصیت باطل ہو جائے گی' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ صرف تہائی مال میں وصیت کرنا جائز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے حسن بصری سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کو جائز نہیں قرار دیتے' حالانکہ امام بخاری کے نزدیک مسلمانوں کے لیے بھی اس کے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور فقہاء احناف کے علاوہ دوسرے ائمہ کا بھی یہی مذہب ہے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری' حسن بصری کے قول سے فقہاء احناف کا رڈ کرنا چاہتے ہیں' میں کہتا ہوں کہ سبحان اللہ! حسن بصری کا قول فقہاء احناف پر کیسے حجت ہو سکتا ہے!

(عمدۃ القاری ج ۱۴ص ۵۰)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (المائدہ: ۴۹).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ ان کے درمیان اس (قرآن) کے ساتھ فیصلہ کریں جس کو اللہ نے نازل کیا ہے۔ (المائدہ: ۴۹)

امام بخاری نے اس آیت کو فقہاء احناف کا رڈ کرنے کے لیے لکھا ہے کہ جس نے تہائی مال سے زیادہ وصیت کی' اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز کیا' جب کہ قرآن مجید میں یہ حکم نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کو دیگر ورثاء کی حق تلفی کی وجہ سے منع فرمایا ہے اور فقہاء احناف تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کو اس وقت جائز کہتے ہیں جب ورثاء نہ ہوں یا ورثا ہوں اور اس وصیت کو جائز قرار دے دیں' سو یہ آیت امام بخاری کے مدعا پر دلالت نہیں کرتی۔

۲۷۴۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَوْ غَضَّ النَّاسُ إِلَى الرُّبُعِ لِأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ أَوْ كَبِيرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے فرمایا: کاش! لوگ وصیت کو چوتھائی تک کم کر دیتے (تو اچھا ہوتا)' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تہائی' تہائی بہت ہے یا بڑا حصہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۹' الرقم المسلسل: ۴۱۰۹' سنن نسائی: ۳۶۳۴' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۱' مسند الحمیدی: ۶۷' سنن ابوداؤد: ۴۶۱۰' مسند البزار: ۱۰۸۴'

المستقی: ۸۸۲' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۹' مسند احمد: ۱۵۴۶ ۔ ج ۳ ص ۱۲۳' مؤسسة الرسالة' بیروت)

تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع قائم ہے کہ تہائی مال کی وصیت کرنا جائز ہے' حضرت زبیر رضی اللہ نے پانچویں حصہ کی وصیت کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کی غنیمتوں کے پانچویں حصہ پر راضی ہے' قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ نے چوتھائی مال کی وصیت کی اور اسحاق نے کہا کہ سنت چوتھائی مال کی وصیت ہے' اسی طرح حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے' سوائے امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور شریک بن عبداللہ کے' علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ' عبیدہ' مسروق اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے کہا کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے' خواہ اس کا کوئی وارث نہ ہو' امام مالک' امام شافعی' اوزاعی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۲۷۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرِضْتُ فَعَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ لَّا يَرُدَّنِي عَلٰى عَقِبِي قَالَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْفَعُكَ وَيَنْفَعُ بِكَ نَاسًا قُلْتُ أُرِيدُ أَنْ أُوصِيَ وَإِنَّمَا لِيَ ابْنَةٌ قُلْتُ أُوصِي بِالنِّصْفِ قَالَ النِّصْفُ كَثِيرٌ قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ أَوْ كَبِيرٌ فَأَوْصَى النَّاسُ بِالثُّلُثِ وَجَازَ ذٰلِكَ لَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن عدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مروان نے حدیث بیان کی از ہاشم بن ہاشم از عامر بن سعد از والد خود رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی' پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے الٹے پیر نہ لوٹا دے' آپ نے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ اللہ تمہارا درجہ بلند فرمائے اور تم سے لوگوں کو نفع پہنچائے' میں نے عرض کیا کہ میں وصیت کرنا چاہتا ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے' میں نے پوچھا: میں نصف مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نصف بہت زیادہ ہے' میں نے پوچھا: میں تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: تہائی مال بہت زیادہ ہے' یا فرمایا: بہت بڑا ہے' انہوں نے کہا کہ پھر لوگ بھی تہائی مال کی وصیت کرنے لگے اور یہ ان کے لیے جائز ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں تہائی مال کی وصیت کرنے کا ذکر ہے۔

٤ - بَابُ قَوْلِ الْمُوْصِي لِوَصِيِّهٖ تَعَاهَدْ وَلَدِي وَمَا يَجُوزُ لِلْوَصِيِّ مِنَ الدَّعْوٰى

وصیت کرنے والے نے وصی سے کہا: میری اولاد کی حفاظت کرنا اور وصی کے لیے دعویٰ کرنا جائز ہے

یعنی وصیت کرنے والے نے وصی سے کہا: میری اولاد کے معاملات میں غور و فکر کرنا اور ان کے احوال کی خیر خبر رکھنا۔

۲۷۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّيْ فَاقْبِضْهُ اِلَيْكَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ اَخَذَهٗ سَعْدٌ فَقَالَ ابْنُ اَخِيْ قَدْ كَانَ عَهِدَ اِلَيَّ فِيْهِ فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ اَخِيْ وَابْنُ اَمَةِ اَبِيْ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَتَسَاوَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ابْنُ اَخِيْ كَانَ عَهِدَ اِلَيَّ فِيْهِ فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ اَخِيْ وَابْنُ وَلِيْدَةِ اَبِيْ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ اِحْتَجِبِيْ مِنْهُ لَمَّا رَاٰى مِنْ شَبَهِهٖ بِعُتْبَةَ فَمَا رَاٰهَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى.

حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ وہ بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا میرے نطفہ سے ہے' تم اس کے اوپر قبضہ کر لینا' پھر جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضرت سعد نے اس لڑکے پر قبضہ کر لیا' پس کہا: یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے' اس نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی' پھر حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے' اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے تو ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا' پس حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے! میرے بھائی نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی' پھر حضرت عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (فیصلہ) فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے' بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر ہو' اور زانی کے لیے پتھر ہیں' پھر آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اس سے پردہ کیا کرو' کیونکہ آپ نے اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تھی' پھر زمعہ کے بیٹے نے حضرت سودہ کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ عتبہ نے اپنے وصی یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تھا کہ میرے بیٹے کے نسب کی حفاظت کرنا۔

۵ - بَابٌ اِذَا اَوْمَاَ الْمَرِيْضُ بِرَاْسِهٖ اِشَارَةً بَيِّنَةً جَازَتْ

جب مریض اپنے سر سے واضح اشارہ کرے تو یہ جائز ہے

۲۷۴۶ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ اَبِيْ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَاْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيْلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ اَفُلَانٌ اَوْ فُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ فَاَوْمَاَتْ بِرَاْسِهَا فَجِيْءَ بِهٖ فَلَمْ يَزَلْ حَتّٰى اعْتَرَفَ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَاْسُهٗ بِالْحِجَارَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن ابی عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا' اس سے پوچھا گیا: تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے یا فلاں نے؟ حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس لڑکی نے سر سے اشارہ کیا' پھر اس کو یہودی کو لایا گیا' اس سے مسلسل پوچھا گیا حتیٰ کہ اس نے اعتراف کر لیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے (اس کے سر کچلنے کا) حکم دیا تو پتھروں سے اس کا سر کچل دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۱۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں مریض کے سر سے واضح اشارہ کرنے کا ثبوت ہے۔

٦ - بَابٌ لَّا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

٢٧٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ وَّرْقَاءَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْاَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسَ وَجَعَلَ لِلْمَرْاَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ. [اطراف الحدیث: ۴۵۷۸-۶۷۳۹]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از ورقاء از ابن ابی نجیح از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ مال اولاد کے لیے ہوتا تھا اور وصیت والدین کے لیے ہوتی تھی' پھر اس میں سے اللہ نے جو چاہا وہ منسوخ کر دیا' پس مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر کر دیا' اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ کر دیا اور بیوی کے لیے (اولاد ہونے کی صورت میں) آٹھواں حصہ اور (اولاد نہ ہو تو) چوتھا حصہ کر دیا اور خاوند کے لیے (اولاد نہ ہو تو) نصف حصہ اور (اولاد ہو تو) چوتھائی حصہ کر دیا۔

باب مذکور کی حدیث کی دیگر کتب حدیث میں تخریج

حضرت ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر حق دار کا حق ادا کر دیا ہے' لہٰذا وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے' بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۱۲۱-۲۱۲۰' سنن ابوداؤد: ۳۵۶۵-۲۸۷۰' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۸-۱۸۷-۱۸۶' سنن بیہقی ج ۶ ص ۸۵-ص ۲۶۳-۲۶۴-۲۴۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۱۴۹' سنن دارقطنی ج ۴ ص ۹۸-۹۷-۷۰' مصنف عبدالرزاق: ۷۲۷۷' مشکوٰۃ: ۳۰۷۴' مطالب: ۱۳۶۷' کنز العمال: ۴۵۷۶-۴۵۷۴' تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۳۷' کامل ابن عدی ج ۱ ص ۲۰۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الفریابی (۲) ورقاء بن عمر بن کلیب ابوبشر الیشکری' یہ اصل میں خوارزم کے تھے' ایک قول یہ ہے کہ کوفہ کے تھے' انہوں نے مدائن میں رہائش رکھی (۳) عبداللہ بن ابی نجیح (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۴)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ والدین کے لیے وصیت منسوخ ہو گئی اور اس کے بدلہ ان کے لیے وراثت کا حصہ مقرر کر دیا گیا' اس سے معلوم ہوا کہ جب والدین کو وراثت مل گئی تو پھر ان کے لیے وصیت جائز نہیں اور جب والدین کے لیے وصیت جائز نہیں تو دیگر ورثاء کے لیے بہ طریق اولیٰ وصیت جائز نہیں ہے۔

آیا ورثاء وصیت کی اجازت دے کر رجوع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے' حضرت ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ الحدیث (سنن ترمذی: ۲۱۲۰)

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ورثاء کے لیے وصیت جائز ہے اور ان کے لیے اس میں رجوع کا حق نہیں ہے' یہ عطاء' حسن بصری' ابن ابی لیلیٰ' زہری' ربیعہ اور اوزاعی کا قول ہے' اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ وہ اگر چاہیں تو اس میں رجوع کر سکتے ہیں' یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' شریح' حکم' طاؤس' ثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا قول ہے۔

امام مالک نے کہا ہے: جب ورثاء نے اس کی صحت کے زمانہ میں وصیت کی اجازت دے دی تو وہ اس وصیت سے رجوع کر سکتے ہیں' اور اگر انہوں نے اس کے مرض میں وصیت کی اجازت دی ہے اور اس وقت کہ جب ان کو مال سے محجوب کیا جائے تو یہ جائز ہے اور یہ اسحاق کا قول ہے۔

پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ وصیت کی ممانعت دوسرے ورثاء کی وجہ سے تھی' پس جب انہوں نے وصیت کی اجازت دے دی تو یہ وصیت جائز ہوگئی' اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص پر کچھ لوگوں کا مال واجب ہو تو جب وہ لوگ اس کو قرض سے بَری کر دیں تو وہ بَری ہو جائے گا اور اس پر اتفاق ہے کہ جب کوئی شخص کسی اجنبی کے لیے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے اور ورثاء اس کی اجازت دے دیں تو یہ جائز ہے۔

جن لوگوں نے اس میں رجوع کو جائز قرار دیا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت انہوں نے اس وصیت کو جائز کہا تھا' اس وقت وہ اس مال کے مالک نہیں تھے' وہ اس مال کے مالک وصیت کرنے والے کی موت کے بعد ہوں گے اور کبھی وارث اس سے پہلے فوت ہو جاتا ہے اور وہ وارث نہیں ہوتا اور دوسرا وارث ہو جاتا ہے اور اس نے اجازت دی ہے' جس کا اس میں کوئی حق نہیں تھا' لہٰذا اس سے کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ جب وصیت کرنے والا تندرست تھا تو وہ اپنے پورے مال کا حق دار تھا کہ اس میں جو چاہے کرے' پس جب ورثاء نے اس کی صحت میں اجازت دے دی تو انہوں نے ایسی چیز کو ترک کر دیا جو ان کے لیے واجب نہیں تھی اور جب انہوں نے اس کے مرض میں اجازت دی ہے تو انہوں نے اپنے حق کو ترک کر دیا' اب ان کے لیے اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۲۱۔ ۱۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۷ - بَابُ الصَّدَقَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ — موت کے وقت صدقہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ موت کے وقت صدقہ کرنا جائز ہے' اگرچہ زندگی میں صدقہ کرنا افضل ہے۔

۲۷۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ حَرِيْصٌ تَاْمُلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از سفیان از عمارۃ از ابوزرعۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست

الْغِنٰی وَتَخْشَی الْفَقْرَ وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰی إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.

ہو حریص ہو تمہیں مال و دولت کی امید ہو اور تم کو فقر کا خطرہ ہو اور (صدقہ میں) ڈھیل نہ دیتے رہو حتیٰ کہ جب تمہاری جان حلقوم تک پہنچ جائے تو پھر تم کہو کہ فلاں کے لیے اتنا ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے اور اب تو یہ فلاں کے لیے ہو ہی جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں موت کے وقت صدقہ کرنے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

۸ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾ (النساء:۱۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ تقسیم وصیت کو ادا کرنے کے بعد ہے جو وہ کر جاتا ہے یا قرض ادا کرنے کے بعد۔ (النساء:۱۱)

اس باب کے عنوان سے امام بخاری کی غرض اس پر استدلال کرنا ہے کہ مریض کے لیے قرض کا اقرار کرنا مطلقاً جائز ہے خواہ جس کے لیے اس نے اقرار کیا ہو وہ اس کا وارث ہو یا اجنبی ہو۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ شُرَيْحًا وَّعُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَطَاؤُسًا وَّعَطَاءً وَابْنَ اُذَيْنَةَ اَجَازُوْا اِقْرَارَ الْمَرِيْضِ بِدَيْنٍ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ شریح' عمر بن عبد العزیز' طاؤس' عطاء اور ابن اذینہ نے مریض کے قرض کے اقرار کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

یہ تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۳۶ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اَحَقُّ مَا تَصَدَّقَ بِهِ الرَّجُلُ اٰخِرَ يَوْمٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَاَوَّلَ يَوْمٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ.

اور حسن بصری نے کہا: آدمی جس چیز کا دنیا کے آخری دن میں اور آخرت کے پہلے دن میں صدقہ کرے' وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا: وارث کے لیے اقرار کرنا جائز نہیں ہے اور حسن بصری نے کہا: اس کی موت کے وقت جو اس کا دنیا میں آخری دن ہے اور آخرت کا پہلا دن ہے' اس دن وہ کسی کے لیے اقرار کرے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ اس تعلیق سے مقصود یہ ہے کہ مریض کا مرض موت میں اقرار کرنا تصدیق کے زیادہ لائق ہے اور اس کے نافذ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول سنن دارمی: ۳۲۵۸ (دار المعرفہ' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَالْحَكَمُ اِذَا اَبْرَاَ الْوَارِثَ مِنَ الدَّيْنِ بَرِئَ.

ابراہیم اور حکم نے کہا: جب وارث کو قرض سے بَری کر دیا تو وہ بَری ہو جائے گا۔

یعنی ابراہیم نخعی اور حکم بن عیینہ نے کہا: جب مریض نے وارث کو قرض سے بَری کر دیا تو وہ بَری ہو جائے گا۔

یہ تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۵۲۷ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَاَوْصٰى رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ اَنْ لَّا تُكْشَفَ اِمْرَاَتُهُ الْفَزَارِيَّةُ عَمَّا اُغْلِقَ عَلَيْهِ بَابُهَا.

اور رافع بن خدیج نے یہ وصیت کی کہ فزاری عورت کے جس مال کا دروازہ بند کیا ہوا ہے' اس کو نہ کھولا جائے۔

اس تعلیق سے مقصود یہ ہے کہ کسی عورت کے خاوند کے فوت ہونے کے بعد اس سے تعرض نہ کیا جائے کیونکہ اس کے گھر میں جتنا

بھی مال ہے' وہ اس عورت کا ہے خواہ اس کے خاوند نے اس کی شہادت نہ دی ہو' گواہی اور اقرار کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے' جب یہ معلوم ہو کہ اس کے خاوند نے جب اس سے نکاح کیا تھا تو وہ فقیرہ اور تہی دست تھی اور اس کے گھر میں جو بھی مردوں کا مال اور اسباب ہے' وہ اس کے خاوند کا ہے۔ امام مالک کا یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۷)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِذْ قَالَ لِمَمْلُوْكِهٖ عِنْدَ الْمَوْتِ قَدْ كُنْتُ اَعْتَقْتُكَ جَازَ.

اور حسن بصری نے کہا کہ جب کسی شخص نے موت کے وقت اپنے غلام سے کہا: میں تم کو آزاد کر چکا ہوں تو یہ جائز ہے۔

حسن بصری کا یہ قول ان کے اس قاعدہ کے مطابق ہے کہ مریض کا اقرار مطلقاً نافذ ہو جاتا ہے اور یہ اپنے اطلاق کی وجہ سے اس کو شامل ہے کہ وہ غلام اس کے تمام مال سے ہو اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ غلام صرف اس کے تہائی مال سے آزاد کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ میں اس تعلیق کی حدیث موصول پر واقف نہیں ہو سکا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۹۷)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ إِذَا قَالَتِ الْمَرْاَةُ عِنْدَ مَوْتِهَا اِنَّ زَوْجِيْ قَضَانِيْ وَقَبَضْتُ مِنْهُ جَازَ.

اور شعبی نے کہا: جب کسی عورت نے اپنی موت کے وقت کہا کہ میرے خاوند نے (میرا حق) ادا کر دیا تھا اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا تو (یہ اقرار) جائز ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس عورت پر اس حالت میں جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی جائے گی۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۹۷' دار المعرفہ' بیروت)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا يَجُوْزُ اِقْرَارُهٗ لِسُوْءِ الظَّنِّ بِهٖ لِلْوَرَثَةِ ثُمَّ اسْتَحْسَنَ فَقَالَ يَجُوْزُ اِقْرَارُهٗ بِالْوَدِيْعَةِ وَالْبِضَاعَةِ وَالْمُضَارَبَةِ.

(امام بخاری نے کہا:) اور بعض الناس (امام ابوحنیفہ) نے کہا: اس مرد کا (یعنی مریض کا) یہ اقرار جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے وارث اس پر بدگمانی کریں گے' پھر انہوں نے اس کے قول کو مستحسن قرار دیا اور کہا: امانت' بضاعت اور مضاربت کے متعلق اس کا قول جائز ہے۔

بضاعت کا معنی ہے: کسی نے کسی کو تجارت کے لیے رقم دی اور اس نے کہا: اس کا نفع میں رکھوں گا' اور مضاربت کا معنی ہے: اس کا نفع دونوں میں تقسیم ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس تعلیق میں امام ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع کی ہے اور اس قول میں ان کی بے ادبی مخفی نہیں ہے' امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ اس قول سے اس مریض کے متعلق ورثاء یہ بدگمانی کریں گے کہ وہ دوسرے ورثاء کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس چیز پر بدگمانی کا اطلاق نہیں کیا جاتا' اور فقہاء احناف نے یہ نہیں کہا ہے کہ اس مریض کا اقرار بعض وارثوں کی بدگمانی کی وجہ سے جائز نہیں ہے' بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ مریض کے اس اقرار کی وجہ سے بعض دوسرے وارثوں کو ضرر ہو گا' جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے لیے کسی قرض کا اقرار کرنا جائز ہے' اور امام مالک کا مذہب بھی امام ابوحنیفہ کی طرح ہے اور علامہ رویانی شافعی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور قاضی شریح اور حسن بن صالح نے کہا ہے کہ بیوی کے مہر کے علاوہ مریض کا کسی وارث کے حق میں اقرار جائز نہیں ہے اور قاسم' سالم اور سفیان ثوری نے کہا ہے کہ مریض کا وارث کے حق میں اقرار کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام شافعی نے ان فقہاء کے قول کی طرف

رجوع کرلیا ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے۔

امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس قول کی نسبت صرف امام ابوحنیفہ کی طرف کی ہے اور ان پر طعن اور تشنیع کی ہے حالانکہ یہ ان کا منفرد مذہب نہیں ہے بلکہ دیگر فقہاء کا بھی یہی قول ہے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ پھر امام ابوحنیفہ نے استحسان سے اس اقرار کو جائز کہا ہے اور قرض کے اقرار میں اور امانت' بضاعت اور مضاربت کے اقرار میں فرق ظاہر ہے کیونکہ قرض کے اقرار کی بناء لزوم پر ہے اور ان چیزوں کے اقرار کی بناء امانت پر ہے اور لزوم اور امانت میں عظیم فرق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۸۔۵۷)

وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ.

اور تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تم بدگمانی کرنے سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۶۷۲۴ پر مذکور ہے۔

امام بخاری کے خیال میں فقہاء احناف مریض کے اقرار کو اس لیے منع کرتے ہیں کہ اس کے ورثاء اس کے متعلق بدگمانی کریں گے' امام بخاری اپنے زعم میں ان کا رڈ کرتے ہیں کہ بدگمانی کرنے سے حدیث میں منع کیا گیا ہے' لہٰذا مریض کے اقرار کا اعتبار کرنا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف مریض کے متعلق بدگمانی کی وجہ سے اس کے اقرار کو منع نہیں کرتے بلکہ اس لیے منع کرتے ہیں کہ جب مریض اپنے ترکہ میں سے کسی کے متعلق رقم دینے کا اقرار کرے گا تو اس سے اس کے وارثوں کو ضرر ہوگا۔

وَلَا يَحِلُّ مَالُ الْمُسْلِمِيْنَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

اور مسلمانوں کا مال (ناجائز کھانا) حلال نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: منافق کی نشانی یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۳۴ پر مذکور ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو بھی اپنے اس مدعا کے ثبوت میں بیان کیا ہے کہ اگر مریض کسی کے حق یا اس کی رقم کا اقرار کرے تو یہ اقرار صحیح ہوگا کیونکہ اگر یہ اقرار صحیح نہ ہو تو جس شخص کا اس پر حق ہے' اس کے ساتھ خیانت ہوگی اور خیانت کرنا نفاق کی علامت ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے حق کا اقرار کرنا واجب ہے' لیکن امام بخاری کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی کے حق کا اقرار کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے' جب اس اقرار کی وجہ سے اس پر کوئی تہمت نہ ہو یا اس اقرار کی وجہ سے کسی کو ضرر نہ ہو جیسے کوئی شخص کسی اجنبی کے حق کا اقرار کرے' اور جب مریض کسی کے حق کا اقرار کرے گا تو اس سے وارثوں کو ضرر ہوگا اور مریض پر یہ تہمت ہوگی کہ وہ وارثوں کا حصہ کم کرنے کے لیے کسی کے حق کا اقرار کر رہا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾ (النساء:۵۸) فَلَمْ يَخُصَّ وَارِثًا وَلَا غَيْرَهُ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کی امانتیں ادا کر دو۔ (النساء:۵۸) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وارث کا یا کسی اور کا استثناء نہیں کیا۔

امام بخاری نے اس آیت کے عموم سے بھی اس پر استدلال کیا ہے کہ مریض کے لیے کسی کے حق کا اقرار کرنا واجب ہے کیونکہ کسی کا حق اس کے پاس امانت ہے اور امانت والے کی امانت کو ادا کرنا واجب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت واجب ہے کہ جب کسی کی امانت ادا کرنے سے دوسرے کو ضرر نہ ہو' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار''۔
(سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۰)

یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی وجہ سے بھی ضرر نہ پہنچائے اور نہ فریقین میں سے کوئی فریق دوسرے کو ضرر پہنچائے۔

اور جب مریض اپنے ترکہ میں سے کسی کے حق کا اقرار کرے گا تو اس سے ورثاء کا حصہ کم ہو جائے گا اور ان کا نقصان ہوگا اور کسی کو نقصان پہنچانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے' نیز مریض پر یہ تہمت لگے گی کہ وہ ورثاء کا حصہ کم کرنے کے لیے کسی کے حق کا اقرار کر رہا ہے اور مواضع تہمت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے' حدیث میں ہے:

علامہ محمد بن محمد حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

زبیر بن بکار نے وفقیات میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص تہمت کے در پے ہوا تو جب اس پر بدگمانی کی جائے تو وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے' اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی نے میری طرف لکھا کہ جس نے اپنے نفس کو تہمت پر پیش کیا' وہ اپنے سوا کسی کو ہرگز ملامت نہ کرے۔
(اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین ج ۷ ص ۲۸۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی مواضع تہمت سے احتراز فرماتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں معتکف تھے تو وہ آپ کی زیارت کے لیے آئیں اور یہ رمضان کے آخری عشرہ کا واقعہ ہے' وہ آپ کے ساتھ کچھ دیر باتیں کرتی رہیں' پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کو واپس کرنے کے لیے کھڑے ہوئے حتیٰ کہ جب وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچیں' جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے پاس ہے تو دو انصار کے مرد گزرے' ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں ٹھہرو! یہ صفیہ بنت حیی ہیں' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! اور ان پر یہ وضاحت بہت سخت اور شاق گزری' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے اور مجھے یہ خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی شبہ ڈال دے گا۔
(صحیح البخاری: ۲۰۳۵' صحیح مسلم: ۲۱۷۵' سنن ابوداؤد: ۲۴۷۵' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۹)

ان آثار اور احادیث سے واضح ہوا کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو تہمت سے دور رکھے' لہٰذا اگر مریض نے اپنے ترکہ میں سے کسی کے حق کا اقرار کیا تو ورثاء اس پر یہ تہمت لگائیں گے کہ اس نے ورثاء کا میراث سے حصہ کم کرنے کے لیے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے' اس لیے مریض کا کسی کے حق کا اقرار کرنا جائز نہیں ہے اور النساء: ۵۸ میں جو امانت واپس کرنے کا حکم ہے' وہ ان احادیث اور آثار کی بناء پر اس صورت کے ساتھ مقید ہے' جب امانت واپس کرنے سے اس پر کوئی تہمت نہ لگے' لہٰذا اس آیت کے عموم سے امام بخاری کا استدلال صحیح نہیں ہے۔

فِيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ منافق کی نشانی یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے' وہ حدیث صحیح بخاری میں آ رہی ہے اور اس کا جواب گزشتہ سطور میں آ چکا ہے۔

۲۷۴۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابوالربیع

حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ اَبُوْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ 'اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ.

ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن مالک بن ابی عامر ابو سہیل نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں' جب وہ بات کرتا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ خیانت کرتا ہے اور جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۳۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ مریض کا کسی کے حق کا اقرار کرنا جائز ہے اور اس حدیث سے وہ امام ابوحنیفہ پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ اس حدیث سے امام بخاری کی وجہ استدلال اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب ہم اس باب کی تعلیقات میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اور ہم نے امام ابوحنیفہ کے مذہب کو بہ کثرت دلائل سے بالکل بے غبار کر دیا ہے۔ وللہ الحمد!

۹ - بَابُ تَاْوِيْلِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ﴾ (النساء:۱۲)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تاویل: (تقسیم وراثت) وصیت کے بعد ہے یا قرض ادا کرنے کے بعد ہے۔ (النساء:۱۲)

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ النساء: ۱۲ میں میت کی وصیت کا ذکر مقدم ہے اور میت کے قرض ادا کرنے کا ذکر مؤخر ہے' جب کہ مسلمانوں کا اس پر تعامل ہے کہ میت کے ترکہ سے پہلے اس کا قرض ادا کیا جاتا ہے کیونکہ یہ واجب ہے اور اس کے بعد اس کے ترکہ سے تہائی مال تک اس کی وصیت پوری کی جاتی ہے' کیونکہ یہ مستحب ہے اور عقل صریح کا بھی یہی تقاضا ہے۔

وصیت کو قرض پر مقدم کرنے کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) وصیت کو نیکی اور صلہ رحم کے طور پر پورا کیا جاتا ہے' اس کے برخلاف قرض کو قہراً ادا کیا جاتا ہے' اس اعتبار سے وصیت افضل ہے' اس لیے اس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) وصیت کو ترکہ سے بغیر عوض کے پورا کیا جاتا ہے' اس کے برخلاف قرض کو عوض سے لیا جاتا ہے' اس لیے وہ ورثاء پر دشوار ہوتا ہے' اس لیے اس کا ذکر مؤخر کیا گیا ہے۔

(۳) وصیت میں یہ خطرہ ہے کہ ورثاء اس کو پورا کرنے میں تقصیر نہ کریں' لہٰذا وہ اہم ہے' اس لیے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔

(۴) وصیت کو وصیت کرنے والا خود ایجاد کرتا ہے' اس لیے اس پر عمل کرنے کی ترغیب کے لیے اس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) وصیت کا تعلق عموماً فقیر اور مسکین کے حصہ سے ہوتا ہے اور قرض کا تعلق امیر آدمی کے حصے سے ہوتا ہے' اس وجہ سے وصیت کا پہلے اور قرض کا بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) وصیت کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہوتا اور قرض کا مطالبہ کرنے والا ہوتا ہے' اس لیے وصیت کا پہلے ذکر کیا گیا اور قرض کا بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (میت کی) وصیت سے پہلے (اس کا) قرض ادا کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے' اس میں اشارہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے' اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث حسب ذیل ہے:

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یہ آیت اس طرح پڑھتے ہو:

مِنْ م بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ. (النساء:۱۲) (تقسیم وراثت) وصیت کے بعد ہے' جس کی تم کو وصیت کی جاتی ہے یا قرض کے بعد۔

اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت پوری کرنے سے پہلے قرض ادا کیا۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی: ۲۰۹۴' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۵' مسند احمد ج ۱ ص ۷۹)

امام ترمذی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو ہم صرف از ابواسحاق از حارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے پہچانتے ہیں اور بعض اہل علم نے حارث میں کلام کیا ہے اور اس حدیث میں عام اہل علم کا عمل ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۲۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے' کیونکہ اس حدیث کا راوی الحارث بن عبداللہ الاعور ضعیف ہے' ابن ابی خیثمہ کہتے تھے کہ میرے والد نے کہا: الحارث الاعور کذاب ہے' ابوزرعہ نے کہا: اس کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' ابن المدینی نے کہا: الحارث کذاب ہے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام بخاری کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ حدیث ضعیف سے استدلال کریں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے لیکن جب امام بخاری نے یہ دیکھا کہ علماء نے اس حدیث پر عمل کیا ہے جس طرح امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے تو انہوں نے اس حدیث پر اعتماد کر لیا کیونکہ اس حدیث کے تقاضے پر اعتماد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (النساء:۵۸) فَاَدَاءُ الْاَمَانَةِ اَحَقُّ مِنْ تَطَوُّعِ الْوَصِيَّةِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت رکھنے والوں کی امانت ادا کر دو۔ (النساء:۵۸) پس امانت (یعنی قرض) کا ادا کرنا نفلی وصیت کو پورا کرنے کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے۔

امام بخاری نے اس سے پہلے باب میں اس آیت کو یہ ثابت کرنے کے لیے ذکر کیا تھا کہ مریض کا اقرار کرنا جائز ہے اور ہم اس پر کلام کر چکے ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ صرف اس کا مستحسن ہے جو صدقہ کرنے کے بعد خوش حال ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۴۲۶ میں مذکور ہے' وہاں اس حدیث پر بحث کی جا چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يُوْصِي الْعَبْدُ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِهٖ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غلام صرف اپنے مالکوں کی اجازت سے وصیت کرے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۵۱۷ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

یہ حدیث صرف اس صورت پر محمول ہے جب غلام مقروض نہ ہو۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَبْدُ رَاعٍ

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غلام اپنے مالک کے مال کا محافظ

فِي مَالِ سَيِّدِهٖ. ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۵۵۴ میں مذکور ہے۔

جب قرض ادا کرنے میں اور وصیت پوری کرنے میں تعارض ہو تو قرض ادا کرنے کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ قرض کو ادا کرنا واجب ہے اور وصیت کو پورا کرنا نفل ہے۔

٢٧٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ لِي يَاحَكِيمُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ اَخَذَهُ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يَدْعُوْا حَكِيمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ فَيَاْبٰى اَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَيَاْبٰى اَنْ يَقْبَلَهُ فَقَالَ يَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ اِنِّي اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِي قَسَمَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَاْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَاْ حَكِيمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء کیا' میں نے پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء کیا' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حکیم! بے شک یہ مال سرسبز میٹھا ہے' لیکن جو اس مال کو استغناء کے ساتھ لے گا' اس کے لیے اس مال میں برکت دی جائے گی' اور جو اپنے نفس کو جھکا کر اس مال کو لے گا اس کے لیے اس مال میں برکت نہیں دی جائے گی' اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا' اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے' حضرت حکیم نے بتایا کہ پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے بعد کسی سے کچھ نہیں لوں گا حتیٰ کہ میں اس دنیا سے چلا جاؤں' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم کو (وظیفہ) عطاء کرنے کے لیے بلاتے تھے پس وہ اس عطاء میں سے کوئی بھی چیز لینے سے انکار کرتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو عطاء کرنے کے لیے بلاتے تھے' پس وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے' پھر حضرت عمر نے کہا: اے مسلمانو! میں ان کو ان کا وہ حق دیتا ہوں جو اللہ نے اس فے (مالِ غنیمت) سے ان کے لیے تقسیم کیا ہے اور یہ اس کو لینے سے انکار کرتے ہیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت حکیم نے لوگوں سے کچھ نہیں لیا حتیٰ کہ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطیات کو قبول کرنے میں زہد کی تعلیم دی ہے اور لینے والے ہاتھ کو نچلا ہاتھ فرمایا ہے تاکہ لوگ لینے سے متنفر ہوں اور قرض کا تقاضا کرنے میں یہ مثال نہیں بیان فرمائی کیونکہ قرض کو وصول کرنے والا ہاتھ نچلا ہاتھ نہیں ہے کیونکہ اس کو یہ حق

حاصل ہے کہ وہ اپنا قرض جبراً وصول کرے لہٰذا قرض قوی ہے اس لیے قرض کو وصیت پر مقدم فرمایا ہے۔

٢٧٥١ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّخْتِيَانِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَالْاِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَّمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ قَالَ وَحَسِبْتُ اَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ مَالِ اَبِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن محمد السختیانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص چرواہا (محافظ) ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا اور امام محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا اور مرد اپنی بیوی کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظہ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا اور خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا راوی نے کہا: اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا کہ مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں کیوں ذکر کیا ہے اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی بہ ظاہر اس حدیث کی اس باب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وصیت کے ذکر کو قرض پر کیوں مقدم کیا گیا ہے اور اس حدیث میں اس کے مناسب کوئی چیز نہیں ہے۔

١٠ - بَابٌ اِذَا وَقَفَ اَوْ اَوْصٰى لِاَقَارِبِهٖ وَمَنِ الْاَقَارِبُ؟

جب کسی شخص نے اپنے رشتہ داروں کے لیے کوئی چیز وقف کی یا وصیت کی تو اس کا کیا حکم ہے اور رشتہ دار کون ہیں؟

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا کیونکہ اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے رشتہ داروں کے لیے تہائی مال کی وصیت کرے تو اس وصیت میں کون سے رشتہ دار شامل ہوں گے؟ امام ابوحنیفہ نے کہا: اس سے مراد اس کے تمام ذو رحم محرم ہیں خواہ وہ اس کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں یا اس کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں اور اس میں ان کی اولاد داخل نہیں ہوگی۔ امام طحاوی نے کہا: البتہ اس میں باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو ماں کی طرف سے رشتہ داروں پر ترجیح ہوگی اور اس میں قرب کا اعتبار ہوگا جو زیادہ قریب ہوگا اس کو زیادہ ترجیح ہوگی۔

اس میں امام شافعی کا مذہب وہ ہے جس کو علامہ نووی نے الروضۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے زید کے رشتہ داروں کے لیے وصیت کی تو اس میں مذکر اور مؤنث اور فقیر اور غنی اور وارث اور غیر وارث اور محرم اور غیر محرم اور قریب اور بعید اور مسلم اور کافر سب داخل ہوں گے کیونکہ رشتہ دار کا لفظ ان سب کو شامل ہے۔

الماوردی الشافعی نے کہا ہے کہ ہر شخص کے لیے وصیت جائز ہے جس پر وقف کرنا جائز ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو عاقل ہو یا

مجنون ہو موجود ہو یا معدوم ہو به شرطیکہ وہ وارث یا قاتل نہ ہو۔

امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ وصیت ہر اس شخص کے لیے جائز ہے جس میں وصیت کرنے والے اور جس کے لیے وصیت کی ہے ان کا باپ واحد ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۳ ۔ ۶۲ ملخصا' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَلْحَةَ اِجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ اَقَارِبِكَ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

اور ثابت نے کہا: از حضرت انس رضی اللہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ سے فرمایا: اس باغ کو اپنے رشتہ دار فقراء کے لیے (وقف) کر دو تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ نے اس باغ کو حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ کے لیے وقف کر دیا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح مسلم: ۲۲۰۵ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ مِّثْلَ حَدِيْثِ ثَابِتٍ قَالَ اِجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ قَرَابَتِكَ قَالَ اَنَسٌ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَكَانَا اَقْرَبَ اِلَيْهِ مِنِّيْ وَكَانَ قَرَابَةُ حَسَّانَ وَاُبَيٍّ مِّنْ اَبِيْ طَلْحَةَ وَاسْمُهٗ زَيْدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ الْاَسْوَدِ بْنِ حَرَامِ بْنِ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ وَحَسَّانُ ابْنُ ثَابِتِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ حَرَامٍ فَيَجْتَمِعَانِ اِلٰى حَرَامٍ وَهُوَ الْاَبُ الثَّالِثُ وَحَرَامُ ابْنُ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ فَهُوَ يُجَامِعُ حَسَّانَ وَاَبَا طَلْحَةَ وَاُبَيًّا اِلٰى سِتَّةِ اٰبَاءٍ اِلٰى عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ وَهُوَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ فَعَمْرُو بْنُ مَالِكٍ يَجْمَعُ حَسَّانَ وَاَبَا طَلْحَةَ وَاُبَيًّا.

اور انصاری نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ' جیسے ثابت کی حدیث ہے' (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: اس (باغ) کو اپنے رشتہ دار فقراء کے لیے (وقف) کر دو' حضرت انس نے کہا: پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ نے اس (باغ) کو حضرت حسان اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ کے لیے وقف کر دیا اور وہ دونوں میری بہ نسبت ان کے زیادہ قریب تھے' اور حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب کی حضرت ابوطلحہ سے قرابت اس طرح تھی کہ حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار ہے اور حسان بن ثابت بن المنذر بن حرام ہے' پس یہ دونوں حرام میں جمع ہو جاتے ہیں اور حرام ان کی پشت میں تیسرے نمبر کے باپ ہیں' اور حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار' وہ حضرت حسان اور حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی' عمرو بن مالک کے ساتھ چھٹی پشت میں جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار ہیں' پس عمرو بن مالک میں حضرت حسان اور حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی جمع ہو جاتے ہیں۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے حضرت ابوطلحہ' حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کا نسب بیان کیا ہے' تاکہ ان کی باہمی رشتہ داری واضح ہو۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا اَوْصٰى لِقَرَابَتِهٖ فَهُوَ اِلٰى اٰبَائِهٖ فِي الْاِسْلَامِ.

اور بعض لوگوں نے کہا کہ جب کسی شخص نے اپنے رشتہ داروں کے لیے وصیت کی تو وہ اس کے مسلمان آباء واجداد کی طرف راجع ہے۔

اس تعلیق میں بعض لوگوں سے امام بخاری کی مراد امام ابو یوسف ہیں' جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں' اس باب کے شروع میں اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ذکر کر دیا گیا ہے اور امام محمد بن حسن شیبانی امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۵)

۲۷۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَلْحَةَ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ تم اس (باغ) کو اپنے رشتہ داروں میں (وقف) کر دو' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کرتا ہوں' پھر حضرت ابوطلحہ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں رشتہ داروں میں وقف کرنے کا ذکر ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۝﴾ (الشعراء:۲۱۴) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: اور آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرایئے۝ (الشعراء:۲۱۴) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریش کی جماعت!

اس تعلیق میں امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے' اور اس کی مفصل روایت سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۷۵۳ میں ہے۔

۱۱ - بَابٌ هَلْ يَدْخُلُ النِّسَاءُ وَالْوَلَدُ فِي الْاَقَارِبِ

کیا رشتہ داروں میں عورتیں اور بچے بھی داخل ہیں؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ عورتیں اور بچے رشتہ داروں میں داخل ہیں یا نہیں؟

۲۷۵۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۝﴾ (الشعراء:۲۱۴) قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی: آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرایئے۝ (الشعراء: ۲۱۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: اے قریش کی جماعت! یا اس کی مثل کوئی اور الفاظ فرمائے: تم اپنی جانوں کو (ایمان لا کر) عذاب سے بچا لو میں تمہیں (اللہ کی اجازت کے بغیر) اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا' اے بنو عبد مناف!

اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِيْ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا تَابَعَهُ أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

[اطراف الحدیث: ۳۵۲۷-۴۷۷۱]

(میں اذنِ الٰہی کے بغیر) تم کو اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا' اے عباس بن عبد المطلب! میں تم کو نہیں (حکم الٰہی کے بغیر) اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا اور اے صفیہ! رسول اللہ کی پھوپھی! (اذنِ الٰہی کے بغیر) میں تم کو اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا' اور اے فاطمۃ بنت محمد! تم میرے مال سے جو چاہو سوال کرو' (اللہ کی اجازت کے بغیر) میں تم سے اللہ کا عذاب بالکل دور نہیں کروں گا۔ اصبغ نے شعیب کی متابعت کی ہے از ابن وہب از یونس از ابن شہاب۔

(صحیح مسلم: ۲۰۴' الرقم المسلسل: ۳۸۹' سنن نسائی: ۳۶۴۳' سنن ترمذی: ۳۱۸۵' صحیح ابن حبان: ۶۴۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۷۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۴۰۲۔ ج ۱۴ ص ۱۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مکمل مطابقت نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث میں جو آیت ذکر کی ہے وہ رشتہ داروں کو ڈرانے کے متعلق ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' اور اس باب کا عنوان ہے کہ کیا عورتیں اور بچے رشتہ داروں میں داخل ہیں؟ اس حدیث میں عورتوں کا ذکر تو ہے لیکن بچوں کا ذکر نہیں ہے' اس لحاظ سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے صرف ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت کمسن بچی تھیں' اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہو گئی۔)

اولاد کے لفظ میں بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد کے دخول میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اولاد کے لفظ کا بیٹوں اور بیٹیوں دونوں پر اطلاق ہوتا ہے' اور وہ عورتیں جو اس کی صلب سے ہوں جیسے بیٹی اور عصبات جیسے پھوپھی اور بہن' یہ قریبی رشتہ داروں میں داخل ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنی پھوپھی کو عذاب سے ڈرایا' اسی طرح اپنی بیٹی کو بھی عذاب سے ڈرایا۔

اس میں اختلاف ہے کہ بیٹیوں کی اولاد یا پھوپھیوں کی اولاد' جو ایک باپ میں جمع نہ ہوں' وہ قریبی رشتہ داروں میں داخل ہیں یا نہیں؟ پس امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی جائیداد کو اپنی اولاد پر وقف کیا تو اس میں اس کا بیٹا اور بیٹے کی اولاد داخل ہے' اور بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہے' اسی طرح جب اس نے اپنے رشتہ داروں کے لیے وصیت کی تو اس میں اس کی بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہو گئی' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قرابت ہر ذی رحم محرم کے ساتھ خاص ہے' پس ان کے نزدیک قرابت داروں سے چچا کا بیٹا' پھوپھی کا بیٹا اور ماموں کا بیٹا اور خالہ کا بیٹا خارج ہیں کیونکہ یہ محرم نہیں ہیں۔

امام شافعی کے نزدیک ہر ذی رحم محرم اور اس کا غیر رشتہ دار ہے' لہٰذا ان کے نزدیک چچا کا بیٹا وغیرہ ساقط نہیں ہوتا اور امام مالک نے کہا: اس میں بیٹیوں کی اولاد داخل نہیں ہے۔

اولاد میں بیٹیوں کی اولاد کے دخول پر دلائل اور ان پر علامہ ابن بطال کا اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ جن فقہاء نے بیٹیوں کی اولاد کو اقارب اور رشتہ داروں میں داخل کیا ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے' اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسن کی طرف اور آپ یہ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۹۔ ۲۷۰۴ 'سنن ابوداؤد: ۴۶۶۲ 'سنن ترمذی: ۳۷۷۳ 'مسند احمد ج ۵ ص ۳۷)

اور قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى. (الحجرات: ۱۳) بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔

پس اولاد مرد کا بھی حصہ ہے اور عورت کا بھی حصہ ہے اور تولّد (پیدائش) جس طرح باپ کی طرف سے ہوتی ہے' اسی طرح ماں کی طرف سے ہوتی ہے اور قرآن مجید کی درج ذیل آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَO وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَO (الانعام: ۸۵۔ ۸۴)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطاء کیے' ہم نے سب کو ہدایت دی' اور ان سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی' اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزاء دیتے ہیںO اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (سب کو ہدایت عطاء فرمائی) یہ سب صالحین میں سے ہیںO

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد فرمایا ہے حالانکہ وہ ان کی بیٹی کے بیٹے ہیں' اور بیٹے کی اولاد اور بیٹی کی اولاد میں کوئی فرق نہیں کیا۔

اس آیت سے استدلال کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ پر حضرت ابراہیم کی ذرّیت کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت حسن بن علی کو فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے یہ بھی اطلاقِ مجازی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۳۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ جواب صحیح نہیں ہے' قرآن مجید اور حدیث رسول کے اطلاق کو بغیر کسی دلیل کے مجاز پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے' کسی لفظ کو مجاز پر اس وقت محمول کیا جاتا ہے جب اس لفظ سے حقیقت کا ارادہ کرنا محال ہو اور یہاں پر ایسا نہیں ہے' لہٰذا صحیح یہ ہے کہ اولاد کا لفظ بیٹے کی اولاد اور بیٹی کی اولاد دونوں کو شامل ہے اور جب کسی شخص نے اپنی اولاد کے لیے وصیت کی یا ان کے لیے جائیداد کو وقف کیا تو اس میں بیٹوں اور بیٹیوں دونوں کی اولاد شامل ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

حدیث مذکور سے شیخ اسماعیل دہلوی کا اہل بیت کے حق میں شفاعت پر اعتراض اور مصنف کے جوابات

اس حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۵۳ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جمع کر کے ایمان نہ لانے کی تقدیر پر سب کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ نے اس حدیث کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابوہریرہ نے کہ جب اتری یہ آیت کہ ڈراوے تو اپنی برادری کو جو نا تا رکھتے ہیں تجھ سے' تو پیغمبر خدا نے اپنے ناتے والوں کو پھر اکٹھا کر کے پکارا' اور جدا جدا بھی' سو فرمایا: اے اولاد کعب بن لوی کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہیں اختیار رکھتا تمہارا اللہ کے یہاں کچھ' یا یوں فرمایا کہ بے شک میں نہیں کام آنے کا تمہارے' اللہ کے یہاں کچھ' اور اے اولاد مرہ بن کعب! اے اولاد عبد شمس کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے' اللہ کے یہاں کچھ' اور اے اولاد عبد مناف کی! بچاؤ تم اپنی جان کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے' اللہ کے ہاں کچھ' اور اے اولاد عبد المطلب کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے' اللہ کے یہاں کچھ' اور اے فاطمہ! بچاؤ تم اپنی جان کو آگ سے' مانگ لے مجھ سے جتنا چاہیے میرا مال' نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے یہاں کچھ۔

اس حدیث کا مذکور الصدر ترجمہ کرنے کے بعد شیخ اسماعیل دہلوی نے ف کا عنوان قائم کر کے اس حدیث کا حسب ذیل فائدہ لکھا ہے:

یعنی اور جو لوگ کسی بزرگ کے قرابتی ہوتے ہیں' ان کو اس کی حمایت پر بھروسا ہوتا ہے اور اس پر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں' سو اس لیے اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قرابتیوں کو ڈرا دیوے' انہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک (کو) کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہوسکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو' سو یہ میرا مال موجود ہے' اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے' وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا' سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آتی جب تک کچھ معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے تو کچھ کام نہیں نکلتا۔ (تقویت الایمان (کلاں) ص ۲۵' مطبوعہ علیمی' لاہور)

شیخ اسماعیل دہلوی نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قریبی اعزہ کو حتیٰ کہ سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے' ہمارے نزدیک یہ کہنا قطعاً باطل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اقارب کو اذنِ الٰہی سے ضرور فائدہ پہنچائیں گے اور اس کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

امام مسلم نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس کے آخر میں ہے: میرا تمہارے ساتھ رحم کا تعلق ہے اور میں عنقریب اس کی تراوٹ تمہیں پہنچاؤں گا' یعنی تم کو نفع پہنچاؤں گا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۴' الرقم المسلسل: ۳۸۹' سنن نسائی: ۳۶۴۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا' پھر جو ان سے زیادہ قریب ہوں۔ الحدیث

(المعجم الکبیر: ۱۳۵۵۰' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۹۰' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۸۱۔ ۳۸۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

بے شک اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ نہ تمہیں عذاب دے گا اور نہ تمہاری اولاد کو۔

(المعجم الکبیر: ۱۱۶۸۵۔ ج ۱۱' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے میرے اہل بیت کے متعلق یہ وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جس نے توحید کا اقرار کیا' میں ان کو عذاب نہیں دوں گا۔

(المستدرک ج ۳ ص ۱۵۰' حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۷۰۴)

اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے بنوعبد مناف' حضرت عباس' حضرت صفیہ اور حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: (اللہ کی اجازت کے بغیر) میں تم سے اللہ کا عذاب بالکل دور نہیں کروں گا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۵۳) اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ آپ کے رشتہ داروں میں سے جو آپ پر ایمان نہیں لایا اور موت تک کفر اور شرک پر قائم رہا' آپ اس کی شفاعت نہیں فرمائیں گے اور اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کریں گے' لیکن جو آپ پر ایمان لے آیا اور اس سے عمل میں کچھ تقصیر ہوگئی اور آپ ایسے عام مسلمانوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے تو پھر آپ اپنے خواص اور اپنے اقربین کی شفاعت کیوں نہیں فرمائیں گے۔

اس حدیث کی بہت زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے الشعراء: ۲۱۴ میں کی ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۸ ص ۴۶۷-۴۶۱۔

۱۲ - بَابُ هَلْ يَنْتَفِعُ الْوَاقِفُ بِوَقْفِهِ؟

کیا وقف کرنے والا خود بھی اپنے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دوسروں کی طرح واقف خود بھی اپنے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

وَقَدِ اشْتَرَطَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَّلِيَهُ اَنْ يَّاْكُلَ.

اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر وقف کا منتظم وقف سے کچھ کھالے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۳۷ میں مذکور ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

وقف کرنے والے کے لیے اپنے وقف سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے اس وقف کو اللہ کی رضا کے لیے نکالا ہے اور اس کو اپنی مِلک سے منقطع کر دیا ہے' لہٰذا اس کا اس وقف سے کچھ فائدہ اٹھانا اپنے صدقہ میں رجوع کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا ہے اور اس کے لیے صرف اس صورت میں اپنے وقف سے نفع اٹھانا جائز ہے' جب اس نے اس وقف میں اس کی شرط لگا دی ہو یا وقف کرنے والا اس وقف کا محتاج ہو جائے یا اس کے ورثاء محتاج ہوں تو پھر ان کے لیے اس وقف سے کھانا جائز ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی مکان کو یا کسی ہتھیار کو یا کسی غلام کو اللہ کی راہ میں وقف کیا اور طویل عرصہ تک یہ وقف جاری رہا' پھر واقف نے ارادہ کیا کہ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح اس وقف سے فائدہ اٹھائے تو اگر وہ اس کا محتاج ہے تو پھر اس کا اس وقف سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۳۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

وَقَدْ يَلِي الْوَاقِفُ اَوْ غَيْرُهُ.

اور کبھی واقف خود اور کبھی دوسرا شخص اس کے وقف کا منتظم ہوتا ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وقف کرنے والا یہ شرط لگالے کہ وہ اس واقف کا خود انتظام کرے گا تو یہ جائز ہے۔

وَكَذٰلِكَ مَنْ جَعَلَ بَدَنَةً اَوْ شَيْئًا لِّلّٰهِ فَلَهُ اَنْ يَّنْتَفِعَ بِهَا كَمَا يَنْتَفِعُ غَيْرُهُ وَاِنْ لَّمْ يَشْتَرِطْ.

اور اسی طرح جس شخص نے قربانی کے اونٹ کو یا اور کسی چیز کو اللہ کے لیے وقف کر دیا تو اس کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز

ہے' جس طرح دوسروں کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے'
خواہ اس نے شرط نہ لگائی ہو۔

یہ بھی امام بخاری کی عبارت ہے اور اس سے انہوں نے یہ اشارہ کیا ہے کہ واقف کے لیے اپنے وقف سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے' بہ شرطیکہ اس سے اس کے وقف کو ضرر نہ پہنچے۔

٢٧٥٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَّسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ لَهٗ اِرْكَبْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ اِرْكَبْهَا وَيْلَكَ اَوْ وَيْحَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کیا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کا اونٹ لے جا رہا تھا' آپ نے اس سے فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ' تو اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے' پھر آپ نے اس سے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تمہیں عذاب ہو' یا فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم اس پر سوار ہو جاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ جس اونٹ کو قربانی کے لیے وقف کر دیا ہو' اس سے بھی نفع حاصل کرنا جائز ہے۔

٢٧٥٥ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَّسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ اِرْكَبْهَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ اِرْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّانِيَةِ اَوْ فِي الثَّالِثَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کا اونٹ لے جا رہا تھا' آپ نے اس سے فرمایا: اس پر سوار ہو! اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے' آپ نے دوسری بار یا تیسری بار فرمایا: تم پر افسوس ہے! اس پر سوار ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩٩ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابٌ اِذَا وَقَفَ شَيْئًا فَلَمْ يَدْفَعْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ فَهُوَ جَائِزٌ

جب کسی چیز کو وقف کر کے اس کو دوسرے کے حوالہ نہ کرے تو جائز ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ وقف صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کو اپنے قبضہ سے نکال کر دوسرے کو دیا جائے' امام شافعی اور امام ابویوسف کا یہی قول ہے اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ اس وقت تک وقف صحیح نہیں ہے جب تک کہ اس کو اپنے قبضہ سے نکال کر دوسرے کے حوالہ نہ کر دے' امام ابویوسف اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر' حضرت علی اور سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہم نے کچھ اموال وقف کیے اور ان کو اپنے قبضہ میں رکھا اور وہ اس میں سے صدقہ کرتے تھے اور اس سے نفع حاصل کرتے تھے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ وقف' غلام کو آزاد کرنے کے مشابہ ہے کیونکہ ان دونوں میں اللہ کی رضا کے لیے دوسروں کو کسی چیز کا مالک بنایا جاتا ہے'

لہٰذا صرف قول سے یہ نافذ ہو جاتا ہے اور اس میں قبضہ کی ضرورت نہیں ہے' اور یہ ہبہ سے ممتاز ہے کیونکہ اس میں کسی آدمی کو مالک بنایا جاتا ہے' اس لیے وہ بغیر قبضہ کے مکمل نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۹)

لِاَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَوْقَفَ وَقَالَ لَا جُنَاحَ عَلٰی مَنْ وَّلِیَهٗ اَنْ یَّاْكُلَ وَلَمْ یَخُصَّ اِنْ وَّلِیَهٗ عُمَرُ اَوْ غَیْرُهٗ.

کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کیا اور فرمایا: جو اس کا منتظم بنے اس کے لیے اس میں سے کھانے میں کوئی گناہ نہیں ہے' اور انہوں نے اس کی تخصیص نہیں کی کہ خواہ اس کا انتظام حضرت عمر کریں' یا کوئی دوسرا کرے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جس قول سے استدلال کیا ہے' وہ صحیح البخاری: ۲۷۳۷ میں مذکور ہے' حضرت عمر نے جب وقف کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اس کو اپنے قبضہ سے نکال دیں' اس سے معلوم ہوا کہ اگر واقف وقف کو اپنے قبضہ میں رکھے' پھر بھی وقف صحیح ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ طَلْحَةَ اَرٰی اَنْ تَجْعَلَهَا فِی الْاَقْرَبِیْنَ فَقَالَ اَفْعَلُ فَقَسَمَهَا فِیْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِیْ عَمِّهٖ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ تم اس باغ کو اپنے قرابت داروں میں وقف کر دو' تو انہوں نے کہا: میں کرتا ہوں! پھر انہوں نے اس باغ کو اپنے قرابت داروں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۵۲ میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقف کرنے کے جواز میں قبضہ کی شرط نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث روایت نہیں کی اور تعلیقات کے ضمن میں جو احادیث ذکر کی ہیں' ان پر اکتفاء کر لیا ہے۔

۱۴ - بَابٌ اِذَا قَالَ دَارِیْ صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ وَلَمْ یُبَیِّنْ لِلْفُقَرَاءِ اَوْ غَیْرِهِمْ فَهُوَ جَائِزٌ وَّیَضَعُهَا فِی الْاَقْرَبِیْنَ اَوْ حَیْثُ اَرَادَ

جب کسی شخص نے کہا: میرا مکان اللہ کی رضاء کے لیے صدقہ ہے اور فقراء یا دوسرے لوگوں کا بیان نہیں کیا' تو یہ جائز ہے خواہ وہ اس کو اپنے رشتہ داروں میں وقف کر دے یا جہاں ارادہ کرے

علامہ محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے: جب کوئی شخص یہ کہے کہ میری یہ زمین صدقہ ہے اور اس پر کوئی اضافہ نہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ اصل زمین کو فقراء اور مساکین پر صدقہ کر دے یا اس کو فروخت کر دے اور اس کی قیمت کو مساکین پر صدقہ کر دے' اور یہ وقف نہیں ہے اور اگر وہ فوت ہو گیا تو یہ ساری زمین اس کی وراثت میں ہو گی' اور ہر وہ صدقہ جس کی کسی مسکین کی طرف اضافت نہ ہو' اس کا یہی حکم ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ طَلْحَةَ حِیْنَ قَالَ اَحَبُّ اَمْوَالِیْ اِلَیَّ بِیْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ فَاَجَازَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ.

جب حضرت ابوطلحہ نے کہا: میرا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء (کا باغ) ہے اور یہ اللہ کی رضاء کے لیے صدقہ ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (تم اس باغ کو اپنے قرابت

داروں میں وقف کردو' پس حضرت ابوطلحہ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں وقف کر دیا) تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا۔

اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَايَجُوْزُ حَتّٰى يُبَيِّنَ لِمَنْ وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ.

اور بعض فقہاء نے کہا کہ یہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ یہ بیان کر دے کہ یہ (صدقہ) کسی کے لیے ہے اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے' یعنی بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس طرح صدقہ کرنا جائز نہیں ہے' حتیٰ کہ وہ معین کر کے بتائے کہ وہ کس کے لیے صدقہ کر رہا ہے' اور بعض فقہاء سے امام بخاری کی مراد امام شافعی ہیں' وہ کہتے ہیں کہ وقف اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ اس کا مصرف معین کر دے اور وہ چیز اس کی ملک میں رہے گی اور وقف نہیں ہوگی' اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں وقف صحیح ہے اور امام مالک' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷)۔

۱۵ - بَابٌ اِذَا قَالَ اَرْضِىْ اَوْ بُسْتَانِىْ صَدَقَةٌ عَنْ اُمِّىْ فَهُوَ جَائِزٌ وَّاِنْ لَّمْ يُبَيِّنْ لِمَنْ ذٰلِكَ

جب کسی شخص نے کہا: میری زمین یا میرا باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے تو یہ جائز ہے' خواہ وہ یہ نہ بیان کرے کہ یہ کس کے لیے صدقہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ صورتِ مذکورہ میں صدقہ جائز ہے اور ہم اس سے پہلے باب میں بیان کر چکے ہیں کہ اس صورت میں امام شافعی اور امام مالک اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا اختلاف ہے۔

۲۷۵۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ يَعْلٰى اَنَّهٗ سَمِعَ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ اَنْبَاَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تُوُفِّيَتْ اُمُّهٗ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّىْ تُوُفِّيَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْهَا اَيَنْفَعُهَا شَىْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّىْ اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِىَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا. [اطراف الحدیث: ۲۷۶۲-۲۷۷۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یعلیٰ نے خبر دی' انہوں نے عکرمہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں فوت ہو گئیں اور وہ اس وقت اپنی ماں کے پاس سے غائب تھے (یعنی ان کے پاس نہ تھے)' سو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بے شک میری ماں وفات پا گئی ہیں' اور میں اس وقت ان سے غائب تھا' اگر میں ان کی طرف سے کسی چیز کو صدقہ کروں تو کیا اس سے ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا المخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سلام' صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں صرف محمد مذکور ہے اور مشہور محمد بن سلام ہے (۲) مخلد بن یزید (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۴) یعلیٰ بن حکیم' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام یعلیٰ بن مسلم بن ہرمز ہے (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس

(٦) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٧)

حضرت سعد بن عبادہ کی ماں کا تذکرہ ''حائط'' اور ''مخراف'' کے معانی اور ایصالِ ثواب کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد بن عبادہ کی ماں کا ذکر ہے' ان کا نام عمرۃ بنت مسعود ہے' یہ انصاریہ خزرجیہ ہیں' امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ اسلام لائیں اور بیعت کی اور یہ پانچ ہجری میں فوت ہوگئیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت غزوۂ دومۃ الجندل میں تھے اور ان کے بیٹے حضرت سعد بن عبادہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' جب یہ حضرات اس غزوہ سے واپس آئے تو حضرت سعد بن عبادہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ نے ان کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی' ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل صحابی ہے' کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت اپنے والدین کے ساتھ مکہ میں تھے۔

نیز اس حدیث میں ''حائط'' اور ''مخراف'' کا لفظ ہے' ''حائط'' کا معنی ہے: کھجوروں کا ایسا باغ جس کے گرد چار دیواری ہو۔ ''مخراف'' حضرت سعد بن عبادہ کے باغ کا نام ہے' اور ''مخراف'' اس تھیلے کو کہتے ہیں جس میں درختوں سے پھل توڑ کر رکھ لیے جاتے ہیں' علامہ ابن الاثیر نے کہا: ''مخراف'' کا معنی کھجور کا درخت ہے اور اس کا معنی تازہ کھجوریں بھی ہیں' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''مخراف'' کا معنی درخت ہے اور یہی صحیح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس سے اس کو نفع ہوتا ہے اور قرآن مجید پڑھنے کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

ایصالِ ثواب کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث

(١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو کچھ صدقہ کرتی' پس اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو کوئی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح البخاری: ٢٧٦٠۔١٣٨٨' صحیح مسلم: ١٠٠٤' سنن ابن ماجہ: ٢٧١٧)

(٢) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے' قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کر دیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے' وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا۔ (صحیح البخاری: ١٥١٣' صحیح مسلم: ١٣٣٤' سنن ابوداؤد: ١٨٠٩' سنن نسائی: ٢٦٤١)

(٣) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اب وہ فوت ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ کا قرض ادا کرو' وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری: ٦٦٩٩' سنن ابوداؤد: ١٨٠٩' مسند الحمیدی: ٥٠٧' سنن داری: ١٨٤٠)

(٤) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی' پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی' آیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف

سے حج کرو' یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اللہ کا قرض ادا کرو' کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔

(صحیح البخاری:۷۳۱۵ 'موطأ امام مالک:۲۳۶)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا' وہ مینڈھا لایا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ! پھر فرمایا: اس چھری کو پتھر سے تیز کرو' انہوں نے اس چھری کی دھار تیز کی' پھر آپ نے اس چھری کو پکڑ کر اس مینڈھے کو گرایا' پھر اس کو ذبح کرنے لگے' پھر یہ دعا کی: بسم اللہ! اے اللہ! اس کو محمد اور آلِ محمد اور اُمتِ محمد کی طرف سے قبول فرما! پھر اس کو قربان کر دیا۔ (صحیح مسلم:۱۹۶۷' سنن ابوداؤد:۲۷۹۲)

(۶) حنش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے' میں نے ان سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں' سو میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں (سنن ترمذی میں ہے: میں اس قربانی کو کبھی ترک نہیں کروں گا)۔

(سنن ابوداؤد:۲۷۹۰' سنن ترمذی:۱۴۹۵' مسند احمد ج۱ ص۱۰۷' المستدرک ج۴ ص۲۳۰-۲۲۹' سنن بیہقی ج۹ ص۲۸۸)

(۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ بے شک میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی ہے' اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم پر پانی کا صدقہ لازم ہے۔ (المعجم الاوسط:۸۰۵۷' مکتبۃ المعارف' ریاض)

(۸) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے' انہوں نے کوئی وصیت کی ہے نہ صدقہ' اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا وہ مقبول ہوگا؟ اور انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگرچہ تم بکری کا جلا ہوا کھر صدقہ کرو۔ (المعجم الاوسط:۴۷۸۶' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

(۹) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص نفلی صدقہ کر کے اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے قرار دیتا ہے تو انہیں بھی اس صدقہ کا اجر و ثواب ملتا ہے اور اس کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

(مجمع الزوائد ج۳ ص۱۳۹' دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

(۱۰) عمرو بن شعیب اپنے باپ سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے اپنے حصہ کے پچاس غلام آزاد کر دیئے' پھر اس کے دوسرے بیٹے عمرو نے ارادہ کیا کہ بقیہ پچاس غلام آزاد کر دے' پھر انہوں نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھ لوں' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے اپنے حصہ کے پچاس غلام آزاد کر دیئے اور پچاس غلاموں کو آزاد کرنا باقی ہے' کیا میں اپنے باپ کی طرف سے ان کو آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا تم اس کی طرف سے حج کرتے تو اس کو ان عبادات کا ثواب پہنچتا۔ (سنن ابوداؤد:۲۸۸۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۳۸۷-۳۸۶' سنن بیہقی ج۶ ص۲۷۹' مسند احمد ج۲ ص۱۸۲)

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا ہے' اگر اچانک انتقال نہ ہوا ہوتا تو ضرور وہ صدقہ کرتیں اور کچھ دیتیں' تو کیا میرا ان کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کرنا نہیں کفایت کرے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم ان کی طرف سے صدقہ کرو۔ (سنن ابوداؤد:۲۸۸۱)

(۱۲) حجاج بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: میرے ماں باپ ہیں جن کے ساتھ میں زندگی میں نیکی کرتا تھا' اب ان کی موت کے بعد میں ان کے ساتھ کیسے نیکی کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ نیکی اس طرح ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لیے روزہ رکھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۷' ادارۃ القرآن' کراچی)

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا: شبرمہ کی طرف سے لبیک' آپ نے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے یا میرا رشتہ دار ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج کرلیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پہلے اپنا حج کرو' پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۱۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۳۹)

(۱۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا کوئی قرض ادا کیا' وہ قیامت کے دن نیکی کرنے والوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۱۵) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو وہ حج اس کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور اس کے والدین کی طرف سے بھی اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۱۶) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے حج کیا' اس کا اپنا حج بھی ہوگیا اور اس کو دس حج کرنے کی فضیلت ملے گی۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹' بیروت)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس پر جو حج فرض ہے' وہ اس کو ادا کرنے کی نیت کرے' پھر اس کا ثواب اپنے ماں باپ کو پہنچا دے۔

(۱۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہوگیا اور اس نے حج نہیں کیا: آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کرتے تو وہ قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھا' پھر اس کا اجر اس قبرستان کے مُردوں کو بخش دیا تو اس قبرستان کے جتنے مردے ہیں' اتنی بار اس کے پڑھنے کا اس شخص کو اجر لے گا۔ (جمع الجوامع: ۲۳۱۵۲' التذکرہ ج ۱ ص ۱۲۸' شرح الصدور ص ۳۱۲)

(۱۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قبرستان میں جا کر سورۂ یٰسٓ پڑھی' اللہ تعالیٰ اس دن مُردوں کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے اور قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کو نیکیاں عطاء فرماتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۳۷۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

(۲۰) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورۂ یٰسٓ پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔ (کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

ایصالِ ثواب کے ثبوت میں یہ بیس احادیث ہیں اور ایک حدیث اس باب میں مذکور ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۵۶) سو یہ کل اکیس احادیث ہیں' ان میں سے بعض کی سند کی تفصیل اور ان پر اعتراضات کے جوابات اور ایصالِ ثواب کے ثبوت میں ائمہ مذاہب کے

اقوال اور دیگر مباحث ہم نے سورۃ النجم: ۳۹ کی تفسیر میں بیان کر دیئے ہیں' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۵۶۶۔ ۵۳۲۔

١٦ - بَابٌ إِذَا تَصَدَّقَ أَوْ وَقَفَ بَعْضَ مَالِهِ أَوْ بَعْضَ رَقِيقِهِ أَوْ دَوَابِّهِ فَهُوَ جَائِزٌ

جب کسی شخص نے اپنا کچھ مال یا کوئی غلام یا کوئی سواری' صدقہ کی یا وقف کی تو یہ جائز ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کچھ مال کا صدقہ کرے یا اس کو وقف کرے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی اور اکثر فقہاء اس پر متفق ہیں کہ تندرست آدمی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی صحت کے زمانہ میں اپنے کل مال کا صدقہ کر دے' مگر فقہاء نے کہا ہے کہ اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے لیے اتنا مال باقی رکھے جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور قدرتی آفات' مرض اور فقر وغیرہ میں اسے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے' کیونکہ دنیا کی آفات اور مصائب بہت زیادہ ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اچانک اس کی بینائی جاتی رہے یا وہ اپاہج ہو جائے اور اسے علاج کے لیے رقم کی ضرورت ہو' کیونکہ جب حضرت کعب بن مالک نے کہا: اے نبی اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولوں گا اور اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کروں گا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو' یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر: ۹۰۔ ج ۱۹ ص ۴۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٧٥٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ. [اطراف الحدیث: ۲۹۴۷۔ ۲۹۴۸۔ ۲۹۴۹۔ ۲۹۵۰۔ ۳۰۸۸۔ ۳۵۵۶۔ ۳۸۸۹۔ ۳۹۵۱۔ ۴۴۱۸۔ ۴۶۷۳۔ ۴۶۷۶۔ ۴۶۷۷۔ ۴۶۷۸۔ ۶۲۵۵۔ ۶۶۹۰۔ ۷۲۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب نے خبر دی کہ عبداللہ بن کعب نے بتایا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال سے خالی ہو جاؤں اور اس کو اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر دوں' تو آپ نے فرمایا: تم اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو' یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے' تو میں نے عرض کیا: مجھے خیبر میں جو مال ملا تھا اس کو اپنے لیے رکھ لیتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۷۶۹' الرقم المسلسل: ۶۹۱۰' سنن ابوداؤد: ۳۳۰۲' سنن نسائی: ۳۴۲۱۔ ۳۴۲۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۷۷۔ ج ۲۵ ص ۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کے لیے اپنے بعض مال کا صدقہ کرنا جائز ہے۔

غنا کی فقر پر فضیلت اور توبہ کرنے کے بعد نیک اعمال کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ غنیٰ' فقر سے افضل ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مال تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین کا صدقہ کرنا جائز ہے اور غلام کو مساکین پر وقف کرنا جائز ہے۔
غلام اور حیوان کو صدقہ کرنے میں جو فقہاء کا اختلاف ہے اس کا میں عنقریب ذکر کردوں گا۔
المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اس شخص کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرے اور دوسرے نیک اعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۷ - بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ اِلٰی وَكِيْلِهٖ ثُمَّ رَدَّ الْوَكِيْلُ اِلَيْهِ

جس شخص نے اپنے وکیل کو صدقہ دیا پھر وکیل نے وہ صدقہ واپس کر دیا

صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں یہ عنوان اور یہ حدیث مذکور نہیں ہے اسی وجہ سے علامہ ابن بطال نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

۲۷۵۸ - **وَقَالَ** اِسْمٰعِيْلُ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) جَاءَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهٖ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بِيْرُحَاءَ قَالَ وَكَانَتْ حَدِيْقَةً كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَسْتَظِلُّ بِهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّائِهَا فَهِيَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْجُوْا بِرَّهٗ وَذُخْرَهٗ فَضَعْهَا اَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخْ يَا اَبَا طَلْحَةَ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ قَبِلْنَاهُ مِنْكَ وَرَدَدْنَاهُ اِلَيْكَ فَاجْعَلْهُ فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ اَبُوْ طَلْحَةَ عَلٰى ذَوِيْ رَحِمِهٖ قَالَ وَكَانَ مِنْهُمْ اُبَيٌّ وَّحَسَّانُ قَالَ وَبَاعَ حَسَّانُ حِصَّتَهٗ مِنْهُ مِنْ مُّعَاوِيَةَ فَقِيْلَ لَهٗ تَبِيْعُ صَدَقَةَ اَبِيْ طَلْحَةَ فَقَالَ اَلَا اَبِيْعُ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ بِصَاعٍ مِّنْ دَرَاهِمَ قَالَ وَكَانَتْ تِلْكَ الْحَدِيْقَةُ فِيْ مَوْضِعِ قَصْرِ بَنِيْ حُدَيْلَةَ الَّذِيْ بَنَاهُ مُعَاوِيَةُ.

اور اسماعیل نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ (انہوں نے کہا:) مجھے اس حدیث کا علم صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے بتایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: تم اس وقت تک ہرگز نیکی نہ پاسکو گے جب تک کہ اس چیز سے نہ خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران: ۹۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: تم اس وقت تک ہرگز نیکی نہ پاسکو گے جب تک کہ اس چیز سے نہ خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران: ۹۲) اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء ہے اور وہ ایک باغ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے اور اس کا سایا طلب کرتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے سو اب وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کی راہ میں صدقہ ہے) میں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرۂ آخرت ہونے کی امید رکھتا ہوں یارسول اللہ! آپ کو اللہ عزوجل جہاں بتائے آپ اس کو وہاں خرچ کیجئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو! اے ابوطلحہ! یہ تو بہت نفع آور مال ہے ہم نے اس کو تم سے قبول کر لیا اور ہم نے اس کو تمہیں واپس کر دیا تم یہ اپنے قرابت داروں کو دے دو تو حضرت ابوطلحہ نے وہ اپنے ذوالارحام (ماں کی طرف سے قرابت داروں) کو دے دیا اور ان میں حضرت اُبی تھے اور حضرت حسان تھے حضرت انس نے بتایا کہ حضرت حسان نے اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فروخت کر دیا

ان سے کہا گیا: کیا تم حضرت ابوطلحہ کا صدقہ فروخت کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: کیا میں ایک صاع کھجوروں کو ایک صاع دراہم کے عوض فروخت نہ کروں اور یہ باغ بنو حدیلہ کے اس محل کی جگہ تھا جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے باغ کے صدقہ کرنے کا وکیل بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہ باغ ان کو واپس کر دیا۔

۱۸ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (النساء:۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج آ جائیں تو انہیں (بھی) اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کہو O (النساء:۸)

تقسیم وراثت کے وقت غیر وارثوں کی دل جوئی کے لیے انہیں صدقہ دینے کے حکم میں مذاہب فقہاء

ابتداء اسلام میں ان غیر وارثوں کو صدقہ کرنا واجب تھا' پھر یہ مستحب ہو گیا۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں؟ مجاہد' ابوالعالیہ' شعبی' حسن بصری اور ابراہیم نخعی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اہل میراث پر واجب ہے کہ وہ میراث میں سے غیر ورثاء کو بھی صدقہ دیں' اور ابن المسیب نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے' یہ حکم فرائض کے نزول سے پہلے تھا' جب اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حصہ مقرر فرما دیا تو جس طرح اس کے وصیت کرنے کی فرضیت منسوخ ہو گئی' اسی طرح تقسیم وراثت کے وقت غیر وارثوں کی دل جوئی کے لیے انہیں صدقہ دینے کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ یہ جمہور فقہاء' ائمہ اربعہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۷۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۲۷۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ نَاسًا يَزْعُمُوْنَ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ نُسِخَتْ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نُسِخَتْ وَلٰكِنَّهَا مِمَّا تَهَاوَنَ النَّاسُ هُمَا وَالِيَانِ وَالٍ يَّرِثُ وَذَاكَ الَّذِيْ يَرْزُقُ وَوَالٍ لَّا يَرِثُ فَذَاكَ الَّذِيْ يَقُوْلُ بِالْمَعْرُوْفِ يَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ أَنْ أُعْطِيَكَ.

[طرف الحدیث: ۴۵۷۶] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الفضل ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے اور نہیں! اللہ کی قسم! یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی لیکن یہ آیت اس قبیل سے ہے جس (پر عمل کرنے) میں لوگوں نے سستی کی ہے اور والی دو قسم کے ہیں' ایک وہ ہیں جو خود وارث ہیں اور حاضرین کو دیتے ہیں اور دوسرے وہ والی ہیں جو وارث نہیں ہیں' پس یہی وہ ہیں جو عمدگی سے جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں تم کو دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک النساء: ۸ منسوخ نہیں ہے۔

١٩ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ تُوُفِّيَ فَجْأَةً أَنْ يَتَصَدَّقُوا عَنْهُ وَقَضَاءِ النُّذُورِ عَنِ الْمَيِّتِ

جو اچانک فوت ہو جائے' اس کی طرف سے صدقہ کرنا اور میت کی نذر کو پورا کرنا مستحب ہے

٢٧٦٠ - حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ تَصَدَّقْ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کرتیں تو صدقہ کرتیں' کیا میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم ان کی طرف سے صدقہ کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٨٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اس کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثبوت ہے' جو اچانک فوت ہو جائے۔

٢٧٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اسْتَفْتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ فَقَالَ اقْضِهِ عَنْهَا. [اطراف الحدیث: ٦٦٩٨-٦٩٥٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری ماں فوت ہو گئیں اور ان پر نذر تھی' آپ نے فرمایا: تم اس نذر کو ان کی طرف سے ادا کرو۔

(صحیح مسلم: ١٦٣٨' الرقم المسلسل: ٤١٢٦' سنن ابوداؤد: ٣٣٠٧' سنن ترمذی: ١٥٤٦' سنن نسائی: ٣٨١٧' سنن ابن ماجہ: ٣١٣٢' مسند الحمیدی: ٥٢٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٣٨٧' مسند ابویعلیٰ ٢٣٨٣' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢٧١٧' مصنف عبدالرزاق: ١٥٨٩٩' صحیح ابن حبان: ٤٣٩٣' سنن بیہقی ج ٤ ص ٢٥٦' شرح السنہ: ٢٤٤٩' مسند احمد ج ١ ص ٢١٩ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٩٣۔ ج ٣ ص ٣٨١' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے جزءِ ثانی کے ساتھ مطابقت ہے' اس باب کی دونوں حدیثوں میں میت کی طرف سے ایصالِ ثواب کا ثبوت ہے۔ ان حدیثوں کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٧٥٦ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤١٢٢۔ ج ٤ ص ٥٢٠ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(١) نذر کا لغوی معنی (٢) نذر کا شرعی معنی (٣) نذر کا حکم (٤) نذر کی شرائط (٥) نذر کی اقسام (٦) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (٧) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (٨) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (٩) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ (١٠) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں غیر مقلدین کا نظریہ (١١) اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا معروف اور مروّج غلط طریقہ اور اس کی اصلاح کی صورتیں (١٢) اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق شاہ مسعود دہلوی کا نظریہ (١٣) اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق مولانا

ریاست علی خاں کا نظریہ ⑭ اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق شاہ عبدالعزیز کا نظریہ ⑮ کیا میت کے لیے لغوی نذر ماننا جائز ہے؟ ⑯ لغوی قسم اور لغوی نذر کی تحقیق ⑰ مصیبت کے وقت کٹر مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی نذر ماننا ⑱ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے متعلق راہِ اعتدال اپنایئے ⑲ نذر سے ممانعت کی وجوہات ⑳ نذرِ معصیت پر کفارے کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ㉑ نذرِ معصیت پر لزومِ کفارہ کے بارے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ ㉒ نذرِ معصیت پر لزومِ کفارہ کے بارے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ ㉓ نذرِ معصیت پر لزومِ کفارہ کے بارے میں فقہاء احناف کا نظریہ ㉔ مذہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کی لغزش ㉕ شیخ کشمیری کے اشکال کا جواب ㉖ نذرِ معصیت میں کفارہ لازم ہونے پر علامہ ماردینی حنفی کے دلائل۔

* نذر کی یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۵۲۔ ۵۳۴ پر مذکور ہے۔

۲۰ - بَابُ الْاِشْهَادِ فِي الْوَقْفِ وَالصَّدَقَةِ — وقف اور صدقہ میں گواہ بنانا

اس باب میں وقف اور صدقہ میں گواہ بنانے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۷۶۲ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِي يَعْلٰى اَنَّهُ سَمِعَ عِكْرِمَةَ مَوْلَى بْنِ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اَنْبَاَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَخَا بَنِي سَاعِدَةَ تُوُفِّيَتْ اُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّي تُوُفِّيَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْهَا فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّي اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ کو یعلیٰ نے خبر دی کہ انہوں نے عکرمہ مولیٰ ابن عباس سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو بنو ساعدہ کے بھائی ہیں' ان کی ماں فوت ہوگئیں اور وہ اس وقت ان سے غائب تھے' سو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہوگئی ہیں اور میں اس وقت ان کے پاس سے غائب تھا' اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا ان کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں کسی کی طرف سے صدقہ پر کسی کو گواہ بنانے کا ذکر ہے۔

وقف پر گواہ بنانے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

وقف میں گواہ بنانا واجب ہے اور اس کے بغیر وقف مکمل نہیں ہوتا۔ علامہ المہلب متوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بیعت میں گواہ بنانے کا حکم دیا ہے اور بیع میں ظاہر عوض کے سبب سے چیز مِلک سے نکل جاتی ہے تو وقف میں گواہ بنانا زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ اس میں چیز بغیر عوض کے مِلک سے نکل جاتی ہے' جب کہ اکثر وقف اور صدقہ بغیر عوض کے ہوتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

۲۱ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ○ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (النساء:۲_۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یتیموں کو ان کے اموال دے دو اور (اپنے) خراب مال کو (ان کے) اچھے مال کے ساتھ تبدیل نہ کرو اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ' بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے ○ اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں' ان سے نکاح کرو۔ (النساء:۳_۲)

اس باب میں اور اس کے بعد کے تین ابواب میں قرآن مجید کی آیات کو عنوان بنایا گیا ہے' اس سے پہلے ابواب میں وصیتوں اور اوقاف کا ذکر تھا' اور اس باب میں ''یتامٰی'' کا ذکر ہے اور ان میں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح وقف کا منتظم وقف کی مصلحت میں غور وفکر کرتا ہے' اسی طرح یتیم کا ولی اور سرپرست اس کی مصلحت میں غور وفکر کرتا ہے۔

النساء:۲ میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی مذمت کی ہے' اس کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کیا کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا' مسلمان پاک دامن بے قصور عورت پر تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری:۶۸۵۷' صحیح مسلم:۸۹' سنن ابوداؤد:۲۸۷۴' سنن نسائی:۳۶۷۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کیا جائے اور سب سے بُرا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔ (سنن ابن ماجہ:۳۶۷۹)

النساء:۳ میں نکاح کا ذکر ہے اور نکاح کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو' وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح نظر کو زیادہ نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت رکھتا ہے اور تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کریں گے۔

(صحیح البخاری:۱۹۰۵' صحیح مسلم:۱۴۰۰' سنن ترمذی:۱۰۸۱' سنن ابوداؤد:۲۰۴۶' سنن نسائی:۳۲۰۸' سنن ابن ماجہ:۱۸۴۵)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا عارضی نفع کا سامان ہے اور اس میں بہترین نفع کی چیز نیک عورت ہے۔ (صحیح مسلم:۱۴۶۷' سنن نسائی:۳۲۳۲' سنن ابن ماجہ:۱۸۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸)

۲۷۶۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا کہ عروہ بن الزبیر یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے

تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ ﴾ (النساء:٣) قَالَ هِيَ الْيَتِيْمَةُ فِيْ حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِيْ جَمَالِهَا وَمَالِهَا وَيُرِيْدُ اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا بِاَدْنٰى مِنْ سُنَّةِ نِسَائِهَا فَنُهُوْا عَنْ نِكَاحِهِنَّ اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهُنَّ فِيْ اِكْمَالِ الصَّدَاقِ وَاُمِرُوْا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ. قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ﴾ (النساء:١٢٧) قَالَتْ فَبَيَّنَ اللّٰهُ فِيْ هٰذِهٖ اَنَّ الْيَتِيْمَةَ اِذَا كَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَّمَالٍ رَغِبُوْا فِيْ نِكَاحِهَا وَلَمْ يُلْحِقُوْهَا بِسُنَّتِهَا بِاِكْمَالِ الصَّدَاقِ فَاِذَا كَانَتْ مَرْغُوْبَةً عَنْهَا فِيْ قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكُوْهَا وَالْتَمَسُوْا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ قَالَ فَكَمَا يَتْرُكُوْنَهَا حِيْنَ يَرْغَبُوْنَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَّنْكِحُوْهَا اِذَا رَغِبُوْا فِيْهَا اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهَا الْاَوْفٰى مِنَ الصَّدَاقِ وَيُعْطُوْهَا حَقَّهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: اور اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔ (النساء:۳) حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ آیت اس یتیم لڑکی کے لیے ہے جو اپنے ولی کے زیر پرورش ہوتی ہے وہ اس کے حسن و جمال اور اس کے مال و دولت میں رغبت کرتا ہے اور کم مہر کے عوض اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے جو اس جیسی لڑکیوں کا مہر ہوتا ہے تو ان کو ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا' سوا اس کے کہ وہ انصاف کے ساتھ ان کا پورا پورا مہر مقرر کریں اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ان یتیم لڑکیوں کے سوا اور کسی سے نکاح کرلیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: پھر اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور یہ لوگ آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں ان کے متعلق حکم دیتا ہے۔ (النساء:۱۲۷) حضرت عائشہ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرما دیا کہ جب کوئی یتیم لڑکی خوب صورت اور مال دار ہو اور (اس کے ولی) اس سے نکاح کرنے میں راغب ہوں اور اس لڑکی کا مہر اس کے رواج کے مطابق نہ دیں تو وہ اس سے نکاح نہ کریں' پس جب اس لڑکی کا حسن اور اس کا مال کم ہوتا تو وہ اس لڑکی کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے سوا کسی اور عورت کو طلب کرتے' پس جس طرح جب وہ کسی لڑکی سے رغبت نہ کریں تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں' اسی طرح جب وہ کسی لڑکی سے رغبت کریں تو اس سے ان کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے' سوا اس کے کہ وہ انصاف سے اس کا پورا پورا مہر ادا کر دیں اور اس کا حق اس کو دے دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں' پس اگر تم ان میں عقل مندی (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور (ان کے اموال) فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ (اس ڈر سے) کہ وہ بڑے ہو جائیں

دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾ (النساء:٦-٧) حَسِيْبًا يَعْنِيْ كَافِيًا.

(اور تم سے اپنا حق طلب کریں) اور (یتیم کا وہ ولی) جسے ضرورت نہ ہو وہ (اس کا مال خرچ کرنے سے) بچتا رہے اور جس کو ضرورت ہو وہ (اس کے مال سے) دستور کے مطابق کھالے پھر جب تم ان کے مال ان کے سپرد کرنے لگو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا ۝ مردوں کے لیے اس (مال) میں سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لیے بھی اس (مال) میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ گئے خواہ وہ تھوڑا حصہ مقرر کیا ہوا ہو یا بہت ہو ۝ (النساء:۷-۶) اس آیت میں ''حسیب'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کافی ہے۔

ولی کے لیے ضرورت کے وقت مالِ یتیم سے کھانے کی تفصیل اور تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے پاس ایک یتیم ہے، تو آپ نے فرمایا: تم یتیم کے مال سے کھالو اس میں فضول خرچی اور جلد بازی نہ کرنا اور نہ اس کے مال کو (اپنے لیے) جمع کرنا اور نہ اپنے مال کو بچانا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۶ طبع قدیم)

اور دستور کے مطابق کھانے کی کیفیت یہ ہے کہ انگلیوں کی اطراف سے کھائے اور اس میں فضول خرچ نہ کرے اور نہ کپڑے بنائے' یہ سُدی کا قول ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ وہ سوتی کپڑے اور حُلے نہ پہنے' بس اتنا لباس پہنے جو ستر عورت کے لیے کافی ہو اور اتنا کھائے جس سے رمقِ حیات برقرار رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کی کھجوروں کے باغ سے کھائے اور اس کے مویشیوں کا دودھ نکال کر پیئے اور اس پر کوئی قضاء نہیں ہے' رہا سونا اور چاندی تو اس کو نہ لے (اسی طرح کرنسی نوٹ بھی نہ لے) اور اگر ان میں سے کچھ لیا ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے' یہ حسن بصری اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اگر وہ غنی ہے تو اس کا اجر اللہ پر ہے اور اگر وہ فقیر ہے تو دستور کے مطابق کھالے اور اپنے آپ کو ایسا مزدور قرار دے جو اپنی ضروریات کے مطابق مزدوری لیتا ہے' اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے آپ کو بیت المال سے وظیفہ لینے میں یتیم کے ولی کی طرح قرار دیا ہے' اگر مجھے ضرورت نہ ہو تو پھر میں نہیں لیتا اور اگر مجھے ضرورت ہو تو میں دستور کے مطابق کھالیتا ہوں اور جب میں خوش حال ہو جاؤں تو میں بیت المال سے لی ہوئی رقم کو واپس کر دیتا ہوں' فقہاء نے کہا ہے کہ اس کو اس وقت کی جو اُجرت ملتی ہے' وہ اس سے کم لے یا اپنی ضرورت کے مطابق لے اور اس میں اختلاف ہے کہ وہ خوش حالی کے بعد اس رقم کو واپس کرے یا نہ کرے' امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ واپس نہ کرے کیونکہ اس نے اپنے عمل (یتیم کی پرورش اور اس کے مال کی حفاظت) کی اُجرت لی ہے اور وہ ضرورت مند بھی ہے اور ان کے نزدیک یہی صحیح قول ہے اور اس لیے بھی کہ اس آیت نے اس کے لیے یتیم کے مال کو بغیر معاوضہ کے مباح کر دیا ہے' اور علامہ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے یعنی منسوخ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۸۲-۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٠٠٠ - بَابٌ وَمَا لِلْوَصِيِّ اَنْ يَّعْمَلَ فِي مَالِ الْيَتِيْمِ وَمَا يَأْكُلُ مِنْهُ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ

وصی کا یتیم کے مال میں تجارت کرنا اور اپنی محنت کے اندازہ سے اس سے کھانا

وصی سے مراد وہ شخص ہے جس کو یہ وصیت کی گئی ہو کہ وہ یتیم کی پرورش کرے اور اس کے مال کی حفاظت کرے اس لیے وصی کو اس کی اجازت ہے کہ وہ یتیم کے مال میں خرید وفروخت کر کے تجارت کرے اور اپنی محنت کے اندازہ سے اس کی اجرت لے۔

٢٧٦٤ - **حَدَّثَنَا** هَارُوْنُ بْنُ الْاَشْعَثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَّهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُقَالُ لَهُ ثَمْغٌ وَكَانَ نَخْلًا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي اسْتَفَدْتُّ مَالًا وَهُوَ عِنْدِيْ نَفِيْسٌ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَتَصَدَّقَ بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْ بِاَصْلِهِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَلٰكِنْ يُّنْفَقُ ثَمَرُهُ فَتَصَدَّقَ بِهِ عُمَرُ فَصَدَقَتُهُ تِلْكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِي الرِّقَابِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَلَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَّلِيَهُ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ يُوْكِلَ صَدِيْقَهُ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ بِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہارون بن اشعث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوسعید مولیٰ بنی ہاشم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اپنے کچھ مال کا صدقہ کیا' جس کو ثمغ کہا جاتا تھا اور وہ کھجور کے باغات تھے' پس حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کچھ مال حاصل کیا ہے اور وہ میرے نزدیک (بہت) نفیس ہے' سو میں نے اس کو صدقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اصل مال کو صدقہ کردو کہ نہ اس کو فروخت کیا جاسکے نہ ہبہ کیا جاسکے' نہ وراثت میں دیا جاسکے لیکن اس کے پھلوں کو خرچ کیا جائے' پس حضرت عمر نے اس کا صدقہ کردیا اور ان کا یہ صدقہ اللہ کی راہ میں تھا اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور مسکینوں اور مہمانوں اور مسافروں میں اور رشتہ داروں میں' اور جو اس صدقہ کا منتظم ہو' وہ اگر دستور کے مطابق اس سے کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' بہ شرطیکہ اس سے مال جمع نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''ثمغ'' کا لفظ ہے' یہ حضرت عمر کی وہ زمین تھی' جو مدینہ کے اطراف میں تھی۔

٢٧٦٥ - **حَدَّثَنَا** عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء:٦) قَالَتْ اُنْزِلَتْ فِيْ وَالِي الْيَتِيْمِ اَنْ يُّصِيْبَ مِنْ مَّالِهِ اِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهِ بِالْمَعْرُوْفِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ (قرآن مجید کی یہ آیت:) جو مال دار ہے وہ بچتا رہے اور جو ضرورت مند ہے وہ دستور کے مطابق اس سے کھالے۔ (النساء:٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ آیت یتیم کے ولی کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ وہ یتیم کا مال حاصل کرے' جب وہ ضرورت مند ہو تو اس

کے مال سے دستور کے مطابق کھالے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًاO﴾ (النساء: ۱۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے O (النساء: ۱۰)

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں' ان کا آخرت میں کیا حال ہوگا اور ان سے مقصود لوگوں کو ڈرانا ہے تاکہ وہ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھانے سے باز رہیں۔

یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کا آخرت میں انجام

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو اپنی قبروں سے اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ ان کے منہ میں آگ بھڑک رہی ہوگی' آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے: بے شک جو لوگ ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ (النساء: ۱۰)

سدی نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ جو شخص ظلماً یتیم کا مال کھاتا ہے' وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ آگ کے شعلے اس کے منہ سے' اس کے کانوں سے' اس کی ناک سے اور اس کی آنکھوں سے نکل رہے ہوں گے اور ہر جو شخص اس کو دیکھے گا' وہ پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھاتا تھا۔

عبیداللہ بن ابی جعفر نے کہا: جس شخص نے یتیم کا مال کھایا' قیامت کے دن اس کے ہونٹوں کو پکڑا جائے گا اور اس کے منہ میں انگارے بھر دیئے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: اب اس کو کھاؤ! جس طرح تم دنیا میں یتیم کا مال کھاتے تھے' پھر اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں بتایئے کہ شبِ معراج آپ کو کیا دکھایا گیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اللہ کی ایک مخلوق کو دیکھا' ان کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے' ان کے جبڑوں میں آگ ڈالی جا رہی تھی' جو ان کے نیچے سے نکل رہی تھی اور وہ چلا رہے تھے' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے اور اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے تھے اور عنقریب ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۸۷۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

۲۷۶۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَیْدِ الْمَدَنِیِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث

عَنْ اَبِى الْغَيْثِ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّىْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ.

[اطراف الحديث: ۵۷۶۴-۶۸۵۷]

بیان کی از ثور بن زید المدنی از ابی الغیث از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیا کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حق کے سوا حرام کر دیا ہے اس کو قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑنا اور پاک دامن جرم سے بَری بھولی بھالی مؤمن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگانا۔

(صحیح مسلم: ۸۹' الرقم المسلسل: ۱۶۴' سنن ابوداؤد: ۲۸۷۴' سنن نسائی: ۳۶۷۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ ابوالقاسم القرشی العامری الاوسی (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (۳) ثور بن زید الدیلی (۴) ابوالغیث سالم مولیٰ ابی مطیع القرشی (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۸۵)

''موبقات' شرك'' اور ''سحر'' کے معانی اور ''سحر'' کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الموبقات'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ''المهلكات''۔

نیز اس حدیث میں ''شرك بالله'' کا لفظ ہے' اس کا لغوی معنی ہے: ایک شخص کو دوسرے کا شریک بنانا' اور اس کا شرعی معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت قرار دینا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب بالذات یا قدیم بالذات ماننا' یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی کوئی صفت مستقل بالذات ماننا۔

اور اس میں ''سحر'' کا لفظ ہے' اس کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کی حقیقت بدل دینا۔ الجوہری نے کہا ہے کہ سحر کا ماخذ لطیف اور دقیق ہے' ابوعبداللہ الرازی نے بیان کیا ہے کہ سحر کی آٹھ اقسام ہیں:

(۱) کذابین کا سحر: یہ وہ لوگ ہیں جو سات سیاروں کی پرستش کرتے ہیں' ان کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ سیارے عالم کی تدبیر کرتے ہیں اور یہ خیر اور شر کو لاتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان ہی لوگوں کا ردّ کرنے کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔

(۲) دلوں اور دماغوں میں وہم ڈالنے والوں کا سحر۔

(۳) جنات سے استعانت کرنے والوں کا سحر' اور جنات کی دو قسمیں ہیں: مؤمنین اور کافرین' اور کفار ہی شیاطین ہیں' جادو کی یہ قسم منتر پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے' اس کو عزائم اور عمل تسخیر بھی کہتے ہیں۔

(۴) تخیلات' نظر بندی اور شعبدہ' بعض مفسرین نے کہا ہے کہ فرعون کے جادوگروں کا سحر بھی اسی قسم سے تھا۔

(۵) آلات اور اوزاروں کے ذریعہ عجیب و غریب کام کرنا۔

(۶) بعض دواؤں کے خواص سے استعانت کرنا' یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں۔

(۷) جادوگر یہ دعویٰ کرے کہ وہ اسم اعظم کو جانتا ہے اور جنات اکثر اُمور میں اس کی اطاعت اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

(۸) مخفی اور دقیق وجوہ سے لوگوں میں چغلی کھانا اور یہ لوگوں میں بہت عام ہے۔

ان اقسام میں سے بہت سی اقسام کو فن سحر میں اس لیے داخل کر لیا ہے کہ ان کے مدارک بہت لطیف ہیں' کیونکہ لغت میں سحر اس کو کہتے ہیں جو لطیف ہو اور اس کا سبب مخفی ہو' اسی وجہ سے حدیث میں مذکور ہے کہ بعض بیان ضرور سحر ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۷۶۷)

اور سحری کے وقت کو ''سحور'' کہتے ہیں کیونکہ وہ رات کے آخری وقت کا قلیل حصہ ہوتا ہے اور پانی پینے کی طرف کے پھیپھڑے کو بھی سحر کہتے ہیں کیونکہ یہ غذاء کا محل ہے اور اجزاء بدن میں اس کا حلول کرنا بہت خفی اور لطیف ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعداد میں فقہاء کے اقوال اور حدیث میں سات کبائر کی تعیین کی توجیہ

اس حدیث میں سات کبائر کا ذکر ہے اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ کبائر سات سے زیادہ ہوں' کیونکہ دوسری احادیث میں ان کبائر کا ذکر ہے: جھوٹ بولنا' مرد کا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا' جھوٹی قسم کھانا' بیت اللہ کو حلال سمجھنا' جو شخص کسی پاک دامن عورت سے زنا کرے اس کے لیے عورت کو روکنا' جو شخص کسی مسلمان کو قتل کرے اس کے لیے اس مسلمان کو روکنا' کافروں کو مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں پر مطلع کرنا اور مسلمانوں کے راز بتانا' ناحق فیصلہ کرنا' گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ شرک کے بعد سب سے بڑا کبیرہ گناہ قتل کرنا ہے' اور بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کبائر سات ہیں' انہوں نے اس عدد کو اس باب کی حدیث سے اخذ کیا ہے' اور بعض علماء نے کہا ہے کہ کبائر گیارہ ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کبائر ستر کے قریب ہیں اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ کبائر سات سو ہیں' تحقیق یہ ہے کہ کبائر میں کسی عدد کی تصریح اس کے منافی نہیں ہے کہ کبائر اس عدد سے زیادہ ہوں۔

اس حدیث میں جو سات کبائر کی تعیین ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کو اس وقت صرف سات کبائر کا علم ہو' پھر آپ کی طرف مزید کبائر کی وحی کی گئی یا اس وقت جن کبائر کو بتانے کی ضرورت تھی' وہ سات ہی تھے۔

صغائر اور کبائر میں فرق اور صغائر اور کبائر کی تعریفیں

صغائر اور کبائر میں فرق یہ ہے کہ جن کاموں کے گناہِ کبیرہ ہونے کی تصریح کی گئی ہے' اگر ان میں کسی کام کا فساد کم ہو تو وہ صغیرہ ہے اور اگر اس کا فساد گناہ کبیرہ کے مساوی ہو یا زیادہ ہو تو پھر وہ کبیرہ ہے۔

پس جس نے رب عزوجل کو گالی دی یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا کسی رسول کی توہین کی یا ان میں سے کسی کی تکذیب کی یا کعبہ مشرفہ پر نجاست لگائی یا قرآن مجید کے کسی نسخہ کو نجاست میں پھینک دیا' تو یہ سب سے بڑے کبائر ہیں' اگرچہ شریعت میں ان کے ذکر کی تصریح نہیں ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ گناہ جس کے ساتھ کسی وعید یا حد کا ذکر ہو یا اس کام پر لعنت ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہے' یہ قول حسن بصری سے منقول ہے' ایک قول یہ ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے' جس کا مرتکب دین کی توہین کر رہا ہو۔

حضرت ابن مسعود' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہو' وہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ. (النساء: ۳۱) اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: محققین کا یہی مذہب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کے جلال کی طرف ہر نسبت کبیرہ ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے النساء:۳۱ میں کبائر کا ذکر کیا ہے اور اس آیت میں صغائر کا ذکر فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ. (النجم:۳۲) اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں سوائے چھوٹے گناہوں کے۔

پس جن کاموں سے منع فرمایا ہے وہ کبائر بھی ہیں اور صغائر بھی ہیں اور النساء:۳۱ میں فرمایا ہے: اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے اور النجم:۳۱ میں ''کبائر'' اور ''فواحش'' سے ''لمم'' (گناہ صغیرہ) کا استثناء فرمایا ہے تو قرآن مجید کے اتنے عظیم عالم سے کبائر سے صغائر کا فرق کیسے مخفی رہ سکتا ہے' لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک کبائر اور صغائر میں کوئی فرق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس کام سے بھی منع فرمایا ہے' وہ کبیرہ ہے۔

سحر کی حقیقت اور اس کے مصداق میں فقہاء کا اختلاف

سحر کی حقیقت ہے' ابوالمظفر یحییٰ بن محمد نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے کہ سحر کی حقیقت ہے' کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہے' اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک سحر برحق ہے اور اس کی حقیقت ہے' اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا فرما دیتا ہے' معتزلہ اور ابواسحاق اسفرائنی شافعی کا اس میں اختلاف ہے' انہوں نے کہا ہے کہ یہ نظر بندی اور تخییل ہے یعنی کسی کے خیال میں کوئی چیز ڈال دینا اور سحر کی بعض قسموں کا تعلق ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی سے ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ سحر کی بعض انواع کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اسماء کو پڑھ کر دَم کرنے سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق شیاطین کے عہود سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق دواؤں اور دھوئیں وغیرہ سے ہوتا ہے۔

معتزلہ نے سحر کے وجود کا انکار کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جو سحر کا اقرار کرے' وہ کافر ہے اور رہے اہل سنت تو انہوں نے کہا کہ یہ جائز ہے کہ ساحر ہوا میں پرواز کرے اور یہ کہ وہ انسان کو گدھا بنا دے اور گدھے کو انسان بنا دے' مگر انہوں نے یہ کہا ہے کہ جب ساحر کوئی عمل کرتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس چیز کو پیدا کر دیتا ہے اور سحر کے وقوع پر دلیل یہ آیت ہے:

وَمَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ. (البقرہ:۱۰۲) اور وہ اس سحر کے سبب سے کسی کو ضرر پہنچانے والے نہیں تھے مگر اللہ کے اذن سے۔

سحر کی تعلیم کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف

اس میں بھی اختلاف ہے کہ سحر کی تعلیم جائز ہے یا نہیں؟ امام رازی نے کہا ہے کہ سحر کا علم قبیح نہیں ہے اور نہ ممنوع ہے' اس پر محققین کا اتفاق ہے' کیونکہ علم اپنی ذات میں شریف ہے اور اس لیے کہ اگر سحر کا علم نہ ہو تو سحر اور معجزہ میں فرق نہیں ہو سکے گا اور معجزہ کو معجزہ سمجھنے کا علم واجب ہے اور جس پر واجب موقوف ہو' وہ بھی واجب ہوتا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ سحر کا علم حاصل کرنا واجب ہے' یہ امام رازی کی عبارت ہے۔

امام رازی کی اس عبارت میں کئی وجوہ سے بحث ہے: اوّل اس لیے کہ سحر کا علم قبیح نہیں ہے' اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ سحر کا علم عقلاً قبیح نہیں ہے تو معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ شرعاً قبیح نہیں ہے تو یہ آیت اس کے خلاف ہے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ. (البقرہ:۱۰۲)

وہ اس سحر کے پیچھے لگ گئے جسے سلیمان کے عہد سلطنت میں شیطان پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا' ہاں! شیطانوں نے ہی کفر کیا' وہ لوگوں کو سحر سکھاتے تھے۔

اس آیت میں واضح طور سے سحر کی تعلیم کی مذمت فرمائی ہے۔

امام رازی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ سحر کی تعلیم ممنوع نہیں ہے' سحر کی تعلیم کیسے ممنوع نہیں ہوگی جب کہ البقرہ:۱۰۲ میں تعلیم سحر کی مذمت ہے اور حدیث میں ہے: جو کسی عرّاف یا کاہن کے پاس گیا' اس نے اس کا انکار کر دیا جو (سیّدنا) محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم:۲۲۳۰)

جو شخص سحر کو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے' آیا وہ کافر ہے یا نہیں؟

جو شخص جادو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے' اس کے حکم میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے کہ وہ اس سے کافر ہو جائے گا' اور بعض احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ اس لیے جادو سیکھتا ہے تا کہ وہ دوسرے کے کیے ہوئے جادو کے شر سے بچ سکے یا اس سے اجتناب کرے تو یہ کفر نہیں ہے اور جس نے اس کے جواز کا اعتقاد رکھ کر اس کو سیکھا' یا اس سے نفع حاصل کرنے کے لیے اس کو سیکھا تو وہ کافر ہو جائے گا' اور اسی طرح جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ شیاطین جادو سے جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں تو وہ بھی کافر ہو جائے گا' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جس نے جادو سیکھا تو ہم اس سے کہیں گے کہ تم بتاؤ کہ تم جادو سے کیا کر سکتے ہو؟ اگر اس نے یہ کہا کہ وہ جادو کے ذریعہ سات سیاروں کا تقرب حاصل کرتا ہے اور یہ سیارگان ہر وہ کام کرتے ہیں جو ان سے طلب کیا جائے' تو پھر وہ کافر ہو جائے گا۔

آیا ساحر کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟

امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ صرف سحر کے فعل کی وجہ سے ساحر کو قتل کر دیا جائے گا' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب وہ بار بار سحر کا فعل کرے گا یا کسی شخص معین میں جادو کرنے کا اقرار کرے گا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کو حدّاً قتل کیا جائے گا اور امام شافعی کے نزدیک اس حالت میں اس کو قصاصاً قتل کیا جائے گا' اگر اہل کتاب میں سے کوئی ساحر ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا' جس طرح مسلمان کو قتل کیا جاتا ہے' اور امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' اور جو عورت ساحرہ ہو' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا لیکن اس کو قید کیا جائے گا اور ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے کہ اس کا وہی حکم ہے' جو مردوں کا حکم ہے۔

آیا ساحر کی توبہ قبول ہے یا نہیں؟

امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے کہ ساحر کی توبہ قبول نہیں ہے' امام احمد کی دوسری روایت یہ ہے کہ ساحر کی توبہ قبول ہے' امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ جب اس کا سحر ظاہر ہو جائے تو اس کو زندیق کی طرح قتل کر دیا جائے گا اور اگر اس نے ظہور سے پہلے توبہ کر لی اور وہ توبہ کرتا ہوا آیا تو ہم اس کی توبہ قبول کر لیں گے اور اس کو قتل نہیں کریں گے اور اگر اس نے جادو کر کے کسی کو قتل کر دیا تو ہم اس کو قتل کر دیں گے' امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر ساحر نے یہ کہا کہ اس نے عمداً قتل نہیں کیا تو وہ خطاء کار ہے اور اس پر دیت واجب ہوگی۔

حدیث میں مذکور دیگر افعال کی تفصیل

اس حدیث میں میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑنے کو بھی کبیرہ فرمایا ہے اور یہ حدیث حسن بصری پر حجت ہے' وہ صرف جنگ بدر سے پیٹھ موڑنے کو کبیرہ کہتے تھے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ○ (الانفال:۱۶)

اور جو اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا' سوا اس کے کہ وہ جنگ کی کوئی چال چل رہا ہو یا اپنی جماعت سے ملنا چاہتا ہو تو وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے○

اور اس حدیث میں مُحصَنة عورت کو تہمت لگانے کا ذکر ہے' اور شریعت میں احصان چار چیزوں سے ہوتا ہے: اسلام' عفت' شادی شدہ ہونا اور آزاد ہونا' اور ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ وہ مکلّف ہو یعنی عاقل بالغ ہو' آزاد ہو' مسلمان ہو اور زنا سے اجتناب کرنے والا ہو تو پھر وہ محصن ہے' اور ان میں سے ایک وصف بھی نہ ہو تو پھر وہ محصن نہیں ہے۔

۲۴ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَّاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○ ﴾ (البقرہ:۲۲۰)

اور آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں' آپ کہیے: ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر (خرچ میں) تم انہیں اپنے ساتھ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے (خوب) جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ضرور سختی میں ڈال دیتا' بے شک اللہ بہت غالب ہے' بڑی حکمت والا○ (البقرہ:۲۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: اچھے طریقہ کے سوا مالِ یتیم کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔ (الانعام:۱۵۲) بے شک جو لوگ ناجائز طور پر یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔ (النساء:۱۰) تو جس کے زیر پرورش بھی کوئی یتیم تھا' اس نے اپنے طعام کو یتیم کے طعام سے اور اپنے مشروب کو یتیم کے مشروب سے الگ کرلیا' پھر یتیم کا جو طعام بچ جاتا اس کو حفاظت سے رکھ دیتا حتیٰ کہ یتیم اس کو کھالیتا یا وہ طعام خراب ہوجاتا' سو یہ حکم ان پر بہت دشوار ہوا' تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور آپ سے (لوگ) یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں' آپ کہیے کہ ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر خرچ میں تم انہیں اپنے ساتھ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ (البقرہ:۲۲۰) (سنن ابوداؤد:۲۸۷۱' سنن نسائی:۳۶۷۱)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کہا: میں فقیر ہوں میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور میرے پاس ایک یتیم ہے' تو آپ نے فرمایا: تم یتیم کے مال سے کھالو جب کہ تم نہ فضول خرچ کرنے والے ہو نہ جلد بازی کرنے والے ہو اور نہ مال جمع کرنے والے ہو۔

(سنن ابوداؤد:۲۸۷۲' سنن نسائی:۳۶۷۰' سنن ابن ماجہ:۲۷۱۸)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ پر دلوں کا حال روشن ہے' وہ خیرخواہ اور بدخواہ کو جانتا ہے' اس کو علم ہے کہ یتیم کے مال کو ضیاع

سے بچانے کے لیے کون مشترک کھانا پکایا کرتا ہے اور یتیم کے مال سے (بہ طور خیانت) فائدہ اٹھانے کے لیے کون ایسا کرتا ہے' یتیم کی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے نقد مال اور باقی رہنے والی چیزوں کو الگ اس کے حساب میں رکھو اور جو چیزیں جلد خراب ہونے والی ہیں' ان میں اپنا اور یتیم کا کھانا بہ قدر حساب مشترک رکھو۔

لَاَعْنَتَكُمْ لَاَحْرَجَكُمْ وَضَيَّقَ عَلَيْكُمْ ﴿وَعَنَتْ﴾ (طٰہٰ:۱۱۱) خَضَعَتْ.

''لاعنتکم'' کا معنی ہے: تم کو حرج میں ڈال دیتا اور تم پر تنگی کر دیتا' اور ''عنت'' کا معنی ہے: ذلت میں مبتلا ہوئی۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے جس کو امام ابن المنذر نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۰)

۲۷۶۷ - وَقَالَ لَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ مَارَدَّ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى اَحَدٍ وَّصِيَّةً.

اور ہم سے سلیمان نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی کی وصیت کو اس کے اوپر مسترد نہیں کیا۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس کی طرف وصیت کی جاتی' اس کو قبول فرما لیتے تھے۔

وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَحَبُّ الْاَشْيَاءِ اِلَيْهِ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ اَنْ يَّجْتَمِعَ اِلَيْهِ نُصَحَاؤُهٗ وَ اَوْلِيَاؤُهٗ فَيَنْظُرُوا الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ لَّهٗ.

اور ابن سیرین کے نزدیک یتیم کے مال میں سب سے پسندیدہ چیز یہ تھی کہ یتیم کے خیر خواہوں اور اس کے سرپرستوں کو جمع کیا جائے' پھر وہ اس پر غور کریں کہ کون سا کام یتیم کے لیے بہتر ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے۔

وَكَانَ طَاوُسٌ اِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْيَتَامٰى قَرَءَ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ (البقرہ:۲۲۰)

اور جب طاؤس سے یتیموں کے معاملات میں سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ یہ آیت پڑھتے: اور اللہ فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے (خوب) جانتا ہے۔ (البقرہ:۲۲۰)

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ سفیان بن عیینہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۱)

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْ يَتَامَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ يُنْفِقُ الْوَلِيُّ عَلٰى كُلِّ اِنْسَانٍ بِقَدْرِهٖ مِنْ حِصَّتِهٖ.

اور عطاء نے چھوٹے اور بڑے یتیموں کے متعلق کہا کہ ولی ہر انسان پر اس کے حصہ کے اندازہ سے خرچ کرے۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۱)

۲۵ - بَابُ اسْتِخْدَامِ الْيَتِيْمِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ اِذَا كَانَ صَلَاحًا لَّهٗ وَنَظَرِ الْاُمِّ وَ زَوْجِهَا لِلْيَتِيْمِ

سفر اور حضر میں یتیم سے خدمت طلب کرنا' جب کہ اس میں اس کی بہتری ہو اور ماں یا اس کے شوہر کا یتیم کے لیے غور و فکر کرنا

۲۷۶۸ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ لَيْسَ لَهٗ خَادِمٌ فَاَخَذَ اَبُوْ طَلْحَةَ بِيَدِيْ فَانْطَلَقَ بِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے' اس وقت آپ کا کوئی خادم نہیں تھا' پس حضرت

وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدُمْكَ قَالَ فَخَدَمْتُهُ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ مَا قَالَ لِي لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا هٰكَذَا وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ أَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هٰذَا هٰكَذَا. [اطراف الحدیث: ۶۰۳۸-۶۹۱۱] (صحیح مسلم: ۲۳۰۹، الرقم المسلسل: ۵۹۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۷۳، مسند ابویعلیٰ: ۳۴۳۵، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۹۷۴، ج ۱۹ ص ۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لے گئے سو کہا: یارسول اللہ! بے شک انس سمجھ دار لڑکے ہیں، پس یہ آپ کی خدمت کریں گے، حضرت انس نے بتایا: سو میں نے سفر اور حضر میں آپ کی خدمت کی، میں نے جس کام کو کیا آپ نے مجھ سے (کبھی) یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اس کام کو کیوں کیا اور جس کام کو میں نے نہیں کیا آپ نے (کبھی) اس کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا!

حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ اور حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں، جو حضرت انس کی والدہ ہیں، حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہیل انصاری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت شروع کی، اس وقت میری عمر دس سال تھی اور جب آپ کی وفات ہوئی، اس وقت میری عمر بیس سال تھی، حضرت انس کی وفات ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں ہوئی اور ان کی عمر ایک سو سال سے زیادہ تھی اور یہ بصرہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے، یہ بڑھاپے میں کمزوری کی وجہ سے روزے نہیں رکھتے تھے اور روزہ کا فدیہ دیتے تھے۔

اس حدیث میں ''کیس'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: ذہین اور عقل مند۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اگر یتیم کے لیے خیر ہو تو اس کو سفر میں لے جانا جائز ہے اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو کسی شخص کے منہ پر اس کی تعریف کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت طلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے حضرت انس کے منہ پر ان کی تعریف کی، اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ چھوٹے بچے سے خدمت لینا جائز ہے اور یہ کہ امام اور عالم کی خدمت کرنا مسلمانوں پر واجب ہے اور یہ کہ خدمت کرنے والے کے لیے شرف اور برکت حاصل ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۳-۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۶ - بَابٌ إِذَا وَقَفَ أَرْضًا وَّلَمْ يُبَيِّنِ الْحُدُوْدَ فَهُوَ جَائِزٌ وَّكَذٰلِكَ الصَّدَقَةُ

جب کسی شخص نے زمین وقف کی اور حدود بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہے اور اسی طرح صدقہ بھی

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے زمین وقف کی اور اس کی حدود بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہے اور یہ مطلق نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد وہ زمین ہے جو مشہور ہو، اور اس کی حدود کو بیان کرنے کی ضرورت نہ ہو، اور اگر وہ زمین مشہور نہ ہو تو پھر اس کی حدود کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ التباس نہ ہو، اسی طرح جس وقف کو لفظ صدقہ کے ساتھ بیان کیا جائے، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۲۷۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ أَبُوْطَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ کے انصار میں سب سے زیادہ کھجور کے باغات تھے

وَكَانَ اَحَبُّ مَالِهِ اِلَيْهِ بِيْرُحَاءَ مُسْتَقْبِلَةُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بِيْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ بَخْ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ اَوْ رَايِحٌ شَكَّ ابْنُ مَسْلَمَةَ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهِ وَفِيْ بَنِيْ عَمِّهِ وَقَالَ اِسْمَاعِيْلُ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيٰى عَنْ مَّالِكٍ رَايِحٌ.

اور ان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء (کا باغ) تھا' جو مسجد کے بالمقابل تھا' نبی ﷺ اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے' حضرت انس رضی اللہ نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: تم ہرگز نیکی کو نہیں پاؤ گے جب تک کہ تم ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران:۹۲) تو حضرت ابوطلحہ نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم ہرگز نیکی کو نہیں پاؤ گے جب تک کہ تم ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران:۹۲) اور میرے نزدیک میرا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء ہے اور یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے' میں اس کی نیکی اور اللہ کے پاس اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں' پس جہاں آپ کو اللہ بتائے آپ اس کو وہاں خرچ کر دیں' آپ نے فرمایا: اس کو رہنے دو یہ نفع آور مال ہے' یا فرمایا: یہ نفع آور ہے۔ اس میں راوی ابن مسلمہ کو شک ہے' (آپ نے فرمایا:) تم نے جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے' اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو' حضرت ابوطلحہ نے کہا: یارسول اللہ! میں یہی کروں گا' پس حضرت ابوطلحہ نے یہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اسماعیل نے کہا اور عبداللہ بن یوسف اور یحییٰ بن یحییٰ نے از امام مالک کہا: ''رایح''۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے' اس باب کے عنوان میں ''وقف'' کا لفظ ہے اور اس حدیث میں ''صدقہ'' کا لفظ ہے اور ان دونوں کے معنی متقارب ہیں اور ان کا حکم واحد ہے۔

۲۷۷۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ اَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّهٗ تُوُفِّيَتْ اَيَنْفَعُهَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ لِيْ مِخْرَافًا وَ اُشْهِدُكَ اَنِّيْ قَدْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں زکریاء بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ان کی ماں فوت ہو گئی ہے' اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میرا ایک مخراف نامی باغ ہے' میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۷۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابٌ إِذَا أَوْقَفَ جَمَاعَةٌ أَرْضًا مُّشَاعًا فَهُوَ جَائِزٌ

جب ایک جماعت نے ایسی زمین کو وقف کیا جو مشترک اور غیر منقسم تھی تو یہ وقف جائز ہے

اس عنوان میں جماعت کی قید سے اس زمین سے احتراز کرلیا' جب ایک آدمی نے غیر منقسم (غیر متمیز اور غیر ممتاز) زمین کو وقف کیا تو یہ امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

۲۷۷۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا قَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنانے کا حکم دیا' پس فرمایا: اے بنوالنجار! مجھے اپنا یہ باغ قیمۃً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے طلب کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک جماعت نے اپنی غیر منقسم (غیر متمیز) زمین اللہ کے لیے وقف کر دی۔

۲۸ - بَابُ الْوَقْفِ وَ كَيْفَ يُكْتَبُ

وقف کو کس طرح لکھا جائے گا؟

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ وقف کو کس طرح لکھا جائے گا۔

۲۷۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَصَابَ عُمَرُ بِخَيْبَرَ أَرْضًا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ مِنْهُ فَكَيْفَ تَأْمُرُنِيْ بِهٖ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ فِي الْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبٰى وَالرِّقَابِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيْلِ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ أَوْ يُطْعِمَ صَدِيْقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر میں زمین پائی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: میں نے خیبر میں زمین پائی ہے اور ایسا مال میں نے کبھی حاصل نہیں کیا' جو اس سے زیادہ نفیس ہو تو آپ مجھے اس میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین تم اپنے قبضہ میں روک کر رکھو اور اس کے منافع کو خیرات کر دو' سو حضرت عمر نے اس زمین کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کیا کہ اصل زمین کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے نہ اس کو وراثت میں دیا جائے گا' (یہ زمین) فقراء کے لیے ہے اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے ہے اور اللہ کی راہ میں (مجاہدوں کے لیے ہے) اور مہمانوں اور مسافروں کے لیے (وقف ہے)' جو اس زمین کا متولی یا منتظم ہو وہ اگر دستور کے مطابق اس

سے کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' بہ شرطیکہ وہ اس سے مال جمع نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر کی وقف کے متعلق تحریر

اس حدیث میں شرائط کے الفاظ ہیں اور یہ تمام شرائط ''کتاب الوقف'' میں لکھی گئی ہیں' اور حضرت عمر رضی اللہ نے اپنی کتاب وقف لکھی ہے جس کو معیقیب نے لکھا ہے اور وہ حضرت عمر کے کاتب تھے' اور اس پر حضرت عبداللہ بن ارقم گواہ ہوئے تھے' اور یہ حضرت عمر کی خلافت کا زمانہ تھا کیونکہ معیقیب' حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں لکھتے تھے' حضرت عمر نے اس زمین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وقف کر دیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ زبانی وقف تھا' بعد میں حضرت عمر نے اس کو اپنے عہد خلافت میں باضابطہ تحریر کرایا' اس کی صورت یہ ہے: یہ وہ تحریر ہے' جس کو حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عمر کی مدینہ میں زمین کے متعلق لکھا ہے' پھر مذکور الصدر حدیث لکھی اور حضرت عبداللہ بن ارقم اس پر گواہ ہوئے۔ (عمدة القاری ج ۱۴ ص ۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

وقف سے رجوع کرنے کے جواز پر امام ابوحنیفہ کی دلیل

امام طحاوی نے از امام مالک از ابن شہاب' یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے یہ یاد نہ ہوتا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ صدقہ کیا تھا تو میں اس کو واپس کر دیتا' امام ابوحنیفہ اور امام زفر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین کو وقف کر دینا' اس سے رجوع کرنے سے مانع نہیں ہے اور حضرت عمر نے جو وقف میں رجوع کرنے سے منع کیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تھا اور انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک امر کا ذکر کریں' پھر اس کی مخالفت کریں۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس پر دو اعتراض کیے ہیں: اوّل یہ ہے کہ

یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ ابن شہاب زہری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک وقف کا لزوم صحیح ہو' مگر یہ کہ واقف نے وقف سے رجوع کرنے کی شرط لگائی ہو تو ان کے نزدیک اس کا وقف سے رجوع کرنا جائز ہو۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۱۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ زہری کی روایت کا منقطع ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ انقطاع حدیث کی صحت میں اس وقت مضر ہوتا ہے' جب اس راوی کی شرائط میں سے کوئی شرط فوت ہو اور ابن شہاب زہری فن حدیث میں بہت عظیم امام ہیں' لہٰذا ان کی روایت میں کوئی تہمت نہیں لگ سکتی' خصوصاً جب امام مالک ایسے عظیم امام ان سے روایت کر رہے ہوں' اگر ان کو اس روایت پر اعتماد نہ ہوتا تو وہ اس کو روایت نہ کرتے اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جس احتمال پر کوئی دلیل قائم نہ ہو' اس پر عمل نہیں کیا جاتا اور نہ اس کی طرف التفات کیا جاتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱۴ ص ۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۲۹ - بَابُ الْوَقْفِ لِلْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ وَالضَّيْفِ

مال دار' فقیر اور مہمان کے لیے وقف کرنا

اس باب میں مال دار' فقیر اور مہمان کے لیے وقف کرنے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

٢٧٧٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَجَدَ مَالًا بِخَيْبَرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ قَالَ اِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهٖ فِي الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَذِي الْقُرْبٰى وَالضَّيْفِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر میں مال پایا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' سو آپ کو اس مال کی خبر دی' آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس مال کو صدقہ کر دو' پس حضرت عمر نے اس زمین کو فقراء اور مساکین' قرابت داروں اور مہمان کے لیے وقف کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

٣٠ - بَابُ وَقْفِ الْاَرْضِ لِلْمَسْجِدِ — مسجد کے لیے زمین کو وقف کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کے لیے زمین کو وقف کرنا جائز ہے۔

٢٧٧٤ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَمَرَ بِالْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا' پھر آپ نے فرمایا: اے بنو النجار! مجھے اپنا یہ باغ قیمتاً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مسجد کے لیے زمین وقف کرنے کا ثبوت ہے۔

٣١ - بَابُ وَقْفِ الدَّوَابِّ وَالْكُرَاعِ وَالْعُرُوْضِ وَالصَّامِتِ — سواریوں' گھوڑوں' سامان اور سونے اور چاندی کو وقف کرنا

اس باب کے عنوان میں ''دواب'' کا لفظ ہے' یہ ''دابۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: سواری' اور ''کراع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گھوڑے' اور ''عروض'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: متاع اور سامان' اور ''الصامت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سونا اور چاندی۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْمَنْ جَعَلَ اَلْفَ دِيْنَارٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدَفَعَهَا اِلٰى غُلَامٍ لَّهٗ تَاجِرٍ يَّتَّجِرُ بِهَا وَجَعَلَ رِبْحَهٗ صَدَقَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ هَلْ لِلرَّجُلِ اَنْ

اور الزہری نے کہا: جس نے اللہ کی راہ میں ایک ہزار دینار وقف کیے اور وہ دینار اپنے اس غلام کو دے دیے جو تاجر ہے اور ان کے ساتھ تجارت کرتا ہے اور اس کا نفع مسکینوں اور قرابت داروں

يَأْكُلَ مِنْ رِبْحِ ذٰلِكَ الْأَلْفِ شَيْئًا وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ جَعَلَ رِبْحَهَا صَدَقَةً فِي الْمَسَاكِيْنِ قَالَ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا.

کے لیے وقف کر دیا' کیا اس شخص کے لیے جائز ہے کہ ان ہزار دینار کے نفع سے کچھ کھائے خواہ اس نے اس کے نفع کو مساکین کے لیے وقف نہ کیا ہو' زہری نے کہا: اس کے لیے اس نفع سے کھانا جائز نہیں ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن وہب نے اپنی موطأ میں روایت کیا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ زہری نے جو کہا ہے کہ اس کے لیے اس نفع سے کھانا جائز نہیں ہے' یہ اس وقت ہے جب اس کو اس کی ضرورت نہ ہو اور جب اس کو اس سے کھانے کی ضرورت ہو اور وہ اس کو کھانے کا محتاج ہو تو پھر اس کے لیے اس سے کھانا مباح ہے اور اس صورت میں وہ ایک مسکین کی طرح ہو گا' یہ امام مالک کا مسلک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۷)

۲۷۷۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ لَّهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَعْطَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا رَجُلًا فَأُخْبِرَ عُمَرُ أَنَّهُ قَدْ وَقَفَهَا يَبِيْعُهَا فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبْتَاعَهَا فَقَالَ لَا تَبْتَعْهَا وَلَا تَرْجِعَنَّ فِيْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس گھوڑے کو اللہ کی راہ میں سواری کے لیے دیا جو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عطاء کیا تھا تا کہ وہ (جہاد میں) اس پر کسی آدمی کو سوار کریں' پھر حضرت عمر کو معلوم ہوا کہ انہوں نے جس شخص پر یہ گھوڑا وقف کیا تھا' وہ اس کو بیچ رہا ہے' تب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ سوال کیا کہ وہ اس گھوڑے کو خرید لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گھوڑے کو وقف کرنے کا ذکر ہے۔

۳۲ - بَابُ نَفَقَةِ الْقَيِّمِ لِلْوَقْفِ — وقف کے منتظم کا خرچ

اس باب کے عنوان میں ''قیّم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وقف کا منتظم اور وقف کا عامل' اس میں وقف کا مزدور' منشی اور وکیل بھی داخل ہیں۔

۲۷۷۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا مَّا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمَؤُوْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میرے ورثاء دینار کو تقسیم نہیں کریں گے' میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور اپنی زمین کے عاملین کی مشقت کے

معاوضہ کے خرچ کے بعد جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ [اطراف الحدیث:۳۰۹۶_۶۷۲۹]

(صحیح مسلم:۱۷۶۰؛ الرقم المسلسل:۴۴۷۴؛ سنن ابوداؤد:۲۹۷۴؛ مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۵ طبع قدیم؛ مسند احمد:۸۸۹۲؛ ج ۱۴ ص ۴۷۲؛ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے: میرے ورثاء۔ اس سے مراد ہے: جو بالقوۃ آپ کے وارث ہیں ورنہ آپ نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جائے گا' ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

۲۷۷۷ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ اِشْتَرَطَ فِيْ وَقْفِهٖ اَنْ يَّاْكُلَ مَنْ وَّلِيَهٗ وَيُوْكِلَ صَدِيْقَهٗ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ مَّالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے وقف میں یہ شرط لگائی کہ جو اس وقف کا انتظام کرے گا' وہ اس وقف سے کھائے گا اور وہ اپنے دوست کو بھی کھلائے گا اور اس سے مال جمع نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے' کیونکہ اس میں وقف کے منتظم کے خرچ کا ذکر ہے۔

۳۳ - بَابٌ اِذَا وَقَفَ اَرْضًا اَوْ بِئْرًا وَّاشْتَرَطَ لِنَفْسِهٖ مِثْلَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ

جب کسی نے زمین وقف کی یا کنواں وقف کیا اور اس میں اپنے لیے عام مسلمانوں کی طرح پانی کے ڈول لینے کی شرط لگائی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے زمین وقف کی یا کنواں وقف کیا اور اس میں اپنی منفعت کی بھی شرط لگائی تو یہ جائز ہے۔

وَاَوْقَفَ اَنَسٌ دَارًا فَكَانَ اِذَا قَدِمَهَا نَزَلَهَا.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک مکان وقف کیا تھا تو جب وہ (مدینہ) آتے تو اس مکان میں ٹھہرتے تھے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۱ (نشر السنۃ ملتان) پر مذکور ہے۔

وَتَصَدَّقَ الزُّبَيْرُ بِدُوْرِهٖ وَقَالَ لِلْمَرْدُوْدَةِ مِنْ بَنَاتِهٖ اَنْ تَسْكُنَ غَيْرَ مُضِرَّةٍ وَّلَا مُضَرٍّ بِهَا فَاِنِ اسْتَغْنَتْ بِزَوْجٍ فَلَيْسَ لَهَا حَقٌّ.

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کو وقف کر دیا تھا' وہ جب کبھی (مدینہ) آتے تو اس گھر میں ٹھہرتے تھے اور انہوں نے اپنی ایک مطلقہ بیٹی سے کہا کہ وہ اس گھر میں رہیں لیکن اس گھر کو نقصان نہ پہنچائیں اور نہ کوئی اور اس گھر میں نقصان پہنچائے' پس اگر وہ شوہر کی وجہ سے اس گھر سے مستغنی ہو جائیں تو پھر ان کا اس گھر میں کوئی حق نہیں ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' سنن دارمی: ۳۳۰۱ میں مذکور ہے۔

وَجَعَلَ ابْنُ عُمَرَ نَصِيْبَهٗ مِنْ دَارِ عُمَرَ سُكْنٰى

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے (وقف

لِذَوِی الْحَاجَةِ مِنْ اٰلِ عَبْدِ اللّٰهِ.

کیے ہوئے) گھر کے رہائش کے حصہ کو اپنی ضرورت مند اولاد کو دے دیا تھا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث 'الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۱۳۲ (دارالکتب العلمیہ' بیروت) میں مذکور ہے۔

۲۷۷۸ - **وَقَالَ** عَبْدَانُ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَیْثُ حُوْصِرَ اَشْرَفَ عَلَیْهِمْ وَقَالَ اَنْشُدُکُمْ وَلَا اَنْشُدُ اِلَّا اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَفَرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرْتُهَا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ جَهَّزَ جَیْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزْتُهُمْ قَالَ فَصَدَّقُوْهُ بِمَا قَالَ.

(امام بخاری اس روایت میں منفرد ہیں)

اور عبدان نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از ابی عبدالرحمان کہ حضرت عثمان رضی اللہ کا جب محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے محاصرہ کرنے والوں سے جھانک کر فرمایا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے سوا اور کوئی قسم نہیں دیتا تھا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جس نے رومہ کے کنویں کو کھودا اس کے لیے جنت ہے' پس میں نے اس کنویں کو کھودا' کیا تم نہیں جانتے کہ آپ نے فرمایا تھا: جس نے تنگ دستی کے لشکر (غزوۂ تبوک کے لشکر) کو ساز وسامان سے لیس کر دیا' اس کے لیے جنت ہے' پس میں نے اس لشکر کو ساز وسامان سے لیس کیا تھا۔ راوی نے کہا: پس محاصرین نے حضرت عثمان کے قول کی تصدیق کی۔

باب مذکور کی حدیث کی مزید تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان نے محاصرین کے اوپر جھانک کر فرمایا: میں تمہیں اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں روما کے کنویں کے سوا اور کوئی میٹھا پانی نہیں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو اس کنویں کو خریدے اور اپنا ڈول عام مسلمانوں کے ڈول کی طرح کر دے' اور اس کو جنت میں اس سے بہتر عوض ملے گا' تو انہوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! اور آج تم مجھے اس کنویں سے پانی نہیں پینے دیتے حتیٰ کہ میں سمندر کا پانی پی رہا ہوں! پھر حضرت عثمان نے ان سے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہے کہ مسجد نمازیوں کے لیے تنگ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو آل فلاں سے زمین خریدے اور مسجد میں توسیع کرے تو اس کو جنت میں اس کے عوض بہتر جگہ ملے گی' پس میں نے اپنے خالص مال سے اس جگہ کو خریدا اور تم لوگ آج مجھے اس مسجد میں نماز پڑھنے نہیں دیتے! ان لوگوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ میں نے اپنے خالص مال سے غزوۂ تبوک کے لشکر کو ساز وسامان سے لیس کیا' انہوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے ثبیر نامی پہاڑ پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں تھا' پس وہ پہاڑ لرزنے لگا حتیٰ کہ اس کے پتھر گرنے لگے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا: اے ثبیر! ساکن ہو جا! تجھ پر صرف ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں' ان لوگوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: اللہ اکبر! انہوں نے گواہی دے دی' حضرت عثمان نے کہا: میں شہید ہوں۔ اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۰۱۔ ۱۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُمَرُ فِي وَقْفِهِ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَّلِيَهُ أَنْ يَّأْكُلَ.

اور حضرت عمر نے اپنے وقف کے متعلق کہا: جو اس کا منتظم ہو اس پر اس سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث، صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں مذکور ہے۔

وَقَدْ يَلِيهِ الْوَاقِفُ وَغَيْرُهُ فَهُوَ وَاسِعٌ لِّكُلٍّ.

اور اس وقف کا منتظم واقف بھی ہوتا ہے اور دوسرا بھی، پس یہ سب کے لیے وسیع ہے۔

یہ امام بخاری کا کلام ہے، داؤدی نے کہا ہے کہ اس سے امام بخاری کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر نے کسی دوسرے کو وقف کا منتظم بنایا تھا، وہ خود وقف کے منتظم نہیں بنے تھے۔

٣٤ - بَابٌ إِذَا قَالَ الْوَاقِفُ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ فَهُوَ جَائِزٌ

جب وقف کرنے والے نے کہا: ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے طلب کریں گے تو یہ جائز ہے

٢٧٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ قَالُوا لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنوالنجار! مجھے اپنا باغ قیمۃً دے دو، انہوں نے کہا: ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے طلب کریں گے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۴ میں گزر چکی ہے۔

٣٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ○ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ○ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ○﴾ (المائدہ: ۱۰۶ - ۱۰۸)

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو وصیت کے وقت تمہاری آپس کی گواہی (اس طرح ہو) کہ تم میں سے دو نیک (باشرع) شخص ہوں اور اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو، پھر تمہیں موت کی مصیبت پہنچے تو غیروں میں سے ہی دو شخص گواہ ہوں، اگر تمہیں ان پر شک ہو تو ان دو گواہوں کو (مسلمانوں کے سامنے) نماز کے بعد روک لو، وہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں لیں گے خواہ قریبی رشتہ دار ہوں (ہم ان کی رعایت نہیں کریں گے) اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائیں گے، اگر ہم ایسا کریں تو ہم اس وقت گناہ گاروں میں سے ہوں گے○ پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان گواہوں نے ضائع کیا ہے، ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (دو وصیوں) کی

شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا' ورنہ ہمارا شمار ظالموں میں ہوگاO یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ (وصی) اس طرح شہادت دیں جس طرح شہادت دینے کا حق ہے یا وہ اس بات سے ڈریں کہ (ورثاء کی) قسموں کے بعد ان کی قسمیں مسترد کردی جائیں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام) سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتاO (المائدہ: ۱۰۸۔ ۱۰۶)

سفر میں وصیت کرنا اور غیر مسلموں کو گواہ بنانا

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اصل میں مسلمان گواہوں کو مقرر کرنا چاہیے اور یہ کہ ضرورت کے پیش نظر غیر مسلموں کو بھی گواہ بنایا جاسکتا ہے' اس آیت میں فرمایا ہے: تم میں سے دو شخص گواہ ہوں' اس کا معنی ہے: تمہارے دین اور تمہاری ملت سے دو گواہ ہوں' یہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' سعید بن میب' سعید بن جبیر' شریح بن سیرین اور شعبی کا قول ہے' امام احمد کا بھی یہی مختار ہے' پھر فرمایا کہ سفر میں غیروں میں سے ہی دو گواہ بنا لیے جائیں' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور دیگر مذکور الصدر فقہاء تابعین کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمہارے دین اور تمہاری ملت کے غیر ہوں' یعنی اہل کتاب میں سے ہوں اور حسن اور عکرمہ کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اقرباء اور رشتہ داروں کے غیر ہوں۔

جب یہ مراد لی جائے کہ غیروں سے مراد غیر مسلم اور اہل کتاب ہیں اور یہ کہ سفر میں وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنالیا جائے تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت غیر محکمہ اور منسوخ ہے' یا یہ کہ اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے' حضرت ابن عباس' ابن المسیب' ابن جبیر' ابن سیرین' قتادہ' شعبی' سفیان ثوری اور امام احمد کے نزدیک یہ آیت محکمہ ہے اور اب بھی اہل کتاب کو سفر میں وصیت پر گواہ بنانا جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہوگئی:

وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ . (الطلاق: ۲) اور اپنوں (یعنی مسلمانوں) میں سے دو نیک شخصوں کو گواہ بناؤ۔

زید بن اسلم' امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی اسی طرف میلان ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اہل کفر عادل (نیک) نہیں ہیں' اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ یہ حاجت اور ضرورت کا مقام ہے اور ایسے موقع پر صرف عورتوں کی گواہی بھی صحیح ہوتی ہے' جیسے حیض' نفاس اور بچے کی پیدائش میں عورتوں کی گواہی صحیح ہوتی ہے۔

(زاد المسیر ج ۲ ص ۴۴۷۔۴۴۶' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

۲۷۸۰ - وَقَالَ لِىْ عَلِىُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِى الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِىْ سَهْمٍ مَعَ تَمِيْمِ الدَّارِىِّ وَعَدِىِّ بْنِ بَدَّاءٍ فَمَاتَ السَّهْمِىُّ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمَا

اور مجھ سے علی بن عبداللہ نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی القاسم از عبدالملک بن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ بنو سہم سے ایک آدمی' تمیم داری اور عدی بن بدّاء کے ساتھ (سفر پر) نکلا' پس سہمی ایسے علاقہ میں فوت ہو گیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا' پھر جب وہ

بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوْا جَامًا مِّنْ فِضَّةٍ مُّخَوَّصًا مِّنْ ذَهَبٍ فَأَحْلَفَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَكَّةَ فَقَالُوا ابْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِيمٍ وَّعَدِيٍّ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَائِهِ فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَإِنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ قَالَ وَفِيهِمْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ﴾ (المائدہ:۱۰۶)

دونوں اس کے ترکہ کو لے کر مدینہ آئے (تو اس کے ورثاء نے) چاندی کا ایک جام کم پایا جس پر سونے کا کام کیا گیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے قسم لے لی' پھر وہ چاندی کا جام مکہ میں پایا گیا' ان لوگوں نے کہا: ہم نے یہ جام تمیم اور عدی سے خریدا ہے' پھر اس مرنے والے کے دو رشتہ دار کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہماری گواہی تمیم اور عدی کی گواہی سے زیادہ معتبر ہے اور یہ جام ان کے رشتہ دار ہی کا ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: یہ آیت ان ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے' یعنی اے ایمان والو! تمہاری گواہی اس طرح ہو' سے لے کر آخر تک۔ (المائدہ:۱۰۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (۲) یحییٰ بن آدم بن سلیمان المخزومی (۳) یحییٰ بن زکریاء بن ابی زائدہ' ان کا نام میمون ابوسعید الہمدانی القاضی ہے (۴) محمد بن ابی القاسم' جن کو الطویل کہا جاتا ہے' ان کے باپ کا نام معلوم نہیں ہو سکا (۵) عبدالملک بن سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۰۵)

بنو سہم کے آدمی' تمیم داری اور عدی بن بدّاء کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بنو سہم کا ایک آدمی تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ سفر پر نکلا۔

اس آدمی کا نام بزیل تھا' اسی طرح امام ترمذی کی روایت میں ہے اور امام طبری کی روایت میں ہے: اس کا نام بدیل ہے' کلبی کی روایت میں ہے: اس کا نام بدیل بن ابی ماریہ ہے' ابن جریج نے لکھا ہے: یہ مسلمان تھا۔

نیز اس حدیث میں تمیم داری کا ذکر ہے' یہ مشہور صحابی ہیں' ان کی نسبت دار کی طرف ہے' یہ پہلے نصرانی تھے' اس حدیث میں جس قصہ کا ذکر ہے' یہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے' یہ ۹ ھ میں اسلام لائے اور مدینہ میں رہے' حضرت عثمان کی شہادت کے بعد یہ شام منتقل ہو گئے' یہ ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔

اور اس حدیث میں عدی بن بدّاء کا ذکر ہے' امام ترمذی نے کہا: یہ نصرانی تھے' ان کے اسلام لانے کا قصہ ہمیں نہیں پہنچا' امام واقدی نے کہا ہے کہ عدی بن بداء' حضرت تمیم داری کے اخیافی بھائی تھے یا رضاعی بھائی تھے۔

حضرت عمرو بن العاص اور المطلب بن ابی وداعہ نے تمیم اور عدی دونوں کے خلاف گواہی دی تھی' تمیم داری نے خیانت کا اعتراف کر لیا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے تمیم! اسلام لے آؤ! اللہ تعالیٰ تم سے درگزر فرمائے' پس وہ اسلام لے آئے اور انہوں نے اسلام میں نیک کام کیے اور عدی بدّاء نصرانی ہونے ہی کی حالت میں فوت ہو گیا۔

اس حدیث میں جام کا ذکر ہے' یہ چاندی کا پیالہ تھا اور اس پر سونے کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۰۷-۱۰۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۳۶- بَابُ قَضَاءِ الْوَصِيِّ دَيْنَ الْمَيِّتِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِّنَ الْوَرَثَةِ

بغیر ورثاء کی موجودگی کے وصی کا میت کے قرض کو ادا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ورثاء کی موجودگی کے بغیر وصی کا میت کے قرض کو ادا کرنا جائز ہے اور اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

٢٧٨١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ اَوِ الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ فِرَاسٍ قَالَ قَالَ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ اَبَاهُ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ وَّتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا فَلَمَّا حَضَرَ جِدَادُ النَّخْلِ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِيْ اُسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَّاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ قَالَ اِذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَتِهٖ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ اُغْرُوْا بِيْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ اَطَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِيْ وَاَنَا وَاللّٰهِ رَاضٍ اَنْ يُّؤَدِّيَ اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِيْ وَلَا اَرْجِعَ اِلٰى اَخَوَاتِيْ بِتَمْرَةٍ فَسَلِمَ وَاللّٰهِ الْبَيَادِرُ كُلُّهَا حَتّٰى اِنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهٗ لَمْ يَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سابق نے یا ان سے فضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از فراس انہوں نے کہا کہ شعبی نے بتایا کہ مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے چھ بیٹیاں چھوڑیں اور انہوں نے اپنے اوپر قرض چھوڑا تھا' جب کھجور کے درختوں سے کھجوروں کے اتارنے کا وقت آیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے اپنے اوپر بہت قرض چھوڑا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرض خواہ دیکھ لیں' آپ نے فرمایا: تم جاؤ! اور ہر قسم کی کھجوروں کا (کھلیان میں) الگ الگ ڈھیر لگا دو' پس میں نے ایسا کر لیا' پھر میں نے آپ کو بلایا' جب قرض خواہوں نے آپ کو میرے ساتھ دیکھا تو اور زیادہ سختی سے مطالبہ شروع کر دیا' جب آپ نے ان کی اس کارروائی کو دیکھا تو آپ نے کھلیان کے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے' پھر فرمایا: اپنے اصحاب کو بلاؤ' پھر آپ ان کو مسلسل ناپ ناپ کر دیتے رہے' حتیٰ کہ اللہ نے میرے والد کی امانت کو ادا کر دیا' اور میں اللہ کی قسم! اس پر راضی تھا کہ اللہ میرے والد کی امانت کو ادا کر دے اور میں اپنی بہنوں کے لیے اس میں سے ایک کھجور بھی واپس نہ لے جاؤں' پس اللہ کی قسم! تمام کھلیان سلامت رہے حتیٰ کہ میں کھجوروں کے اس ڈھیر کی طرف دیکھ رہا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اُغْرُوْا بِيْ يَعْنِيْ هِيْجُوْا بِيْ ﴿فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ﴾ (المائدہ:١٤)

امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: اس حدیث میں ''اغروا بی'' کے الفاظ ہیں' اس کا معنی ہے: وہ مجھ کو دیکھ کر جوش میں آ گئے اور سختی کرنے لگے۔ قرآن مجید میں ہے: پس ہم نے ان کے درمیان

عداوت اور بغض کو اُبھارا۔ (المائدہ: ۱۴) اس میں بھی ''اغرینا'' اسی معنی میں ہے۔

''کتاب الوصایا'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین سیّدنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وذریتہٖ وازواجہٖ اجمعین! آج ۲۵ شعبان ۱۴۲۹ھ/ ۲۸ اگست ۲۰۰۸ء بہ روز جمعرات ''کتاب الوصایا'' مکمل ہوگئی۔ الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے اپنے فضل وکرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے اسی طرح صحیح البخاری کی باقی احادیث کی بھی تکمیل کرا دیں۔

''کتاب الوصایا'' میں ساٹھ احادیث ہیں ان میں سے اٹھارہ تعلیقات ہیں باقی احادیث موصولہ ہیں ان میں بیالیس احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث اٹھارہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٥٦ - کِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ

جہاد اور سیر کا بیان

یہ کتاب احکامِ جہاد میں ہے' جہاد کا لغوی معنی ہے: مشقت' اور اصطلاحِ شرع میں اس کا معنی ہے: اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مشقت کر کے کفار کو قتل کرنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا معنی ہے: نفس کو جھکا کر اس سے شریعت کے مطابق کام کرانا اور اتباعِ شہوات اور حصولِ لذات میں نفس کی مخالفت کرنا۔ صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں ''کتاب الجهاد'' اسی مقام پر مذکور ہے' تاہم علامہ ابن بطال نے ''کتاب الجهاد'' کو حج اور صوم کے بعد اور بیوع سے پہلے ذکر کیا ہے۔

١ - بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ — جہاد اور سیر کی فضیلت

اس عنوان میں ''سِیر'' کا لفظ ہے' یہ ''سیرت'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: طریقہ۔ یہاں پر جمع کا لفظ اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ لفظ مغازی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں اور سیرتوں کا جامع ہے' اسی طرح یہ لفظ صحابہ کی سیرتوں کا بھی جامع ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ. اِلٰى قَوْلِهٖ. وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ (التوبہ: ١١١-١١٢)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا' وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں' اس پر اللہ کا سچا وعدہ ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہے' پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ' جو تم نے بیع کی ہے......اور مؤمنین کو بشارت دیجئے' تک ہے۔ (التوبہ: ١١٢-١١١)

مجاہدین سے اللہ تعالیٰ کے جنت خریدنے کی وضاحت اور اس کے متعلق احادیث

مجاہدین اپنی جانوں اور مالوں کو جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جو جنت عطا فرمائی ہے' اس کو اللہ تعالیٰ نے ''شراء'' (خریدنے) سے تشبیہ دی ہے۔ عرف میں خریدنے کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص ایک چیز کو اپنی ملک سے نکال کے دوسرے کو کسی اور چیز کے عوض میں دیتا ہے' جو نفع میں اس چیز کے برابر ہوتی ہے یا کم یا زیادہ' پس مجاہدین نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ کے ہاتھ اس جنت کے بدلہ میں فروخت کر دیا' جو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لیے تیار کی ہے' بایں طور کہ وہ اہل جنت میں سے ہو جائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس کو اپنے گھر سے نکالنے کا محرک صرف اس کی راہ میں جہاد کرنے کا جذبہ ہوتا ہے اور اس کے کلام کی تصدیق کرنا ہوتا ہے اللہ اس کے لیے اس بات کا ضامن ہو گیا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر دے یا اس کو اس کے گھر اجر وثواب اور مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹا دے۔

(صحیح البخاری: ٧٤٦٣ صحیح مسلم: ١٨٧٦ سنن نسائی: ٥٠٢٩ سنن ابن ماجہ: ٢٧٥٣ سنن کبریٰ للبیہقی ج ٩ ص ١٥٧ سنن سعید بن منصور: ٢٣١١)

یہ آیت آخری بیعت عقبہ کے موقع پر بعثت نبوی کے تیرھویں سال میں نازل ہوئی تھی اس موقع پر مدینہ سے آئے ہوئے ستر آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن قرظی وغیرہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ اپنے رب کے لیے اور اپنی ذات کے لیے جو چاہیں شرط لگا لیں۔ آپ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور میں اپنے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم میری حفاظت اس طرح کرو گے جس طرح تم اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو انہوں نے کہا: جب ہم یہ کرلیں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جنت! انہوں نے کہا: یہ نفع والی بیع ہے ہم اس کو خود فسخ کریں گے نہ اس کے فسخ کرنے کو پسند کریں گے۔ (جامع البیان جز ١١ ص ٤٩ دار الفکر بیروت ١٤١٥ھ)

التوبہ: ١١٢ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔ اس کے متعلق امام بخاری نے کہا:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحُدُوْدُ الطَّاعَةُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''الحدود الطاعة''۔

امام ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث (اثر) تفسیر امام ابن ابی حاتم: ١٦٩٣۔ ج ١ ص ٣١٩ (مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ١٤١٧ھ) میں روایت کی ہے یعنی اللہ کی حدود یہ ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے اور ان کی نافرمانی نہ کی جائے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ١ ص ٣١٩ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ١٤١٧ھ)

٢٧٨٢ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ الْوَلِيْدَ بْنَ الْعَيْزَارِ ذَكَرَ عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَلصَّلٰوةُ عَلٰى مِيْقَاتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَكَتُّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّهُ لَزَادَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن صباح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے الولید بن العیز ار سے سنا انہوں نے ذکر کیا از ابی عمرو الشیبانی انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے اور اگر میں زیادہ سوال کرتا تو آپ زیادہ جواب دیتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٥٢٧ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جہاد کا ذکر ہے۔

نماز' والدین کے ساتھ نیکی اور جہاد کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی توجیہ

امام طبری نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز' والدین کے ساتھ نیکی اور جہاد کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ تینوں عبادتیں دیگر عبادات کا عنوان ہیں' کیونکہ جس نے بغیر عذر کے فرض نماز کو ضائع کر دیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا' حالانکہ نماز پڑھنا بہت آسان ہے اور اس کی فضیلت بہت زیادہ ہے تو وہ دیگر عبادات کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا' اور جس نے اپنے والدین کے ساتھ نیکی نہیں کی حالانکہ اس پر ان کا حق بہت زیادہ ہے تو وہ دوسرے مستحقین کے ساتھ بہت کم نیکی کرنے والا ہوگا اور جس نے کفار کے خلاف جہاد کو ترک کر دیا جب کہ کفار اس کے دین کے ساتھ شدید عداوت رکھنے والے ہیں تو وہ فساق اور فجار کے ساتھ جہاد کو بہت زیادہ ترک کرنے والا ہوگا۔

جہاد کی دو قسمیں ہیں: فرضِ عین اور فرضِ کفایہ' ان کی تفصیل علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ نے اس طرح بیان کی ہے:

فرضِ عین جہاد کی تعریف

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ تین حالتوں میں جہاد فرض عین ہے:

(۱) سربراہِ مملکت اسلامیہ کسی شخص یا کسی جماعت کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفار سے قتال کے لیے طلب کرے تو ان پر جہاد کے لیے نکلنا فرض عین ہے' اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْــًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (التوبہ:۳۹-۳۸)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ جہاد کے لیے نکلو تو تم بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے' حالانکہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے ۝ اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے بدلہ میں دوسری قوم لے آئے گا اور تم اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝

اس آیت کی جہاد کے فرضِ عین ہونے پر اس طرح دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سربراہِ ملت اسلامیہ کے طلب کرنے کے بعد جہاد کے لیے نکلنے میں سستی کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور جہاد کے لیے نہ نکلنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی ہے۔

سربراہِ ملت اسلامیہ کے طلب کرنے پر جہاد کے فرض ہونے پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب (مکہ سے مدینہ کی طرف) ہجرت نہیں ہے' لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو۔

(صحیح البخاری: ۲۸۲۵' صحیح مسلم: ۱۳۵۳' سنن ابوداؤد: ۲۴۸۰' سنن ترمذی: ۱۵۹۰)

اس حدیث کی جہاد کے فرضِ عین ہونے پر اس طرح دلالت ہے کہ نبی ﷺ نے امام کے طلب کرنے کے بعد جہاد کے لیے نکلنے کا امر فرمایا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

(۲) جہاد کے فرضِ عین ہونے کی دوسری حالت یہ ہے کہ دشمن مسلمانوں کے کسی شہر پر حملہ کر کے اس میں داخل ہو جائے یا ان کی

مملکت کے کسی حصہ پر قابض ہو جائے تو اس وقت دشمن سے قتال کرنا فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیت اجماع سے ثابت ہے۔

(۳) جہاد کے فرضِ عین ہونے کی تیسری حالت یہ ہے کہ جب دشمن سے صف بہ صف مقابلہ ہو رہا ہو تو اس وقت دشمن سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا حرام ہے' قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ○ (الانفال:۱۵)

اے ایمان والو! جب میدانِ جنگ میں تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو ○

جب سربراہِ ملت اسلامیہ تبلیغ اسلام کے لیے کفار سے قتال کرنے کے لیے عام مسلمانوں کو طلب کرے تو تمام مسلمانوں پر جہاد کے لیے نکلنا نماز اور روزے کی طرح فرض ہے' پس بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے اور بچے اپنے والدین کی اجازت کے بغیر نکلیں۔

جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کی صورتیں

جب دشمن مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرے نہ اس کے کسی حصہ پر قبضہ کرے' نہ سربراہِ ملت اسلامیہ عام مسلمانوں کو جہاد کے لیے طلب کرے تو تبلیغ اسلام کے لیے کفار پر حملہ کرنا فرضِ کفایہ ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (النساء:۹۵)

بلا عذر جہاد سے بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں' اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر کئی درجہ فضیلت دی ہے' اور سب سے اللہ نے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے' اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر بہت بڑے ثواب کی بشارت دی ہے ○

اس آیت کی جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے پر اس طرح دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں اور بلا عذر جہاد نہ کرنے والوں دونوں سے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے' البتہ جہاد کرنے والوں کو زیادہ اجر و ثواب کی بشارت دی ہے' اگر ہر جہاد فرضِ عین ہوتا تو جہاد نہ کرنے والے گناہ گار ہوتے اور ان سے اچھے اجر کا وعدہ نہ فرماتا کیونکہ مقصود تو اللہ کے دین کی سربلندی اور تبلیغ اسلام ہے' سو جن مسلمانوں نے اس فریضہ کو ادا کر لیا تو باقی مسلمانوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو گئی جیسا کہ تمام فروضِ کفایہ میں ہوتا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۹ ص ۳۸۲۔۳۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

جہاد کی مزید دو قسمیں: مدافعانہ جہاد اور جارحانہ جہاد

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو ابتداءً آپ کو مدافعانہ جہاد کی اجازت دی گئی' یعنی جب آپ پر یا مسلمانوں پر حملہ کیا جائے تو آپ کو اس حملہ کا دفاع کرنے کی اجازت دی گئی' چنانچہ فرمایا:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ○ (الحج:۳۹)

جن لوگوں سے ناحق قتال کیا جاتا ہے ان کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے' اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے ○

اور جارحانہ جہاد کے متعلق یہ آیت ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ. (التوبہ:٥)

پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو یعنی ان کو گھیرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کے متعلق ایک حدیث

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو کسی بڑے لشکر یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت فرماتے' اور اس امیر کے ساتھ جو مسلمان ہوتے' ان کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت فرماتے' پھر فرماتے: اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جنگ کرو جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کریں ان کے خلاف قتال کرو' خیانت نہ کرو' عہد شکنی نہ کرو' مثلہ نہ کرو (کسی شخص کے اعضاء نہ کاٹو)' کسی بچہ کو قتل نہ کرو' جب تمہارا مشرکین میں سے اپنے دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دو' وہ ان میں سے جس چیز کو بھی مان لیں' تم ان کو ان سے قبول کر لو اور پھر ان پر حملہ کرنے سے رُک جاؤ' ان کو یہ دعوت دو کہ وہ اپنے شہر سے دار مہاجرین کی طرف منتقل ہو جائیں اور ان کو یہ بتاؤ کہ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو ان کے وہ حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے حقوق ہیں اور ان پر وہ چیزیں فرض ہوں گی جو مہاجرین پر فرض ہیں اور اگر وہ اپنے شہر سے منتقل ہونے سے انکار کر دیں تو وہ مسلمان اعرابیوں کی طرح ہوں گے اور ان پر اللہ کا وہ حکم جاری ہوگا جو مؤمنین پر جاری ہے اور مالِ غنیمت اور فے میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا' البتہ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کریں تو پھر ان کا حصہ ہوگا اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو' اگر وہ اس کو مان لیں تو پھر ان سے جزیہ قبول کر لو اور ان پر حملہ کرنے سے رک جاؤ اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو اللہ سے مدد حاصل کر کے ان سے قتال کرو' اور جب تم قلعہ میں بند لوگوں کا محاصرہ کرو اور وہ یہ ارادہ کریں کہ تم ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو ضامن بناؤ تو تم اللہ اور اس کے رسول کو ضامن نہ بناؤ' لیکن تم اپنی اور اپنے اصحاب کی ضمانت دو' کیونکہ اگر تم نے اپنی اور اپنے اصحاب کی ذمہ داری کو ادا نہ کیا تو یہ اس سے آسان ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف ضمانت توڑنے کی نسبت کرو اور جب تم قلعہ والوں کا محاصرہ کرو اور وہ یہ ارادہ کریں کہ تم ان کو اللہ کے حکم سے قلعہ سے باہر لاؤ تو تم اللہ کے حکم سے ان کو باہر نہ لانا' لیکن تم ان کو اپنے حکم سے قلعہ سے نکالنا' کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے یا نہیں۔

(صحیح مسلم: ١٧٣١' سنن ابوداؤد: ٢٦١٢' سنن ترمذی: ١٤١٥' سنن ابن ماجہ: ٢٨٥٨)

مصنف کی طرف سے مشروعیت جہاد اور قتل مرتد پر اعتراض کے جوابات

یہودی اور عیسائی مستشرقین معترضین کو سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ کفار کے خلاف جنگ اور جہاد کرنے میں اسلام تنہا اور منفرد نہیں ہے' بلکہ موجودہ تورات (کتابِ مقدس' بائبل) میں بھی اپنے مخالف کفار کے ساتھ جنگ اور جہاد کرنے کی تلقین اور ترغیب دی گئی ہے' اور موجودہ انجیل میں تصریح ہے کہ تورات کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہے' اب آپ تورات کے اس اقتباس کا مطالعہ فرمائیں:

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا○ اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں○ اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو اس کا محاصرہ کرنا○ اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا○ لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو

جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو' کھانا○ ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں○ پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے' کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا○ بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اُموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم ہے' بالکل نیست کر دینا○ تا کہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لیے کیے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو○

(استثناء باب:٢٠' آیت:١٨-١٠) (عہد نامہ قدیم:١٨٦)

واضح رہے کہ عیسائیوں کے نزدیک بھی کفار کے خلاف جہاد کا یہ حکم باقی ہے' منسوخ نہیں ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں' منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں○ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے○ (متی' باب:٥' آیت:١٨-١٧) (نیا عہد نامہ:٨)

جو غیر مسلم مستشرقین اسلام کے نظریہ جہاد پر اعتراض کرتے ہیں' انہیں تورات اور انجیل کے ان اقتباسات کو بہ غور پڑھنا چاہیے۔ اب جہاد کے متعلق اسلام کا نظریہ ملاحظہ کریں:

جہاد کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے شہر پر حملہ کیا جائے اور مسلمان مدافعانہ جنگ کریں' یہ جہاد فرض عین ہے' اس کی مثال غزوۂ بدر' غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق ہے اور ظاہر ہے کہ یہ "لا اکراہ فی الدین" کے خلاف نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی ہوش مند اعتراض کر سکتا ہے اور جہاد کی دوسری صورت یہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کیا جائے اور بہ شرط استطاعت از خود کافروں کے ملک پر حملہ کیا جائے' یہ جہاد فرض کفایہ ہے' فتح مکہ' فتح طائف اور فتح خیبر میں اس کی مثالیں ہیں اور بعد میں مسلمانوں نے مصر' شام' عراق' ایران اور بہت سے علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کیا اور دنیا کے تین براعظموں میں مسلمانوں کی حکومت پہنچ گئی اور اس میں یہ تفصیل ہے کہ جب مشرکین سے جہاد کیا جائے تو یا تلوار ہے یا اسلام' اور اہل کتاب کے ساتھ جنگ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں: یا وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں یا پھر جنگ کریں۔

اہل کتاب کے ساتھ جزیہ کی رعایت اس لیے رکھی ہے کہ وہ الوہیت اور رسالت کے کسی نہ کسی طور پر قائل ہیں' آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' جزا سزا اور حلال وحرام کے اصولی طور پر معترف ہیں اور جب وہ جزیہ دے کر مسلمانوں کے باج گزار ہو جائیں گے اور ان کا مسلمانوں کے ساتھ میل جول ہو گا تو مسلمانوں کو ان میں تبلیغ اسلام کے مواقع میسر ہوں گے اور انہیں بھی اسلام کی تعلیمات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا اور وہ جلد یا بہ دیر اسلام کو قبول کر لیں گے اور ان کا اسلام کو قبول کرنا بہ رضا ورغبت ہو گا' اس میں جبر کا کوئی دخل نہیں ہے' جہاد کی اس شکل پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اب صرف ایک شکل رہ جاتی ہے اور وہ ہے: تبلیغ اسلام کے لیے مشرکین کے خلاف جہاد' یا وہ اسلام کو قبول کر لیں ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے گا اور اس پر بادی النظر میں اعتراض ہوتا ہے کہ یہ جبر واکراہ ہے لیکن درحقیقت یہ بھی جبر نہیں ہے' اگر کوئی شخص کسی ملک کا باشندہ ہو' اس ملک کے بادشاہ کی مہیا کی ہوئی سہولتوں اور فائدوں سے بہرہ اندوز ہوتا اور اس ملک کی زمین میں گھر بنا کر رہتا ہو اور تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہو لیکن وہ اس ملک کے بادشاہ یا حکمران کی حکومت کو نہ مانے' اس کے قوانین پر عمل نہ کرے اور اس کے برعکس اس حکومت کے مخالف اور دشمن ملک اور حکومت کا علی الاعلان دم بھرتا ہو' اور اس کی وفاداری کا اعلان کرتا ہو تو کیا اس کو گردن

زدنی نہیں قرار دیا جائے گا اور اس کو غدر قرار دے کر قتل نہیں کیا جائے گا' کیا آج دنیا کے تمام مہذب ملکوں کا اس پر عمل نہیں ہے اور اگر اس شخص سے یہ کہا جائے کہ یا تو تم اس ملک کی وفاداری کا اعلان کرو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا تو یہ کیوں عدل وانصاف کے مطابق نہیں ہے جب کہ آج کی نام نہاد مہذب دنیا میں ایسے شخص کو یہ موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جاتا ہے' سو اسی طرح جو شخص اللہ کی بنائی ہوئی زمین میں رہتا ہے اور اس کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ اللہ کو مانتا ہے نہ اس کے کسی اصول اور قانون کو' اور دنیا میں آسمانی مذاہب کی جتنی شکلیں ہیں' ان میں سے وہ کسی کو بھی نہیں مانتا تو اس سے یہ کہنا بجا اور عدل وانصاف کے مطابق ہے کہ یا تو اللہ کے دین کو قبول کر لو ورنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ' نیز جس طرح ہر حکومت میں ریاست کے غدار کی سزا موت ہے' اسی طرح اسلام میں بھی مرتد کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے' اس کو تین دن موقع دیا جاتا ہے کہ وہ غور وفکر کرے اور اگر اس کو اسلام کے خلاف کوئی شبہ ہے تو اس کو زائل کیا جائے لیکن اگر وہ اس کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہتا ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے جب کہ غدار وطن کے لیے یہ رعایت نہیں ہوتی۔

تمام مہذب دنیا میں جرائم پر سزاؤں کا نظام جاری ہے' اور جب کسی قاتل' چور' ڈاکو یا ریاست کے غدار کو سزا دی جائے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ جبر ہے اور حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف ہے' اسی طرح جب مشرک کو ایمان نہ لانے پر جہاد میں قتل کیا جائے یا مرتد کو توبہ نہ کرنے پر قتل کیا جائے تو یہ بھی ان کے جرائم کی سزا ہے' جبر نہیں ہے اور حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف نہیں ہے۔

کیا دین اسلام قبول کرنے میں جبر کا نہ ہونا مشروعیت جہاد کے خلاف ہے؟ میں اس اشکال کے جواب میں کئی دن غور کرتا رہا' میں نے اس سوال کے جواب کی تلاش کے لیے قدیم اور جدید متعدد تفاسیر کو دیکھا' لیکن میں نے دیکھا کہ کسی نے بھی اس کو حل نہیں کیا اور مدافعانہ جنگ اور جزیہ کے اختیار سے اصل اشکال کو ٹالنے کی کوشش کی' بہرحال میرے ذہن میں جو جواب آیا وہ میں نے لکھ دیا ہے' اگر یہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو یہ میری فکر کی کمی ہے اور آئندہ آنے والے علماء کے لیے دعوتِ فکر ہے۔

غیر ملی استعمار سے نجات اور آزادی حاصل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کرنا بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔۔۔ اور اس کو دہشت گردی کہنا غلط ہے

مذکور الصدر تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں' ایک جہاد فرضِ عین ہے اور دوسرا جہاد فرضِ کفایہ ہے' اور یہ دونوں جہاد سربراہِ ملت اسلامیہ کے حکم اور اس کے اعلان سے کیے جاتے ہیں لیکن یہاں پر ایک صورت اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی کافر ملک نے کسی مسلمان ملک پر قبضہ کر کے اس مسلمان ملک کو اپنی کالونی بنا لیا ہو اور وہاں کے باشندوں کو اپنا غلام بنا لیا ہو تو وہاں کے مسلمان باشندے علماء دین کے تعاون اور تائید سے اس کافر ملک سے آزادی کے حصول کے لیے مسلح جدوجہد کریں تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ جیسے متحدہ برصغیر کے مسلمانوں نے انگریز کی غلامی سے آزادی کے حصول کے لیے مسلح جدوجہد کی' یا جس طرح افغانستان کے مسلمانوں نے روس کے اقتدار سے نجات حاصل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کی یا جس طرح مقبوضہ کشمیر کے مسلمان ہندوؤں کے غاصبانہ قبضہ سے آزادی حاصل کرنے کے لیے غیر اعلانیہ مسلح جنگ کر رہے ہیں' اسی طرح فلسطین کے مسلمان یہودیوں کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف مسلح جدوجہد کر رہے ہیں' آیا ان کی یہ جدوجہد جائز ہے یا نہیں؟ مخالفین اس کو دہشت گردی کا نام دیتے ہیں' ہمارے نزدیک یہ بھی حکماً جہاد ہے اور اس کی شرعی نظیر یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابوجندل بن سہیل اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہما صلح حدیبیہ کے بعد ساحل سمندر پر جمع ہو گئے اور دیگر مسلمان بھی ان کے ساتھ آ کر مل گئے' کفار قریش ان کو جبراً مکہ لے جانا چاہتے تھے اور صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مدینہ میں رکھ نہیں سکتے تھے' اس لیے وہ کفارِ قریش کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے

ساحل سمندر پر جمع ہو گئے اور قریش کے جو تجارتی قافلے شام کی طرف جاتے تھے' ان پر حملہ کر کے ان کو لوٹ لیتے تھے' رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا اور حضرت ابو بصیر اور حضرت ابو جندل کی اس مسلح جدوجہد کے نتیجہ میں کفار قریش کو یہ شرط واپس لینی پڑی کہ مکہ سے جو شخص مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا' اس کو جانے نہیں دیا جائے گا' اور پھر مکہ سے لوگ مسلمان ہو کر آزادانہ مدینہ جانے لگے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲' طویل حدیث کا آخری حصہ)

آزادی کے حصول کے لیے مسلح جدوجہد کے جواز کی عام نظیر یہ ہے کہ پہلے امریکا' برطانیہ کی کالونی تھا' امریکا کے باشندوں نے برطانیہ کے استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کی' حتیٰ کہ امریکی باشندوں نے برطانوی استعمار کی غلامی سے نجات حاصل کر لی اور ۱۷۸۷ء میں جارج واشنگٹن کی قیادت میں امریکا آزاد ہو گیا' امریکی باشندوں نے حصول آزادی کے لیے جو یہ مسلح جدوجہد کی ہے' اس کو دنیا میں کسی نے بھی دہشت گردی نہیں کہا' اسی طرح آئرلینڈ کے باشندوں نے اپنے کیتھولک مذہب کے تحفظ کے لیے جو مسلح جدوجہد کی' ۲۱ اپریل ۱۹۱۶ء میں نصف آئرلینڈ آزاد کرایا' جس کا نام آئرش ری پبلکن رکھا گیا' ان کا قائد مائیکل کولن تھا' اس کو بھی دہشت گردی نہیں کہا گیا تو پھر اگر کشمیر اور فلسطین کے مسلمان اپنی ریاست کی آزادی کے لیے مسلح جدوجہد کریں یا عراق اور افغانستان کے مسلمان غیر ملکی ناجائز اقتدار اور ان کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف مسلح جدوجہد کریں تو اس کو دہشت گردی کہنے کا کیا جواز ہے!

دہشت گردی کیا چیز ہے اور جہاد اور دہشت گردی کا فرق

دنیا کے نام نہاد مہذب ممالک نے ابھی تک دہشت گردی کی کوئی جامع تعریف نہیں کی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے قابض استعمار کے خلاف مسلح جدوجہد کو دہشت گردی کا نام دیا تو پھر امریکیوں نے برطانوی استعمار کے خلاف جو مسلح جدوجہد کی تھی اس کو بھی دہشت گردی کہا جائے گا اور امریکا بھی دہشت گرد قرار پائے گا' اس لیے آج تک دہشت گردی کی کوئی تعریف نہیں کی گئی' جس سے امریکا کے باشندے تو دہشت گردی کی زد میں نہ آئیں اور فلسطین اور عراق کے مسلمان باشندے دہشت گرد قرار پائیں۔

ہمارے نزدیک دہشت گردی بے قصور انسانوں کو اور بے گناہ مسلمانوں کو ہلاک کرنا اور ان کی املاک کو تباہ کرنا ہے' خودکش حملوں اور ریموٹ کنٹرول بموں سے مساجد' امام بارگاہوں' عمارتوں کو اور مختلف اشخاص کو ہلاک کرنا ہے' اور فساد فی الارض کرنا ہے اور دہشت گردی کی مذمت اور اس کے جرم ہونے کی اصل قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ○ (البقرہ: ۲۰۵)	اور جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتا ہے تو اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ زمین میں فساد برپا کرے اور کھیتوں کو (برباد) کرے اور جانوروں کو ہلاک کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا ○

اسی طرح درج ذیل آیت میں فساد فی الارض کی سزا کو بیان فرمایا ہے اور اس سے بھی دہشت گردی کی تعریف پر روشنی پڑتی ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○	اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے پھرتے ہیں' ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو (اپنے وطن

کی) زمین سے نکال دیا جائے' یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے　(المائدہ:٣٣)
اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہےO

ہماری اس تحریر سے جہاد اور دہشت گردی کا فرق بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اللہ کے منکروں کو قتل کرنا جہاد ہے اور زمین میں فساد پھیلانا اور بے قصور لوگوں کو قتل کرنا دہشت گردی ہے۔

جہاد بالنفس اور جہاد اکبر کے متعلق احادیث

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ٤٣٠ھ اپنی سند کے ساتھ احادیث روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ عزوجل کی اطاعت میں اپنے نفس سے اور اس کی خواہشات سے جہاد کرو۔

علاء بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مجاہدین میں سے کون افضل ہے؟ انہوں نے کہا: جو شخص اللہ عزوجل کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے' سائل نے پوچھا: یہ آپ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے؟ انہوں نے بتایا: بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٢٤٩ طبع قدیم' حلیۃ الاولیاء: ٢٢٣٣-٢٢٣٢ طبع جدید)

حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے' ایک روایت میں ہے: جو اللہ کے لیے یا اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔

(سنن ترمذی: ١٦٢١' صحیح ابن حبان: ٤٦٢٤' المعجم الکبیر: ٨٠٣-٨٠٢-ج ١٨ ص ٣١٢-٣١١' المستدرک ج ٢ ص ١٤٤-٦٧' سنن سعید بن منصور: ٢٤١٤' مسند البزار: ٣٧٥٣' مسند احمد ج ٦ ص ٢٢-٢٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٩٥١-ج ٣٩ ص ٣٧٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اور اس معنی میں درج ذیل مشہور حدیث ہے' علامہ علی متقی بن حسام الدین متوفی ٩٧٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مجاہدین کا ایک گروہ آیا تو آپ نے فرمایا:

قدمتم خیر مقدم قدمتم من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر مجاہدۃ العبد ہواہ. (الدیلمی)

تم آئے ہو تمہارا آنا مبارک ہو' تم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف آئے ہو اور وہ بندہ کا اپنی خواہشات کے خلاف جہاد کرنا ہے' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(کنز العمال: ١١٧٧٩-ج ٤ ص ٦١٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤٠٥ھ)

٢٧٨٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْصُوْرٌ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فتح (مکہ) کے بعد کوئی ہجرت (فرض) نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں جہاد کا ذکر ہے۔

ہجرت منقطع ہونے والی حدیث پر اس حدیث سے اشکال کہ ہجرت تو قیامت تک منقطع نہیں ہوگی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ توبہ منقطع ہو جائے اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۷۹' سنن دارمی ج ۲ ص ۲۴۰' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۲' مشکوٰۃ: ۲۳۴۶)

ہجرت کی دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابتداء اسلام میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا مستحب تھا' فرض نہیں تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً. (النساء:۱۰۰) اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا' وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور مشرکین نے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں بہت شدت کر دی اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ آپ کی طرف ہجرت کریں' آپ سے دین سیکھیں اور اگر اچانک کوئی افتاد پڑے تو آپ کی مدد کریں اور اس زمانہ میں سب سے بڑا خطرہ اہل مکہ اور قریش سے تھا' اور جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش اطاعت گزار ہو گئے تو پھر یہ وجہ جاتی رہی اور ہجرت کے وجوب کا حکم اٹھ گیا اور پھر ہجرت کے استحباب کا حکم لوٹ آیا' پس یہاں دو ہجرتیں ہیں' جو ہجرت منقطع ہو چکی ہے' وہ فرض ہے اور جو ہجرت باقی ہے وہ مستحب ہے' اور ان دونوں حدیثوں میں یہ تطبیق کا طریقہ ہے۔

(معالم السنن شرح سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ خطابی نے یہ تقریر شرح بخاری میں بھی ذکر کی ہے۔ (اعلام السنن فی شرح' صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

ہجرت کی اقسام

متعدد علماء نے ہجرت کی حسب ذیل اقسام ذکر کی ہیں:

(۱) دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت' جیسے ابتداء میں مسلمانوں نے مکہ معظمہ سے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی یا جیسے اب مسلمان بھارت سے برطانیہ' امریکا یا جرمنی کی طرف ہجرت کریں۔

(۲) دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت جیسے فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی (جیسے آج کل فلسطین کے مسلمان' اسرائیل سے شام اور مصر کی طرف چلے جائیں)۔

(۳) مختلف قبیلوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت۔

(۴) جو شخص کافر ملکوں میں رہتا ہو' اور وہاں دین کے اظہار پر قادر نہ ہو اور اس کے لیے وہاں اسلام کے شعائر پر عمل کرنا ممکن نہ ہو' اس پر وہاں سے اسلامی ملک کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے' جیسے فرانس میں عورتوں کو چہرہ پر نقاب ڈالنا قانوناً ممنوع ہے اور ترکی میں بھی ایسا ہی ہے تو وہاں کے رہنے والوں پر واجب ہے کہ وہ کسی ایسے ملک میں ہجرت کر جائیں جہاں پر وہ آزادی سے اسلام کے احکام پر عمل کر سکیں۔

(۵) جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے' ان ممنوعہ کاموں سے ہجرت کرنا۔ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہاجر وہ ہے جو ان کاموں سے ہجرت کر لے (یعنی اُن کاموں کو چھوڑ دے) جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری:۱۰)

٢٧٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ اَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی عمرة نے حدیث بیان کی از عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ جہاد کو افضل عمل فرماتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جہاد کا ذکر ہے۔ حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں دورانِ حج کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

٢٧٨٥- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ حَصِيْنٍ اَنَّ ذَكْوَانَ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ قَالَ لَا اَجِدُهُ قَالَ هَلْ تَسْتَطِيْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ قَالَ وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِي طِوَلِهِ فَيُكْتَبُ لَهُ حَسَنَاتٍ. (صحیح مسلم: ۱۸۷۸' الرقم المسلسل: ۴۷۶۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عفان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جحادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو حصین نے خبر دی کہ ذکوان نے کہا کہ ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: مجھے ایسا عمل بتایئے جو (ثواب میں) جہاد کے برابر ہو؟ آپ نے فرمایا: میں ایسا عمل نہیں پاتا' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ جب مجاہد (جہاد کے لیے) روانہ ہو تو تم مسجد میں آ کر نماز میں قیام کرو اور تم کو (قیام میں) سستی نہ ہو اور تم روزے رکھو اور کوئی روزہ نہ چھوڑو' اس شخص نے کہا: ایسا کون کر سکتا ہے! حضرت ابو ہریرہ نے کہا: مجاہد کا رسّی سے بندھا ہوا گھوڑا (جب زمین پر پیر مارتا ہے) تو اس پر بھی اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور' ابوعلی جیانی نے کہا ہے کہ یہ اسحاق بن راھویہ ہیں یا اسحاق بن منصور ہیں (۲) عفان بن مسلم الصفاء الانصاری (۳) ہمام بن یحییٰ بن دینار العوزی الازدی الشیبانی (۴) محمد بن جُحادہ الایامی الازدی (۵) ابو حصین عثمان بن عاصم الاسدی (۶) ذکوان ابو صالح السمان الزیات (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۱۵)

بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: میں ایسا عمل نہیں پاتا یعنی میں ایسا عمل نہیں پاتا جو اجر و ثواب میں جہاد کے مساوی ہو۔

اس حدیث میں ''یستن'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: خوشی سے چلنا یا دوڑنا' الجوہری نے کہا ہے کہ دونوں پیر اٹھا کر ان کو یک بارگی زمین پر مارے۔

اس حدیث میں ''طوله'' کا لفظ ہے یہ اس رسی کو کہتے ہیں جس سے سواری کو باندھا جاتا ہے اور اس رسی کی ایک طرف کو پکڑ کر جانور کو چراگاہ میں چھوڑ دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۶۔۱۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢ - بَابُ اَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ يُّجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تمام لوگوں سے وہ مؤمن افضل ہے جو اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍO تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُO﴾ (الصف: ١٠-١٢).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دےO تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے' اگر تم علم رکھتے ہوO وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور عمدہ پاکیزہ مکانوں میں دائمی جنتوں میں یہی بہت بڑی کامیابی ہےO (الصف: ۱۲۔۱۰)

تجارت کا معنی' جان سے جہاد کرنے کی تفصیل اور جنت کی طلب میں عبادت کرنے کا مطلوب ہونا

الصف: ۱۰ میں تجارت کا ذکر ہے' ایک چیز کے عوض میں دوسری چیز کے حصول کو تجارت کہتے ہیں' جس طرح تاجر کو تجارت' تنگ دستی کی تکلیف سے نجات دیتی ہے اور جس طرح تجارت میں نفع اور نقصان ہوتا ہے' اسی طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرتا ہے' اس کو بہت عظیم اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس کو دوزخ کے عذاب سے نجات ملتی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا' اس کو دوزخ کا دائمی عذاب ہوتا ہے' اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ دوزخ کے عذاب کے ڈر سے ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا بھی اللہ کا مطلوب ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے دوزخ سے پناہ طلب کی ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں دوزخ کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ٦٣٧٦)

الصف: ۱۱ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور جہاد تین قسم کے ہیں: (۱) اپنے نفس سے جہاد اور اس کا معنی ہے: نفس کو مشقت میں ڈال کر مشکل عبادات انجام دینا (۲) نفس سے اس کی لذتوں اور اس کی شہوتوں کو چھڑا کر جہاد کرنا (۳) مخلوق کو نفع پہنچانے کے لیے نفس سے جہاد کرنا۔

الصف: ١٢ میں ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے پر مغفرت اور دائمی جنتوں کی بشارت دی ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جنت کی طلب میں عبادت کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہے اور جاہل صوفیاء جنت کی طلب میں عبادت کرنے کی مذمت کرتے ہیں۔

ان آیات کی مزید تفسیر الصف: ١٢۔١٠' تبیان القرآن ج ١١ ص ٨٧٢۔٨٧١ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٢٧٨٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ اَنَّ اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَيُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنٌ يُّجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ قَالُوْا ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ مُؤْمِنٌ فِي شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَتَّقِي اللّٰهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ.

[طرف الحدیث: ٦٤٩٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید لیثی نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ (آپ سے) پوچھا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ کون افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے' لوگوں نے پوچھا: پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ مؤمن جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہے' اللہ سے ڈرتا رہے اور اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

(صحیح مسلم: ١٨٨٨' الرقم المسلسل: ٤٧٧٩' سنن ابوداؤد: ٢٤٨٥' سنن ترمذی: ٦٦٠' سنن نسائی: ٣١٠٥' سنن ابن ماجہ: ٣٩٧٨' سنن بیہقی ج ٩ ص ١٥٩' شعب الایمان: ٤٢١٤' شرح السنۃ: ٢٦٢٢' مسند حمد ج ٣ ص ٨٨ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٨٣٨۔ ج ١٨ ص ٣٥١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

صدیقین اور علماء کے بعد مجاہدین کی فضیلت اور خلوت گزینی کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ مؤمن سب سے افضل ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے افضل ہے' کیونکہ تمام لوگوں میں سب سے افضل وہ ہے جو صدیقین کے مرتبہ پر فائز ہو' اور وہ لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرائے۔ یہ حدیث مخصوص عنہ البعض ہے' اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ افضل لوگوں میں سے ہے' اسی طرح علماء اور فقہاء افضل ہیں۔

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر رہنے میں اگر فتنہ کا خطرہ ہو تو پھر گوشہ نشینی افضل ہے اور جب فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو تو لوگوں کے ساتھ مل کر رہنا افضل ہے' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مؤمن لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی ایذاء پر صبر کرتا ہے اس کو اس مؤمن سے زیادہ اجر ملتا ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی ایذاء پر صبر نہیں کرتا۔

(سنن ترمذی: ٢٥١٥' سنن ابن ماجہ: ٤٠٣٢)

احادیث میں لوگوں سے احتراز اور انفراد کے وقت پہاڑوں کی گھاٹیوں کا ذکر ہے کیونکہ فتنہ اور فساد کے وقت عموماً لوگ ایسی جگہوں کی طرف نکل جاتے ہیں' ورنہ ہر وہ جگہ جو لوگوں سے بعید ہو وہ اس معنی میں داخل ہے جیسے مساجد اور رہائشی مکان وغیرہ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! نجات کس طرح ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اپنی زبان روکے رکھو اور تمہارے گھر میں تمہاری گنجائش ہو اور تم اپنے گناہوں پر روؤ۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۸۔۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۷۷۱۔ ج ۵ ص ۱۰۹ پر مذکور ہے۔ اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: شہر میں رہ کر اجتماعی اور تمدنی زندگی گزارنا افضل ہے یا پہاڑ کے دامنوں' گھاٹیوں اور وادیوں میں خلوت گزینی افضل ہے۔

۲۷۸۷ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُّجَاهِدُ فِي سَبِيلِهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ وَتَوَكَّلَ اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِهِ بِاَنْ يَّتَوَفَّاهُ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرْجِعَهُ سَالِمًا مَعَ اَجْرٍ اَوْ غَنِيمَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ اس کی راہ میں کون جہاد کرتا ہے (تو اس کی مثال) اس شخص کی طرح ہے جو روزہ رکھتا ہو اور (رات کو نماز میں) قیام کرتا ہو' اور اللہ (ازراہِ کرم) اس کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے اس کا ضامن ہوگیا ہے کہ اس کو وفات دے کر اس کو جنت میں داخل کر دے گا یا اس کو زندہ سلامت اجر اور مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مجاہد کی فضیلت کا ذکر ہے۔

٣ - بَابُ الدُّعَاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

جہاد اور مرتبہ شہادت کے حصول کے لیے مردوں اور عورتوں کا دعا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں اور عورتوں کا یہ دعا کرنا جائز ہے کہ اے اللہ! مجھے جہاد کرنے کی سعادت عطا فرما! یا اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطاء فرما۔

وَقَالَ عُمَرُ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي بَلَدِ رَسُولِكَ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: (اے اللہ!) مجھے اپنے رسول کے شہر میں شہادت عطاء فرما۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۱۸۹۰ میں مذکور ہے۔

۲۷۸۸'۲۷۸۹ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ يُوسُفَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ وَكَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے سنا کہ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت حرام بنت ملحان کے پاس جایا کرتے تھے' وہ آپ کو طعام پیش کرتی تھیں اور حضرت ام حرام' حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' پس ایک

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِيْ رَاْسَهٗ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ اَوْمِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ شَكَّ اِسْحَاقُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَضَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ وَمَا يُضْحِكُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ فِي الْاَوَّلِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِيْ زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ. [اطراف الحدیث (٢٧٨٨): ٢٧٩٩-٢٨٧٧-٢٨٩٤-٦٢٨٢-٧٠٠٢][اطراف الحدیث (٢٧٨٩): ٢٨٠٠-٢٨٧٨-٢٨٩٥-٢٩٢٤-٦٢٨٣-٧٠٠٢] (صحیح مسلم: ١٩١٢، الرقم المسلسل: ٤٨٢٧، سنن ابوداؤد: ٢٤٩١، سنن ترمذی: ١٦٤٥، سنن نسائی: ٣١٧١)

دن رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور وہ آپ کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں' پس رسول اللہ ﷺ سو گئے' پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' حضرت ام حرام بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو کیا بات ہنسا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کررہے تھے کہ وہ سمندر کے وسط میں تختوں پر اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں یا ان کی مثال ان بادشاہوں کی طرح تھی جو تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں' اس میں اسحاق کو شک ہے' حضرت ام حرام نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے ان مجاہدین میں سے کردے' پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر رکھ دیا (اور سو گئے)' پھر آپ (دوبارہ) ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کررہے ہیں' جس طرح آپ نے پہلی بار فرمایا تھا' حضرت ام حرام بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان مجاہدین میں سے کردے' آپ نے فرمایا: تم پہلے مجاہدین میں سے ہو' پس وہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں سمندری سفر پر روانہ ہوئیں' پھر جب (واپسی میں) وہ سمندر سے باہر آئیں تو ان کی سواری نے ان کو نیچے گرادیا' پس وہ جاں بحق ہوگئیں۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ شہادت تو کافر کے مسلمان پر غلبہ کو مستلزم ہے' پھر اس کی دعا کیسے جائز ہوگی؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ شہادت کی دعا کرنا جائز ہے' اس پر یہ اشکال ہے کہ شہادت کی دعا اس کو مستلزم ہے کہ مسلمانوں کے خلاف کافر کی مدد طلب کی جائے۔ علامہ ابن المنیر نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس دعاء سے مقصود اصلی اس بلند درجہ کا حصول ہے جو شہادت پر مترتب ہوتا ہے' ہر چند کہ کفار سے جہاد میں بعض مسلمان بھی قتل کیے جاتے ہیں' لیکن جب مسلمان جہاد کی دعا کرتا ہے تو اس کا یہ مقصود نہیں ہوتا' اس کا مقصود کفار کو قتل کر کے دین اسلام کی برتری ثابت کرنا ہوتا ہے

اور اس لیے وہ اس مقصد کی خاطر اپنی جان اور مال کو خرچ کرتا ہے لہٰذا شہادت کی دعا کرنا بھی جائز ہے اور جہاد کی دعا کرنا بھی جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۳۴ 'دار المعرفہ' بیروت '۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا ہے کہ جو شخص شہادت کی دعا کرتا ہے' اس کا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ کافر اس کو قتل کر دے بلکہ اس کا مقصود بلند درجہ کا حصول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عادتِ جاریہ یہ ہے کہ یہ بلند درجہ شہادت کے حصول کے بعد ملتا ہے۔

مصنف کی طرف سے اشکال مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں جوابوں میں کوئی فرق نہیں ہے' اصل بات یہ ہے کہ ایک چیز ہے حسن لذاتہٖ اور قبیح لغیرہٖ۔ جہاد کرنا حسن لذاتہٖ ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کا سبب ہے اور قبیح لغیرہٖ ہے کیونکہ یہ شہروں کے ویران ہونے اور باغات اور کھیتوں کو اجاڑنے اور مخلوقِ خدا کو قتل کرنے کا سبب ہے' اسی طرح وضوء کرنا بھی حسن لذاتہٖ اور قبیح لغیرہٖ ہے' حسن اس لیے ہے کہ یہ نماز کا وسیلہ ہے اور قبیح اس لیے ہے کہ یہ پانی کے ضائع کرنے کو مستلزم ہے' پس جہاد کی دعا اس حیثیت سے کی جاتی ہے کہ یہ دین کی سر بلندی کا سبب ہے' نہ اس حیثیت سے کہ شہروں کو ویران کیا جائے اور کھیتوں اور باغات کو اُجاڑا جائے اور مخلوق خدا کو قتل کیا جائے' سو جہاد حسن لذاتہٖ ہے اور اسی حیثیت سے جہاد کی دعا کی جاتی ہے' اسی طرح شہادت بھی حسن لذاتہٖ اور قبیح لغیرہٖ ہے' حسن اس لیے ہے کہ یہ بہت بلند درجہ ہے' مسلمان شہید ہوتے ہی اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے اور اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور قبیح اس لیے ہے کہ شہید ہونا اس کو مستلزم ہے کہ کافر مسلمان پر غلبہ پا کر اس کو قتل کر دے اور شہادت کی دعا اس حیثیت سے کی جاتی ہے کہ وہ حسن لذاتہٖ ہے نہ اس حیثیت سے کہ وہ قبیح لغیرہٖ ہے۔

حضرت ام حرام کے ساتھ آپ کی خلوت پر اعتراض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی گود میں سر رکھ کر سو گئے تھے اور وہ آپ کے سر میں جوئیں دیکھ رہی تھیں' دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ آپ کے والد یا آپ کے دادا کی طرف سے آپ کی خالہ تھیں کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ بنوالنجار سے تھیں اور آپ ان کی زیارت کرنے کے لیے ان کے پاس جایا کرتے تھے اور زیارت کرنا بھی صلہ رحم سے ہے' اور یہ واقعہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کے جواز کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہاں ان کے بیٹے ہوں یا خادم ہوں یا ان کے شوہر بھی ہوں' علاوہ ازیں آپ معصوم ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ خلوت آپ کی خصوصیت ہو۔

شوہر کے مال سے مہمان کو کھانا کھلانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام حرام آپ کو کھانا کھلاتی تھیں' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کے مال سے کھانا کھلانا جائز ہے کیونکہ عموماً گھر میں جو طعام ہوتا ہے وہ شوہر کے مال سے ہوتا ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب وکیل اور امین کو یہ معلوم ہو کہ اس کے مال کو خرچ کرنے سے گھر والا خوش ہوگا تو اس کے لیے گھر والے کا مال خرچ کرنا جائز ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ام حرام کے شوہر' حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کو اس سے خوشی ہوتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر میں کھانا کھائیں۔

خواتین کا سمندری راستہ سے جہاد کرنا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متعدد غیوب کی خبریں دینا اور بشارت دیتے ہوئے ہنسنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیدار ہوئے تو ہنستے ہوئے اٹھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وجہ سے ہنستے ہوئے اُٹھے تھے کہ آپ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو کتنا اجر عطاء فرمائے گا اور وہ دنیا میں کتنی خیر حاصل کریں گے اور آپ نے خواب میں یہ دیکھا کہ آپ کی امت جنت میں تختوں پر اس طرح بیٹھی ہوگی جس طرح بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے سمندری راستے سے بھی جہاد کرنا جائز ہے اور اس کے بعد امام بخاری عورتوں کے جہاد کرنے کا مستقل باب لا رہے ہیں۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتی تھیں' ہم زخمیوں کو دوا دیتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۳۲۴) اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سربراہِ ملت اسلام کے جھنڈے تلے جہاد کرنا جائز ہے' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت تک جہاد مشروع رہے گا کیونکہ آپ نے دوسرے بادشاہوں کو بھی سمندر میں تختوں پر اسی طرح بیٹھے ہوئے دیکھا' جس طرح پہلے بادشاہوں کو سمندر میں تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ○ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ○ ان کا بڑا گروہ پہلے لوگوں میں ہوگا○ اور ایک بڑا گروہ پچھلوں میں سے بھی (ہوگا)○ (الواقعہ: ۴۰۔۳۹)

یہ حدیث علاماتِ نبوت میں سے ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد غیوب کی ان کے وقوع سے پہلے خبر دی ہے' ان میں سے ایک خبر یہ ہے کہ آپ کی امت سمندری راستے سے جہاد کرے گی اور دوسری خبر یہ ہے کہ آپ کا ہنسنا اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو فتوحات عطاء فرمائے گا اور ان کو مالِ غنیمت عطاء فرمائے گا اور تیسری خبر یہ ہے کہ آپ نے اپنی امت کے جہاد کی صفت بیان فرمائی کہ وہ اس سمندر کے وسط میں تختوں پر اس طرح سفر کریں گے' جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں' اور چوتھی خبر یہ ہے کہ آپ نے حضرت ام حرام سے کہا: تم پہلوں میں سے ہو اور پھر اسی طرح ہوا' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سمندری راستہ سے جہاد کرنے روم گئیں' اور اسی غزوہ میں وہ جاں بہ حق ہوگئیں اور ان تمام خبروں کا اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر علم نہیں ہوسکتا تھا' اللہ تعالیٰ نے نیند میں آپ کو یہ خبریں عطاء کی تھیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کو کسی چیز کی بشارت دے تو اس کا اس پر ہنسنا جائز ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت کہ انہوں نے سب سے پہلے سمندری راستہ سے جہاد کیا

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں سمندری راستے سے پہلا جہاد کیا تھا' جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں بشارت دی تھی اور جن لوگوں نے حضرت معاویہ کے پرچم تلے جہاد کیا تھا' ان کو رسول اللہ نے اوّلین قرار دیا' اہل سیرت نے لکھا ہے کہ یہ مجاہدین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھے۔ الزبیر بن ابی بکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت معاویہ نے مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے قبرص کی طرف جہاد کیا تھا اور ان کے ساتھ حضرت ام حَرام تھیں' جو حضرت عبادہ بن الصامت کی زوجہ تھیں جب وہ سمندری سفر سے واپسی میں بحری جہاز سے اتریں تو خچر پر سوار ہوئیں اور اس سے گر کر شہید ہوگئیں۔ ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ یہ غزوہ اٹھائیس (۲۸) ہجری میں ہوا تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے راستہ میں مرنا شہادت ہے' کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے ابوالعجفاء اسلمی سے روایت کی

ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا یا مر گیا تو وہ جنت میں ہوگا۔

(شرح ابن بطال ج ٥ ص ١١-١٠ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر یا کپڑوں میں جوؤں کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام حرام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر میں جوئیں دیکھ رہی تھیں اور ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشروں میں سے ایک بشر تھے' اپنے کپڑوں سے جوئیں دیکھ لیتے تھے۔

(الحدیث) (شمائل ترمذی: ٣٢٧' شرح السنۃ: ٣٥٧٠' مسند احمد ج ٦ ص ٢٥٦)

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی متوفی ٩٧٤ھ لکھتے ہیں:

جوئیں' میل کچیل' گرد وغبار اور پسینہ کی آمیزش سے پیدا ہوتی ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ نظیف اور صاف تھے' آپ کا پسینہ بھی خوشبودار تھا اور جوئیں دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے بدن مبارک یا آپ کے کپڑوں میں جوئیں پائی گئی ہوں' ابن وسیع نے یہ کہا ہے کہ اگر بالفرض آپ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں ہوں بھی تو وہ آپ کے بدن شریف کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو ایذاء نہیں دیتی تھیں۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل موضحاص ٤٩٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٩ھ)

علامہ عبد الرؤف المناوی المصری المتوفی ١٠٠٣ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن سبع نے لکھا ہے اور اس کی شفاء کے اکثر شارحین نے پیروی کی ہے کہ آپ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں نہیں تھیں کیونکہ آپ نور ہیں اور جوئیں میل کچیل سے پیدا ہوتی ہیں اور آپ کے بدن میں میل نہیں تھا' اور اکثر جوئیں پسینہ سے پیدا ہوتی ہیں اور آپ کا پسینہ طیب وطاہر تھا' جوئیں دیکھنے سے جوؤں کا وجود لازم نہیں آتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ عمل تعلیم کے لیے ہو' یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے کپڑوں میں (کسی کے کپڑوں سے) جوئیں آ گئی ہوں' لیکن وہ آپ کو ایذاء نہیں دیتی تھیں' اور آپ ان کو ناپسند کرنے کی وجہ سے نکال لیتے تھے۔ (شرح الشمائل علیٰ ہامش جمع الوسائل ج ٢ ص ١٨٦' نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

آپ کی تعظیم کی وجہ سے جوئیں آپ کو ایذاء نہیں دیتی تھیں۔ (جمع الوسائل ج ٢ ص ١٨٥' نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ آپ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں نہیں تھیں اور آپ کا اپنے کپڑوں سے جوئیں تلاش کرنا جوؤں کے وجود کو مستلزم نہیں ہے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ عمل تعلیم امت کے لیے ہو اور حضرت ام حرام آپ کا سر سہلا کر آپ کو آرام پہنچا رہی تھیں' جس کو راوی نے جوئیں دیکھنے سے تعبیر کر دیا۔

٤ - بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ کی راہ میں مجاہدین کے درجات

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا وہ شخص ہے جو اللہ کے نام کو بلند کرنے اور دین کی نصرت کے لیے جہاد کرے اور دنیا کی طرف التفات نہ کرے۔

يُقَالُ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ وَهٰذَا سَبِيْلِيْ. کہا جاتا ہے: یہ میرا راستہ ہے اور یہ میرا راستہ ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے ''ھذہ'' اسم اشارہ مؤنث ہے اور ''ھذا'' اسم اشارہ مذکر ہے ''سبیل'' کی طرف دونوں لفظوں سے اشارہ ہوتا ہے' اور عربی میں ''سبیل'' کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے۔ ''سبیل'' کا معنی ہے: راستہ' اور ''سبیل

اللہ'' کا معنی ہے: ہدایت کا وہ راستہ جس کی طرف تمام رسولوں نے دعوت دی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ غُزًّی (آل عمران:١٥٦) وَاحِدُهَا غَازٍ، هُمْ دَرَجَاتٌ (آل عمران:١٦٣) لَهُمْ دَرَجَاتٌ.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''غزًّا'' (جمع کا صیغہ ہے) اس کا واحد ''غازی'' ہے اور ان کے درجات ہیں' یعنی ان کے لیے درجات ہیں۔

یعنی ان کے لیے منازل ہیں اور اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مجاہدین درجات والے ہیں۔

٢٧٩٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلَى الْجَنَّةِ اُرَاهُ قَالَ فَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ وَفَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ. [طرف الحدیث: ٧٤٢٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیں کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے' تو (ازراہِ کرم) اللہ پر یہ حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کردے' خواہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اس زمین میں بیٹھا رہے جس میں اس کی ولادت ہوئی ہے' تو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! تو کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے پیدا کیا ہے اور دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے' پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے الفردوس کا سوال کرو' کیونکہ وہ جنت کے درمیان میں ہے اور سب سے بلند جنت ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے' جس سے جنت کے دریا نکلتے ہیں' اور محمد بن فلیح نے اپنے والد سے روایت کی: اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ جنت کے سو درجات ہیں۔

جو شخص جہاد نہیں کرسکا وہ بھی اللہ کے کرم سے جنت کا مستحق ہوگا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانے کی وجہ سے جنت کا استحقاق ہوتا ہے' روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی قیمت لا الٰہ الا اللہ ہے اور اس کلمہ کی شہادت دینے سے اور نیک اعمال کی وجہ سے مسلمان جنت کے درجات اور منازل کا مستحق ہوتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فردوس جنت کے وسط میں ہے' ہوسکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ وہ متوسط جنت ہے اور جنت کا ہر جانب سے احاطہ کیا ہوا ہے اور آپ نے فرمایا: وہ سب سے بلند جنت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت یعنی باغات کی اس صورت میں مدح فرمائی ہے جب وہ بلندی پر ہوں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ. (البقرہ:٢٦٥) اس کی مثال اس باغ کی سی ہے جو اونچی زمین پر ہو۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے' از راہِ کرم اللہ پر حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے خواہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنے وطن کی زمین میں بیٹھا رہے' اس ارشاد میں اس شخص کی دل جوئی ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے محروم رہا کیونکہ وہ اللہ پر ایمان لایا ہے اور اس نے ان فرائض پر عمل کرنے کا التزام کیا ہے جو اس کو جنت تک پہنچاتے ہیں اور وہی طالبین کا مقصود ہے' اور اس وجہ سے لوگ جہاد میں اپنی جانوں کو خرچ کرتے ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا گیا کہ کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے درجات کی خبر دی' اور جنت میں ان کی فضیلت بتائی تا کہ آپ کی امت مشرکین کے خلاف جہاد کرنے پر اور کلمۂ اسلام کو سر بلند کرنے پر راغب ہو' یہ حدیث زکوٰۃ اور حج کے فرض ہونے سے پہلے کی ہے' اسی وجہ سے آپ نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

تمام امت کو جنت الفردوس کے طلب کرنے کا حکم ہے' اس میں وہ مسلمان بھی داخل ہیں جنہوں نے جہاد نہیں کیا

سہل بن حنیف اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے صدقِ قلب سے اللہ سے شہادت کا سوال کیا' اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کا درجہ عطاء فرمائے گا خواہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو۔

اور حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس اعلیٰ کا سوال کرو' آپ کا یہ ارشاد تمام امت کے لیے ہے' اس میں مجاہدین اور ان کے غیر دونوں داخل ہیں' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو جہاد نہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کو بھی مجاہد کا درجہ عطاء فرما دیتا ہے' کیونکہ فردوس سب سے بلند درجہ ہے اور کوئی درجہ اس کے اوپر نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام امت کو فردوس کے طلب کرنے کا حکم دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس کو فردوس میں جگہ دے گا خواہ اس نے جہاد نہ کیا ہو' اس کا وہ درجہ بلندی میں فردوس کے قریب ہوگا اور فردوس کے بہت درجات ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا' اپنے فضل سے وہ درجات عطاء فرمائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ٥ ص ١٣-١٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٢٧٩١ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ لَمْ اَرَ قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا قَالَا اَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از سمرہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات دو مردوں کو دیکھا وہ میرے پاس آئے' پس ان دونوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا' پس انہوں نے مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین تھا اور بہت افضل تھا' میں نے اس سے پہلے اس سے زیادہ حسین گھر کبھی نہیں دیکھا' انہوں نے کہا: یہ گھر شہداء کا گھر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٤٥ میں گزر چکی ہے۔

٥ - بَابُ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ کی راہ میں صبح اور شام جانا

اس باب کے عنوان میں ''الغدوة'' اور ''الروحة'' کی فضیلت کا ذکر ہے' طلوعِ آفتاب سے لے کر زوالِ آفتاب تک کے وقت کو ''الغدوة'' کہتے ہیں' یعنی دن کے اوّل حصہ سے لے کر دن کے نصف حصہ تک کے وقت میں جانا' اور ''الروحة'' کا معنی ہے: زوالِ آفتاب سے لے کر رات تک کا وقت اور اس وقت میں کہیں جانے کو ''الروحة'' کہتے ہیں' اور اس عنوان میں ''فی سبیل اللّٰه'' کے الفاظ ہیں یعنی اللہ کی راہ میں' اور اس سے مراد جہاد ہے۔

وَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ. اور تم میں سے کسی ایک کی کمان کی قاب (جتنی) جنت میں جگہ۔

یعنی تم کو جنت میں تمہاری کمان کی قاب جتنی جگہ بھی مل جائے تو بہت افضل ہے۔ صاحب العین نے کہا: قاب کا معنی ہے: کمان کے طول کی مقدار۔ مجاہد سے روایت ہے کہ قاب کا معنی ہے: ایک ہاتھ کی مقدار۔ (عمدة القاری ج ١٤ ص ١٢٨)

میں کہتا ہوں کہ اس تعلیق کے موافق یہ حدیثیں ہیں:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرا دینا' دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے' اور تم میں سے کسی ایک کے چابک جتنی جنت میں جگہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے افضل ہے اور بندے کا شام کے وقت اللہ کی راہ میں جانا یا صبح کے وقت اللہ کی راہ میں جانا' دنیا اور دنیا کی چیزوں سے افضل ہے۔ (صحیح البخاری: ٢٨٩٢' سنن ترمذی: ١٦٤٨) اور قاب قوسین والی حدیث' صحیح البخاری: ٢٧٩٣ میں ہے۔

٢٧٩٢ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

[اطراف الحدیث: ٢٧٩٦-٦٥٦٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں دن کے اوّل وقت میں جانا یا دن کے آخر وقت میں جانا' دنیا اور مافیہا (دنیا کی چیزوں) سے بہتر ہے۔

(صحیح مسلم: ١٨٨٠' الرقم المسلسل: ٤٧٦٦' سنن ابن ماجہ: ٢٧٥٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٥ ص ٢٨٦' صحیح ابن حبان: ٤٦٠٢' شعب الایمان: ٤٢٥٦' مسند احمد ج ٢ ص ١٣٢ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٣٥٠۔ ج ١٩ ص ٣٥٣ طبع قدیم' مؤسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

٢٧٩٣ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ. وَقَالَ لَغَدْوَةٌ اَوْ رَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ. [طرف الحدیث:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عبد الرحمان بن ابی عمرة از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کمان کی قاب جتنی جگہ ضرور ان جگہوں سے بہتر ہے جہاں سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے' اور فرمایا: دن کے اوّل حصہ یا دن کے آخر حصہ میں اللہ کی راہ

میں جانا' ان جگہوں سے بہتر ہے جہاں سورج طلوع ہوتا ہے یا سورج غروب ہوتا ہے۔ ۳۲۵۳] (صحیح مسلم:۱۸۸۱' الرقم المسلسل:۴۷۶۸' سنن نسائی:۳۱۱۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے جزء اوّل کے ساتھ مطابقت ہے۔

اس حدیث میں جو ارشاد ہے کہ ضرور جنت میں کمان کی قاب جتنی جگہ (یعنی ایک ہاتھ کی مقدار) ضرور ان جگہوں سے بہتر ہے جہاں سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور یہ اس لیے فرمایا کہ لوگوں کے دلوں میں دنیا کے مِلک کی بڑائی جمی ہوئی ہے۔

٢٧٩٤ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّوْحَةُ وَالْغَدْوَةُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

[اطراف الحدیث:۲۸۲۹-۳۲۵۰-۶۴۱۵]

(صحیح مسلم:۱۸۸۲' الرقم المسلسل:۴۷۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن کے آخر حصہ میں اور دن کے اوّل حصہ میں اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) جانا دنیا اور مافیہا سے افضل ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ دنیا اور مافیہا سے افضل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس میں دنیا اور مافیہا سے زیادہ ثواب ہے حالانکہ دنیا میں تو کوئی ثواب نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر انسان دنیا اور مافیہا کا مالک بھی ہو جائے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھی کر دے' تب بھی اس کا ثواب زیادہ ہوگا کیونکہ دنیا کی چیزیں فانی ہیں اور زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی رہنے والی ہیں اور لازوال ہیں۔

٦ - بَابُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَصِفَتِهِنَّ يَحَارُ فِيْهَا الطَّرْفُ شَدِيْدَةُ سَوَادِ الْعَيْنِ شَدِيْدَةُ بَيَاضِ الْعَيْنِ

بڑی آنکھوں والی حوروں اور ان کی صفات کا بیان' جن کو دیکھ کر آنکھ حیران ہوگی جن کی آنکھوں کی پتلی بہت سیاہ ہوگی اور سفیدی بھی بہت صاف ہوگی

﴿زَوَّجْنَاهُمْ﴾ (الدخان:٥٤) أَنْكَحْنَاهُمْ.

اور قرآن مجید میں ہے: "وزوجنهم" (الدخان:۵۴) اس کا معنی ہے: ہم نے ان کا نکاح کر دیا۔

اس باب کے عنوان میں جو "الحور" کا لفظ ہے' یہ "الحوراء" کی جمع ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جس کی آنکھ کی سفیدی بہت صاف ہو اور پتلی بہت سیاہ ہو اور اس کا ڈھیلا گول ہو اور پلکیں باریک ہوں اور باقی جگہ سفید ہو تو وہ حور ہے' ایک قول یہ ہے کہ حور کی آنکھیں ہرن اور گائے کی طرح سیاہ ہوتی ہیں اور حور بنو آدم سے نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۳۱)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جہاد کے ابواب میں حوروں کے ذکر کی کیا مناسبت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجاہدین کو جنت عطاء کی جائے گی اور ان کو جنت میں حوریں بھی عطاء کی جائیں گی۔ حوروں کی صفت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں بڑی آنکھوں والی حوروں کے جمع ہونے کی جگہ ہے' وہ ایسی بلند آواز سے گا رہی ہوں گی کہ مخلوق نے ایسی آواز نہیں سنی ہوگی' وہ گا رہی ہوں گی: ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں' سو ہم فنا نہیں ہوں گی' ہم ہمیشہ خوش رہنے والیاں ہیں' سو ہم غم گین نہیں ہوں گی' ہم راضی رہنے والیاں ہیں' سو ہم ناراض نہیں ہوں گی' اس شخص کے

لیے خوشی ہو جو ہمارے لیے ہے اور ہم اس کے لیے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶۴)

٢٧٩٥ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَّمُوْتُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ يَّسُرُّهٗ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَاَنَّ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا اِلَّا الشَّهِيْدَ لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ فَاِنَّهٗ يَسُرُّهٗ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ مَرَّةً اُخْرٰى. [طرف الحدیث: ۲۸۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ہر وہ بندہ جو فوت ہو اور اللہ کے پاس اس کی نیکیاں (جمع ہوں) وہ دنیا میں واپس آنے سے خوش نہیں ہو گا خواہ اس کو دنیا اور مافیہا مل جائے' ماسوا شہید کے جب وہ شہادت کی فضیلت دیکھے گا' پس وہ اس سے خوش ہو گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور ایک بار پھر اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۷' الرقم المسلسل: ۴۷۹۰' سنن ترمذی: ۱۹۹۱' مسند ابویعلیٰ: ۳۴۹۸' شعب الایمان: ۴۲۴۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۷۳۔ ج ۱۹ ص ۲۹۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٢٧٩٦ - **قَالَ** وَسَمِعْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْغَدْوَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اَوْ مَوْضِعُ قِيْدٍ يَعْنِيْ سَوْطَهٗ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَوْ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْهُ رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَاْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

حمید نے کہا: اور میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: دن کے آخر وقت میں یا اوّل وقت میں اللہ کی راہ میں جانا ضرور دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کی کمان کی قاب جتنی جگہ یا اس کے چابک جتنی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور اہل جنت میں سے کوئی عورت زمین والوں کی طرف جھانکے تو وہ زمین اور آسمان کے درمیان کو روشن کر دے گی' اور زمین والوں کو خوشبو سے بھر دے گی اور جو اس کے سر کے اوپر دوپٹہ ہے' وہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹۲ میں گزر چکی ہے۔

شہادت کی ترغیب اور شہید کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس باب میں امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ شہید کے سوا کوئی بھی دنیا میں واپس جانے کی تمنا نہیں کرے گا' یہ حدیث شہادت کی طلب اور اس کی ترغیب پر دلالت کرتی ہے' علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ شہداء کو شہداء اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملکوت اور اس کی نشانیوں پر حاضر ہوتے ہیں اور ان کی شہادت دیتے ہیں اور شہداء کا واحد شہید ہے' جیسے علماء کا واحد علیم ہے اور کفلاء کا واحد کفیل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں ''نصیف'' کا لفظ ہے اس کا معنی دوپٹہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۳۴)

٧ - بَابُ تَمَنِّي الشَّهَادَةِ — شہادت کی تمنا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شہادت کی تمنا کرنا جائز ہے۔

٢٧٩٧ - **حَدَّثَنَا** أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَّتَخَلَّفُوا عَنِّي وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُّ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر ایسا نہ ہوتا کہ مسلمان مردوں کے دل اس سے آزردہ ہوتے ہیں کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے چلا جاؤں اور مجھے اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ میں ان (سب) کو (اپنے ساتھ جہاد پر لے جانے کے لیے) سوار کروں تو میں کسی جہاد پر جانے والے لشکر کے ساتھ جانے سے نہ رکتا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میری ضرور یہ تمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٦ میں گزر چکی ہے۔

جہاد کا فرضِ عین نہ ہونا، کسی جائز وجہ سے لشکر جہاد کے ساتھ نہ جانے کا جواز اور شہادت کی تمنا کا جائز ہونا

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ہر شخص پر جہاد کرنا فرضِ عین نہیں ہے، اگر یہ فرضِ عین ہوتا تو شارع علیہ السلام کسی جہاد کے لشکر کے ساتھ جانے سے نہ رُکتے اور نہ کسی دوسرے کے لیے جہادی لشکر کے ساتھ جانے سے رکنے کو مباح فرماتے، یہ اس صورت میں ہے جب دشمن اسلام نے مسلمانوں پر حملہ نہ کیا ہو اور ان پر غلبہ نہ پا رہا ہو ورنہ اسلام کے دفاع کے لیے ہر اس شخص پر جہاد کرنا فرض ہے، جس کو جہاد کرنے کی قوت حاصل ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اور عالم کے لیے عبادت کے کسی فعل کو اس وقت ترک کرنا جائز ہے جب اس کے اصحاب مخلصین اور خیر خواہ اس جیسی عبادت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اور یہ صحابہ پر کرم اور آدابِ اخلاق سے ہے۔

نیز اس حدیث میں شہادت کی تمنا کرنے کا جواز ہے اور نبی ﷺ نے موت کی تمنا کرنے سے جو منع فرمایا ہے یہ اس سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے اور دین کی سربلندی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے اشتیاق میں موت کی تمنا کرنا جائز ہے۔

٢٧٩٨ - **حَدَّثَنَا** يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الصَّفَّارُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن یعقوب الصفار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ

هِلَالٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ غَيْرِ اِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ وَقَالَ مَا يَسُرُّنَا اَنَّهُمْ عِنْدَنَا قَالَ اَيُّوْبُ اَوْ قَالَ مَا يَسُرُّهُمْ اَنَّهُمْ عِنْدَنَا وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا' پس فرمایا: زید (بن ثابت) نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر جعفر (بن ابی طالب) نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر بغیر کسی کے حکم کے خالد بن ولید نے جھنڈا لیا تو ان کے لیے فتح ہو گئی اور ہمیں اس کی خوشی نہیں ہے کہ جو لوگ شہید ہوئے وہ ہمارے پاس زندہ رہے۔ ایوب نے کہا: یا آپ نے فرمایا: انہیں اس کی کوئی خوشی نہیں ہے کہ وہ ہمارے پاس زندہ ہوتے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۶ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ فَضْلِ مَنْ يُّصْرَعُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَاتَ فَهُوَ مِنْهُمْ

جہاد میں سواری سے گر کر مرنے والے کی فضیلت سو وہ بھی مجاہدین میں سے ہے

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (النساء: ١٠٠) وَقَعَ' وَجَبَ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے' پھر اس کو موت آ جائے تو بے شک اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم) پر ثابت ہو گیا۔ (النساء: ۱۰۰) اس آیت میں ''وقع'' کا معنی ہے: واجب ہو گیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص جس کا نام ضمرہ بن العیص یا العیص بن ضمرہ تھا' جب ہجرت کا حکم نازل ہوا تو وہ بیمار تھا' اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: وہ اس کو چارپائی پر ڈال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلیں' وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے' وہ ابھی مقامِ تنعیم (مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے' جہاں سے اہل مکہ احرام باندھتے ہیں) پر پہنچے تھے کہ اس شخص کی وفات ہو گئی' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۲۸۲' دار احیاء التراث العربی بیروت)

٢٧٩٩، ٢٨٠٠ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ حَبَّانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهٖ اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ قَالَتْ نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَرِيْبًا مِّنِّيْ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ فَقُلْتُ مَا اَضْحَكَكَ؟ قَالَ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ يَرْكَبُوْنَ هٰذَا الْبَحْرَ الْاَخْضَرَ كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از محمد بن یحییٰ بن حبان از حضرت انس بن مالک رضی اللہ از خالۂ خود از حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب سو گئے' پھر آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے' میں نے پوچھا: آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر اس حال میں پیش کیے گئے کہ وہ اس سبز سمندر پر سفر کر رہے

فَفَعَلَ مِثْلَهَا فَقَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا فَقَالَتْ أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا انْصَرَفُوْا مِنْ غَزْوِهِمْ قَافِلِيْنَ فَنَزَلُوا الشَّامَ فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ.

تھے (وہ اس طرح بیٹھے ہوئے تھے) جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں' حضرت ام حرام نے کہا: پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے' سو آپ نے ان کے لیے دعا کی' پھر آپ دوسری بار سو گئے' پھر آپ نے اسی طرح کیا' حضرت ام حرام نے پھر پہلی بار کی طرح پوچھا' آپ نے پھر اسی طرح جواب دیا' پس حضرت ام حرام نے کہا: آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں کر دے' آپ نے فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو' پس وہ اپنے شوہر حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے نکلیں' جب مسلمانوں نے پہلی بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سمندری سفر کیا' جب وہ اپنے غزوہ سے واپس لوٹے تو وہ شام میں اترے' حضرت ام حرام کے قریب ان کی سواری لائی گئی تا کہ وہ اس پر سوار ہوں' اس سواری نے ان کو گرا دیا' پس وہ فوت ہو گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۸۹' اور ۲۷۸۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شام میں اترے' اس کا معنی ہے: وہ شام کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اُترے۔

٩ - بَابُ مَنْ يُّنْكَبُ أَوْ يُطْعَنُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جس شخص پر اللہ کی راہ میں کوئی مصیبت آئے یا وہ زخمی ہو

اس باب کے عنوان میں ''ینکب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی حادثہ میں انسان کے کسی عضو پر چوٹ لگے اور اس کا خون بہے۔

٢٨٠١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْحَوْضِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْوَامًا مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ إِلٰى بَنِيْ عَامِرٍ فِيْ سَبْعِيْنَ رَجُلًا فَلَمَّا قَدِمُوْا قَالَ لَهُمْ خَالِيْ أَتَقَدَّمُكُمْ فَإِنْ أَمَّنُوْنِيْ حَتّٰى أُبَلِّغَهُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَّا كُنْتُمْ مِّنِّيْ قَرِيْبًا فَتَقَدَّمَ فَأَمَّنُوْهُ فَبَيْنَمَا يُحَدِّثُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوْمَؤُوْا إِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَطَعَنَهُ فَأَنْفَذَهُ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثُمَّ مَالُوْا عَلٰى بَقِيَّةِ أَصْحَابِهِ فَقَتَلُوْهُمْ إِلَّا رَجُلٌ أَعْرَجُ صَعِدَ الْجَبَلَ قَالَ هَمَّامٌ فَأُرَاهُ اٰخَرَ مَعَهُ فَأَخْبَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر الحوضی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سلیم کے ستر آدمیوں کو بنو عامر کی طرف تبلیغ کے لیے بھیجا' جب یہ (بیر) معونہ پر پہنچے تو ان سے میرے ماموں نے کہا: میں تم سے آگے جاتا ہوں' اگر انہوں نے مجھے مامون رکھا حتیٰ کہ میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام پہنچاؤں تو فبہا ورنہ تم میرے قریب تو ہو' میرے ماموں آگے چلے گئے' انہوں نے ان کو مامون رکھا' پس جس وقت وہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنا رہے تھے' انہوں نے اپنے ایک مرد کی طرف اشارہ کیا اور اس نے میرے ماموں کو نیزہ گھونپ دیا جو ان کے جسم کے پار نکل گیا (اس وقت

جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدْ لَقُوْا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ فَكُنَّا نَقْرَأُ أَنْ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ فَدَعَا عَلَيْهِمْ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِي لِحْيَانَ وَبَنِي عُصَيَّةَ الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

میرے ماموں کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے:) اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا! پھر اُن کافروں نے اس صحابی کے باقیہ ساتھیوں پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا سوائے ایک لنگڑے صحابی کے وہ لنگڑے آدمی پہاڑ پر چڑھ گئے تھے ہمام نے بیان کیا کہ میرا گمان ہے کہ ان کے ایک دوسرے ساتھی بھی ان کے ساتھ تھے پھر (حضرت) جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی کہ وہ سب اپنے رب سے جا ملے ہیں پس وہ ان سے راضی ہو گیا اور اس نے ان کو راضی کر دیا پھر ہم قرآن میں یہ پڑھتے تھے: ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ بے شک ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا پھر بعد میں یہ آیت منسوخ ہو گئی پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس روز تک صبح کی نماز میں ان کے خلاف دعا کرتے رہے رِعل ذکوان بنولحیان اور بنوعُصَیّہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اللہ کی راہ میں مصیبت پیش آنے اور زخمی ہونے کا ذکر ہے۔

ستر قاریوں کی شہادت کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ تورپشتی نے بیان کیا کہ یہ ستر اصحاب لوگوں میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار تھے یہ مسجد نبوی کے چبوترہ میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی تو یہ ان کی مدد کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اہل نجد کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا جب یہ بیر معونہ کے مقام پر پہنچے تو عامر بن طفیل نے چند قبائل رعل ذکوان اور عصیہ کو اشارہ کیا انہوں نے ان ستر قاریوں کو شہید کر دیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بیر معونہ کا یہ لشکر صفر ۴ھ میں روانہ ہوا تھا امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوال ذوالقعدۃ ذوالحجہ اور محرم تک ٹھہرے رہے پھر آپ نے غزوۂ اُحد کے چار مہینے بعد صفر کے مہینے میں اصحاب بیر معونہ کو بھیجا موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ ان ستر قاریوں کے قائد اور امیر حضرت منذر بن عمرو تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مرثد بن ابی مرثد تھے۔

اس حدیث میں حضرت انس کے ماموں کا ذکر ہے وہ حرام بن ملحان ہیں۔ اس حدیث سے یہ وہم ہوتا ہے کہ آپ نے بنوسلیم کو بھیجا تھا جب کہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے قراء انصار کو اہل نجد کی طرف بھیجا تھا رہے بنوسلیم تو انہوں نے قراء انصار کے ساتھ عہد شکنی کی تھی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ عہد شکنی کریں ان کا نام لے کر ان کے خلاف دعا کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۳۹۔ ۱۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۸۰۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيَتْ اِصْبَعُهٗ فَقَالَ

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ
وَفِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس از حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تھے اور آپ کی انگلی خون آلودہو گئی تھی' آپ نے اپنی انگلی سے مخاطب ہو کر فرمایا: تو صرف ایک خون آلود انگلی ہے اور جو مصیبت تجھے پہنچی ہے' وہ اللہ کی راہ میں پہنچی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام شعر وشاعری نہیں ہے

اس مقام پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: ''هل انت الا اصبع دميت وفي سبيل الله ما لقيت'' بہ ظاہر شعر ہے' حالانکہ قرآن مجید میں یہ ارشاد ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ. (یٰس:٦٩) اور ہم نے آپ کو شعر کہنا نہیں سکھایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شعر نہیں ہے' رجز ہے' رجز اس کلام موزون کو کہتے ہیں جو میدانِ جنگ میں بہادری کے اظہار کے لیے پڑھا جاتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ شعر اس کلام کو کہتے ہیں جس میں بالقصد دو فقروں کو ایک وزن پر لایا جاتا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ شعر وہ کلام ہوتا ہے جس میں خیال آرائی ہو اور جھوٹی باتیں ہوں' عرب کہتے تھے کہ زیادہ اچھا شعر وہی ہوتا ہے جس میں زیادہ جھوٹی باتیں ہوں' اور قریش جو آپ کو شاعر کہتے تھے' وہ اسی معنی میں کہتے تھے کہ ان کے نزدیک آپ نے جنت اور جنت کی نعمتوں کی جو خبریں دی تھیں اور حور وقصور' غلمان اور دودھ اور شہد کے دریاؤں کا جو ذکر کیا ہے' وہ سب خیالی باتیں ہیں اور دوزخ اور اس کے ہول ناک عذاب کی جو تفصیلات بیان کی ہیں' وہ سب جھوٹی باتیں ہیں اور وہ اسی اعتبار سے قرآن مجید کو شعر اور آپ کو شاعر کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یٰس:٦٩)

اور ہم نے اپنے نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان (کی شان) کے لائق ہے' یہ (کتاب) تو صرف نصیحت اور روشن قرآن ہے ۝

١٠ - بَابُ مَنْ يُّجْرَحُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

جو اللہ عزوجل کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے

اس باب میں اس مجاہد کی فضیلت بیان فرمائی ہے' جو اللہ عزوجل کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے۔

٢٨٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا يُكْلَمُ اَحَدٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُّكْلَمُ فِیْ سَبِيْلِهٖ اِلَّا جَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اللہ کی راہ میں جس شخص کو زخمی کیا جاتا ہے اور

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ. اللہ خوب جانتا ہے کہ اس کی راہ میں کس شخص کو زخمی کیا جاتا ہے' سو وہ شخص قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ (اس کا) رنگ خون کا رنگ ہوگا اور (اس کی) خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔

شہید کو غسل نہ دینے پر دلیل اور اس دلیل پر حافظ ابن حجر کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شہید اس ہیئت اور اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں اس کی روح نکالی گئی تھی اور اس میں یہ حکمت ہے کہ شہید کے جسم پر ایسی علامت اور دلیل ہو' جس سے یہ ظاہر ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جان دی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ شہید کو اس کے خون اور خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جائے گا اور اس سے اس کا خون صاف نہیں کیا جائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اس کو اسی حالت میں دفن کیا جائے گا تاکہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حال بیان فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے:

اگر شہید کو دنیا میں غسل دے دیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خود آلود حالت میں نہ اٹھایا جاسکے۔

(فتح الباری ج ۱۴ ص ۲۴۲' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ شہید کے جسم پر خون اور شہادت کے آثار باقی رکھنے کے لیے یہ لازم ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے بلکہ غسل نہ دینے سے مراد یہ ہے کہ شہید کی وہ حالت متغیر نہ ہو' جس حالت میں وہ شہید ہوا ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی چیز اپنی حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو جائے تو پھر اس حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے' جس حالت کی طرف وہ چیز منتقل ہوئی ہے' جیسے جب کسی پانی میں نجاست گر جائے اور اس کے رنگ' بو اور ذائقہ میں سے کوئی چیز تبدیل ہو جائے تو پھر وہ مطلق پانی کے حکم میں نہیں رہتا اور نجس پانی ہو جاتا ہے' اسی طرح جب خمر (انگور کی شراب) میں نمک ڈال دیا جائے تو وہ سرکہ بن جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ (التوبہ:٥٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: تم ہمارے حق میں صرف دو خوبیوں (فتح اور شہادت) میں سے کسی ایک کا انتظار کر رہے ہو۔ (التوبہ:٥٢)

دو خوبیوں سے مراد شہادت اور کفار کے خلاف جنگ میں کامیابی ہے۔ حضرت ابن عباس' مجاہد' قتادہ اور دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ جب ہم کفار سے مقابلہ کریں اور ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ہو تو اگر ہم ان پر غالب اور کامیاب ہو جائیں تو ہمارے لیے غنیمت اور اجر ہوگا اور اگر اس کے برعکس ہو تو ہمارے لیے شہادت ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۲)

وَالْحَرْبُ سِجَالٌ. اور جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے' کبھی ایک کے ہاتھ میں اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول اس باب کی حدیث میں آرہی ہے' اس تعلیق کا معنی یہ ہے کہ جس طرح کنویں کا ڈول لوگ کھینچتے ہیں تو وہ کبھی ایک کے ہاتھ میں ہوتا ہے' کبھی دوسرے کے ہاتھ میں' اسی طرح جب دو فریقوں کے درمیان جنگ ہوتی ہے تو

کبھی ایک فریق فتح حاصل کرتا ہے اور کبھی دوسرا۔

٢٨٠٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ سَأَلْتُكَ كَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ فَزَعَمْتَ أَنَّ الْحَرْبَ سِجَالٌ وَدُوَلٌ فَكَذَٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى ثُمَّ تَكُونُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے ان کو خبر دی کہ ہرقل نے ان سے کہا کہ میں نے تم سے یہ سوال کیا تھا کہ تمہاری ان کے ساتھ جنگ کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟ تو تم نے کہا کہ جنگ تو کنویں کے ڈولوں کی طرح ہے' سو اس طرح رسولوں کی آزمائش کی جاتی ہے' پھر ان ہی کا انجام (بہتر) ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جنگ میں کبھی ایک فریق کو فتح حاصل ہوتی ہے کبھی دوسرے کو۔

١٢ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ (الاحزاب: ٢٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایمان والوں میں سے بعض ایسے (باہمت) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دیا' سو ان میں سے کوئی (جہاد میں شریک ہو کر) اپنی نذر پوری کر چکا اور ان میں سے دوسرا انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں کچھ بھی) ردّ و بدل نہیں کیا (الاحزاب: ٢٣)

اللہ سے عہد کرنے والے صحابہ کے مصادیق

ان مؤمنوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ دین کی سربلندی کے لیے آئندہ کفار کے خلاف جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہیں گے اور یہ مؤمنین حضرت عثمان بن عفان' حضرت طلحہ بن عبید اللہ' حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل' حضرت حمزہ' حضرت مصعب بن عمیر' حضرت انس بن نضر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے' انہوں نے نذر مانی تھی کہ جب بھی کفار رسول اللہ پر حملہ کرنے آئیں گے تو وہ مقابلہ میں ثابت قدم رہیں گے اور وہ مسلسل قتال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ شہید ہو جائیں' اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنوں کو مردوں سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جمادات اور نباتات کے بعد پہلا مرتبہ حیوانات کا ہے' اس کے بعد انسانوں کا مرتبہ ہے اور مردوں میں بھی زیادہ مرتبہ ان مردوں کا ہے جو ہمت والے مرد ہوں اور مردِ میدان ہوں۔

(الوسیط ج ٣ ص ٤٦٥ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' الدر المنثور ج ٦ ص ٥١٨-٥١٧ ملخصاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اس آیت میں نذر پوری کرنے کی تحسین فرمائی ہے' حالانکہ حدیث میں نذر ماننے کو ناپسند فرمایا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نذر ماننے سے منع کیا اور فرمایا: نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی' صرف بخیل شخص نذر مان کر عبادت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری:٦٦٠٨، صحیح مسلم:١٦٣٩، سنن ابوداؤد:٣٢٨٧، سنن نسائی:٣٨٠١، سنن ابن ماجہ:٢١٢٤)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو عبادت کی نذر ماننے سے منع فرمایا جو شخص اس نذر کی وجہ سے تکلفاً اور جبراً عبادت کرے اور دل سے اس عبادت پر خوش نہ ہو یا جو شخص بہ صورتِ معاوضہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کا فلاں کام کر دیا تو وہ اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ کی فلاں عبادت کرے گا' جب کہ عبادت خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے یا آپ نے اس شخص کو نذر ماننے سے منع فرمایا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نذر ماننے سے تقدیر بدل جاتی ہے اور جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نذر مانے' اس کا نذر ماننا مکروہ نہیں ہے اور اس آیت میں جن مؤمنین کا ذکر فرمایا ہے' انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے نذر مانی تھی۔

اس آیت کی مزید وضاحت الاحزاب: ٢٣ کی تفسیر میں تبیان القرآن ج ٩ ص ٤٠٣۔٤٠١ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٢٨٠٥ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْخُزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا (ح) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَابَ عَمِّيْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِيْ اَصْحَابَهٗ وَاَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ اَلْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ قَالَ سَعْدٌ فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ قَالَ اَنَسٌ فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَقَدْ مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ قَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُرٰى اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب:٢٣) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ. [اطراف الحدیث، ٤٠٤٨۔٤٧٨٣] (صحیح مسلم:١٩٠٣، الرقم المسلسل:٤٨١١، سنن ترمذی:٣٢٠٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سعید الخزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا کہ میں نے انس سے سوال کیا' (ح) انہوں نے کہا کہ ہمیں عمرو بن زرارۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حمید طویل نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ایک جہاد (غزوۂ بدر) میں حاضر نہ ہو سکے تھے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ نے مشرکین سے جو پہلا قتال کیا ہے میں اس قتال میں نہیں تھا' اب اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے خلاف قتال میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ دیکھ لے گا میں کس طرح قتال کرتا ہوں! پھر جنگ اُحد کا دن آیا اور مسلمان پیچھے ہٹ گئے تو حضرت انس بن نضر نے کہا: اے اللہ! ان لوگوں نے یعنی ان کے اصحاب نے جو کچھ کیا ہے' میں اس سے معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے اس سے بیزار ہوں' پھر جب وہ آگے بڑھے تو ان کا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا تو انہوں نے کہا: اے سعد بن معاذ! وہ جنت ہے' اور النضر کے رب کی قسم! مجھے اُحد کے پاس سے اس کی خوشبو آ رہی ہے' حضرت سعد بن معاذ نے کہا: یا رسول اللہ! جو کچھ انہوں نے کر دکھایا وہ میں نہیں کر سکتا تھا' حضرت انس نے کہا: ہم نے ان کے جسم پر اسی (٨٠) سے زیادہ تلواروں کے ضرب کے نشانات اور نیزوں کے گھونپنے کے اور تیروں کے لگنے کے نشانات دیکھے اور ہم نے دیکھا

کہ وہ شہید کر دیئے گئے تھے اور مشرکین نے ان کو مثلہ کر دیا تھا (ان کے اعضاء کاٹ ڈالے تھے) اور ان کی بہن کے سوا ان کو کسی نے نہیں پہچانا تھا اور انہوں نے بھی ان کو انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا' اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ یہ آیت ان کے اور ان کے مشابہ مؤمنوں کے متعلق نازل ہوئی ہے: بعض ایسے (باہمت) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کر دیا۔ (الاحزاب: ٢٣) آخر آیت تک قراءت کریں۔

٢٨٠٦ - وَقَالَ إِنَّ أُخْتَهُ وَهِيَ تُسَمَّى الرُّبَيِّعَ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ امْرَأَةٍ فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسٌ يَارَسُولَ اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا فَرَضُوا بِالْأَرْشِ وَتَرَكُوا الْقِصَاصَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ.

اور حمید الطویل نے کہا: بے شک ان کی بہن جن کا نام الرُبَیِّع تھا' انہوں نے ایک عورت کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کا قصاص لینے کا حکم دیا' تب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے' پھر وہ لوگ دیت لینے پر راضی ہو گئے اور انہوں نے قصاص (کا مطالبہ) چھوڑ دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں اگر وہ اللہ کے اوپر قسم کھالیں (کہ اللہ ایسا کرے گا) تو اللہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٠٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں جہاد کے متعلق حضرت انس بن النضر کی نذر پوری کرنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں جہاد میں اپنی جان خرچ کرنے کا ذکر ہے اور نذر پوری کرنے کی فضیلت ہے' اور شہادت کو طلب کرنا اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت ہے اور اس میں حضرت انس بن النضر کی واضح فضیلت ہے اور ان کی جرأت و ہمت' قوتِ ایمان اور تقویٰ کا بیان ہے۔

٢٨٠٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ أُرَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَسَخْتُ الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَفَقَدْتُ آيَةً مِّنْ سُورَةِ الْأَحْزَابِ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَلَمْ أَجِدْهَا إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان' مجھے گمان ہے از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از خارجہ بن زید کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب میں نے قرآن مجید کے مختلف نسخے نقل کیے تو میں نے سورۂ احزاب کی وہ آیت گم پائی' جس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھتے ہوئے سنتا تھا' میں نے وہ آیت صرف حضرت خزیمہ بن

جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهٗ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ وَهُوَ قَوْلُهٗ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب:٢٣).

ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پائی' جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا' وہ آیت یہ ہے: (ترجمہ) بعض ایسے (باہمت) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کر دیا۔ (الاحزاب:٢٣)

[اطراف الحدیث: ٤٠٤٩-٤٦٧٩-٤٧٨٤-٤٩٨٦-٤٩٨٨-٤٩٨٩-٧١٩١-٧٤٢٥] [اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں]

حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دینے کا سبب اور اس کے متعلق حدیث

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت کو جو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا ہے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

عمارۃ بن خزیمہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے ان کو حدیث بیان کی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے ہیں' وہ بتاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اعرابی کو اپنے ساتھ چلنے کے لیے فرمایا تا کہ اس کو گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیز تیز چل رہے تھے اور وہ اعرابی آہستہ آہستہ چل رہا تھا' پھر اور لوگوں نے اس گھوڑے کی قیمت ڈالنی شروع کر دی اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں' پھر اس اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نداء کی: اگر آپ اس گھوڑے کو خرید رہے ہیں تو فبہا ورنہ میں نے اس گھوڑے کو فروخت کر دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس اعرابی کی نداء سنی تو آپ نے فرمایا: کیا میں وہ گھوڑا تم سے خرید نہیں چکا؟ اس اعرابی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں نے آپ کو یہ گھوڑا فروخت نہیں کیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں' اس اعرابی نے کہا: اچھا! پھر آپ اس پر گواہ لائیں' پس حضرت خزیمہ بن ثابت نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم کس سبب سے گواہی دے رہے ہو؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیونکہ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٣٦٠٧' سنن نسائی: ٤٦٦١)

اللہ کی عبادت میں انسان کا خود کو ہلاکت میں ڈال دینے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت انس بن نضر نے کہا: یا رسول اللہ! اب اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے خلاف قتال میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ دیکھ لے گا میں کس طرح قتال کرتا ہوں۔ پھر حضرت انس بن نضر جاتے ہی مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور ان کے جسم پر تلواروں' نیزوں اور تیروں کے اسّی (٨٠) سے زیادہ زخم آئے' ان کے اعضاء کو کاٹ دیا گیا تھا اور ان کو پہچاننا ممکن نہیں رہا تھا' ان کی بہن نے ان کو صرف انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سخت اور شدید طریقہ پر عمل کرنا جائز ہے اور انسان کا جہاد میں خود کو جاں بحق کر دینا جائز ہے۔

اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لیے خود کو ہلاکت میں ڈال دینے کا جواز

اپنے آپ کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنا جائز ہے اور یہ اس آیت کے منافی نہیں ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرہ:١٩٥) اور تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف نہ ڈالو۔

کیونکہ انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا تو انہوں نے مشرکین سے لڑائی میں اپنے آپ کو سخت مشقت اور شدت میں ڈال کر اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا' بایں طور کہ انہوں نے جنت کے بدلہ میں اپنے نفسوں کو فروخت کر دیا۔

جنت کی خوشبو پانے کے دو محمل

حضرت انس بن نضر نے کہا: میں اُحد کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔
یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت انس کا یہ کلام حقیقت پر محمول ہو کیونکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے پائی اور سونگھی جاتی ہے پس یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت انس نے جنت کی خوشبو سونگھ لی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ کلام مجاز پر محمول ہو اور اس کا معنی یہ ہو کہ میں جانتا ہوں کہ جنت اس جگہ ہے جس جگہ میں اللہ کی راہ میں قتال کر رہا ہوں کیونکہ اس جگہ جنت کو حاصل کیا جاتا ہے اور خریدا جاتا ہے۔

الاحزاب: ۲۳ کو صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے مصحف میں لکھنے کی توجیہ

حضرت زید بن ثابت نے کہا: میں نے سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کو گم پایا اور اس کو صرف حضرت خزیمہ کے پاس پایا۔ حضرت زید کا اس کلام سے یہ ارادہ نہیں تھا کہ تمام مسلمانوں کے ذہن اور ان کی یادداشت سے یہ آیت نکل چکی تھی کیونکہ حضرت زید کو یہ آیت حفظ تھی اور روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اور روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے بھی اسی طرح کہا تھا اور ہلال بن امیہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور جب قرآن مجید کو صحیفوں سے جمع کیا جا رہا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت زید بن ثابت کو یہ حکم دیا تھا کہ جس چیز کے قرآن ہونے کا وہ انکار کریں اس پر دو مردوں کی شہادت طلب کریں اور وہ اس بات کی شہادت دیں کہ انہوں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے سنا ہے تا کہ اس کے قرآن ہونے کا زیادہ قوی اور مضبوط ثبوت ہو اور کوئی شخص اس کا انکار کرنے کی جرأت نہ کر سکے یہ قاضی ابوبکر بن الطیب کا قول ہے اس میں اور وجوہ بھی ذکر کی گئی ہیں اور یہ سب سے بہترین وجہ ہے اور میں عنقریب اس کا فضائل قرآن کے باب میں ذکر کروں گا۔ (ان شاء اللہ) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۳۔۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ قرآن تو تواتر سے ثابت ہے پھر صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے ----- اس آیت کو مصحف میں کیوں لکھا گیا؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایک یا دو آدمیوں کے قول سے کسی آیت کو مصحف میں لکھنا کس طرح جائز ہے حالانکہ کسی بات کے قرآن ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ہو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ان کے نزدیک متواتر تھی اس لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے لیکن انہوں نے صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس اس آیت کو لکھے ہوئے دیکھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تواتر اور عدم تواتر کا تصور آپ کے اصحاب کے بعد ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ یہ قرآن ہے اور وہ اس کا قرآن ہونا قطعی طور سے جانتے تھے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت ہلال بن امیہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور یہ ایک جماعت ہے۔

حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری ذو الشہادتین (دو شہادتوں والے) کے لقب سے معروف تھے یہ غزوۂ بدر اور بعد کے غزوات میں حاضر تھے جنگ صفین میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو انہوں نے بھی اپنی تلوار برہنہ کر کے قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے جنگ صفین سینتیس (۳۷) ھ میں ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۷۔۱۴۶ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت خزیمہ کی شہادت سے جس آیت کو مصحف میں لکھا گیا' وہ الاحزاب: ۲۳ تھی یا التوبہ: ۲۸ تھی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

خارجہ اور عبید کا اس آیت کی تعیین میں اختلاف ہے جس کو حضرت زید بن ثابت نے حضرت خزیمہ کے پاس پایا تھا' خارجہ نے کہا: وہ یہ آیت تھی: ''مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا'' (الاحزاب: ۲۳) اور عبید نے کہا: وہ یہ آیت ہے: ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' (التوبہ: ۲۸) امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو ان دوسندوں کے ساتھ روایت کیا ہے' گویا کہ یہ دونوں حدیثیں ان کے نزدیک صحیح ہیں' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شعیب نے الزہری سے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ روایت کیا ہے' اسی طرح ابراہیم بن سعد نے زہری سے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ عنقریب فضائل قرآن میں آئے گا' اور عبید بن السباق کی روایت میں وہ اضافہ ہے' جو خارجہ کی روایت میں نہیں ہے اور اس حدیث کے بقیہ مباحث ان شاء اللہ فضائل قرآن کے باب میں ذکر کیے جائیں گے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۴۵۔ ۲۴۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

※ باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۸۰۳۔ ج ۵ ص ۹۱۳۔ ۹۱۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں صرف یہ فائدہ لکھا گیا ہے کہ شہداء کے لیے جنت کا ثبوت ہے' شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کا مکمل ترجمہ بھی نہیں کیا اور اس کی شرح بالکل نہیں لکھی۔

(انعام الباری ج ۷ ص ۱۰۷۰)

شیخ سلیم اللہ نے اس حدیث کی شرح میں اس کی تحقیق نہیں کی کہ صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے اس آیت کو مصحف میں کیسے شامل کر لیا گیا؟ (کشف الباری۔ کتاب الجہاد۔ ج ۱ ص ۱۵۴۔ ۱۵۱)

۱۳- بَابٌ عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ الْقِتَالِ نیک عمل سے پہلے قتال کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کے خلاف جنگ کرنے سے پہلے نیک عمل کرنا چاہیے۔

وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ اِنَّمَا تُقَاتِلُوْنَ بِاَعْمَالِكُمْ.

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اپنے (نیک) اعمال کی وجہ سے ہی (کفار سے) قتال کرتے ہو۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: حضرت ابوالدرداء کا نام عویمر بن مالک خزرجی انصاری ہے' یہ تعلیق ابو اسحاق الفزاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: اے لوگو! کفار کے خلاف قتال کرنے سے پہلے نیک عمل کرو' کیونکہ تم اپنے اعمال کی وجہ سے قتال کرتے ہو' امام بخاری نے ان کے اس قول کے جزء اوّل کو حدیث کا عنوان بنایا اور جزء ثانی کو تعلیق کے طور پر ذکر کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۷)

وَقَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝﴾ (الصف: ۲۔ ٤).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو جن پر تم خود عمل نہیں کرتے؟ ۝ اللہ اس پر سخت غضب ناک ہوتا ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ۝ بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ قتال کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں ۝ (الصف: ۴۔ ۲)

منافقین اور بے عمل واعظین کے متعلق وعید

الصف: ۳ کے متعلق بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو کہتے تھے: اگر تم اللہ کے دشمنوں

سے مقابلہ کرنے کے لیے نکلے اور تم نے ان سے قتال کیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ان کے خلاف قتال کریں گے اور جب مسلمان کفار سے مقابلہ کے لیے نکلے تو وہ پیچھے لوٹ گئے اور انہوں نے قتال نہیں کیا۔

اسی طرح انسان جب کسی شخص سے کسی چیز کو دینے کا وعدہ کرے یا اس کے لیے کسی کام کو کرنے کا وعدہ کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے ورنہ وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا۔

اسی طرح اس آیت کے مصداق وہ علماء اور واعظین ہیں جو لوگوں کو برائی سے روکتے ہیں اور خود برائی سے نہیں رکتے۔ اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اس کی انتڑیاں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور وہ اس طرح دوزخ میں گردش کر رہا ہوگا' جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے' دوزخی اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہیں گے: اے فلاں! کیا بات ہے؟ تم تو ہم کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے' وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ٣٢٦٧' صحیح مسلم: ٢٩٨٩' سنن ابوداؤد: ٣٨٦٢' سنن ابن ماجہ: ٣٩٨٢)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معراج کی شب میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے' جب بھی ان کو کاٹا جاتا وہ جڑ جاتے اور پھر ان کو کاٹا جاتا' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں جو لوگوں سے کہتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے' کتاب اللہ کو پڑھتے تھے اور عمل نہیں کرتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٣٨٦' مسند ابویعلیٰ: ٣٩٩٢' مجمع الزوائد ج ٧ ص ٢٧٦' مسند ابویعلیٰ کی سند صحیح ہے)

بلا ضرورت جہاد کی صف کو توڑنے کی ممانعت

الصف: ٤ کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں ثابت قدم رہتے ہیں اور اس طرح قدم جمائے کھڑے رہتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ قتال کے وقت صف سے باہر نہیں نکلنا چاہیے اور صف کو توڑنا نہیں چاہیے' سوا اس کے کہ کوئی ضروری اور اہم کام ہو' یا امیر لشکر کو کوئی اہم پیغام دینا ہو یا دشمن کا کوئی فوجی للکار رہا ہو تو اس سے مقابلہ کے لیے نکلنا جائز ہے۔

٢٨٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ابْنُ سَوَّارٍ الْفَزَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُّقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ قَالَ أَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَأَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمِلَ قَلِيْلًا وَّأُجِرَ كَثِيْرًا.

(صحیح مسلم: ١٩٠٠' الرقم المسلسل: ٤٨٠٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ بن سوار الفزاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ایسا شخص آیا' جس نے لوہے کا خود پہن رکھا تھا' اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں قتال کروں یا اسلام قبول کروں؟ آپ نے فرمایا: اسلام لاؤ' پھر قتال کرو' پس وہ اسلام لایا' پھر اس نے قتال کیا' پس وہ شہید ہو گیا' تو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے عمل کم کیا اور اس کو اجر زیادہ دیا گیا۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: قتال سے پہلے نیک کام کرنا' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ قتال سے پہلے وہ شخص اسلام لایا' اور یہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے عمل قلیل کیا اور اس کو اجر زیادہ دیا گیا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: اس نے عمل صالح کیا بلکہ افضل الاعمال کیا' سب سے قوی اور سب سے نیک عمل کیا' اور وہ اسلام لانا ہے' پھر اسلام لانے کے بعد اس نے قتال کیا۔

اس مرد کا عمل مقدار کے اعتبار سے قلیل تھا اور مرتبے کے اعتبار سے عظیم تھا

میں کہتا ہوں کہ بہ ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عینی اس پر اعتراض کر رہے ہیں کہ یہ تو بہت بڑا عمل ہے اور نبی ﷺ اس کو قلیل عمل فرما رہے ہیں' تاہم علامہ عینی کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ عمل کیفیت کے اعتبار سے تو بہت عظیم ہے اور اس کا کوئی ثانی نہیں لیکن مقدار کے اعتبار سے تو یہ قلیل ہے' اسلام لانا اور کلمہ پڑھنا تو چند ساعتوں میں ہو جاتا ہے' اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس نے عمل قلیل کیا یعنی مقدار کے اعتبار سے اور کمیّت کے لحاظ سے تو یہ عمل قلیل ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے یہ عمل بہت عظیم ہے۔

اس مرد کے نام کی تحقیق اور بُرے نام کو بدل کر اچھا نام رکھنا اور ''مقنع'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک مرد آیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس مرد کا نام اُصرم تھا' اور وہ عمرو بن ثابت الاشہلی ہے' اس کا حال بہت عجیب ہے کیونکہ وہ جنت میں داخل ہو گیا اور اس نے اللہ کے لیے ایک سجدہ بھی نہیں کیا۔

علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ یہ اصرم الشقری ہے' یہ اس جماعت میں آیا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس بنوشقرہ سے آئی تھی۔ نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: اصرم' آپ نے فرمایا: زرعۃ ہو (اس کی وجہ یہ ہے کہ اصرم کا معنی ہے: بہت زیادہ کاٹنے والا اور یہ بدفالی ہے' اس لیے آپ نے اس کا نام بدلا اور فرمایا: تم زرعۃ ہو' یعنی کھیت ہو)۔

اس حدیث میں ''رجلٌ'' کے بعد یہ لفظ ہے: ''مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ'' یعنی لوہے کو سر پر اوڑھا ہوا اور اس سے خُود مراد ہے یعنی لوہے کی ٹوپی۔

دائمی جنت اور دائمی دوزخ کا مدار نیت پر ہے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل فرماتا ہے اور تھوڑے عمل پر بہت زیادہ ثواب عطاء فرماتا ہے' کیونکہ اسلام لانے کی وجہ سے وہ مرد جنت کی دائمی نعمتوں کا مستحق ہو گیا' خواہ اس کا عمل مقدار کے اعتبار سے قلیل تھا چونکہ اس کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر وہ زندہ رہا تو اپنی پوری زندگی میں مؤمن رہے گا تو اس کی نیت نے اس کو فائدہ پہنچایا' اسی طرح کافر جب کفر کرے اور اسی ساعت میں مر جائے تو اس پر دائمی دوزخ واجب ہو گی' چونکہ اس کے کفر کے ساتھ یہ اعتقاد ملا ہوا تھا کہ وہ اپنی پوری زندگی میں کفر پر ہی رہے گا۔

١٤ - بَابُ مَنْ اَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهٗ

جس شخص کو کوئی نامعلوم تیر آ کر لگا جس نے اس کو ہلاک کر دیا

اس باب کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو ایک تیر آ کر لگا جس نے اس کو ہلاک کر دیا اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ تیر کس نے مارا تھا۔

٢٨٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ اُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبُرَاءِ وَهِيَ اُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَلَا تُحَدِّثُنِيْ عَنْ حَارِثَةَ وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهٗ سَهْمٌ غَرْبٌ فَاِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُّ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ قَالَ يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى.

[اطراف الحدیث: ٣٩٨٢-٦٥٥٠-٦٥٦٧]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن محمد ابواحمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادۃ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ الربیع بنت البراء کی ماں' اور وہ حارثہ بن سراقہ کی ماں ہیں' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں' پس انہوں نے کہا: اے نبی اللہ! کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ اور حارثہ جنگ بدر میں شہید کر دیئے گئے تھے' ان کو کسی نامعلوم جگہ سے تیر آ کر لگا تھا' (ان کی ماں نے کہا:) اگر وہ جنت میں ہے تو میں نے اس پر صبر کر لیا اور اگر اس کے سوا کوئی بات ہے تو میں اس کے اوپر خوب رونے کی کوشش کروں گی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے اُم حارثہ! جنت میں تو متعدد جنتیں ہیں اور بے شک تمہارا بیٹا تو فردوسِ اعلیٰ (سب سے بلند جنت) میں پہنچ گیا۔

حارثہ بن سراقہ کی ماں کا نام لکھنے میں امام بخاری کا سہو

امام بخاری نے لکھا ہے کہ یہ عورت رُبیع بنت البراء کی ماں ہیں' یہ امام بخاری سے سہو ہوا ہے' صحیح یہ ہے کہ یہ حارثہ بن سراقہ کی ماں ہیں' دوسرا سہو یہ ہوا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ اُن کا نام رُبیع بنت البراء ہے حالانکہ ربیع' البراء کی بیٹی نہیں ہیں' وہ النضر کی بیٹی ہیں اور وہ حضرت انس بن مالک کی پھوپھی ہیں' اور یہی وہ خاتون ہیں جنہوں نے ایک عورت کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تھے۔ اس کی تفصیل صحیح البخاری: ٢٨٠٦ میں گزر چکی ہے۔

امام ترمذی اور امام ابن خزیمۃ نے بھی اس حدیث کو از قتادۃ روایت کیا ہے' وہ روایت اس طرح ہے:

از قتادۃ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رُبیع بنت النضر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور ان کا بیٹا حارثہ بن سراقہ جنگ بدر میں نامعلوم تیر سے شہید ہو گیا تھا۔ الحدیث (سنن ترمذی: ٣١٧٤)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ وہ خاتون حارثہ کی ماں تھیں نہ کہ رُبیع کی' اور یہ بھی تصریح ہے کہ رُبیع' النضر کی بیٹی تھی نہ کہ البراء کی۔

امام ابن الاثیر نے جامع الاصول میں اور الاسماعیلی اور ابونعیم نے اپنی اپنی مستخرج میں اسی طرح تصریح کی ہے۔

حدیث مذکور سے نوحہ کے جواز پر استدلال اور اس کا ردّ

اس خاتون نے کہا کہ اگر میرا بیٹا جنت میں نہیں ہے تو میں اس پر خوب رونے کی کوشش کروں گی اور نبی ﷺ نے اس کو رونے سے منع نہیں کیا بلکہ رونے پر برقرار رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت پر رونا جائز ہے حالانکہ نبی ﷺ نے کسی کی موت پر رونے سے منع فرمایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ نوحہ کی تحریم سے پہلے کا ہے' کیونکہ نوحہ کی تحریم غزوۂ اُحد کے بعد ہوئی ہے' اور یہ واقعہ غزوۂ بدر کے بعد کا ہے' سو اس حدیث سے نوحہ کا جواز ثابت نہ ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کی حضرت انس سے جو روایت ہے' اُس میں اس طرح مذکور ہے: اگر میرا بیٹا جنت میں نہیں ہے تو میں اس کے لیے خوب دعا کرنے کی کوشش کروں گی نہ کہ خوب رونے کی کوشش کروں گی۔

اس حدیث میں ''الفردوس'' کا لفظ ہے' فردوس اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں متعدد باغات ہوں' درخت ہوں' سبزہ زار ہو' کھجور کے لمبے لمبے اور گھنے درخت ہوں۔ الازہری نے کہا ہے: ہر وہ گھنا درخت جس کے پتے ایک دوسرے کو چھپالیں وہ جنت ہے' کیونکہ جنت کا معنی ہے: چھپالینا' اور چونکہ جنت بھی مخلوق کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہے' اس لیے اس کو جنت کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٥١۔ ١٥٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٥ - بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

جس نے اس لیے قتال کیا تا کہ اللہ کا دین سر بلند ہو

اس باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کے لیے قتال کیا۔

٢٨١٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهٗ فَمَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی وائل از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا' پس اس نے پوچھا کہ ایک مرد مالِ غنیمت کے لیے قتال کرتا ہے اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے کہ اس کی ناموری ہو اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے کہ اس کی بہادری کا پتا چلے' تو ان میں سے کون اللہ کی راہ میں (قتال کرنے والا) ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا دین سر بلند ہو' وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٣ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جس کے دونوں پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے

اس باب میں پیروں کا ذکر ہے' ان کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں بھاگنے' دوڑنے سے گرد وغبار اُڑتا ہے' یہ گرد وغبار ہر چند کہ تمام جسم پر پڑتا ہے لیکن اس کا سبب پیر ہوتے ہیں' اس لیے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے: جس

کے دونوں پیر غبار آلود ہو گئے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۝﴾ (التوبۃ: ١٢٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: مدینہ والوں کے یہ لائق نہ تھا (یہ آیت یہاں تک ہے:) بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۝ (التوبہ:١٢٠)

امام بخاری نے یہ پوری آیت ذکر نہیں کی' ہم یہ پوری آیت اور اس کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۝

مدینہ والوں کو اور ان کے آس پاس جو دیہاتی لوگ ہیں' ان کو یہ لائق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ وہ رسول کی جان سے زیادہ اپنی جان سے رغبت کریں' کیونکہ انہیں جب بھی کوئی پیاس اور تھکاوٹ اور بھوک پہنچتی ہے اور جب بھی کسی ایسی جگہ پہنچتے ہیں جس سے کافر غضب ناک ہوں اور جب بھی دشمن سے کوئی چیز چھینتے ہیں تو ان کے لیے اس کی وجہ سے نیک عمل لکھا جاتا ہے' بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۝

آیت مذکورہ میں اعراب کا بیان اور ابتداء میں تمام مسلمانوں پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد پر جانے کا وجوب اور بعد میں اس حکم میں تخفیف

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں جن اعراب کا ذکر کیا گیا ہے' وہ یہ ہیں: مزینہ' جہینہ' اشجع' اسلم اور غفار' اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں مدینہ کے گرد رہنے والے تمام اعراب مراد ہیں۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں نہ جانے کی ممانعت فرمادی ہے اور اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو دھوپ' گرمی' بھوک' پیاس اور سفر کی مشقت اور دشمن کے حملوں سے محفوظ اور مامون رکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ جائے اور رسول اللہ ﷺ کو سخت گرمی کے سفر میں بھوک' پیاس اور دشمن کے حملوں کی زد میں جاتا ہوا دیکھتا رہے' گویا اس کی جان رسول اللہ ﷺ کی جان سے زیادہ قیمتی اور حفاظت کے قابل ہے۔

اس آیت کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص پر امیر لشکر کے ساتھ جہاد پر جانا واجب ہو' لیکن دیگر شرعی دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص پر جہاد کے لیے روانہ ہونا واجب نہیں ہے' کیونکہ بیماروں' کمزوروں اور عاجزوں پر جہاد کے لیے جانا واجب نہیں ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (البقرۃ:٢٨٦)

اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ. (الفتح:١٧)

اندھے پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گرفت ہے اور نہ بیمار سے کوئی مواخذہ ہوگا۔

نیز جب مسلمانوں کی تعداد کم تھی تو ہر شخص پر واجب تھا کہ وہ جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جائے لیکن جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً. (التوبہ:١٢٢)

اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام مسلمان (اللہ کی راہ میں) روانہ ہوں۔

قتادہ نے کہا ہے کہ تمام مسلمانوں پر جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب اس وقت تھا جب رسول اللہ ﷺ بنفسہٖ جہاد کے لیے روانہ ہوں اور اس وقت بغیر عذر کے کسی کے لیے آپ کا ساتھ چھوڑنا جائز نہ تھا اور ابن عطیہ نے یہ کہا ہے کہ تمام مسلمانوں پر روانہ ہونا اس وقت واجب تھا' جب رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کو روانہ ہونے کا حکم دیں' اور یہی قول صحیح ہے' کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ حکم دیں اور بلائیں تو آپ کے حکم کی اطاعت کرنا اور آپ کے بلانے پر جانا واجب ہے' اسی طرح بعد میں مسلمانوں کے حکمران جب مسلمانوں کو لشکر اسلام میں شامل ہونے کے لیے بلائیں تو ان کے حکم کی اطاعت کرنا اور ان کے بلانے پر جہاد کے لیے جانا بھی واجب ہے۔ (تفسیر کبیر ج٦ ص١٦٩' موضحا' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

٢٨١١ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبَايَةُ بْنُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْسٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَبْرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبایۃ بن رافع بن خدیج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابو عبس نے خبر دی' وہ عبدالرحمٰن بن جبر ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے' اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٠٧ میں گزر چکی ہے۔

اللہ کی راہ میں پیر غبار آلود ہونے سے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے خوف سے رویا ہو وہ اس وقت تک دوزخ میں داخل نہیں ہو گا حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوں گے۔
(سنن ترمذی: ١٦٣٣' المستدرک ج ٤ ص ٢٦٠' شعب الایمان: ٨٠٠' مسند احمد ج ٢ ص ٥٠٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی بندہ کے پیٹ میں اللہ کی راہ میں غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہوں گے اور نہ کسی بندہ کے دل میں ایمان اور بخل جمع ہوں گے۔ (المستدرک ج ٢ ص ٧٢)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کا چہرہ اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوا' اس کو اللہ قیامت کے دن دوزخ کے دھوئیں سے امن میں رکھے گا' اور ہر وہ شخص جس کے دونوں پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے' اس کے پیروں کو قیامت کے دن دوزخ سے امن میں رکھے گا۔ (مجمع الزوائد ج ٥ ص ٢٨٧' شعب الایمان: ٤٢٩٦)

١٧ - بَابُ مَسْحِ الْغُبَارِ عَنِ النَّاسِ فِي السَّبِيْلِ

اللہ کے راستہ میں غبار کو لوگوں (کے سر) سے صاف کرنا

صحیح بخاری کے دوسرے نسخوں میں "الناس" کے بجائے "الرأس" کا لفظ ہے' یعنی غبار کو سر سے صاف کرنا۔

٢٨١٢ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ وَلِعَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اِئْتِيَا اَبَا سَعِيْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ فَاَتَيْنَاهُ وَهُوَ وَاَخُوهُ فِي حَائِطٍ لَّهُمَا يَسْقِيَانِهِ فَلَمَّا رَاٰنَا جَاءَ فَاحْتَبٰى وَجَلَسَ فَقَالَ كُنَّا نَنْقُلُ لَبِنَ الْمَسْجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً وَّكَانَ عَمَّارٌ يَّنْقُلُ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَنْ رَّاْسِهِ الْغُبَارَ وَقَالَ وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ عَمَّارٌ يَّدْعُوهُمْ اِلَى اللّٰهِ وَيَدْعُونَهُ اِلَى النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے عکرمہ سے اور علی بن عبداللہ سے کہا: تم دونوں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے ان کی (روایت کردہ) حدیث سنو' پس ہم دونوں ان کے پاس گئے اور وہ اور ان کے بھائی اپنے باغ میں پانی دے رہے تھے' جب انہوں نے ہم کو دیکھا تو انہوں نے چادر اوڑھی اور اکڑوں بیٹھ گئے' پس انہوں نے بیان کیا کہ ہم مسجد سے ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور ان کے سر سے غبار کو صاف کیا اور فرمایا: عمار کے لیے افسوس ہے کہ اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا' عمار ان کو اللہ کی طرف بلائیں گے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سر سے غبار صاف کرنے کا ذکر ہے۔

١٨ - بَابُ الْغُسْلِ بَعْدَ الْحَرْبِ وَالْغُبَارِ

جنگ (کے بعد) اور غبار پڑنے کے بعد غسل کرنا

٢٨١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَجَعَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَاَتَاهُ جِبْرِيلُ وَقَدْ عَصَبَ رَاْسَهُ الْغُبَارُ فَقَالَ وَضَعْتَ السِّلَاحَ فَوَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ قَالَ هَا هُنَا وَاَوْمَاَ اِلٰى بَنِي قُرَيْظَةَ قَالَتْ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبردی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ خندق سے لوٹے اور آپ نے ہتھیار اتار کر غسل کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل اس حال میں آئے کہ (گویا) ان کے سر پر غبار نے پٹی باندھی ہوئی تھی' پس انہوں نے کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے' پس اللہ کی قسم! میں نے (ابھی تک) ہتھیار نہیں اتارے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کہاں (چلنا ہے)؟ حضرت جبریل نے کہا: اس طرف! اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف روانہ ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٦٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سر سے غبار کو صاف کرنے کا ذکر ہے۔

١٩ - بَابُ فَضْلِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی فضیلت

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۚ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ (آل عمران: ۱۶۹۔ ۱۷۱).

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے' ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں' انہیں رزق دیا جا رہا ہے ○ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو عطا فرمایا ہے وہ اس پر خوش ہیں اور ان کے بعد والے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے' ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہو رہے ہیں کہ ان پر بھی نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے ○ وہ اللہ کی طرف سے نعمت اور فضل پر خوشی منا رہے ہیں' اور اس پر کہ اللہ مؤمنین کا اجر ضائع نہیں فرماتا ○ (آل عمران: ۱۷۱۔ ۱۶۹)

آل عمران: ۱۶۹ کا شانِ نزول

یہ آیت جنگِ بدر اور جنگ اُحد کے شہداء کے متعلق نازل ہوئی ہے' کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی' اس وقت ان ہی دو مشہور جنگوں میں مسلمان شہید ہوئے تھے اور منافق مسلمانوں کو جہاد کرنے سے اس لیے روکتے تھے کہ وہ ان دو جنگوں میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی طرح شہید نہ ہو جائیں۔

شہداء کی حیات کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بھائی جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا' وہ جنت کے دریاؤں میں جاتے ہیں اور جنت کے پھلوں سے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہاں پلٹ آتے ہیں' جب انہوں نے کھانے پینے اور آرام کرنے کی پاکیزہ چیزیں حاصل کرلیں تو انہوں نے کہا: ہمارے بھائیوں تک ہمارا یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم کو جنت میں رزق دیا جاتا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے سستی نہ کریں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان تک تمہارا یہ پیغام میں پہنچاؤں گا' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے' ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں' انہیں ان کے رب کی طرف سے رزق دیا جا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۱' مطبع مجتبائی پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی' آپ نے مجھ سے فرمایا: اے جابر! کیا بات ہے! میں تم کو غم زدہ دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے بچے اور قرض چھوڑا ہے' آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ خوش خبری نہ دوں کہ اللہ نے ان سے کس طرح ملاقات کی ہے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی سے بلا حجاب بات نہیں کی مگر تمہارے والد سے بلا حجاب بات کی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے! تم تمنا کرو میں تم کو عطاء کروں گا' تمہارے والد نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے زندہ کر اور میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں یہ کہہ چکا ہوں کہ یہ دوبارہ دنیا کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے' آپ نے فرمایا: پھر یہ آیت نازل ہوئی: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے' ان کو مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں۔

(سنن ترمذی: ۳۰۱۰' سنن ابن ماجہ: ۱۹۰' دار المعرفہ' بیروت)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کسی نے اس آیت (آل عمران: ۱۶۹) کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے

کہا: ہم نے اس آیت کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ نے ہمیں یہ خبر دی کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں اور وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی ہیں اور عرش کے نیچے جو قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں ان میں بسیرا کرتی ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو؟ تو میں تمہیں اور زیادہ دوں؟ انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہم اور کیا زیادہ چاہیں گے! ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں' پھر اللہ ان کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا اور فرمایا: اگر تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تم کو اور زیادہ دوں! جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کو نہیں چھوڑا جاتا تو انہوں نے کہا: ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم دنیا کی طرف لوٹ جائیں اور پھر تیری راہ میں دوبارہ قتل کیے جائیں۔ (صحیح مسلم: ۴۸۶۲' سنن ترمذی: ۳۰۱۱)

٢٨١٤ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْا أَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلَاثِيْنَ غَدَاةً عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ أَنَسٌ أُنْزِلَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْاٰنٌ قَرَأْنَاهُ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس روز تک صبح کی نماز میں ان لوگوں کے خلاف دعا کی جنہوں نے بیر معونہ میں (ستر قاریوں کو) شہید کر دیا تھا' رِعل' ذکوان اور عُصیہ پر جنہوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی تھی' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: جو لوگ بیر معونہ میں شہید کر دیئے گئے تھے' ان کے متعلق قرآن نازل ہوا' جس کی ہم قراءت کرتے تھے' پھر اس کے بعد اس کو منسوخ کر دیا گیا' وہ آیت یہ تھی: (ترجمہ) ہماری قوم کو (ہماری طرف سے) یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے' اور ہم نے اس سے پہلے جو احادیث ذکر کی ہیں' وہ بھی اس کی شرح کے لیے کافی ہیں۔

٢٨١٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِصْطَبَحَ نَاسٌ الْخَمْرَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ فَقِيْلَ لِسُفْيَانَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ لَيْسَ هٰذَا فِيْهِ. [اطراف الحدیث: ۴۰۴۴-۴۶۱۸] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ از عمرو' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ غزوۂ اُحد کے دن صبح لوگوں نے شراب پی' پھر وہ شہید کر دیئے گئے' سفیان سے کہا گیا: کیا اس دن کے آخر میں؟ (کیا وہ اس دن کے آخر میں شہید کر دیئے گئے تھے؟) سفیان نے کہا: یہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اصطبح'' اس کا معنی ہے: انہوں نے صبح کو شراب پی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا وہ اس دن کے آخر میں شہید کر دیئے گئے تھے؟ سفیان نے کہا: یہ الفاظ اس حدیث میں مذکور نہیں

ہیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ القواریری نے سفیان سے اس اضافے کو اس طرح روایت کیا ہے کہ لوگوں نے دن کے اوّل حصے میں شراب پی اور دن کے آخری حصے میں شہید ہو گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ سفیان اس اضافے کو بھول گئے ہوں۔

سفیان' عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جو صبح کے وقت شراب پی تھی' اس سے ان کو کوئی ضرر نہیں ہوا' کیونکہ اس وقت شراب پینا مباح تھا' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کے بعد ان کی مدح فرمائی اور ان سے خوف اور ملال دور کر دیا گیا۔

٢٠ - بَابُ ظِلِّ الْمَلَائِكَةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

فرشتوں کا شہید پر سایا کرنا

٢٨١٦ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ جِيْءَ بِاَبِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ مُثِّلَ بِهٖ وَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَذَهَبْتُ اَكْشِفُ عَنْ وَّجْهِهٖ فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ فَقِيْلَ ابْنَةُ عَمْرٍو اَوْ اُخْتُ عَمْرٍو فَقَالَ لِمَ تَبْكِيْ؟ اَوْلَا تَبْكِيْ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهٗ بِاَجْنِحَتِهَا قُلْتُ لِصَدَقَةَ اَفِيْهِ حَتّٰى رُفِعَ قَالَ رُبَّمَا قَالَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقۃ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے محمد بن المنکدر سے سنا' وہ کہتے ہیں: انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ (کی لاش) کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا' اس حال میں کہ ان کو مُثلہ کر دیا گیا تھا (یعنی ان کے اعضاء کاٹ دیئے گئے تھے) اور ان کو آپ کے سامنے رکھ دیا گیا' سو میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا تو مجھ کو میری قوم کے افراد نے منع کیا' پھر آپ نے کسی رونے اور چلانے والی کی آواز سنی تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے' آپ نے فرمایا: تم کیوں روتی ہے؟ یا فرمایا: تم مت روؤ' اس پر فرشتے اپنے پَروں سے مسلسل سایا کیے ہوئے ہیں۔ راوی کہتا ہے: میں نے صدقۃ سے پوچھا: کیا حدیث میں یہ الفاظ ہیں: حتیٰ کہ ان (کی لاش) کو اٹھالیا گیا؟ صدقۃ نے کہا: بسا اوقات یہ الفاظ حدیث میں ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٤٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شہید پر فرشتوں کے سایا کرنے کا ذکر ہے۔

٢١ - بَابُ تَمَنِّي الْمُجَاهِدِ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا

مجاہد کی یہ تمنا کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شہید یہ تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ جائے۔

٢٨١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَحَدٌ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ

يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلُ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ.

بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سوائے شہید کے کوئی بھی جنت میں داخل ہونے والا شخص یہ تمنا نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے خواہ اس کو روئے زمین کی (تمام) چیزیں مل جائیں' شہید یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ جائے' پس اس کو دس مرتبہ شہید کیا جائے کیونکہ وہ عزت اور کرامت دیکھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹۵ میں گزر چکی ہے۔

٢٢ - بَابٌ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوفِ

جنت کا چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہونا

وَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِسَالَةِ رَبِّنَا قَالَ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ.

اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ہمارے رب کا یہ پیغام دیا کہ اس نے ارشاد فرمایا کہ ہم میں سے جو بھی قتل کیا جائے گا' وہ (سیدھا) جنت کی طرف جائے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۳۱۵۹ میں ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ بَلٰى.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور ان کے مقتول دوزخ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں!

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۳۱۸۱ میں ہے۔ اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹۵ میں گزر چکی ہے۔

٢٨١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَكَانَ كَاتِبَهُ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ تَابَعَهُ الْأُوَيْسِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم ابی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ اور وہ ان کے کاتب تھے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے ان کی طرف یہ لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ معاویہ بن عمرو کی اس حدیث میں الاویسی نے متابعت کی ہے از ابی الزناد از موسیٰ بن عقبہ۔

[اطراف الحدیث: ۲۸۳۳-۲۹۶۶-۳۰۲۴-۷۲۳۷] (صحیح مسلم: ۱۷۴۲' الرقم المسلسل: ۴۴۳۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۳۱' مصنف عبدالرزاق: ۹۵۱۴' کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۰۶۹' سنن سعید بن منصور: ۲۵۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۰۴' المستدرک ج ۲ ص ۷۸' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۶۰' سنن بیہقی ج ۹ ص ۷۶' شعب الایمان: ۴۳۰۸' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۱۴- ج ۳۱ ص ۴۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ جنت کا چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہونا' تلواروں کے

سائے تلے ہونے کو مستلزم ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جنت میں پہنچانے کا سبب اللہ کی راہ میں تلواروں سے کفار کو قتل کرنا ہے۔

٢٣ - بَابُ مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ لِلْجِهَادِ

جس نے جہاد کے لیے اولاد کی دعا کی

اَیْ هٰذَا بَابٌ فِیْ بَیَانِ مَنْ نَوٰی عِنْدَ الْمُجَامَعَةِ مَعَ اَهْلِهٖ حُصُوْلٌ لِّیُجَاهِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُحْصَلُ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرٌ لِّاَجْلِ نِیَّتِهٖ وَاِنْ لَّمْ یُحْصَلْ لَهٗ وَلَدٌ.

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے مجامعت کے وقت حصولِ اولاد کی دعا کی تا کہ اس کی اولاد اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو اس کو اس کی نیت کی وجہ سے اجر ملے گا خواہ اولاد پیدا نہ ہو۔

٢٨١٩ - وَقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِیْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَیْمٰنُ بْنُ دَاوٗدَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّیْلَةَ عَلٰی مِائَةِ امْرَاَةٍ اَوْ تِسْعٍ وَّتِسْعِیْنَ كُلُّهُنَّ یَاْتِیْ بِفَارِسٍ یُّجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ قُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ یَقُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ یَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَّالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ. [اطراف الحدیث: ٣٤٢٤-٥٢٤٢-٦٦٣٩-٦٧٢٠-٧٤٦٩] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ہرمز' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا: آج رات میں ضرور ایک سو یا ننانوے بیویوں سے جماع کروں گا' ان سب سے ایک شہ سوار پیدا ہو گا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا' ان کے صاحب نے کہا: آپ ان شاء اللہ کہیے' تو انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا تو ان بیویوں میں سے ایک کے سوا کوئی بیوی حاملہ نہیں ہوئی اور اس سے بھی آدھا بچہ پیدا ہوا' اور اس ذات کی قسم (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان جس کے قبضہ و قدرت میں ہے! اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو وہ تمام شہ سوار (پیدا ہوتے) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔

سو' ننانوے اور ستر کے عدد میں تعارض کا جواب اور حضرت سلیمان اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان شاء اللہ نہ کہنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں سو بیویوں میں طواف کروں گا' طواف کا معنی ہے: کسی چیز کے گرد چکر لگانا اور وہ یہاں جماع کرنے سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں ایک سو یا ننانوے بیویوں کا ذکر ہے اور ایک حدیث میں ستر بیویوں کا ذکر ہے' اس میں راوی کو شک ہے اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ قلیل عدد کے ذکر سے کثیر عدد کی نفی نہیں ہوتی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کے صاحب نے کہا: صاحب سے مراد ان کا وزیر ہے خواہ وہ انسان ہو یا جن' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتہ ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے زبان سے ان شاء اللہ نہیں کہا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دل سے بھی اللہ کی طرف تفویض کرنے سے غافل ہو گئے تھے' کیونکہ یہ چیز منصب نبوت کے خلاف ہے' جیسے ہمارے نبی

سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ اتفاق پیش آیا کہ آپ سے روح' حضرت خضر اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں کل بتادوں گا' کیونکہ آپ کو اعتماد تھا کہ کل وحی نازل ہوگی تو آپ بتادیں گے' آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تصدیق کے لیے کل وحی نازل فرمادے گا لیکن آپ زبان سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے' یہ بات نہیں تھی کہ آپ نے اس کام کی دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض نہیں کی تھی' پھر وحی تاخیر سے نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ تعلیم دی:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًاO اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ. (الکہف: ٢٤-٢٣)

اور آپ کسی کام کے متعلق ہرگز یہ نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوںO مگر یہ کہ اللہ چاہے' اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کرلیں۔

اس کے بعد آپ مستقبل میں کسی کام کرنے کے متعلق ان شاء اللہ کہا کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے ان تین چیزوں کے سوال میں خضر کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٦٢) یہ ان سے سہو ہوا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح اور ذوالقرنین کے علاوہ اصحاب کہف کے متعلق سوال کیا گیا تھا۔

ان میں سے صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور اس سے بھی صرف مرد کی ایک جانب پیدا ہوئی' دوسری روایت میں ہے: اس سے آدھا انسان پیدا ہوا۔

جہاد کے لیے اولاد کی پیدائش کی دعا کرنا' حضرت سلیمان اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ مردمی اور آپ کے علم غیب کا ثبوت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے بچوں کی پیدائش کی دعا کرنی چاہیے۔

جس نے کسی کام کے کرنے سے پہلے ان شاء اللہ کہا تو اس کا وہ کام پورا ہوجاتا ہے' بہ شرطیکہ اس کا وہ کام تقدیر کے موافق ہو' اور جس نے ان شاء اللہ نہیں کہا تو اغلب یہ ہے کہ اس کا وہ کام پورا نہیں ہوگا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوتِ مردمی بہت قوی تھی کیونکہ انہوں نے ایک رات میں ایک سو بیویوں سے جماع کیا اور ان پر ضعف طاری نہیں ہوا' جب کہ وہ عبادات اور ریاضات میں بھی بہت کوشش کرتے تھے' حالانکہ عام آدمی ایسا کرنے پر عادۃً قادر نہیں ہے' حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ اور کسی نبی کے متعلق ایسا منقول نہیں ہے' ہاں! ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ منقول ہے کہ آپ کو تیس (جنتی) مردوں کے جماع کی قوت عطاء کی گئی تھی' اور مجاہد نے کہا: آپ کو چالیس جنتی مردوں کی قوت عطاء کی گئی تھی اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت سے بہت زیادہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر اپنی تمام ازواج کے پاس جاتے اور ایک غسل کے ساتھ ان سب سے جماع کرتے' پھر اس زوجہ کے پاس رات کو ٹھہرتے جس کی باری ہوتی تھی کیونکہ آپ تمام ازواج کے حقوق ادا کرنے پر قادر تھے' حالانکہ آپ کی خوراک بہت کم تھی اور آپ کے علاوہ اور کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں نے بعض مشائخ کبار سے سنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی علیہ السلام کو چالیس مردوں کی قوت دی گئی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس نبیوں کی قوت دی گئی ہے تو آپ کو ایک ہزار چھ سو مردوں کی قوت دی گئی ہے' سو غور کرو جن کو ایک ہزار چھ سو مردوں کی قوتِ مردمی دی گئی ہو' اس کے باوجود وہ صرف نو ازواج پر قناعت کریں تو یہ ان کا اپنے نفس پر کتنا زیادہ کنٹرول ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دو چیزوں کی قسم کھائی تھی' ایک یہ کہ وہ ایک سو عورتوں سے جماع کریں گے اور دوسری یہ کہ ان کی ہر بیوی سے ایک مجاہد شہ سوار پیدا ہوگا' پہلی چیز ان کے اختیار میں تھی' سو وہ ہوگئی اور دوسری چیز ان کے اختیار میں نہیں تھی' سو وہ پوری نہ ہو سکی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قصہ کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی گئی تھی اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کو انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کی خبر دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۴۔ ۱۶۲)

میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ آپ کو علم غیب عطاء کیا گیا ہے اور آپ کو جو علم غیب عطاء کیا گیا ہے' وہ تمام مخلوق کے مجموعی علم غیب سے زیادہ ہے' اس کو ہمارے علماء علم کلی اور علم ما کان وما یکون سے تعبیر کرتے ہیں۔ ''ولا مشاحة فی الاصطلاح''۔ تاہم آپ کے اس علم کی اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہیں ہے جو ایک قطرہ کی سمندر کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔

٢٤ - بَابُ الشَّجَاعَةِ فِي الْحَرْبِ وَالْجُبْنِ

جنگ میں بہادری اور بزدلی کا بیان

اس باب میں جنگ میں بہادری کی مدح کی گئی ہے اور بزدلی کی مذمت کی گئی ہے۔

٢٨٢٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَهُمْ عَلٰى فَرَسٍ وَّقَالَ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عبدالملک بن واقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ حسین تھے اور سب سے زیادہ بہادر تھے' اور سب سے زیادہ سخی تھے' (ایک رات) تمام اہل مدینہ خوف زدہ تھے (ایک آواز سنائی دی تھی اور سب اس کی طرف بڑھ رہے تھے) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار سب سے آگے تھے' آپ نے فرمایا: ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح (تیز رو) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بہادری کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین صفات ذکر کی گئی ہیں' آپ کا سب سے زیادہ حسین ہونا' آپ کا سب سے زیادہ بہادر ہونا اور آپ کا سب سے زیادہ فیاض ہونا۔

حکماء اسلام نے کہا ہے کہ انسان کی تین قوتیں ہیں: (۱) عقلیہ (۲) غضبیہ اور (۳) شہویہ' قوتِ غضبیہ کا کمال شجاعت ہے اور قوتِ شہویہ کا کمال فیاضی ہے اور قوتِ عقلیہ کا کمال حکمت ہے اور یہ تین قوتیں اصولِ اخلاق سے ہیں' اور آپ کا حسین وجمیل ہونا ایک اضافی صفت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن وجمال

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ سرخ رنگ کا

حلّہ پہنے ہوئے تھے' میں کبھی آپ کو دیکھتا تھا اور کبھی چاند کی طرف' پس اللہ کی قسم! آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(سنن ترمذی:۲۸۱۱' المعجم الکبیر:۱۸۴۲۔ج ۲ص ۲۰۶' المستدرک ج ۴ص ۱۸۶)

ملاعلی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہر مسلمان آپ کو اسی طرح دیکھتا ہے برخلاف ان لوگوں کے جن کے دل اندھے ہو چکے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَO اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ کچھ نہیں دیکھتےO (الاعراف:۱۹۸)

وہ کافر آپ کے جمال اور کمال کو نہیں دیکھتے کیونکہ ان کی آنکھوں میں نقص ہے' جیسے چمگادڑ سورج کے نور کو نہیں دیکھ سکتا۔

حضرت جابر نے کہا کہ آپ چاند سے زیادہ حسین ہیں کیونکہ آپ کا نور آفاق اور انفس میں' خارج میں اور ذہن میں ظاہر ہے اور آپ کے صوری اور معنوی کمالات چاند سے زیادہ ہیں' بلکہ حقیقت میں ہر نور آپ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے' آپ کے چہرہ کا نور ذاتی ہے (یعنی چاند کی طرح سورج سے مستفاد نہیں ہے) وہ دن اور رات میں آپ سے الگ نہیں ہوتا' اور چاند کا نور مکتسب اور مستعار ہے کبھی وہ نور کم ہوتا ہے اور کبھی اس کو گہن لگ جاتا ہے۔ (جمع الوسائل ج ۱ص ۵۶' اصح المطابع' کراچی)

نیز ملاعلی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

بعض محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال غایت کمال میں تھا اور آپ کی صفاء اور کثرتِ ضیاء کا یہ حال تھا کہ آپ کی صورت کا نور جب دیوار پر پڑتا تو وہ دیوار آئینہ کی مثل ہو جاتی تھی اور گزرنے والوں کو اس میں اپنا عکس نظر آتا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے جمال اور کمال کو آپ کے اصحاب سے مخفی رکھا تھا کیونکہ اگر آپ کا پورا جمال ان پر ظاہر ہو جاتا تو ان کے لیے آپ کو دیکھنا دشوار ہو جاتا۔ (جمع الوسائل ج ۲ص ۹' اصح المطابع' کراچی)

شاہ عبدالرحیم دہلوی لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے آپ سے سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار سے مصر کی عورتوں نے انگلیاں کاٹ لی تھیں' آپ کے جمال سے کسی عورت نے انگلیاں نہیں کاٹیں؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے میرے جمال کو لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا۔ (انفاس العارفین ص ۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دانتوں میں باریک باریک جھریاں تھیں' جب آپ بات کرتے تو آپ کے دانتوں کی جھریوں سے نور نکلتا دکھائی دیتا۔

(شمائل ترمذی:۱۵' المعجم الکبیر:۱۲۸۱۔ج ۱۱ص ۴۱۶' دلائل النبوۃ ج ۱ص ۲۱۵' مجمع الزوائد ج ۸ص ۲۷۹)

ہرچند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن ضعیف الاسناد حدیث تعدد اسناد کی وجہ سے حسن ہو جاتی ہے' نیز یہ حدیث فضائل و مناقب میں ہے اور فضائل و مناقب میں ضعاف کا اعتبار ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت اور بہادری

ابواسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوعمارہ! کیا تم لوگوں نے غزوۂ حنین کے دن پیٹھ پھیر لی تھی تو حضرت البراء نے کہا اور میں اس وقت سن رہا تھا: رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ نے اس دن پیٹھ نہیں پھیری تھی اور حضرت ابوسفیان بن الحارث آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے' جب مشرکین نے اپنے حملے سے آپ کو ڈھانپ لیا تو آپ خچر

سے اترے اور آپ فرمارہے تھے:

أنا ابن عبد المطلب	أنا النبی لا کذب
میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں	میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں

(الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ٣٥٤ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت البراء نے کہا: لوگوں نے اس سے زیادہ سخت دن نہیں دیکھا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

ابو اسحٰق حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب جنگ بھڑک اٹھتی تو ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب سے محفوظ ہوتے تھے اور ہم میں سے اس شخص کو محفوظ قرار دیا جاتا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محاذات (سیدھ) میں ہوتا تھا۔

(صحیح البخاری: ٢٨٧٤' سنن ترمذی: ١٦٨٨' مسند احمد ج ٤ ص ٢٨٠)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ بھڑک اٹھتی اور لوگ ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوتے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب سے محفوظ رہتے تھے اور دشمن کے سب سے قریب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے تھے۔

(الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ٣٥٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن دیکھا' ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں تھے اور آپ ہم سب سے زیادہ دشمن کے قریب تھے اور لوگوں پر وہ سب سے زیادہ سخت دن تھا۔ (الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ٣٥٧)

عبد الواحد بن ایمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' انہوں نے بتایا کہ میں غزوۂ خندق کے دن خندق کھود رہا تھا' پس میرے سامنے ایک بہت سخت چٹان آ گئی تو صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر کہا: یہ بہت شدید چٹان ہے' آپ نے فرمایا: میں اترتا ہوں' پھر آپ اس حال میں کھڑے ہوئے کہ آپ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدال لے کر ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔ (الحدیث)

(الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ٣٥٨' صحیح البخاری: ٤١٠١' صحیح مسلم: ٢٠٣٩' سنن دارمی: ٢٣٩٧' مسند احمد ج ٢ ص ٣٠١)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جود وسخا اور فیاضی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر کی سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپ سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے' جب حضرت جبریل آپ سے ملاقات کرتے تھے اور حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان ختم ہو جاتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور جب حضرت جبریل آپ سے ملاقات کرتے تو آپ برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ٦' صحیح مسلم: ٢٣٠٨' سنن نسائی: ٢٠٩٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٨٨)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا گیا جس کے متعلق آپ نے فرمایا ہو: نہیں! (صحیح البخاری: ٦٠٣٤' صحیح مسلم: ٢٣١١' صحیح ابن حبان: ٦٣٧٦' مسند احمد ج ٣ ص ٣٠٧)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے۔

(شمائل ترمذی: ٣٥٥' تاریخ بغداد ج ٧ ص ٩٨' کنز العمال: ١٨٤١٢)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ غزوۂ حنین سے واپس آئے تو اعراب آپ کے ساتھ چمٹ گئے'

وہ آپ سے سوال کر رہے تھے' پس انہوں نے آپ کو ایک درخت کے ساتھ لگا دیا' سواری سے آپ کی چادر گر گئی' آپ نے فرمایا: میری چادر مجھے واپس دو' کیا تم مجھ پر بخل کا خوف کرتے ہو! اللہ کی قسم! اگر میرے پاس ان درختوں کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو تم مجھے بخیل پاتے نہ بزدل نہ جھوٹا۔

(صحیح البخاری:۲۸۲۱' مصنف عبدالرزاق:۹۴۹۷' صحیح ابن حبان:۴۸۲۰' المعجم الکبیر:۱۵۵۱' شرح السنۃ:۳۶۸۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' اس نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان بکریاں عطاء کیں' پھر وہ شخص اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا: تم اسلام قبول کر لو' کیونکہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر شخص کو عطاء کرتے ہیں اور فاقہ کا خوف نہیں کرتے۔ (صحیح مسلم:۲۳۱۲' الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی:۳۶۴)

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے غزوۂ حنین کے دن عطاء کیا اور آپ اس وقت میرے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ مبغوض (ناپسندیدہ) تھے' آپ مجھے مسلسل عطاء فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ میرے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ (صحیح مسلم:۲۳۱۳' سنن ترمذی:۶۶۶' المعجم الکبیر:۷۳۴۰' صحیح ابن حبان:۴۸۲۸)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر سوال کیا کہ آپ اس کو عطاء فرمائیں' آپ نے فرمایا: میرے پاس اس وقت کوئی چیز نہیں ہے' لیکن تم میرے نام سے (قرض) خرید لو' پھر جب میرے پاس کوئی چیز آئے گی تو میں اس کو ادا کر دوں گا' تو حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! اللہ نے آپ کو اس چیز کا مکلف نہیں کیا جس کی آپ قدرت نہیں رکھتے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کی بات کو ناپسند کیا' پھر ایک انصاری نے کہا: یارسول اللہ! آپ خرچ کیجئے اور عرش والے سے کم دینے کا ڈر نہ رکھئے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور آپ کے چہرے پر انصاری کی بات سے خوشی دکھائی دی' پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ (مسند البزار:۳۶۶۲' الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی:۳۶۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور (جواب میں) اس سے بہتر ہدیہ عطاء فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری:۲۵۸۵' سنن ابوداؤد:۳۵۳۶' سنن ترمذی:۱۹۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں یہ ضرور پسند کروں گا کہ مجھ پر اس حال میں تین راتیں نہ گزریں کہ میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی ہو' سوا اس دینار کے جس کو میں اپنا قرض ادا کرنے کے لیے رکھ لوں۔

(صحیح بخاری:۶۴۴۵' مسند احمد ۲ ص ۲۵۷)

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک کناروں والی چادر لے کر آئی' حضرت سہل نے لوگوں سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ چادر کا کیا معنی ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! اس عورت نے کہا: میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے اور میں آپ کو پہنانے کے لیے لائی ہوں' آپ نے اس چادر کو قبول کر لیا اور آپ کو اس وقت اس کی ضرورت بھی تھی' پھر آپ اس چادر کو تہبند کے طور پر باندھ کر باہر تشریف لائے تو ایک صاحب نے کہا: یہ تو بہت اچھی چادر ہے' یہ آپ مجھے پہنا دیجئے' لوگوں نے ان سے کہا: آپ نے یہ (چادر مانگ کر) اچھا نہیں کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ضرورت کی وجہ سے اس چادر کو پہنا تھا اور تم نے یہ مانگ لی حالانکہ تم کو معلوم ہوا کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں کرتے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے پہننے کے لیے یہ چادر نہیں مانگی تھی' میں نے تو صرف اس لیے اس چادر کا سوال کیا تھا کہ یہ میرا کفن ہو جائے' حضرت سہل نے بتایا کہ پھر وہ چادر ان کا

کفن ہوگئی۔ (صحیح البخاری: ۱۲۷۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' آپ نے ان کو عطاء فرمایا' انہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے ان کو عطاء فرمایا حتیٰ کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا' آپ نے فرمایا: میرے پاس جو بھی خیر ہوگی' میں اس کو ہرگز تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا' اور جو اپنے آپ کو سوال سے روکے گا' اللہ اس کو روک کر رکھے گا' اور جو مستغنی رہے گا اللہ اس کو غنی کر دے گا' اور جو صبر کرے گا' اللہ اس کو صابر بنا دے گا اور کسی کو صبر سے اچھی اور وسیع چیز نہیں دی گئی۔

(صحیح البخاری: ۱۴۶۹' صحیح مسلم: ۱۰۵۳' سنن ابوداؤد: ۱۶۴۴' سنن ترمذی: ۲۰۳۱' سنن نسائی: ۲۵۸۴)

۲۸۲۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ اَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَهُ النَّاسُ يَسْئَلُوْنَهُ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَائَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ لَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذُوْبًا وَّلَا جَبَانًا. [طرف الحدیث: ۳۱۴۸]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم نے خبر دی کہ محمد بن جبیر نے کہا کہ مجھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین سے واپس جا رہے تھے اور آپ کے ساتھ (اور بہت) لوگ تھے تو کچھ (اعرابی) لوگ آپ سے سوال کرتے ہوئے لپٹ گئے' حتیٰ کہ آپ ایک ببول کے درخت کے ساتھ لگ گئے اور آپ کی چادر (ببول کے کانٹوں میں) اُلجھ گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمایا: مجھے میری چادر (نکال) دو' اور فرمایا: اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں تم میں تقسیم کر دیتا' تم مجھے بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ بزدل۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''العضاہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کیکر یا ببول کا درخت۔

اس حدیث میں ''نَعَم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی اونٹ ہے' ابوجعفر النحاس نے کہا: اس کا معنی اونٹ' گائے اور بکریاں ہیں' الجوہری نے کہا: ''النعم'' کا واحد ''الانعام'' ہے۔

آپ نے فرمایا: تم مجھے بخیل نہ پاتے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی معزز آدمی کی نیک اور اعلیٰ صفات کے متعلق جہلاء بدگمانی کریں تو وہ ان کا رد کر کے اپنی عمدہ صفات کو بیان کرے۔

اس حدیث میں بخیل کا ذکر ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: بخیل وہ شخص ہے جو کوئی چیز نہ دے اور شحیح وہ شخص ہے جو اپنے بھائی کا مال ناحق لے' طاؤس نے کہا: بخیل وہ ہے جو اپنی مِلک میں بخل کرے اور شحیح وہ ہے جو لوگوں کی مِلک میں بخل کرے۔

اس حدیث میں ''کذوب'' کا لفظ ہے' ''کذوب'' ''صدوق'' کی ضد ہے' یعنی جھوٹ بولنے والا۔

اس حدیث میں ''جبان'' کا لفظ ہے' یہ شجاع کی ضد ہے یعنی بزدل۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۷۔۱۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵ - بَابُ مَايُتَعَوَّذُ مِنَ الْجُبْنِ

بزدلی سے پناہ مانگنے کا بیان

اس باب میں بزدلی سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔

۲۸۲۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنٍ الْأَوْدِيَّ قَالَ كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَنِيهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ وَيَقُوْلُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَحَدَّثْتُ بِهِ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهُ. [اطراف الحدیث: ٦٣٦٥۔ ٦٣٧٠۔ ٦٣٧٤۔ ٦٣٩٠] (سنن ترمذی: ٣٥٦٧، سنن نسائی: ٥٤٦٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن عمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن میمون اودی سے سنا' انہوں نے بتایا کہ حضرت سعد رضی اللہ اپنے بیٹوں کو ان کلمات کی اس طرح تعلیم دے رہے تھے' جس طرح معلم لڑکوں کو کتابت کی تعلیم دیتے ہیں' اور وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ نماز کے بعد پناہ طلب کرتے تھے: اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اے اللہ! میں ارذل عمر کی طرف لوٹائے جانے سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اے اللہ! میں دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں! پھر میں نے مصعب کو یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے تصدیق کی۔

بزدلی سے پناہ مانگنے کا سبب' ارذل عمر کا معنی اور نمازوں کے بعد عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا سے جاہلوں کا ردّ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بزدلی سے پناہ مانگی کیونکہ انسان بزدلی کی وجہ سے میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے' جس کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور بعض اوقات انسان بزدلی کی وجہ سے اپنا دین بدل کر مرتد ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں ارذل عمر کا ذکر ہے' ارذل عمر کا یہ معنی ہے کہ انسان بڑھاپے میں بچپن کی حالت کی طرف لوٹ جائے' اس کی عقل اور فہم کم زور ہو' ایک قول یہ ہے کہ ارذل عمر' بڑھاپے اور کمزوری کی وہ حالت ہے کہ انسان فرائض ادا نہ کر سکے اور اپنے کام از خود نہ کر سکے' اور وہ اپنے گھر والوں کے اوپر بار اور بوجھ بن جائے اور وہ لوگ اس کی موت کی تمنا کریں اور اگر اس کے گھر والے نہ ہوں تو پھر اس کی مصیبت اور بھی زیادہ شدید ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں عذابِ قبر سے پناہ طلب کی ہے' اس حدیث میں ان جاہلوں کا ردّ ہے جو قبر یا دوزخ کے عذاب سے پناہ کی طلب سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی عبادت صرف اللہ کے لیے کرنی چاہیے' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد یہ دعا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون اخلاص کو جاننے والا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٦٨۔ ١٦٧ مع زیادۃ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

۲۸۲۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اس طرح)

وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

[اطراف الحدیث: ٦٣٧١-٦٣٦٧-٤٧٠٧]

دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عجز سے سستی سے بزدلی سے اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اور میں زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اور میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں!

(صحیح مسلم: ٢٧٠٦ الرقم المسلسل: ٦٧٦٧ سنن ابوداؤد: ٥٤٤٨ سنن نسائی: ٥٤٤٨ الادب المفرد: ٦٧١ صحیح ابن حبان: ١٠٠٩ کتاب الدعاء للطبرانی: ١٣٤٨ کتاب الدعوات للبیہقی: ٢٩٢ شرح السنة: ١٣٥٦ مسند احمد ج ٣ ص ١١٣ طبع قدیم مسند احمد: ١٢١١٣ ج ١٩ ص ١٦٦ مؤسسة الرسالة بیروت)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "عَجز" کا لفظ ہے یہ لفظ قدرت کی ضد ہے متکلمین کے نزدیک اس کا معنی ہے: جس کام کی کوئی طاقت نہ رکھے اور فقہاء کے نزدیک اس کا معنی ہے: جب انسان ارادہ کرے تو اس کام کو نہ کر سکے اس حدیث میں "کَسل" کا لفظ ہے یہ لفظ ہمت کی ضد ہے اس کا معنی ہے: تھکاوٹ کے بعد جسم کو راحت پہنچانا اس سے اس لیے پناہ طلب کی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے نیک کام بعید ہو جاتے ہیں۔

اس میں "هَرَم" کا لفظ ہے یہ لفظ "شباب" کی ضد ہے اس کا معنی ہے: اتنی بڑی عمر ہو جانا جس میں اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں اور توانائی باقی نہیں رہتی اس سے اس لیے پناہ طلب کی ہے کہ یہ وہ بیماری ہے جس کی کوئی دوا نہیں۔

اس حدیث میں "مَحیا" اور "مَمَات" کا لفظ ہے یہ دونوں لفظ مصدر میمی ہیں اور ان کا معنی حیات اور موت ہے۔ حیات کا فتنہ یہ ہے کہ آدمی دنیا میں منہمک ہو کر آخرت کو بھول جائے اور موت کا فتنہ یہ ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ (العیاذ باللہ)

اس میں عذابِ قبر کا ذکر ہے عذابِ قبر سے مراد یہ ہے کہ آدمی منکر نکیر کے سوالوں کا صحیح جواب نہ دے سکے اور اس کے کیے ہوئے بُرے اعمال اس کو دکھائے جائیں۔ (العیاذ باللہ) (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٦٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٢٦ - بَابُ مَنْ حَدَّثَ بِمَشَاهِدِهٖ فِي الْحَرْبِ

جس نے جنگ میں اپنے حاضر ہونے کے واقعات بیان کیے

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ اسلام کے اظہار اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اس نے میدانِ جہاد میں جو تکلیف اور مشقت اٹھائی ہے اس کو بیان کرے تاکہ بعد والوں کو جہاد کرنے کی ترغیب ہو اور وہ اس کی اتباع و اقتداء کریں لیکن اگر وہ اپنی شجاعت اور فخر کو ظاہر کرنے کے لیے ایسا کرے تو پھر یہ جائز نہیں۔

قَالَهٗ اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ سَعْدٍ.

اس کو ابو عثمان نے سعد سے روایت کیا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ روایت صحیح البخاری: ٣٧٢٣-٣٧٢٢ اور ٤٠٦٢ میں ہے۔

٢٨٢٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ صَحِبْتُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَسَعْدًا وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از محمد بن یوسف از السائب بن یزید انہوں نے کہا: میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ حضرت سعد حضرت مقداد بن اسود اور حضرت عبدالرحمان

عَنْهُمْ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا مِّنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنِّىْ سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَّوْمِ اُحُدٍ. [طرف الحدیث: ٤٠٦٢]

بن عوف رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا' میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کرتا ہو مگر میں نے حضرت طلحہ سے سنا کہ وہ غزوۂ اُحد کے متعلق حدیث بیان کرتے تھے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبۃ بن سعید' ان کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے (۲) حاتم بن اسماعیل الکوفی' یہ مدینہ میں رہتے تھے (۳) محمد بن یوسف بن عبداللہ' ان کی ماں سائب بن یزید کی بیٹی ہیں' انہوں نے اپنے نانا سائب بن یزید سے سماع کیا (۴) حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہما' یہ کم عمر صحابی ہیں' ان کے ماں باپ دونوں صحابی ہیں' ان کے ماں باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں ان کو حج کرایا تھا' اس وقت ان کی عمر ۷ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۹)

بعض صحابہ کی کم روایت کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد کا ذکر ہے' یہ حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں۔

ان صحابہ میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان نہیں کرتا تھا۔ علامہ ابن بطال وغیرہ نے کہا ہے کہ بہت سارے بڑے بڑے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے' اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں کمی بیشی نہ ہو جائے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وعید میں نہ داخل ہو جائیں: جس نے مجھ سے وہ بات نقل کی جو میں نے نہیں کہی' وہ اپنے بیٹھنے کا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ اس لیے وہ حدیث بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر عمل کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو کم بیان کرو اور میں بھی تمہارا شریک ہوں۔

حضرت السائب بن یزید نے کہا: مگر میں نے سنا کہ حضرت طلحہ' جنگ اُحد کی حدیث بیان کرتے تھے' یعنی میں نے حضرت طلحہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا' وہ صرف جنگِ اُحد میں اپنے حاضر ہونے کے واقعات بیان کرتے تھے' چونکہ وہ جنگ میں بہت ثابت قدم تھے اور ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد کے علاوہ اور کوئی نہیں رہا تھا' اس لیے حضرت طلحہ نے جنگ اُحد میں اپنے دیکھے ہوئے واقعات کو بیان کیا تا کہ بعد کے لوگوں کو اس میں رغبت ہو اور وہ ان کی اقتداء کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷ - بَابُ وُجُوْبِ النَّفِيْرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ

جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب اور جہاد اور نیت کا واجب ہونا

اس باب کے عنوان میں ''نفیر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی کے حکم سے ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا' یہاں مراد ہے: کفار سے قتال کرنے کے لیے نکلنا اور اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کتنا جہاد کرنا واجب ہے اور یہ بیان کیا جائے گا کہ جہاد کی نیت کرنا جائز ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی راہ میں نکلو خواہ ہلکے ہو کر خواہ

بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ الْاٰيَةَ (التوبہ: ٤١-٤٢).

بوجھل ہو کر اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے' اگر تم جانتے ہو○ (اے رسول مکرم! آپ نے جس طرف نکلنے کے لیے کہا تھا) اگر وہ سہل الحصول مال ہوتا اور متوسط سفر ہوتا تو (یہ منافقین) ضرور آپ کے پیچھے چل پڑتے' لیکن دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا' اور عنقریب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے۔ (الآیۃ) (التوبہ: ٤٢-٤١)

''خفافًا وثقالًا'' کی متعدد تفسیریں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا ہے: جب آیت جہاد نازل ہوئی تو ہم میں سے بعض لوگ بوجھل تھے' بعض کام کاج والے تھے' بعض لوگ بال بچوں والے تھے اور بعض لوگوں کی مختلف مصروفیات تھیں' تب یہ آیت نازل ہوئی:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا. (التوبہ: ٤١) اللہ کی راہ میں نکلو خواہ ہلکے ہو کر خواہ بوجھل ہو کر۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بہت بھاری اور فربہ بدن کے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ غزوۂ تبوک کے سال عام مسلمانوں کو کوچ کا حکم دیں تاکہ روم کے اہل کتاب کافروں سے قتال کیا جائے اور آپ نے مسلمانوں کو ہر حال میں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا' خواہ وہ خوشی سے نکلیں یا ناخوشی سے مشکل سے نکلیں یا آسانی سے' چنانچہ فرمایا: ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا'' (التوبہ: ٤١)۔

حضرت ابوطلحہ نے اس کی تفسیر میں کہا: خواہ ادھیڑ عمر ہو خواہ جوان' اللہ تعالیٰ کسی کا عذر نہیں سنے گا' پھر انہوں نے شام میں جا کر قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' عکرمہ' حسن بصری' شعبی' مقاتل بن حیان اور زید بن اسلم سے مروی ہے اور مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ خواہ جوان ہوں یا بوڑھے ہوں اور دولت مند ہوں یا مسکین ہوں' ایک قول ہے: خواہ وہ صحت مند ہوں یا بیمار ہوں' ایک قول یہ ہے کہ خواہ ان کے پاس اسلحہ زیادہ ہو یا کم ہو' ایک قول یہ ہے کہ خواہ وہ سوار ہوں یا پیدل ہوں' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ خواہ کنوارے ہوں یا شادی شدہ ہوں۔

اور ارشاد ہے: تم اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ آیت کے اس حصہ میں جہاد کو واجب کیا ہے۔

اور فرمایا: یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ یعنی دنیا اور آخرت میں' کیونکہ مالِ غنیمت کی صورت میں تم کو اپنے دشمن کا مال حاصل ہو جائے گا اور آخرت میں تم کو بہت عزت اور کرامت حاصل ہوگی۔

منافقین کی جھوٹی قسمیں

نیز ارشاد فرمایا: لیکن دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا۔ (التوبہ: ٤١)

یہ آیت غزوۂ تبوک کے موقع پر منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی اگر کسی قریب کے سفر میں ان کو مال ملنے کی توقع ہوتی تو یہ مال کے لالچ میں آپ کے پیچھے چل پڑتے' لیکن تبوک کا یہ دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا' پھر فرمایا: یہ عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہمارے پاس طاقت ہوتی یا ہم قادر ہوتے تو ضرور آپ کے ساتھ جاتے اور یہ ان کا جھوٹ اور نفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ○

وہ اپنی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹ بولنے والے ہیں○ (التوبہ:۴۲)

یعنی یہ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○﴾ (التوبہ:۳۸۔ ۳۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم بوجھل ہو کر زمین سے چپک جاتے ہو' کیا تم نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ یہ آیت یہاں تک ہے: اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ (التوبہ:۳۹۔۳۸)

منافقین کو تہدید

ان آیتوں سے ان لوگوں پر عتاب شروع فرمایا ہے جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے' اس میں فرمایا ہے کہ کیا تم نے آخرت کے بدلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ اس میں دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کی ہے اور آخرت کی طرف رغبت دلائی ہے کیونکہ دنیا کا ساز و سامان اور دنیا کے منافع آخرت کی بہ نسبت قلیل ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے' اس کے بعد فرمایا:

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○

اگر تم (اللہ کی راہ میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ ایک اور قوم لے آئے گا اور تم اس کو بالکل نقصان نہیں پہنچا سکو گے' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ (التوبہ:۳۹)

یعنی اگر تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لیے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور اپنے نبی کی نصرت کے لیے اور ان کے دین کو نافذ کرنے کے لیے تمہارے علاوہ ایک اور قوم کو لے آئے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے بغیر اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے پر قادر ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿اِنْفِرُوْا ثُبَاتٍ﴾ (النساء: ۷۱) سَرَايَا مُتَفَرِّقِيْنَ يُقَالُ وَاحِدُ الثُّبَاتِ ثُبَةٌ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: ''فانفروا ثبات'' (النساء:۷۱) مختلف ٹولیوں میں نکلو۔ کہا جاتا ہے کہ ''الثبات'' کا واحد ''ثبة'' ہے۔

اس تعلیق کی مکمل تفسیر امام طبری کی جامع البیان میں ہے' قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا○ (النساء:۷۱)

اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لو پھر (دشمن کی طرف) الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا سب مل کر روانہ ہوں○

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تم اپنا اسلحہ اور ڈھال وغیرہ لے لو' جن سے تم لڑائی کے دوران اپنا بچاؤ اور دفاع کرو گے' پھر تم دشمن کی طرف ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کے ساتھ مسلح ہو کر نکلو یعنی مختلف مسلح ٹولیوں کی صورت میں یا تم اپنے نبی کے ساتھ اکٹھے نکلو' اس آیت میں ''ثُبات'' جمع کا صیغہ ہے اور یہ ''ثبة'' کی جمع ہے اور ''ثبة'' کا معنی ہے: ایک جماعت۔

(تفسیر ابن جریر جز ۵ ص ۱۹۶۔ ۱۹۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

امام بخاری نے (النساء:١٧) کے حوالے سے اپنی تعلیق میں جو کچھ لکھا ہے' اسی کو تفصیل کے ساتھ امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

٢٨٢٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُوْرٌ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں لیکن جہاد ہے اور نیت ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٤٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو اور اس باب کا عنوان ہے: جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب۔

٢٨ - بَابُ الْكَافِرِ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ ثُمَّ يُسْلِمُ فَيُسَدِّدُ بَعْدُ وَيُقْتَلُ

کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کر دے' پھر وہ اسلام لا کر نیک کام کرے اور اس کے بعد وہ شہید کر دیا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کرے' پھر وہ اسلام لا کر نیک کام کرے' پھر اس کو قتل کر دیا جائے تو وہ شہادت کا مرتبہ پائے گا۔

٢٨٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَضْحَكُ اللّٰهُ اِلٰى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ دو آدمیوں کی طرف دیکھ کر (اپنی شان کے مطابق) ہنستا ہے' ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے' وہ دونوں جنت میں داخل ہوتے ہیں' (ان میں سے) ایک اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہے' پس اس کو قتل کر دیا جاتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول فرمالیتا ہے' پس وہ شہید کر دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٨٩٠' الرقم المسلسل: ٤٨٧٤' مصنف عبدالرزاق: ٢٠٢٨٠' صحیح ابن خزیمہ: ج ٢ ص ٥٧٣-٥٧٢' والآجری فی (الشریعۃ) ص ٣٧٨' سنن بیہقی ج ٩ ص ١٦٥' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ٤٦٨' شرح السنۃ: ٢٦٣٣' مسند احمد ج ٢ ص ٢١٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٨٢٢٤- ج ١٣ ص ٥٣٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب مذکور کے عنوان کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں لکھا ہے: پھر وہ اسلام لا کر نیک کام کرے اور اس کے بعد اس کو شہید کر دیا جائے۔ امام بخاری نے نیک کام کرنے کے بعد شہید کا اضافہ اس لیے کیا ہے تا کہ نیک کاموں کی تفصیل پر تنبیہ ہو ہر چند کہ شہادت دیگر نیک کاموں سے افضل ہے لیکن جنت میں داخل ہونا شہید کے ساتھ مختص نہیں ہے پس گویا کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو اس حدیث کی شرح کے قائم مقام قرار دیا ہے۔

(حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ مجھ پر یہ نکتہ منکشف ہوا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں ایسے دو شخص جمع نہیں ہوں گے: وہ مسلمان جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو پھر اس مسلمان نے نیک کام کیے ہوں۔ الحدیث اس حدیث کو امام احمد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر کی اس نکتہ آفرینی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

باب کا عنوان اس سے متعلق ہوتا ہے جس پر حدیث دلالت کرتی ہے پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عنوان تو یہاں پر صحیح بخاری میں ہو اور حدیث مسند احمد یا سنن نسائی میں ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کی طرف ہنسنے کی نسبت کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہنسنے کی نسبت ہے۔ اس قسم کے الفاظ کا جب اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہوتا ہے تو اس سے مراد ان کے لوازم ہوتے ہیں اور ہنسنے کو رضا لازم ہے۔

علامہ خطابی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو عظیم اجر عطاء فرماتا ہے جو کہ ہنسنے اور راضی ہونے کا تقاضا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کے اس فعل سے ان پر فرشتے ہنستے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اس فعل کی اپنی طرف نسبت فرمائی ہو۔ مصنف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہنستا ہے لیکن اس کا ہنسنا مخلوق کے ہنسنے کی مثل نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور پہلا قاتل آیا مسلمان تھا یا کافر؟

حافظ ابن عبد البر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے وہ جنتی ہوتا ہے اور اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پہلا قاتل کافر تھا' کہا گیا ہے کہ یہ وہی ہے جس کا امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں استنباط کیا ہے لیکن اس قاتل کے مسلمان ہونے سے بھی کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے: اللہ اس قاتل کی توبہ قبول فرمالیتا ہے جیسے ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو عمداً بغیر کسی شبہ کے قتل کرے پھر قاتل توبہ کرے اور اللہ عزوجل کی راہ میں شہید ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۳-۱۷۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٢٨٢٧ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عنبسۃ بن سعید نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں

افْتَتَحُوْهَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْهِمْ لِيْ فَقَالَ بَعْضُ بَنِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ لَا تُسْهِمْ لَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ ابْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ وَاعَجَبًا لِّوَبْرٍ تَدَلّٰى عَلَيْنَا مِنْ قَدُوْمِ ضَانٍ يَنْعٰى عَلَيَّ قَتْلَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيَّ وَلَمْ يُهِنِّيْ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ فَلَا اَدْرِيْ اَسْهَمَ لَهٗ اَمْ لَمْ يُسْهِمْ لَهٗ قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنِيْهِ السَّعِيْدِيُّ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ.

رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اس وقت آپ خیبر کے فتح ہونے کے بعد خیبر میں ہی تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (مالِ غنیمت میں سے) میرا حصہ لگائیں' تو سعید بن العاص کے کسی بیٹے نے کہا: یارسول اللہ! اس کا حصہ نہ لگائیں' تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا: یہ ابن قوقل کا قاتل ہے' اس پر سعید بن العاص کے بیٹے نے کہا: اس بلی جیسے جانور پر تعجب ہے جو ضان پہاڑی کی چوٹی سے اتر کر ہمارے پاس آیا ہے' یہ مجھ پر ایک ایسے مسلمان شخص کے قتل کا الزام لگا رہا ہے جس کو اللہ نے میرے ہاتھوں سے عزت دی ہے اور مجھے اس کے ہاتھوں سے ذلیل نہیں کیا۔ راوی نے کہا: پس مجھے پتا نہیں کہ آپ نے اس کا (مالِ غنیمت سے) حصہ نکالا یا نہیں۔ اور سفیان نے کہا: مجھے یہ حدیث السعیدی نے از جدِ خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّعِيْدِيُّ عَمْرُوبْنُ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۳۷-۴۲۳۸-۴۲۳۹]

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: السعیدی عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص ہے (امام بخاری نے اس عبارت میں السعیدی کا نام ونسب بیان کیا ہے)۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جس کو اللہ نے میرے ہاتھوں سے عزت دی ہے۔ یعنی حضرت عنبسہ بن سعید نے کفر کی حالت میں ابن قوقل یعنی نعمان کو شہید کر دیا تھا تو اس قتل کی وجہ سے حضرت نعمان کو شہادت کی عزت حاصل ہوئی اور حضرت عنبسہ بن سعید کفر کی حالت میں قتل نہیں کیے گئے' ورنہ وہ دوزخ میں داخل ہوتے بلکہ وہ مسلمان ہو گئے اور وہ فتح خیبر سے پہلے اور حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حُمیدی' یہ عبداللہ بن الزبیر ابوبکر ہیں' یہ اپنے ایک دادا کی طرف منسوب ہیں' جن کا نام حُمید بن زہیر تھا اور وہ قریش سے تھے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) عنبسہ' یہ سعید اُموی کے بیٹے ہیں (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۴)

حدیث میں مذکور چار مزید رجال کا تذکرہ

(۱) اس حدیث میں سعید بن العاص کے کسی بیٹے کا ذکر ہے' یہ ابان بن سعید بن العاص ہیں' یہ اپنے دو بھائیوں خالد اور عمرو کے بعد اسلام لائے تھے' اور انہوں نے اسلام میں نیک کام کیے' اور ابان بن سعید حدیبیہ اور خیبر کے درمیانی زمانہ میں اسلام لائے تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سعید بن العاص کے دونوں بیٹے ابان اور عمرو جنگ یرموک میں شہید کر دیئے گئے تھے جنگ یرموک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پانچ رجب پندرہ ہجری کو ہوئی تھی۔

(۲) اس حدیث میں ابن قوقل کا بھی ذکر ہے یہ نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن اصرم ہیں اور قوقل ثعلبہ کا لقب ہے یہ جعفر کے وزن پر ہے یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور کبھی نعمان کو ان کے دادا کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے امام بغوی نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے امام بغوی نے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے جنگ اُحد کے دن کہا تھا: اے میرے رب! میں نے قسم کھائی ہے کہ میں غروبِ آفتاب سے پہلے جنت میں ہوں گا' پھر وہ اسی دن شہید ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کو جنت میں دیکھا ہے۔

(۳) اس حدیث میں السعیدی کا ذکر ہے ان کے نام و نسب کی خود امام بخاری نے وضاحت کی ہے یحییٰ بن معین نے کہا: صالح ہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کا سنن ابوداؤد کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

صحیح بخاری کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مالِ غنیمت سے اپنا حصہ نکالنے کا سوال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور یہ حدیث سنن ابوداؤد کی درج ذیل حدیث کے معارض ہے:

عنبسہ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابان بن سعید بن العاص کو مدینہ منورہ سے نجد کی طرف ایک لشکر میں بھیجا' پس حضرت ابان بن سعید اپنے اصحاب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس خیبر میں اس وقت آئے' جب خیبر فتح ہو چکا تھا اور ان کے گھوڑوں کی زین کسنے کا تسمہ کھجور کی چھال کا تھا' حضرت ابان نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے لیے (مالِ غنیمت) تقسیم کیجئے' حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! ان کے لیے تقسیم نہ کیجئے' تب حضرت ابان نے کہا: اے بلی جیسے! تم ہمارے پاس ضان پہاڑ سے اتر کر آئے ہو! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابان! بیٹھ جاؤ' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے مالِ غنیمت تقسیم نہیں کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۲۳' دارالفکر' بیروت)

سو ان حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں مذکور ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم کا سوال حضرت ابوہریرہ نے کیا تھا اور اس پر حضرت ابان بن سعید نے کہا تھا کہ اس کا حصہ نہ لگائیں اور سنن ابوداؤد کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابان بن سعید نے مالِ غنیمت سے اپنا حصہ نکالنے کا سوال کیا تھا اور اس پر حضرت ابوہریرہ نے کہا تھا کہ یارسول اللہ! ان کا حصہ تقسیم نہ کریں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا' جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور اگر امام ابوداؤد کی سند صحیح ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے سوال کیا ہو اور دونوں نے دوسرے کے لیے مالِ غنیمت کی تقسیم سے منع کیا ہو۔ حضرت ابوہریرہ کی دلیل یہ تھی کہ حضرت ابان' ابن قوقل (نعمان بن مالک) کے قاتل ہیں اور حضرت ابان کی دلیل یہ تھی کہ حضرت ابوہریرہ اس جنگ میں شامل نہیں تھے۔

شیخ سلیم اللہ کی ایک عبارت پر مصنف کا تبصرہ!

شیخ سلیم اللہ خاں نے بھی ان دونوں کا مؤقف لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ اگر سنن ابوداؤد کی روایت کو صحیح بخاری کی روایت کے برابر بھی قرار دیا جائے تو اس

بات کا احتمال ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کے لیے منع کیا ہو چنانچہ حضرت ابان رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ دلیل دے کر منع کیا کہ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے یہ دلیل پیش کی کہ یہ جنگ و جہاد کے لائق نہیں کہ اس کو حصہ دیا جائے۔ (کشف الباری۔ کتاب الجہاد۔ ج ا ص ۲۵۷' مکتبہ فاروقیہ کراچی)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرہ نے جو حضرتِ ابان کو مالِ غنیمت سے حصہ نہ دینے کے لیے کہا تھا' اس کی وجہ تو صحیح بخاری کے متن میں موجود ہے اور شیخ سلیم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ کو نہ دینے کی جو وجہ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھی ہے کہ یہ جنگ اور جہاد کے لائق نہیں ہے کہ اس کو حصہ دیا جائے' تو یہ ان کی خود ساختہ اور طبع زاد ہے' علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے اس طرح نہیں لکھا۔ یہ بحث علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۵ پر کی ہے اور وہاں یہ وجہ مذکور نہیں' اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں سنن ابوداؤد کا ذکر ہی نہیں کیا' نہ انہوں نے تعارض کا بیان کیا' نہ اس تعارض کو اُٹھانے کے درپے ہوئے۔

''وَبْر'' کا معنی اور حضرت ابو ہریرہ کا حضرت ابان کی مذمت کا جواب نہ دینا اور اس میں ان کی عظمت

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابان بن سعید نے حضرت ابو ہریرہ کے متعلق کہا: ''واعجبا لِوبْرٍ''، ''وَبْر'' ایک خاکی رنگ کا چھوٹا سا جانور ہوتا ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سفید رنگ کا بلی کے برابر جانور ہے' اور اس کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں اور یہ پہاڑی جانوروں میں سے ہے۔ حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کو ان کی تحقیر اور ان کی اہانت کے لیے بلی سے چھوٹا جانور کہا اور حضرت ابو ہریرہ نے پلٹ کر حضرت ابان کو اس کا جواب نہیں دیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کی دین داری اور تقویٰ پر کوئی تہمت نہیں لگائی تھی' صرف ان کی ظاہری جسامت کی مذمت کی تھی اور ظاہری جسامت تو اللہ کی بنائی ہوئی ہے' اس لیے انہوں نے اس کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا' اس سے حضرت ابو ہریرہ کا ظرف اور ان کے حوصلے کا پتا چلتا ہے۔

حضرت ابان نے کہا تھا: یہ ''ضـأن'' سے آیا ہے' ''ضـأن'' ایک پہاڑ کا نام ہے' ان کا مطلب یہ تھا کہ یہ پہاڑی اور گنوار آدمی ہے اور دین کی باتوں میں دخل دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ فلاں کو مالِ غنیمت سے حصہ نہ دیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ کا حضرت ابان کو ''ابن قوقل'' کے قتل کا طعنہ دینا اور اس کی ایک نظیر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابان کو طعنہ دیا تھا کہ انہوں نے ابن قوقل کو قتل کیا ہے' یہ ایسا ہی طعنہ ہے جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیا تھا کہ آپ نے شجرِ ممنوع سے کھایا اور اس کے نتیجے میں ان کو جنت سے نکالا گیا' اور ان کا یہ طعن درست نہ تھا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اس پر توبہ کر چکے تھے' چونکہ حضرت ابان حضرت ابن قوقل کو قتل کرنے کے بعد توبہ کر چکے تھے اور توبہ سابقہ گناہ کو مٹا دیتی ہے اور انہوں نے جو ابن قوقل کو قتل کیا تو اس وجہ سے ابن قوقل کو شہادت حاصل ہوئی اور اس قتل کی وجہ سے ان کو عزت اور کرامت ملی اور حضرت سعید بن ابان اسلام لائے اور نیک کام کیے اور پھر وہ شہید ہوئے اور ان کو بھی جنت ملی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابان نے جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جواب دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ملامت نہیں کی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد جو شخص جہاد میں شریک ہو' اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں فقہاء کا اختلاف

اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص جہاد میں اس وقت جا کر ملے جب جہاد مکمل ہو چکا ہو اور مالِ غنیمت تقسیم کیا جا چکا ہو' تو آیا اس شخص کو اس جہاد کے مالِ غنیمت سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کو مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا جائے گا' کیونکہ حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ کو حصہ دیا ہو' اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص جہاد میں قوم کے امیر کے کسی کام کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا ہو تو اس کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا جائے گا' جیسا کہ حضرت

عثمان رضی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کی تیمارداری میں مشغول تھے اس وجہ سے وہ غزوۂ بدر کی جنگ میں شریک نہیں ہوئے پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت سے ان کا حصہ نکالا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۷۔۱۷٦ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٢٩ - بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ عَلَى الصَّوْمِ — جو شخص جہاد کو روزے پر ترجیح دے

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص جہاد میں شریک ہونے کے لیے روزہ نہ رکھے تاکہ اس کے بدن میں جہاد کے لیے قوت اور توانائی برقرار رہے اور روزہ رکھنے سے اس کی طاقت میں کمی نہ ہو تو ایسے مجاہد کے لیے بھی روزے کا اجر لکھا جاتا ہے۔

٢٨٢٨ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ لَا يَصُوْمُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ الْغَزْوِ فَلَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ أَرَهُ مُفْطِرًا إِلَّا يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحٰى.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبۃ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثابت البنانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جہاد کرنے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے تھے پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے ان کو عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دنوں کے سوا روزہ چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت ابوطلحہ کا تذکرہ

حضرت ابوطلحہ حضرت انس کی والدہ کے شوہر ہیں ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے۔ حضرت ابوطلحہ جو جہاد کے لیے روزہ چھوڑ دیتے تھے اس کی وجہ درج ذیل حدیث پر عمل کرنا ہے۔

ابوبکر بن عبدالرحمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے سال میں لوگوں کو سفر میں روزہ چھوڑنے کا حکم دیا اور فرمایا: تم اپنے دشمن کے لیے طاقت حاصل کرو۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ رکھا اور ابوبکر نے کہا: جس نے مجھے حدیث بیان کی ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیاس یا گرمی کی شدت سے مقامِ عرج میں اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا کہ لوگوں کے ایک گروہ نے اس وقت روزہ رکھ لیا جب آپ نے روزہ رکھا تھا انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ کدید پر پہنچے تو آپ نے ایک پیالے میں پانی منگوایا پس پانی پی لیا پھر لوگوں نے بھی روزہ چھوڑ دیا۔ (موطأ امام مالک: ٦٦٧۔ ج ١ ص ١٧٢ دارالمعرفۃ بیروت ١٤٢٠ھ)

نوٹ: سفر میں روزہ چھوڑنے کے متعلق ان کتابوں میں بھی حدیث ہے: صحیح مسلم: ٢٦٠٥ سنن ترمذی: ٧١٠ سنن نسائی: ٢٢٦٢۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے مسلسل روزے رکھنے کا سبب

حضرت ابوطلحہ جہاد میں شہ سوار تھے اور بہت جدوجہد کرتے تھے اسی لیے وہ دشمن کے خلاف طاقت برقرار رکھنے کے لیے روزہ چھوڑ دیتے تھے اور یہ حدیث جہاد کے سوا باقی نفل اعمال پر جہاد کی فضیلت کی دلیل ہے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور اسلام قوی ہو گیا اور دشمنانِ اسلام پر مسلمانوں کی گرفت مضبوط ہو گئی تو اس وقت انہوں نے مناسب یہ سمجھا کہ اب وہ روزے رکھنے میں اپنا حصہ نکالیں تاکہ ان کے لیے یہ دونوں عظیم عبادتیں جمع ہو جائیں اور قیامت کے دن وہ بابِ ریّان سے جنت میں داخل

ہوں۔ حضرت انس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوطلحہ کو عیدین کے سوا روزہ چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیدین کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور ایامِ تشریق میں روزے رکھنے کی ممانعت بھی اس میں داخل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے مسلسل روزے رکھنے کی مدت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ کی وفات کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے اور وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے سوا کوئی روزہ نہیں چھوڑتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حاکم پر دو اعتراض ہیں، اوّل یہ ہے کہ اصل حدیث صحیح البخاری میں موجود ہے' لہٰذا حاکم کا استدراک صحیح نہیں ہے (کیونکہ حاکم نے مستدرک میں ان احادیث کو جمع کیا ہے جو کسی باب کے تحت امام بخاری سے درج کرنے سے رہ گئی ہوں)۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حاکم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے زندہ رہنے کی جو مدت بیان کی ہے وہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابوطلحہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد صرف تئیس (۲۳) یا چوبیس (۲۴) سال زندہ رہے تھے' اور بعض علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ حاکم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے زندہ رہنے کی جو مدت بیان کی ہے وہ غلط ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) غلط کی تصریح بہ جائے خود غلط ہے' کیونکہ ابوعمر نے بیان کیا ہے کہ ابوزرعہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوطلحہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد شام میں چالیس (۴۰) سال زندہ رہے اور لگا تار روزے رکھتے رہے اور ابوزرعہ نے کہا: میں نے ابونعیم سے سنا' انہوں نے از حماد بن سلمہ از حضرت انس یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوطلحہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چالیس سال تک مسلسل روزے رکھتے رہے۔

۳۰- بَابُ الشُّهَادَةِ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ

جہاد میں مقتول ہونے کے علاوہ شہادت کی سات اقسام ہیں

حکمی شہداء کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ شہادت کی سات اقسام ہیں:

(۱) حضرت جابر بن عتیک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے کے سوا شہادت کی سات اقسام ہیں: (۱) طاعون میں مرنے والا شہید ہے (۲) ڈوب کر مرنے والا شہید ہے (۳) نمونیہ میں مرنے والا شہید ہے (۴) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے (۵) جل کر مرنے والا شہید ہے (۶) دب کر مرنے والا شہید ہے (۷) جو عورت بچہ کی ولادت میں مرجائے' وہ شہید ہے' یہ حدیث الموطأ میں ہے۔

(موطأ امام مالک: ۵۶۳۔ ج ۱ ص ۲۱۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

(۲) اس باب کی حدیث میں ہے کہ شہداء پانچ ہیں اور ان کا تذکرہ عنقریب صحیح البخاری: ۲۸۲۹ میں آئے گا۔

(۳) امام ترمذی نے حضرت فضالہ بن عبید سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شہداء چار ہیں' ایک وہ شخص جس کا عمدہ ایمان ہو' اس کا دشمن سے مقابلہ ہو سو وہ اللہ کی تصدیق کرے حتیٰ کہ قتل کر دیا جائے' پس یہ وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف اس طرح نظر اٹھا کر دیکھیں گے' آپ نے اپنا سر اٹھایا حتیٰ کہ آپ کی ٹوپی گر گئی۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے پتا نہیں کہ

حضرت عمر نے اپنی ٹوپی کا ارادہ کیا تھا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ دوسرا شخص وہ ہے، جس کا عمدہ ایمان ہو اس کا دشمن سے مقابلہ ہو اس کو ایک نامعلوم تیر آ کر لگے، جو اس کو ہلاک کر دے، وہ دوسرے درجہ میں ہے، انہوں نے کہا کہ تیسرا وہ شخص ہے، جس کے اچھے اور برے اعمال ملے جلے ہیں، اس نے اللہ کی تصدیق کی حتیٰ کہ وہ قتل کر دیا گیا، پس یہ تیسرے درجہ میں ہے، انہوں نے بیان کیا: چوتھا وہ مؤمن ہے جس نے اپنی جان پر بہت اسراف کیا، اس کا دشمن سے مقابلہ ہوا تو اس نے اللہ کی تصدیق کی حتیٰ کہ وہ شہید کر دیا گیا، سو یہ چوتھے درجہ میں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۶۴۴، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲)

اس مقام پر اور بھی صحیح احادیث ہیں:

(۴) جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا، وہ شہید ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۸۰، صحیح مسلم: ۱۴۱، سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲، سنن ترمذی: ۱۴۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۰، مسند احمد ج ۱ ص ۷۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۶۵)

(۵) جو اپنی بیوی کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا، وہ شہید ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲، سنن نسائی: ۴۱۰۱)

(۶) جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا، وہ شہید ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲، سنن نسائی: ۴۱۰۱)

(۷) جس کو اس کے گھوڑے نے گرا کر ہلاک کر دیا، جس کو کسی زہریلے جانور نے ڈنک مارا اور جو اپنے بستر پر طبعی موت سے مر گیا، وہ شہید ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۹۹)

(۸) جس کو بادشاہ نے ظلماً قید میں رکھا یا اس پر ضرب لگائی، پس وہ مر گیا تو وہ شہید ہے۔ (اس حدیث کا حوالہ مجھے نہیں مل سکا)

(۹) ہر وہ موت جس میں کوئی مسلمان مر جائے تو وہ شہید ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج ۵ ص ۲۶۹، مکتبہ اسلامی، بیروت)

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سرحد کی حفاظت کرنے والا خواہ اپنے بستر پر مرے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے اور شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۸)

(۱۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو پہاڑ سے گر کر مر جائے، وہ شہید ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۶۹، مکتبہ اسلامی، بیروت)

(۱۲) حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ مسافر شہید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱)

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جو بیماری میں مر جائے، وہ شہید ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۱۵)

(۱۴) حضرت عبادہ بن الصامت نے بیان کیا کہ جس کو کسی سے عشق ہو گیا اور اس نے گناہ نہیں کیا اور اس نے اپنے عشق کو چھپایا اور مر گیا تو وہ شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۲)

(۱۵) حضرت معقل بن یسار نے بیان کیا، جس نے صبح اٹھ کر تین مرتبہ یہ پڑھا: ''اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم'' اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھیں تو اگر وہ اس دن مر گیا تو وہ شہید ہے۔

(شعب الایمان: ۲۵۰۱، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۳۱۸)

(۱۶) آجری کی روایت میں ہے: اے انس! اگر تم ہمیشہ باوضوء رہ سکتے ہو تو ایسا کرو، کیونکہ ملک الموت جب کسی بندہ کی روح قبض کرے اور وہ باوضوء ہو تو اس کو شہید لکھا جاتا ہے۔ (التذکرہ فی اُمور الآخرۃ ص ۱۸۲)

(۱۷) ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جس نے چاشت کی نماز پڑھی اور ہر ماہ تین روزے رکھے اور وتر کو ترک نہیں کیا تو وہ شہید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۱، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۴۰۷، کنز العمال: ۲۱۵۱۵)

(۱۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوا اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور وہ

قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر ہوگی۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۶' کنز العمال: ۲۱۰۸۳)

(۱۹) ابوموسیٰ نے بیان کیا: جو شخص تپ دق میں فوت ہوا یا سفر میں فوت ہوا' وہ شہید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱)

(۲۰) حضرت انس نے بیان کیا کہ جو شخص بخار میں فوت ہوا' وہ شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۶)

(۲۱) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جو شخص طلب علم میں فوت ہوا' وہ شہید ہے۔ (مسند البزار: ۱۳۸' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۴)

(۲۲) حضرت ابومالک اشعری سے روایت ہے کہ جو شخص جہاد کے لیے نکلا' وہ شہید ہے۔ (اتحاف ج ۶ ص ۲۳۷)

علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۹۔۱۷۸ میں بائیس احادیث ذکر کی ہیں' میں نے ایک حدیث کے سوا ان تمام احادیث کی تخریج کر دی ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان میں سے بعض احادیث کا ذکر کیا ہے لیکن ہم نے صرف علامہ عینی کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج کی ہے۔

علامہ سیوطی نے شہادت کی تیس قسمیں بیان کی ہیں' علامہ شامی نے تینتالیس (۴۳) قسمیں بیان کی ہیں اور ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۹۴۵۔۹۳۵ میں مستند احادیث کے حوالہ جات کے ساتھ پینتالیس (۴۵) احادیث ذکر کی ہیں' پھر ہم نے تبیان القرآن میں مزید اضافہ کر کے کل اکیاون اقسام لکھ دی ہیں اور ان سب کے ثبوت میں احادیث ذکر کی ہیں اور یہ ہماری منفرد کوشش ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی انعام ہے۔ دیکھئے: تبیان القرآن۔ آل عمران: ۱۶۹۔ ج ۲ ص ۴۶۷۔ ۴۶۳۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں شہداء کی تعداد چالیس کے قریب پہنچتی ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن احادیث میں کسی عددِ معین کی تصریح کی گئی ہے مثلاً شہداء تین ہیں' بعض احادیث میں ہے کہ شہداء پانچ ہیں اور بعض میں ہے کہ شہداء سات ہیں تو ان میں موافقت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عدد کی تصریح اس سے زیادہ عدد کے منافی نہیں ہوتی' مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میرے پاس دس روپے ہیں تو وہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس کے پاس سو روپے ہوں۔

۲۸۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شہداء پانچ ہیں: جو طاعون میں مر گیا ہو' جو پیٹ کی بیماری میں مر گیا ہو' جو ڈوب کر مرا ہو' جو کسی چیز کے نیچے دب کر مرا ہو اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۵۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے عدم مطابقت کا اعتراض' علامہ عینی کا جواب اور اس پر مصنف کی تنقید

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ بالکل مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کے عنوان میں مذکور ہے: شہداء سات ہیں' اور اس حدیث میں مذکور ہے: شہداء پانچ ہیں' اور یہ اس کی دلیل ہے کہ امام بخاری فوت ہو گئے اور وہ اس کتاب پر نظر ثانی نہیں کر سکے' اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ شہداء سات ہیں' وہ حضرت جابر بن عتیک سے مروی ہے' یہ حدیث موطأ امام مالک: ۵۶۳ میں مذکور ہے۔ (ہم اس حدیث کو اس باب کی تشریح میں ذکر کر چکے ہیں) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں یہ کہا ہے کہ شہداء سات ہیں اور اس میں یہ تنبیہ کی ہے کہ شہید صرف وہ نہیں ہے جو میدانِ جہاد میں قتل کیا جائے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی شہداء کی اقسام ہیں' پھر وہ حدیث ذکر کی کہ جس میں یہ ارشاد ہے کہ شہداء پانچ ہیں اور اس سے یہ تنبیہ کی کہ جن احادیث میں شہداء کی اقسام کا عدد بیان کیا ہے' ان میں امام بخاری کے نزدیک صحیح اور ان کی شرط کے مطابق صرف وہ حدیث ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ شہداء کی پانچ اقسام ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس بناء پر اگر امام بخاری باب کا عنوان یہ لکھتے کہ شہداء پانچ ہیں' تو دونوں مطلوب حاصل ہو جاتے' یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ شہداء صرف وہ نہیں ہیں جو میدانِ جہاد میں قتل کیے جائیں اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ اس مسئلہ میں امام بخاری کے نزدیک صحیح حدیث صرف وہ ہے جس میں پانچ شہداء کا ذکر ہے اور باب کے عنوان میں اور حدیث میں مطابقت بھی حاصل ہو جاتی اور علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض وارد نہ ہوتا کہ اس باب کے عنوان میں اور اس میں ذکر کردہ حدیث کے درمیان کوئی مطابقت نہیں ہے۔

مقتول فی سبیل اللہ کو شہید کہنے کی وجوہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں شہید کا ذکر ہے' جو شخص میدانِ جہاد میں قتل کر دیا جائے' اس کا نام شہید رکھنے میں اختلاف ہے۔ علامہ النضر بن شمیل نے کہا ہے: اس کو شہید اس لیے کہتے ہی کہ وہ زندہ ہے' گویا اس کی روح شاہد ہے یعنی حاضر ہے' اور ابن الانباری نے کہا ہے کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے اس کے لیے جنت کی شہادت دیتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ جیسے ہی شہید کی روح اس کے بدن سے نکلتی ہے' وہ عزت وکرامت کی ان تمام چیزوں پر حاضر ہو جاتی ہے جو اس کے لیے تیار کی گئی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کی روح دوزخ سے امان پانے پر حاضر ہو جاتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس کے شہید ہونے پر ایک گواہ ہوتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی موت کے وقت اس کے پاس صرف رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن صرف وہی رسولوں کی تبلیغ کی شہادت دے گا' اور ایک قول یہ ہے کہ فرشتے اس کے حسن خاتمہ کی شہادت دیتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ انبیاء اس کی حسن اتباع کی شہادت دیں گے' اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ عزوجل اس کی حسن نیت اور اس کے اخلاص کی شہادت دے گا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ موت کے وقت فرشتوں کا مشاہدہ کرتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دار دنیا اور دار آخرت میں ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو دوزخ کے عذاب سے امان کی شہادت دی جاتی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس پر ایسی علامت ہوتی ہے جو اس کی نجات کی شہادت دیتی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۴ ص ۲۶۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٢٨٣٠ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِّكُلِّ مُسْلِمٍ.

[طرف الحدیث: ۵۷۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی از حفصہ بنت سیرین از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' آپ نے فرمایا: طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔

طاعون کی قدیم تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

طاعون ایک عام وبائی مرض ہے اس کے جراثیم فضا میں پھیل جاتے ہیں اور اس سے لوگوں کے مزاج اور بدن متاثر ہو جاتے ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو تم سے پہلی امتوں پر بھیجا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

طاعون کی جدید تعریف اور طریقہ علاج

ڈاکٹر کیپٹن اختر الیف آر سی ایس (لندن) لکھتے ہیں:

انگریزی میں طاعون کو ''پلیگ'' کہتے ہیں' پلیگ ایک گرام نیگٹیو بیکٹیریا وائی پسٹس کی وجہ سے ہوتی ہے' جو کہ جنگلی چوہوں سے گھریلو چوہوں میں منتقل ہوتا ہے۔ جب ان چوہوں کی تعداد کم ہونے لگتی ہے تو ان کو کاٹنے والی مکھیاں انسانوں کو کاٹ کر بیماری پھیلانے کا باعث بنتی ہیں' کبھی کبھی یہ متاثرہ شخص کا پاخانہ جلد کے ساتھ لگ جانے اور سانس کے بخارات کے ذریعے سے بھی پھیلتی ہے اس کی چار قسمیں اب تک معلوم ہو چکی ہیں: بوبونک' نمونک' سیپٹسمک اور کوٹینیسس (جلدی)۔

(۱) بوبونک پلیگ: یہ سب سے عام قسم ہے اور نوے فیصد متاثرہ لوگوں کو یہی ہوتی ہے' یہ انفیکشن لگنے کے ایک ہفتے کے بعد شدت سے ظاہر ہوتی ہے اور شدید بخار ہوتا ہے' سردی لگتی ہے' سر میں درد اور جسم میں درد اور متلی ہوتی ہے اور اُلٹی بھی آتی ہے' شدید کمزوری اور نقاہت ہوتی ہے' اس کے بعد بغل میں درد ہوتا ہے' خاص طور پر رانوں کے جوڑوں میں سخت گٹھلیاں بن جاتی ہیں' ایک سے دو ہفتے میں ان سے پیپ نکلنی شروع ہو جاتی ہے اور آنتوں میں یا پھیپھڑوں اور پیشاب کے راستے میں خون بھی آ سکتا ہے' سننے کی قوت کم ہو جاتی ہے' آواز بھرا جاتی ہے' زبان سوج جاتی ہے اور سفید اور خشک ہو جاتی ہے' زہر پھیل جانے پر مریض گھبرایا ہوا نظر آتا ہے۔

(۲) نمونک پلیگ: اس طاعون میں اچانک سخت نمونیا' خون والی بلغم اور سانس کی تنگی ہو جاتی ہے اور رنگ نیلا پڑ جاتا ہے اور اس میں مبتلا تقریباً تمام متاثرہ مریض چل بستے ہیں۔

(۳) سیپٹسمک پلیگ: اس طاعون میں شدید انفیکشن ہوتی ہے اور نالیوں میں خون جم جاتا ہے اور مریض شاک میں چلا جاتا ہے' اگر علاج نہ ہو تو ۲ سے ۵ دن میں موت واقع ہو جاتی ہے' اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ جسم میں گٹھلیاں بھی بنیں۔

(۴) کوٹینیسس پلیگ: اس طاعون میں جلد پر دانے نکل آتے ہیں' یا پسینے کے غدود' یا بالوں کی جڑوں میں پیپ پڑ جاتی ہے' یا جلد اس طرح ہو جاتی ہے جیسے جل گئی ہو یا سارے جسم پر نیلے دھبے پڑ جاتے ہیں' جو کہ گل جاتے ہیں یا گینگرین ہو جاتا ہے۔

تشخیص: لمف نوڈ کے مواد' خون کے کلچر اور بلغم کے معائنے میں جراثیم کی موجودگی سے ہوتی ہے اور علاج کلچر کی رپورٹ آنے سے پہلے شروع ہو جانا چاہیے۔

علاج: ۵ دن کے لیے ہر چھ گھنٹے بعد (سٹرپٹو مائیسن ۵۰۰ ملی گرام) Streptomycine. 500mg کے ٹیکے لگائے جائیں اور ہر چھ گھنٹے بعد چودہ دن تک (ٹیٹرا سائیکلین' کیپسول) Tetracycline. cap کھلائے جائیں۔

(ایلو پیتھک پریکٹس آف میڈیسن' ص ۱۹۵۔ ۱۹۴' منہاس پبلشرز' ۱۹۹۵ء)

٣١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَّكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء:٩٥-٩٦).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

بلاعذر اور بلاضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں' اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر درجہ میں فضیلت دی ہے' اور سب سے اللہ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت دی ہے' یہ آیت ''غفورًا رحیمًا'' تک ہے۔ (النساء:٩٦-٩٥)

آیاتِ مذکورہ کا شانِ نزول

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں' سفر میں سختیاں اور بھوک اور پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ میں زخم کھاتے ہیں' ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو بغیر کسی جسمانی عذر کے جہاد کے لیے نہیں نکلتے اور اپنی جان اور مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' حدیث میں ہے:

حضرت البراء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ جب النساء:٩٥ نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمرو' ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' وہ نابینا تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نابینا ہوں! آپ مجھے جہاد کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''غیر اولی الضرر'' یعنی جن کو کوئی ضرر اور عذر نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ٤٥٩٤' صحیح مسلم: ١٨٩٨' سنن ترمذی: ٣٠٤٢)

اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو مسلمان جہاد میں شامل ہونے کی نیت رکھتے ہوں لیکن جسمانی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکیں' وہ اجر و ثواب میں مجاہدین کے برابر ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بلاعذر جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے: وہ مجاہدوں کے برابر نہیں ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ عذر والے مجاہدین کے برابر ہیں' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غزوہ میں فرمایا: ہم مدینہ میں کچھ مسلمانوں کو چھوڑ آئے ہیں اور ہم نے جب بھی کسی گھاٹی یا وادی کو عبور کیا ہے تو وہ ہمارے ساتھ تھے' وہ عذر کی وجہ سے نہیں جا سکے تھے۔ (صحیح البخاری: ٢٨٣٩)

٢٨٣١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النساء:٩٥) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا فَجَاءَ بِكِتَابٍ فَكَتَبَهَا وَشَكَا ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ ضَرَارَتَهٗ فَنَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ (النساء:٩٥).

[اطراف الحدیث: ٤٥٩٣-٤٥٩٤-٤٩٩٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: جہاد سے بیٹھ رہنے والے مسلمان ان کے برابر نہیں ہیں (النساء:٩٥) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا تو وہ ایک چوڑی ہڈی لے کر آئے اور اس آیت کو لکھا اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے جب اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تو یہ آیت اس طرح نازل ہوئی: بلاضرر جہاد سے بیٹھ

رہنے والے مسلمان ان کے برابر نہیں ہیں۔

حدیث مذکور میں بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''کتف'' کا ذکر ہے یہ ایک چوڑی ہڈی ہے جو انسان اور چوپایوں کے شانے میں ہوتی ہے چونکہ اس زمانے میں کاغذ کم ہوتے تھے اس لیے لوگ چوڑی ہڈی پر لکھ لیا کرتے تھے۔

اس حدیث میں ابن اُم مکتوم کا ذکر ہے ان کا نام عمرو بن قیس العامری ہے اور ان کی ماں کا نام عاتکۃ المخزومیۃ ہے ان کا ضرر یہ تھا کہ یہ نابینا تھے اس حدیث میں کاتب کو رکھنے اور اس سے لکھوانے کا ثبوت ہے اور یہ ثبوت ہے کہ علم کی باتوں کو لکھ کر مقید کرنا چاہیے۔ کہا جاتا ہے: ''العلم صیدٌ و الکتابۃ قید'' یعنی علم ایک بھاگنے والا شکار ہے اور اس کو لکھنے کی زنجیر سے باندھ دیا جائے۔

٢٨٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ اَنَّهُ قَالَ رَاَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَاَخْبَرَنَا اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْلٰى عَلَيْهِ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء:٩٥) قَالَ فَجَاءَهٗ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُّ وَكَانَ رَجُلًا اَعْمٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ﴾ (النساء:٩٥). [طرف الحدیث:٤٥٩٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن السعد الزہری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے صالح بن کیسان نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سہل بن سعد الساعدی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مروان بن الحکم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے میں ان کے پاس گیا حتیٰ کہ میں ان کے پہلو میں بیٹھ گیا تو انہوں نے ہمیں خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ آیت لکھوائی: جہاد سے بیٹھنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں (النساء:٩٥) انہوں نے بتایا کہ پھر آپ کے پاس حضرت ابن ام مکتوم آئے اور اس وقت آپ مجھے یہ آیت لکھوا رہے تھے پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں جہاد کی استطاعت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا اور وہ نابینا شخص تھے تب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی اور اس وقت آپ کی ران میری ران کے اوپر تھی تو مجھے آپ کی ران اتنی بھاری لگی کہ لگتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی (نزولِ وحی کے ثقل سے) پھر آپ سے (نزولِ وحی کی) کیفیت دور ہوگئی تو اللہ عزوجل نے یہ الفاظ نازل فرمائے: سوا اصحاب ضرر کے۔ (النساء:٩٥)

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کے اکثر رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اس حدیث میں مروان ابن الحکم کا ذکر ہے یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ کا امیر اور گورنر تھا اور اس حدیث میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے آپ صحابی ہیں اور مروان سے روایت کرتے ہیں اور وہ تابعی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٨٣)

حضرت جبرئیل امین کا سرعت کے ساتھ "غیر اولی الضرر" کے الفاظ کو لے کر نازل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران حضرت زید بن ثابت کی ران پر تھی اور وہ بیان کرتے ہیں کہ وحی کے ثقل سے لگتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی۔

ابن التین نے کہا ہے کہ جب "غیر اولی الضرر" کے الفاظ نازل ہوئے تو حضرت جبریل ایک ہزار سال کی مسافت کو طے کر کے آسمان پر چڑھے اور پھر واپس آئے اور یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلم کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی' اور یہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ حضرت جبریل آسمان سے وحی حاصل کرتے ہوں اور واقع میں اسی طرح ہوا کیونکہ قرآن مجید تمام یک بارگی لیلۃ القدر میں نازل ہوا' پھر وقفے وقفے سے حسبِ حال متفرق طور پر نازل ہوتا رہا۔

جو شخص کسی عذر کی وجہ سے اپنے معمول کی عبادت نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی وجہ سے اس عبادت کا اجر عطاء فرماتا رہتا ہے

حضرت ابن ام مکتوم اپنے نابینا ہونے کے عذر کی وجہ سے جہاد میں شامل نہ ہو سکے تو ان کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کا اجر عطاء فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی عذر کی وجہ سے جہاد یا کوئی اور نیک کام نہ کر سکے اور اس کی نیت اس نیک کام کو کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر عطا فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب عذر کو مستثنیٰ فرمایا ہے اور ان کو بھی ان سے ملا دیا ہے جن کو جہاد کی فضیلت حاصل ہو گی' اور ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے عذر کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہیں جا سکے مگر ہم جس وادی یا جس گھاٹی میں بھی گئے' وہ ہمارے ساتھ تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۳۹)

اسی طرح اگر کوئی شخص صحت کے زمانے میں کوئی نیک عمل کرتا ہو' پھر بیماری میں وہ اس نیک کام کو نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اس نیک کام کا اجر عطا فرماتا ہے' اسی طرح جو آدمی اپنی معمول کی عبادت نیند کے غلبے کی وجہ سے نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ اسے اس عبادت کا اجر عطا فرماتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے' اسی طرح اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور وہ سفر کی وجہ سے ان عبادات کو نہ کر سکے جو وہ حضر میں کرتا تھا تو اسے بھی اللہ تعالیٰ ان عبادات کا اجر عطا فرماتا ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دن میں جو عمل کرتا ہے' اس پر وہ عمل ختم ہوتا ہے' پس جب مؤمن بیمار ہو جائے تو فرشتے کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے اپنے فلاں بندے کو محبوس کر لیا تو رب عزوجل فرماتا ہے: اس کے لیے اسی عمل کی مثل کو ختم کرو حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے یا فوت ہو جائے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۶' المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۸۴' شرح السنۃ: ۱۴۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے بدن کی کسی بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو حکم دیتا ہے جو اس کے اعمال لکھتے ہیں کہ ہر روز میرے اس بندے کے لیے ان نیک اعمال کو لکھتے رہو جو وہ اس بیماری سے پہلے کرتا تھا جب تک وہ اس بیماری میں مبتلا رہے۔

اس حدیث کو امام احمد' امام بزار اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور مسند احمد کے رجال حدیثِ صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۴)

علامہ عینی نے اس مطلوب پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ○ (التین:٦)

مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا ثواب ہے○

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی ان کا اجر کسی زمانے میں منقطع نہیں ہوگا خواہ وہ بوڑھا ہو یا کمزور ہو' کیونکہ انسان اپنی نیت کی وجہ سے عامل کا اجر پاتا ہے' جب وہ اس عمل کو نہ کر سکے جس کی اس نے نیت کی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٨٣' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ عینی کے استدلال پر مصنف کا اعتراض

میں کہتا ہوں کہ مذکور الصدر آیت سے علامہ عینی کا استدلال مخدوش ہے کیونکہ ان کا مطلوب یہ ہے کہ جو شخص کسی عذر کی وجہ سے نیت کے باوجود اس عمل کو نہ کر سکے جو اس کا معمول تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی وجہ سے اس کو اجر عطا فرماتا ہے اور اس آیت میں اس پر دلالت نہیں ہے' کیونکہ اس سے پہلے یہ ذکر نہیں ہے کہ اگر کوئی بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے کوئی نیک عمل نہ کر سکے تو اسے اس نیک عمل کا اجر ملے گا بلکہ یہاں پر مطلقاً ایمان والوں کا اور نیک عمل والوں کا ذکر ہے۔

٣٢ - بَابُ الصَّبۡرِ عِنۡدَ الۡقِتَالِ — قتال کے وقت صبر کی فضیلت

اس باب میں کفار کے ساتھ قتال کے وقت صبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

٢٨٣٣ - حَدَّثَنِیۡ عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ بۡنُ عَمۡرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوۡاِسۡحَاقَ عَنۡ مُوۡسَی بۡنِ عُقۡبَةَ عَنۡ سَالِمٍ اَبِی النَّضۡرِ اَنَّ عَبۡدَ اللّٰهِ بۡنَ اَبِیۡ اَوۡفٰی كَتَبَ فَقَرَاۡتُهٗ اِنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا لَقِیۡتُمُوۡهُمۡ فَاصۡبِرُوۡا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم ابی النضر' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے (مکتوب) لکھا' پس میں نے اس کو پڑھا (تو اس میں یہ لکھا تھا): بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارا ان سے مقابلہ ہو تو صبر کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨١٨ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں جو صبر کرنے کا حکم ہے' ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ جب قتال کا ارادہ کرو تو صبر کرو یعنی اس میں ثابت قدم رہو یا پھر جب قتال شروع کرو تو ثابت قدم رہو' یا جس حال میں قتال کر رہے ہو' اس میں ثابت قدم رہو۔

٣٣ - بَابُ التَّحۡرِیۡضِ عَلَی الۡقِتَالِ — قتال پر برانگیختہ کرنا اور اُبھارنا

یعنی اس باب میں قتل پر ابھارنے کا بیان ہے۔

وَقَوۡلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿حَرِّضِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلَی الۡقِتَالِ﴾ (الانفال:٦٥).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور مومنین کو قتال پر برانگیختہ کیجئے۔ (الانفال:٦٥)

جب کفار مسلمانوں کے مقابلے میں دگنے ہوں تو پھر مسلمانوں کا ان سے مقابلہ کرنا واجب ہے

اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے اس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کفار کے خلاف قتال کی صفیں بنواتے اور دشمن کا سامنا کرتے تو ان کو جہاد پر اُبھارتے تھے اسی وجہ سے غزوہ بدر کے دن جب مشرکین اپنے کثیر عدد کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس جنت کی طرف کھڑے ہو جاؤ جس کی چوڑائی تمام آسمان اور زمین ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت یعنی الانفال: ٦٥ نازل ہوئی تو مسلمانوں کو یہ آیت بہت بھاری لگی اور ان کے لیے یہ حکم دشوار ہوا کہ بیس آدمی دو سو سے قتال کریں اور سو آدمی ہزار سے قتال کریں جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے کہ پہلے ایک کا مقابلہ دس سے کرنے کا حکم دیا پھر جب مسلمانوں کو یہ حکم دشوار لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف کر دی اور ایک کا مقابلہ دو سے کرنے کا حکم دیا اور اس کی تفصیل ان آیات میں ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۚ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (الانفال: ٦٥-٦٦)

اے نبی (مکرم)! مؤمنین کو قتال پر برانگیختہ کیجئے اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آ جائیں گے کیونکہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ۝ اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے اور اسے معلوم ہے کہ تم میں کمزوری ہے پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کافروں) پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ اللہ کے اذن سے دو ہزار (کافروں) پر غالب آ جائیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۝

پس جب مسلمان دشمن کے مقابلہ میں اتنی تعداد میں ہوتے جس تعداد کا اس آیت میں ذکر ہے یعنی بیس کافروں کے مقابلہ میں دس مسلمان ہوتے تو ان کے لیے دشمن سے بھاگنا جائز نہ تھا اور جب مسلمان اس سے کم تعداد میں ہوتے تو پھر ان کا دشمن سے مقابلہ کرنا واجب نہ تھا اور علی ابن ابی طلحہ العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے اور امام ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ مجاہد عطاء عکرمہ حسن بن زید بن اسلم عطاء خراسانی اور ضحاک وغیرہ سے اس کی مثل مروی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٨٤ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٢٨٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَنْدَقِ فَاِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِيْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ عَبِيْدٌ يَّعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَاٰى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی از حمید انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق کے لیے نکلے تو آپ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار سردی کی صبح میں خندق کھود رہے تھے ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کے لیے یہ کام کرتے پھر جب آپ نے ان میں تھکاوٹ

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةْ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ
نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

[اطراف الحدیث: ۲۸۳۵-۲۹۶۱-۳۷۹۵-۳۷۹۶-۴۰۹۹-۴۱۰۰-۶۴۱۳-۷۲۰۱] (صحیح مسلم: ۱۸۰۵، الرقم المسلسل: ۴۵۶۵، سنن ترندی: ۳۸۵۷)

اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا:
اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے
پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش دینا
پھر مسلمانوں نے اس کے جواب میں کہا:
ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد کی بیعت کی ہے
جہاد پر ہمیشہ' جب تک ہم باقی رہیں

غزوۂ خندق کی تاریخ' آپ کا رجزیہ کلام پڑھنا اور خندق کھودنے کا اجر و ثواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق' عروۃ بن الزبیر اور قتادہ نے تصریح کی ہے کہ غزوۂ خندق شوال پانچ ہجری میں ہوا تھا اور موسیٰ بن عقبہ نے از زہری بیان کیا ہے کہ غزوۂ خندق شوال چار ہجری میں ہوا تھا اور اسی طرح امام مالک بن انس نے کہا ہے' اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ آپ سے جنگ کرنے کے لیے متعدد قبائل جمع ہو رہے ہیں تو آپ نے مدینہ کے سامنے کی جانب خندق کھودنے کا حکم دیا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا' امام طبری اور علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ منوجہر بن ایرج وہ شخص تھا' جس نے سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں خندق کھودی تھی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ شعر کی صورت میں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مذکور ہے' یہ آپ کا ارشاد نہیں ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا قول ہے اور اگر یہ آپ کا قول بھی ہو تو اتنی مقدار پڑھنے سے آپ کا شاعر ہونا لازم نہیں آتا' آپ کا شاعر ہونا تب لازم آتا جب آپ فن شاعری کا قصد کرتے اور آپ کو اس کے سبب کا علم ہوتا اور اس کی شرائط کا' اور زحاف' خرم' قبض اور تمام اصطلاحات کا علم ہوتا۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ شعراء عرب ان میں سے کسی چیز کو نہیں جانتے تھے اور ان کو شاعر کہا جاتا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ کفارِ قریش آپ کو شاعر اس لیے کہتے تھے کہ ان کے نزدیک شعر میں خیالی اور جھوٹی باتیں کہی جاتی ہیں اور وہ یہ کہتے تھے کہ آپ نے جنت اور دوزخ کی جو تفصیلات بیان کی وہ سب معاذ اللہ خیال آفرینی اور جھوٹ ہے' وہ اس وجہ سے آپ کو شاعر کہتے تھے اور یہاں پر جو آپ نے کلام موزون میں اللہ تعالیٰ سے انصار اور مہاجرین کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے' اس پر تو کفار قریش کے اعتبار سے بھی شعر کی تعریف صادق نہیں آئی۔

علامہ عینی اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ کی راہ میں خندق کھودنا' اپنے شہر کی حفاظت کرنا اور سرحدوں میں کفار کے دخول کو بند کرنا بھی جہاد ہے' اس پر وہی اجر ملتا ہے جو مہاجرین کا اجر ہوتا ہے اور ان پر خرچ کرنے کا اجر ایک سے لے کر سات سو درجے تک بڑھا دیا جاتا ہے اور مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے رجزیہ کلام پڑھنا جائز ہے اور اس کو شعر کہنا درست نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۴ - بَابُ حَفْرِ الْخَنْدَقِ
خندق کھودنا

اس باب میں مدینہ کے سامنے کی جانب (جہاں سے حملہ آور آسکتے تھے) صحابہ کے خندق کھودنے کا ذکر ہے۔

۲۸۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ عَلٰى مُتُوْنِهِمْ وَيَقُوْلُوْنَ...

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی ڈال کر منتقل کر رہے تھے اور یہ کلام پڑھ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْاِسْلَامِ مَابَقِيْنَا اَبَدًا
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجِيْبُهُمْ وَيَقُوْلُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةْ
فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد کی بیعت کی
اسلام کے اوپر جب تک ہم ہمیشہ باقی رہیں
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب میں فرماتے تھے:
اے اللہ! خیر تو صرف آخرت کی خیر ہے
پس تو انصار اور مہاجرین میں برکت فرما!

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

٢٨٣٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ يَقُوْلُ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا.

[اطراف الحدیث: ٢٨٣٧ـ٣٠٣٤ـ٤١٠٤ـ٤١٠٦ـ٦٦٢٠ـ٧٢٣٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احزاب کے دن مٹی منتقل کر رہے تھے اور یہ پڑھ رہے تھے: اے اللہ! اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔

(صحیح مسلم: ١٨٠٣' الرقم المسلسل: ٤٥٦٢' سنن ترمذی: ٣٨٥٧' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٧١٢' الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٧١-٧٠' سنن دارمی: ٢٤٥٥' سنن کبریٰ للنسائی: ٨٨٥٧' صحیح ابن حبان: ٤٥٣٥' سنن بیہقی ج ٧ ص ٤٣' دلائل النبوۃ ج ٣ ص ٤١٣' شرح السنۃ: ٣٤٧٩٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٥١٧' مشکل الآثار: ٣٣٢٥' مسند احمد ج ٤ ص ٢٨٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٥١٣- ج ٣٠ ص ٤٧٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٢٨٣٧ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ يَنْقُلُ التُّرَابَ وَقَدْ وَارَى التُّرَابُ بَيَاضَ بَطْنِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ:

لَوْ لَا اَنْتَ مَااهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلِ السَّكِيْنَةَ عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّ الْاُلٰى قَدْبَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احزاب کے دن مٹی منتقل کر رہے تھے' مٹی نے آپ کے پیٹ کی سفیدی کو چھپا دیا تھا اور آپ یہ پڑھ رہے تھے:

اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے
اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے
پس تو ہم پر سکون نازل فرما
اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ

بے شک ان لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے
جب انہوں نے فتنہ (میں ڈالنے کا) ارادہ کیا تو ہم نے انکار کیا

حدیث مذکور کے بعض الفاظ کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جنگ احزاب کا ذکر ہے احزاب حزب کی جمع ہے حزب کا معنی ہے: لوگوں کی جماعت چونکہ اس جنگ میں کفار کی متعدد جماعتوں نے مل کر مدینہ پر حملہ کیا تھا' اس لیے اس کو جنگ احزاب کہتے ہیں اور چونکہ اس جنگ میں مدینہ کے سامنے کفار کے راستہ میں خندق کھودی گئی تھی' اس لیے اس کو جنگ خندق بھی کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٨٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥ - بَابُ مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ — جو شخص کسی عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکا

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے عذر کا ذکر کیا ہے' عذر اس وصف کو کہتے ہیں جو مکلف پر طاری ہو اور وہ وصف اس مکلف پر سہولت اور آسانی کا تقاضا کرے۔ صاحبِ عذر کا حکم یہ ہے کہ اس کو بھی جہاد کرنے والے کا اجر ملتا ہے۔

٢٨٣٨ - **حَدَّثَنَا** اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح).

[اطراف الحدیث: ٢٨٣٩- ٤٤٢٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم غزوۂ تبوک سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ واپس آئے۔ ح

٢٨٣٩ - **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزَاةٍ فَقَالَ اِنَّ اَقْوَامًا بِالْمَدِيْنَةِ خَلْفَنَا مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَّلَا وَادِيًا اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيْهِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْاَوَّلُ اَصَحُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ میں تھے' پس آپ نے فرمایا: کچھ لوگ ہمارے پیچھے مدینے میں (رہ گئے) ہیں' ہم جس گھاٹی یا جس وادی میں بھی گئے' وہ اس میں ہمارے ساتھ تھے' ان کو عذر نے روک لیا تھا' اور موسیٰ نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از حمید از موسیٰ بن انس از والد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ پہلی سند زیادہ صحیح ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ٢٨٣٨ میں گزری ہے' اور ان دونوں حدیثوں کی شرح یہاں کی جا رہی ہے۔ اس حدیث میں ''شِعْب'' کا لفظ ہے' یہ پہاڑی راستے کو کہتے ہیں جس کا معنی گھاٹی ہے اور ''شعب'' بڑے قبیلے کو بھی کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ یعنی وہ ثواب میں ہمارے شریک ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں ہے کہ ان کو عذر نے روک لیا۔ حضرت جابر کی روایت میں ہے: ان کو مرض نے روک لیا' جس کی وجہ سے وہ سفر نہ کر سکے اور یہی عموماً سفر نہ کرنے کا عذر ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی عذر کی وجہ سے کوئی عبادت نہ کر سکے' اس کے لیے اس عبادت کا اجر لکھا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جس شخص کو نیند کا غلبہ تہجد کی نماز سے روک لے' اس کے لیے تہجد کی نماز کا اجر لکھا جاتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے۔

٣٦ - بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ — اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت

اس باب کے عنوان میں جو ''اللہ کی راہ میں'' کہا ہے' اس سے مراد جہاد ہے اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس سے مراد اللہ کی اطاعت ہے۔ یعنی جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے روزہ رکھے' اس کی فضیلت۔

٢٨٤٠ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّسُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ اَنَّـهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْـنَ اَبِـيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْـخُـدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَـنْـهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید اور سہیل بن ابی صالح نے خبر دی' بے شک ان دونوں نے النعمان بن ابی عیاش سے سنا از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا' اس کے چہرہ کو اللہ دوزخ سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دے گا۔

(صحیح مسلم: ١١٥٣' الرقم المسلسل: ٢٦٦٠' سنن ترمذی: ١٦٢٣' سنن نسائی: ٢٢٤٥- ٢٢٤٤' سنن ابن ماجہ: ١٧١٧' صحیح ابن خزیمہ: ٢١١٣' مصنف عبد الرزاق: ٩٦٨٥' سنن بیہقی ج ٩ ص ١٧٣' سنن سعید ابن منصور: ٢٤٢٣' مسند ابویعلیٰ: ١٢٥٧' صحیح ابن حبان: ٣٤١٧' شرح السنۃ: ١٨١١' مسند احمد ج ٣ ص ٨٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٧٩٠- ج ١٨ ص ٣١٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

روزہ کا افضل الاعمال ہونا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب متوفی ٤٣٥ ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام نیک اعمال میں روزہ رکھنا سب سے افضل عمل ہے' سوائے اس صورت کے کہ روزہ رکھنے سے دشمن سے مقابلے کے وقت انسان کو کمزوری محسوس ہو' کیونکہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غزوہ میں دشمن سے مقابلے سے چند دن پہلے فرمایا: تم اپنے دشمن سے مقابلے کے لیے قوت حاصل کرو۔ (موطأ امام مالک: ٦٦٧) سو ان کو روزہ چھوڑنے کا حکم دیا' کیونکہ روزہ دار کا جسم کمزور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اجسام کی فطری قوت غذا میں رکھی ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا: سب سے افضل روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑتے تھے اور دشمن سے مقابلے کے وقت فرار نہیں ہوتے تھے۔ (صحیح البخاری: ١٩٧٩) اس لیے اگر دشمن سے مقابلے کے وقت کمزوری کا خطرہ ہو تو پھر روزہ رکھنا مکروہ ہے' کیونکہ جہاد کرنے اور مشرکین کو قتل کرنے میں اس سے زیادہ اجر ہوتا ہے جو روزے کی قوت کے ساتھ روزہ رکھنے کا اجر ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۵۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

باب مذکور میں امام بخاری کی روایت کے مزید حوالہ جات

امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی کہ جو شخص اللہ کے لیے ایک دن روزہ رکھتا ہے اللہ اس کے چہرہ کو دوزخ سے ستر (۷۰) سال کی مسافت دور کر دیتا ہے۔

یہ حدیث دیگر اسانید سے بھی مروی ہے چند اسانید درج ذیل ہیں:

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے سنن نسائی: ۲۲۴۳۔ حضرت ابوسعید سے مروی ہے سنن نسائی: ۲۲۴۹ تا ۲۲۴۳۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن اللہ عزوجل کی راہ میں روزہ رکھا اللہ اس کو سو سال کی مسافت جہنم سے دور کر دیتا ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۵۰ یہ حدیث عمرو بن عنبسہ سے بھی مروی ہے المعجم الاوسط: ۲۲۷۳)

عتبۃ بن عبد السلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں ایک دن فرض روزہ رکھا اللہ اس کو جہنم سے اتنی دور کر دیتا ہے جتنا آسمانوں اور سات زمینوں کا فاصلہ ہے اور جس نے اللہ کی راہ میں نفلی روزہ رکھا اللہ اس کو جہنم سے اتنی دور کر دیتا ہے جتنا فاصلہ زمین سے آسمان کا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۲۹۵۔ ج ۱۷ ص ۱۲۰)

حضرت سلامہ بن قیصر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اللہ کی رضاء جوئی کے لیے ایک دن روزہ رکھا اللہ اس کو جہنم سے اتنی دور کر دے گا جتنی دُور ایک کوّے کا بچہ اُڑ کر جائے حتیٰ کہ وہ اُڑتے اُڑتے بوڑھا ہو کر مر جائے۔ (المعجم الکبیر: ۶۳۶۵۔ ج ۷ ص ۵۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا اللہ اس کو دوزخ سے اتنی دور کر دیتا ہے جتنا اس کے اور خندق کے درمیان فاصلہ ہے۔ (المعجم الاوسط: ۴۸۲۳)

متعدد روایات میں تطبیق

ان روایات میں امام بخاری کی روایت راجح ہے کیونکہ یہ حدیث دیگر اسانید اور دیگر کتب حدیث میں بھی مذکور ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریجاً علم عطا فرمایا پہلے بتایا کہ اس کو ایک سو سال کی مسافت دوزخ سے دور کر دیا جائے گا پھر بتایا: اس کو آسمانوں اور زمینوں کی مسافت جتنا دوزخ سے دور کر دیا جائے گا پھر خندق کے فاصلہ جتنی دوری کا علم عطا فرمایا پھر کوے کی پرواز جتنی دُوری کا علم عطا فرمایا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ مختلف احادیث روزہ رکھنے والے کے اخلاص اور اس کی دین سے محبت کے اعتبار سے ہیں۔

۳۷ - بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ — اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت

اللہ کی راہ سے مراد جہاد ہے امام بخاری نے جہاد کا لفظ ذکر نہیں کیا عام لفظ اللہ کی راہ میں استعمال کیا ہے تاکہ یہ لفظ جہاد اور دوسری عبادات کو بھی شامل ہو جائے۔

۲۸۴۱ - حَدَّثَنِيْ سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سعد بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ اَيْ فُلُ هَلُمَّ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَاكَ الَّذِيْ لَا تَوٰى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ.

سلمہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز کا ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا' اسے جنت کے محافظین بلائیں گے' ہر دروازہ کا محافظ اسے بلائے گا: اے فلاں! اِدھر آؤ! حضرت ابوبکر رضی اللہ نے کہا: یارسول اللہ! اس شخص کو کوئی خوف نہیں ہوگا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم بھی ان ہی میں سے ہوگے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٨٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّمَا اَخْشٰى عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِيْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ ثُمَّ ذَكَرَ زَهْرَةَ الدُّنْيَا فَبَدَاَ بِاِحْدَاهُمَا وَثَنّٰى بِالْاُخْرٰى فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَ يَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا يُوْحٰى اِلَيْهِ وَسَكَتَ النَّاسُ كَاَنَّ عَلٰى رُؤُوْسِهِمِ الطَّيْرَ ثُمَّ اَنَّهٗ مَسَحَ عَنْ وَّجْهِهِ الرُّحَضَاءَ فَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ اٰنِفًا؟ اَوَ خَيْرٌ هُوَ؟ ثَلٰثًا اِنَّ الْخَيْرَ لَا يَاْتِيْ اِلَّا بِالْخَيْرِ وَاِنَّهٗ كُلَّمَا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ مَا يَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخُضَرِ كُلَّمَا اَكَلَتْ حَتّٰى اِذَا (اِمْتَدَّتْ) امْتَلَاَتْ خَاصِرَتَاهَا اِسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَّنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ اَخَذَهٗ بِحَقِّهٖ فَجَعَلَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَنْ لَّمْ يَاْخُذْهُ بِحَقِّهٖ فَهُوَ كَالْاٰكِلِ الَّذِيْ لَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ عَلَيْهِ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے' پس آپ نے فرمایا: مجھے اپنے بعد تم پر زمین کی ان برکات کا خوف ہے جو تم پر کھول دی جائیں گی' پھر آپ نے دنیا کی تر و تازگی کا ذکر فرمایا' پہلے دنیا کی برکات کا ذکر کیا' پھر ان کی خوش نمائی کا ذکر کیا' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! کیا بھلائی بُرائی لائے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے' ہم نے (دل میں) کہا: آپ پر وحی کی جا رہی ہے' اور لوگ خاموش تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں' پھر آپ نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا' پس آپ نے فرمایا: ابھی سوال کرنے والا کہاں ہے؟ کیا یہ بھی خیر ہے؟ (یعنی کیا دنیا کی برکتیں بھی خیر ہیں؟) یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا' خیر تو صرف خیر ہی لاتی ہے' دیکھو فصل بہار جو کچھ اُگاتی ہے وہ جانور کا پیٹ پھلا کر اس کو مار ڈالتی ہے' سوا اس جانور کے جو صرف سبزہ کھاتا ہے' وہ جب بھی کھاتا ہے تو اس کی کوکھیں بھر جاتی ہیں' وہ دھوپ میں جاتا ہے اور لید کرتا ہے اور پیشاب کرتا ہے' پھر چرنے لگتا ہے اور بے شک یہ (دنیا کا مال) سرسبز اور میٹھا ہے' وہ مسلمان کیا ہی اچھا ہے جو اپنے حق کے مطابق (دنیا کا مال) لیتا ہے اور اس کو اللہ کی راہ میں' اور یتیموں میں اور مسکینوں میں اور مسافروں میں خرچ کرتا ہے اور جو شخص اپنے حق کے مطابق نہیں لیتا' وہ اس کھانے والے کی طرح ہے جو سیر نہیں ہوتا' اور وہ قیامت کے دن اس (مال) پر گواہ ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۵ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ خیر صرف خیر ہی لاتی ہے' یعنی جو حقیقی خیر ہو وہ صرف خیر ہی لاتی ہے اور یہ مال دنیا حقیقی خیر نہیں ہے کیونکہ اس میں فتنہ ہے' اور اس مال میں مشغول ہونے کی وجہ سے انسان آخرت کی طرف کامل توجہ نہیں کر سکتا۔

نیز اس حدیث میں ''حبطًا'' کا ذکر ہے اور یہ پیٹ پھولنے کی بیماری ہے' جب زیادہ گھاس چرنے کی وجہ سے جانور کا پیٹ پھول جائے اور وہ مر جائے تو کہتے ہیں: ''حبطت الدابة''۔

''فثلطت'' جب اونٹنی کو پتلی مینگنیاں آئیں تو کہتے ہیں: ''ثلطت''۔

اور وہ اس پر گواہ ہوگا' یعنی وہ اس شخص کی صورت میں آئے گا' جو اس پر خیانت کی گواہی دے گا۔

٣٨ - بَابُ فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا اَوْ خَلَفَهُ بِخَيْرٍ
جو شخص کسی غازی کو سامانِ سفر فراہم کرے یا اس کے پیچھے اس کے گھر والوں کی اچھی طرح خبر گیری کرے

اس باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو کسی مجاہد کو سامانِ سفر فراہم کرے' یا کسی مجاہد کے جہاد میں جانے کے بعد اس کے گھر والوں کی اچھی طرح نگرانی اور خیر خواہی کرے۔

٢٨٤٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بسر بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کسی غازی کو سامانِ سفر فراہم کیا تو تحقیق یہ ہے کہ اس نے جہاد کیا اور جس نے کسی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کے گھر والوں کی اس کے پیچھے اچھی طرح نگہبانی کی تو تحقیق یہ ہے کہ اس نے جہاد کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۹۵' الرقم المسلسل: ۴۷۹۵' سنن ابوداؤد: ۲۵۰۹' سنن ترمذی: ۱۶۳۱۔۱۶۲۸' سنن نسائی: ۳۱۸۰' سنن ابن ماجہ: ۲۷۶۵' المعجم الکبیر: ۵۲۷۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۴۰' شعب الایمان: ۴۲۹۵۲' شرح السنة: ۱۸۱۸' صحیح ابن حبان: ۴۶۳۰' مصنف عبد الرزاق: ۷۹۰۵' مسند الحمیدی: ۸۰۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۵۱' سنن کبریٰ للنسائی: ۴۳۳۰' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۸' سنن سعید بن منصور: ۲۳۲۸' المعجم الاوسط: ۷۶۹۶' المعجم الصغیر: ۸۰۳۶' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۴۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۳۳۔ ج ۲۸ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی جہاد کرنے والے کو سامانِ سفر فراہم کیا یا کسی حج کرنے والے کو سامانِ سفر فراہم کیا یا ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کی نگہبانی کی یا کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو اس کو بھی

ان ہی کی مثل اجر ملے گا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۴ 'السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۳۳۰ 'صحیح ابن حبان: ۴۶۲۰ 'سنن ترمذی: ۱۶۰۷ 'سنن ابن ماجہ: ۱۷۴۶)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں سامانِ سفر فراہم کیا' اس کو بھی اس کی مثل اجر ملے گا' اور جس نے کسی غازی کے گھر والوں کی نیکی کے ساتھ نگہبانی کی اور اس کے گھر والوں پر اپنا مال خرچ کیا' اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔

(المعجم الاوسط: ۷۸۷۹ 'مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ۔ اس حدیث کے تمام رجال حدیثِ صحیح کے رجال ہیں' یہ علامہ المنذری کی تحقیق ہے)

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی غازی کو سامانِ سفر فراہم کیا' اس کو اس کی مثل اجر ملے گا اور جس نے کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کی حفاظت کی' اس کو بھی اس کی مثل اجر ملے گا۔

(المعجم الاوسط: ۸۰۳۴ 'مکتبۃ المعارف' ریاض)

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں سامانِ سفر فراہم کیا' اسے بھی اس کی مثل اجر ملے گا اور جس نے کسی غازی کے گھر والوں کی اچھی طرح حفاظت کی' اسے بھی اس کی مثل اجر ملے گا۔

(المعجم الکبیر: ۵۲۳۴ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت)

٢٨٤٤ - حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِيْنَةِ غَيْرَ بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِ فَقِيْلَ لَهُ فَقَالَ إِنِّيْ أَرْحَمُهَا قُتِلَ أَخُوْهَا مَعِيْ.

(صحیح مسلم: ۲۴۵۵ 'الرقم المسلسل: ۶۲۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے میں سوائے حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر کے اور کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے مگر اپنی ازواج کے گھروں میں' آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ان پر مہربانی کرتا ہوں کیونکہ ان کا بھائی میرے ساتھ شہید ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ حضرت اُم سلیم کے بھائی کی شہادت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت اُم سلیم کے بھائی کے گھر والوں کا خیال رکھتے تھے اور ان کی خبر گیری کرتے تھے' اسی وجہ سے حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کی بھی خبر گیری کرتے تھے اور ان پر مہربانی فرماتے تھے۔

٣٩ - بَابُ التَّحَنُّطِ عِنْدَ الْقِتَالِ
قتال کے وقت خوشبو لگانا

اس باب کے عنوان میں "الحُنُوط" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ عطر جو متعدد عطروں سے ملا کر بنایا گیا ہو اور میت کے کفن پر وہ خوشبو لگائی جاتی ہے' سو اس خوشبو کو کفار سے قتال کے وقت استعمال کرنا جائز ہے اور اسی لیے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے۔

٢٨٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُوْسٰی بْنِ أَنَسٍ قَالَ وَذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَالَ أَتٰى أَنَسٌ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ وَقَدْ حَسَرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَهُوَ يَتَحَنَّطُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن انس' انہوں نے جنگِ یمامہ کے دن کا ذکر کیا' انہوں نے

فَقَالَ يَا عَمِّ مَا يَحْبِسُكَ اَنْ لَّا تَجِيءَ قَالَ الْآنَ يَا ابْنَ اَخِي وَجَعَلَ يَتَحَنَّطُ يَعْنِي مِنَ الْحُنُوطِ ثُمَّ جَاءَ فَجَلَسَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ اِنْكِشَافًا مِنَ النَّاسِ فَقَالَ هٰكَذَا عَنْ وُّجُوْهِنَا حَتّٰى نُضَارِبَ الْقَوْمَ مَا هٰكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَاعَوَّدْتُمْ اَقْرَانَكُمْ رَوَاهُ حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بتایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' اس حال میں کہ انہوں نے اپنی رانوں سے کپڑا کھولا ہوا تھا اور وہ خوشبو لگا رہے تھے' تو حضرت انس نے ان سے کہا: اے چچا! آپ کو جہاد میں شریک ہونے سے کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: اے بھتیجے! میں ابھی آتا ہوں! اور وہ (بدستور) خوشبو لگاتے رہے' پھر آئے' پس آ کر بیٹھ گئے' تو حضرت انس نے باتوں میں مسلمانوں کی کچھ کم ہمتی کا ذکر کیا تو حضرت ثابت بن قیس نے کہا: تم ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ تا کہ ہم دشمنوں پر حملہ کر سکیں' انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے (بلکہ صفِ اوّل اپنی جگہ سے نہیں ہٹتی تھی اور صفِ ثانی اس کی مدد کے لیے موجود رہتی تھی) تم نے اپنے حریفوں کو بُری عادت ڈال دی ہے (یعنی تم نے اپنے دشمن کی قوت سے مرعوب ہو کر اس سے فرار کو اختیار کیا ہے حتیٰ کہ وہ تمہاری پسپائی کا ارادہ کر رہے ہیں) (پھر حضرت ثابت قتال کرنے لگے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے)۔ اس حدیث کو حماد نے از ثابت از انس روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب' ابومحمد الحجبی البصری (۲) خالد بن الحارث الہُجَیمی (۳) ابن عون' یہ عبداللہ بن عون ہیں (۴) موسیٰ بن انس بن مالک (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (٦) حضرت ثابت بن قیس بن شماس الخزرجی خطیب الانصار' یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۹۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: اور وہ قتال سے پہلے خوشبو لگا رہے تھے۔ قتال سے پہلے خوشبو اس لیے لگائی جاتی ہے کہ اگر مجاہد میدانِ جنگ میں شہید ہو جائے اور چند دن تک اس کا جسم وہیں پڑا رہ جائے تو لوگوں کو اس سے بدبو نہ آئے' وہ اپنے جسم پر اچھی طرح مَل کر خوشبو لگا لیتا ہے تا کہ اس کا جسم بدبودار نہ ہو جائے۔ قدیم زمانے میں مصر میں لاشوں کو "حنوط" کیا جاتا تھا اور اس کے ساتھ کئی دوائیں بھی ملی جاتی تھیں' جس کی وجہ سے اس کا جسم ایک عرصے تک محفوظ رہتا تھا۔

الیمامہ کی وجہِ تسمیہ اور جنگِ یمامہ کا مختصر حال

علامہ بدرالدین عینی نے الحموی سے نقل کیا ہے کہ الیمامہ طائف سے دو مرحلے پر یمن کا ایک شہر ہے' یمامہ ایک نیلی آنکھوں والی لڑکی کا نام تھا' یہ لڑکی تین دن کی مسافت سے کسی سوار کو آتے ہوئے دیکھ لیتی تھی' اس شہر کا نام اس لڑکی کے نام پر پڑ گیا۔ الجاحظ نے ذکر کیا ہے کہ الیمامۃ' لقمان بن عاد کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی تھی۔

اس حدیث میں یمامہ کے دن کا ذکر ہے' اس دن میں مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کے اصحاب بنو حنیفہ کے درمیان سخت جنگ ہوئی تھی' یہ جنگ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۲ھ میں ہوئی تھی' یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا' اس جنگ میں چار سو پچاس حفاظِ

کرام شہید ہوئے اور صحابہ میں سے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' یہ مسلمانوں کے علم بردار تھے۔ بنوحنیفہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی اور مسلمانوں کا لشکر بھی کئی ہزار افراد پر مشتمل تھا' بنوحنیفہ کے لشکر سے تقریباً اکیس ہزار افراد مارے گئے اور ان ہی میں مسیلمہ کذاب بھی تھا' اس کو حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا' انہوں نے اسلام لانے سے پہلے اسلام کے بطل جلیل حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور اسلام لانے کے بعد انہوں نے ایک بڑے کافر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا' انہوں نے مسیلمہ کو نیزہ مارا تھا جو اس کے آر پار ہو گیا تھا' پھر حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار کا کاری وار کیا اور اسے جہنم رسید کر دیا۔

حضرت ثابت بن قیس کی جنگ یمامہ میں معرکہ آرائی' مسلمانوں کی پسپائی سے ان کا بَری ہونا..... اور خواب میں اپنی زرہ کے متعلق وصیت کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس اس حال میں آئے کہ ان کے بدن پر خوشبو لگی ہوئی تھی اور ان کا کفن منتشر ہو رہا تھا اور انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! ان مسلمانوں نے جو پسپائی اختیار کی ہے' میں اس سے بَری ہوتا ہوں' واقعہ یہ ہے کہ جنگ یمامہ سے پہلے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور وہ پیچھے ہٹنے لگے تھے' اس وقت حضرت ثابت بن قیس کی غیر ایمانی جوش میں آئی اور وہ تلوار لے کر کفار کی صفوں میں گھس گئے اور ان سے قتال کرتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے' حضرت ثابت بن قیس کے جسم پر ایک زرہ تھی' ان کی لاش کے پاس سے ایک مسلمان کا گزر ہوا اور اس نے وہ زرہ اتار لی' حضرت ثابت بن قیس کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور انہوں نے بتایا کہ فلاں شخص کے پاس میری زرہ ہے جو اس نے میرے جسم سے اٹھالی تھی' تم جا کر لشکر کے امیر کو یہ بتاؤ کہ فلاں شخص کے پاس میری زرہ ہے' اس کو اپنے قبضے میں لے لے اور اسے بیچ کر میرا قرض ادا کرو' سو ایسا ہی ہوا' اس خواب میں جو انہوں نے وصیت کی تھی اس پر عمل کیا گیا اور یہ واحد شخص ہیں جن کی خواب میں بتائی ہوئی وصیت پر عمل کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٩٧' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حضرت ثابت بن قیس بن الشماس کا مختصر تذکرہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب درج ذیل آیت نازل ہوئی:

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ (الحجرات: ٢)

اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور ان کے ساتھ زیادہ بلند آواز سے بات نہ کرو' ایک دوسرے کے ساتھ تمہارے بلند آواز سے باتیں کرنے کی طرح' (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہو○

حضرت ثابت بن قیس بن شماس بہت اونچی آواز سے بولتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے کہا: میں ہی وہ شخص ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولتا ہے' سو میرے عمل ضائع کر دیئے گئے اور میں دوزخی ہوں اور وہ اپنے گھر میں غمزدہ ہو کر بیٹھ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تلاش کیا تو بعض لوگ ان کے پاس گئے اور انہیں جا کر بتایا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاش کر رہے ہیں اور تم یہاں بیٹھے ہو تو انہوں نے کہا: میں اونچی آواز سے بولتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بھی اونچی آواز سے بولتا ہوں' سو میں اہلِ دوزخ سے ہوں۔ جب ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی تو آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ جنت سے ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: ہم ان کو اپنے سامنے چلتے ہوئے دیکھتے تھے اور ہمیں معلوم تھا کہ وہ اہلِ جنت

سے ہیں' پس جب جنگ یمامہ کا دن آیا اور ہم میں سے بعض مسلمان بنو حنیفہ کے لشکر کے دباؤ سے پیچھے ہٹ گئے تھے تو حضرت ثابت بن قیس آئے اور انہوں نے خوشبو لگا کے کفن پہنا اور انہوں نے پیچھے ہٹنے والے مسلمانوں کو ملامت کی اور کہا: تم نے اپنے حریفوں کے لیے بُری مثال چھوڑی' پھر انہوں نے بنو حنیفہ کے لشکر سے قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۹۹۔ ج ۱۹ ص ۳۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے:

جب حضرت ثابت بن قیس نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ میرے اعمال ضائع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلکہ تم صفاتِ محمودہ کے ساتھ زندہ رہو گے اور شہادت کی صورت میں مرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا' پس جنگ یمامہ کے دن وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شہید ہوئے' پھر ایک مسلمان نے ان کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے بتایا کہ جب میں قتل کیا گیا تو ایک مسلمان شخص نے میری زرہ اتار لی اور اس کو لشکر کے بہت پیچھے چھپا دیا اور اس نے زرہ کے اوپر ایک ہانڈی رکھ دی اور ہانڈی کے اوپر پالان رکھ دیا' تم امیر لشکر کے پاس جا کر یہ بتاؤ اور اس کو محض خواب سمجھ کر میری نصیحت کو ضائع نہ کر دینا' اور جب تم مدینے پہنچو تو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کو یہ بتانا اور یہ کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے اور اس زرہ کو بیچ کر میرا قرض ادا کر دیا جائے' فلاں فلاں غلام آزاد کر دیا جائے' اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی تو انہوں نے اس کی وصیت کو نافذ کر دیا اور ہمیں علم نہیں کہ کسی اور شخص کی موت کے بعد اس کی خواب میں بتائی ہوئی وصیت کو نافذ کر دیا ہو۔

(المستدرک: ۵۰۳۶۔ ج ۳ ص ۲۳۶' المکتبۃ العصریہ' ۱۴۲۰ھ)

٤٠ - بَابُ فَضْلِ الطَّلِيْعَةِ
دشمن کی خبر لانے والوں کی فضیلت

اس باب کے عنوان میں "الطلیعة" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: فوج کا وہ دستہ جس کو دشمن اور اس کے احوال کی اطلاع حاصل کرنے کے لیے بھیجا جائے' اس کی جمع "طلائع" ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ یہ جاسوسوں کی طرح ہوتے ہیں۔

(النہایۃ لابن الاثیر ج ۳ ص ۱۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

٢٨٤٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْاَحْزَابِ؟ قَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّاْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟ قَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَّحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ. [اطراف الحدیث: ۲۸۴۷۔ ۲۹۹۷۔ ۳۷۱۹۔ ۴۱۱۳۔ ۷۲۶۱]

(صحیح مسلم: ۲۴۱۵' الرقم المسلسل: ۶۱۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگ احزاب کے دن فرمایا: میرے پاس (بنو قریظہ کے) لوگوں کی خبر کون لے کر آئے گا؟ حضرت زبیر نے کہا: میں! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس (بنو قریظہ کے) لوگوں کی خبر کون لے کر آئے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! تب نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری (مددگار) ہوتے ہیں اور میرے مددگار زبیر ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کی جاسوسی کرنے کی پیش کش کی تو آپ نے ان کی فضیلت بیان فرمائی کہ وہ آپ کے حواری ہیں اور اس باب کا عنوان ہے: دشمن کی خبر لانے والوں کی فضیلت۔

حواری کا معنی اور اس کا بیان کہ بنوقریظہ کی جاسوسی حضرت زبیر نے کی تھی یا حضرت حذیفہ نے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''یوم الاحزاب'' کا ذکر ہے' اس سے مراد غزوۂ خندق کا دن ہے' اس دن کو یوم الاحزاب اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن کفار کی متعدد جماعتیں مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئی تھیں' اور احزاب کا معنی ہے: متعدد جماعتیں۔

نیز اس حدیث میں ''حواری'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: مخلصین اور مددگار' اس لفظ کی اصل ''تحویر'' ہے' جس کا معنی تبییض ہے' یعنی سفید کرنا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ دھوبی تھے اور کپڑے کو دھو کر صاف اور سفید کرتے تھے۔ اس حدیث میں بنوقریظہ کی جاسوسی کے لیے حضرت زبیر کا ذکر ہے اور مشہور یہ ہے کہ ان کی جاسوسی کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ گئے تھے۔

امام ابن اسحاق وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ آپ نے فرمایا: کون ایسا شخص ہے جو یہ دیکھ کر آئے کہ بنوقریظہ کیا کر رہے ہیں؟ پھر وہ واپس آئے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کروں گا کہ وہ اس کو جنت میں میرا رفیق بنا دے' تو خوف اور گھبراہٹ کی شدت اور سخت سردی کی وجہ سے کوئی بھی نہیں کھڑا ہوا' تب آپ نے فرمایا: اے حذیفہ! اٹھو! اور ان لوگوں میں گھس جاؤ اور آپ نے فرمایا: تم اٹھو! اللہ تعالیٰ تمہارے آگے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے تمہاری حفاظت فرمائے! حتیٰ کہ تم ہماری طرف لوٹ آؤ' پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے خوش ہو گئے اور ان کو کوئی مشکل پیش نہیں آئی اور حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے' تاہم یہ ممکن ہے کہ دونوں کی جاسوسی کے الگ الگ واقعات ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١ - بَابٌ هَلْ يُبْعَثُ الطَّلِيعَةُ وَحْدَهُ — کیا ایک شخص کو جاسوسی کے لیے بھیجا جا سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص کو بھی جاسوسی کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔

۲۸۴۷ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَالَ صَدَقَةُ اَظُنُّهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ. (اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بنوقریظہ کی خبر لانے کے لیے) لوگوں کو بلایا' (امام بخاری کے استاذ) صدقہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ غزوۂ خندق کا دن تھا' تو حضرت زبیر نے لبیک کہا' آپ نے پھر لوگوں کو بلایا تو حضرت زبیر نے لبیک کہا' آپ نے پھر لوگوں کو بلایا تو حضرت زبیر نے لبیک کہا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور بے شک میرے حواری حضرت زبیر بن العوام ہیں۔

''طلیعۃ'' کو حواری قرار دینے کی توجیہ

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ ہر چند کہ ''طلیعۃ'' جاسوس کو کہا جاتا ہے' لیکن ''طلیعۃ'' اس کا مستحق ہے کہ اس کو ناصر کہا جائے' کیونکہ رسول اللہ نے ''طلیعۃ'' کو حواری فرمایا اور ''طلیعہ'' کو حواری کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا:

مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ — اللہ کی طرف کون میرے مددگار بنیں گے؟ حواریوں نے کہا:

اَنْصَارُ اللّٰہِ. (آل عمران:٥٢) ہم اللہ کے دین کی طرف مددگار ہیں۔

جب حضرت عیسیٰ نے یہ کہا تو حواریوں کے سوا اور کسی نے جواب نہیں دیا تھا' اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا کہ میرے پاس ان لوگوں کی خبر کون لائے گا؟ تو حضرت زبیر کے سوا اور کسی نے جواب نہیں دیا' اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زبیر کو حضرت عیسیٰ کے حواریوں سے تشبیہ دی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام لوگوں کو قتال کی طرف بلائے کیونکہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی معین شخص کو حکم دیتے کہ تم جاؤ اور بنو قریظہ کے احوال کی خبر لے کر آؤ اور اس شخص پر واجب اور لازم ہوتا کہ وہ ان کی خبر لے کر آئے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کو بجالانا لازم اور واجب ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طریقے سے فرمایا کہ ان کی خبر لے کر آؤ' تاکہ جو شخص ان کی خبر لانے کے لیے اٹھے' اس کی شجاعت اور فضیلت ظاہر ہو۔

ایک آدمی کے سفر کرنے کی ممانعت کی حدیث سے حدیثِ مذکور کا تعارض اور اس کا جواب

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے' وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک سوار شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین آدمی تین سوار ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ٢٦٠٧' سنن ترمذی: ١٦٧٤' مسند احمد ج ٢ ص ٢١٤۔١٨٦' سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٥٧' المستدرک ج ٢ ص ١٠٢' مشکوٰۃ: ٣٢١٠' کنز العمال: ١٧٥١٥' تاریخ بغداد ج ٥ ص ٣٨٣)

ایک اور حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کی ان خرابیوں کا علم ہوتا' جن کا مجھے علم ہے تو کوئی مسافر رات کو اکیلا سفر نہ کرتا۔ (سنن ترمذی: ١٦٧٣' مسند احمد ج ٢ ص ٢٣)

بہ ظاہر پہلی حدیث کا یہ تقاضا ہے کہ ایک آدمی یا دو آدمی رات کو تنہا سفر نہ کریں اور تین آدمی رات کو سفر کر سکتے ہیں' لیکن پہلی حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور امام ترمذی نے دوسری حدیث کی سند کو اصل قرار دیا ہے۔

ان حدیثوں کی بناء پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حذیفہ کو رات میں تنہا سفر پر بھیجا اور ان حدیثوں میں تنہا سفر کرنے والے کو آپ نے شیطان قرار دیا ہے' سو صحیح بخاری کی روایت میں اور ان حدیثوں میں واضح تعارض ہے۔

علامہ المہلب نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس حدیث میں ایک سفر کرنے والے کو شیطان فرمایا ہے' وہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ سفر کرنے والا سفر میں کسی شخص سے مانوس نہ ہو اور اس کے لیے راستہ اجنبی ہو' گویا آپ نے اس کو اس پر برانگیختہ کیا کہ وہ کسی ساتھی کے ساتھ سفر کرے تاکہ اس کے لیے سفر آسان ہو' اگر کوئی دشواری پیش آئے تو اس کا ساتھی اس کی مدد کرے اور حضرت حذیفہ کے سفر کا معاملہ اس سے مختلف تھا' آپ نے ان کو قریش کی جاسوسی کے لیے بھیجا تھا' تاکہ معلوم ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے میں ان کے کیا عزائم ہیں اور اگر بغیر جاسوس بھیجے ان کے عزائم معلوم ہو جاتے تو اس میں زیادہ سلامتی تھی' لیکن آپ نے یہ چاہا کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص دین کی حمایت اور مسلمانوں کی منفعت میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر رات کو تنہا سفر کرے تو یہ جائز ہے اور شیطان کے مکر سے اللہ اس کا محافظ ہوگا' کیونکہ حدیث میں ہے کہ جب حضرت حذیفہ ان کے پڑاؤ میں پہنچے تو ابوسفیان نے مشرکین سے کہا: تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لے' تو حضرت حذیفہ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا: تم کون ہو؟ تو اس شخص نے یہ سمجھا کہ یہ بھی (یعنی حضرت حذیفہ) اُن ہی کا ساتھی ہے۔ (صحیح مسلم: ٤٦٤٠ ملخصاً) ابوسفیان کے حکم پر عمل کرنے کے لیے مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ تم کون

ہو؟ اگر حضرت حذیفہ کے ساتھ کوئی دوسرا ساتھی بھی ہوتا تو وہ اس تدبیر پر شاید عمل نہ کر سکتے اور یہ حضرت حذیفہ کو تنہا سفر پر بھیجنے کی بلیغ حکمت تھی' اور اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کی دلیل ہے' کیونکہ آپ کو علم تھا کہ حضرت حذیفہ کو تنہا بھیجنے کے بعد ان کے ساتھ کیا واقعات پیش آئیں گے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ٥٦-٥٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٤٢ - بَابُ سَفَرِ الْاِثْنَيْنِ — دو آدمیوں کا سفر کرنا

اس باب کے عنوان میں ''سفر الاثنین'' لکھا ہوا ہے۔ صحیح بخاری کے شارح علامہ داؤدی نے اس سے یہ سمجھا کہ یہاں پیر کے دن سفر کرنا مراد ہے اور پھر امام بخاری پر اعتراض کیا کہ اس باب کے تحت حدیث میں پیر کے دن سفر کرنے کا ذکر نہیں ہے' ان کا یہ اعتراض فاسد ہے' کیونکہ ''اثنین'' کے دو معنی ہیں' ایک معنی ہے: دو آدمی' اور اس حدیث کے سیاق وسباق سے یہ معنی متعین ہے کہ یہاں دو آدمیوں کے سفر کرنے کے جواز میں امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے' البتہ پیر کے دن سفر کرنے کا ذکر ایک اور حدیث میں ہے: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کے دن سفر کرنے کو پسند کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۵۰)

(نوٹ: علامہ عینی نے پیر کے دن کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ حدیث میں صرف جمعرات کا ذکر ہے۔ عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۰۱)

۲۸٤۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اِنْصَرَفْتُ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اَنَا وَصَاحِبٌ لِّيْ اَذِّنَا وَاَقِيْمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از ابی قلابہ از مالک بن الحویرث' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس سے لوٹا تو آپ نے ہم سے فرمایا' اس وقت میں تھا اور میرا ایک ساتھی تھا' آپ نے فرمایا: تم دونوں اذان دینا اور اقامت کہنا اور جو تم دونوں میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ حضرت مالک بن الحویرث اور ان کا ساتھی دونوں اٹھ کر سفر پر جا رہے تھے' سو اس میں دو آدمیوں کے سفر پر جانے کا ذکر ہے اور اس سے علامہ داؤدی کی غلطی واضح ہو جاتی ہے کہ اس باب کے عنوان میں ''اثنین'' سے مراد دو آدمی ہیں نہ کہ پیر کا دن' اس حدیث سے مستنبط باقی مسائل اور فوائد کا ذکر' صحیح البخاری: ٦٢٨ میں کیا جا چکا ہے۔

٤٣ - بَابُ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ — گھوڑوں کی پیشانیوں کے اوپر قیامت کے دن تک خیر اور برکت بندھی ہوئی ہے

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کی جو عبارت لکھی ہے' وہ بعینہٖ اس حدیث کی عبارت ہے۔

۲۸٤۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَيْلُ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.

[طرف الحدیث: ۳٦٤٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر اور برکت بندھی ہوئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۱، الرقم المسلسل: ۴۷۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۸۱۶۔ ج ۸ ص ۴۳۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مجاہدین کے گھوڑوں پر خیر و برکت کے بندھے ہوئے ہونے سے مراد خیر و برکت کا لزوم ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر اور برکت بندھی ہوئی ہے، یہ استعارہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ خیر اور برکت ان کی پیشانیوں کو لازم ہے، گویا کہ یہ ان کی پیشانیوں میں بندھی ہوئی ہے کیونکہ خیر اور برکت کوئی محسوس چیز نہیں ہے، جس کی گھوڑوں کی پیشانیوں پر گرہ لگائی جا سکے۔

اس حدیث میں ''نواصی'' کا لفظ ہے، یہ ''ناصیة'' کی جمع ہے اور ''ناصیة'' پیشانی کے ابتدائی حصے کو کہتے ہیں، جس پر سر کے بال لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں گھوڑوں کی پیشانیوں کا ذکر ہے، اس سے مراد تمام گھوڑے اور ہر قسم کے گھوڑے نہیں ہیں، بلکہ اس سے مراد صرف مجاہدین کے گھوڑے ہیں۔

گھوڑوں کی پیشانیوں میں جو خیر و برکت ہے، اس سے مراد دنیا کی خیر بھی ہے اور آخرت کی خیر بھی ہے، گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرنے سے جو مالِ غنیمت حاصل ہوتا ہے، وہ دنیا کی خیر ہے اور اس کی وجہ سے جو اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے، وہ آخرت کی خیر ہے۔

اس حدیث میں گھوڑوں کو اللہ کی راہ میں باندھنے کی فضیلت اور اس کی ترغیب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۸۵۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنٍ وَابْنِ اَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْجَعْدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ تَابَعَهُ مُسَدَّدٌ عَنْ هُشَيْمٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ. [اطراف الحدیث: ۲۸۵۲۔ ۳۱۱۹۔ ۳۶۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حصین وابن ابی السفر از شعبی از عروۃ بن الجعد از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں پر قیامت کے دن تک خیر بندھی ہوئی ہے، اور سلیمان نے کہا از شعبہ از عروۃ بن ابی الجعد، سلیمان کی متابعت مسدد نے کی ہے از ہشیم از حصین از شعبی از عروہ بن ابی الجعد۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۳، الرقم المسلسل: ۴۷۴۲، سنن ترمذی: ۱۶۹۴، سنن نسائی: ۳۵۷۲، سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۶۔ ۲۳۰۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر بن الحارث (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) حصین بن عبدالرحمٰن السلمی (۴) عبداللہ بن ابی السفر (۵) عامر الشعبی (۶) عروہ بن الجعد، ان کو عروہ بن ابی الجعد البارقی الازدی بھی کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۰۲)

۲۸۵۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَرَكَةُ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی التیاح از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

[طرف الحدیث: ٣٦٤٥] (صحیح مسلم: ١٨٧٤، الرقم المسلسل: ٧٤٧٤، سنن نسائی: ٣٥٧١، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٤٨١، سنن سعید بن منصور: ٢٤٢٧، مسند ابویعلیٰ: ٤١٧٣۔ ٤١٧٧، صحیح ابن حبان: ٤٦٧٠، سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٢٩، شرح السنۃ: ٢٦٤٣، مسند احمد ج ٣ ص ١١٤ طبع قدیم، مسند احمد: ١٢١٢٥۔ ج ١٩ ص ١٧٧، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کا اس حدیث سے تعارض جس میں تصریح ہے کہ گھوڑوں میں نحوست ہے اور اس کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے اور اس کا اس حدیث سے تعارض ہے، جس میں مذکور ہے کہ گھوڑوں میں نحوست ہے۔ (صحیح البخاری: ٢٨٥٨) اس کا جواب یہ ہے کہ ان گھوڑوں میں نحوست ہے جن کو جہاد کے لیے نہ باندھا گیا ہو بلکہ ان کو فخر اور تکبر کے لیے باندھا گیا ہو، اور خیر اور برکت ان گھوڑوں میں ہے، جن کو جہاد کے لیے باندھا گیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٠٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٤٤ - بَابُ الْجِهَادِ مَاضٍ مَعَ الْبِرِّ وَالْفَاجِرِ — جہاد جاری رہے گا خواہ حاکم نیک ہو یا بد

اس باب میں جہاد کے قیامت تک جاری رہنے کا بیان ہے خواہ حاکم نیک ہو یا بد، اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر ہر امیر کی اقتداء میں جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو، اور تم پر ہر مسلمان کی اقتداء میں نماز پڑھنا واجب ہے، خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو اور خواہ وہ گناہ کبیرہ کرتا ہو، اور تم پر ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو اور خواہ وہ گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ٢٥٣٣)

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر بندھی ہوئی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث، صحیح البخاری: ٢٨٤٩ میں مذکور ہے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ جب قیامت تک مجاہدین کے گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت بندھی ہوئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک جہاد ہوتا رہے گا، اور یہ بات معلوم ہے کہ آپ کی امت میں ظالم حکام بھی ہوں گے جو عدل نہیں کریں گے اور مالِ غنیمت کو جمع کریں گے، اس کے باوجود ان کی قیادت میں جہاد کو واجب قرار دیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ہر نیک اور بد کی اقتداء میں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

٢٨٥٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ الْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء نے حدیث بیان کی از عامر، انہوں نے بیان کیا: ہمیں عروۃ البارقی نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر بندھی ہوئی ہے اور اجر اور مالِ غنیمت (ان کو) لازم ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٨٥٠ میں مذکور ہے۔ اس حدیث کی سند میں عروۃ البارقی مذکور ہے۔ البارقی میں بارق کی طرف نسبت ہے، یہ یمن کا ایک پہاڑ ہے اور علامہ رشاطی نے کہا: یہ زیبارق کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ ہے۔

اور اس حدیث میں جہاد کے لیے گھوڑے پالنے اور رکھنے کی ترغیب ہے، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کبھی منقطع نہیں ہو گا۔

٤٥ - بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑے کو تیار رکھا

اس باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے گھوڑے کو اس نیت سے تیار رکھا کہ ہوسکتا ہے اسے اسلام کی سرحد کی حفاظت کے لیے جہاد کی ضرورت پیش آئے تو اس کے پاس گھوڑا موجود اور تیار ہو۔

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ (الانفال: ٦٠).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گھوڑوں کو تیار رکھنے میں۔ (الانفال:٦٠)

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ. (الانفال:٦٠)

اور اے مسلمانو! تم اپنی استطاعت کے مطابق اپنے (ہتھیاروں) کی قوت کو اور باندھے ہوئے گھوڑوں کو ان کے لیے تیار رکھو، جن سے تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھو۔

٢٨٥٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدًا الْمَقْبُرِيَّ يُحَدِّثُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبَعَهٗ وَرِيَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِيْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں طلحہ بن ابی سعید نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے سعید مقبری سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کے ساتھ اللہ کی راہ میں گھوڑے کو تیار رکھا تو اس گھوڑے کا وہ چارہ جس کو وہ سیر ہو کر کھائے اور وہ پانی جس کو وہ سیر ہو کر پیے اور اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس کے میزان میں وزن کیا جائے گا۔

جہاد کے لیے گھوڑا تیار رکھنے کے سلسلہ میں آٹھ مباحث

علامہ ابومحمد ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ٦٩٩ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کے ساتھ اللہ کی راہ میں گھوڑے کو تیار رکھا اور اس کو پالا پوسا تو وہ گھوڑا جو کچھ بھی کھائے اور جہاں بھی جائے تو وہ اس شخص کی نیکیاں اور اس کے اُجور ہوں گے۔ یہاں چند مباحث غور طلب ہیں۔

مبحث اوّل: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو گھوڑوں کو تیار رکھنے کا ذکر فرمایا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ گھوڑے کو دشمنانِ اسلام سے جہاد کے لیے تیار رکھے، اس کے علاوہ اس کی اور کوئی نیت نہ ہو، اس کا معنی یہ ہے کہ گھوڑا اسبابِ زینت میں سے ہے اور انسان کے دل میں گھوڑے پر سوار ہونے کی محبت ہوتی ہے اور وہ اپنے گھوڑے کی وجہ سے دوسرے انسانوں پر فخر کرتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اس گھوڑے کو صرف جہاد کے لیے تیار رکھے اور کسی اور غرض کا اس کے دل میں شائبہ نہ ہو۔

مبحثِ ثانی: اس حدیث میں نبی ﷺ نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اس کا یہ یقین ہو کہ اللہ ہی اس کی عبادت کا مستحق ہے اور اس کا یہ فعل صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہے' اور اس کے وعدے کی تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے احسانات اور نیک افعال پر اجر عطا فرمانے کے متعلق جو کچھ سنا ہے' اس کے متعلق اسے کوئی شک نہ ہو۔

مبحثِ ثالث: آپ نے فرمایا: اس کا گھوڑا سیر ہو کر جو کچھ کھائے گا اور پئے گا اور اس کی لید اور پیشاب کو قیامت کے دن اس کے میزان میں وزن کیا جائے گا' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں قیامت کے دن اس کی میزان میں اس کی نیکیاں ہوں گی' اسی طرح دوسری حدیث میں ہے کہ اگر وہ گھوڑا ایک بلندی یا دو بلندیوں پر چڑھے تو اس کو بھی قیامت کے دن میزان میں وزن کیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل اور اس کی شفقت ہے۔

مبحثِ رابع: معتزلہ میزان کا اور اس میں وزن کرنے کا انکار کرتے ہیں اور اس حدیث میں میزان کے تحقق اور اس کے وجود کی دلیل ہے اور قیامت کے دن میزان موجود ہوگی اور اس میں وزن کیا جاتا ہوا دکھائی دے گا' کیونکہ نبی ﷺ کا خطاب اسی صورت پر محمول کیا جائے گا جو یہاں دنیا میں معروف اور مروج ہے لیکن یہاں پر ایک فرق ہے۔ دنیا میں بھاری پلّہ نیچے جھکتا ہے اور ہلکا پلّہ اوپر ہوتا ہے اور قیامت کے دن وزن اس کے برعکس ہوگا' جو پلّہ بھاری ہوگا وہ اوپر ہوگا اور جو پلّہ ہلکا ہوگا وہ نیچے ہوگا۔

مبحثِ خامس: اس حدیث میں اہل سنت کے اس قول کی دلیل ہے کہ قیامت کے دن نیکیوں کا وجود ہوگا اور نیکیاں جواہرِ محسوسات ہوں گی' کیونکہ نبی ﷺ نے نیکیوں کا ذکر فرمایا ہے' لیکن وہاں پر نیکیوں کا ثقل اور ان کا رجحان صرف حُسنِ نیت کے اعتبار سے ہوگا' اور نبی ﷺ نے ایک اور حدیث میں اس پر اضافہ فرمایا' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا اجر اس کی نیت کے اعتبار سے عطا فرمائے گا۔

مبحثِ سادس: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن نیکیوں کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' وہ باقی رہیں گی یعنی فناء نہیں ہوں گی اور بعض نیکیاں ایسی ہوں گی جو رد کر دی جائیں گی اور قبول نہیں ہوں گی اور بعض نیکیاں ایسی ہوں گی جو ان مظلوموں کو دے دی جائیں گی' جن کے حقوق ان نیکیوں والوں کے ذمے تھے اور انہوں نے حقوق ادا نہیں کیے۔

مبحثِ سابع: اس حدیث میں صرف گھوڑے کا ذکر ہے' اس لیے یہاں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آیا دوسری چیزیں جو نیک کام میں گھوڑے کے مشابہ ہوں آیا ان کا بھی وہی حکم ہے یا نہیں؟

مبحثِ ثامن: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں: دنیوی اور اخروی' اور ان میں فرق نیت سے ہوتا ہے' کبھی کوئی چیز دنیا کے لیے ہوتی ہے اور نیت کی وجہ سے وہ چیز آخرت کی طرف راجع ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی چیز آخرت کے لیے ہوتی ہے اور نیت کی وجہ سے وہ چیز دنیا کی طرف راجع ہو جاتی ہے' بنا بریں گھوڑا دنیا کے لیے ہوتا ہے کیونکہ گھوڑے کی وجہ سے اس کے مالک کی دنیا میں عزت ہوتی ہے اور زینت ہوتی ہے اور وہ مختلف مہمات میں اس کے کام آتا ہے' لیکن جب وہ اس گھوڑے میں اخلاص کے ساتھ جہاد کی نیت کر لے تو وہ آخرت کی طرف راجع ہو جاتا ہے' اور اس میں اس کو وہ ثواب ملتا ہے جس کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' اسی طرح جو شخص علمِ دین کو حاصل کرتا ہے' اگر اس کا مقصد شہرت اور دنیا میں اپنی عزت افزائی ہو تو اسے اس کا آخرت میں اجر نہیں ملے گا بلکہ عذاب ہوگا' اور نبی ﷺ نے ایک اور حدیث میں اسی طرف اشارہ کیا ہے' آپ نے فرمایا: جس نے ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف کی' سو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت ایسی دنیا کی طرف ہو جس کو وہ پائے یا ایسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرلے' پس اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے یعنی اس کی

نیت کی ہے اور تمام اعمال اسی طریقے پر ہیں اور محققین نے کہا ہے کہ جو فعل مباح ہو وہ بھی حسن نیت کی وجہ سے مستحب ہو جاتا ہے مثلاً کھانا' پینا' سونا' جاگنا باتیں کرنا' بیوی سے دل بہلانا' یہ سب کام مباح ہیں لیکن اگر انسان ان کاموں میں یہ نیت کرلے کہ یہ کام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہیں یا ان کاموں سے عبادت میں تقویت حاصل ہوتی ہے تو یہ کام بھی مستحب ہیں۔

(بہجۃ النفوس شرح مختصر صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱۸۔۱۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

نوٹ: علامہ ابن ابی جمرہ متوفی ۶۹۹ ھ کی یہ کتاب ''بہجۃ النفوس'' بہت عرصے سے نایاب تھی' مجھے یہ کتاب میرے مخلص دوست حکیم عظمت اللہ زید حُبّہ نے سید سجاد حیدر صاحب سے لے کر ارسال کی' اس کتاب کے چار اجزاء ہیں' اب تک میری شرح اس کتاب کے تیسرے جز کے صفحہ ۱۱۶ تک ہو چکی ہے' اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے' اسی طرح میرے ایک مخلص دوست پروفیسر سمیع اللہ زید علمہٗ وحبہٗ نے مجھے بخاری کی ایک اور شرح ''عون الباری'' ارسال کی تھی' اللہ تعالیٰ ان کے علم وفضل میں اور دنیا و آخرت میں برکتیں اور سعادتیں عطا فرمائے۔

٤٦ - بَابُ اِسْمِ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ گھوڑے اور گدھے کا نام رکھنا

ہر چند کہ اس عنوان میں صرف گھوڑے اور گدھے کا ذکر ہے لیکن ان کے علاوہ دوسرے جانوروں کا مخصوص نام رکھنا بھی جائز ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چوبیس گھوڑے تھے اور ان میں سے ہر ایک کا مخصوص نام تھا' مثلاً السکب' المرتجز اور اللحیف' اور آپ کا ایک گدھا تھا' اس کا نام یعفور تھا اور آپ کا ایک خچر تھا اس کا نام دلدل تھا اور آپ کی بہت دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں' ان کا نام الحناء اور السمراء تھا' اور آپ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام القصویٰ تھا اور دوسری اونٹنی تھی' اس کا نام العضباء تھا اور آپ کی سات بکریاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک کا مخصوص نام تھا اور آپ کی ایک بکری عیشہ کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۶)

٢٨٥٤ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَخَلَّفَ اَبُوْ قَتَادَةَ مَعَ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاَوْا حِمَارًا وَّحْشِيًّا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ فَلَمَّا رَاَوْهُ تَرَكُوْهُ حَتّٰى رَاٰهُ اَبُوْ قَتَادَةَ فَرَكِبَ فَرَسًا لَّهٗ يُقَالُ لَهُ الْجَرَادَةُ فَسَاَلَهُمْ اَنْ يُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَتَنَاوَلَهٗ فَحَمَلَ فَعَقَرَهٗ ثُمَّ اَكَلَ فَاَكَلُوْا فَقَدِمُوْا فَلَمَّا اَدْرَكُوْهُ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ قَالَ مَعَنَا رِجْلُهٗ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والدِ خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے' پھر حضرت ابوقتادہ اپنے بعض اصحاب کے ساتھ پیچھے رہ گئے اور وہ سب مُحرِم تھے اور حضرت ابوقتادہ غیر مُحرِم تھے' پس ان سب نے حضرت ابوقتادہ کے دیکھنے سے پہلے ایک جنگلی گدھا دیکھا' پھر جب ان سب نے دیکھ لیا تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس جنگلی گدھے کو حضرت ابوقتادہ نے بھی دیکھ لیا' وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے' جس کو الجرادہ کہا جاتا تھا' حضرت ابوقتادہ نے ان سے کہا کہ وہ ان کا چابک اٹھا کر دے دیں' انہوں نے انکار کیا' پھر انہوں نے خود چابک اٹھا لیا اور جنگلی گدھے کو زخمی کر دیا' پھر انہوں نے اس کو کھایا اور ان کے ساتھیوں نے بھی کھایا' پھر وہ آگے چلے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالیا' آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس جنگلی گدھے کے شکار کی کوئی چیز ہے؟ حضرت

ابوقتادہ نے کہا: ہمارے پاس ایک ٹانگ ہے' تو نبی ﷺ نے اس کو کھالیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۱ میں گزرچکی ہے' امام بخاری کا اس روایت کو یہاں لانے سے یہ مقصد ہے کہ گھوڑے کا نام رکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابوقتادہ کے گھوڑے کا نام جرادۃ تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کے گھوڑے کا نام الحزوۃ تھا' لیکن صحیح وہی نام ہے جو یہاں اس حدیث میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۰)

٢٨٥٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اُبَيُّ ابْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطِنَا فَرَسٌ يُّقَالُ لَهُ اللُّحَيْفُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ، اَللُّخَيْفُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اُبی بن عباس بن سہل نے حدیث بیان کی از والدِ خود از جدِ خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے باغ میں نبی ﷺ کا ایک گھوڑا تھا' جس کو اللُّحیف کہا جاتا تھا۔ امام ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اللُّخیف کہا ہے (''اللّخیف'' گھوڑے کا نام)۔

اپنے جانوروں اور دیگر چیزوں کے نام رکھنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کی ملکیت میں جو چیزیں تھیں' آپ ان کا مخصوص نام رکھتے تھے اور جن کاموں سے آپ نے منع نہیں فرمایا اور ان کاموں کو آپ نے کیا ہے' ان میں آپ کی اقتداء کرنا مستحسن ہے' پس صحیح یہ ہے کہ جس شخص پر اللہ نے انعام کیا ہو اور غلام عطاء کیے ہوں اور چوپائے عطا کیے ہوں اور پرندے عطا کیے ہوں اور چیزیں عطاء کی ہوں تو اس کو چاہیے کہ ان چیزوں کے مخصوص نام رکھے جس طرح نبی ﷺ نے اُن چیزوں کے مخصوص نام رکھے تا کہ وہ چیزیں دوسری چیزوں سے ممتاز ہوں۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

٢٨٥٦ - حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ سَمِعَ يَحْيَى بْنَ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ مُّعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ يُّقَالُ لَهٗ عُفَيْرٌ فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِيْ حَقَّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے یحییٰ بن آدم سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پیچھے دراز گوش (گدھے) پر سوار تھا' جس کو عُفیر کہا جاتا تھا' آپ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والا ہے' آپ نے فرمایا: پس بے شک اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے' (اُس کے کرم سے) کہ وہ اس

شخص کو بالکل عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا' پس میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ دے دوں! آپ نے فرمایا: ان کو خوش خبری نہ دو' ورنہ وہ اسی پر تکیہ کر لیں گے (اور نیک عمل نہیں کریں گے)۔

[اطراف الحدیث: ۵۹۶۸-۶۲۶۸-۶۵۰۰-۷۳۷۳]
(صحیح مسلم: ۳۰' الرقم المسلسل: ۵۱' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۹)

علامہ عبداللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ۶۹۹ھ نے اس حدیث کے حسب ذیل پندرہ فوائد ذکر کیے ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور آپ کا حسن خلق

اس حدیث میں آپ کی تواضع اور آپ کے حسن خلق پر اس طرح دلیل ہے کہ آپ اور ایک دوسرا شخص ایک سواری پر سوار ہوتے تھے۔

(۲) جب سواری میں طاقت ہو تو اس پر دو آدمیوں کا سوار ہونا

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب سواری میں طاقت ہو تو اس پر دو آدمیوں کا سوار ہونا جائز ہے۔

(۳) سواری کا مالک اس سواری پر آگے بیٹھنے کا مستحق ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سواری کا مالک اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کا مستحق ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سواری کے مالک تھے اور آپ اس سواری پر آگے بیٹھے تھے۔

(۴) اپنے جانور کا مخصوص نام رکھنا

اس حدیث میں اپنے جانور کا مخصوص نام رکھنے کی دلیل ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سواری کا نام عفیر رکھا گیا تھا' اسی طرح آپ کی اونٹنی کا نام عضباء رکھا گیا تھا۔

(۵) کنیت کی بجائے نام سے پکارنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکارا: یا معاذ! اس میں یہ دلیل ہے کہ کنیت کو ترک کر کے نام سے پکارنا افضل ہے' اور بیٹے کے نام کی طرف اضافت کر کے کنیت رکھنا جائز ہے کیونکہ عرب اس طرح کنیت رکھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب رکھی' البتہ ایسے نام رکھنا ممنوع ہیں' جن سے اپنے نفس کی تعریف اور تحسین کی گئی ہو کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت جویریہ کا نام پہلے برّہ تھا' یعنی نیک کام کرنے والی تو آپ نے ان کا نام تبدیل کر کے جویریہ رکھ دیا اور فرمایا: تم خودستائی نہ کرو اور اپنی تعریف اور تحسین نہ کرو۔ اور اگر اس طرح کے ناموں کے ساتھ کنیت رکھنی جائز ہوتی تو سلف صالحین ان ناموں کے ساتھ کنیت رکھتے کیونکہ وہ ہدایت کے آفتاب اور اندھیروں کے چراغ تھے۔

(۶) سواری پر باتیں کرنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے سواری پر باتیں کیں' اس سے سواری پر باتیں کرنے کا جواز معلوم ہوا۔

(۷) پس پشت باتیں کرنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ سامنے کی طرف تھا اور آپ کی پشت حضرت معاذ کی طرف تھی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص سے اس حالت میں کلام کرنا جائز ہے جب اس کا چہرہ کلام کرنے والے کے بالمقابل نہ ہو' اس کی وجہ سواری کی حالت میں کلام کرنا ہے۔

(۸) متعلم سے سوال کرنے کا جواز جب کہ متعلم کے نہ جاننے کا علم ہو

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت معاذ سے سوال کیا' حالانکہ آپ کو علم تھا کہ جس چیز کا آپ نے سوال کیا ہے اس کا حضرت معاذ کو بالکل علم نہیں ہے کیونکہ آپ نے سوال کیا تھا: اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں پر اللہ پر کیا حق ہے؟ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی شخص سے اس چیز کے متعلق سوال کیا جائے' جس کا اسے علم نہ ہو تو پھر وہ اس کے جواب کا مشتاق اور منتظر ہوگا' پھر وہ جواب اس کے ذہن میں قائم رہے گا۔

(۹) اس جواب کی حکمتیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت معاذ سے مذکور سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والا ہے' اسی طرح صحابہ نے جواب دیا تھا' جب آپ نے ان سے پوچھا تھا: یہ کون سا شہر ہے؟ اس جواب کی ایک حکمت یہ ہے کہ یہ ادب کے موافق ہے' دوسری حکمت یہ ہے کہ وہ آپ سے جواب سن کر سننے کا شرف اور برکت حاصل کرنا چاہتے تھے' تیسری حکمت یہ ہے کہ وہ آپ کے علم کے سامنے اپنے علم کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے۔

(۱۰) اللہ کے حق اور بندوں کے حق کا فرق

آپ نے بتایا کہ اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ شرک نہ کریں اور اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جب بندے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں تو وہ ان کو بالکل عذاب نہ دے' یہ حق فی نفسہٖ واجب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کو اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔

(۱۱) جہالت سے حق ساقط نہیں ہوتا

اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں' اگر بندوں کو اس کے حق کا پتا نہ ہو' تب بھی اللہ کی عبادت ان سے ساقط نہیں ہوگی۔

(۱۲) بغیر دلیل کے اللہ پر ایمان لانا واجب ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بتایا کہ اللہ کا بندوں پر حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور یہ نہیں فرمایا کہ پہلے وہ غور و فکر کر کے اللہ کے وجود اور اس کے واحد ہونے کا علم حاصل کریں' پھر اس پر ایمان لائیں' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر دلیل کے اللہ پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۱۳) جس حدیث کی فہم مشکل ہو' وہ صرف ان کو سنائی جائے جو اس کے اہل ہوں

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت معاذ کو یہ بتایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کریں گے' اللہ تعالیٰ ان کو بالکل عذاب نہیں دے گا اور دوسرے لوگوں کو یہ حدیث سنانے سے منع کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث کی فہم مشکل ہو' وہ صرف ان کو سنائی جائے جو اس کے اہل ہوں' اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کے سامنے صرف وہ حدیث بیان کرو جس کو وہ سمجھتے ہوں' کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے! (صحیح البخاری۔ کتاب العلم۔ باب:٤٩)

(١٤) اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرنا

حضرت معاذ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب میں کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جواب کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دینا چاہیے اور ان کے سامنے اپنی علمیت نہیں بیان کرنی چاہیے' بلکہ ان کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرنا چاہیے۔

(١٥) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب کی حکمتیں

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سوال کے جواب میں خود ہی فرمایا کہ اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جب بندے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں تو وہ ان کو بالکل عذاب نہ دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(١) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر شاگرد کے سوال کرنے سے پہلے استاذ اس کو مسئلہ بتا دے تو بہت اچھا ہے کیونکہ حضرت معاذ کے سوال کرنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتا دیا کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے اور میں کہتا ہوں: اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائل کے مانگنے سے پہلے اس کو عطا کر دیتے ہیں' جیسے آپ نے ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ کو ان کے مانگنے سے پہلے دودھ کا پیالہ عطا فرما دیا۔ (صحیح البخاری: ٦٤٥٢)

(٢) اس حدیث میں دلیل ہے کہ راستے میں سواریوں پر بھی عمل کی ترغیب دینا جائز ہے۔

(٣) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں تو اس میں اعمال کی طرف اشارہ کیا اور جب یہ فرمایا کہ وہ اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں تو اس میں آپ نے عقیدہ کی طرف اشارہ کیا۔

(٤) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحیح عقیدہ اور اعمال پر دوام دونوں ضروری ہیں' اگر صرف عقیدہ صحیح ہو اور اعمال نہ ہوں' تب بھی نجات مشکل ہے اور اگر دائمی عمل ہو اور عقیدہ صحیح نہ ہو' تب بھی نجات نہیں ہو سکتی۔

(٥) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو یہ بشارت دینے سے اس لیے منع فرمایا کہ کہیں لوگ اس بشارت پر توکل کر کے نہ بیٹھ جائیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ یہاں جاننا چاہیے کہ توکل کی دو قسمیں ہیں' ایک توکلِ لغوی ہے' جس میں انسان عمل نہ کرے اور کسی چیز کے حصول کے اسباب کو حاصل کیے بغیر اس چیز کے حصول کی اُمید رکھے اور اس حدیث میں آپ نے جس توکل سے منع فرمایا ہے وہ یہی توکلِ لغوی ہے' اور دوسرا توکلِ شرعی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرے اور تمام ان ممنوعہ کاموں سے اجتناب کرے جن سے اس نے منع کیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی اُمید رکھے۔

(بہجۃ النفوس شرح مختصر صحیح البخاری جز ٣ ص ١٢٢۔ ١١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

٢٨٥٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لَنَا يُقَالُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مدینہ

لَهُ مَنْدُوبٌ فَقَالَ مَارَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَّإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

میں (کسی وجہ سے) خوف اور گھبراہٹ پھیل گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے ایک گھوڑا عاریۃً لیا' جس کو مَندوب کہا جاتا تھا' پس آپ نے فرمایا: ہم نے کوئی دہشت (کی وجہ) نہیں دیکھی' پھر آپ نے فرمایا: بے شک ہم نے اس گھوڑے کو ضرور سمندر (کی طرح تیز رو) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت انس کے گھوڑے کا نام مندوب تھا اور یہی اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے کی وجہ ہے۔

٤٧ - بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ شُؤْمِ الْفَرَسِ گھوڑے کی نحوست کے متعلق جو کہا جاتا ہے

اس باب کے عنوان میں ''شؤم'' کا ذکر ہے' ''شؤم'' کا معنی ہے: نحوست' یعنی بے برکتی۔ اس جگہ یہ بحث ہے کہ آیا اس عنوان میں تمام گھوڑوں کی نحوست مراد ہے یا بعض گھوڑوں کی۔

۲۸۵۸ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ وَالدَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نحوست صرف تین چیزوں میں ہے: گھوڑے' عورت اور گھر میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۹۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گھوڑے کی نحوست کا ذکر ہے۔

تین چیزوں میں نحوست کے ارشاد کا بدفالی کی مذمت کی احادیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں فرمایا کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہے' حالانکہ بدفالی نکالنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بدفالی نکالنا شرک ہے اور ہم میں سے ہر شخص بدفالی نکالتا ہے لیکن اللہ توکل کے سبب سے بدفالی ختم کر دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۱۰' سنن ترمذی: ۱۶۱۴' سنن ابن ماجہ: ۳۵۳۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ کوئی مرض (خود بخود) متعدی ہوتا ہے اور نہ کوئی بدفالی ہے اور میں نیک فال کو پسند کرتا ہوں' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! نیک فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھی بات (یعنی کسی بات سے اچھا مطلب نکالنا)۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۱۶' سنن ترمذی: ۱۶۱۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۸)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ واقع میں ان تین چیزوں میں نحوست ہے' بلکہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ جاہلیت کی حکایت کی ہے کہ وہ ان تین چیزوں میں نحوست سمجھتے تھے اور شرعی احکام کے لحاظ سے کسی چیز میں نحوست نہیں ہے جیسا کہ مذکور الصدر احادیث میں اس کی تصریح ہے۔

دوسرا جواب: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی اور جب ان میں نحوست

نہیں ہے تو کسی چیز میں نحوست نہیں ہے اور ان تین چیزوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان تین چیزوں کے ساتھ انسان کا اکثر یا ہمیشہ واسطہ رہتا ہے کیونکہ کہیں آنے جانے کے لیے اس کو گھوڑے کی ضرورت پڑتی ہے' رہائش کے لیے مکان کے سوا کوئی چارہ نہیں اور گھر بسانے اور اپنی نسل بڑھانے کے لیے بیوی کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ اکھڑ اور سرکش ہو اور اپنی پیٹھ سے سوار کو گرا دیتا ہو' اور مکان کی نحوست یہ ہے کہ وہ مسجد سے دور ہو' اس میں اذان کی آواز نہ آتی ہو یا وہ مکان رہنے کے لیے تنگ ہو' اور بیوی کی نحوست یہ ہے کہ وہ بدخُلق اور بدمزاج ہو یا وہ بانجھ ہو اور اس سے اولاد نہ ہو۔

٢٨٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَلسَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسْکَنِ. [طرف الحدیث:٥٠٩٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی حازم بن دینار از حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں (نحوست) ہے تو وہ عورت' گھوڑے اور گھر میں ہے۔

٤٨ - بَابُ الْخَیْلِ لِثَلَاثَةٍ

گھوڑوں کی تین قسمیں

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَزِیْنَةً﴾ (النحل:٨).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تاکہ تم ان پر سواری کرو (اور وہ تمہاری) زینت ہوں۔ (النحل:٨)

٢٨٦٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْ صَالِحِ اَلسَّمَّانِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَیْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ اَجْرٌ وَّلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّعَلٰی رَجُلٍ وِّزْرٌ فَاَمَّا الَّذِیْ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاَطَالَ فِیْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ فَمَا اَصَابَتْ فِیْ طِیَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ کَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٍ وَّلَوْ اَنَّهَا قَطَعَتْ طِیَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَیْنِ کَانَتْ اَرْوَاثُهَا وَاٰثَارُهَا حَسَنَاتٍ لَّهٗ وَلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ یُرِدْ اَنْ یَّسْقِیَهَا کَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَّهٗ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَّرِئَاءً وَّنِوَاءً لِّاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِیَ وِزْرٌ عَلٰی ذٰلِكَ وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَیَّ فِیْهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاٰیَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں: (ایک گھوڑا) مرد کے لیے اجر ہے' (ایک گھوڑا) مرد کے لیے ستر ہے اور (ایک گھوڑا) مرد کے لیے گناہ ہے' سو رہا وہ گھوڑا جو آدمی کے لیے اجر ہے' یہ وہ گھوڑا ہے کہ جس کو آدمی نے اللہ کی راہ میں باندھ کر رکھا' پس اس کی رسّی گھاس کے قطعہ میں یا باغ میں لمبی رکھی ہے' پس وہ گھوڑا گھاس کے قطعہ سے یا باغ سے لمبی رسّی ہونے کی وجہ سے (وہاں جا کر جو کچھ کھائے گا) تو وہ اس شخص کی نیکیاں ہوں گی' اور اگر اس گھوڑے نے اس کی رسّی کی لمبائی کاٹ دی' پھر وہ ایک بلند جگہ پر یا دو بلند جگہوں پر چڑھا اور اس نے وہاں لید کی تو اس کا وہاں چڑھنا اور لید کرنا بھی اس شخص کی نیکیاں ہوں گی اور اگر وہ گھوڑا کسی دریا کے پاس سے گزرا اور اس نے اس سے پانی پیا اور اس کے مالک نے اس کو پانی پلانے کا ارادہ

يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ (الزلزال:٧-٨).

نہیں کیا تھا' (تب بھی) یہ اس شخص کی نیکیاں ہوں گی (یعنی وہ گھوڑا جتنا پانی پیئے گا اتنی ہی وہ اس کے مالک کی نیکیاں شمار ہوں گی) اور جس مرد نے اپنے گھوڑے کو فخر اور دکھاوے اور مسلمانوں کی دشمنی کے لیے باندھ کر رکھا تو یہ گھوڑا اس کے لیے گناہ کا باعث ہے اور رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کے متعلق مجھ پر کوئی (خصوصی) آیت نازل نہیں ہوئی' سوائے اس جامع اور منفرد آیت کے: پس جس نے ایک ذرّہ کے برابر نیکی کی' وہ اس کی (جزاء) دیکھے گا ۝ اور جس نے کوئی ایک ذرّہ کے برابر بُرائی کی تو وہ اس کی (سزا) دیکھے گا ۝ (الزلزال:٨-٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٧١ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض مشکل الفاظ کے معانی پھر ذکر کیے جا رہے ہیں:

اس حدیث میں ''مرج'' کا لفظ ہے' اس کا اطلاق گھاس کے قطعہ پر ہوتا ہے' اور ''روضہ'' کا لفظ ہے' اس کا اکثر اطلاق بلند جگہ پر ہوتا ہے' اور ''روضہ'' اس جگہ کو بھی کہتے ہیں جہاں پانی ہو' اور ''روضہ'' باغ کو بھی کہتے ہیں' اور اس حدیث میں ''طیل'' کا لفظ ہے اس کا معنی رسّی ہے' اور اس میں ''فَاسْتَنَّتْ'' کا لفظ ہے' یہ ''استنان'' سے ماخوذ ہے' اور اس میں ''نواء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دشمنی۔

٤٩ - بَابُ مَنْ ضَرَبَ دَابَّةَ غَيْرِهٖ فِي الْغَزْوِ

جس نے دوسرے کی سواری کو جہاد میں مارا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے سفرِ جہاد میں دوسرے کی سواری کو تیز چلانے کے لیے لکڑی سے مارا تو یہ عمل جائز ہے' کیونکہ درج ذیل حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر کے سست رفتار اونٹ کو تیز چلانے کے لیے لکڑی سے ایک یا دو بار مارا۔

٢٨٦١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَقِيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ اَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ فَقُلْتُ لَهٗ حَدِّثْنِيْ بِمَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَافَرْتُ مَعَهٗ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ قَالَ اَبُوْ عَقِيْلٍ لَا اَدْرِيْ غَزْوَةً اَوْ عُمْرَةً فَلَمَّا اَنْ اَقْبَلْنَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّتَعَجَّلَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَلْيُعَجِّلْ قَالَ جَابِرٌ فَاَقْبَلْنَا وَاَنَا عَلٰى جَمَلٍ لِّيْ اَرْمَكَ لَيْسَ فِيْهِ شِيَةٌ وَّالنَّاسُ خَلْفِيْ فَبَيْنَمَا اَنَا كَذٰلِكَ اِذْ قَامَ عَلَيَّ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ اِسْتَمْسِكْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعقیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومتوکل الناجی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' پس میں نے ان سے کہا: آپ مجھے ایسی حدیث بیان کیجئے جس کو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو؟ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں گیا۔ ابوعقیل راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں وہ غزوہ کا سفر تھا یا عمرہ کا سفر تھا' پس جب ہم روانہ ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: جو اپنے گھر جلدی جانا چاہتا ہو وہ جلدی چلا جائے۔ حضرت جابر نے کہا: اور میں ایسے اونٹ پر سوار تھا جس میں سرخ اور کالی

فَضَرَبَهُ بِسَوْطِهِ ضَرْبَةً فَوَثَبَ الْبَعِيرُ مَكَانَهُ فَقَالَ أَتَبِيعُ الْجَمَلَ قُلْتُ نَعَمْ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فِي طَوَائِفِ أَصْحَابِهِ فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ لَهُ هٰذَا جَمَلُكَ فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيفُ بِالْجَمَلِ وَيَقُولُ الْجَمَلُ جَمَلُنَا فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَاقٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ أَعْطُوهَا جَابِرًا ثُمَّ قَالَ اسْتَوْفَيْتَ الثَّمَنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ.

دھاریاں تھیں' اور اس میں اس رنگ کے علاوہ اور کوئی عیب نہیں تھا' اور لوگ میرے پیچھے چل رہے تھے' پس اسی اثناء میں' میں اسی طرح جا رہا تھا تو نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے جابر! ٹھہر جا! (تو میں نے اپنا اونٹ ٹھہرا لیا) رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے چابک سے ضرب لگائی' پس وہ اونٹ اپنی جگہ سے اچھلا' کودا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم یہ اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! پس جب ہم مدینہ پہنچے اور نبی ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے تو میں بھی آپ کی طرف داخل ہوا اور میں نے اونٹ کو پتھریلے فرش پر باندھ دیا' پس میں نے کہا: کیا یہی آپ کا اونٹ ہے؟ تو آپ باہر آئے' پس آپ نے اونٹ کے گرد چکر لگایا' اور آپ فرما رہے تھے: یہ اونٹ ہمارا اونٹ ہے' پھر نبی ﷺ نے چند اوقیہ سونا بھیجا' پھر فرمایا: یہ جابر کو دے دو' پھر آپ نے فرمایا: تم نے قیمت پر قبضہ کر لیا' میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: قیمت بھی تمہاری ہے (اور) اونٹ بھی تمہارا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں دوسرے کی سواری کو لکڑی مارنے کا ذکر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر کے اونٹ کو تیز چلانے کے لیے چابک مارا تھا' البتہ چند مشکل الفاظ کے معانی پھر ذکر کیے جا رہے ہیں' اس حدیث میں ''ارمك'' کا لفظ ہے' یہ ''احمر'' کے وزن پر ہے' اس کا معنی ہے: وہ چیز جس میں سرخ اور سیاہ ملی جلی دھاریاں ہوں۔ اس میں لکھا ہے: ''لَيْسَ فِيهِ شِيَةٌ''' ''شية'' کا معنی ہے: عیب' جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ''مُسَلَّمَةٌ لَّاشِيَةَ فِيهَا'' (البقرہ:۷۱) اور اس میں ''البلاط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پتھریلی زمین' جس جگہ پتھر بچھے ہوئے ہوں۔

٥٠ - بَابُ الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ الصَّعْبَةِ وَالْفُحُولَةِ مِنَ الْخَيْلِ

سرکش اور نر گھوڑوں پر سواری کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سرکش اور نر گھوڑوں پر سواری کرنا جائز ہے۔

وَقَالَ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّونَ الْفُحُولَةَ لِأَنَّهَا أَجْرٰى وَأَجْسَرُ.

اور راشد بن سعد نے کہا کہ سلف (صحابہ) نر جانور (پر سواری) کو پسند کرتے تھے کیونکہ وہ زیادہ تیز رفتار اور زیادہ بہادر ہوتا ہے۔

راشد بن سعد المقرائی تابعی ہیں' یہ مقراء نام کی دمشق کی بستی کے رہنے والے تھے' یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان' حضرت ابوامامہ' حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۱۶)

٢٨٦٢ - **حَدَّثَنَا** أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث

اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ مَنْدُوْبٌ فَرَكِبَهُ وَقَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادۃ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ (ایک مرتبہ) مدینہ میں دہشت پھیلی ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا اعارۃً لیا جس کو مندوب کہا جاتا تھا' پس آپ اس پر سوار ہوئے اور فرمایا: ہم نے (کسی قسم کی) دہشت نہیں دیکھی اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نر گھوڑے کا ذکر ہے کیونکہ اس کا نام مندوب تھا۔

نر گھوڑوں پر سوار ہونے کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے' اس باب میں صرف یہ ذکر ہے کہ نر گھوڑوں پر سواری کرنا مادہ گھوڑوں پر سواری کرنے سے افضل ہے' کیونکہ وہ بہت تیز رفتار اور بہادر ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ مدینہ منورہ مادہ گھوڑوں سے خالی نہیں تھا اور یہ معلوم نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہ تمام اصحاب نے نر گھوڑے کے علاوہ کسی مادہ گھوڑے پر سواری کی ہو اور اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ نر گھوڑے مادہ گھوڑوں سے افضل تھے مگر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان کی ایک چتکبری مادہ گھوڑی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مادہ گھوڑوں پر سوار ہونے کے متعلق آثار

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک مادہ گھوڑی پر جہاد کیا۔ (سنن دارقطنی: ۴۰۹۶' دار المعرفۃ' بیروت)

الولید بن مسلم نے اپنی "کتاب الجہاد" میں حضرت عبادہ بن نسی سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام کفار پر شب خون مارنے میں اور جب جنگی معاملات کو مخفی رکھنا ہوتا تھا تو وہ مادہ گھوڑیوں پر سوار ہونے کو پسند کرتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صرف مادہ گھوڑی پر سوار ہو کر قتال کرتے تھے۔

ابوعبدالرحمٰن نے حضرت معاذ بن العلاء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ تم مادہ گھوڑیوں کو لازم رکھو کیونکہ ان کی پیٹھوں میں عزت ہے اور ان کے پیٹوں میں خزانہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥١ - بَابُ سِهَامِ الْفَرَسِ (مالِ غنیمت میں سے) گھوڑے کا حصہ

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مالِ غنیمت میں سے گھوڑے کا کتنا حصہ نکالا جائے گا۔

وَقَالَ مَالِكٌ يُسْهَمُ لِلْخَيْلِ وَالْبَرَاذِيْنَ مِنْهَا لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا

امام مالک نے کہا کہ گھوڑوں اور خچروں کا مالِ غنیمت میں سے حصہ نکالا جائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گھوڑے اور

وَزِيْنَةً﴾ (النحل:٨) وَلَا يُسْهَمُ لِأَكْثَرَ مِنْ فَرَسٍ.

خچر اور گدھے (پیدا کیے) تا کہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمہاری زینت ہوں۔ (النحل:٨) اور گھوڑے کے مالک کے لیے ایک گھوڑے سے زیادہ کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔

٢٨٦٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِصَاحِبِهٖ سَهْمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابواسامہ از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے مقرر کیے اور اس کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٢٢٨ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مالِ غنیمت میں سے گھوڑے کا حصہ بیان کیا گیا ہے، درحقیقت گھوڑے کا جو حصہ ہوتا ہے، وہ بھی اس کے مالک کو دیا جاتا ہے، لیکن کیونکہ وہ حصہ گھوڑے کے سبب سے ملتا ہے اس لیے اس حصہ کی گھوڑے کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق احادیث

ابوعمرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم چار اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ہمارے ساتھ ایک گھوڑا تھا، تو آپ نے ہم میں سے ہر انسان کو ایک حصہ عطا کیا، اور گھوڑے کو دو حصے عطا کیے۔ (سنن ابوداؤد: ٢٧٣٤)

حضرت مجمع بن جاریۃ الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کا مالِ غنیمت اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا تو اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھارہ حصے کیے، اور لشکر پندرہ سو افراد پر مشتمل تھا، ان میں تین سو گھوڑے سوار تھے، تو آپ نے گھوڑے سوار کو دو حصے دیئے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٧٣٦)

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے سال میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے لیے چار حصے مقرر کیے، ایک حصہ حضرت زبیر کے لیے اور ایک حصہ ان کی رشتہ دار حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے لیے جو حضرت زبیر کی ماں تھیں اور دو حصے ان کے گھوڑے کے لیے۔ (سنن نسائی: ٣٥٩٢، سنن دار قطنی ج ٤ ص ١١٠، مسند احمد ج ١ ص ١٦٦)

جمہور فقہاء کے نزدیک مالِ غنیمت سے گھوڑے سوار کے لیے گھوڑے کے دو حصے نکالے جائیں گے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے جمہور فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ گھوڑے سوار مجاہد کو مالِ غنیمت سے تین حصے دیئے جائیں گے، دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے ہوں گے اور ایک حصہ گھوڑے کے مالک کے لیے ہوگا۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابویوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مالِ غنیمت سے گھوڑے کا ایک حصہ نکالا جائے گا اور اس پر ان کے دلائل

اور امام ابوحنیفہ نے یہ فرمایا ہے کہ گھوڑے سوار کو ایک حصہ دیا جائے گا اور ایک حصہ اس کے گھوڑے کے لیے دیا جائے گا، ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت مقداد بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے، جس کا نام سبحة تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مالِ غنیمت سے دو حصے دیئے، ایک حصہ ان کے گھوڑے کے لیے اور ایک حصہ ان کے لیے۔

(المعجم الکبیر: ٦١٤ ـ ج ٢٠ ص ٢٦١ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بنوقریظہ کے خلاف جنگ میں گھوڑے پر سوار تھا' پس ایک حصہ میرے لیے رکھا گیا اور ایک حصہ میرے گھوڑے کے لیے۔ (کتاب المغازی للواقدی ج ٢ ص ٢٥ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے سوار کے لیے دو حصے رکھے اور پیدل کے لیے ایک حصہ رکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢١٨ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کی مخالفت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ گھوڑے سوار کو صرف ایک حصہ دیا جائے گا' اور علامہ ابن سحنون مالکی نے کہا ہے: امام ابوحنیفہ کا مؤقف تمام فقہاء سے منفرد ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: نہیں! بلکہ حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢١٨ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٥٢ - بَابُ مَنْ قَادَ دَابَّةَ غَيْرِهٖ فِي الْحَرْبِ — جس نے جہاد میں دوسرے کی سواری کو چلایا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص میدانِ جہاد میں دوسرے کی سواری کو چلا کر لے جائے تو یہ جائز ہے۔

٢٨٦٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لٰكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ إِنَّ هَوَازِنَ كَانُوا قَوْمًا رُمَاةً وَّإِنَّا لَمَّا لَقِينَاهُمْ حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ فَانْهَزَمُوا فَأَقْبَلَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى الْغَنَائِمِ وَاسْتَقْبَلُونَا بِالسِّهَامِ فَأَمَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَفِرَّ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ وَإِنَّهُ لَعَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ آخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ — أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

[اطراف الحدیث: ٢٨٧٤ ـ ٢٩٣٠ ـ ٣٠٤٢ ـ ٤٣١٥ ـ ٤٣١٦ ـ ٤٣١٧] (صحیح مسلم: ١٧٧٦' الرقم المسلسل: ٤٥٠٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سہل بن یوسف نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے؟ انہوں نے کہا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرار نہیں ہوئے تھے' بے شک ہوازن کے لوگ تیرانداز تھے اور بے شک جب ہمارا ان سے مقابلہ ہوا تو ہم نے ان پر حملہ کیا' سو وہ شکست کھا گئے' پھر مسلمان مالِ غنیمت لوٹنے لگے' اور انہوں نے ہمیں تیروں پر رکھ لیا' پس رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ فرار نہیں ہوئے' پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا' آپ سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان (بن حارث) آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ رجز فرما رہے تھے:

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے — میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

وادیٔ حنین کا محل وقوع' مسلمانوں کے جنگ سے فرار ہونے کی توجیہ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جنگ سے فرار ہونے کی نسبت کی' اس کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حنین کا ذکر ہے' حنین ایک وادی ہے جو کہ مکہ سے تین راتوں کی مسافت پر ہے' طائف کے قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرار نہیں ہوئے۔ آپ کا اور تمام انبیاء علیہم السلام کا یہ حال معلوم ہے کہ وہ کبھی بھی جنگ سے فرار نہیں ہوئے' کیونکہ وہ بہت بہادر ہوتے ہیں اور انہیں اللہ عزوجل کے وعدے کی قوی تصدیق ہوتی ہے اور انہیں شہادت

کی اور اللہ عزوجل سے ملاقات کی شدید رغبت ہوتی ہے اور ان میں سے کسی کے متعلق بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ (معاذ اللہ) فرار ہوا ہو اور جس شخص نے ایسا کہا اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس وصف کا انکار کیا ہے' جس کا علم قطعی ہے اور یہ کفر ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کسی نقص یا عیب کی نسبت کی' اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ علامہ ابن بطال نے کہا: وہ کافر ہے' لیکن اگر اس نے کوئی تاویل کی یا کوئی عذر پیش کیا تو اس کو قبول کیا جائے گا۔

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ فرار نہیں ہوئے' تو اس سے پہلے عبارت محذوف ہے' اصل عبارت یوں ہے: رہے ہم تو ہم تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے فرار ہو گئے تھے' اور رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ فرار نہیں ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ سفید خچر پر سوار تھے' اس خچر میں اختلاف ہے۔ صحیح مسلم میں ہے: یہ سفید خچر تھی جو آپ کو فروہ بن نفاثہ نے ہدیہ کی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ ملگجا خچر تھا۔ امام ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ دُلدُل پر سوار تھے' جو آپ کو المقوقس نے ہدیہ کیا تھا۔

اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے' یہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے' ان کا نام ابوسفیان ہی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام المغیرہ ہے' یہ فضلاء صحابہ میں سے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس رجزیہ کلام کی توجیہ کہ میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نبی ہوں اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔ اس کا معنی ہے: میں اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا نہیں ہوں' یا اس کا معنی ہے: میں اپنے کسی قول میں جھوٹا نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے دادا عبدالمطلب پر فخر کیا' اور کافر آباء پر فخر کرنا جائز نہیں ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عبدالمطلب مؤمن تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور ہوازن نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی (تو مسلمان بھاگ گئے)' رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ وہاں قائم رہے۔

وہ بارہ صحابہ جو جنگ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر فرار نہیں ہوئے

اس دن سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھاگ گئے تھے اور صرف بارہ آدمی آپ کے ساتھ تھے: حضرت عتبہ' حضرت معتب اور ابولہب کے دو بیٹے' حضرت جعفر بن ابی سفیان بن الحارث' حضرت عقیل بن ابی طالب' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت فضل بن عباس' حضرت اسامہ' حضرت قثم بن عباس' حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہم' اور اس دن یہ صحابہ شہید ہو گئے: حضرت ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب' حضرت اُم سُلیم (حضرت انس بن مالک کی والدہ) رضی اللہ عنہا۔

حضرت عقیل بن ابی طالب کے مسلمان ہونے پر ایک اشکال کا جواب

میں کہتا ہوں: علامہ بدرالدین عینی نے اپنی مذکور الصدر عبارت میں عقیل بن ابی طالب کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور ان کو مسلمان لکھا ہے' اسی طرح اسماء رجال کے ماہرین نے لکھا ہے۔

حافظ جمال الدین یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ' عقیل بن ابی طالب کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ جنگِ بدر میں مشرکین کے ساتھ زبردستی لائے گئے تھے اور اس دن ان کو قید کیا گیا تھا' پھر یہ حدیبیہ سے پہلے اسلام لے آئے اور غزوۂ موتہ میں حاضر ہوئے' یہ اپنے بھائی جعفر بن ابی طالب سے دس سال بڑے تھے اور حضرت جعفر' حضرت علی سے دس سال بڑے تھے اور طالب' عقیل سے دس سال بڑے تھے اور طالب کفر پر مرے۔ (تہذیب الکمال ج ۱۳ ص ۱۴۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب الہاشمی' حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے اور غزوۂ موتہ میں حاضر ہوئے تھے' اس کے بعد وہی تہذیب الکمال کی عبارت ہے۔ اس پر انہوں نے یہ مزید لکھا ہے کہ زبیر بن بکار نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے: جنگِ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو صحابہ ثابت قدم رہے: حضرت عباس' حضرت علی' حضرت عقیل رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت۔ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

تاہم ان عبارات پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ صحیح البخاری: ۱۵۸۸ میں یہ تصریح ہے کہ عقیل اور طالب دونوں کافر تھے اور یہ دونوں ابوطالب کے وارث ہوئے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ان کے وارث نہیں ہوئے' کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ آئے اور آپ سے پوچھا گیا کہ کل آپ کہاں ٹھہریں گے تو آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے رہنے کے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے' اور عقیل اور طالب کفر پر مرے تھے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ عقیل اور طالب' ابوطالب کی موت کے وقت دونوں کافر تھے لیکن عقیل صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ عنہ' اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی تھی' اس وقت یہ ابوطالب کے مکان پر قابض تھے اور یہ قاعدہ ہے کہ ہجرت کے وقت جو جس مکان پر قابض تھا' وہ اخیر وقت تک اس پر قابض ہی قرار پایا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۹' عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۵)

بعض صحابہ کا تیروں کی بوچھاڑ سے جنگ میں پسپا ہونا' ان کی عظمت کے خلاف نہیں بلکہ یہ سیاسی مصلحت کی بناء پر تھا

اس حدیث سے یہ گمان نہ کیا جائے کہ چونکہ بعض صحابہ تیروں کی بوچھاڑ سے بھاگ گئے تھے تو ان کا یہ فعل گناہ تھا اور ہمارے لیے بھی میدانِ جہاد سے بھاگنا جائز ہے۔ یہ گمان صحیح نہیں ہے کیونکہ جنگ میں بعض سیاسی مصلحتیں اور سیاسی اقدام ہوتے ہیں' بعض اوقات کسی جگہ سے مصلحتاً مجاہد پیچھے ہٹتے ہیں اور کسی دوسرے محاذ سے دشمن پر حملہ کرتے ہیں' سو اس حدیث سے یہ سمجھنا چاہیے کہ جنگ کی مصلحت کی بناء پر بعض اوقات کسی مورچے سے پیچھے ہٹنا جائز ہے' بہ شرطیکہ یہ نیت ہو کہ وہ جنگ میں ثابت قدم رہیں گے اور کسی دوسرے مورچے سے پلٹ کر دشمن پر حملہ کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۲۔ ۲۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جہاد میں امیرِ لشکر کی خدمت کا جواز' لڑائی کی شدت کے دوران اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا جواز' اپنے نسب پر فخر کرنے کا جواز اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) جنگ کے دوران سربراہِ ملتِ اسلامیہ کی خدمت کرنا جیسے حضرت ابوسفیان بن حارث' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔

(۲) حالتِ جنگ میں اللہ کی راہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز ہے' کیونکہ جب بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور صرف بارہ مرد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہ گئے تو ان بارہ مردوں نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازم رکھا۔

(۳) امام کا جنگ میں خچر پر سوار ہونے کا جواز' اور جنگ کی مصلحت کی وجہ سے ایک مورچے سے دوسرے مورچے کی طرف منتقل ہونے کا جواز۔

(۴) عین جہاد کے وقت اپنے نسب پر فخر کرنے کا جواز' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

(۵) آپ نے فرمایا: میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں ہے۔ اس میں آپ کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعے یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ بہرحال اس جنگ میں کامیاب ہوں گے' اگرچہ جنگ کروٹیں بدل رہی تھی اور اس وقت میں کفار کا پلّہ بھاری تھا اور مسلمان پسپا ہو رہے تھے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پُر عزم تھے۔

(٦) جس نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنگ میں شکست کھائی' وہ کافر ہو گیا اور اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا' اسی طرح کسی بھی جنگ میں کسی بھی نبی علیہ السلام کے متعلق اگر کسی نے یہ کہا کہ انہوں نے اس جنگ میں شکست کھائی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۷۳۔ ۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث کی علامہ عینی اور علامہ ابن بطال نے بہت مفصل شرح کی ہے' لیکن حیرت ہے کہ علامہ ابن حجر نے اس کی شرح میں صرف دو سطریں لکھی ہیں اور شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کو سرے سے چھوڑ دیا اور ان کے شیخ' شیخ سلیم اللہ نے بعض غیر ضروری چیزوں میں بہت طویل کلام کیا ہے اور جو ضروری اور اہم مباحث تھے ان کو چھوڑ دیا ہے' ان ضروری مباحث کا علم ہمارے قائم کردہ عنوانوں سے ہوگا۔

٥٣ - بَابُ الرِّكَابِ وَالْغَرْزِ لِلدَّابَّةِ — سواری کی رکاب اور غرز

اس باب میں رکاب اور غرز کا ذکر ہے' رکاب اس چیز کو کہتے ہیں جس پر پیر رکھ کر سواری پر سوار ہوتے ہیں' غرز کا بھی یہی معنی ہے اور یہ دونوں مترادف لفظ ہیں' ایک قول یہ ہے کہ رکاب لوہے یا لکڑی کی ہوتی ہے اور غرز صرف چمڑے کی ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ رکاب گھوڑے کی ہوتی ہے اور غرز اونٹ کی ہوتی ہے۔

٢٨٦٥ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ وَاسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً أَهَلَّ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامۃ از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا پیر رکاب میں داخل کر دیتے اور اونٹنی ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس سیدھی کھڑی ہو جاتی تو آپ مُحرِم ہو جاتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں رکاب کا ذکر ہے۔

٥٤ - بَابُ رُكُوبِ الْفَرَسِ الْعُرْيِ — گھوڑے کی برہنہ پشت پر سوار ہونا

اس باب کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کی ایسی پشت پر سوار ہونا جائز ہے جس پر زین کسی ہوئی نہ ہو یا اس کی پشت پر

اور کوئی کپڑا ڈالا ہوا نہ ہو۔

٢٨٦٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَرَسٍ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ فِيْ عُنُقِهِ سَيْفٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم 'صحابہ سے آگے نکل گئے' حالانکہ آپ گھوڑے کی برہنہ پیٹھ پر سوار تھے جس پر پالان نہیں تھی اور آپ کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں آپ کی تواضع کا ثبوت ہے' اور یہ کہ آپ کو گھوڑے پر سوار ہونے کی خوب مشق تھی' اور اس میں گلے میں تلوار لٹکانے کا ثبوت ہے۔

٥٥ - بَابُ الْفَرَسِ الْقَطُوْفِ — سست رفتار گھوڑے پر سوار ہونا

اس باب کے عنوان میں ''قطوف'' کا لفظ ہے' ''قطوف'' کا معنی ہے: جس کے قدم ہموار ہوں یا جو تنگی سے چلے' یا جو سست رفتاری سے چلے۔ الثعالبی نے کہا ہے کہ اگر گھوڑا اُچھل اُچھل کر چلے تو اسے ''قطوف'' کہتے ہیں اور اگر وہ اگلی ٹانگوں کو اٹھائے اور پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو تو اس کو ''سبوت'' کہتے ہیں اور اگر وہ اپنے سوار کو آسانی سے سوار نہ ہونے دے تو اس کو ''قموص'' کہتے ہیں اور اگر وہ اپنے سوار کے ساتھ سرکشی کرے تو اس کو ''شموس'' کہتے ہیں۔

٢٨٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِّاَبِيْ طَلْحَةَ كَانَ يَقْطِفُ اَوْكَانَ فِيْهِ قِطَافٌ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ایک مرتبہ اہل مدینہ خوف زدہ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم 'حضرت ابوطلحہ کے ایک سست رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے' یا اس گھوڑے میں سست رفتاری تھی' پھر جب واپس آئے تو آپ نے فرمایا: ہم نے تمہارے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رو) پایا' اس کے بعد اس گھوڑے پر (کوئی اور گھوڑا) سبقت نہیں لے جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سست رفتار گھوڑے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے کہ وہ سست رفتار گھوڑا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی وجہ سے وہ اس قدر تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس پر سبقت نہیں لے جا سکتا تھا۔

٥٦ - بَابُ السَّبْقِ بَيْنَ الْخَيْلِ — گھوڑوں کے درمیان تیز رفتاری کا مقابلہ کرانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گھوڑوں کے درمیان بغیر شرط کے تیز رفتاری میں مقابلے کرانا جائز ہے۔

٢٨٦٨ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَجْرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضُمِّرَ مِنَ الْخَيْلِ مِنَ الْحَفْيَاءِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَاَجْرٰى مَالَمْ يُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِىْ زُرَيْقٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكُنْتُ فِيْمَنْ اَجْرٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جن گھوڑوں میں اضمار کیا گیا تھا' ان گھوڑوں کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک مقابلہ کرایا' اور جن گھوڑوں میں اضمار نہیں کیا گیا تھا' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الثنیۃ سے لے کر مسجد بنوزریق تک دوڑایا' حضرت ابن عمر نے بتایا کہ میں بھی ان میں شامل تھا جن کے گھوڑوں کو دوڑایا گیا تھا۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ سُفْيَانُ بَيْنَ الْحَفْيَاءِ اِلَى الثَّنِيَّةِ الْوَدَاعِ خَمْسَةُ اَمْيَالٍ اَوْ سِتَّةٌ وَّبَيْنَ ثَنِيَّةٍ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِىْ زُرَيْقٍ مِيْلٌ.

عبد اللہ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی' سفیان نے بتایا کہ الحفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک پانچ یا چھ میل ہیں اور ثنیہ سے لے کر مسجد بنوزریق تک ایک میل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گھوڑوں کے درمیان تیز رفتاری کے مقابلہ کرانے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں ''اضمار'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: پہلے گھوڑوں کو خوب کھلانا پلانا اور بعد میں چند دن ان کو بھوکا رکھنا' اس عمل سے ان کا جسم قوی ہوتا ہے اور ان میں دوڑنے کی زیادہ قوت اور زیادہ برداشت پیدا ہوتی ہے۔

٥٧ - بَابُ اِضْمَارِ الْخَيْلِ لِلسَّبْقِ

دوڑ میں مقابلہ کے لیے گھوڑوں کو اضمار کرنا

٢٨٦٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِىْ لَمْ تُضَمَّرْ وَكَانَ اَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِىْ زُرَيْقٍ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ سَابَقَ بِهَا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَمَدًا غَايَةً ﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ﴾ (الحدید:١٦).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان مقابلہ کرایا جن کو اضمار نہیں کیا گیا تھا اور ان کی آخری حد الثنیۃ سے لے کر مسجد بنوزریق تک تھی اور بے شک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (بھی) مقابلہ کیا تھا۔ امام ابوعبد اللہ بخاری نے کہا: ''امد'' کا معنی آخری ہے اور' پس جب ان پر طویل مدت گزر گئی۔ (الحدید:١٦) میں بھی یہی معنی مراد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٠ میں گزر چکی ہے۔

٥٨ - بَابُ غَايَةِ السَّبْقِ لِلْخَيْلِ الْمُضَمَّرَةِ

اضمار شدہ گھوڑوں کے مقابلہ کی آخری حد

٢٨٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے

عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَابَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ قَدْ اُضْمِرَتْ فَاَرْسَلَهَا مِنَ الْحَفْيَاءِ وَكَانَ اَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ فَقُلْتُ لِمُوْسٰى فَكَمْ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ سِتَّةُ اَمْيَالٍ اَوْ سَبْعَةٌ وَّسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضَمَّرْ فَاَرْسَلَهَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَكَانَ اَمَدُهَا مَسْجِدَ بَنِيْ زُرَيْقٍ قُلْتُ فَكَمْ بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ مِيْلٌ اَوْ نَحْوُهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ مِمَّنْ سَابَقَ فِيْهَا.

کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جن گھوڑوں کو اضمار کیا گیا تھا' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الحفیاء سے چھوڑ دیا (دوڑایا) اور ان کی آخری حد ثنیۃ الوداع تھی۔ راوی نے کہا: میں نے موسیٰ سے پوچھا: ان کے درمیان کتنی مسافت تھی؟ انہوں نے کہا: چھ یا سات میل اور جن گھوڑوں کو اضمار نہیں کیا گیا تھا' ان کو ثنیۃ الوداع سے چھوڑا اور ان کی آخری حد مسجد بنو زریق تھی' میں نے پوچھا: ان کے درمیان کتنی مسافت تھی؟ انہوں نے کہا: ایک میل یا اس کی مثل' اور حضرت ابن عمر ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس دوڑ میں مقابلہ کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۰ میں گزر چکی ہے۔

٥٩ - بَابُ نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کا ذکر

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی القصواء اور العضباء کا ذکر کیا جائے گا۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ اَرْدَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو (اپنی اونٹنی) القصواء پر اپنے پیچھے بٹھایا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مندہ نے کتاب الارداف میں اس تعلیق کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: ''اَلْقُصْوٰی'' میں قاف پر پیش ہے اور یہ اسم مقصور ہے اور اہل لغت کے نزدیک اس پر زبر ہے اور یہ اسم ممدود ہے یعنی القصواء' اس کے کان کا چوتھائی حصہ کٹا ہوا تھا' یہ وہی اونٹنی ہے جس پر بیٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تھی' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس اونٹنی کو بنو الحریش سے خریدا تھا اور یہ ملگجی رنگ کی تھی' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اس پر نہیں بیٹھتے تھے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کو العضباء کہا جاتا تھا' یہ اس کا لقب تھا' اور اس کے کان میں شگاف نہیں تھا اور امام خلیل نے کتاب العین میں اس کی تصریح کی ہے کہ العضباء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے کان میں شگاف ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْمِسْوَرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاخَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ.

اور حضرت المسور رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قصویٰ نہیں بیٹھی۔

اس تعلیق کا ذکر' صحیح البخاری: ۲۷۳۱ میں ہے۔

۲۸۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَتْ نَاقَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے

النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا الْعَضْبَاءُ.

کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی کو العضباء کہا جاتا تھا۔

[اطراف الحدیث: ٢٨٧٢-٦٥٠١]

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ باب کے عنوان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی کا ذکر ہے اور یہ العضباء وغیرہ کو شامل ہے۔

٢٨٧٢ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ لَا تُسْبَقُ قَالَ حُمَيْدٌ اَوْ لَا تَكَادُ تُسْبَقُ فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ فَسَبَقَهَا فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى عَرَفَهُ فَقَالَ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِّنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهُ طَوَّلَهُ مُوْسٰى عَنْ حَمَّادٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک اونٹنی تھی جس کو العضباء کہا جاتا تھا' وہ کبھی پیچھے نہیں رہتی تھی' حمید نے کہا: یا وہ پیچھے رہنے کے قریب نہیں رہتی تھی' پھر ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا تو اس نے العضباء کو پیچھے چھوڑ دیا تو یہ بات مسلمانوں پر بہت دشوار گزری حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی پریشانی کو جان لیا تو آپ نے فرمایا: اللہ پر یہ حق ہے کہ جو چیز بھی دنیا میں بلند ہوتی ہے وہ اس کو پست کر دیتا ہے (کیونکہ مطلقاً بلندی صرف اللہ ہی کے لیے ہے)۔ اس حدیث کو موسیٰ نے از حماد از ثابت از حضرت انس از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طوالت کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو بھی امام بخاری نے اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اونٹنی کا ذکر ہے۔

٦٠ - بَابُ الْغَزْوِ عَلَى الْحَمِيْرِ

گدھے پر بیٹھ کر جہاد کرنا

اس باب کے تحت امام بخاری نے کوئی حدیث درج نہیں کی' اور امام بخاری کا یہ قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی باب کے تحت حدیث ذکر نہ کریں تو وہ باب ابوابِ سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔

٦١ - بَابُ بَغْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْضَاءِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سفید خچر کا ذکر

قَالَهُ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔

اس تعلیق کے موافق سندِ موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ٢٨٦٤ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ اَهْدٰى مَلِكُ اَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ.

اور ابوحمید نے کہا کہ ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سفید خچر ہدیہ کی تھی۔

ابوحمید کا پورا نام حضرت عبد الرحمان بن سعد الساعدی ہے' یہ صحابی ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں فوت ہوئے۔

ایلہ یہ حجاز کی انتہاء اور شام کی ابتداء ہے اور شام اور مدینے کے درمیان پندرہ مرحلے کا فاصلہ ہے۔

جس بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خچر ہدیہ کیا تھا' اس کا نام یوحنا بن روبۃ تھا۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ایلہ کے

بادشاہ کا قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مکتوب لے کر آیا اور اس نے آپ کو سفید خچر ہدیہ کیا' اور اس خچر کا نام دلدل تھا' اور صحیح یہ ہے کہ دلدل آپ کو المقوقس نے ہدیہ کیا تھا۔

امام بخاری کی یہ تعلیق سندِ موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۹)

٢٨٧٣ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْإِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمرو بن الحارث سے سنا' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترکہ میں صرف سفید خچر اور ہتھیار اور ایک زمین چھوڑی تھی اور جو کچھ آپ نے چھوڑا' وہ صدقہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۳۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں جس زمین کا ذکر ہے' وہ فدک کی آدھی زمین تھی' اور وادئ قریٰ کی تہائی زمین تھی اور خیبر کی زمین سے آپ کا حصہ تھا اور بنونضیر سے آپ کا حق تھا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم جماعت انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۹)

٢٨٧٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْإِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عُمَارَةَ وَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ وَلّٰى سَرَعَانُ النَّاسِ فَلَقِيَهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَأَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے کہا: اے ابوعمارہ! کیا تم لوگوں نے غزوۂ حنین کے دن پیٹھ پھیری تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! اور اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری تھی' لیکن جلدی میں کچھ لوگوں نے پیٹھ پھیری تھی' جن پر ہوازن کے تیروں کی بوچھاڑ ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن الحارث اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے:

میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

٦٢ - بَابُ جِهَادِ النِّسَاءِ

عورتوں کا جہاد کرنا

اس باب میں عورتوں کے جہاد کرنے کا حکم بیان فرمایا ہے۔

٢٨٧٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از معاویہ بن اسحاق از عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں

قَالَتْ اِسْتَاذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُّعَاوِيَةَ بِهٰذَا.

کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت طلب کی' تو آپ نے فرمایا: تمہارا جہاد حج کرنا ہے' اور عبداللہ بن الولید نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از معاویہ اسی طرح۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ عورتوں کا جہاد' حج کرنا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم دیکھتی ہیں کہ افضل عمل جہاد ہے' تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد' حج مبرور ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۸۴)

٢٨٧٦ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُّعَاوِيَةَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از معاویہ' اسی طرح۔

یہاں امام بخاری نے اس حدیث کو دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

وَعَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهُ نِسَاءُهُ عَنِ الْجِهَادِ فَقَالَ نِعْمَ الْجِهَادُ الْحَجُّ.

اور حبیب بن ابی عمرہ بیان کرتے ہیں: از حضرت عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ سے آپ کی ازواج نے جہاد سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: بہترین جہاد حج کرنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۰ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ غَزْوِ الْمَرْاَةِ فِي الْبَحْرِ

عورتوں کا سمندری راستوں سے جہاد کرنا

اس باب میں سمندری راستے سے عورتوں کے جہاد کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٨٧٧'٢٨٧٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَةِ مِلْحَانَ فَاتَّكَاَ عِنْدَهَا ثُمَّ ضَحِكَ فَقَالَتْ لِمَ تَضْحَكُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ يَرْكَبُوْنَ الْبَحْرَ الْاَخْضَرَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَثَلُهُمْ مَثَلُ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ فَضَحِكَ فَقَالَتْ لَهُ مِثْلَ اَوْ مِمَّ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهَا مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبدالرحمٰن الانصاری' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے' پس ان کے پاس ٹیک لگائی' پھر آپ ہنسے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں سبز سمندر پر سواری کریں گے اور ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر ہوتے ہیں۔ حضرت بنت ملحان نے کہا: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے' آپ نے دعا کی: اے

اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَلَسْتِ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ قَالَ قَالَ اَنَسٌ فَتَزَوَّجَتْ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ مَعَ بِنْتِ قَرَظَةَ فَلَمَّا قَفَلَتْ رَكِبَتْ دَابَّتَهَا فَوَقَصَتْ بِهَا فَسَقَطَتْ عَنْهَا فَمَاتَتْ.

اللہ! اس کو ان میں سے کر دے' پھر آپ دوبارہ لیٹ گئے' پس آپ ہنسے' تو حضرت بنت ملحان نے اسی کی مثل سوال کیا یا کہا: کس وجہ سے؟ آپ نے بھی اسی کی مثل جواب دیا' پس انہوں نے کہا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے' آپ نے فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو اور دوسروں میں سے نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت انس نے بیان کیا: پس حضرت بنت ملحان نے عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا' پس وہ بنت قرظہ کے ساتھ سمندر میں سوار ہوئیں' جب وہ واپس لوٹیں تو اپنی سواری پر سوار ہوئیں' پس ان کی سواری نے ان کی گردن توڑ دی' سو وہ اس سے گر گئیں اور اس (حادثہ) سے ان کی وفات ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۸۹۔۲۷۸۸ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ حَمْلِ الرَّجُلِ امْرَاَتَهُ فِي الْغَزْوِ دُوْنَ بَعْضِ نِسَائِهِ

کسی شخص کا اپنی کسی ایک بیوی کو جہاد پر لے جانا اور دوسری بیویوں کو چھوڑ دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص جہاد پر روانہ ہو تو قرعہ اندازی کے بعد اپنی کسی ایک بیوی کو ساتھ لے جائے۔

۲۸۷۹ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ ابْنَ وَقَّاصٍ وَّعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ كُلٌّ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنَ الْحَدِيْثِ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَاَيَّتُهُنَّ يَخْرُجُ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيْهَا سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا اُنْزِلَ الْحِجَابُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن المنہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عمیر النمیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عروہ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ سے حضرت عائشہ کی حدیث سنی' ان سب نے مجھے حدیث کا ایک حصہ بیان کیا' حضرت عائشہ نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جہاد کے لیے) روانہ ہونے کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' پس جس کا قرعہ نکل آتا' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے جاتے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں قرعہ اندازی کی جس میں آپ نے جہاد کیا تھا' پس اس میں میرا قرعہ نکل آیا تو حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد میں آپ کے ساتھ روانہ ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے۔

٦٥ - بَابُ غَزْوِ النِّسَاءِ وَقِتَالِهِنَّ مَعَ الرِّجَالِ

عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد اور قتال کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہونا جائز ہے۔

۲۸۸۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ اِنْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ وَاُمَّ سُلَيْمٍ وَاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ وَقَالَ غَيْرُهٗ تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا ثُمَّ تُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهَا فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ.

[اطراف الحدیث: ۲۹۰۲_۳۸۱۱_۴۰۶۴] (صحیح مسلم: ۱۸۱۱، الرقم المسلسل: ۴۵۷۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب غزوۂ اُحد کا دن تھا تو لوگ شکست کھا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو گئے حضرت انس نے کہا: اور میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ دونوں اپنے پائنچے اوپر کیے ہوئے تھیں اور میں ان کی پنڈلیوں کے زیور کو دیکھ رہا تھا وہ مشک لے کے بھاگ رہی تھیں اور دوسروں نے کہا کہ وہ مشکوں کو اپنی پیٹھوں پر لاد کر لا رہی تھیں پھر (زخمی) لوگوں کے منہ میں ان مشکوں سے پانی ڈال رہی تھیں پھر لوٹ کر جاتیں پس ان مشکوں کو بھر کر لاتیں پھر (زخمی) لوگوں کے منہ میں ان مشکوں سے پانی ڈالتیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری (۲) عبدالوارث بن سعید (۳) عبدالعزیز بن صہیب ابوحمزہ (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۳)

حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ اس باب کا یہ عنوان ہے: عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد اور قتال کرنا۔ اور اس حدیث میں عورتوں کے قتال کا بالکل ذکر نہیں ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما زخمی مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں لہٰذا عنوان میں عورتوں کے جہاد اور قتال سے مراد عام ہے کہ وہ خود قتال کریں یا قتال میں مجاہدین کی اعانت کریں البتہ دوسری احادیث میں حضرت اُم سلیم کے قتال کا بھی ذکر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم سلیم نے غزوۂ حُنین میں ایک خنجر رکھا ہوا تھا انہوں نے بتایا کہ میں نے خنجر اس لیے رکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو میں اس کے پیٹ میں یہ خنجر گھونپ دوں گی۔ (صحیح مسلم: ۱۸۰۹)

سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت اُم سلیم نے مشرکین کو قتل کرنے کے لیے خنجر تیار کر کے رکھا ہوا تھا اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین سے قتال کرنے میں وہ مردوں کے حکم میں تھیں اور اس اعتبار سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے۔ غزوۂ اُحد کے بعد حجاب کے احکام نازل ہوئے ہیں اس لیے یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ان خواتین کی طرف کیوں دیکھ رہے تھے۔

عورتوں معذوروں اور تاجروں کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا مالِ غنیمت سے عورت کا حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟

اوزاعی نے کہا ہے کہ عورتوں کا حصہ نکالا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے مالِ غنیمت سے عورتوں کا حصہ نکالا تھا اور مسلمانوں نے اس پر عمل کیا تھا' سفیان ثوری' فقہاء کوفہ' لیث اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا حصہ نہیں نکالا جائے گا لیکن ان کو تھوڑا سا مال دیا جائے گا' کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت نجدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ہم عورتوں کو مالِ غنیمت سے کچھ ملتا تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارا حصہ مقرر نہیں کیا تھا۔

نابینا' اپاہج اور جس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں' اس کے متعلق اختلاف ہے' اگر یہ لوگ جہاد میں کسی قسم کی مدد کر سکیں مثلاً اپاہج سواری پر سوار ہو کر قتال کر سکے یا نابینا تیر اٹھا کر دے سکے یا ان کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو ان کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا ورنہ نہیں۔

تاجر اور مزدور کے متعلق تین اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ جب وہ لوگوں کے ساتھ قتال میں حاضر ہوں تو ان کا حصہ نکالا جائے گا' خواہ وہ قتال کریں یا نہ کریں' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا حصہ بالکل نہیں نکالا جائے گا اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ قتال کریں تو ان کا حصہ نکالا جائے گا' ورنہ نہیں۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ مزدور اور تاجر کا حصہ صرف اس صورت میں نکالا جائے گا' جب وہ قتال کریں' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے' امام ابوحنیفہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ ہر اس آزاد شخص کا حصہ نکالا جائے گا جو قتال کرے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۵۔ ۲۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٦ - بَابُ حَمْلِ النِّسَاءِ الْقِرَبَ إِلَى النَّاسِ فِي الْغَزْوِ

عورتوں کا جہاد میں مشکوں کو اٹھا کر لوگوں کی طرف لانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا جہاد میں مشکوں کو اٹھا کر لانا جائز ہے۔

٢٨٨١ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ثَعْلَبَةُ ابْنُ اَبِي مَالِكٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَسَمَ مُرُوْطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْمَدِيْنَةِ فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعْطِ هٰذَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ اُمُّ سَلِيْطٍ اَحَقُّ وَاُمُّ سَلِيْطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَاِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ تَزْفِرُ تَخِيْطُ. [طرف الحدیث: ۴۰۷۱]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب' ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ بے شک حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں کچھ چادریں تقسیم کیں' پس ایک نئی چادر بچ گئی تو حضرت عمر کے ہم نشینوں میں سے کسی نے کہا: یہ چادر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صاحب زادی کو دے دیں جو آپ کے نکاح میں ہیں' ان کی مراد حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھیں' تب حضرت عمر نے فرمایا: حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ مستحق ہیں' اور حضرت ام سلیط انصار کی ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' حضرت عمر نے کہا: بے شک وہ غزوۂ اُحد کے دن ہمارے لیے مشکیں اٹھا کر لاتی تھیں۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''تزفر'' کا معنی ہے: وہ سیتی تھیں۔

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہوئی تھیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے نکاح کا پیغام دیا' حضرت علی نے فرمایا: میں اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں' اگر آپ نے اس کو راضی کر دیا تو میں اس کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں گا' پس حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو حضرت عمر کے پاس ایک چادر دے کر بھیجا اور ان سے فرمایا: تم ان سے یہ کہنا کہ یہ وہ چادر ہے جس کے متعلق میں نے آپ سے کہا تھا' حضرت ام کلثوم نے حضرت عمر سے اسی طرح کہا' حضرت عمر نے ان سے کہا: آپ حضرت علی سے کہیں کہ میں راضی ہو گیا' آپ سے اللہ راضی ہو۔ جب حضرت ام کلثوم' حضرت علی کے پاس واپس گئیں تو حضرت علی نے بتایا کہ حضرت عمر تمہارے شوہر ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۶۔ ۲۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا تھا جن کی والدہ حضرت سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں' اس وجہ سے حضرت عمر کے ہم نشینوں نے کہا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ آپ کی حیات میں پیدا ہوئی تھیں اور وہ حضرت سیّدہ فاطمہ کی سب سے چھوٹی صاحب زادی تھیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۸۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا' حضرت علی نے فرمایا: وہ ابھی کم سن ہے' حضرت عمر نے فرمایا: اے ابوالحسن! آپ اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیں' اس کی جتنی حفاظت میں کروں گا کوئی اور اتنی حفاظت نہیں کر سکے گا' حضرت علی نے فرمایا: میں اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں اگر آپ اس سے راضی ہو گئے تو میں نے اس سے آپ کا نکاح کر دیا' پس حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو ایک چادر دے کر حضرت عمر کی طرف بھیجا اور حضرت ام کلثوم سے فرمایا: تم ان سے یہ کہنا: یہ وہ چادر ہے جس کے متعلق میں نے آپ سے کہا تھا' حضرت ام کلثوم نے حضرت عمر سے اسی طرح کہا تو حضرت عمر نے ان سے کہا: آپ حضرت علی سے کہیں کہ میں راضی ہوں' آپ سے اللہ راضی ہو' حضرت علی نے فرمایا: اے بیٹی! یہ تمہارے شوہر ہیں' پھر حضرت عمر آ کر باغ میں بیٹھے جہاں مہاجرین اوّلین بیٹھے تھے' پس فرمایا: مجھے مبارک باد دو! لوگوں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کس بات کی؟ فرمایا: میں نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لیا ہے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نکاح اور نسب اور سسرال کا رشتہ قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوا میرے نکاح اور نسب اور سسرال کے رشتہ کے اور میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسب اور نکاح کا رشتہ تو تھا' پس میں نے چاہا کہ میں آپ کے ساتھ سسرال کا رشتہ بھی جوڑ لوں' پس لوگوں نے حضرت عمر کو مبارک باد دی' پس ان سے حضرت کا ایک بیٹا زید بن عمر اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئیں۔

حضرت رقیہ اور ان کا بیٹا زید ایک زمانہ میں پیدا ہوئے' بنوعدی کے خلاف ایک جنگ میں شہید ہو گئے تھے' وہ ان کے درمیان صلح کرانے گئے تھے' پس رات کے اندھیرے میں ایک شخص نے ان کے سر پر پتھر مار کر ان کا سر پھاڑ دیا تو وہ بے ہوش ہو کر گر گئے' پھر چند روز بعد وہ بھی فوت ہو گئے اور ان کی والدہ بھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' ان کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا تھا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت ام کلثوم سے عون بن جعفر نے نکاح کیا تھا۔

حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ام کلثوم بنت علی' حضرت عمر کی شہادت کے بعد بیوہ ہوگئیں تو حضرت ام کلثوم کے پاس ان کے دونوں بھائی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے اور ان کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے نکاح کا معاملہ اپنے والد حضرت علی کے سپرد کر دیں' سو آپ نے ایسا کر دیا اور حضرت علی نے آپ کا نکاح عون بن جعفر سے کر دیا۔

(اسد الغابۃ ج ۷ ص ۸۷ ۳-۷۷ ۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ قصہ درج ذیل کتب میں بھی ہے' بعض میں اختصار کے ساتھ اور بعض میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے:

سنن ترمذی: ۸ ۱۹۳' الاصابۃ: ۷ ۱۲۲۳' الاستیعاب: ۳۶۶۴' الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۶۳' تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۳۶۵' الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۵۳۷۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متبعین میں سے آپ کے زیادہ اقرب اور زیادہ اولیٰ وہ مسلمان ہیں جو دین اسلام کی حمایت اور دین کی نصرت میں دوسروں سے بڑھ کر ہوں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ قیمتی چادروں کی تقسیم کے موقع پر صحابہ نے حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نواسی سے زیادہ حق دار قرار دیا' کیونکہ حضرت اُم سلیط رضی اللہ عنہا دین اسلام کی حمایت اور نصرت میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر تھیں اور یہ قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى. (الحدید: ۱۰)

(اے مسلمانو!) تم میں سے وہ لوگ ان کے برابر نہیں ہیں جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا' وہ لوگ ان مسلمانوں سے بڑے درجہ میں ہیں' جنہوں نے (فتح مکہ) کے بعد اپنے مال خرچ کیے اور دشمنانِ اسلام سے قتال کیا اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی شخص نسبی قرابت کی وجہ سے خلافت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ دین اسلام کی حمایت' نصرت اور دین اسلام کی حمایت میں اپنے مال کو خرچ کرنے اور دین اسلام کی خاطر دشمنانِ اسلام سے قتال کرنے میں جس کا حصہ زیادہ ہوگا' وہی آپ کے بعد خلافت کا زیادہ مستحق ہوگا۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز کی تحقیق

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے جائز ہے' کیونکہ حضرت ام کلثوم سیّدہ تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر سیّد تھے' اس کے باوجود حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

بعض لوگوں نے ایسا نکاح کرنے والوں کو کافر قرار دیا' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں لکھا:

حاشاللہ! اسے کفر سے کیا علاقہ! کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہیے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں' امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو کہ بطن پاک حضرت بتول زہراء رضی اللہ عنہا سے تھیں' امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور امیر المؤمنین عمر نسباً سادات میں سے نہیں۔ سیّدہ عاقلہ بالغہ' گر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی' ہو جائے گا اگرچہ سیّد نہ ہو مثلاً شیخ' صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی اور اگر

غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ' انصاری یا مغل پٹھان سے مگر جب کہ وہ معزز عالم دین ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ٥ ص ٣٩٩' سنی دارالاشاعت' فیصل آباد)

* اس مسئلہ کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ١١٠٥-١٠٢٣ میں بیان کر دی ہے اور مخالفین اس کا مدلل جواب دینے سے عاجز رہے ہیں۔

امام بخاری کے بیان کردہ معنی پر حافظ ابن حجر کا تعاقب کرنا

اس حدیث کے آخر میں امام بخاری نے ''تزفر'' کا معنی لکھا ہے: سیتی تھیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کے اس بیان کیے ہوئے معنی کا رد کیا گیا ہے کہ ''زفر'' کا لغوی معنی سینا لغت میں معروف نہیں ہے۔ ''زفر'' کا لغوی معنی ہے: اٹھانا' امام خلیل نے کہا ہے کہ ''زفر'' کا معنی ہے: کسی چیز کو اٹھانا' اور ''زفر'' کا معنی مشک بھی ہے جب وہ پانی سے بھری ہوئی ہو اور جو باندیاں پانی سے بھری ہوئی مشک اٹھاتی ہیں' ان کو ''زوافر'' کہا جاتا ہے' اور ''الزفر'' کا معنی ہے: ''البحر الفیاض'' اور ایک قول یہ ہے کہ ''زافر'' اس شخص کو کہتے ہیں جو مشک اٹھانے میں مدد دیتا ہے' امام ابونعیم نے المستخرج میں کہا ہے کہ ''تزفر'' کا معنی ہے: وہ اُٹھاتی ہے اور ابوصالح کاتب اللیث نے کہا ہے کہ ''تزفر'' کا معنی ہے: جوتی سیتی ہے' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ امام بخاری کی تفسیر اسی قول پر مبنی ہو۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٢٨٩' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ ھ)

٦٧ - بَابُ مُدَاوَاةِ النِّسَاءِ الْجَرْحٰى فِي الْغَزْوِ

عورتوں کا جہاد میں زخمیوں کو دوا دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتیں جہاد میں زخمیوں کو دوا دے سکتی ہیں خواہ زخمی مرد ہوں یا عورتیں۔

٢٨٨٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْقِي وَنُدَاوِي الْجَرْحٰى وَنَرُدُّ الْقَتْلٰى إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

[اطراف الحدیث: ٢٨٨٣-٥٦٧٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن ذکوان نے حدیث بیان کی از الربیع بنت معوذ' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ زخمیوں کو پانی پلاتے تھے اور دوا دیتے تھے اور مقتولین کو مدینہ پہنچاتے تھے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عورتوں کے اجنبی بیمار مردوں کو دوا دینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا غیر محرم بیمار کو دوا دینا اور پانی پلانا جائز ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عورت کا غیر محرم کو دوا دینا اور پانی پلانا کیونکر جائز ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص زخمی ہو' اس کو دوا دینے سے کوئی لذت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے زخم دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور عورتیں صرف یہ کرتی تھیں کہ بیمار کے پاس دوا اور پانی رکھ دیتی تھیں' اور یہ اس صورت میں ہے جب کوئی مرد دوا دینے والا نہ ہو' ایسی صورت میں اس کو دوا دینا ضرورت کی وجہ سے ہے اور ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٦٨ - بَابُ رَدِّ النِّسَاءِ الْجَرْحٰی وَالْقَتْلٰی — عورتوں کا زخمیوں اور مقتولوں کو واپس بھیجنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عورتیں زخمیوں کو مدینہ بھیج دیں' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن دو اور تین مقتولوں کو سواری پر رکھا جاتا اور عورتیں ان کو ان کی قبروں کی جگہ پر بھیج دیتیں۔

٢٨٨٣ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُدُّ الْجَرْحٰی وَالْقَتْلٰی إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی از خالد بن ذکوان از حضرت الربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے' پس ہم لوگوں کو پانی پلاتے اور ان کی خدمت کرتے تھے اور زخمیوں اور مقتولوں کو مدینہ بھیج دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٨٢ میں گزر چکی ہے۔

٦٩ - بَابُ نَزْعِ السَّهْمِ مِنَ الْبَدَنِ — بدن سے تیر کو کھینچ کر نکالنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس مجاہد کے بدن پر آ کر تیر لگا ہو اس کے بدن سے تیر کو کھینچ کر نکالنا جائز ہے' بعض شارحین نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ شہید کے بدن سے تیر کھینچ کر نکال لینا جائز ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ شہید کے جسم کو اس تیر کے ساتھ دفن کر دیا جائے' جس طرح اس کے جسم کو اس پر لگے ہوئے خون کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے تاکہ قیامت کے دن وہ اسی طرح اس لگے ہوئے خون کے ساتھ اُٹھے' لیکن ان کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس باب کا تعلق اس شخص کے ساتھ ہے جس کو تیر آ کر لگا ہو اور اس میں ابھی حیات ہو۔ اس سے بہتر توجیہ علامہ المہلب نے کی ہے کہ اس عنوان کا یہ مطلب ہے کہ مجاہد کے جسم سے تیر کھینچ کر نکال لیا جائے خواہ اس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہو جائے اور یہ اس کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں ہے کیونکہ اس سے مقصود اس کے جسم کی اصلاح ہے اور یہ اس کو دوا دینے اور اس کے علاج کا ایک طریقہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣٨۔٢٣٧)

٢٨٨٤ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰی رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رُمِيَ أَبُوْ عَامِرٍ فِي رُكْبَتِهٖ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ قَالَ انْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهُ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ.

[اطراف الحدیث: ٤٣٢٣۔٦٣٨٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامۃ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعامر کے گھٹنے میں تیر آ کر لگا تو میں ان کے پاس پہنچا' انہوں نے کہا: اس تیر کو کھینچ کر نکال دو' سو میں نے اس تیر کو کھینچا تو اس سے خون بہنے لگا' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! عبید ابوعامر کی مغفرت فرما!

(صحیح مسلم: ٢٤٩٨' الرقم المسلسل: ٦٣٠١' الطبقات الکبریٰ ج ٤ ص ١١٥' مسند احمد ج ٤ ص ٤١٢ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩٦٩٣۔ ج ٣٢ ص ٤٦٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبید ابی عامر کا تذکرہ اور وفات سے پہلے مغفرت کی دعا کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' ان کا نام عبید بن وہب ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عبید بن سلیم اشعری ہے' یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کے چچا ہیں اور ان کا شمار کبار صحابہ میں ہوتا ہے' یہ جنگ اوطاس میں شہید ہو گئے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ان کو تیر لگا ہے تو آپ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! عبید ابی عامر کی مغفرت فرما! حالانکہ اس وقت وہ فوت نہیں ہوئے تھے' لیکن آپ کو علم تھا کہ وہ اس حادثہ میں فوت ہو جائیں گے' اس لیے آپ نے ان کی مغفرت کی دعا کی۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ کسی کے فوت ہونے کے بعد اس کی مغفرت کی دعا کرنا جائز ہے۔

٧٠ - بَابُ الْحَرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ — جہاد کے دوران اللہ کی راہ میں حفاظت کرنا

اس باب میں اللہ کی راہ میں حفاظت کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

٢٨٨٥ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهِرَ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَيْتَ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِيْ صَالِحًا يَّحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ أَنَا سَعْدُ ابْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ جِئْتُ لِأَحْرُسَكَ وَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ٧٢٣١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک رات) بیدار ہوئے' پس جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے فرمایا: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک شخص آج رات میری حفاظت کرتا! اچانک ہم نے ہتھیار کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں' میں آپ کی حفاظت کرنے کے لیے آیا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے۔

(صحیح مسلم: ٢٤١٠' الرقم المسلسل: ٦١٢٤' سنن ترمذی: ٣٧٥٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٨٩-٨٨' الادب المفرد: ٨٧٨' سنن کبریٰ للنسائی: ٨٢١٧' مسند ابویعلیٰ: ٤٨٥٦' مسند احمد ج ٦ ص ١٤١ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٥٠٩٣- ج ٤٢ ص ١٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے: اللہ کی راہ میں حفاظت کرنا' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی مرد آج رات میری حفاظت کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی ضمانت دی ہے' پھر آپ نے کسی صحابی سے کیوں اپنی حفاظت کرائی۔۔۔ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے۔ اس حدیث میں یہ نہیں بیان کیا گیا کہ یہ واقعہ کس زمانے میں ہوا۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدینہ منورہ آنے سے پہلے کا واقعہ ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا

ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو ایک رات بیدار ہوئے' پس فرمایا: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک مرد آج رات میری حفاظت کرتا! حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اسی دوران ہم نے کسی ہتھیار کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنی۔ آپ نے فرمایا: کون ہے؟ (آنے والے نے) کہا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم اس وقت کس سبب سے آئے؟ انہوں نے کہا: میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خطرہ ہوا تو میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دعا دی' پھر آپ سو گئے۔ (صحیح مسلم: ٢٤١٠' الرقم المسلسل: ٦١٢٥)

اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جب آپ ابتداءً مدینہ میں آئے کیونکہ اس وقت حضرت عائشہ آپ کے پاس نہیں تھیں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس باب کا عنوان ہے: جہاد میں اللہ کی راہ میں حفاظت کرنا' لیکن اس حدیث میں اللہ کی راہ میں جہاد کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اللہ کی راہ میں ہوتے تھے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ: ٦٧) اور اللہ آپ کی لوگوں (کے شر) سے حفاظت کرے گا۔

تو جب اللہ آپ کی حفاظت کا ذمہ لے چکا ہے تو پھر آپ کو کسی صحابی سے حفاظت کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ علامہ قرطبی نے کہا ہے: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے گا اور اس کو غلبہ عطا کرے گا' جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے:

هُوَ الَّذِيۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ. (الفتح: ٢٨) (اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین عطا فرما کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کر دے۔

جس طرح اس آیت کا نزول کفار سے جہاد کے منافی نہیں ہے' سو اسی طرح ''**واللّٰہ یعصمک من الناس**'' آپ کی حفاظت کرانے کے منافی نہیں ہے۔

اس حدیث کے دیگر فوائد یہ ہیں: (١) دشمن سے حفاظت کا بندوبست کرنا (٢) لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سربراہ کی قتل کے خوف سے حفاظت کریں (٣) اس میں اس شخص کی تحسین کا ثبوت ہے جو از خود کوئی نیکی کرے' جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ از خود آپ کی حفاظت کے لیے آئے تو آپ نے ان کو نیک مرد فرمایا اور دعا دی (٤) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حفاظت کے اسباب کا حصول توکل کے منافی نہیں ہے۔

٢٨٨٦ - **حَدَّثَنَا** يَحۡيَى بۡنُ يُوۡسُفَ قَالَ اَخۡبَرَنَا اَبُوۡبَكۡرٍ عَنۡ اَبِيۡ حَصِيۡنٍ عَنۡ اَبِيۡ صَالِحٍ عَنۡ اَبِيۡ هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبۡدُ الدِّيۡنَارِ وَ الدِّرۡهَمِ وَالۡقَطِيۡفَةِ وَالۡخَمِيۡصَةِ اِنۡ اُعۡطِيَ رَضِيَ وَاِنۡ لَّمۡ يُعۡطَ لَمۡ يَرۡضَ. لَمۡ يَرۡفَعۡهُ اِسۡرَائِيۡلُ' عَنۡ اَبِيۡ حَصِيۡنٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے خبر دی از ابوحصین از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو دینار اور درہم کا اور القطیفہ (مخملی چادر) اور الخمیصہ (سیاہ چوکور چادر' جس میں بیل بوٹے ہوں) کا بندہ ہو' وہ ہلاک ہو گیا اگر اس کو عطا کیا جائے تو راضی ہوتا ہے' اگر عطا نہ کیا جائے تو راضی نہیں ہوتا۔ اس

[اطراف الحدیث: ٢٨٨٧۔٦٤٣٥] (سنن ابن ماجہ: ٤١٣٦)

٢٨٨٧ - وَزَادَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ، وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ، وَ عَبْدُ الْخَمِيْصَةِ، اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ، وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَاْسُهٗ مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ. قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ لَمْ يَرْفَعْهُ اِسْرَائِيْلُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ اَبِيْ حُصَيْنٍ وَّقَالَ تَعْسًا كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ فَاَتْعَسَهُمُ اللّٰهُ طُوْبٰى فُعْلٰى مِنْ كُلِّ شَيْءٍ طَيِّبٍ وَهِيَ يَاءٌ حُوِّلَتْ اِلَى الْوَاوِ وَهِيَ مِنْ يَطِيْبُ.

حدیث کو اسرائیل نے ابوحصین سے مرفوعاً روایت نہیں کیا۔

اور عمرو نے ہم کو یہ اضافہ کیا ہے: انہوں نے کہا: ہم کو عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے خبر دی از والدخود از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ فرمایا: دینار کا بندہ اور درہم کا بندہ اور الخمیصہ کا بندہ ہلاک ہوگیا' اگر اس کو عطا کیا جائے تو وہ راضی ہوتا ہے اور اگر اس کو عطا نہ کیا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے' (اور فرمایا:) وہ ہلاک ہوگیا اور ناکام ہوگیا' اور جب اس کو کانٹا چبھے تو نہ نکلے' اس بندے کے لیے خوشی ہو جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑنے والا ہے' اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور اس کے دونوں پیر غبار آلود ہیں' اگر وہ سرحد پر پہرا دے رہا ہے (تو وہ تندہی سے) پہرہ دیتا ہے اور اگر وہ لشکر کے آخر میں دیکھ بھال کے لیے ہے (تو وہ تندہی سے) دیکھ بھال میں (مشغول) ہے' اگر وہ اجازت طلب کرے تو اس کو اجازت نہیں دی جاتی اور اگر وہ (کسی کی) شفاعت کرے تو اس کی شفاعت قبول نہیں کی جاتی۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اس حدیث کو اسرائیل اور محمد بن جحادة نے ابوحصین سے مرفوعاً روایت نہیں کیا اور کہا: ''تعسا'' گویا کہ کہا: اللہ اس کو ہلاک کر دے! اس حدیث میں ''طوبٰی'' ''فعلٰی'' کے وزن پر ہے' ہر اچھی چیز سے' نیز اس میں یا واؤ سے بدل گئی ہے اور یہ ''یطیب'' سے بنا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو ٢٨٨٦ کی ہے اور عنقریب آ رہی ہے۔ اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: اگر وہ سرحد پر پہرا دے رہا ہے تو وہ تندہی سے پہرا دیتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن یوسف' ابویوسف (٢) ابوبکر بن عیاش بن سالم الحناط المقبری' ان کے نام میں بہت اختلاف ہے' صحیح یہ ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے (٣) ابوحصین' ان کا نام عثمان بن عاصم الاسدی ہے (٤) ابوصالح' ذکوان السمان الزیات (٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (٦) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی (٧) محمد بن جحادہ العودی (٨) عمرو بن مرزوق باہلی (٩) عبدالرحمٰن بن دینار مولیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (١٠) ان کے والد عبداللہ بن دینار۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٤٠)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''تعس'' کا لفظ ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ''تعس'' کا معنی منہ کے بل اوندھا گر گیا' یعنی لڑکھڑایا' پھر

منہ کے بل گر گیا' قرآن مجید میں ہے: ''فَتَعْسًا لَّهُمْ'' (محمد:۸) تو ان کے لیے ہلاکت ہے۔

اور اس میں مذکور ہے: ''عبد الدینار'' اس سے مجاز مراد ہے' یعنی اس نے اپنی حرص کی وجہ سے دینار اور درہم کو اتنا زیادہ طلب کیا گویا کہ وہ ان کا بندہ ہے' اور اس کی تمام کوشش دولت کی طلب میں ہوتی ہے' گویا کہ وہ دولت کی ہی عبادت کرتا ہے۔

''القطیفه'' اس کا معنی ہے: مخملی چادر۔

''الخمیصه'' سیاہ چوکور چادر جس میں نقش ونگار بنے ہوں۔

''انتکس'' اس پر دوبارہ مرض لوٹ آیا۔

''شیك'' اس کو ایسا کانٹا چبھ گیا' جس کو نکالنے پر وہ قادر نہ ہو سکا۔

''ان کان فی الحراسة'' یعنی وہ لشکر کے اگلے حصے میں ہو' اور ''الساقة'' سے مراد ہے: وہ لشکر کے آخری حصہ میں ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۴۲۔۲۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧١ - بَابُ فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي الْغَزْوِ — جہاد میں خدمت کرنے کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ غازی کے لیے خدمت کرنے کی فضیلت ہے' خواہ وہ کسی چھوٹے کی خدمت کرے یا بڑے کی' یا کسی اپنے برابر کی خدمت کرے۔ اس باب میں حضرت انس سے مروی تین احادیث ہیں' پہلی حدیث میں بیان ہے کہ بڑے نے چھوٹے کی خدمت کی' دوسری حدیث میں بیان ہے کہ چھوٹے نے بڑے کی خدمت کی اور تیسری حدیث میں بیان ہے کہ کسی شخص نے اپنے برابر کے شخص کی خدمت کی۔

٢٨٨٨ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَحِبْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَكَانَ يَخْدُمُنِيْ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ جَرِيْرٌ إِنِّيْ رَأَيْتُ الْأَنْصَارَ يَصْنَعُوْنَ شَيْئًا لَّا أَجِدُ أَحَدًا مِّنْهُمْ إِلَّا أَكْرَمْتُهُ.

(صحیح مسلم: ۲۵۱۳' الرقم المسلسل: ۶۳۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از یونس بن عبید از ثابت البنانی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (سفر میں) تھا' اور وہ میری خدمت کرتے تھے حالانکہ وہ حضرت انس سے بڑے تھے' حضرت جریر نے کہا: میں نے انصار کو ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت' جس کی وجہ سے) میں ان میں سے جس سے بھی ملتا تھا' اس کی تعظیم کرتا تھا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بڑے چھوٹے کی خدمت کرتے تھے' اور یہ انصار کی فضیلت ہے اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ وہ تواضع کرتے تھے اور عمر میں بڑے ہونے کے باوجود سفر میں اپنے سے چھوٹے (یعنی حضرت انس) کی خدمت کرتے تھے۔

٢٨٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِيْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب بن حطب' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى خَيْبَرَ أَخْدُمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا وَّبَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهٖ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَابَيْنَ لَابَتَيْهَا كَتَحْرِيمِ إِبْرَاهِيمَ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا.

کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلا' میں آپ کی خدمت کرتا تھا' جب نبی ﷺ واپس جارہے تھے اور آپ کے سامنے اُحد پہاڑ ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ ایک پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں' پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اے اللہ! میں اس کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کے خطہ کو حرم قرار دیتا ہوں' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا' اے اللہ! ہمارے صاع اور مُد میں برکت عطا فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۳۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ چھوٹے نے بڑے کی عزت کی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص بڑا ہو' خواہ وہ عمر میں بڑا ہو یا قوم میں بڑا ہو یا علم میں بڑا ہو یا نیکی میں بڑا ہو یا مرتبہ میں بڑا ہو' چھوٹے کو اس کی عزت کرنی چاہیے۔

٢٨٩٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَكَرِيَّاءَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ مُّوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُنَا ظِلًّا الَّذِي يَسْتَظِلُّ بِكِسَائِهٖ وَأَمَّا الَّذِينَ صَامُوا فَلَمْ يَعْمَلُوا شَيْئًا وَّأَمَّا الَّذِينَ أَفْطَرُوا فَبَعَثُوا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوا وَعَالَجُوا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ.

(صحیح مسلم: ۱۱۱۹' الرقم المسلسل: ۲۵۱۱' سنن نسائی: ۲۲۷۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابوالربیع نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن زکریا' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از مورق العجلی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے' اور ہم میں سے اکثر اپنی اپنی چادروں سے سایا کر رہے تھے' رہے وہ لوگ جنہوں نے روزہ رکھا تھا تو انہوں نے کوئی کام نہیں کیا' اور رہے وہ لوگ جنہوں نے روزہ نہیں رکھا تھا تو انہوں نے اونٹوں کو (پانی پلانے کے لیے) اٹھایا' اور کھانا پکانے کے لیے دوسرے کام کیے' تو نبی ﷺ نے فرمایا: آج تو روزہ چھوڑنے والے اجر لے گئے۔

روزہ چھوڑنے والوں کا زیادہ اجر اس لیے ہے کہ روزہ رکھنے والوں کا نفع صرف ان کی ذات تک محدود ہے اور روزہ چھوڑنے والوں کو روزہ رکھنے والوں کی خدمت کا اجر ملے گا' اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ خدمت کرنے کا اجر روزہ رکھنے سے زیادہ ہوتا ہے اور اس میں اپنے برابر والوں کی خدمت کا ثبوت ہے۔

٧٢ - بَابُ فَضْلِ مَنْ حَمَلَ مَتَاعَ صَاحِبِهٖ فِي السَّفَرِ

اس شخص کی فضیلت جس نے سفر میں اپنے ساتھی کا سامان اٹھایا

٢٨٩١ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ سُلَامٰى عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ يُّعِينُ الرَّجُلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے ہر جوڑ کا اس پر ہر روز صدقہ

فِيْ دَابَّتِهٖ يُحَامِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَّالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ وَكُلُّ خَطْوَةٍ يَّمْشِيْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَّدَلُّ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ.

واجب ہوتا ہے' خواہ وہ کسی مرد کی اس کی سواری میں مدد کرے' اس کو اس سواری پر سوار کرے' یا اس سواری پر اس کا سامان اُٹھا کر رکھے تو یہ صدقہ ہے' اور نیک بات کہنا اور نماز کی طرف ہر قدم چلنا صدقہ ہے اور کسی کی راستے پر راہنمائی کرنا صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٠٧ میں گزر چکی ہے۔

٧٣ - بَابُ فَضْلِ رِبَاطِ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ — اللہ کی راہ میں سرحد پر ایک روز پہرا دینے کی فضیلت

اس باب میں'' رباط '' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مسلمانوں اور کفار کے ملکوں کی درمیانی جگہ پر مسلمانوں کی حفاظت کے لیے پہرا دینا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا﴾ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ (آل عمران: ٢٠٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے ایمان والو! صبر کرو۔ (آل عمران: ٢٠٠) آخر آیت تک۔

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا.

اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور اپنی سرحدوں کے لیے تیار رہو۔ (آل عمران: ٢٠٠)

زید بن اسلم نے کہا ہے کہ جہاد کی مشقت پر صبر کرو اور دشمن سے مقابلہ پر صبر کرو' اور گھوڑوں پر بیٹھ کے دشمنوں کی سرحدوں پر اسلامی ملک کی حفاظت کرو' اور حسن بصری نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ مصیبتوں پر صبر کرو اور پانچ نمازوں کی مشقت پر صبر کرو۔

٢٨٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ قَالَ سَمِعَ اَبَا النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابونضر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرا دینا' دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔ اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کے چابک جتنی جگہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے' اور بندہ دن کا آخری حصہ جو اللہ کی راہ میں گزارے یا دن کا ابتدائی حصہ اللہ کی راہ میں گزارے' وہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٩٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں سرحد پر پہرا دینے کا ذکر ہے۔

٧٤ - بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ — جس نے بچے کو خدمت کے لیے ساتھ لے جا کر جہاد کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بچے کو بھی خدمت کے لیے جہاد میں ساتھ لے جائے تو یہ جائز ہے' ہر چند

کہ بچے پر جہاد واجب نہیں ہے۔

٢٨٩٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِيْ طَلْحَةَ اِلْتَمِسْ لِيْ غُلَامًا مِّنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِيْ حَتّٰى اَخْرُجَ اِلٰى خَيْبَرَ فَخَرَجَ بِيْ اَبُوْطَلْحَةَ مُرْدِفِيَّ وَاَنَا غُلَامٌ رَاهَقْتُ الْحُلُمَ فَكُنْتُ اَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَ فَكُنْتُ اَسْمَعُهُ كَثِيْرًا يَّقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِيْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰذِنْ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّيْ لَهَا وَرَاءَهٗ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهٖ فَيَضَعُ رُكْبَتَهٗ فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهٖ حَتّٰى تَرْكَبَ فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ نَظَرَ اِلٰى اُحُدٍ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ ثُمَّ نَظَرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحَرِّمُ مَابَيْنَ لَابَتَيْهَا بِمِثْلِ مَاحَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے فرمایا: تم اپنے لڑکوں میں سے میرے لیے ایک لڑکا تلاش کرو جو میری خدمت کرے حتیٰ کہ میں خیبر کی طرف روانہ ہوں، پھر حضرت ابوطلحہ مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر نکلے اور اس وقت میں بلوغت کے قریب لڑکا تھا، سو جب آپ کہیں ٹھہرتے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، پس میں اکثر آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنتا تھا: اے اللہ! میں پریشانی سے اور غم سے اور عاجز ہونے سے اور سستی سے اور بخل سے اور بزدلی سے اور قرض کے بوجھ سے اور مردوں کے غلبہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں! پھر ہم خیبر میں آئے، پھر جب اللہ نے آپ پر قلعہ کو فتح کر دیا اور آپ کے سامنے حضرت صفیہ بنت حُیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کا جمال ذکر کیا گیا اور ان کے (سابق) شوہر کو قتل کر دیا گیا تھا اور اس وقت وہ دلہن تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے لیے پسند فرمالیا، پس آپ ان کو لے کر روانہ ہوئے، جب ہم مقام سدّ صہباء پر پہنچے تو وہ حیض سے پاک ہو چکی تھیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ شبِ زفاف گزاری، پھر حیس (کھجور اور گھی اور پنیر سے بنایا ہوا طعام) تیار کیا گیا اور چھوٹے چمڑے کے دسترخوان میں رکھا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے اردگرد لوگ ہیں، ان میں اعلان کر دو، پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت صفیہ کے ساتھ نکاح کا ولیمہ تھا، پھر ہم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت صفیہ کے لیے اپنے پیچھے اپنی چادر سے پردہ باندھ رہے تھے، پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھتے اور اپنا گھٹنا کھڑا رکھتے، پھر حضرت صفیہ اپنا پیر آپ کے گھٹنے پر رکھتیں، حتیٰ کہ اونٹ پر سوار ہو جاتیں، پھر ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے اُحد پہاڑ کی طرف دیکھا، پس فرمایا: یہ پہاڑ ہے، یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، پھر آپ نے مدینہ کی

طرف دیکھ کر دعا کی: اے اللہ! میں اس کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کی جگہ کو اس طرح حرم قرار دیتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا' اے اللہ! ان کے لیے ان کے مُد اور صاع میں برکت فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جہاد کے دوران خدمت کرنے والے لڑکے کو ساتھ رکھنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں بغیر معاوضہ کے یتیم سے خدمت لینے کے جواز کا ثبوت ہے' کیونکہ حضرت انس' رسول اللہ ﷺ کی بغیر کسی اُجرت اور بغیر کسی خرچ کے خدمت کرتے تھے' اس لیے یہ جائز ہے کہ یتیم کو اس کی ماں یا اس کا وصی کسی کی خدمت کے لیے سپرد کر دے' اور یہ بھی جائز ہے کہ یتیم کو کسی بڑے عالم کی خدمت کے لیے بغیر کسی شرط کے سپرد کر دیا جائے' اور اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ بچوں کو جہاد میں لے جانا جائز ہے' اور امام بخاری نے اسی کو ثابت کرنے کے لیے یہ باب قائم کیا ہے۔

٧٥ - بَابُ رُكُوْبِ الْبَحْرِ — سمندر پر سفر کرنا

اس باب میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ سمندر کے راستہ سفر کرنا جائز ہے' اور جب جہاد کے لیے سمندر کے راستہ سفر کرنا جائز ہے تو حج کے لیے سمندر کے راستہ سفر کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ عورتوں کے لیے سمندری راستہ سے حج کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس میں ان کا ستر نہیں ہو سکتا اور بعض علماء نے مطلقاً سمندری راستہ سے سفر کرنے کو منع کیا ہے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو سمندری سفر سے منع کرتے تھے' سو انہوں نے اپنی پوری زندگی میں سمندری سفر نہیں کیا' اور اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ سنت سے ثابت ہے کہ مردوں اور عورتوں کا سمندری راستہ سے جہاد کے لیے سفر کرنا جائز ہے اور امام بخاری نے اسی لیے یہ باب قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٨٩٤' ٢٨٩٥ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ حَرَامٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا فِي بَيْتِهَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُضْحِكُكَ فَقَالَ عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ مِّنْ أُمَّتِي يَرْكَبُوْنَ الْبَحْرَ كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتِ مِنْهُمْ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَيَقُوْلُ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ فَتَزَوَّجَ بِهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَخَرَجَ بِهَا إِلَى الْغَزْوِ فَلَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن یحییٰ بن حبان از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ ایک دن ان کے گھر میں تھے' پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' حضرت ام حرام نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو کس وجہ سے ہنسی آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اپنی امت کے کچھ لوگوں پر تعجب ہوا' جو سمندر میں اس طرح سفر کریں گے جس طرح بادشاہ تختوں پر ہوتے ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے' تو آپ نے فرمایا: تم ان کے ساتھ ہو گی' پھر آپ سو گئے' پس آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' پھر آپ نے دو یا تین مرتبہ اسی طرح فرمایا' میں نے عرض کیا: یارسول

رَجَعَتْ قُرِّبَتْ دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَوَقَعَتْ فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا.

اللہ! آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے' تو آپ فرما رہے تھے: تم پہلوں میں سے ہو' پھر ان سے حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا' وہ ان کے ساتھ جہاد کے لیے نکلیں' جب وہ واپس آئیں تو سواری کے قریب سوار ہونے کے لیے گئیں تو وہ گر گئیں اور ان کی گردن ٹوٹ گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۸۹۔۲۷۸۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سمندر پر سفر کرنے کا ثبوت ہے۔

٧٦ - بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِينَ فِي الْحَرْبِ

جہاد میں کمزوروں اور نیک لوگوں (کی دعا) سے مدد حاصل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں کمزوروں اور نیک لوگوں کی دعا اور ان کی برکت سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِي أَبُوسُفْيَانَ قَالَ قَالَ لِي قَيْصَرُ سَأَلْتُكَ أَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّ ضُعَفَاءَهُمْ اتَّبَعُوهُ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ مجھ سے قیصر نے کہا: میں نے تم سے یہ سوال کیا تھا کہ معزز لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ تو تم نے جواب دیا کہ پس ماندہ لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہی لوگ رسولوں کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٨٩٦ - **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَأَى سَعْدٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلٰى مَنْ دُونَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۵۹۴۔۳۶۴۹] (سنن نسائی: ۳۱۷۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی از طلحہ از مصعب بن سعد' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ انہیں (اپنے مال وغیرہ کی وجہ سے) ان کے ماسوا پر فضیلت حاصل ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف کمزور لوگوں (کی دعا کے سبب سے ہی) تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

مصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اصحاب سے افضل ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کی صرف اس کے کمزور لوگوں کی وجہ سے مدد فرماتا ہے' ان کی دعاؤں کے سبب سے اور ان کی نمازوں کی وجہ سے اور ان کے اخلاص کے سبب سے۔ (سنن نسائی: ۳۱۷۵)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ کو ضعیف لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تم کو صرف ضعفاء کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۹۴' سنن ترمذی: ۱۷۰۲' سنن نسائی: ۳۱۷۶)

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ضعفاء کی دعا سے مسلمانوں کی مدد کی جاتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۶۵۳۶۔ ج ۵ ص ۱۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ضعفاء کی دعاؤں کے سبب سے نصرت اور رزق کا حصول

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ ضعفاء کی عبادت اور ان کی دعا میں شدید اخلاص ہوتا ہے اور بہت زیادہ خشوع وخضوع ہوتا ہے کیونکہ ان کا دل دنیا کی خوش نما چیزوں اور اس کی زینت کے ساتھ تعلق سے خالی ہوتا ہے اور ان کے دل ان چیزوں سے صاف ہوتے ہیں جو اللہ سے دور کر دیتی ہیں' سو ان کو صرف اللہ سے قرب کے حصول کی فکر ہوتی ہے' سو وہ اپنے باطن کو صاف رکھتے ہیں' اس لیے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ اس لیے فرمایا تھا کہ ان کو عجز اور تواضع اور تکبر کے ازالہ پر برانگیختہ کریں۔ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص دوسروں کے سامنے اپنے اوپر فخر کرے' اس کو ان دوسروں کے فضائل بیان کرنے چاہئیں تا کہ وہ کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ضعفاء کا وہ حال بیان کیا جو طاقتور اور مال دار لوگوں کو حاصل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ اس قصہ میں یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتائیے کہ ایک مرد اپنی قوم کی حمایت کرتا ہے اور اپنے اصحاب سے دشمن کے حملوں کا دفاع کرتا ہے' کیا اس کا بھی مالِ غنیمت سے اتنا ہی حصہ ہوگا جتنا کہ دوسروں کا حصہ ہوتا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں تم پر روئے! اے سعد کی ماں کے بیٹے! تمہاری جو مدد کی جاتی ہے اور تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے' وہ صرف تمہارے ضعفاء کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۷۵۲۔ ج ۵ ص ۳۰۴' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۳' المعجم الاوسط: ۲۲۴۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص جو سمجھتے تھے کہ ان کے لیے فضیلت ہے' اس سے ان کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان کا مرتبہ اور شرف دوسروں سے افضل ہے بلکہ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ جو مسلمان دوسرے مسلمانوں سے زیادہ بہادری کے کمال دکھائیں اور زیادہ دادِ شجاعت دیں' آیا ان کا حصہ کمزور مسلمانوں سے زیادہ ہوگا یا نہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ کمزور مسلمانوں کی دعاؤں کے سبب سے ہی تم کو فتوحات حاصل ہوتی ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۹۶' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ نے بھی اسی شرح کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیکوں کے توسل سے برکات کے نزول کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے سبب سے کفار اور فساق پر ہونے والے عذاب کو دور کر دیتا ہے' اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو اس عذاب سے زمین تباہ ہو جاتی' اس کی تصدیق ان آیات میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ. (الانفال:٣٣) اور اللہ (کے شایانِ شان) نہیں کہ ان کافروں کو عذاب دے جب کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں موجود ہیں۔

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ (الفتح:٢٥) اور اگر وہ ایمان والے وہاں سے نکل جاتے تو ہم ان (مکہ والوں میں سے) کافروں کو دردناک عذاب دیتے ○

حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے گاؤں والوں کی ایک گرتی ہوئی دیوار بنا دی' حالانکہ ان لوگوں نے ان کی میزبانی اور ضیافت سے انکار کر دیا تھا اور دیوار بنانے کی اُجرت بھی نہیں لی' حضرت خضر نے اس کی وجہ بیان کی:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا. (الکہف:٨٢) اور رہی دیوار تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔

نیکوں کے توسل سے برکات کے نزول کے ثبوت میں احادیث اور آثار

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں ہمیشہ سات ایسے شخص رہیں گے جن کی برکت سے تمہاری مدد کی جائے گی اور جن کے وسیلہ سے تم پر بارشیں نازل ہوں گی اور جن کی وجہ سے تم کو رزق دیا جائے گا' حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی۔

حضرت عبادۃ ابن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس ابدال ہیں' ان کی وجہ سے تم کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کے وسیلہ سے تم پر بارشیں ہوتی ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ حسن بصری بھی ان ہی میں سے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ٣٤٦' دار الفکر' بیروت' ١٤١٩ھ)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک صالح مؤمن کی برکت سے اللہ اس کے پڑوس کے سو گھروں سے مصائب کو دور کر دیتا ہے' پھر حضرت ابن عمر نے یہ آیت پڑھی:

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ. (البقرہ:٢٥١) اور اگر اللہ بعض (بُرے) لوگوں (کے عذاب) کو بعض (نیک) لوگوں (کی برکت) سے دور نہ کرتا تو زمین میں فساد ہو جاتا۔

(جامع البیان: ٤٤٨٩' الکامل لابن عدی ج ٣ ص ٢٧٤' مجمع الزوائد ج ٨ ص ١٦٧)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام زمین کی میخیں ہیں اور جب نبوت منقطع ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ایک قوم کو پیدا کر دیا جن کو ابدال کہا جاتا ہے' وہ زیادہ روزوں اور زیادہ نمازوں کی وجہ سے لوگوں پر فضیلت نہیں رکھتے لیکن وہ حسن اخلاق' خدا خوفی' حسن نیت' تمام مسلمانوں کے لیے دلوں میں خیر خواہی' اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی' صبر' حلم' عقل مندی اور تواضع کی وجہ سے فضیلت رکھتے ہیں' وہی انبیاء علیہم السلام کے خلفاء ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا اور ان کو اپنے لیے خاص کر لیا' یہ وہ چالیس صدیق ہیں' ان میں سے تیس ایسے اشخاص ہیں جن کا یقین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یقین کی مثل ہے' ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ زمین والوں سے آفتوں اور مصائب کو دور فرماتا ہے' ان ہی کی وجہ سے ان پر بارشیں ہوتی ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' ان میں سے جو شخص بھی فوت ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اس کا بدل پیدا فرما دیتا ہے۔

(نوادر الاصول ج ١ ص ٢٦٢ 'دار الجیل' بیروت' ١٤١٢ھ)

٢٨٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَاْتِيْ زَمَانٌ يَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ ثُمَّ يَاْتِيْ زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ ثُمَّ يَاْتِيْ زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ. [اطراف الحدیث: ٣٥٩٤-٣٦٤٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے جابر سے سنا از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائے گا: آیا تم میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے؟ تو کہا جائے گا کہ ہاں! پھر ان کو فتح حاصل ہو گی' پھر ایک زمانہ آئے گا تو کہا جائے گا: آیا تم میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے مصاحبت رکھنے والا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ ہاں! پس ان کو فتح حاصل ہو گی' پھر ایک زمانہ آئے گا تو کہا جائے گا: آیا تم میں سے ایسا شخص ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے صاحب سے مصاحبت کی ہو؟ تو کہا جائے گا کہ ہاں! پس اس کو فتح حاصل ہو گی۔

(صحیح مسلم: ٢٥٣٢' الرقم المسلسل' مسند الحمیدی: ٧٤٣' مسند ابو یعلیٰ: ٩٧٤' صحیح ابن حبان: ٤٧٦٨' شرح السنۃ: ٣٨٦٤' مسند احمد ج ٣ ص ٧ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٠٤١- ج ١٧ ص ٩٢' مؤسسة الرسالة' بیروت)

صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کی تعریفات

جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں رہا ہو وہ صحابی ہے اور جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی مصاحبت میں رہا ہو وہ تابعی ہے اور جو مسلمان تابعین کی مصاحبت میں رہا ہو وہ تبع تابعی ہے۔ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کی دعاؤں سے مدد حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ دنیاوی اعتبار سے کمزور ہیں اور آخرت کے اعتبار سے قوی ہیں۔

اس حدیث میں ''فئام'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لوگوں کی جماعت

قرن کا معنی اور قرن کے متعلق احادیث

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: سب لوگوں میں بہترین میرا قرن ہے' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر ان کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو موٹے ہوں گے اور موٹاپے کو پسند کریں گے' جو ان کی شہادت سے پہلے شہادت دیں گے۔ (سنن ترمذی: ٢٣٠٢' تاریخ بغداد ج ٢ ص ٥٣)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام قرون میں بہترین قرن وہ ہے جس میں' میں ہوں' پھر دوسرا قرن ہے' پھر تیسرا قرن ہے' پھر چوتھا قرن ہے' اللہ اس کی (یعنی چوتھے قرن کی) بالکل بھی پرواہ نہیں کرتا۔

(حلیۃ الاولیاء ج ٤ ص ١٧٢' دار الکتاب العربی' بیروت' ١٤٠٧ھ)

حضرت سعید بن تمیم رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی امت میں سب سے بہترین لوگ کون

ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اور میرے اقران میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر دوسرا قرن ہے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر تیسرا قرن ہے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر ایسے لوگ ہوں گے جو حلف اٹھائیں گے اور ان سے حلف نہیں لیا جائے گا' وہ گواہی دیں گے اور ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی' وہ امانت رکھیں گے اور ادا نہیں کریں گے۔

(المعجم الکبیر: ٥٤٦٠' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد: ١٦٤٠٩)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی ٧١١ھ لکھتے ہیں:

قرن' زمانہ کے ایک وقت کو کہتے ہیں' اس کی مدت چالیس سال ہے' ایک قول ہے: اس کی مدت اسی (٨٠) سال ہے اور ایک قول ہے: اس کی مدت سو سال ہے' ابوالعباس نے کہا: یہی قول مختار ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ. (الانعام:٦)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنے زمانہ کے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔

الازہری نے کہا: قرن ہر اُس مدت کو کہتے ہیں جس میں کوئی نبی ہو یا اس میں اہل علم کا ایک طبقہ ہو' خواہ اس کے سال کم ہوں یا زیادہ ہوں' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: تم میں بہترین میرا قرن ہے یعنی میرے اصحاب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں یعنی تابعین' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں یعنی تبع تابعین' قرن کا اشتقاق ''اقتران'' سے ہے یعنی بعد میں آنے والے وہ لوگ جو پہلے لوگوں سے ملے ہوئے ہوں۔ (لسان العرب ج ١٢ ص ٨٧ ملخصاً' دار صادر' بیروت' ٢٠٠٣ء)

اس حدیث میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور آپ کے اصحاب کی فضیلت ہے' آپ کا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے قیامت تک کے لوگوں کی صفات کی خبر دی ہے اور اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

٧٧ - بَابُ لَا یَقُوْلُ فُلَانٌ شَهِیْدٌ

یہ نہ کہو کہ فلاں شخص شہید ہے

یعنی قطعی طور پر کسی کے متعلق یہ نہ کہا جائے کہ وہ شہید ہے سوا اس کے جس کے متعلق وحی نازل ہوئی ہو۔

قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ یُّجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِهٖ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ یُّکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِهٖ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی کو علم ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اللہ ہی کو علم ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ٢٧٨٧ میں ہے۔

٢٨٩٨ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلْتَقٰی هُوَ وَالْمُشْرِکُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی عَسْکَرِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُوْنَ اِلٰی عَسْکَرِهِمْ وَفِیْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَّا یَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور مشرکین کا باہم مقابلہ ہوا' پس انہوں نے ایک دوسرے سے قتال کیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کی طرف چلے گئے اور دوسرے اپنے لشکر کی طرف چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں ایک ایسا شخص تھا جو کسی بھی منفرد

وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ فَقَالَ مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ قَالَ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ أَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. [اطراف الحدیث: ۴۲۰۲۔۴۲۰۷۔۶۴۹۳۔۶۶۰۷] (صحیح مسلم: ۱۱۲، الرقم المسلسل: ۲۰۷)

شخص کو نہیں چھوڑتا تھا خواہ وہ اپنے لشکر سے الگ ہو گیا ہو یا شروع سے الگ ہو مگر اس کا پیچھا کر کے اس کو قتل کر دیتا تھا' تو کسی نے کہا: آج جتنی جزاء ہم میں اس شخص کو ملے گی کسی اور کو نہیں ملے گی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہا وہ شخص تو وہ دوزخی ہے' پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا' پس وہ اس کے ساتھ نکلا' جب وہ ٹھہرتا تو وہ اس کے ساتھ ٹھہر جاتا اور جب وہ تیز چلتا تو وہ اس کے ساتھ تیز چلتا' پھر وہ شخص شدید زخمی ہو گیا' اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے تلوار کا قبضہ زمین پر اور اس کی نوک اپنے پستانوں کے درمیان رکھی اور تلوار پر جھک کر (اس کو دبایا) اور اپنے آپ کو قتل کر لیا' پھر وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں! آپ نے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: جس شخص کے متعلق ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اور لوگوں پر یہ بہت شاق گزر رہا تھا' تو میں نے کہا: میں تم کو ابھی مطمئن کر دیتا ہوں' پھر میں اس کی طلب میں نکلا' وہ شخص بہت شدید زخمی ہو گیا تھا' اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنے پستانوں کے درمیان رکھی' پھر اس نے جھک کر تلوار کو دبایا اور خود کو قتل کر لیا' پس اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ایک شخص بہ ظاہر لوگوں کے نزدیک اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اہل دوزخ سے ہوتا ہے' اور ایک شخص بہ ظاہر لوگوں کے نزدیک اہل دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اہل جنت سے ہوتا ہے۔

جس شخص نے زخموں کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی تھی' وہ کون تھا؟ اور یہ کس جہاد کا واقعہ ہے؟ اور دیگر فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: مسلمانوں کا اور مشرکین کا باہم مقابلہ ہوا' یہ واقعہ غزوۂ خیبر کا ہے۔ امام بخاری نے بعینہٖ اس حدیث کو غزوۂ خیبر میں روایت کیا ہے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ اُحد کا ہے' رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص کا نام قزمان تھا اور اس کا منافقین میں شمار ہوتا تھا' وہ غزوۂ اُحد میں نہیں گیا تو اس کو عورتوں نے ملامت کی اور کہا: مرد تو جہاد کے لیے روانہ ہو گئے اور تم صرف عورت ہو' پس وہ اُحد کی طرف نکلا اور اس نے صف اوّل میں قتال کیا اور سب سے پہلے تیر مارا' پھر جب مسلمان پسپا ہو کر فرار ہوئے تو اس نے اپنی تلوار کو توڑا اور چلا کر کہا: موت فرار سے بہتر ہے' اے آل اوس! اپنے خاندان کے لیے قتل کرو' پھر وہ مشرکین کے درمیان

میں گھس گیا حتیٰ کہ اس نے سات مشرکین کو قتل کیا اور زخمی ہو گیا' حضرت قتادہ بن النعمان اس کے پاس سے گزرے اور کہا: تم کو شہادت مبارک ہو! تو اس نے کہا: میں نے دین کے لیے قتال نہیں کیا' پھر اس نے خودکشی کر لی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ فاجر شخص سے اس دین کو طاقت دیتا ہے۔ (کشف المشکل ج ۴ ص ۱۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی' واقعہ اس کے مطابق ہو گیا اور اس میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے اور اس میں مسلمانوں کے ایمان پر مطمئن ہونے کا بیان ہے کیونکہ جیسے ہی اس شخص نے خودکشی کی تو اس صحابی نے کہا: میں آپ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہوں' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے اور حسن نیت کا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شہید وہ ہوتا ہے جس کی نیت شہادت کی ہو' اور اس اعتراض کا جواب کہ وہ شخص خودکشی کر کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا' پھر اس کو دوزخی کیوں فرمایا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو شخص دورانِ جہاد مر جائے' وہ شہید ہو۔ حدیث میں ہے:

امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم شہید کس کو قرار دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: جو شخص کسی ہتھیار سے زخمی ہوا ہو' آپ نے فرمایا: کتنے لوگ ہتھیار سے زخمی ہوتے ہیں حالانکہ وہ شہید نہیں ہوتے اور نہ ان کی تحسین کی جاتی ہے اور کتنے لوگ اپنے بستروں پر طبعی موت مرتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہوتے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۲۱۸۹' طبع جدید) حافظ ابن حجر نے کہا: اس کی سند پر اعتراض ہے۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ شہید دوزخ میں نہیں داخل ہو گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا کہ یہ اہل دوزخ سے ہے' اور اس شخص کا صرف یہ گناہ ظاہر ہوا تھا کہ اس نے خودکشی کر لی تھی اور اس فعل کی وجہ سے وہ صرف فاسق اور عاصی ہوا' کافر نہیں ہوا' لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باطن میں اس کے کفر پر مطلع ہوں یا اس نے خودکشی کو حلال سمجھ کر اپنے آپ کو قتل کیا ہو تو پھر وہ حرام کو حلال قرار دینے کی وجہ سے کافر ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۹۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٧٨ - بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الرَّمْيِ

تیراندازی پر برانگیختہ کرنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ (الانفال: ٦٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو!) تم میں جس قدر طاقت ہے ان کے لیے (ہتھیاروں کی) قوت تیار رکھو اور گھوڑوں کو باندھنے سے تم اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھاؤ۔ (الانفال: ٦٠)

حدیث میں ہے کہ قوت تیراندازی ہے' لیکن یہ اس دور کے اعتبار سے ہے' آج کل دشمنانِ اسلام کے خلاف جو ہتھیار زیادہ مؤثر ہو' اس کو تیار کرنا چاہیے' جیسے راکٹ' میزائل' ٹینک' لڑاکا طیارے وغیرہ۔

٢٨٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سلمہ بن

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ فَاَمْسَكَ اَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ؟ قَالُوْا كَيْفَ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ. [اطراف الحديث: ٣٣٧٣۔٣٥٠٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اکوع رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنواسلم کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے' وہ تیراندازی (کی مشق) کررہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنواسماعیل! تم تیراندازی کرو' کیونکہ تمہارے باپ تیراندازی کرنے والے تھے' تم تیراندازی کرو اور میں بنوفلاں کے ساتھ ہوں۔ راوی نے کہا: پھر دو فریقوں میں سے ایک نے اپنے ہاتھ روک لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ہوا؟ تم تیراندازی کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: ہم کیسے تیر ماریں جب کہ آپ ان کے ساتھ ہیں' تو آپ نے فرمایا: تم تیر اندازی کرو' میں سب کے ساتھ ہوں۔

٢٩٠٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيْلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ حِيْنَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ وَّصَفُّوْا لَنَا اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ.

(اطراف الحديث: ٣٩٨٤۔٣٩٨٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن الغسیل نے حدیث بیان کی از حمزۃ بن ابی اسید از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: جب ہم نے قریش کے مقابلہ میں صفیں بنائیں اور انہوں نے ہمارے لیے صفیں بنائیں' تو آپ نے فرمایا: جب وہ تمہارے قریب آجائیں تو تم تیراندازی شروع کر دینا۔

اس اشکال کا جواب کہ تیر مارنے کے مناسب یہ ہے کہ دور سے تیر مارا جائے نہ کہ قریب سے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ''کثبوا'' کا معنی ہے: وہ قریب آجائیں' اور جب دشمن قریب ہو تو اس پر نیزوں سے حملہ کرنا مناسب ہے اور جب دشمن دور ہو' تب اس پر تیروں سے حملہ کرنا مناسب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب دشمن دور ہو اور اس پر تیروں سے حملہ کیا جائے تو ہوسکتا ہے کہ تیر نشانے پر نہ لگیں اور جب دشمن قریب ہو تو پھر نشانے کے خطاء ہونے کا کم امکان ہوتا ہے' اس لیے آپ نے فرمایا: جب دشمن قریب آجائے تو تم تیر مارنا۔

٧٩ - بَابُ اللَّهْوِ بِالْحِرَابِ وَنَحْوِهَا — نیزوں وغیرہ سے کھیلنے کا حکم

اس باب کے عنوان میں ''الحراب'' کا لفظ ہے' ''الحراب'' کا معنی ہے: آلاتِ حرب' مثلاً تلوار' کمان' تیر اور نیزہ وغیرہ۔

٢٩٠١ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ دَخَلَ عُمَرُ فَاَهْوٰى اِلَى الْحَصٰى فَحَصَبَهُمْ بِهَا فَقَالَ دَعْهُمْ يَا عُمَرُ وَزَادَ عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا قَالَ مَعْمَرٌ فِي الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حبشی نیزوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے (اس وقت) حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے' انہوں نے کنکریاں اٹھا کر ان کو ماریں تو آپ نے فرمایا: اے عمر! ان کو رہنے دو۔ اور علی نے اضافہ کیا ہے کہ ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر

نے مسجد میں خبر دی۔

(صحیح مسلم: ۸۹۳ الرقم المسلسل: ۱۹۵۳ مصنف عبدالرزاق: ۱۹۷۲۴ صحیح ابن حبان: ۵۸۶۷ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۷ شرح السنۃ: ۱۱۱۲ مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۹ طبع قدیم مسند احمد: ۸۰۸۰۔ ج ۱۳ ص ۴۴۴ مؤسسة الرسالة بیروت)

آلاتِ حرب کے ساتھ کھیلنے سے حضرت عمر کے منع کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

توضیح میں مذکور ہے کہ آلاتِ حرب سے کھیلنا سنت ہے تا کہ اس عمل سے دشمن پر حملہ کرنے کی تیاری ہو اور لوگوں کو آلاتِ حرب سے جنگ کرنے کی مشق ہو شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حکمت کا علم نہیں تھا' اس وجہ سے انہوں نے آلاتِ حرب سے کھیلنے والوں کو کنکریاں ماریں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: رہنے دو۔

اس کے بعد علامہ عینی مزید لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص تاویل سے خطاء کرے' اس کو ملامت نہیں کی جاتی' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملامت نہیں کی' کیونکہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے آلاتِ حرب سے مشق کرنے والوں کو کنکریاں ماری تھیں' اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حبشیوں کو کنکریاں ماری تھیں' ہوسکتا ہے کہ انہوں نے یہ گمان کیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان حبشیوں کو نہیں دیکھا تھا اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ نے ان حبشیوں کو دیکھا ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر نے یہ گمان کیا ہو کہ آپ نے ان کے منع کرنے سے حیاء فرمائی اور یہ وجہ زیادہ اولیٰ ہے' کیونکہ انہوں نے حبشیوں سے کہا تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھیل رہے ہو؟ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اس قسم کا کھیل جس میں آلاتِ حرب کے ذریعے لڑنے کی مشق ہو تو ایسا کھیل مسجد میں کھیلنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۷ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٨٠ - بَابُ الْمِجَنِّ وَمَنْ يَتَتَرَّسُ بِتُرْسِ صَاحِبِهِ

ڈھال کا بیان اور جو شخص دوسرے کی ڈھال سے اپنا دفاع کرے

اس باب میں ڈھال کا ذکر کیا گیا ہے' ڈھال سے آدمی مخالف کے حملے سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

۲۹۰۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَّاحِدٍ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ اِذَا رَمٰى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْظُرُ اِلٰى مَوْضِعِ نَبْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ ایک ڈھال سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور اپنا دفاع کر رہے تھے اور حضرت ابوطلحہ بہت اچھے تیر انداز تھے' پس جب وہ تیر مارتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کس جگہ جا کر گرا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ اس ڈھال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔

حضرت ابوطلحہ کی آپ پر جاں سپاری اور آپ کو ضرر پہنچانے والوں کا انجام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ ایک ڈھال سے حضرت ابوطلحہ کا دفاع کر رہے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ تیر مارنے والا ڈھال کو نہیں پکڑ سکتا' کیونکہ وہ دونوں ہاتھوں سے تیر مار رہا ہوتا ہے' اس لیے رسول اللہ ﷺ ان کا دفاع کرتے تھے تا کہ ان کو تیر نہ لگ جائے اور حضرت ابوطلحہ بہت اچھے تیرانداز تھے اور ان کے ہاتھ میں دو یا تین کمانیں ٹوٹ گئی تھیں۔ (تاہم صحیح بخاری کا متن اس کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتے تھے: آپ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں ورنہ دشمن آپ کو نشانہ بنائے گا اور میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے' اور حضرت سہل کی حدیث میں ہے کہ جب غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے اور آپ کا خود ٹوٹ گیا اور آپ کے سامنے کے دانت مبارک شہید ہو گئے (یعنی ان کا کچھ حصہ شہید ہو گیا) اور عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کا چہرۂ انور زخمی کر دیا اور ابن قمیئہ نے آپ کو تیر مارا اور کہا: سنبھالو اسے! تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: اللہ تجھے دوزخ میں ذلیل کر دے گا' اس کے بعد عتبہ بن ابی وقاص بکریوں کے ڈھیر میں گھسا تو اس کو ایک بکرے نے پیچھے سے سینگ مارا اور اسے بچنے کی جگہ نہیں ملی اور وہ وہیں مر گیا' اور ابی بن خلف نے آپ کو تیر مارنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوطلحہ اس کے تیر اور آپ کے درمیان حائل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو تیر مارا تو وہ ڈھال کے اندر سے جا کر اس کے سینے میں پیوست ہو گیا اور وہ مر گیا۔

اس باب کا عنوان ہے: دوسرے کا ڈھال سے دفاع کرنا' اور اس کی مطابقت اس حدیث سے اس طرح ہے کہ نبی ﷺ اپنی ڈھال سے حضرت ابوطلحہ کا دفاع کر رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٥٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٩٠٣ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ لَمَّا كُسِرَتْ بَيْضَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاْسِهٖ وَاُدْمِيَ وَجْهُهٗ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهٗ وَكَانَ عَلِيٌّ يَّخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُهٗ فَلَمَّا رَاَتِ الدَّمَ يَزِيْدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً عَمَدَتْ اِلٰى حَصِيْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا وَاَلْصَقَتْهَا عَلٰى جُرْحِهٖ فَرَقَا الدَّمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے سر مبارک پر آپ کا خود ٹوٹ گیا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا اور آپ کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی بھر بھر کر بار بار لا رہے تھے اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا زخم دھو رہی تھیں' پس جب انہوں نے دیکھا کہ خون پانی سے زیادہ بڑھ رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی کو جلایا اور اس (کی راکھ) کو آپ کے زخم پر رکھ دیا' جس سے خون رُک گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٣ میں گزر چکی ہے۔

نبی ﷺ کے چہرۂ انور کے خون آلود ہونے کی حکمتیں

اس حدیث میں نبی ﷺ کی آزمائش اور آپ کے مصائب کا بیان ہے تا کہ آپ کا اجر زیادہ ہو اور اللہ کی راہ میں خون بہنے اور زخمی ہونے کے لیے آپ کی زندگی میں نمونہ ہو' تا کہ بعد میں اگر کوئی مسلمان جہاد میں زخمی ہو تو اس کو ملال نہ ہو اور وہ یہ سوچے کہ میں تو کیا چیز ہوں' خود اللہ کے رسول اس کی راہ میں زخمی ہوئے تھے' اور شیطان صحابہ کرام کے دلوں میں یہ وسوسہ نہ ڈال سکے کہ تم ان کی خاطر اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالتے اور ان کو بچانے کے لیے زخمی ہوتے ہو اور یہ آرام سے رہتے ہیں اور جب نبی ﷺ بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوئے اور آپ کا خون بہا تو اس لعین کے لیے یہ وسوسہ ڈالنے کی گنجائش نہ رہی۔

٢٩٠٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّالَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَارِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً وَّكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهٖ ثُمَّ يَجْعَلُ مَابَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. [اطراف الحدیث: ٣٠٩٤ـ ٤٠٣٣ـ ٤٨٨٥ـ ٥٣٥٧ـ ٥٣٥٨ـ ٦٧٢٨ـ ٧٣٠٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از الزہری از مالک بن اوس بن الحدثان از حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر کے اموال اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ طور فے عطا فرمائے تھے اور مسلمانوں نے ان اموال کی خاطر اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ لہٰذا وہ اموال صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے سو آپ ان اموال کو اپنے اہل پر ایک سال کا نفقہ دینے میں خرچ کرتے تھے اور باقی اموال کو ہتھیاروں اور گھوڑوں میں خرچ فرماتے تھے تاکہ اللہ کی راہ میں جہاد کی تیاری ہوتی رہے۔

(صحیح مسلم: ١٧٥٧ 'الرقم المسلسل: ٤٤٦٦ 'سنن ابوداؤد: ٢٩٦٥ 'سنن ترمذی: ١٧١٩ 'سنن نسائی: ٤١٥١ 'مسند الحمیدی: ٢٢ 'مسند الشافعی ج ٢ ص ١٢٣ 'مسند البزار: ٢٥٥ 'المنتقیٰ: ١٠٩٧ 'سنن بیہقی ج ٦ ص ٢٩٥ 'مسند احمد ج ١ ص ٢٥ طبع قدیم 'مسند احمد: ١٧١ـ ج ١ ص ٣٠٦ـ ٣٠٥ 'مؤسسة الرسالة' بیروت)

بنوالنضیر کا ذکر' غزوۂ بنوالنضیر کی تاریخ اور حدیث مذکور کی شرح میں علامہ عینی کا تسامح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بنوالنضیر کا ذکر ہے' بنوالنضیر اور بنوقریظہ' بنواسرائیل (یہود) کے دو قبیلے تھے۔

نیز اس حدیث میں فے کا ذکر ہے' فے ان اموال کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کو کفار سے بغیر جنگ اور جہاد کے حاصل ہوں' کفار مسلمانوں کے ملک میں جو اپنے اموال چھوڑ کر چلے جائیں' وہ سب اموال فے ہیں (ہندو اور سکھ پاکستان میں جو اپنی جائیداد اور اموال چھوڑ کر چلے گئے' وہ بھی فے ہیں)۔

اس میں ذکر ہے: ''مما لم یوجف'' یہ لفظ ''ایجاف'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: تیز چلنا اور دوڑنا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: انہوں نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو دوڑا کر ان اموال کے حصول میں کوئی عمل نہیں کیا' غزوہ بنوالنضیر چار ہجری میں ہوا تھا اور زہری نے کہا ہے: یہ تین ہجری میں ہوا تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے: حضرت عمر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اموالِ فے کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور مسلمانوں کو اس میں سے کچھ نہیں دیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اموال میں سے اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے تھے اور ان کو ان میں سے ایک سال کا نفقہ دیتے تھے۔ (صحیح مسلم: ١٧٥٧ 'الرقم المسلسل: ٤٤٦٨ 'صحیح البخاری: ٥٣٥٨ 'سنن ابوداؤد: ٢٩٦٣ 'سنن ترمذی: ١٦١٠ 'مسند احمد: ٣٣٣) (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٢٠ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ مؤخر الذکر حدیث کا تعلق اموالِ فدک سے ہے اور فدک کے اموال بھی فے تھے' جن کو خیبر کے یہودی چھوڑ گئے تھے اور یہ سات ہجری کا واقعہ ہے' علامہ عینی نے اس حدیث کو بنوالنضیر کی حدیث کی شرح میں اس لیے ذکر کر دیا کہ اموالِ فے کے ذکر میں دونوں حدیثیں مشترک ہیں۔

اس حدیث میں چونکہ اموالِ فے کا ذکر آ گیا ہے' اس لیے ہم اس کی تحقیق کر رہے ہیں:

فے کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ محمد بن اثیر الجزری المتوفی ٦٠٢ھ لکھتے ہیں:

فے کا لغوی معنی ہے: لوٹنا اور پلٹنا' اور اصطلاحِ شرع میں اس کا معنی ہے: اموالِ کفار میں سے جو مال مسلمانوں کو بغیر جنگ اور جہاد کے حاصل ہوا ہو۔ (نہایہ ج ٣ ص ٤٨٣' مؤسسہ مطبوعاتی ایران' ١٣٦٤ھ)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

فئی وہ مال ہے جو حربیوں سے بغیر جنگ کے حاصل ہو' جو مال صلح سے حاصل ہو جیسے جزیہ اور خراج' وہ بھی مالِ فے ہے' مالِ فے میں تصرف کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ٦ ص ٤٥٥' دار الفکر' بیروت)

فے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ

ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ٥٨٧ھ لکھتے ہیں:

فے اس مال کو کہتے ہیں جس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے جنگ نہ کی ہو' مثلاً جو اموال مسلمانوں کے امیر کی طرف سفارت کے ذریعہ بھیجے جاتے ہوں یا وہ اموال جو اہلِ حرب سے کسی معاہدے کی بنیاد پر لیے جاتے ہوں' اس مال سے خمس نہیں لیا جاتا' کیونکہ خمس اس مال سے لیا جاتا ہے جو کفار سے بہ ذریعہ جنگ حاصل کیا گیا ہو۔

مالِ فے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرفات کے ساتھ مخصوص ہے' خواہ آپ اپنے اوپر خرچ کریں یا جن لوگوں پر آپ خرچ کرنا چاہیں' ان کے اوپر خرچ کریں' اسی وجہ سے اموالِ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں' کیونکہ ان کے حصول کے لیے صحابہ نے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے تھے' روایت ہے کہ جب اہلِ فدک کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو خیبر سے جلاوطن کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس معاہدے پر صلح کر لی کہ وہ وہاں کی زمینوں پر کاشت کاری کریں گے اور پیداوار کا نصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعد کے حکام میں یہ فرق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ اموال خرچ کے لیے ہوتے تھے اور بعد کے ائمہ کے پاس جو اموالِ فے آتے ہیں' وہ عام مسلمانوں پر خرچ کے لیے ہوتے ہیں' کیونکہ یہ فتوحات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے تھیں' جیسا کہ آپ نے فرمایا: میری اس چیز سے مدد کی گئی ہے کہ دو ماہ کی مسافت تک میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ٧ ص ١١٦' مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی' ١٤٠٠ھ)

٢٩٠٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفَدِّي رَجُلًا بَعْدَ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي.

[اطراف الحدیث: ٤٠٥٨-٤٠٥٩-٦١٨٤]

انہوں نے کہا: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن شداد از علی۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن شداد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد (سعد بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ کے بعد

کسی پر فداء کرنے کی دعا کی ہو' میں نے آپ سے سنا' آپ فرما رہے تھے: تیر مارو! تم پر میرا باپ اور میری ماں فدا ہوں!

(صحیح مسلم:٢٤١١' الرقم المسلسل:٦١٢٧' سنن نسائی:٣٦٧٧' سنن ابن ماجہ:١٢٩' مسند ابوداؤد الطیالسی:١٠٢' مسند البزار:٧٩٧' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:١٩١' شرح السنۃ:٣٩٢٠' مسند احمد ج١ ص١٣٧ طبع قدیم' مسند احمد:١١٤٧۔ج٢ ص٣٥٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ عنوان میں ڈھال کا ذکر ہے اور حدیث میں تیراندازی کا

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: ڈھال کا بیان' اور عنوان کا دوسرا جزء ہے: جو شخص دوسرے کی ڈھال سے دفاع کرے' اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے دو جزوں میں سے کسی جز کے ساتھ مطابقت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس باب سے پہلے باب کا عنوان ہے: تیراندازی' تو اصل میں یہ حدیث اس باب میں ذکر کرنی چاہیے تھی' تو ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں نے صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کیا' انہوں نے اس حدیث کو اُس باب کے بجائے اس باب میں ذکر کر دیا ہو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود امام بخاری سے یہ بھول چوک ہوئی ہو' کیونکہ بہرحال امام بخاری انسان ہیں' فرشتہ نہیں ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے لیے فدا کرنے کی دعا نہیں کی۔۔۔۔۔ بلکہ حضرت زبیر کے لیے بھی یہ دعا کی ہے

اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے بعد کسی کے لیے فداء کرنے کی دعا کی ہو' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کے لیے فداء کرنے کی دعا کی۔ (صحیح البخاری:٣٧٢٠' صحیح مسلم:٢٤١٦) اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر مطلع نہ ہوئے ہوں' میں کہتا ہوں کہ عدمِ اطلاع کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے کے بجائے اگر امام بخاری کی طرف کر دی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

ہم نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' اس میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (غزوۂ خندق کے دن) فرمایا: بنو قریظہ کے پاس کون جائے گا؟ پس میرے پاس ان کی خبر لے کر آئے' حضرت زبیر نے کہا: میں گیا! پس جب میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اپنے ماں' باپ کو جمع کیا اور فرمایا: تم پر میرے باپ اور میری ماں فداء ہوں!

(صحیح البخاری:٣٧٢٠' صحیح مسلم:٢٤١٦)

علامہ خطابی کا یہ کہنا کہ حضور کے والدین کفر پر فوت ہوئے تھے' اس پر علامہ عینی کا تعاقب اور مصنف کی تحقیق

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ٣٨٨ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس میں والدین کے حق کی تنقیص ہے (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین کو حضرت سعد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما پر فداء کیا) اس وہم کا ازالہ یہ ہے کہ آپ کے والدین کفر پر مرے تھے اور حضرت سعد مسلمان مرد تھے جو دین کی نصرت میں کفار سے قتال کر رہے تھے' لہٰذا ہر کافر کو ان پر فداء کرنا جائز ہے' ممنوع نہیں ہے۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج٢ ص١٣٤٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

علامہ عینی نے اس جواب کا ردّ کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کہنا کہ آپ کے والدین کفر پر مرے تھے' یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایمان لانے کے لیے ان کو زندہ کیا۔ (عمدۃ القاری ج١٤ ص٢٦١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ آپ کے والدین کے ایمان کے متعلق تین قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ ایام فترت میں تھے اور ان ایام میں انسان مکلف نہیں ہوتا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ملت ابراہیمی پر فوت ہوئے تھے' اور تیسرا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو قبر میں زندہ کیا اور وہ اللہ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔ ہم نے اس کی مکمل تحقیق اپنی تفسیر تبیان القرآن ج ۸ ص ۵۱۱-۴۷۶ میں (الشعراء: ۲۱۹-۲۱۸ کی) تفسیر میں کی ہے۔

پھر علامہ عینی نے اس اعتراض کا خود جواب دیا ہے کہ کسی پر کسی کو فداء کرنا نیکی اور محبت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے اور باپ جیسا بھی ہو' بہر حال اس کا احترام ہوتا ہے' امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس نے کسی مسلمان کے کافر ماں' باپ کو اذیت دی تو اس کو سزا دی جائے گی' کیونکہ اس شخص کے نزدیک اس کے ماں' باپ کا احترام ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی اس عبارت سے بھی یہ وہم ہوتا ہے کہ آپ کے والدین (معاذ اللہ) مؤمن نہیں تھے اور یہ صحیح نہیں ہے۔

۸۱ - بَابُ الدَّرَقِ

ڈھال کا بیان

اس باب میں ڈھال کے استعمال کے مشروع ہونے کا بیان ہے۔

۲۹۰٦ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنِي اَبُو الْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کا ترانہ گا رہی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ نے اپنا چہرہ پھیر لیا' پھر حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شیطان کا مزمار؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے' پس فرمایا: ان کو چھوڑو! پھر جب آپ کی توجہ ہٹی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۹۰۷ - قَالَتْ وَكَانَ يَوْمَ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَاِمَّا سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِمَّا قَالَ تَشْتَهِيْنَ تَنْظُرِيْنَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَاَقَامَنِيْ وَرَاءَهٗ عَلٰى خَدِّيْ خَدِّهٖ وَيَقُوْلُ دُوْنَكُمْ بَنِيْ اَرْفِدَةَ حَتّٰى اِذَا مَلِلْتُ قَالَ حَسْبُكِ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِيْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَحْمَدُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ فَلَمَّا غَفَلَ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ عید کے دن حبشی ڈھال اور آلاتِ حرب (مثلاً نیزوں) کے ساتھ کھیلتے تھے' پس یا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا یا آپ نے از خود فرمایا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا (اور میرا چہرہ) آپ کے چہرے پر تھا' اور آپ فرما رہے تھے: شاباش! بنوارفدہ! حتیٰ کہ میں اکتا گئی' آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اتنا دیکھنا کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم جاؤ۔

امام ابوعبداللہ نے کہا: امام احمد نے ابن وہب سے روایت کیا ہے:
جب آپ کی توجہ ہٹ گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ڈھال کا ذکر ہے۔

جنگی مشقوں پر کھیل کے اطلاق کی توجیہ اور تین قسم کے کھیلوں کے جواز میں احادیث

علامہ محمد بن عبداللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ٦٩٩ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے حبشیوں کی جنگی مشقوں پر کھیل کا اطلاق فرمایا' حالانکہ وہ معین فرض ہے کیونکہ ان پر جہاد کی فرضیت متعین تھی' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

مؤمن کا کھیل تین چیزوں سے ہے اور یہ تینوں چیزیں عبادت ہیں' اس میں کوئی شک نہیں۔

میں کہتا ہوں: علامہ ابن ابی جمرہ نے جن الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے' وہ مجھ کو نہیں مل سکی' البتہ حافظ سیوطی المتوفی ٩١١ ھ نے اس کے مقارب درج ذیل حدیث ذکر کی ہے:

امام ابوعبید نے کتاب الخیر میں از ابی الشعثاء از جابر بن زید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے: تیراندازی کرو اور گھوڑوں پر سواری کرو اور تمہارا تیراندازی کرنا مجھے زیادہ پسند ہے' ہر وہ کھیل جس کو مؤمن کھیلے وہ باطل ہے' سوا تین کھیلوں کے' تمہارا اپنی کمان سے تیر چلانا' اور تمہارا اپنے گھوڑے کو سدھانا اور تمہارا اپنی بیوی سے دل لگی کرنا' سو یہ چیزیں برحق ہیں۔ (الدرالمنثور ج ٣ ص ١٩٣' طبع ایران)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: دنیا کے کھیلوں میں سے ہر چیز باطل ہے سوائے تین کھیلوں کے' تمہارا اپنی کمان سے تیر چلانا اور تمہارا اپنے گھوڑے کو سدھانا اور تمہارا اپنی بیوی سے دل لگی کرنا' سو یہ چیزیں برحق ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ٥ ص ٢٦٩' دارالفکر' بیروت)

اس کے بعد علامہ ابن ابی جمرہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہمارے زمانے میں فاضل اوقات کو جو یوں ہی گزارا جاتا ہے' یہ بدعات میں سے ہے کیونکہ یہ سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ عید کا دن چھٹی کا دن ہے اور سلف صالحین اس دن جہاد کی مشقوں میں مشغول رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تم اس کھیل کو دیکھنا چاہتی ہو؟ اگر یہ کھیل برحق نہ ہوتا تو آپ ایسا نہ فرماتے۔

مسجد میں کھیل کود کا عدم جواز اور حبشیوں کے مسجد میں کھیلنے کی توجیہ

اس حدیث میں مسجد میں نیزوں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں عموم مراد نہیں ہے کیونکہ اس کا عموم قرآنِ مجید' احادیث اور آثار کے خلاف ہے' قرآن مجید میں ہے:

فِىۡ بُيُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَيُذۡكَرَ فِيۡهَا اسۡمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيۡهَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ۝ (النور:٣٦)

(وہ ہدایت یافتہ لوگ) ان گھروں میں ہیں جن کے لیے اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے' وہ ان گھروں میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۝

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد میں صرف اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت جائز ہے اور علماء نے کہا ہے کہ پانچ فرض نمازوں کے

بعد مساجد کو بند کر دیا جائے اور کھولا نہ جائے اور اس آیت میں ذکر سے بھی یہی مراد ہے' اور اس آیت میں بلند کرنے سے مراد یہ ہے کہ مساجد کو فرائض کے علاوہ اوقات میں بند کر دیا جائے' اور اس سلسلے میں حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے کسی شخص سے یہ سنا کہ وہ اپنی گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کہے: اللہ تمہاری اس چیز کو واپس نہ لوٹائے۔

(صحیح مسلم: ٥٦٨' سنن ابوداؤد: ٤٧٣' سنن ابن ماجہ: ٧٦٧' مسند احمد ج ٢ ص ٣٤٩)

نیز ایک اور حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں کوئی چیز بیچ رہا ہے یا خرید رہا ہے تو اسے کہو: اللہ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے' اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو تم کہو کہ اللہ تمہاری چیز کو واپس نہ کرے۔ (سنن ترمذی: ١٣٢١' سنن دارمی: ١٤٠١)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں قصاص لینے سے اور اشعار پڑھنے سے اور حدود قائم کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: ٤٤٩٠' مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٤)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں صرف عبادات ادا کرنا جائز ہے اور کھیل کود جائز نہیں' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں گم شدہ چیز کے اعلان کا ارادہ کرے یا شعر پڑھنے کا' وہ مسجد سے باہر نکل جائے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد میں کچھ فروخت کرنا چاہتا تھا تو حضرت ابن مسعود نے اسے بلا کر فرمایا: تم دنیا کے بازار میں جاؤ! یہ آخرت کا بازار ہے! اس لیے مسجد میں کھیل کود جائز نہیں ہے۔

اور اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ وہ حبشی مسجد میں نیزوں سے کھیل رہے تھے تو وہ ضرورت کی بناء پر ہے' کیونکہ اس وقت مدینہ میں اتنی گنجائش نہیں تھی اور گھر تنگ تھے اور جہاد کی تیاری کے لیے آلاتِ حرب کے ساتھ مشق کرنا ضروری تھا' پس جب اس طرح کی ضرورت ہو تو پھر مسجد میں جنگی مشقوں کا کھیل کھیلنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ شیخ ابوالحسن اللخمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

مسجد میں علم کی تدریس کے متعلق فقہاء کے نظریات

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ مسجد میں علم کی تدریس جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ علم کی تدریس نفسِ جہاد سے افضل ہے اور یہ کھیل نہیں ہے بلکہ یہ نفسِ عبادت ہے۔ اس میں دو قول ہیں' جنہوں نے علم کی تدریس کو از قبیلِ دین قرار دیا ہے' انہوں نے اس کو جائز کہا ہے اور جنہوں نے کہا ہے: یہ بشر کا کلام ہے انہوں نے اس کی اجازت نہیں دی' کیونکہ اس کی وجہ سے مسجد میں آواز بلند کرنا لازم آئے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن خُلق' عورتوں کا پردہ میں رہ کر مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور عبادت کے قصد سے کھیل کود دیکھنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا اور میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا۔
اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور آپ کے حسن اخلاق کی دلیل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھیں' اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب عورتیں پردہ میں ہوں تو ان کا مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے یا جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی نکتہ آفرینی پر ایک اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں' پس حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' یہ اس کے بعد کا واقعہ ہے جب ہمیں پردہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اس سے پردہ کرو' ہم نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہے' ہم کو دیکھتا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو' کیا تم اس کو نہیں دیکھ رہیں؟

(سنن ابوداؤد: ۴۱۱۲' سنن ترمذی: ۲۷۷۸' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۷' شرح مشکل الآثار: ۲۸۹' مسند ابویعلیٰ: ۶۹۲۲' صحیح ابن حبان: ۵۵۷۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۲۔۹۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۲۴۱' کتاب الآداب للبیہقی: ۷۴۷' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۶)

اس حدیث کا بہترین جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ حبشیوں کے چہروں کی طرف نہیں دیکھ رہی تھیں' صرف ان کے کھیل کی طرف دیکھ رہی تھیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہو۔

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں نبہان کا ذکر ہے جو حضرت ام سلمہ کا غلام تھا اور اس کا حال مجہول ہے' علاوہ ازیں یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث صحیحہ کے معارض ہے' اس لیے یہی کہا جائے گا کہ جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو پھر عورتوں کا مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ عبادت کے قصد سے کھیل کو دیکھنا جائز ہے' کیونکہ حبشیوں کا کھیل جہاد کی مشق کے لیے تھا' اور اگر اس کو دیکھنا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرمادیتے' اور آپ اپنی ازواج کو کسی ناجائز چیز کے دیکھنے پر برقرار نہ رکھتے' جب کہ اکثر اولیاء صرف واجب یا مستحب پر عمل کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے متعلق یہ کیسے کہا جائے گا کہ وہ حرام کام کو دیکھ رہی تھیں۔

عورتوں کے لیے جہاد کی تعلیم کا جواز

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کی اقسام کی تعلیم جائز ہے کیونکہ حبشیوں کی اس جنگی مشق سے اس چیز کی تعلیم ہوتی ہے کہ مخالف کے حملہ کا کس طرح دفاع کیا جائے گا' ہر چند کہ عورتیں جہاد کی مکلف نہیں ہیں لیکن ان کو بھی جہاد کی ضرورت پیش آسکتی ہے' جیسے ملک شام میں جنگ یرموک کے موقع پر عورتوں نے مخالفین کے حملوں کا دفاع کیا تھا۔

ظاہری علامات دیکھ کر باطن پر حکم لگانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا: حتیٰ کہ جب میں اُکتا گئی تو آپ نے پوچھا: کیا اتنا دیکھنا تمہارے لیے کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: پھر اب جاؤ!

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظاہری علامات سے باطن پر حکم لگانا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کے چہرے پر اکتاہٹ کے آثار دیکھ کر یہ اندازہ لگایا کہ وہ اب اکتا چکی ہیں' لیکن اس سے باطن پر مطلقاً حکم لگانا جائز نہیں ہے' جب تک کہ یقین حاصل نہ ہوجائے' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے پوچھا: کیا تمہارے لیے اتنا دیکھ لینا کافی ہے؟ اس سے یہ بھی معلوم

ہوا کہ متعلم کے لیے اس وقت تک تعلیم کا حصول جائز ہے جب تک اس کو اکتاہٹ نہ ہو۔

عبادت کی نیت سے دنیاوی کاموں کا مستحب ہونا

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حبشیوں کا کھیل جہاد کی مشق کی وجہ سے جائز ہے اسی طرح ہر دنیاوی کام میں جب نیکی اور عبادت کی نیت کر لی جائے تو وہ بھی جائز ہو جائے گا' جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں حالانکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور میں بیویوں سے جماع کرتا ہوں حالانکہ مجھے شہوت نہیں ہے' آپ سے پوچھا گیا: آپ پھر کس لیے ایسا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس اُمید سے کہ شاید اللہ تعالیٰ میری پشت سے ایسی اولاد نکالے جس سے قیامت کے دن سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت زیادہ ہو! (بہجۃ النفوس شرح البخاری ج ٣ ص ١٢٧۔ ١٢٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

علامہ ابن ابی جمرہ کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے غالباً علامہ ابن ابی جمرہ نے درج ذیل حدیث کو پیشِ نظر نہیں رکھا:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مال دار لوگ تو (زیادہ) ثواب لے گئے' جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں اور جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں وہ بھی روزہ رکھتے ہیں اور وہ اپنے زائد اموال کا صدقہ بھی کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا اللہ نے تمہارے لیے وہ کام نہیں رکھے جس کا تم صدقہ کرو؟ بے شک ہر تسبیح کرنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر پڑھنا صدقہ ہے اور ہر حمد کرنا صدقہ ہے' اور ہر لا الٰہ الا اللہ پڑھنا صدقہ ہے اور نیک کام کا حکم دینا صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنا صدقہ ہے اور تم میں سے کسی شخص کا (اپنی بیوی سے) جماع کرنا بھی صدقہ ہے' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت سے جماع کرے پھر بھی اس کو اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ اپنی شہوت کو حرام جگہ میں خرچ کرتا تو کیا اس کو گناہ ہوتا؟ پس اسی طرح جب وہ اپنی شہوت کو حلال جگہ میں خرچ کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔ (صحیح مسلم: ١٠٠٦' الرقم المسلسل: ٢٢١٨' دار الفکر' بیروت' ١٤٢٤ھ)

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ صرف شہوت پوری کرنے کی نیت سے اپنی بیوی سے جماع کرنا بھی نیک کام ہے اور باعثِ اجر ہے' رہا یہ کہ علامہ ابن ابی جمرہ نے حضرت عمر کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ میں اپنی بیویوں سے جماع کرتا ہوں حالانکہ مجھے شہوت نہیں ہے' اور آپ نے فرمایا: میں صرف اس اُمید سے ایسا کرتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میری پشت سے ایسی اولاد نکالے جس سے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت زیادہ ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو حضرت عمر نے اپنے قول میں اپنی بیوی کے ساتھ شہوت کے ساتھ جماع کرنے سے منع نہیں فرمایا' صرف اپنی حسن نیت کا ذکر کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں اضافہ کے لیے ایسا کرتا ہوں' ثانیاً اگر بالفرض اس قول سے شہوت کی نفی بھی مستنبط ہوتی ہو تو حضرت عمر کا یہ اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس صریح ارشاد سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور حضرت امام ابوحنیفہ نے یہ فرمایا ہے کہ جب مجھے قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں کسی حکم کی تصریح نہ ملے' تب میں آپ کے اصحاب میں سے کسی کے قول کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (تاریخ بغداد ج ١١ ص ٢٦١' دار الفکر' بیروت' ١٤٢٤ھ) اس سے معلوم ہوا کہ صحابی کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر مقدم نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں علامہ ابن ابی جمرۃ نے اس اثر کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور ہمیں اس قول کی سند کا حال معلوم نہیں ہے' اللہ جانے یہ حضرت عمر کا قول ہے بھی یا نہیں۔

٨٢ - بَابُ الْحَمَائِلِ وَتَعْلِيقِ السَّيْفِ بِالْعُنُقِ

تلوار کے پرتلوں کا بیان اور تلوار کو گلے میں لٹکانا

اس باب میں ''حمائل'' کا لفظ ہے' یہ ''حِمالة'' کی جمع ہے' اس کا معنی پرتلہ ہے یعنی چمڑے کی وہ بیلٹ یا پیٹی جس کے ساتھ تلوار کو گردن میں لٹکا لیا جائے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ ''حمیله'' کی جمع ہے جس کے ساتھ تلوار کو لٹکایا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۰۰)

علامہ عینی نے اس کا رد کیا ہے کہ ''حمیله'' کا معنی پرتلہ نہیں ہے بلکہ ''حمیله'' اس کوڑے کرکٹ کو کہتے ہیں جس کو سیلاب اٹھا کر لے آتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۴)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس باب کے قائم کرنے سے امام بخاری کا یہ مقصد ہے کہ تلوار کو گلے میں لٹکانا چاہیے' اس کے برخلاف بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ تلوار کو سینہ پر پیٹی کے ساتھ لٹکانا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۰۳)

٢٩٠٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ وَفِي عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُولُ لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا ثُمَّ قَالَ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا أَوْ قَالَ إِنَّهُ لَبَحْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ بہادر تھے اور ایک رات اہل مدینہ دہشت زدہ تھے' وہ اس آواز کی سمت نکلے (جس سے خوف ہوا تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے آگے تھے اور آپ نے ہی اس خبر کی چھان بین کی تھی' اور آپ حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے اور آپ کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی اور آپ فرما رہے تھے: تم کو نہیں ڈرایا گیا' تم کو نہیں ڈرایا گیا' پھر آپ نے فرمایا: ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رو) پایا' یا فرمایا: یہ سمندر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے۔

٨٣ - بَابُ مَا جَاءَ فِي حِلْيَةِ السُّيُوفِ

تلواروں کے زیور کا بیان

اس باب کے عنوان میں ''حِلية'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سونے اور چاندی کو ڈھال کر آرائش کی جو چیزیں بنائی جائیں۔

٢٩٠٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ حَبِيبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ لَقَدْ فَتَحَ الْفُتُوحَ قَوْمٌ مَا كَانَتْ حِلْيَةُ سُيُوفِهِمُ الذَّهَبَ وَلَا الْفِضَّةَ إِنَّمَا كَانَتْ حِلْيَتُهُمُ الْعَلَابِيَّ وَالْآنُكَ وَالْحَدِيدَ.

(سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن حبیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک قوم (صحابہ) نے بہت فتوحات حاصل کیں اور ان کی تلواروں کا زیور سونے اور نہ چاندی کا (بنا ہوا) نہیں تھا' ان کی

تلواروں کا زیور صرف کچے چمڑے کا (غلاف) ہوتا تھا یا سیسہ اور
لوہے کا (بنا ہوا ہوتا) تھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: تلواروں کا زیور اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کچے چمڑے اور سیسہ اور لوہے سے تلواروں کو مزین کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد بن موسیٰ ابو العباس ان کو مردویہ المروزی کہا جاتا تھا (۲) عبد اللہ بن المبارک المروزی (۳) عبد الرحمٰن بن عمر الاوزاعی (۴) سلیمان بن حبیب المحاربی یہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں دمشق کے قاضی تھے (۵) حضرت ابوامامۃ بن عجلان الباہلی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۳)

''العلابی'' کا معنی اور تلوار کے اوپر سونے یا چاندی کا زیور چڑھانے کا شرعی حکم

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''العِلابی'' کا لفظ ہے یہ ''العلباء'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: اونٹ کا مضبوط پٹھا اور ''الآنک'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: سیسہ۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ماجہ کی روایت میں زیادہ تفصیل ہے:

اوزاعی بیان کرتے ہیں: مجھے سلیمان بن حبیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہم حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہماری تلواروں کے اوپر کچھ چاندی کا زیور لگا ہوا دیکھا تو وہ غضب ناک ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ایک قوم (صحابہ) نے بہت فتوحات کیں اور ان کی تلواروں کے اوپر سیسے لوہے اور کچے چمڑے کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۷)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: تم اہل جاہلیت سے زیادہ بخیل ہو بے شک اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک شخص کو ایک درہم دیتا ہے جس کو وہ اللہ کی راہ میں سات سو دراہم کے عوض خرچ کرتا ہے پھر تم خرچ کرنے سے بخل کرتے ہو اور امام طبرانی نے ایک اور سند کے ساتھ سلیمان بن حبیب سے روایت کیا ہے کہ ہم روم سے لوٹتے ہوئے حمص گئے تو ہم حضرت ابوامامہ کے پاس پہنچے وہ اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پیغام دے کر بھیجا گیا وہ آپ نے ہمیں پہنچا دیا اور تم ہماری طرف سے پیغام پہنچاتے ہو پھر انہوں نے ہماری تلوار کی طرف دیکھا تو اس میں کچھ چاندی تھی تو وہ بہت سخت غضب ناک ہوئے۔
(فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٨٤ - بَابُ مَنْ عَلَّقَ سَيْفَهُ بِالشَّجَرِ فِي السَّفَرِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ

جس نے سفر میں قیلولہ کے وقت اپنی تلوار کو درخت پر لٹکایا

اس باب کے عنوان میں قیلولہ کا ذکر ہے اس کا معنی ہے: دوپہر کے وقت سونا۔

٢٩١٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ اَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے

وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ وَّعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اَللّٰهُ ثَلٰثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ. [اطراف الحدیث: ۲۹۱۳۔ ۴۱۳۴۔ ۴۱۳۵۔ ۴۱۳۶۔ ۴۱۳۹] (صحیح مسلم: ۸۴۳، الرقم المسلسل: ۱۸۳۳)

کہا: مجھے سنان بن ابی سنان الدولی اور ابوسلمۃ بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ وہ نجد کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے' سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹے تو وہ بھی آپ کے ساتھ لوٹے' پس انہیں دوپہر کے وقت ایک ایسی وادی میں نیند آ گئی جس میں ببول کے درخت بہت زیادہ تھے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سواری سے) اترے اور لوگ منتشر ہو کر درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے اور اس پر اپنی تلوار لٹکا دی اور ہم بھی سو گئے' پس اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بلا رہے تھے اور آپ کے پاس ایک اعرابی تھا' پس آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو اس نے مجھ پر تلوار سونت لی' میں بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی' اس نے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے تین بار کہا: اللہ! آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی اور بیٹھ گئے۔

اعرابی کا آپ کو تلوار سے قتل کرنے کی دھمکی دینا' پھر آپ کے حسن سلوک سے اس کا اسلام قبول کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے اپنی تلوار نکال کر کہا: یا محمد! اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ:٦٧) اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

اس حدیث میں ذکر ہے: اچانک دیکھا تو آپ کے پاس ایک اعرابی تھا' اس اعرابی کا نام غورث تھا' الخطیب نے کہا ہے کہ اس کا نام غورک تھا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے اور آپ نے اپنے گیلے کپڑے اتار کر ایک درخت پر سوکھنے کے لیے پھیلا دیے جو بارش سے بھیگ گئے تھے' تو کافروں نے اپنے سردار دعثور سے کہا اور وہ بہت بہادر شخص تھا کہ اس وقت (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اکیلے ہیں' اب تم ان پر حملہ کرو' چنانچہ وہ تلوار لے کر آیا اور آپ کے سر کے اوپر کھڑا ہو گیا' اور کہنے لگا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تب حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے سینہ پر ضرب لگا کر اس کو دھکا دیا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تلوار کو پکڑ کر اٹھا لیا اور فرمایا: آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: کوئی نہیں! آپ نے فرمایا: اب تم جاؤ اور اپنا کام کرو! پھر وہ دوبارہ آیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا' اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں' پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔

امام بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: پس اس اعرابی کے ہاتھ سے تلوار گر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تلوار کو پکڑ لیا اور

فرمایا: اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: آپ تلوار پکڑنے والوں میں سے بہترین ہو جائیں! آپ نے پوچھا: تم اسلام قبول کرتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! لیکن میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں آپ سے قتال کروں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ سے قتال کریں گے، پھر وہ اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہا: میں اس شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو تمام لوگوں میں سب سے افضل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب اس اعرابی نے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تو آپ نے تین بار کہا: اللہ! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اس دھمکی کی کوئی پرواہ نہیں کی، کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ پر بہت اعتماد تھا اور بے پناہ توکل تھا، پس اس اعرابی نے جان لیا کہ وہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا، جب اس شخص نے یہ جان لیا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور بہ ظاہر وہ آپ کو قتل کرنے پر قادر تھا اور موت بالکل سامنے تھی، اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ڈرے، نہ گھبرائے اور بالکل مطمئن کھڑے رہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم کرامت تھی اور بہت روشن معجزہ تھا تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لے آیا۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قافلہ والوں کے لیے سفر میں قیلولہ کی خاطر اِدھر اُدھر منتشر ہو کر درختوں کے سائے میں آرام کرنا جائز ہے اور ان پر یہ ضروری ہے کہ وہ سربراہِ قوم کی حفاظت کا انتظام کریں۔

اور یہ دلیل ہے کہ جب مسافروں کو امن اور اطمینان ہو تو وہ اپنے ہتھیار رکھ کر سو سکتے ہیں۔

اور یہ دلیل ہے کہ قوم کا سربراہ جب کوئی نئی بات دیکھے تو لوگوں کو بلائے اور یہ کہ جب کوئی شخص سربراہ کے ساتھ بدسلوکی یا زیادتی کرے تو وہ اس کو معاف کر دے، اور اگر وہ چاہے تو اس کو دھمکائے اور اگر وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے۔

اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاہلوں کی بدسلوکی پر صبر کرتے تھے اور انتقام لینے پر قادر ہونے کے باوجود ان کو معاف کر دیتے تھے اور آپ کی اسی درخشاں سیرت سے اسلام پھیلا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۶۔۲۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

٨٥ - بَابُ لُبْسِ الْبَيْضَةِ — خود پہننے کا بیان

اس باب کے عنوان میں ''البیضة'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: جنگ کے دوران سر پر پہننے والی لوہے کی ٹوپی۔ اس کو اُردو میں خود کہتے ہیں۔

٢٩١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ جُرْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ جُرِحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلٰى رَاْسِهِ فَكَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ الدَّمَ وَعَلِيٌّ يُمْسِكُ فَلَمَّا رَاَتْ اَنَّ الدَّمَ لَا يَزِيْدُ اِلَّا كَثْرَةً اَخَذَتْ حَصِيْرًا فَاَحْرَقَتْهُ حَتّٰى صَارَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے غزوۂ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا اور آپ کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے اور آپ کا خود آپ کے سر مبارک پر ٹوٹ گیا، حضرت (سیّدتنا) فاطمہ علیہا السلام آپ کا خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے، جب حضرت فاطمہ

رَمَادًا ثُمَّ أَلْزَقَتْهُ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ.

نے دیکھا کہ دھونے سے خون زیادہ نکل رہا ہے تو انہوں نے چٹائی جلا کر زخم میں بھر دی' پھر خون رُک گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خود کا ذکر ہے' ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے' اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود پہن کر جہاد کرتے تھے تا کہ امت کے لیے خود پہننے کا نمونہ ہو اور خود پہننا آپ کی سنت ہو' حضرت سیّدہ فاطمہ نے آپ کے زخم پر راکھ بھر دی' اس میں علاج کرنے کا شرعی ثبوت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زخمی ہونا' آپ کے دانتوں کا شہید ہونا اور آپ کے چہرے سے خون بہنا اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی اصل ہے۔

٨٦ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ كَسْرَ السِّلَاحِ عِنْدَ الْمَوْتِ

جس کے نزدیک موت کے وقت ہتھیاروں کا توڑنا جائز نہیں ہے

اس حدیث کے عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت کا یہ دستور جائز نہیں ہے کہ جب قوم کا امیر یا سربراہ فوت ہو جاتا تو وہ لوگ اس کے ہتھیار توڑ دیتے تھے اور اس کی سواریوں کو ذبح کرا دیتے تھے' اور بعض اوقات خود سربراہ اس کی وصیت کر دیتا تھا' پس شارع علیہ السلام نے ان کے اس دستور کی مخالفت کی اور اپنے وصال کے بعد اپنے ہتھیار' اپنی سواری اور اپنی زمین کو چھوڑ دیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کے ردّ کی طرف اشارہ کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ہتھیاروں کو توڑنا اور سواری کو بلاضرورت ذبح کرنا مال کو ضائع کرنا ہے اور مال کو ضائع کرنا حرام ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اہل جاہلیت کا یہ دستور تھا' اس لیے اس کے بطلان کو ظاہر کرنے کی ضرورت تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۷)

٢٩١٢ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَاتَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَةً بَيْضَاءَ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از سفیان از ابواسحاق از عمرو بن الحارث' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ہتھیار' سفید خچر اور زمین کو چھوڑا تھا' جن کو صدقہ قرار دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۳۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے وقت ہتھیاروں کو چھوڑا تھا' یعنی ان کو توڑنے کی وصیت نہیں کی تھی۔

٨٧ - بَابُ تَفَرُّقِ النَّاسِ عَنِ الْإِمَامِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ وَالْإِسْتِظْلَالِ بِالشَّجَرِ

قیلولہ اور درختوں کے سائے کو طلب کرنے کے وقت لوگوں کا امیر لشکر کے پاس سے منتشر ہونا

٢٩١٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ وَأَبُو سَلَمَةَ أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَهُ (ح) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں سنان بن ابی سنان اور ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ

إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّـهٗ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهٗ رَجُلٌ وَّهُوَ لَا يَشْعُرُ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِيْ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قُلْتُ اَللّٰهُ فَشَامَ السَّيْفَ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی (ح) اور ہم کو موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو ابن شہاب نے خبر دی از سنان بن ابی سنان الدؤلی کہ ان کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تو ایسی وادی میں اترے جس میں ببول کے درخت بہت زیادہ تھے' انہیں دوپہر کے وقت نیند آنے لگی' وہ درختوں کا سایا طلب کر رہے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے' پھر اس درخت پر اپنی تلوار لٹکا دی' پھر آپ سو گئے' پس آپ بیدار ہوئے تو آپ کے سامنے ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اور آپ کو اس کا پتا نہیں تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اس شخص نے میری تلوار مجھ پر سونت لی تھی' پھر کہا: اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ! پس اس نے تلوار میان میں ڈال لی اور وہ یہاں بیٹھا ہوا ہے' پھر آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ قیلولہ کے وقت لوگوں کا سربراہ سے منتشر ہونا جائز ہے۔

٨٨ - بَابُ مَا قِيْلَ فِي الرِّمَاحِ

نیزوں کا بیان

اس باب میں نیزوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میرا رزق میرے نیزہ کے سایا کے نیچے کر دیا گیا ہے اور ذلت اور پستی ان لوگوں پر (مسلط) کر دی گئی ہے جنہوں نے میرے حکم کی مخالفت کی۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ الاشبیلی نے الجمع بین الصحیحین میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۸)

٢٩١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ مَوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيْقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ اَصْحَابٍ لَّهٗ مُحْرِمِيْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ از نافع مولیٰ ابی قتادہ الانصاری از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' حتیٰ کہ مکہ کے کسی راستے میں وہ اپنے ان اصحاب کے ساتھ جو مُحرِم تھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) پیچھے رہ گئے' خود وہ غیر محرم تھے

حِمَارًا وَّحْشِيًّا فَاسْتَوٰى عَلٰى فَرَسِهٖ فَسَاَلَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يَّنَاوَلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَسَاَلَهُمْ رُمْحَهٗ فَاَبَوْا فَاَخَذَهٗ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهٗ فَاَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبٰى بَعْضٌ فَلَمَّا اَدْرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ اِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ اَطْعَمَكُمُوْهَا اللّٰهُ.

پس انہوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا تو حضرت ابوقتادہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے' انہوں نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ وہ ان کو ان کا چابک اٹھا کر دے دیں تو انہوں نے انکار کیا' پھر انہوں نے سوال کیا کہ وہ ان کو ان کا نیزہ اٹھا کر دے دیں تو انہوں نے (پھر) انکار کیا' پس انہوں نے خود وہ نیزہ اٹھالیا اور اس جنگلی گدھے پر حملہ کیا' پس اس کو قتل کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب نے اس میں سے گوشت کھایا اور بعض نے انکار کیا' پھر جب وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے تو آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ تو وہ طعام ہے جو اللہ نے تم کو کھلایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۲۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نیزہ کا ذکر ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ فِي الْحِمَارِ الْوَحْشِيِّ مِثْلُ حَدِيْثِ اَبِي النَّضْرِ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَّحْمِهٖ شَيْءٌ.

اور زید بن اسلم نے از عطاء بن یسار از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ جنگلی گدھے کی حدیث ابوالنضر کی حدیث کی مثل روایت کی ہے' (اس میں مذکور ہے:) کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ چیز ہے؟

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری:۱۸۲۱' اور ۱۲۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٨٩ - بَابُ مَاقِيْلَ فِيْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمِيْصِ فِي الْحَرْبِ

جہاد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ اور قمیص کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ کس چیز کی بنی ہوئی تھی اور جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص کا کیا حکم تھا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور رہا خالد تو اس کی زرہیں اللہ کی راہ میں وقف ہیں۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری:۱۴۶۸ میں گزر چکی ہے۔

٢٩١٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ وَهُوَ فِي الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (غزوۂ بدر کے دن) ایک خیمہ میں دعا کی: اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں' اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یارسول

يَقُوْلُ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ○بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ○﴾ (القمر:٤٥-٤٦) وَقَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَوْمَ بَدْرٍ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اللہ! اتنی دعا آپ کے لیے کافی ہے، تحقیق آپ نے اپنے رب سے بہت اصرار کیا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ یہ آیات پڑھتے ہوئے باہر آئے: عنقریب کافروں کا یہ لشکر شکست کھائے ہوئے ہوگا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے○ بلکہ ان سے اصل وعدہ تو قیامت کا ہے اور قیامت بڑی آفت اور بہت کڑوی ہے○ (القمر:٤٦-٤٥) اس وقت آپ زرہ پہنے ہوئے تھے، اور وہیب نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی: بدر کے دن۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ اس وقت آپ زرّہ پہنے ہوئے تھے۔

اس اشکال کا جواب کہ کیا حضرت ابوبکر کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اللہ پر توکل اور اعتماد تھا

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

بہت سے علماء کے ذہنوں میں اس حدیث کی وجہ سے اشکال ہوتا ہے کہ نبی ﷺ بہت گریہ وزاری سے دعا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پرسکون تھے اور آپ سے کہہ رہے تھے کہ آپ نے اپنے رب سے بہت دعا کی ہے اور آپ کو بھی پرسکون کر رہے تھے، اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو اپنے رب پر جو توکل اور اعتماد تھا، وہ نبی ﷺ کو نہیں تھا، اور حضرت ابوبکر کا مقام آپ سے بلند تھا اور یہ وہم قطعاً فاسد ہے۔

نبی ﷺ نے جو اس قدر اصرار سے گڑگڑا کر دعا کی، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے اصحاب پر بہت شفیق تھے کیونکہ ان کا دشمن سے یہ پہلا مقابلہ تھا، اور آپ کے اصحاب کی تعداد بہت کم تھی اور دشمن کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ تھی، اس لیے نبی ﷺ نے بہت اصرار سے گڑگڑا کر دعا کی تاکہ آپ کے اصحاب کے دل پرسکون ہو جائیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ کا وسیلہ مقبول ہے اور آپ کی دعا مستجاب ہے اور جب حضرت ابوبکر کو یقین ہو گیا کہ آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے تو انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ نے بہت دعا کر لی ہے، آپ اس پر اکتفاء کریں۔ (اعلام السنن ج ٢ ص ١٣٧-١٣٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٨ھ)

٢٩١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ وَقَالَ يَعْلٰى حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ دِرْعٌ مِّنْ حَدِيْدٍ وَقَالَ مُعَلًّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ وَقَالَ رَهَنَهٗ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جَو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی، اور یعلیٰ نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی کہ وہ زرہ لوہے کی تھی، اور معلّٰی نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی اور کہا: آپ نے اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٠٦٨ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں زرہ کا ذکر ہے۔

٢٩١٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ مَثَلُ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلٰى تَرَاقِيهِمَا فَكُلَّمَا هَمَّ الْمُتَصَدِّقُ بِصَدَقَتِهِ اتَّسَعَتْ عَلَيْهِ حَتّٰى تُعَفِّيَ أَثَرَهُ وَكُلَّمَا هَمَّ الْبَخِيلُ بِالصَّدَقَةِ انْقَبَضَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ إِلٰى صَاحِبَتِهَا وَتَقَلَّصَتْ عَلَيْهِ وَانْضَمَّتْ يَدَاهُ إِلٰى تَرَاقِيهِ فَسَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَيَجْتَهِدُ أَنْ يُوَسِّعَهَا فَلَا تَتَّسِعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو مردوں کی طرح ہے جن پر لوہے کے دو کوٹ ہوں ان دونوں کے ہاتھ ان دونوں کی گردنوں تک بندھے ہوئے ہوں پس جب بھی صدقہ کرنے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کوٹ اتنا کشادہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا نشان مٹ جاتا ہے اور بخیل جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کوٹ کی ہر کڑی دوسری کڑی کے ساتھ مل کر تنگ ہو جاتی ہے اور وہ اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ مل جاتے ہیں پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: پھر بخیل اس کوٹ کو ڈھیلا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۴۳ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں لوہے کے کوٹ کا ذکر ہے اور اس سے مراد زرہ ہے۔

٩٠ - بَابُ الْجُبَّةِ فِي السَّفَرِ وَالْحَرْبِ

سفر اور جہاد میں جبہ (لمبا کوٹ) پہننا

٢٩١٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحٰى مُسْلِمٍ هُوَ ابْنُ صُبَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَنْ مَسْرُوقٍ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ انْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ فَلَقِيتُهُ بِمَاءٍ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتُ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابی الضحیٰ مسلم اور وہ ابن صُبیح ہیں انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی از مسروق حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے پھر آپ (واپس) آئے تو میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا اور آپ کے اوپر شامی جبہ تھا آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنا چہرہ دھویا پھر آپ اس (جبہ) کی آستینوں سے اپنے دونوں ہاتھ نکالنے لگے سو وہ آستینیں تنگ تھیں تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو نیچے سے نکالا پھر ان ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں جبہ کا ذکر ہے نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عالم کی سفر میں خدمت کرنی چاہیے۔

٩١ - بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ جنگ میں ریشم پہننا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ میں مردوں کے لیے ریشم کا لباس پہننا جائز ہے۔

٢٩١٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِيْ قَمِيْصٍ مِّنْ حَرِيْرٍ مِّنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا. [اطراف الحدیث: ٢٩٢٠-٢٩٢١-٢٩٢٢-٥٨٣٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں احمد بن المقدام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش کی وجہ سے ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی۔

(صحیح مسلم: ٢٠٧٦' الرقم المسلسل: ٥٣٢٢' سنن ابوداؤد: ٤٠٥٦' سنن نسائی: ٥٣١٠' سنن ابن ماجہ: ٣٥٩٢' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٦٨' مسند احمد ج ٣ ص ١٨٠' مسند احمد: ١٢٨٦٣۔ ج ٢٠ ص ٢٢٧' مؤسسة الرسالة' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن المقدام ابوالاشعث العجلی البصری (٢) خالد بن الحارث بن سلیم الہجیمی (٣) سعید بن ابی عروبۃ (٤) قتادہ (٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٧٣)

ضرورت کی وجہ سے ریشم کے کپڑوں کو پہننے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

جنگ میں ریشم کا لباس پہننے کے متعلق متقدمین کا اختلاف ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے اس کو مکروہ کہا ہے' ابن محیریز' عکرمہ اور ابن سیرین کا بھی یہی موقف ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جنگ میں اس کی کراہت زیادہ شدید ہے کیونکہ مسلمان جنگ میں شہید ہونے کی امید رکھتے ہیں' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے' امام مالک نے کہا کہ میں نے کسی ایسے شخص کو جنگ میں ریشم کا لباس پہنے ہوئے نہیں دیکھا جس کی اقتداء کی جاتی ہو۔

بعض فقہاء نے جنگ میں ریشم پہننے کی اجازت دی ہے' معمر نے از ثابت یہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا وہ جنگ میں دیباج پہنتے تھے' عطاء نے کہا: جنگ میں دیباج پہننا ہتھیار ہے' عروہ اور حسن بصری نے بھی اس کی اجازت دی ہے' امام ابو یوسف اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

ابن حبیب نے ابن ماجشون سے نقل کیا ہے کہ جہاد میں ریشم پہننا اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے' تاکہ دشمن کو ڈرایا جائے اور اس کے سامنے فخر کا اظہار کیا جائے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ جن فقہاء نے جنگ اور جہاد میں ریشم پہننے کو مکروہ کہا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ریشم کی ممانعت کو ہر حال میں عام قرار دیا ہے اور جنہوں نے جنگ میں اس کی اجازت دی ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش اور جوؤں کی وجہ سے ریشم کا لباس پہننے کی اجازت دی ہے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کی ایذاء خارش اور جوؤں سے زیادہ ہو' مثلاً دشمن کے ہتھیار تو اس سے بچنے کے لیے بھی ریشم پہننا جائز ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عطاء بیان کرتے ہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہماری طرف ایک جبہ نکالا جس میں دیباج کے بٹن لگے ہوئے تھے'

اورانہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو جنگ میں پہنچتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۱۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ابی جمرہ کی تحقیق

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ خارش کی علت سے ریشم کا لباس پہننا جائز ہے اور اس میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: بعض فقہاء کے نزدیک جس کو ریشم کے سوا اور کوئی کپڑا دستیاب نہ ہو اس کے لیے اس کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ہر ضرورت کے موقع پر ریشم کا پہننا جائز ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جس ضرورت کا حدیث میں ذکر ہے' صرف اسی موقع پر ریشم کا پہننا جائز ہے' اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جس شخص کو نماز پڑھنے کے لیے ریشم کے کپڑے کے سوا اور کوئی کپڑا نہ ملے تو اوّل الذکر فقہاء کے نزدیک اس کا اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اور ثانی الذکر کے نزدیک اس کا اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مبحث ثانی: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح طب ادیان کے ماہر تھے' اسی طرح طب ابدان کے ماہر تھے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح ادیان کی طب کے ماہر تھے' اسی طرح ابدان کی طب کے بھی ماہر تھے' ایک عیسائی کی کسی صحابی سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکیم بھی تھے اور تمہارے نبی حکیم نہیں تھے' تو صحابی نے کہا: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار جملوں میں پورے طب کا خلاصہ بیان فرما دیا اور وہ یہ ہیں: (۱) معدہ بیماری کا گھر ہے (۲) پرہیز دواء کی اصل ہے (۳) ہر بیماری کی اصل بدہضمی ہے (۴) ہر علاج کی اصل عادت کی موافقت ہے۔ یہ سن کر اس عیسائی نے کہا: تمہارے نبی نے طب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

مبحث ثالث: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بغیر نزولِ وحی کے ابتداءً چیزوں کو حلال یا حرام کرنا جائز ہے کیونکہ آپ نے بغیر کسی آیت کے نزول کے ریشم کو حرام کر دیا اور پھر بغیر کسی آیت کے نزول کے خارش زدہ کے لیے ریشم کو حلال فرما دیا' بعض علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے اور صحیح جمہور کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار ہے' اور اس کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو' اور اس کے پاس جب بھی کسی کام کو کرنے یا ترک کرنے کے متعلق میرا حکم آئے تو وہ کہے: مجھے نہیں معلوم! اللہ کی کتاب میں جس کا حکم ہوگا ہم (صرف) اس کی پیروی کریں گے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۶۰۵' سنن ترمذی: ۲۶۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۳' مسند احمد ج ۶ ص ۸)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو! مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کی مثل ہے' سنو! عنقریب ایک شخص سیر ہو کر اپنے تخت پر بیٹھا ہوگا' وہ کہے گا: اس قرآن کو لازم رکھو' پس تم اس میں جو حلال پاؤ اس کو حلال قرار دو' اور جو تم اس میں حرام پاؤ اس کو حرام قرار دو' اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا ہے' وہ اسی طرح ہے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے' سنو! تمہارے لیے پالتو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ ہر کچلیوں سے شکار کرنے والے درندے حلال ہیں اور نہ کسی ذمی کی کوئی گری ہوئی چیز حلال ہے' سوا اس کے جس سے اس کا مالک مستغنی ہو اور جو شخص کسی قوم کے پاس جائے' ان پر اس کی ضیافت کرنا

لازم ہے اور اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو اس مہمان کے لیے جائز ہے کہ وہ ان سے اپنی ضیافت کی مقدار کے موافق جرمانہ وصول کرلے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٦٠٤' سنن ترمذی: ٢٦٦٤' سنن ابن ماجہ: ١٢' سنن دارمی: ٥٨٦' مسند احمد ج ٤ ص ١٣٢)

ان احادیث سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ شارع ہیں اور از خود احکام نافذ کرنے کے مُجاز ہیں۔

(بہجۃ النفوس شرح مختصر صحیح البخاری ج ٣ ص ١٣٠۔١٢٩' مختصراً وموضحاً ومخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

میں کہتا ہوں: تاہم یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ نبی ﷺ کا چیزوں کو از خود حلال یا حرام کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے' آپ مزاج شناسائے الوہیت ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف کوئی حکم نافذ نہیں کرتے۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٥٣١٥۔ ج ٦ ص ٣٥٠ پر مذکور ہے اور ہم نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ علاج کی ضرورت سے کسی حرام چیز کو اختیار کرنا جائز ہے اور جس چیز کا علاج اس حرام چیز کے سوا نہیں ہو سکتا یا مسلمان معالج کو اس کے سوا کسی حلال دواء کا علم نہیں ہے تو اس مریض کے حق میں وہ چیز حرام نہیں ہے۔

٢٩٢٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرَ شَكَوَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْقَمْلَ فَاَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيْرِ فَرَاَيْتُهُ عَلَيْهِمَا فِيْ غَزَاةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' (ح) انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ان دونوں کو ریشم کے کپڑے پہننے کی اجازت دی' پس میں نے جہاد میں ان کو ریشم کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩١٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٢١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ قَتَادَةُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِيْ حَرِيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو (جنگ میں یا جوؤں کی وجہ سے) ریشم پہننے کی اجازت دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩١٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَخَّصَ اَوْ رُخِّصَ لِحِكَّةٍ بِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے خارش

کی وجہ سے ان دونوں کو رخصت دی یا ان کو رخصت دی گئی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۹۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۲ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي السِّكِّيْنِ

چھری کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے

اس باب میں چھری کے استعمال کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

۲۹۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ مِنْ كَتِفٍ يَحْتَزُّ مِنْهَا ثُمَّ دُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از جعفر بن عمرو بن امیہ از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے کندھے کا گوشت (چھری سے) کاٹ کر کھا رہے تھے پھر نماز کی اذان کہی گئی تو آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَزَادَ فَاَلْقَى السِّكِّيْنَ.

ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری اور یہ اضافہ کیا کہ آپ نے چھری پھینک دی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۰۸ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں چھری کے استعمال کا ذکر ہے۔

۹۳ - بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ قِتَالِ الرُّوْمِ

روم والوں سے قتال کا بیان

اس باب میں روم والوں سے قتال کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۹۲٤ - حَدَّثَنِي اِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ اَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّهُ اَتٰى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِيْ سَاحَةِ حِمْصَ وَهُوَ فِيْ بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ اُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَيْرٌ فَحَدَّثَتْنَا اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا فِيْهِمْ؟ قَالَ اَنْتِ فِيْهِمْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ فَقُلْتُ اَنَا فِيْهِمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن یزید دمشقی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثور بن یزید نے حدیث بیان کی از خالد بن معدان کہ عمیر بن الاسود العنسی نے ان کو حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ حمص کے ساحل پر اتر رہے تھے اور حضرت عبادہ اپنے مکان میں تھے اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا تھیں، عمیر نے کہا: پس ہم کو حضرت ام حرام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے جو پہلا لشکر سمندر کے راستہ جہاد کرے گا، تحقیق یہ ہے کہ اس نے جنت کو واجب کر لیا ہے۔ حضرت ام حرام نے بتایا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: تم ان میں ہو گی! نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: میری امت میں سے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر (قسطنطنیہ)
میں جہاد کرے گا' وہ بخشا ہوا ہوگا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ!
میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: نہیں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۸۹ میں گزر چکی ہے۔

جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے کی وجہ سے یزید کی مغفرت کے متعلق علماء محققین کی آراء

یہ حدیث: ۲۷۸۹ میں بھی گزری ہے' مگر وہاں اس حدیث میں یہ جملہ مذکور نہیں تھا: میری امت میں سے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہوگا۔ اب ہم اس جگہ اس جملہ کی مکمل شرح کر رہے ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے روم میں جہاد کیا تھا' اور ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کا بعض علماء کے اس قول کو رد کرنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بشارت جہاد قسطنطنیہ سے پہلے حمص میں جہاد کے متعلق ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یزید کی فضیلت ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا' علامہ ابن التین اور علامہ ابن المنیر نے ان کا رد کیا ہے کہ اس حدیث کی بشارت میں یزید کے دخول سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل کے ذریعہ سے اس بشارت کے عموم سے خارج نہ ہو' کیونکہ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس لشکر کا مغفور ہونا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس لشکر میں مغفرت کی شرط پائی جاتی ہو' حتیٰ کہ اگر اس لشکر کا کوئی فرد (العیاذ باللہ) مرتد ہو جائے تو وہ مغفرت کے عموم میں بالاتفاق داخل نہیں ہوگا' رہا ابن التین کا یہ کہنا کہ ہوسکتا ہے کہ یزید اس لشکر میں شامل نہ ہو تو ان کا یہ کہنا اس لیے مردود ہے کہ وہ اس لشکر کا بالاتفاق امیر تھا' ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ وہ لشکر میں تو ہو مگر اس نے خود قتال نہ کیا ہو اور یہ بشارت ان کے لیے ہے جنہوں نے اہل قسطنطنیہ سے قتال کیا ہو۔

بعض علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ مدینہ قیصر سے وہ شہر مراد ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے وقت قیصر روم کا شہر تھا اور وہ شہر حمص ہے نہ کہ قسطنطنیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے وقت قیصر کا دارالخلافہ حمص ہی تھا' لیکن یہ تاویل اس لیے مردود ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جن لوگوں نے پہلے سمندر کے راستہ سے قتال کیا تھا' ان میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا تھیں اور حمص اس غزوہ سے پہلے فتح ہو چکا تھا' جس میں حضرت ام حرام تھیں۔ واللہ اعلم

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یزید جس غزوہ مذکورہ میں تھا' وہ باون (۵۲) ہجری میں ہوا تھا' اور اس غزوہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے' پس انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کو قسطنطنیہ کے دروازہ کے پاس دفن کیا جائے اور وہاں ان کی قبر بنائی جائے' سو ایسا کیا گیا' پس کہا جاتا ہے کہ روم کے لوگ ان کی قبر کے پاس بارش کو طلب کرنے کی دعا کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۰۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یزید کے لشکر کے تحت جنگ کرنے کا ذکر صحیح بخاری کے متن میں بھی ہے۔

امام بخاری متوفی ٢٥٦ھ لکھتے ہیں:

محمد نے کہا: میں نے یہ حدیث ان لوگوں میں بیان کی جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت ابوایوب بھی موجود تھے جو اس غزوہ میں فوت ہو گئے تھے جس میں یزید بن معاویہ روم کی سرزمین میں ان کا امیر تھا۔ (صحیح البخاری:١١٨٦)

اس عبارت کی شرح میں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اور حال یہ ہے کہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اپنے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کا امیر تھا' یہ غزوہ سمندر پار قسطنطنیہ کے شہر میں ہوا تھا' یہ لوگ ٥٠ھ کے بعد اس شہر میں پہنچے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٦٢۔٣٦١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ عینی کا یزید کو مغفرت کی اس بشارت کے عموم سے خارج قرار دینا

تاہم باب مذکور کی حدیث: ٢٩٢٤ کی شرح میں علامہ عینی نے اس کے خلاف لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''مدینۃ قیصر'' سے مراد قسطنطنیہ ہے اور ذکر کیا گیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے روم کے شہروں میں جہاد کیا حتیٰ کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ تھے' ان میں حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم بھی تھے' اور یہیں پر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب حضرت ابوایوب انصاری کی وفات ہوئی تھی اور وہیں پر ان کی قبر ہے اور جب روم کے لوگوں پر قحط پڑتا ہے تو وہ حضرت ابوایوب کی قبر کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں۔

صاحب المرأۃ نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یزید بن معاویہ نے ٥٢ھ میں قسطنطنیہ میں جہاد کیا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک عظیم لشکر سفیان بن عوف کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ کیا تھا' وہ روم کے شہروں میں بہت دور تک گھستے چلے گئے تھے' اس لشکر میں حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر' حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم تھے اور قسطنطنیہ کے محاصرہ کے دوران حضرت ابوایوب فوت ہو گئے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ اکابر صحابہ سفیان بن عوف کی زیر قیادت جہاد کر رہے تھے اور یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں تھے کیونکہ وہ ان اکابر صحابہ کی قیادت کا اہل نہیں تھا' اور المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے سمندر کے راستہ جہاد کیا اور ان کے بیٹے یزید کی فضیلت ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر پر حملہ کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں یزید کی کون سی فضیلت ہے؟ اور اس کا حال مشہور ہے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس لشکر کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ بخشا ہوا ہے' میں کہتا ہوں کہ یزید کے اس بشارت کے عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ کسی خاص دلیل کی بناء پر اس عموم سے نہ نکلے' کیونکہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس لشکر کے بخشے ہوئے ہونے کی یہ شرط ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہوں' حتیٰ کہ اس لشکر میں شامل کوئی شخص اس کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ اس بشارت کے عموم میں داخل نہیں رہے گا' لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کے مغفور ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٧٨۔٢٧٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ قسطلانی کا اس بحث میں محاکمہ کرنا کہ یزید اس بشارت میں داخل ہے یا نہیں؟

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ٩١١ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے بنوامیہ کی حمایت میں لکھا ہے' لیکن بشارت کے عموم سے یہ لازم نہیں آتا کہ یزید کسی اور دلیل کی بناء پر اس بشارت سے خارج ہو' اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے یزید پر لعنت کی ہے کیونکہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینے سے کافر ہو گیا تھا اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے حضرت حسین کو قتل کیا یا ان کو قتل کرنے کا حکم دیا یا اس کی اجازت دی اور اس پر راضی ہوا' اس پر لعنت کرنا جائز ہے' اور حق یہ ہے کہ حضرت حسین کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور اس کا خوش ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی اہانت کرنا تواتر معنوی سے ثابت ہے' اگرچہ اس کی تفصیل اخبار آحاد میں ہے' سو ہم اس کے معاملہ میں کوئی توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں بھی کوئی توقف نہیں کرتے' اس پر بھی لعنت ہو اور اس کے اعوان و انصار پر بھی لعنت ہو۔

(شرح عقائد نسفی ص ۱۹۷' سکندر علی بہادر علی تاجران کتب' کراچی۔ ۳۸)

اور جو فقہاء یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں' وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھنے والوں پر اور اہل قبلہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ارشاد الساری ج ٦ ص ۴۵۵۔ ۴۵۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ یزید مغفرت کی بشارت میں داخل ہے یا نہیں؟ وہ اس پر موقوف ہے کہ یزید کافر ہے یا نہیں؟ جن لوگوں کے نزدیک یزید کافر ہے' ان کے نزدیک وہ اس بشارت میں داخل نہیں ہے اور جن لوگوں کے نزدیک یزید کا کفر ثابت نہیں ہے' وہ اگرچہ سخت ترین عذاب کا مستحق ہے لیکن بالآخر اس کی مغفرت ہو جائے گی' اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا مؤقف درج ذیل ہے:

کفر اور لعنِ یزید کے متعلق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کا مؤقف

یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا' اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے' صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا' امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیۂ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں: ''فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝'' (محمد: ۲۲۔ ۲۳) کیا قریب ہے کہ اگر والیٔ ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو ۝ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں ۝ شک نہیں کہ یزید نے والیٔ ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا' حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں' مسجد کریم میں گھوڑے باندھے' ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے' تین دن مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے اذان و نماز رہی' مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کیے' کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے' غلاف شریف پھاڑا اور جلایا' مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا' مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنیں پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے' سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا' کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا' حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے' اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا؟ ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر ''لَعَنَهُمُ اللَّهُ'' فرمایا' لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں' لقولہ تعالیٰ ''فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ إِلَّا مَنْ تَابَ'' (مریم:

٥٩-٦٠)اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کا عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں' جس میں محبت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شمہ ہو''وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ O''(الشعراء:٢٢٧)شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو و عنود ہے' ایسے گمراہ بد دین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے' اس کی غایت اسی قدر تو کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلا وجہ شرعی دست کشی کر کے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو ان کلماتِ ملعونہ سے حضرت بتول زہراء و علی مرتضیٰ اور خود حضور سیّد الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا دل دکھا چکا ہے' اللہ واحد قہار کو ایذاء دے چکا ہے''وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ O(التوبہ:٦١)''إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا O''(الاحزاب:٥٧)۔(فتاویٰ رضویہ ج٦ ص١٠٨-١٠٧ طبع قدیم' مکتبہ رضویہ کراچی' ١٤٠٥ھ)

مغفرتِ یزید کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف

اس بحث میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ١١٧٦ھ کی درج ذیل عبارت بہت عمدہ ہے' وہ لکھتے ہیں:

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی''مغفور لھم''سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر کا ایک حصہ تھے' بلکہ لشکر کے سرکردہ شخص اور قائد تھے جیسا کہ کتب تاریخ اس پر شاہد و گواہ ہیں' مگر درست بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ اس غزوہ میں شریک ہونے سے قبل کہ جو ان کے گناہ تھے ان کی مغفرت کر دی گئی ہے' کیونکہ جہاد از قبیل کفارات ہے اور کفارات کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان سے پہلے جو گناہ ہوئے' ان کو مٹا دیں نہ کہ بعد میں واقع ہونے والے گناہوں کو زائل کر دیں' ہاں! اس کلام کے ساتھ اگر یہ بھی ہوتا کہ قیامت تک کے لیے ان کے گناہوں کی مغفرت کر دی گئی ہے تو یہ حدیث یزید کی نجات پر دلالت کرتی' اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں (یعنی جب قیامت تک کے لیے مغفرت کا ذکر نہیں ہے تو یزید کی نجات بھی ثابت نہیں ہے) بلکہ یزید نے اس غزوہ کے بعد جن قبائح کا ارتکاب کیا ہے' ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے' جیسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت' مدینہ منورہ پر تخریب کاری اور توڑ پھوڑ' اور شراب پینے پر اصرار وغیرہ' اگر خدا نے چاہا تو وہ ان کو معاف کر دے گا یا سزا دے گا جیسا کہ دیگر تمام گناہ گاروں کے بارے میں حکم ہے۔(رسالہ شرح تراجم ابواب البخاری صحیح البخاری ج١ ص٣٤' مکتبہ رحمانیہ لاہور)

شیخ سلیم اللہ نے بھی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے اور اس کو سب سے بہترین اور معتدل قول قرار دیا ہے۔

(کشف الباری۔ کتاب الجہاد والسیر ص٦٨٧' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اسی عبارت پر اعتماد کیا ہے اور ان کی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے اور بہت مختصر لکھا ہے۔(انعام الباری ج٧ ص١٠٦٧' مکتبۃ الحراء' کراچی)

اس بحث میں مصنف کا موقف درج ذیل ہے:

یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف

یزید کے تین جرم متواتر ہیں' اس نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے جبری بیعت لینے کے لیے عبید اللہ بن زیاد کو روانہ کیا اور اس کو حضرت حسین کے مرتبہ اور مقام کی رعایت کرنے کی کوئی ہدایت نہیں کی۔ اس نے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یا نہیں اور قتل کی خبر سن کر خوش ہوا تھا یا نہیں؟ اس میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے' لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس نے قاتلین کو کوئی سزا نہیں دی جب کہ وہ سزا دینے پر پوری طرح قادر تھا اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی' اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ قتل اس کے ایماء

سے ہوا اور وہ اس قتل سے راضی تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر کربلا میں جو ظلم وستم ڈھایا گیا اور پھر ظالموں سے یزید نے بحیثیت حاکم کوئی باز پرس نہیں کی انہیں مظالم کی وجہ سے بعض علماء (امام احمد علامہ ابن جوزی اور علامہ تفتازانی وغیرہ) نے یزید پر لعنت کی ہے ہر چند کہ محققین اور محتاط علماء نے یزید پر شخصی لعنت کرنے سے منع کیا ہے اور اسی میں سلامتی سمجھی ہے کہ یزید کے معاملے کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

یزید کا دوسرا جرم مدینہ منورہ پر حملہ کا حکم دینا اور تین دن کے لیے مدینہ میں لوٹ مار قتل وغارت گری اور عصمت دری کی عام اجازت دینا ہے اس وجہ سے بھی بعض علماء نے یزید پر شخصی لعنت کی ہے اور تیسرا جرم مکہ مکرمہ پر حملہ کا حکم دینا اور کعبہ کو جلانا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے العواصم من القواصم میں لکھا ہے کہ امام احمد نے کتاب الزہد میں یزید کا ذکر اخیار تابعین میں کیا ہے۔ میں نے کتاب الزہد پوری پڑھی اس میں یزید کا ذکر نہیں ہے۔ اس معاملہ میں یقیناً ابن عربی کو وہم ہوا ہے علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابن العربی کا یزید کو برحق اور حضرت حسین کو خاطی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ہم اس نظریہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں جس شخص نے آلِ رسول پر ظلم کیے حرمِ مدینہ کی بے حرمتی کی خانہ کعبہ کو جلایا ہمارے دل میں اس کے بارے میں نرمی کا کوئی شمہ نہیں ہے یہ شخص بہت بڑا ظالم اور فاسق وفاجر تھا اگر ہمیں شرعی حدود وقیود اور قواعدِ شرعیہ کا پاس نہ ہوتا تو ہم یزید پر کفر کا حکم لگا دیتے اور اس پر شخصی لعنت کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہ ہوتا۔ (شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٧٦٣ فرید بک سٹال لاہور)

ان سطور پر اب میں یہ اضافہ کر رہا ہوں کہ یزید اپنے جرائم کی وجہ سے ہر چند کہ شدید ترین عذاب کا مستحق ہے لیکن چونکہ اکابر فقہاء اسلام نے یزید کو کافر نہیں قرار دیا اس لیے اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم: ١٤١٣۔ ج ٣ ص ٦٣٧۔ ٦٠٠ میں یزید کے ایمان یا کفر کے متعلق طویل بحث کی ہے ہم اس کے عنوانات یہاں پر ذکر کر رہے ہیں:

(١) یزید کے دورِ حکومت میں خانہ کعبہ کو جلانے کا پسِ منظر وپیش منظر (٢) بیعت یزید کے سلسلہ میں حضرت حسین کا موقف (٣) بیعت یزید کے سلسلہ میں جمہور صحابہ کا موقف (٤) واقعۂ حرہ کی تفصیلات (٥) مسلم بن عقبہ صحابی نہیں تھا (٦) مسلم بن عقبہ کی عبرت ناک موت (٧) واقعۂ حرہ کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث (٨) مصنف کا موقف (٩) یزیدی فوجوں کا کعبہ کو جلانا (١٠) خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یزید کی تکفیر (١١) حضرت حسین کو شہید کرنے کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث (١٢) شہادتِ حسین پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ (١٣) یزید پر لعنت کے سلسلہ میں امام غزالی کی رائے (١٤) علامہ زبیدی کی رائے (١٥) علامہ حلبی کی رائے (١٦) مصنف کا موقف (١٧) یزید کے کفریہ اشعار کی تحقیق (١٨) جہاد مدینہ قیصر کی بشارت میں یزید کے دخول کی تحقیق (١٩) حدیث مدینہ قیصر کی تحقیق (٢٠) حضرت حسین اور یزید کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے نظریات (٢١) لعن یزید کے بارے میں ابن جوزی کا نظریہ (٢٢) لعن یزید کے بارے میں محدثِ دہلوی کا نظریہ (٢٣) یزید کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے (٢٤) لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے (٢٥) لعنِ یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے (٢٦) یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف۔

٩٤ - بَابُ قِتَالِ الْيَهُوْدِ — یہود کو قتل کرنا

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خبر کو بیان کیا گیا ہے کہ آئندہ زمانے میں یہود کو قتل کیا جائے گا اور یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات سے ہے کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی۔

٢٩٢٥ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ قَالَ — امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن محمد الفروی

حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ اَحَدُهُمْ وَرَاءَ الْحَجَرِ فَيَقُوْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَّرَائِيْ فَاقْتُلْهُ.

[طرف الحدیث: ٣٥٩٣] (صحیح مسلم: ٢٩٢١ الرقم المسلسل: ٧٢٢٩)

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہودیوں سے قتال کرتے رہو گے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی ایک یہودی پتھر کے پیچھے (چھپا) ہوگا تو وہ پتھر کہے گا: یہ میرے پیچھے یہودی ہے' اس کو قتل کردو۔

یہود کا قتل کس زمانے میں ہوگا؟ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ

اس حدیث میں مذکور ہے: تم یہودیوں سے قتال کرو گے۔ اس ارشاد میں حاضرین سے خطاب ہے اور اس سے مراد ان کے علاوہ آپ کی امت کے دوسرے افراد ہیں' کیونکہ یہ قتال اس وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے' سو اس وقت مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حلیف ہوں گے اور یہودی دجال کے ساتھ ہوں گے۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت باقی رہے گی' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے۔

اور اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے جو بہت بعد میں ہوگا' اور آپ نے یہ خبر دی ہے کہ پتھر کلام کریں گے اور چھپے ہوئے یہودی کی خبر دیں گے اور یہ بتائیں گے کہ یہودی کہاں چھپا ہوا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ پتھر کہے گا: اے اللہ کے بندے! اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل پتھر میں کلام پیدا کر دے گا' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٧٨' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٩٢٦ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْحَجَرُ وَرَاءَهُ الْيَهُوْدِيُّ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَّرَائِيْ فَاقْتُلْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از عمارۃ بن القعقاع از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم یہود سے قتال کرو گے' حتیٰ کہ پتھر کہے گا کہ اس کے پیچھے یہودی ہے' وہ کہے گا: اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے ہے' سو تم اس کو قتل کردو۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

٩٥ - بَابُ قِتَالِ التُّرْكِ

ترک (تاتاریوں) کا مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا

اس باب میں تاتاریوں کے مسلمانوں کو قتل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

٢٩٢٧ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا يَّنْتَعِلُوْنَ نِعَالَ الشَّعَرِ وَاِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابی النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں عمرو بن تغلب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک قیامت کی علامتوں (میں) سے یہ ہے کہ تم ایسی قوم

عِرَاضَ الْوُجُوْهِ كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

[طرف الحدیث:۳۵۹۲][صحیح مسلم:۲۹۱۲‘الرقم المسلسل:۷۲۰۴‘ سنن ابوداؤد:۴۳۰۴‘سنن ترمذی:۲۲۲۲‘سنن ابن ماجہ:۴۰۹۶)

سے قتال کرو گے جو بالوں کی رسیاں بنا کر اس سے جوتیاں بناتے ہوں گے‘ اور تم ایسی قوم سے قتال کرو گے جن کے چہرے چوڑے اور چپٹے ہوں گے گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھال کی طرح ہوں گے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعمان‘ محمد بن الفضل السدوسی (۲) جریر بن حازم (۳) الحسن البصری (۴) عمرو بن تغلب العبدی‘ ان کا تعلق عبدالقیس سے ہے اور ان کا شمار اہل بصرہ (میں) سے ہوتا ہے‘ اس حدیث کے تمام رجال بصری ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۰‘ مکتبہ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

چند الفاظ کی تشریح اور اس سوال کا جواب کہ اس حدیث میں جو خبر دی گئی ہے‘

آیا اُس کا وقوع ہو چکا یا مستقبل میں ہوگا؟

علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ’’اشراط الساعة‘‘ اس کا معنی ہے: قیامت کے دن کی علامات‘ اس میں مذکور ہے: ’’ینتعلون بنعال الشعر‘‘ اس کا معنی ہے: وہ بالوں سے رسیاں بناتے تھے اور ان رسیوں سے جوتیاں بناتے تھے‘ ایک قول یہ ہے کہ ان کے بال بہت گھنے اور لمبے تھے‘ جب وہ ان بالوں کو لٹکاتے تو وہ لباس کی طرح ساتر ہو جاتے‘ اور وہ بال ان کے پیروں تک پہنچتے اور ان کی جوتیوں کے حکم میں ہو جاتے‘ یا وہ ایسے جانوروں کی کھال کا لباس پہنتے تھے‘ جن کی جلد پر بہت لمبے اور گھنے بال ہوتے تھے جیسے بھیڑیا وغیرہ۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کیونکہ آپ نے اس چیز کی خبر دی ہے جو مستقبل کے زمانے میں واقع ہوگی‘ اب سوال یہ ہے کہ یہ واقع ہو چکا ہے یا آئندہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کا کچھ حصہ ۶۱۷ھ میں ہو چکا ہے‘ اس وقت ترک کا ایک عظیم لشکر نکلا‘ جس نے ماوراء النہر کے رہنے والوں سے قتال کیا جو خراسان کے شہر میں رہتے تھے اور سب مسلمانوں کو قتل کر دیا‘ ان میں سے صرف وہ بچے جو غاروں اور جنگلوں میں چھپ گئے تھے‘ انہوں نے اسلامی شہروں کو پامال کیا‘ پھر وہ کوہستان کے شہر میں پہنچ گئے اور انہوں نے تہران‘ قزوین اور دیگر اسلامی شہروں کو تباہ و برباد کر دیا‘ انہوں نے عورتوں کو اپنے لیے مباح کر لیا‘ پھر وہ عراقِ ثانی تک پہنچ گئے جس کا بڑا شہر اصفہان تھا‘ اور بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا اور انہوں نے مسلمانوں کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۱‘ مکتبہ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی ترکوں سے مراد غالباً تاتاری ہیں‘ اور جن تاتاریوں نے مسلمانوں کے شہروں کو تباہ و برباد کیا‘ وہ چنگیز اور ہلاکو کی فوجیں تھیں۔

۲۹۲۸ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن محمد نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از الاعرج‘

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْأَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوهِ ذُلْفَ الْأُنُوفِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ.

[اطراف الحدیث: ۲۹۲۹-۳۵۸۷-۳۵۹۰-۳۵۹۱]

انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم ترک سے قتال کرو جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی چہرے سرخ ہوں گے اور ناک چپٹی ہوگی گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھال کی مانند ہوں گے اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ان لوگوں سے قتال نہ کرو جو بالوں کی جوتیاں پہنتے ہوں گے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ جن دو گروہوں کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے ان کا ظہور قربِ قیامت میں ہوگا' اور یہاں پر دو مبحث ہیں:

مبحث اوّل: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس کا عام مشاہدہ ہوتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس کا اس وقت مشاہدہ نہیں ہوتا لیکن ان پر ایمان لایا جاتا ہے اور ان کی تصدیق کی جاتی ہے' اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت کی طرف منتقل ہو گئے لیکن آپ کے معجزات قیامت تک باقی رہیں گے' اس کا بیان اس طرح ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا مشاہدہ کیا جن معجزات کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں سے ظاہر فرمایا' اور وہ ان خبروں پر بھی ایمان لائے جن کا وقوع صحابہ کے بعد ہوگا۔ اسی طرح ان کے بعد کے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا مشاہدہ کریں گے اور یہ چیز قیامت تک مستمر رہے گی' اور یہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر بہت قوی دلیل ہے کہ آپ کے معجزات کا قیامت تک مشاہدہ ہوتا رہے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ معجزات جن کا آپ کے وصال کے بعد ظہور ہوا اور قیامت تک ان کا ظہور ہوتا رہے گا

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ بہت عمدہ لکھا ہے کہ قیامت تک لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا مشاہدہ کرتے رہیں گے لیکن اس کی کوئی مثال نہیں دی' سو ہم اپنی تحقیق اور تتبع سے اس کی دس مثالیں پیش کرتے ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دے کر بھیجا' اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ کا یہ مکتوب عظیم البحرین کو جا کر دے' پس عظیم البحرین نے وہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا' جب کسریٰ نے یہ مکتوب پڑھا تو اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' حضرت ابن عباس نے کہا: پس میرا گمان ہے کہ حضرت المسیب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعا فرمائی کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ (صحیح البخاری: ٦٤' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۴)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس کسریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا' اس کا نام پرویز بن ہرمز بن انوشروان تھا اور جب اس نے آپ کا مکتوب ٹکڑے ٹکڑے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ مر جائے گا تو پھر کوئی کسریٰ نہیں ہوگا' پس کسریٰ کے اوپر اس کا بیٹا شرویہ مسلط ہو گیا اور اس نے اس کو سات ہجری میں قتل کر دیا' پھر اس کے ملک کے مکمل ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے تمام روئے زمین سے کسریٰ کی سلطنت

زائل ہوگئی۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤٢ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ تھا' اس طرح پرویز کا لقب کسریٰ تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایران کو فتح کیا اور تمام روئے زمین سے کسریٰ کی سلطنت کا نام ونشان مٹ گیا اور یوں حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے اثر کو دیکھا اور آپ کے اس معجزہ کا مشاہدہ کیا۔

(٢) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے سونے کے دو کنگن رکھے گئے' میں ان سے گھبرایا اور ان کو ناپسند کیا تو مجھے ان پر پھونک مارنے کی اجازت دی گئی' پس وہ دونوں کنگن اُڑ گئے تو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ دو جھوٹے (نبی) نکلیں گے' عبید اللہ نے کہا: ان میں سے ایک العنسی تھا جس کو فیروز نے یمن میں قتل کر دیا اور دوسرا مسیلمہ (کذاب) تھا' صاحب الیمامۃ۔

(صحیح البخاری: ٤٣٧٤۔ ٣٦٢١' صحیح مسلم: ٢٢٧٤' سنن ترمذی: ٢٢٩٢)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ دونوں جھوٹے مدعیانِ نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں قتل کر دیئے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١١۔ ٢١٠ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

اور اس طرح اس زمانہ کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کے صدق اور آپ کے اس معجزہ کو دیکھ لیا۔

(٣) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

(صحیح البخاری: ٣١٢١' صحیح مسلم: ٢٩١٩' سنن ترمذی: ٢٢٢٣' مسند احمد ج ٢ ص ٢٣٣' سنن بیہقی ج ٩ ص ١٧٧)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

رہا کسریٰ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جڑ کاٹ دی' اور اس کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے ملک اور اس کی سرزمین کا وارث بنا دیا۔ والحمد للہ رب العالمین. رہا قیصر تو وہ روم کا بادشاہ تھا اور شام کا ملک اس کے قبضے میں تھا اور وہیں بیت المقدس تھا اور یہی وہ جگہ ہے کہ نصاریٰ کی قربانی صرف اسی جگہ مکمل ہوتی تھی' مسلمانوں نے اس پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے خزانوں اور مال کے وارث ہو گئے اور قیصر کے بعد قیصر نام کا کوئی اور شخص روم میں اس کا جانشین نہیں ہوا' اور اس کے بعد کوئی قیصر شام کا فرماں روا نہیں ہوا' اور آخر زمانے میں قسطنطنیہ کی فتح کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

(اعلام السنن شرح صحیح البخاری ج ٢ ص ١٥٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

کسریٰ اور قیصر کی موت کے بعد ایران اور شام میں اب تک اس نام کے بادشاہ نہیں ہوئے' اب تک مسلمانوں نے یہ دیکھ لیا کہ آپ کا یہ ارشاد پورا ہوا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ معجزہ ہے جسے مسلمان آپ کی وفات سے لے کر اب تک دیکھ رہے ہیں اور قیامت تک دیکھتے رہیں گے۔

(٤) علامہ ابن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ھ بیان کرتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے از ابی موسیٰ از الحسن البصری روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ بن مالک سے فرمایا: اس وقت

تمہاری کیا شان ہو گی جب تم کسریٰ کے دو کنگن اور اس کا منطقہ اور اس کا تاج پہنو گے! راوی نے کہا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے دو کنگن اور اس کا منطقہ اور تاج آیا (یعنی مال غنیمت میں) تو حضرت عمر نے سراقہ بن مالک کو بلایا اور ان کو یہ چیزیں پہنا دیں۔ (اسد الغابۃ ج ۲ ص ۴۱۴ 'اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بشارت ہجرت کے موقع پر دی تھی اور آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ بشارت پوری ہوئی اور اس زمانے کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ دیکھا اور اسی طرح آپ کی دیگر بشارتیں اور پیشین گوئیاں بھی قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی۔

(۵) قرآنِ مجید میں ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝ (الحجر:۹)

بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۝

قرآن مجید کی حفاظت کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس میں سے کوئی آیت کم نہیں ہو سکتی اور چودہ سو سال سے دنیا کے تمام لوگ دیکھ رہے ہیں کہ قرآن مجید کی کوئی آیت کم نہیں ہوئی اور اسی طرح قیامت تک دیکھتے رہیں گے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔

(۶) اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ. (حٰمٓ السجدہ:۴۲)

اس کتاب میں باطل نہیں آ سکتا نہ اس کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا اور جو کلام غیر قرآن ہو وہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا' اور چودہ سو سال سے دنیا دیکھ رہی ہے کہ قرآن مجید میں کسی اور کے کلام کا اضافہ نہیں ہو سکا اور آپ کا یہ معجزہ بھی قیامت تک باقی رہے گا۔

(۷) نیز قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ. (البقرہ:۲۳)

اور اگر تم اس کلام کے متعلق شک میں ہو جو ہم نے اپنے مکرم بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی سورت بنا کر لے آؤ۔

قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی مثل کوئی سورت نہیں لا سکتا' قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں اور ہر سورت کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ کوئی اس کی مثل نہیں لا سکتا اور چودہ سو سال گزر چکے ہیں' علوم وفنون میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے اور قرآن اور اسلام کے بے شمار دشمن ہیں' اس کے باوجود آج تک کوئی قرآنِ مجید کی کسی سورت کی مثل بنا کر نہیں لا سکا' اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔

(۸) اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ. (البقرہ:۹۵-۹۴)

آپ کہیے کہ (اے یہودیو!) اگر آخرت کا گھر اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے بجائے خصوصیت سے تمہارے لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۝ اور وہ ہرگز کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے' اپنے ان (برے) کاموں کی وجہ سے جو وہ پہلے کر چکے ہیں۔

قرآن مجید نے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ یہودی کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے' یہودی نبی ﷺ کے دشمن اور مکذب تھے' انہیں چاہیے تھا کہ وہ نبی ﷺ سے کہتے کہ ہم نے موت کی تمنا کر لی' نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی یہودی نے موت کی تمنا کی تو صفحہ ہستی سے یہودیت مٹ جائے گی' تمنا دل سے ہوتی ہے اور نبی ﷺ نے ان کے دلوں کے متعلق پیشین گوئی کی کہ وہ موت کی تمنا نہیں کر سکیں گے' وہ موت کی تمنا نہ کر سکے اور قیامت تک نہیں کر سکیں گے' نبی ﷺ کا یہ معجزہ بھی قیامت تک باقی رہے گا۔

(۹) اور اسی طرح یہ آیت ہے:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا. (البقرہ:۱۴۲)

عنقریب بے وقوف لوگ (یہودی) کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ تھے۔

اس آیت میں یہودیوں کی زبانوں پر پیشین گوئی کی ہے کہ وہ مسلمانوں پر یہ اعتراض کریں گے کہ انہوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو کیوں قبلہ بنالیا اور یہودی چونکہ نبی ﷺ کے دشمن اور مکذب تھے تو ان کے لیے بہت آسان تھا کہ وہ نبی ﷺ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے یہ اعتراض نہ کرتے لیکن انہوں نے یہ اعتراض کیا اور قرآن سچا ہو گیا اور آپ کی نبوت ثابت ہو گئی اور یہ آپ کا وہ معجزہ ہے جس کو عہد رسالت سے لے کر آج تک مسلمان دیکھ رہے ہیں۔

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ ارض حجاز سے ایسی آگ نمودار نہ ہو جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں۔ (صحیح البخاری:۷۱۱۸' صحیح مسلم:۲۹۰۲)

نبی ﷺ کا یہ معجزہ قرب قیامت میں ظاہر ہوگا' اسی طرح نبی ﷺ نے قیامت کی اور علامتیں جو بیان فرمائی ہیں کہ تیس جھوٹے نبیوں کا خروج ہوگا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا' دجال کا خروج ہوگا' دآبۃ الارض کا ظہور ہوگا' زمین تین مرتبہ دھنسے گی' اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' ان کے علاوہ آپ نے اور بہت علامتیں بیان فرمائیں اور جب یہ علامتیں ظاہر ہوں گی تو سب نبی ﷺ کی تصدیق کریں گے اور یہ آپ کے وہ معجزات ہیں جن کا قرب قیامت میں ظہور ہوگا۔ (تلك عشرةٌ كاملة)

دنیا میں ہمارے نبی ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام آئے اور انہوں نے اپنی اپنی امتوں کے سامنے معجزات دکھائے خواہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہو یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ کیے ہوئے مردے ہوں' سب کے معجزات ان کے ساتھ ہی چلے گئے اب کسی نبی کا کوئی معجزہ باقی نہیں' صرف ہمارے نبی سیّدنا محمد ﷺ کے معجزات ہیں' جو قیامت تک باقی ہیں' اسی طرح کسی نبی کی لائی ہوئی کتاب اپنے اصل متن کے ساتھ موجود نہیں ہے' سب کی کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے' صرف ہمارے نبی ﷺ کی لائی ہوئی کتاب اپنے اصل متن کے ساتھ قیامت تک موجود رہے گی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

٩٦ - بَابُ قِتَالِ الَّذِيْنَ يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعَرَ

ان لوگوں سے قتال کرنا جو بالوں کی جوتیاں پہنتے ہیں

٢٩٢٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ. قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ فِيْهِ اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' الزہری نے کہا از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم ان لوگوں سے قتال کرو جو بالوں کی بنی ہوئی جوتیاں پہنتے ہیں' اور اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم ان لوگوں سے قتال کرو جن کے

اَبِی هُرَیْرَةَ رِوَایَةً صِغَارَ الْاَعْیُنِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ کَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔ سفیان نے کہا اور ابوالزناد نے از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ اضافہ کیا ہے کہ ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی اور ناک چپٹی ہوگی گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۸ میں گزر چکی ہے۔

٩٧ - بَابُ مَنْ صَفَّ اَصْحَابَهُ عِنْدَ الْهَزِیْمَةِ وَنَزَلَ عَنْ دَابَّتِهٖ وَاسْتَنْصَرَ

جس نے فوج کی شکست کے وقت اپنے اصحاب کی صفیں بنوائیں اور اپنی سواری سے اترا اور مدد طلب کی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے اصحاب کی شکست کے وقت ان کی صفیں بنوائیں اور خود ثابت قدم رہا' اور وہ اپنی سواری سے اترا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔ اس عنوان سے امام بخاری نے غزوۂ حنین کی طرف اشارہ کیا ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اپنے دشمن سے شکست کھا کر پلٹ آئے تھے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَةٍ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَO (التوبہ:۲۵)

بے شک اللہ نے بہ کثرت مواقع پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں ڈال دیا' حالانکہ اس (کثرت) نے کسی چیز کو تم سے دور نہ کیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی' پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے واپس لوٹےO

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع پر ثابت قدم رہے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی شجاعت اور بہادری عطا کی تھی۔

۲۹۳۰ - **حَدَّثَنَا** عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَسَاَلَهُ رَجُلٌ اَکُنْتُمْ فَرَرْتُمْ یَا اَبَا عُمَارَةَ یَوْمَ حُنَیْنٍ؟ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَاوَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانُ اَصْحَابِهٖ وَخِفَافُهُمْ حُسَّرًا لَیْسَ بِسِلَاحٍ فَاَتَوْا قَوْمًا رُمَاةً جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِیْ نَصْرٍ مَا یَکَادُ یَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ فَرَشَقُوْهُمْ رَشْقًا مَا یَکَادُوْنَ یُخْطِئُوْنَ فَاَقْبَلُوْا هُنَالِكَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰی بَغْلَتِهِ الْبَیْضَاءِ وَابْنُ عَمِّهٖ اَبُوْسُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ یَقُوْدُ بِهٖ فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ ثُمَّ قَالَ

اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ثُمَّ صَفَّ اَصْحَابَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا اور ان سے ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ اے ابوعمارہ! کیا تم حنین کے دن بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری لیکن آپ کے اصحاب میں سے چند نوجوان جن کے پاس بھاری اسلحہ نہیں تھا اور نہ ان کے پاس زرہ اور خود تھا' وہ ایک ایسی قوم کے سامنے آئے جو زبردست تیرانداز تھی اور انہوں نے ہوازن اور بنو نصر کو جمع کر لیا' ان کا تقریباً کوئی تیر ساقط نہیں ہوتا تھا' انہوں نے ان نوجوانوں پر تاک تاک کر تیر مارے اور تقریباً ان کا کوئی نشانہ خطاء نہیں ہو رہا تھا' پس اس وقت وہ نوجوان صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' اس وقت آپ اپنی سفید خچر پر سوار تھے اور آپ کے عم زاد حضرت ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اس خچر کو چلا رہے تھے'

آپ اس خچر سے اترے اور اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کی' پھر آپ نے پڑھا: بے شک میں نبی ہوں اور (دعویٰ نبوت میں) جھوٹا نہیں ہوں' اور بے شک میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں' پھر آپ نے اپنے اصحاب کی صفیں بنوائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٦٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں پسپائی کے وقت صفیں بنوانے کا ذکر ہے۔

٩٨ - بَابُ الدُّعَاءِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ بِالْهَزِيمَةِ وَالزَّلْزَلَةِ

مشرکین کے خلاف شکست اور زلزلہ کی دعا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مسلمانوں کا امیر مشرکین سے جنگ کرے تو جنگ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ان کے خلاف شکست اور زلزلہ کی دعا کرنا جائز ہے۔ زلزلہ کا معنی ہے: زمین کا بہت زور سے اور شدید حرکت کرنا۔

٢٩٣١ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا شَغَلُونَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از محمد از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ جب جنگ احزاب (خندق) کا دن تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کے گھروں کو' اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے' جنہوں نے ہمیں درمیانی نماز پڑھنے سے مشغول رکھا' یہ آپ نے اس وقت دعا کی تھی جب سورج غروب ہو چکا تھا۔

[اطراف الحدیث: ٤١١١-٤٥٣٣-٦٣٩٦] (صحیح مسلم: ٦٢٧' الرقم المسلسل: ١٣٠٦' سنن ابوداؤد: ٤٠٩' سنن ترمذی: ٢٩٩٥' سنن نسائی: ٤٦٩)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: اللہ ان کے گھروں کو' ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔ کیونکہ جب ان کے گھروں میں آگ لگے گی تو ان میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء ابواسحاق رازی (٢) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی (٣) ہشام' بعض علماء نے کہا: یہ ہشام الدستوائی ہیں' اور الاصیلی نے کہا: یہ ہشام بن حسان ہیں' اور کرمانی نے کہا: یہ ہشام بن عروہ ہیں (٤) محمد بن سیرین (٥) عبیدہ بن عمرو السلمانی ابومسلم الکوفی (٦) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٨٤)

موافق اور مخالف دعا کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے یعنی جب وہ زندہ ہوں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے یعنی ان کے مرنے کے بعد۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: انہوں نے ہمیں درمیانی نماز پڑھنے سے مشغول رکھا' جب مسلمانوں پر معاملہ مشکل

ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے خلاف دعا کی تو ان کے متعلق آپ کی دعا قبول کی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کچھ لوگوں کے حق میں دعا فرماتے ہیں اور کبھی کچھ لوگوں کے خلاف دعا فرماتے ہیں اور آپ ان لوگوں کے خلاف دعا فرماتے تھے' جو مسلمانوں کو شدید اذیت پہنچاتے تھے' اور جن لوگوں کے متعلق آپ کو یہ اُمید ہوتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی طرف لوٹ آئیں گے تو آپ ان کے حق میں ہدایت کی دعا کرتے تھے' جب آپ سے کہا گیا کہ دوس اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کو کوئی اذیت نہیں پہنچائی تھی' تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور انہیں ہمارے پاس لے آ!

یہ دعا آپ نے اس وقت کی جب سورج غروب ہو گیا' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ درمیانی نماز عصر کی نماز ہے' اور یہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ تصریح کی ہے کہ درمیانی نماز سے مراد صبح کی نماز ہے' اس میں اور بھی اقوال ہیں جن کا ذکر ہم ''کتاب الصلوٰۃ'' میں کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٨٥)

٢٩٣٢ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْا فِى الْقُنُوْتِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ اَبِىْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ سِنِيْنَ كَسِنِىْ يُوْسُفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ذکوان از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قنوت میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے! اے اللہ! الولید ابن الولید کو نجات دے! اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے! اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات دے! اے اللہ! مضر کے خلاف اپنی گرفت کو سخت کر دے! اے اللہ! ان پر ایسے قحط کے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٧ میں گزر چکی ہے' اور امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مشرکین کے خلاف دعائے ضرر کا ذکر ہے۔

٢٩٣٣ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ خَالِدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ اَبِىْ اَوْفٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ.

[اطراف الحدیث: ٢٩٦٥-٣٠٢٥-٤١١٥-٦٣٩٢-٧٤٨٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب (خندق) کے دن انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے خلاف دعاء ضرر کی' پس کہا: اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے' جلد حساب لینے والے! اے اللہ! (کافروں کی) ان جماعتوں کو پسپا کر دے! اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان پر زلزلہ طاری فرما!

(صحیح مسلم: ١٧٤٢' الرقم المسلسل: ٤٤٣٣' سنن ابوداؤد: ٢٦٣١' سنن ترمذی: ١٦٧٨' مسند احمد ج ٤ ص ٣٥٥' طبع قدیم' مسند احمد: ١٩١٣١- ج ٣١ ص ٤٧٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان پر زلزلہ طاری فرما!

اس حدیث میں مذکور ہے: جلد حساب لینے والے۔ اس کا معنی ہے: حساب کا وقت آنے کے بعد ان کا جلد حساب لینے والے یا اس کا معنی ان کے حساب میں جلدی کرنے والے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ان کو شکست دے یعنی ان کی قوت اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کردے اور ان کو کسی جگہ سکون اور قرار نہ ملے۔ اس حدیث میں دعائیہ جملے ایک وزن پر ہیں جیسے ''اهزمهم وزلزلهم'' اس کلام کو تکلف سے ایک وزن پر نہیں لایا گیا بلکہ یہ اتفاقاً ایک وزن پر کلام ہے۔

٢٩٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اَبُوْجَهْلٍ وَّنَاسٌ مِّنْ قُرَیْشٍ وَنُحِرَتْ جَزُوْرٌ بِنَاحِیَةِ مَكَّةَ فَاَرْسَلُوْا فَجَاءُ وْا مِنْ سَلَاهَا وَطَرَحُوْهُ عَلَیْهِ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاَلْقَتْهُ عَنْهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ لِّاَبِیْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَّعُتْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ وَشَیْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ وَالْوَلِیْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ اَبِیْ مُعَیْطٍ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَیْتُهُمْ فِیْ قَلِیْبِ بَدْرٍ قَتْلٰی قَالَ اَبُوْاِسْحَاقَ وَنَسِیْتُ السَّابِعَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ یُوْسُفُ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ اُمَیَّةُ بْنُ خَلَفٍ وَقَالَ شُعْبَةُ اُمَیَّةُ اَوْ اُبَیٌّ وَالصَّحِیْحُ اُمَیَّةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن عون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے تو ابوجہل اور قریش کے لوگوں نے کہا: جاؤ! اس ذبح شدہ اونٹنی کی اوجھڑی لے آؤ! اور اس دن مکہ کی ایک جانب میں ایک اونٹنی کو نحر کیا گیا تھا تو انہوں نے کسی کو بھیجا اور وہ اس کا بچہ دان لے کر آیا اور (نماز میں) آپ پر وہ بچہ دان ڈال دیا پس سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور (آپ کے اوپر سے) وہ بچہ دان پھینک دیا تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! قریش کو پکڑ لے! اے اللہ! قریش کو پکڑ لے! اے اللہ! قریش کو پکڑ لے! ابوجہل بن ہشام کو اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن عتبہ کو اور ابی بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو۔ حضرت عبداللہ (بن مسعود) نے کہا: پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے ان سب کو بدر کے کنویں میں مقتول پڑے دیکھا۔ ابواسحاق نے کہا: میں ساتویں کافر کا نام بھول گیا۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا کہ یوسف بن اسحاق نے کہا از ابی اسحاق: وہ امیہ بن خلف ہے اور شعبہ نے کہا: اُمیہ ہے یا اُبی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اُمیہ ہے۔

بعض الفاظ کے معانی اور بعض فقہی مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ابوجہل کا ذکر ہے اس کا نام عمرو بن ہشام ہے۔

اس حدیث میں قریش کے لوگوں کا ذکر ہے ان سے مراد وہی سات لوگ ہیں جن کا آپ نے دعا میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں ''سلا'' کا ذکر ہے اس سے مراد وہ باریک جھلی ہے جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے اس کو بچہ دان کہتے ہیں جس

میں گوبر اور خون ہوتا ہے۔ اس حدیث سے امام مالک نے حلال جانور کے گوبر کی طہارت پر استدلال کیا ہے' لیکن یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اوّل تو اس حدیث میں گوبر کا صراحت سے ذکر نہیں ہے اور ثانی اس لیے کہ آپ نے گوبر کو نجس فرمایا ہے۔
(صحیح البخاری:١٥٦)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٤٠ میں گزر چکی ہے' دیکھئے ہماری کتاب: نعمۃ الباری ج ا ص ٧٠٦۔ ٧٠٣۔

غیر مقلد اور دیو بندی علماء کا آپ کی دعاءِ ضرر کو بددعا کہنا اور اس پر مصنف کا تعاقب

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: مشرکین کے خلاف شکست اور زلزلہ کی دعا کرنا۔
غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز نے اس کے ترجمہ میں لکھا: مشرکین کے خلاف شکست اور زلزلے کی بددعا کرنا۔
(ترجمہ وشرح صحیح البخاری ج ٤ ص ٣٥٠' مکتبہ قدوسیہ لاہور)

شیخ سلیم اللہ خان نے بھی یہاں بددعا کا لفظ لکھا ہے' ان کی عبارت یہ ہے:
اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے خلاف بددعا فرمائی ہے اور یہی مقصود ترجمہ بھی تھا۔
(کشف الباری۔ کتاب الجہاد والسیر ص ٧٢٨' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے بھی لکھا ہے:
جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حق میں بددعا کی تو یہ بات ان کو بہت گراں گزری۔ (انعام الباری ج ٢ ص ٣٩٣' مکتبۃ الحراء' کراچی)
میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی قول بد نہیں ہے' اس لیے آپ نے مشرکین کے خلاف جو دعاءِ ضرر کی ہے' اس کو بددعا کہنا ناجائز اور گناہ ہے' آپ کا ہر فعل حسن اور واجب الاتباع ہے۔

٢٩٣٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوبَ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ الْيَهُوْدَ دَخَلُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا اَلسَّامُ عَلَيْكَ فَلَعَنْتُهُمْ فَقَالَ مَالَكِ؟ قُلْتُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَاقَالُوْا قَالَ فَلَمْ تَسْمَعِيْ مَاقُلْتُ وَعَلَيْكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو کہا: "السام علیک" (تم پر موت آئے) تو میں نے ان پر لعنت کی' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا ہے! آپ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے (ان کو) کیا جواب دیا ہے! (میں نے کہا:) "وعلیکم" (تم پر آئے)۔

(صحیح مسلم: ٢١٦٥' الرقم المسلسل: ٥٥٤٩' سنن ترمذی: ٢٧٠١' مسند الحمیدی: ٢٤٨' السنن الکبریٰ للنسائی: ١١٥٧٢۔ ١٠٢١٣' عمل الیوم واللیلۃ: ٣٨١' مسند ابویعلیٰ: ٤٤٢١' شعب الایمان: ٨٠٩٩' الادب المفرد: ٤٦٢' مسند احمد ج ٦ ص ٣٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٠٩٠۔ ج ٤٠ ص ١٠٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس باب کے عنوان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفار کے خلاف دعاءِ ضرر کا بیان ہے اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ آپ نے یہودیوں سے فرمایا: "وعلیکم" یعنی تم پر موت آئے' اور یہ یہودیوں کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاءِ ضرر ہے۔

اہل کتاب کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ اہل کتاب کو ابتداءً سلام نہ کیا جائے ماسوا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' صدی ابن عجلان اور ابن محیرز کے' انہوں نے کہا ہے کہ اہل کتاب کو ابتداءً اسلام کرنا جائز ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب کا بھی یہی قول ہے' علامہ ماوردی نے کہا ہے کہ ان کو واحد کے صیغہ سے سلام کر کے ''علیك'' کہا جائے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ ''علیکم'' نہ کہا جائے اور انہوں نے کہا ہے کہ ان کو فقط ''وعلیکم السلام'' کہا جائے اور ''ورحمة الله وبركاته'' نہ کہا جائے' لیکن یہ قول ضعیف ہے اور احادیث کے خلاف ہے۔

ابراہیم اور علقمہ نے کہا ہے کہ ضرورت یا حاجت کی بناء پر ان کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے۔ اوزاعی نے کہا ہے کہ اگر تم نے ان کو ابتداءً سلام کیا تو متعدد صالحین نے ان کو ابتداءً سلام کیا اور اگر تم نے ان کو سلام نہیں کیا تو متعدد صالحین نے ان کو ابتداءً سلام نہیں کیا۔

کفار کے سلام کا جواب دینے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے' فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ کفار اور مسلمین دونوں کے سلام کا جواب دینا فرض ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا. (النساء:۸۶) اور جب تمہیں کسی لفظ کے ساتھ سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں سے جو شخص تم کو سلام کرے تو تم اس کے سلام کا جواب دو' خواہ وہ مجوسی ہو۔

علامہ ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ جس یہودی یا نصرانی کے پاس سے گزرتے' اس کو ابتداءً سلام کرتے۔

حضرت ابن مسعود' حضرت ابوالدرداء اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم اہل کتاب کو ابتداءً سلام کرتے تھے' حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کے سلام کا جواب دیتے تھے اور ان کو ابتداءً سلام نہیں کرتے تھے' ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ. (الزخرف:۸۹) سو آپ ان سے درگزر فرمائیں اور کہیں: (بس ہمارا) سلام ہو۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اہل کتاب کے سلام کا جواب نہ دیا جائے اور النساء:۸۶ میں سلام کے جواب دینے کا جو حکم ہے' وہ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہی اکثرین کا قول ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر تم کسی ذمی کو مسلمان گمان کر کے سلام کرو تو تم اپنے سلام کو واپس نہ لو اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اگر ناواقفیت سے کسی ذمی کو سلام کرتے تو اس سے وہ سلام واپس لے لیتے اور اس سے کہتے کہ میرا اسلام مجھے واپس کر دو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۹۔۲۸۸' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بدمذہب اور بدعقیدہ لوگوں کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں مصنف کا موقف اور اس سلسلے میں ایک مشکل کا حل

میں کہتا ہوں: ہر چند کہ اہل کتاب اور دیگر کفار کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے' لیکن صحیح قول یہی ہے کہ کفار اور اہلِ کتاب کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے نہ ان کے سلام کا جواب دینا جائز ہے اور بعض فقہاء نے النساء: ۸۶' اور الزخرف: ۸۹ سے جو اس کے جواز پر استدلال کیا ہے' وہ ضعیف ہے کیونکہ یہ دونوں آیتیں مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور

اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ یہود کو ابتداءً سلام کرو اور نہ نصاریٰ کو ابتداءً سلام کرو، پس جب تم ان میں سے کسی ایک کو راستے میں ملو تو اس کو اس راستے سے زیادہ تنگ راستے پر چلنے پر مجبور کرو۔

(صحیح مسلم: ٢١٦٧، سنن ترمذی: ١٦٠٢، الادب المفرد: ١١٠٣، شرح معانی الآثار ج ٤ ص ٣٤١، سنن بیہقی ج ٩ ص ٢٠٣، مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٣ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٥٦٧۔ ج ١٣ ص ١٤، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کا افسر کافر یا بدعقیدہ ہوتا ہے مثلاً مرزائی، رافضی یا وہابی، تو جب اس کا دفتر میں اپنے اس بدعقیدہ یا بدمذہب افسر کا سامنا ہو اور وہ اس کو سلام نہ کرے یا اس کے سلام کا جواب نہ دے تو وہ افسر اس سے بغض اور عداوت رکھے گا اور اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوگا اور بعض اوقات اس کی ملازمت خطرے میں پڑ جائے گی اور اگر وہ اس کو سلام کرلے یا اس کے سلام کا جواب دے دے تو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی مخالفت ہوگی، تو اس مشکل کا حل یہ ہے کہ اس شخص کو چاہیے کہ اس کے دائیں بائیں جو فرشتے ہیں، ان کی نیت کر کے کہے: "السلام علیکم ورحمة الله وبركاته" جیسے کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور وہ دائیں اور بائیں سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں طرف کے فرشتوں کی نیت کر کے کہتا ہے: "السلام علیکم ورحمة الله"۔

٩٩ - بَابُ هَلْ يُرْشِدُ الْمُسْلِمُ أَهْلَ الْكِتَابِ أَوْ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

آیا مسلمان کے لیے اہل کتاب کی راہنمائی کرنا یا ان کو کتاب کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا کسی مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ کسی یہودی یا نصرانی کو اسلام کی دعوت دے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: کسی حربی اور ذمی کو قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں اور یہ امید رکھنی چاہیے کہ شاید یہ اسلام میں رغبت کرنے لگے، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کو کسی کتاب کی تعلیم دے نہ قرآن مجید کی، امام شافعی کا بھی ایک یہی قول ہے، اور امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ہرقل کو اپنا مکتوب بھیجا تھا، جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی تھی، اس مکتوب کا خلاصہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیمO (سیّدنا) محمد بن عبد اللہ اور اللہ کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف! اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے، حمد و صلوٰۃ کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، تم اسلام لے آؤ! سلامت رہو گے، اللہ تم کو دگنا اجر عطا فرمائے گا، اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے پیروکاروں کا گناہ بھی تم پر ہوگا، اور اس کے بعد یہ آیت لکھی:

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَO (آل عمران: ٦٤)

اے اہل کتاب! اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفق علیہ ہے کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ قرار دے، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ لوگو! گواہ رہو! بے شک ہم مسلمان ہیںO

یہ مکمل حدیث صحیح البخاری: ٧ میں مذکور ہے، نیز امام طحاوی نے درج ذیل آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى

اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو

يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ. (التوبہ:٦) آپ اس کو پناہ دے دیں حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن ابی کے پاس سے گزرے اور اس وقت اس کی مجلس میں مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں کی جماعت تھی، تو آپ نے ان کے سامنے قرآنِ مجید پڑھا۔

ان آیتوں اور حدیثوں سے واضح ہوا کہ اہل کتاب اور مشرکین کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو قرآن مجید کی تعلیم دینا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۹ ملخصاً و مزیداً و مخرجاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٢٩٣٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلٰى قَيْصَرَ وَقَالَ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ.

[طرف الحدیث: ۲۹۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عم خود، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر کی طرف مکتوب لکھا کہ اگر تم نے (دین اسلام) سے روگردانی کی تو تمہارے پیروکاروں کا گناہ (بھی) تم پر ہوگا۔

اس حدیث کی شرح بہت تفصیل سے صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اہل کتاب کی رہنمائی کرنے کا ثبوت ہے۔

١٠٠ - بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمُشْرِكِيْنَ بِالْهُدٰى لِيَتَأَلَّفَهُمْ

مشرکین کی تالیف قلب کے لیے ان کو ہدایت کی دعا دینا

اس باب میں مشرکین کے لیے دعاءِ خیر کا ذکر ہے، یہ اس وقت ہے جب ان کے نقصان پہنچانے کا خطرہ نہ ہو اور ان کی ہدایت کی توقع ہو اور جب مشرکین سے یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنی قوت سے مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے تو اس وقت ان کے لیے دعاءِ ضرر کرنا جائز ہے۔

٢٩٣٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ طُفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِيُّ وَأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ دَوْسًا عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهَا فَقِيْلَ هَلَكَتْ دَوْسٌ قَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ۴۳۹۲-۶۳۹۷] (صحیح مسلم: ۲۵۲۴، الرقم المسلسل: ۶۳۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی کہ بے شک عبدالرحمان نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ طفیل بن عمرو الدوسی اور اس کے اصحاب، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک دوس نے (اللہ تعالیٰ کی) نافرمانی کی ہے اور (اسلام لانے سے) انکار کیا ہے تو آپ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے، پس کہا گیا کہ دوس ہلاک ہو جائیں، تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! تو دوس کو ہدایت دے اور ان سب کو لے آ!

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان (۴) عبدالرحمٰن' وہ ابن ہرمز الاعرج کے بیٹے ہیں (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ!

حضرت طفیل بن عمرو الدوسی کا تذکرہ

طفیل بن عمرو الدوسی اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی تھی' پھر وہ اپنی قوم کے شہر دوس میں چلے گئے تھے' پھر وہ وہیں مقیم رہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کر لی' اس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' اس زمانہ میں آپ خیبر میں تھے' ان کے ساتھ ان کی قوم کے پیروکار بھی تھے' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی مقیم رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی' اس کے بعد وہ مسلمانوں کے ساتھ رہے حتیٰ کہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ ھ نے استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے' حضرت طفیل بن عمرو کو ذوالنور کہا جاتا تھا' ہشام الکلبی نے کہا ہے کہ ان کو ذوالنور اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک وفد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! دوس کے اوپر زنا کا غلبہ ہو گیا ہے' آپ ان کے خلاف دعاءِ ضرر کیجئے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے! پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے ان کی طرف بھیج دیں اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیں جس سے وہ ہدایت پائیں' تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے لیے نور بنا دے! تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمکنے لگا' تو انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے خدشہ ہے کہ لوگ کہیں گے کہ اس کی شکل بگڑ گئی ہے' پھر وہ نور ان کے چابک کی طرف منتقل ہو گیا' اندھیری رات میں ان کا چابک روشن ہو جاتا تھا' پھر ان کو ذوالنور کہا جانے لگا۔

وہ دوسری بار اپنے اصحاب کے ساتھ خیبر میں آئے تھے' ان کے اصحاب اسّی یا نوّے کے قریب تھے۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو اور ان کے اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ان کی قوم جو اللہ کی نافرمانی کر رہی ہے' آپ اس کے خلاف ہلاکت کی دعا کریں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے ہدایت کی دعا کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق عظیم ہے اور تمام جہانوں پر آپ کی رحمت ہے' میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ رحمۃ للعلمین ہیں' اس کے باوجود آپ یہ چاہتے تھے کہ لوگ اسلام میں داخل ہوں' لہٰذا آپ اس وقت تک ان کے خلاف دعاءِ ضرر نہیں کرتے تھے جب تک آپ کو یہ توقع ہوتی تھی کہ وہ اسلام کو قبول کر لیں گے' بلکہ آپ ان ہی کے لیے ہدایت کی دعا کرتے تھے جن کے متعلق آپ کو یہ توقع ہوتی تھی کہ وہ اسلام لے آئیں گے اور جن کے متعلق آپ کو یہ توقع نہیں ہوتی تھی بلکہ ان سے مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کا خطرہ ہوتا تھا' ان کے خلاف آپ دعاءِ ضرر کرتے تھے' جیسے آپ نے قریش کے خلاف دعاءِ ضرر کی تھی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۲ ص ۳۱۴-۳۱۱ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

١٠١ - بَابُ دَعْوَةِ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَعَلٰى مَا يُقَاتَلُوْنَ عَلَيْهِ؟ وَمَا كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى كِسْرٰى

یہودی اور نصرانی کو کس طرح دعوت دی جائے؟ اور ان سے کس بات پر جنگ کی جائے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر کی طرف جو مکاتیب لکھے اور انہیں

وَقَيْصَرَ وَالدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ
قتال سے پہلے اسلام کی جو دعوت دی

اس باب میں یہودی اور نصرانی کو اسلام کی دعوت دینے کا بیان ہے' اور یہ بیان ہے کہ ان سے کس چیز پر جنگ کی جائے گی اور آپ نے کسریٰ اور قیصر کی طرف جو مکاتیب لکھے' ان کا ذکر ہے۔

ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ تھا اور روم (شام) کے بادشاہوں کا لقب قیصر تھا' ترکی کے بادشاہوں کا لقب خاقان تھا اور حبشہ کے بادشاہوں کا لقب نجاشی تھا اور مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا اور مسلمان بادشاہوں کا لقب سلطان تھا۔

۲۹۳۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلَى الرُّوْمِ قِيْلَ لَهٗ اِنَّهُمْ لَا يَقْرَؤُوْنَ كِتَابًا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَخْتُوْمًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِهٖ فِيْ يَدِهٖ وَنَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی ابن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روم والوں کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ صرف اسی مکتوب کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہو تو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی' پس گویا کہ میں آپ کے ہاتھ میں انگوٹھی کی سفیدی کی طرف دیکھ رہا ہوں' اس میں نقش تھا: محمد رسول اللہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں روم والوں کی طرف مکتوب لکھنے کا ذکر ہے اور روم میں قیصر کی حکومت تھی۔

۲۹۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلٰى كِسْرٰى فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ يَدْفَعُهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَهٗ خَرَّقَهٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مکتوب کسریٰ کی طرف بھیجا' (پس اس مکتوب کو لے جانے والے کو) یہ حکم دیا کہ وہ مکتوب بحرین کے گورنر کو دے دے' اور بحرین کا گورنر وہ مکتوب کسریٰ کو دے دے' جب کسریٰ نے اس مکتوب کو پڑھا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (راوی نے کہا:) پس میرا گمان ہے کہ سعید بن مسیب نے کہا کہ آپ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں (یعنی ان کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے)۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۶۴ میں گزر چکی ہے' جس کسریٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامۂ مبارک پارہ پارہ کیا تھا اس کا نام پرویز تھا اور پرویز نام کے تقریباً جتنے لوگ گزرے ہیں وہ سب ہی احادیث کے مخالف تھے' جیسے مشہور منکرِ حدیث غلام احمد پرویز' اور ہمارے زمانے میں پاکستان کا سابق صدر پرویز مشرف' اس نے بھی اپنے دورِ اقتدار میں حدود بل میں احادیثِ رسول کو مسترد کیا۔

١٠٢ - بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ وَأَنْ لَّا يَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلام اور نبوت کی دعوت دینا اور اس کی دعوت دینا کہ کوئی شخص اللہ کے سوا کسی کو رب نہ قرار دے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور اس کی دعوت دی کہ کوئی شخص اللہ کو چھوڑ کر کسی کو اپنا رب نہ قرار دے' یعنی یہ نہ کہے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نہ یہ کہے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک ہماری مثل بشر تھے یعنی خدا نہیں تھے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ﴾ (آل عمران:٧٩) إِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: کسی بشر کو یہ لائق نہیں کہ اللہ اس کو کتاب' حکم اور نبوت دے' پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ (آل عمران:٧٩)

٢٩٤٠ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلٰى قَيْصَرَ يَدْعُوْهُ إِلَى الْإِسْلَامِ وَبَعَثَ بِكِتَابِهٖ إِلَيْهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّدْفَعَهُ إِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى لِيَدْفَعَهُ إِلٰى قَيْصَرَ وَكَانَ قَيْصَرُ لَمَّا كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ جُنُوْدَ فَارِسَ مَشٰى مِنْ حِمْصَ إِلٰى إِيْلِيَاءَ شُكْرًا لِمَا أَبْلَاهُ اللّٰهُ فَلَمَّا جَاءَ قَيْصَرَ كِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِيْنَ قَرَأَهُ اِلْتَمِسُوْا لِيْ هَاهُنَا أَحَدًا مِّنْ قَوْمِهٖ لِأَسْأَلَهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' از صالح بن کیسان از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر کی طرف مکتوب لکھا' آپ اس کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور آپ نے اپنا مکتوب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اس مکتوب کو بصریٰ کے گورنر کو دے دیں' تاکہ وہ اس مکتوب کو قیصر کے حوالے کرے' اور جب قیصر کو اللہ نے فارس کے لشکروں پر غالب کر دیا تو وہ حمص سے ایلیا کی طرف روانہ ہوا' تاکہ وہ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے (کہ اس کے مقبوضہ علاقے اس کو واپس مل گئے تھے)' پس جب قیصر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پہنچا تو اس نے کہا: میرے لیے اس شخص کی قوم کے کسی شخص کو تلاش کرو تاکہ میں اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوال کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٣٦ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٤١ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سُفْيَانَ أَنَّهُ كَانَ بِالشَّامِ فِيْ رِجَالٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قَدِمُوْا تِجَارًا فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ فَوَجَدْنَا رَسُوْلَ قَيْصَرَ بِبَعْضِ الشَّامِ فَانْطَلَقَ بِيْ وَبِأَصْحَابِيْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ وہ شام میں قریش کے مردوں کی ایک جماعت میں تھے' وہ وہاں پر اس صلح کی مدت میں تجارت کرنے کے لیے آئے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کفارِ قریش کے درمیان مقرر کی گئی تھی' ابوسفیان نے کہا: پس ہم نے شام کے کسی علاقہ میں قیصر کے نمائندہ کو پایا' وہ

حَتّٰی قَدِمْنَا اِیْلِیَاءَ فَاُدْخِلْنَا عَلَیْهِ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ فِیْ مَجْلِسِ مُلْکِهٖ وَعَلَیْهِ التَّاجُ وَاِذَا حَوْلَهٗ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُمْ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا اِلٰی هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ؟

مجھے اور میرے اصحاب کو لے گیا حتیٰ کہ ہم کو ایلیاء (بیت المقدس) میں لے گیا' پس ہم قیصر کے پاس داخل کیے گئے' اس وقت وہ اپنے ملک کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے اوپر تاج تھا اور اس کے گرد روم (شام) کے سردار تھے' پس اس نے اپنے مترجم سے کہا: ان لوگوں سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس شخص کے نسب کے قریب ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ نبی ہے؟

قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ فَقُلْتُ اَنَا اَقْرَبُهُمْ اِلَیْهِ نَسَبًا قَالَ مَاقَرَابَةُ مَابَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ؟ فَقُلْتُ هُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَلَیْسَ فِی الرَّکْبِ یَوْمَئِذٍ اَحَدٌ مِّنْ بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ غَیْرِیْ فَقَالَ قَیْصَرُ اَدْنُوْهُ وَاَمَرَ بِاَصْحَابِیْ فَجَعَلُوْا خَلْفَ ظَهْرِیْ عِنْدَ کَتِفِیْ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لِاَصْحَابِهٖ اِنِّیْ سَائِلٌ هٰذَا الرَّجُلَ عَنِ الَّذِیْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ فَاِنْ کَذَبَ فَکَذِّبُوْهُ.

ابوسفیان نے بیان کیا کہ میں نے کہا: میں اس کے نسب کے سب سے زیادہ قریب ہوں' قیصر نے پوچھا: تمہاری اور اس شخص کے درمیان کیا رشتہ داری ہے؟ میں نے کہا: وہ میرے چچا کا بیٹا ہے' اور تاجروں کی جماعت میں اس دن میرے سوا کوئی بنو عبد مناف سے نہیں تھا' پس قیصر نے کہا: اس شخص کر میرے قریب کر دو اور اس نے میرے اصحاب کو حکم دے کر میرے پیچھے میرے کندھے کے پاس کھڑا کر دیا' پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا: اس کے اصحاب سے کہو کہ میں اس مرد کے متعلق سوال کروں گا جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے' اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اس کو جھوٹا قرار دے دینا۔

قَالَ اَبُوْسُفْیَانَ وَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَیَاءُ یَوْمَئِذٍ مِّنْ اَنْ یَّاْثُرَ اَصْحَابِیْ عَنِّی الْکَذِبَ لَکَذَبْتُهٗ حِیْنَ سَاَلَنِیْ عَنْهُ وَلٰکِنِّی اسْتَحْیَیْتُ اَنْ یَّاْثُرُوا الْکَذِبَ عَنِّیْ فَصَدَقْتُهٗ.

ابوسفیان نے کہا: اللہ کی قسم! اگر اس دن مجھے اس بات سے حیاء نہ آتی کہ میرے اصحاب مجھے جھوٹا کہیں گے تو میں ضرور آپ کے متعلق جھوٹ بولتا جب قیصر آپ کے متعلق مجھ سے سوال کرتا' لیکن مجھے اس سے حیاء آئی کہ میرے اصحاب میری تکذیب کریں' لہٰذا میں نے آپ کے متعلق سچ کہا۔

ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَهٗ کَیْفَ نَسَبُ هٰذَا الرَّجُلِ فِیْکُمْ؟ قُلْتُ هُوَ فِیْنَا ذُوْنَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ قَبْلَهٗ؟ قُلْتُ لَا فَقَالَ کُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ عَلَی الْکَذِبِ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ کَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ؟ قُلْتُ لَا قَالَ فَاَشْرَافُ النَّاسِ یَتَّبِعُوْنَهٗ اَمْ ضُعَفَاءُ هُمْ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ قَالَ فَیَزِیْدُوْنَ اَوْیَنْقُصُوْنَ؟ قُلْتُ بَلْ یَزِیْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ یَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِّدِیْنِهٖ بَعْدَ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْهِ؟ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ یَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ الْاٰنَ مِنْهُ فِیْ مُدَّةٍ نَحْنُ

پھر قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا: اس سے پوچھو کہ اس شخص کا نسب تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا: وہ ہم میں عمدہ نسب والے ہیں' اس نے کہا: کیا اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے دعویٰ نبوت کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! پھر اس نے کہا: کیا اس شخص پر دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے بھی تم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: کیا اس کے آباء واجداد میں سے کوئی شخص بادشاہ تھا؟ میں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: آیا معزز لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ میں نے کہا: بلکہ پس ماندہ لوگ! اس نے کہا: کیا وہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟

نخاف ان يغدر قال ابو سفيان ولم يمكني كلمة ادخل فيها شيئا انتقصه به لا اخاف ان تؤثر عني غيرها قال فهل قاتلتموه وقاتلكم قلت نعم قال فكيف كان حربه وحربكم؟ قلت كانت دولا وسجالا يدال علينا المرة وندال عليه الاخرى قال فماذا يامركم؟ قال يامرنا ان نعبد الله وحده ولا نشرك به شيئا وينهانا عما كان يعبد اباؤنا ويامرنا بالصلوة والصدقة والعفاف والوفاء بالعهد واداء الامانة.

میں نے کہا: بلکہ زیادہ ہو رہے ہیں' اس نے کہا: کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کے دین کو ناپسند کر کے اس کے دین سے پلٹ جاتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! اور ہم اب اس کے ساتھ مدت میں ہیں تو ہمیں اس کی عہد شکنی کا خوف ہے' ابوسفیان نے کہا: اس بات کے علاوہ مجھے کوئی اور ایسی بات کہنا کا موقع نہیں ملا جس سے میں آپ کی تنقیص کر سکوں اور مجھے یہ خطرہ نہ ہو کہ مجھے جھوٹا کہا جائے گا' قیصر نے پوچھا: کیا کبھی تم نے اس سے جنگ کی ہے اور اس نے تم سے جنگ کی ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: پس اس کی جنگ اور تمہاری جنگ کیسی ہوتی تھی؟ میں نے کہا: وہ کنویں کے ڈول کی طرح تھی' کبھی وہ ڈول ہمارے پاس آ جاتا اور کبھی اس کے پاس چلا جاتا' اس نے کہا: پس وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا: وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور وہ ہمیں اس طریقے سے روکتے ہیں جس کے مطابق ہمارے آباء و اجداد عبادت کرتے تھے' وہ ہمیں نماز پڑھنے' صدقہ دینے' پاک دامنی' عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

فقال لترجمانه حين قلت ذلك له قل له اني سالتك عن نسبه فيكم فزعمت انه ذو نسب وكذلك الرسل تبعث في نسب قومها وسالتك هل قال احد منكم هذا القول قبله؟ فزعمت ان لا فقلت لو كان احد منكم قال هذا قبله قلت رجل ياتم بقول قد قيل قبله وسالتك هل كنتم تتهمونه بالكذب قبل ان يقول ما قال؟ فزعمت ان لا فعرفت انه لم يكن ليدع الكذب على الناس ويكذب على الله وسالتك هل كان من ابائه من ملك؟ فزعمت ان لا فقلت لو كان من ابائه ملك؟ قلت يطلب ملك ابائه وسالتك اشراف الناس يتبعونه ام ضعفاؤهم؟ فزعمت ان ضعفاء هم اتبعوه وهم اتباع الرسل

پس قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا: جب میں نے اس سے یہ کہا کہ اس سے کہو کہ میں نے تم سے تمہارے درمیان اس شخص کے نسب کے متعلق سوال کیا تو تم نے کہا: ان کا عمدہ نسب ہے' اور اسی طرح رسول اپنی قوم کے عمدہ نسب سے مبعوث کیے جاتے ہیں' اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا اس سے پہلے بھی کسی نے تم میں سے دعویٰ نبوت کیا تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں! تو میں نے (دل میں) کہا: اگر تم میں سے کسی نے ان سے پہلے یہ دعویٰ نبوت کیا ہوتا تو میں کہتا: اس شخص نے اس دعویٰ نبوت کی پیروی کی ہے جو اس سے پہلے کیا گیا تھا' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا اس دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے تم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تو تم نے کہا: نہیں! پس میں نے جان لیا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ شخص لوگوں پر تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پر جھوٹ بولے' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا

وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَوْ يَنْقُصُونَ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذٰلِكَ الْإِيمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَّا فَكَذٰلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخْلِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ لَا يَسْخَطُهُ أَحَدٌ وَّسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا يَغْدِرُونَ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ وَقَاتَلَكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ قَدْ فَعَلَ وَأَنَّ حَرْبَكُمْ وَحَرْبَهُ تَكُونُ دُوَلًا وَّيُدَالُ عَلَيْكُمُ الْمَرَّةَ وَتُدَالُونَ عَلَيْهِ الْأُخْرٰى وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى وَتَكُونُ لَهَا الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ بِمَا ذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّيَنْهَاكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُكُمْ وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ قَالَ وَهٰذِهٖ صِفَةُ النَّبِيِّ قَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَّلٰكِنْ لَّمْ أَظُنَّ أَنَّهُ مِنْكُمْ وَإِنْ يَّكُ مَا قُلْتَ حَقًّا فَيُوشِكُ أَنْ يَّمْلِكَ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَلَوْ أَرْجُوا أَنْ أَخْلُصَ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لُقِيَّهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ قَدَمَيْهِ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُرِئَ فَإِذَا فِيهِ

اس کے آباء واجداد میں سے کوئی شخص بادشاہ تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں! پس میں نے (دل میں) کہا: اگر اس کے آباء واجداد میں سے کوئی شخص بادشاہ ہوتا تو میں کہتا: یہ شخص اپنے آباء و اجداد کے ملک کو طلب کر رہا ہے' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا معزز لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ تو تم نے کہا کہ پس ماندہ لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں اور وہی رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے کہا: وہ زیادہ ہو رہے ہیں اور اسی طرح ایمان ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کے دین کو ناپسند کر کے اس سے پلٹ جاتا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! اور ایمان کی یہی شان ہے کہ جب اس کی صداقت دل میں بیٹھ جاتی ہے تو کوئی اس سے ناراض نہیں ہوتا اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! اور اسی طرح رسول عہد شکنی نہیں کرتے' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کبھی تم نے اس سے جنگ کی ہے اور اس نے تم سے جنگ کی ہے؟ تو تم نے کہا: ایسا ہو چکا ہے اور تمہاری جنگ اور اس کی جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہوتی ہے' کبھی ڈول تم سے لیا جاتا ہے اور کبھی تم اس سے ڈول لے لیتے ہو' اور اسی طرح رسول آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں اور ان ہی کے لیے اچھا انجام ہوتا ہے' اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ تمہیں کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے کہا کہ وہ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کرو اور وہ تم کو ان طریقوں سے منع کرتے ہیں جن کے مطابق تمہارے آباء و اجداد عبادت کرتے تھے اور وہ تم کو نماز پڑھنے' سچ بولنے' پاک دامن رہنے' عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں' قیصر نے کہا: اور یہی نبی کی صفت ہے' اور میں جانتا تھا کہ وہ نبی ظہور پذیر ہونے والے ہیں' لیکن میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے اور اگر جو کچھ تم نے بتایا ہے وہ برحق ہے تو وہ عنقریب میرے ان دو قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے' اور اگر مجھے امید ہوتی کہ میں ان

تک پہنچ جاؤں گا تو میں مشقت برداشت کر کے ان سے ملاقات کرتا' اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے دونوں پیروں کو دھوتا۔ ابوسفیان نے کہا: پھر قیصر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب منگوایا' پس اس کو پڑھا گیا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

مِنْ مُّحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَ اَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْاَرِيْسِيِّيْنَ ﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۝﴾ (آل عمران: ٦٤)

(یہ مکتوب' سیدنا) محمد' اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف ہے' جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو' اللہ کی حمد وثناء کے بعد' میں تم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں' تم اسلام قبول کرلو' سلامت رہو گے' تم اسلام قبول کرلو' اللہ تم کو دو اجر عطا فرمائے گا' اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے پیروکاروں کے گناہ کا بوجھ بھی تم پر ہوگا' آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ بنائے' پس اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ (لوگو!) تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۝ (آل عمران: ٦٤)

قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ فَلَمَّا اَنْ قَضٰى مَقَالَتَهٗ عَلَتْ اَصْوَاتُ الَّذِيْنَ حَوْلَهٗ مِنْ عُظَمَاءِ الرُّوْمِ وَكَثُرَ لَغَطُهُمْ فَلَا اَدْرِىْ مَاذَا قَالُوْا وَاُمِرَ بِنَا فَاُخْرِجْنَا فَلَمَّا اَنْ خَرَجْتُ مَعَ اَصْحَابِىْ وَخَلَوْتُ بِهِمْ قُلْتُ لَهُمْ لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِىْ كَبْشَةَ هٰذَا مَلِكُ بَنِى الْاَصْفَرِ يَخَافُهٗ قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ وَاللّٰهِ مَازِلْتُ ذَلِيْلًا مُسْتَيْقِنًا بِاَنَّ اَمْرَهٗ سَيَظْهَرُ حَتّٰى اَدْخَلَ اللّٰهُ قَلْبِىَ الْاِسْلَامَ وَاَنَا كَارِهٌ.

ابوسفیان نے کہا: جب قیصر نے اپنی بات ختم کر لی تو اس کے گرد روم (شام) کے سردار تھے' ان کی آوازیں بلند ہوگئیں اور ان کا شور بہت زیادہ ہوگیا' سو میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا کہا' اور ہمیں نکل جانے کا حکم دیا گیا' سو ہم نکال دیئے گئے' پھر جب میں اپنے اصحاب کے ساتھ نکلا اور ان کے ساتھ تنہائی کا موقع ملا' تو میں نے کہا: ابوکبشہ کے بیٹے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے' زرد رولوگوں کا یہ بادشاہ بھی ان سے ڈرتا ہے' ابوسفیان نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس دن سے اپنی ذلت کا یقین ہوگیا تھا اور مجھے یہ یقین ہوگیا تھا کہ عنقریب ان کا دین سربلند ہوگا' حتیٰ کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام کو داخل کر دیا حالانکہ میں (پہلے) اس کو ناپسند کرتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قیصر کو اسلام کی دعوت دینے کا ذکر ہے۔

٢٩٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يَّفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ فَقَامُوْا يَرْجُوْنَ لِذٰلِكَ اَيُّهُمْ يُعْطٰى فَغَدَوْا وَكُلُّهُمْ يَرْجُوْا اَنْ يُّعْطٰى فَقَالَ اَيْنَ عَلِيٌّ فَقِيلَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ فَاَمَرَ فَدُعِيَ لَهُ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ فَبَرَاَ مَكَانَهُ حَتّٰى كَاَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهٖ شَيْءٌ فَقَالَ نُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يُّهْدٰى بِكَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ.

[اطراف الحدیث: ٣٠٠٩-٣٧٠١-٤٢١٠] (صحیح مسلم: ٢٤٠٦، الرقم المسلسل: ٦١١٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مسلمہ القعنبی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے غزوۂ خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کل میں اس مرد کو جھنڈا عطا کروں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ خیبر کو فتح کرے گا' پس تمام صحابہ کھڑے ہوئے اس انتظار میں تھے کہ آپ کس کو جھنڈا عطا کرتے ہیں' پھر صبح ہوئی اور ہر شخص یہ اُمید کر رہا تھا کہ اس کو جھنڈا عطا کیا جائے گا' تب آپ نے پوچھا: علی کہاں ہیں؟ آپ کو بتایا گیا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے' آپ نے ان کو بلانے کا حکم دیا' سو ان کو بلایا گیا' آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو اسی وقت وہ تندرست ہو گئے حتیٰ کہ گویا ان کی آنکھوں میں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں' آپ نے فرمایا: ہم ان سے قتال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں' آپ نے فرمایا: تم ٹھہرو! حتیٰ کہ تم ان کے میدان میں جاؤ اور ان کو اسلام کی دعوت دو' اور ان کو بتاؤ کہ اسلام کے کیا احکام ان پر واجب ہیں؟ پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص تمہارے سبب سے ہدایت پا جائے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر ان کو اسلام کی دعوت دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے خیبر کا فتح ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ خیبر ٧ھ کی ابتداء میں ہوا تھا' اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے تو مدینہ منورہ میں تقریباً بیس دن ٹھہرے' پھر آپ خیبر کی طرف روانہ ہو گئے جس کی فتح کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا۔

امام ابن اسحاق نے از عمرو بن الاکوع یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف بھیجا' انہوں نے قتال کیا' پھر لوٹ آئے اور فتح حاصل نہیں ہوئی' پھر دوسرے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا' انہوں نے بھی قتال کیا اور واپس آ گئے اور فتح حاصل نہیں ہوئی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا' جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے' اللہ اس کے ہاتھوں سے خیبر کو فتح کرے گا' سلمہ نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا' وہ اس وقت بے ریش تھے' آپ نے ان کی آنکھوں کے درمیان لعاب دہن ڈالا' پھر آپ نے فرمایا: یہ جھنڈا لو! اور روانہ ہو جاؤ! حتیٰ کہ اللہ تم کو فتح عطا فرمائے گا' پھر حضرت علی تیزی سے روانہ ہوئے اور ایک قلعہ کے نیچے پتھر میں جھنڈا گاڑ دیا' ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے دیکھا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ حضرت علی نے کہا: میں علی بن ابی طالب

ہوں' اس یہودی نے کہا: اس کتاب کی قسم جو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہے! تم غالب ہو' پھر حضرت علی اس وقت واپس آئے جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا کہ خیبر کے قلعوں میں سب سے پہلے ناعم کا قلعہ فتح ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اس موقع پر تمام اصحاب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طالب تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلوب تھے' اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کی برکت اور اس کی شفاء کا ثبوت ہے اور اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے مثال شجاعت اور بہادری کا ثبوت ہے۔

۲۹۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا قَوْمًا لَّمْ يُغِرْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا اَمْسَكَ وَاِنْ لَّمْ يَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ بَعْدَ مَا يُصْبِحُ فَنَزَلْنَا خَيْبَرَ لَيْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' (انہوں نے کہا:) ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی قوم سے قتال کرتے تو صبح سے پہلے ان پر حملہ نہیں کرتے تھے' پس اگر آپ اذان سنتے تو (حملہ کرنے سے) رُک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو صبح کے بعد ان پر حملہ کر دیتے' سو ہم خیبر میں رات کے وقت پہنچے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غزوۂ خیبر کا ذکر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح ہونے تک حملہ کرنے میں اس لیے توقف فرماتے تھے کہ وہ لوگ صبح کو اذان دیتے ہیں یا نہیں! اگر وہ اذان دیتے تو معلوم ہو جاتا کہ وہ لوگ شعائر اسلام پر عمل کرنے والے ہیں اور وہ مسلمانوں کی بستی ہے' اس لیے آپ ان پر حملہ نہ کرتے۔

۲۹۴۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا غَزَا بِنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہمارے ساتھ (کسی جگہ) حملہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۹۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَ هَا لَيْلًا وَّكَانَ اِذَا جَاءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لَا يُغِيْرُ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَلَمَّا اَصْبَحَ خَرَجَتْ يَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمۃ نے حدیث بیان کی از امام مالک از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف نکلے پس آپ رات کو خیبر میں آئے' اور آپ جب رات میں کسی قوم کے پاس پہنچتے تھے تو آپ ان پر حملہ نہیں کرتے تھے' حتیٰ کہ صبح ہو جاتی' پس جب صبح ہوئی تو یہود اپنی کدالیں اور ٹوکرے لے کر باہر نکلے' جب انہوں نے آپ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ.

کو دیکھا تو کہا: (سیّدنا) محمد اور اللہ کی قسم! (سیّدنا) محمد اور لشکر (آیا ہے)، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر تباہ ہو گیا' بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن کو (عذاب سے) ڈرایا گیا ہے' ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٤٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ نَفْسَهٗ وَمَالَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں: لا الٰہ الا اللہ' پس جس نے کہا: لا الٰہ الا اللہ' اس نے مجھ سے اپنی جان کو اور مال کو محفوظ کر لیا' سوا اللہ کے حق کے اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس حدیث کو حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۹' اور ۲۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابو محمد عبداللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث بہ ظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ مشرکین سے قتال کیا جائے حتیٰ کہ وہ اسلام قبول کر لیں اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیں تو ان کی جان اور مال محفوظ رہے گا' سوا اس کے کہ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کے یا بندوں کے حقوق ہوں۔ اس کی شرح میں چند مباحث ہیں:

علامہ ابن ابی جمرہ کی بیان کردہ جہاد کی اقسام پر مصنف کا ایک اور قسم کا اضافہ کرنا

مبحث اوّل: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اگر اس حکم سے مراد صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے لیے یہ حکم واجب تھا اور اگر اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت دونوں کو حکم ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات یہ حکم واجب ہے اور بعض اوقات یہ حکم مستحب ہے' پھر اس کا تعین قرائن اور مصالح کے اعتبار سے ہوگا' مثلاً جب جہاد کرنا فرضِ عین ہو تو اس حکم پر عمل کرنا فرضِ عین ہوگا یعنی جب دشمن مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرے اور جب جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہو یعنی تبلیغ اسلام کے لیے مسلمان کافر ملک پر حملہ کریں تو اس حکم پر عمل کرنا مستحب ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں پر ایک قسم اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے پاس دشمن سے مقابلہ کی طاقت نہ ہو اور اس سے مقابلہ کرنا خودکشی کے مترادف ہو' اور دشمن کے پاس ایسا اسلحہ ہو جو مسلمانوں کے پاس نہ ہو' جیسے امریکا کے پاس ہزاروں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم ہیں اور جدید ترین میزائل اور جنگی طیارے ہیں اور ایٹمی آبدوزیں ہیں' ایسے میں اگر مسلمان ملک تبلیغ اسلام کے لیے امریکا پر حملہ کریں تو ان کے ہاتھ سوائے ہلاکت اور رسوائی کے کچھ

نہیں آئے گا' سوایسے دشمن پر تبلیغ اسلام کے لیے حملہ کرنا ممنوع ہوگا اور اس کی دلیل درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے' صحابہ نے پوچھا: وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ نے فرمایا: وہ ایسی آزمائش کے درپے ہو' جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔

(سنن ترمذی: ۲۲۵۴' سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۶' شرح السنۃ: ۳۶۰۱' مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۵' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۳۰۷)

اس کی واضح مثال عراق ہے' عراق نے ۱۹۹۱ء میں امریکا سمیت تیس ملکوں سے جنگ مول لی' اس کے نتیجہ میں آٹھ دس دنوں میں امریکا نے عراق پر قبضہ کر لیا اور اٹھارہ سال گزر گئے تا حال امریکا کی فوجیں عراق میں موجود ہیں اور دن بہ دن عراق کی حالت خراب ہو رہی ہے' سو جہاد کی یہ قسم ممنوع ہے' کیونکہ اس سے مسلمانوں کے ہاتھ ذلت اور پسپائی کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔

مبحث ثانی: شریعت کے حکم پر اس کا سبب معلوم کیے بغیر عمل کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شریعت کے کسی حکم سے مطلوب اس پر عمل کرنا ہوتا ہے نہ کہ اس حکم کی علت پر غور کرنا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیں' اور آپ نے اس کا سبب نہیں بیان فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم پر عمل کر کے مشرکین سے قتال کرنا شروع کر دیا' سو اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کے حکم پر اس کا سبب معلوم کیے بغیر عمل کرنا چاہیے' ہاں! جب شریعت خود کسی حکم کی علت بیان کر دے تو یہ اس کی رحمت ہے۔

مبحث ثالث: جہاد کی دو قسمیں: تلوار سے جہاد اور دلائل سے جہاد

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے قتال کا حکم دیا گیا ہے' آیا اس قتال سے مراد معروف قتال ہے جو ہتھیاروں سے ہوتا ہے یا اس سے مراد دلائل سے قتال کرنا ہے اور اس حدیث میں دونوں کا احتمال ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ○ (الفرقان: ۵۲)

سو آپ کافروں کی پیروی نہ کریں اور قرآن کے ذریعہ ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں ○

اس آیت میں ''بہ'' کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

آپ اس قرآن کے ساتھ ان سے بڑا جہاد کیجئے' حتیٰ کہ وہ اس قرآن میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرائض کا اقرار کر لیں اور خوشی یا ناخوشی سے اس قرآن پر عمل کریں۔ (جامع البیان جز ۱۹ ص ۲۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنی زبانوں کے ساتھ مشرکین سے قتال کرو۔ (میں اس حدیث کی تخریج پر مطلع نہیں ہو سکا۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ ان کے ساتھ حجت اور برہان کے ساتھ قتال کریں اور یہ حکم ہجرت سے پہلے تھا' پھر ہجرت کے بعد آپ کو تلوار کے ساتھ قتال کا حکم دیا گیا اور یہ حکم ان کے لیے دیا گیا جو آپ سے نزاع کریں یا قتال کریں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا. (الحج: ۳۹)

ان مسلمانوں کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی ہے' جن سے ناحق قتال کیا جاتا ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔

پھر آٹھ ہجری کے بعد سورۂ توبہ نازل ہوئی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ تمام مشرکین سے قتال کریں حتیٰ کہ وہ اسلام کے احکام کا اقرار کر لیں یا ذلت اور پسپائی کے ساتھ جزیہ ادا کریں اور ظاہر یہ ہے کہ اس باب کی حدیث میں قتال سے مراد حجت اور

برہان کے ساتھ قتال ہے کیونکہ نبی ﷺ نے یہاں پر جزیہ کا حکم نہیں دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد عام قتال ہو اور آپ نے یہاں جزیہ کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ وہ دوسرے دلائل سے معلوم ہے۔

مبحث رابع: کفار کا فروع کے ساتھ مخاطب نہ ہونا اور اس پر مصنف کا تعاقب

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کفار فروع کے مخاطب نہیں ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے یہ فرمایا ہے: مجھے ان سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو صرف توحید کا اقرار کرنے کا مکلف کیا گیا ہے اور دیگر فروعی احکام کا ان کو مکلف نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ کفار فروعی احکام کے مخاطب نہیں ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ابی جمرہ کی یہ نکتہ آفرینی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں ''محمد رسول اللہ'' کا بھی ذکر نہیں ہے' حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ کفار توحید اور رسالت دونوں کے اقرار کے مخاطب ہیں' نیز اس حدیث میں اجمال ہے اور قرآن مجید میں اس حکم کی تفصیل ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ. (التوبہ:٥)

سو مشرکین کو قتل کر دو تم انہیں جہاں پاؤ اور ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو' پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ مشرکین کی جان اور مال کے تحفظ کے لیے صرف توحید اور رسالت کا اقرار کافی نہیں ہے بلکہ ان کا نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا بھی ضروری ہے اور یہ فروعی اعمال ہیں' اس سے واضح ہوا کہ مشرکین فروعی اعمال کے مخاطب ہیں۔

اور یہ آیات بھی ہماری دلیل ہیں:

اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ○ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ○ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ○ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○ (المدثر:٤٤-٣٩)

ماسوا دائیں طرف والوں کے ○ وہ جنتوں میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہوں گے ○ مجرموں کے متعلق ○ (پھر جنتی لوگ مجرموں سے پوچھیں گے:) تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی؟ ○ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے ○ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے ○

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ مشرکین جس طرح توحید اور رسالت کے اقرار کے مخاطب ہیں' اسی طرح فروعی احکام مثلاً نماز اور زکوٰۃ کے بھی مخاطب ہیں۔ دراصل صرف ایک حدیث یا ایک آیت کو دیکھ کر کوئی مؤقف قائم کر لینا صحیح نہیں ہے جب تک کہ اس موضوع سے متعلق تمام آیات اور احادیث کو نہ دیکھ لیا جائے۔

مبحث خامس: مال کی حرمت بھی جان کی مثل ہے مگر جان کی حرمت' مال کے تابع ہے

نبی ﷺ نے فرمایا: پس جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا۔ آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مال کی حرمت بھی جان کی مثل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دونوں کا ایک حکم بیان فرمایا ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مال جان کے تابع ہے' سو جس مشرک کو قتل کرنا مباح ہے' اس کا مال لینا بھی مباح ہے۔

مبحث سادس: حدیث مذکور میں استثناء کے متصل یا منفصل ہونے کی تقریر' اور ہر تقریر پر مصنف کا یہ ثابت کرنا کہ کفار فروع کے مخاطب ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اس نے مجھ سے اپنی جان کو اور مال کو محفوظ کر لیا سوا اللہ کے حق کے۔ اس حدیث میں جو استثناء ہے وہ متصل بھی ہوسکتا ہے اور منفصل بھی۔ بہ ظاہر یہ استثناء مال کے ساتھ متعلق ہے کیونکہ وہ قریب ہے اور مال کے حق سے مراد زکوٰۃ ہے یا لوگوں کے جو مالی حقوق ہیں مثلاً اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو؟ یا کسی کا مال غصب کیا ہو یا کسی کی امانت ادا نہ کی ہو تو اس سے زکوٰۃ اور بندوں کے مالی حقوق وصول کیے جائیں گے' ورنہ اس کا مال محفوظ نہیں ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی ہماری تائید ہوتی ہے کہ مشرکین فروع کے مخاطب ہیں۔

اور اگر یہ استثناء منفصل ہو تو یہ جان کے ساتھ بھی متعلق ہوگا' یعنی اس کی جان اس وقت محفوظ ہوگی جب اس کی جان کے ساتھ کسی کا حق متعلق نہ ہو' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان اس کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اس کو تین وجہوں کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے: (١) وہ شادی شدہ زانی ہو (٢) اور جان کا بدلہ جان ہے (٣) اور جو اپنے دین کو چھوڑ کر (مسلمانوں کی) جماعت سے الگ ہو جائے۔

(صحیح البخاری:٦٨٧٨' صحیح مسلم:١٦٧٦' سنن ابوداؤد:٤٣٥٢' سنن ترمذی:١٤٠٢' سنن نسائی:٤٠١٦' سنن ابن ماجہ:٢٥٣٤)

میں کہتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مشرکین کی جان و مال کے تحفظ کے لیے صرف توحید و رسالت کا اقرار کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جب شادی شدہ ہوں تو زنا نہ کریں اور کسی کو ناحق قتل نہ کریں اور مرتد نہ ہوں اور یہ سب فروعی احکام ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین فروع کے مخاطب ہیں' سو جس حدیث سے علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ ثابت کیا تھا کہ کفار فروع کے مخاطب نہیں ہیں' اسی سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ کفار فروع کے مخاطب ہیں۔

مبحث سابع: دنیاوی احکام ظاہر پر مبنی ہیں اور باطنی معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں'

اس مبحث میں علامہ ابن ابی جمرہ کے دلائل پر مصنف کا اضافہ

اس حدیث کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ کے ذمہ جو حقوق ہیں تو حکام تو صرف اس کے ظاہر کا محاسبہ کر سکتے ہیں اور اس کے باطن کا محاسبہ کرنا اللہ کے ذمہ ہے' کیونکہ انسان ظاہر اور باطن دونوں کے حقوق سے بَری ہونے کا مکلف ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ. (الانعام:١٥١)

اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ (البقرہ:١٨٨)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ (بہ طورِ رشوت) وہ مال حاکموں تک پہنچاؤ کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ کے ساتھ (ناجائز طور پر) جان بوجھ کر تم کھا لو○

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ. (النساء:١٤٥)

بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

منافقین اسی لیے دوزخ کے سب سے آخری طبقہ میں ہوں گے کہ وہ ایمان ظاہر کرتے تھے اور ان کے باطن میں کفر تھا۔

اسی طرح حدیث میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے مقدمہ کو زیادہ دلائل کے ساتھ پیش کرے اور میں اس کے دلائل سن کر اس کے متعلق فیصلہ کر دوں' پس اگر (بہ فرضِ محال) میں نے اس کے بھائی کا حق اس کو دے دیا تو میں اس کو صرف آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔

(صحیح البخاری:٧١٨٥' صحیح مسلم:١٧١٣' سنن ابوداؤد:٣٥٨٣' سنن ترمذی:١٣٣٩' سنن نسائی:٥٤٠١' سنن ابن ماجہ:٢٣١٧)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حکام صرف ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کے مکلف ہیں اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ابی جمرہ کی یہ نکتہ آفرینی بہت خوب ہے مگر میں نے اس مؤقف پر زیادہ واضح دلائل پیش کیے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری کی ایک حدیث کے آخر میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کی تفتیش کروں اور نہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے پیٹ چاک کروں۔ (صحیح البخاری:٤٣٥١' صحیح مسلم:١٠٦٤' الرقم المسلسل:٢٣٤١' سنن ابوداؤد:٤٣٦٤' سنن نسائی:٢٥٧٤)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تمہارا مواخذہ ان اعمال پر کریں گے جو ہم پر ظاہر ہوں گے۔ (صحیح البخاری:٢٦٤١)

حضرت کعب بن مالک کی طویل حدیث کے وسط میں ہے:

جو لوگ غزوۂ تبوک میں جانے سے پیچھے رہ گئے تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ کر عذر پیش کرتے اور قسمیں کھاتے اور یہ اسی (٨٠) سے زیادہ لوگ تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے ظاہر کو قبول کر لیا اور ان کو بیعت کر لیا اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کر دیا۔

(صحیح البخاری:٢٩٤٨۔٢٧٥٧' صحیح مسلم:٢٧٦٩' الرقم المسلسل:٦٩١٠' سنن ابوداؤد:٢٢٠٢' سنن نسائی:٣٤٢١۔٣٤٢٠)

مبحث ثامن: دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرنا اور ظاہر و باطن میں عمل کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس لیے مکلف کو چاہیے کہ جب تک وہ اس دنیا میں زندہ ہے' علم دین کی روشنی میں اپنے اعمال کا تجزیہ اور محاسبہ کرتا رہے' تاکہ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اس کو نقصان کا سامنا کرنا پڑے کہ اس نے باطنی حقوق ادا نہ کیے ہوں اور اس نے کتاب وسنت کے مطابق ظاہر اور باطن میں عمل نہ کیے ہوں! اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اس کے اجر وثواب کی اُمید رکھتا رہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: عقل مند شخص وہ ہے جس نے اپنے نفس کا حساب کیا اور موت کے بعد کے لیے عمل کیا اور عاجز شخص وہ ہے جس نے اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کی اور اللہ سے (ثواب کی) تمنا کی۔

(سنن ترمذی:٢٤٥٩' مسند احمد ج ٤ ص ١٢٤)

امام ترمذی اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص دنیا میں اپنا حساب کرتا ہے' اس سے پہلے کہ قیامت کے دن اس سے حساب لیا جائے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو' اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور سب سے بڑی پیشی

کے لیے اپنے اعمال کو مزین کرو قیامت کے دن اسی سے خفیف حساب لیا جائے گا جو دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا رہے گا۔

اور میمون بن مہران نے کہا: بندہ اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنا محاسبہ نہ کرے جس طرح وہ اپنے شریک کا محاسبہ کرتا ہے کہ وہ کہاں سے کھاتا ہے اور کہاں سے پیتا ہے۔ (سنن ترمذی ص ٩٦٥ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٣ھ)

١٠٣ - بَابُ مَنْ اَرَادَ غَزْوَةً فَوَرّٰى بِغَيْرِهَا وَمَنْ اَحَبَّ الْخُرُوْجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ

جس نے کسی مقام پر جہاد کا ارادہ کیا اور توریہ سے دوسرے مقام کا ذکر کیا اور جس نے جمعرات کے دن سفر کرنے کو پسند کیا

اس باب کے دو جز ہیں: (ا) جس مقام پر جہاد کا ارادہ کیا اس کی بجائے توریۃً دوسرے مقام کا ذکر کرے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس عنوان میں ''وَرّٰی'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: اصل چیز کو چھپایا اور دوسری چیز کا ذکر کیا اور یہ لفظ ''وراء'' سے ماخوذ ہے اس کا معنی پیچھے ہے اور جو شخص توریہ کرتا ہے وہ اصل بات کو اپنے پیچھے کر دیتا ہے اور دوسری بات کا ذکر کرتا ہے۔

(٢) اس عنوان کا دوسرا جز ہے: جمعرات کے دن سفر کرنا۔ اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

جمعرات کے دن سفر کے لیے نکلنے کا سبب وہ ہے جس کو امام طبرانی نے حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لیے جمعرات کے دن سفر میں برکت رکھی گئی ہے لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعرات کے دن سفر کو پسند کرتے تھے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی: ٢١٢٨ مکتبۃ المعارف ریاض) یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ آپ ہمیشہ جمعرات کے دن سفر کریں کیونکہ آپ کسی مانع کی وجہ سے ہفتہ کے دن بھی سفر کرتے تھے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٣١٥ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

حافظ بدر الدین عینی متوفی ٨٥٥ھ نے اس شرح کی بعض چیزوں سے اختلاف کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

جمعرات کے دن سفر کرنے کی حکمت کو اس ضعیف السند حدیث سے بیان کرنا بے سود ہے کیونکہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعرات کے دن سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے اور آپ کا جمعرات کے دن سفر کو پسند فرمانا ضرور کسی حکمت پر مبنی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہفتہ کے دن بھی سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے کیونکہ ایک حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ ہفتہ اور جمعرات کے سفر میں برکت فرمائے اور چونکہ امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں تھی اس لیے انہوں نے صرف جمعرات کے دن سفر کرنے کی حدیث کو ذکر کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٠١ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٢٩٤٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِّنْ بَنِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہ جو حضرت کعب بن مالک کے بیٹوں کے قائد تھے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی غزوہ کا ارادہ

فرماتے تو کسی دوسرے غزوہ سے اس کا توریہ فرماتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں کسی دوسرے غزوہ کے توریہ کا ذکر ہے توریہ کا معنی ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں: ایک قریب اور دوسرا بعید' متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب اس لفظ کا قریب معنی سمجھے۔

٢٩٤٨ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُرِيدُ غَزْوَةً يَغْزُوهَا إِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوكَ فَغَزَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ وَّاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا وَّمَفَازًا وَّاسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ كَثِيرٍ فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ عَدُوِّهِمْ وَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور مجھے احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جگہ جہاد کا ارادہ کرتے اور اس جگہ کے سوا کسی دوسری جگہ پر توریہ کرتے حتیٰ کہ غزوۂ تبوک آ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس غزوہ میں شدید گرمی میں جانا تھا اور لمبا سفر کر کے جنگلوں کو تہہ کرنا تھا اور بہت بڑے لشکر کا سامنا کرنا تھا' تو آپ نے مسلمانوں سے صاف فرما دیا کہ وہ اپنے دشمن سے مقابلے کی پوری تیاری کر لیں اور آپ نے ان کو بتا دیا کہ آپ کس جگہ جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے' یہ غزوۂ رجب ۹ ہجری میں ہوا تھا' اس حدیث میں ''مفاز'' کا ذکر ہے' اس کا معنی جنگل ہے' یہاں اس کو ''مفاز'' سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ ''مفاز'' کے معنی ہیں: کامیابی کی جگہ' اور اس میں ''تفاؤل'' اور نیک شگون ہے۔

٢٩٤٩ - وَعَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يَقُولُ لَقَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ إِذَا خَرَجَ فِي سَفَرٍ إِلَّا يَوْمَ الْخَمِيسِ.

اور از یونس از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر کے لیے نکلیں مگر آپ جمعرات کے دن نکلتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں جمعرات کے دن سفر کرنے کا ذکر ہے۔

٢٩٥٠ - حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبدالرحمان بن کعب بن

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ.

مالک از والد خود رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعرات کے دن غزوۂ تبوک کے لیے نکلے اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جمعرات کے دن (سفر کے لیے) نکلیں۔

١٠٤- بَابُ الْخُرُوجِ بَعْدَ الظُّهْرِ

ظہر کے بعد (سفر کے لیے) نکلنا

٢٩٥١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت نماز پڑھی (یعنی قصر نماز) اور میں نے ان سے سنا کہ وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر بلند آواز سے لبیک کہہ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٨٩ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز پڑھ کر حج قران کے سفر کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

١٠٥- بَابُ الْخُرُوجِ اٰخِرَ الشَّهْرِ

مہینہ کے آخر میں (سفر کے لیے) نکلنا

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَقَدِمَ مَكَّةَ لِاَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ.

اور کریب نے کہا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچیس ذی القعدہ کو روانہ ہوئے اور چار ذی الحج کو مکہ میں آئے۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ١٥٤٨ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٥٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَلَا نَرٰى اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَّكَّةَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ اِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَنْ يَّحِلَّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَاهٰذَا فَقَالَ نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهٖ قَالَ يَحْيٰى فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ لِلْقَاسِمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ٢٥ ذی القعدہ کو روانہ ہوئے اور ہمارا مقصد صرف حج تھا' پس جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا: جس کے ساتھ ھدی (قربانی کا جانور) نہیں ہے جب وہ بیت اللہ کا طواف کر لے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کر لے تو وہ احرام کھول دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا' میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یحییٰ نے کہا: میں نے اس حدیث کا قاسم

بْنِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ اَتَتْكَ وَاللّٰهِ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِهٖ.

بن محمد سے ذکر کیا' تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! عمرہ بنت عبدالرحمان نے یہ حدیث تم کو صحیح طریقے سے بیان کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچیس ذی القعدہ کو یعنی مہینہ کے آخر میں حج کے سفر کے لیے روانہ ہوئے اور یہی باب کا عنوان تھا۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

زمانۂ جاہلیت کے افعال میں یہ مشہور تھا کہ مہینہ کے اوّل میں سفر کے لیے نکلنا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہینہ کے آخر میں حج کا سفر کر کے یہ بتایا کہ مہینہ کے آخر میں سفر کے لیے روانہ ہونا بھی جائز ہے' اور زمانۂ جاہلیت کے افعال کی طرف آپ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٠٦ - بَابُ الْخُرُوْجِ فِى رَمَضَانَ — رمضان میں (سفر کے لیے) نکلنا

امام بخاری نے اس باب کو لانے سے ان لوگوں پر ردّ کا اشارہ کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ رمضان میں سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۹۵۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيْدَ اَفْطَرَ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّسَاقَ الْحَدِيْثَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں (سفر کے لیے) روانہ ہوئے' پس آپ نے روزہ رکھا' پس آپ نے مقامِ کدید پر پہنچ کر (وقت سے پہلے) روزہ کھول دیا۔ سفیان نے بیان کیا کہ زہری نے کہا: مجھے عبیداللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور پوری حدیث بیان کی۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا قَوْلُ الزُّهْرِيِّ وَاِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: یہ زہری کا قول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں رمضان میں سفر کرنے کا ذکر ہے' ابن شہاب زہری کے نزدیک رمضان میں سفر کرنے کے بعد' وقت سے پہلے روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ امام بخاری نے زہری کے اس قول کا ردّ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری فعل یہ ہے کہ آپ نے مقامِ کدید میں وقت سے پہلے روزہ چھوڑ دیا تھا' اور آپ کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے' لہٰذا جب سفر پُرمشقت ہو اور اس میں روزہ برقرار رکھنا مشکل ہو تو وقت سے پہلے روزہ کھولنا جائز ہے۔

١٠٧ - بَابُ التَّوْدِيْعِ — مقیم کا مسافر کو رخصت کرنا

اس باب کا عنوان ہے: ''التودیع'' اس کا معنی ہے: کسی کو رخصت کرنا' خواہ مقیم مسافر کو رخصت کرے یا مسافر مقیم کو رخصت

کرے اس باب کی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مسافر کا مقیم کو رخصت کرنا مراد ہے۔

٢٩٥٤ - وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْثٍ وَّقَالَ لَنَا اِنْ لَّقِيْتُمْ فُلَانًا وَّ فُلَانًا لِّرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا فَحَرِّقُوْهُمَا بِالنَّارِ قَالَ ثُمَّ اَتَيْنَاهُ نُوَدِّعُهُ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ فَقَالَ اِنِّیْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحَرِّقُوْا فُلَانًا وَّفُلَانًا بِالنَّارِ وَاِنَّ النَّارَ لَايُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ فَاِنْ اَخَذْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا.

[طرف الحدیث:٣٠١٦] (سنن ترمذی:١٥٧١، سنن ابوداؤد:٢٦٧٤)

اور ابن وہب نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از سلیمان بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور ہم سے فرمایا کہ اگر تمہاری قریش کے فلاں اور فلاں مردوں سے ملاقات ہو آپ نے ان دونوں کا نام بھی لیا تھا، تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا: پھر ہم آپ کے پاس آئے، اس وقت ہم آپ سے رخصت ہو رہے تھے، جب ہم نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا، تب آپ نے فرمایا: بے شک میں نے تم کو یہ حکم دیا تھا کہ تم فلاں فلاں کو آگ میں جلا دینا اور بے شک اللہ کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں دیتا، پس اگر تم ان کو پکڑ لو تو ان کو قتل کر دینا۔

جن دو آدمیوں کے جلانے کا آپ نے حکم دیا تھا، ان کی تعیین، جلانے کے حکم کی وجہ اور اس حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

قریش کے جن دو آدمیوں کا اس حدیث میں ذکر ہے، ان میں سے ایک ھبار بن اسود تھا اور دوسرا اس کا ساتھی تھا، اس کے نام میں اختلاف ہے، امام ابن اسحاق نے کہا: اس کا نام نافع بن عبد قیس تھا، اور علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس کا نام خالد بن عبد قیس تھا۔

اس کا قصہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بن الربیع کو صحابہ نے گرفتار کر لیا تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شرط پر اس کو چھوڑنے کا حکم دیا کہ وہ آپ کی صاحب زادی کو مدینہ بھیج دے، اس نے آپ کی صاحب زادی کو روانہ کر دیا تو ہبار بن اسود اور اس کے ساتھی نے ان کا پیچھا کیا، اس نے آپ کے اونٹ پر کوئی نوک دار چیز چبھوئی، جس سے وہ اونٹ اُچھلا اور آپ اونٹ سے گر گئیں اور بیمار ہو گئیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پیچھے ایک لشکر بھیجا اور حکم دیا کہ ان کو جلا دینا، پھر فرمایا: مجھے اللہ سے حیاء آتی ہے، اللہ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہیں دینا چاہیے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں دیتا، یہ حدیث بہ ظاہر خبر ہے اور حقیقت میں نہی ہے، یعنی آگ سے جلانے کی ممانعت ہے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ آگ سے جلانے کی ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ آپ کا یہ ارشاد بہ طور تواضع ہے اور اس پر دلیل کہ آگ سے جلانا حرام نہیں ہے، یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹوں کے چُرانے والوں اور ان کے محافظوں کے قتل کرنے والوں کی آنکھوں کو جلایا اور خارجیوں کو آگ میں جلایا، اور اکثر فقہاء مدینہ نے کہا ہے کہ کافروں کے قلعوں کو آگ میں کافروں سمیت جلانا جائز ہے اور ابن بریدہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص کی طرف ایک مرد کو بھیجا جس نے آپ پر جھوٹ باندھا تھا اور ایک عورت سے زنا کیا تھا، آپ نے حکم دیا کہ اگر تم اس کو زندہ پاؤ تو اس کو قتل کر دینا، اور اگر تم اس کو مردہ پاؤ تو آگ سے جلا دینا، اس مرد نے دیکھا کہ وہ شخص سانپ کے ڈسنے سے مر گیا تھا، پس انہوں نے اس کو آگ سے جلا دیا، اور حدیث میں ہے کہ کسی

نبی علیہ السلام کو چیونٹی نے کاٹا تو انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کی پوری بستی کو آگ لگا دی جائے' پس چیونٹیوں کی پوری بستی جلا دی گئی' تو اللہ تعالیٰ نے اس نبی سے فرمایا کہ آپ نے صرف ایک چیونٹی کو کیوں نہیں جلایا' اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں چیونٹیوں کو جلانے کی اجازت ہے کیونکہ جب ایک کو جلانا جائز ہے تو باقی چیونٹیوں کو بھی جلانا جائز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کلام میں جلانے کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اونٹوں کے چرانے والوں کی آنکھوں کو جو جلایا گیا تھا' وہ یا تو قصاصاً تھا یا وہ جلانا منسوخ ہو چکا ہے' اور کافروں کو ان کے قلعوں میں جلانے کا جو قصہ ہے' یہ اس صوت میں ہے جب کافروں کے خلاف فتح حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہ ہو' اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ان کے ساتھ قلعہ میں عورتیں اور بچے نہ ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس باب کی حدیثِ صحیح ان تمام تاویلات کو رد کرتی ہے کیونکہ اس حدیث کا ظاہر ممانعت ہے اور اس سے مراد تحریم ہے اور یہ آپ کے پہلے حکم کے لیے ناسخ ہے' خواہ آپ کا بعد کا حکم وحی سے ہو یا آپ کے اجتہاد سے ہو۔ علامہ ابن العربی نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی حکم کو اس پر عمل کرنے سے پہلے منسوخ کرنا جائز ہے۔ الحازمی نے کہا ہے کہ ایک جماعت کا یہ مؤقف ہے کہ حدود میں جلانے سے منع کیا جائے گا' اور انہوں نے کہا ہے کہ اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور دیگر اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جو مرتد ہو' اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق آگ سے جلانا جائز ہے' کیونکہ حضرت علی نے بعض مرتدین کو آگ میں زندہ جلا دیا تھا اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی کو آگ سے جلائے گا' اسے قصاص میں آگ سے جلا دیا جائے گا' امام مالک' اہل مدینہ' امام شافعی اور ان کے اصحاب' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی شہر کے اکابر کے لیے مسافر کو رخصت کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٠٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٠٨ - بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ — امام کے احکام سننا اور ان کی اطاعت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ سربراہِ ملک کے احکام کو سننا اور ان کی اطاعت کرنا واجب ہے' جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دے۔

٢٩٥٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ مَّالَمْ يُؤْمَرْ بِالْمَعْصِيَةِ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ. [طرف الحدیث: ٧١٤٤]

(صحیح مسلم: ١٨٣٩' الرقم المسلسل: ٤٦٥٦' سنن ترمذی: ١٧٠٧' سنن ابن ماجہ: ٢٨٦٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح) اور مجھے محمد بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریا نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا کہ امیر کے احکام کو سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے' جب تک کہ گناہ کا حکم نہ دیا جائے' پس جب گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ کوئی حکم سنا جائے گا اور نہ اس کی اطاعت کی جائے گی۔

معصیت میں حاکم کی اطاعت نہ کرنا اور ظالم حاکم کے خلاف بغاوت نہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے خوارج نے استدلال کیا ہے اور ان کا یہ نظریہ ہے کہ ظالم خلفاء اور حکام کے خلاف خروج کرنا جائز ہے اور جمہور امت کا یہ نظریہ ہے کہ ان کے خلاف خروج جائز نہیں ہے اور نہ ان کی بیعت کو توڑنا جائز ہے' سوائے اس صورت کے کہ وہ ایمان کے بعد کفر کا اظہار کریں اور نمازوں کو ترک کر دیں' رہا یہ کہ اگر وہ اس سے کم ظلم کریں تو ان کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے جب کہ ان کی حکومت مستحکم ہو اور لوگ ان کا ساتھ دے رہے ہوں' کیونکہ ان کے خلاف خروج کو ترک کرنے سے عورتوں کی عصمت کی حفاظت ہوتی ہے' اور لوگوں کی جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے اور ان کے خلاف خروج کرنے سے ملک میں انتشار ہوگا اور امت کی وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی' نیز کسی ظالم کی موافقت میں قتال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ کسی معصیت کا حکم دیں تو نہ ان کا حکم سننا اور نہ ان کی اطاعت کرنا۔ اور اسی طرح دوسری حدیث میں ہے:

خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بہترین سربراہ وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں' اور تمہارے بدترین سربراہ وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا ایسی صورت میں ہم ان کی بیعت توڑ نہ دیں' تو آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک کہ وہ تم میں نماز کو قائم کرتے رہیں' پس جس شخص کا سربراہ کوئی گناہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کی معصیت کو برا جانے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے یعنی اس کے خلاف خروج نہ کرے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تمہارے ایسے حکمران ہوں گے جو فساد کریں گے' اور اللہ جو ان کی وجہ سے اصلاح کرے گا وہ اس فساد سے زیادہ ہوگی' پس ان حکمرانوں میں سے جو شخص اللہ کی اطاعت کے ساتھ عمل کرے' اس کے لیے اجر ہوگا اور تم پر شکر لازم ہوگا اور ان حکمرانوں میں سے جو شخص اللہ کی معصیت کے ساتھ عمل کرے تو اس پر گناہ ہوگا اور تم پر صبر لازم ہوگا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۴۲-۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی تائید میں مصنف کی پیش کردہ احادیث

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو احادیث ذکر کی ہیں' انہوں نے اگرچہ ان احادیث کا حوالہ نہیں دیا مگر وہ سب مستند احادیث ہیں' ہم ان کی تائید اور تقویت کے لیے حوالہ جات کے ساتھ احادیث ذکر کر رہے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان شخص پر حاکم کی بات سننا اور اس پر عمل کرنا لازم ہے خواہ اس کی بات اس کو پسند ہو یا ناپسند' البتہ معصیت کا حکم مستثنیٰ ہے' اگر اس کو معصیت کا حکم دیا جائے تو اس میں نہ سماع ہے نہ بلاغت۔ (صحیح مسلم: ۱۸۳۹' سنن ترمذی: ۱۷۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۴)

حضرت عبادۃ بن الصامت اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشکل اور آسانی میں اور خوشی اور ناخوشی میں اور خود پر ترجیح دیئے جانے کی صورت میں سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت لی اور اس پر بیعت لی کہ ہم کسی شخص سے اس کے اقتدار کے خلاف جنگ نہیں کریں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق کے سوا کچھ نہیں کہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ (صحیح البخاری: ۷۱۹۹' صحیح مسلم: ۱۷۰۹' سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۶)

جنادہ بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اس وقت وہ بیمار تھے' ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ

آپ کو صحت عطا فرمائے ہم کو ایسی حدیث سنایئے جس کو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو اور وہ ہم کو نفع دے۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بلایا' ہم نے آپ سے بیعت کی' آپ نے ہم سے جن چیزوں پر بیعت لی تھی' وہ یہ تھیں کہ ہم خوشی اور ناخوشی میں' اور مشکل اور آسانی میں اور ہم پر ترجیح دیئے جانے کی صورت میں بھی سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کریں اور جو شخص صاحبِ اقتدار ہو اس کے خلاف جنگ نہ کریں' ہاں! اگر تم کو اس میں کھلم کھلا کفر نظر آئے' جس کے کفر ہونے پر تمہارے پاس قرآن اور سنت سے واضح دلیل ہو تو یہ صورت الگ ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۵۵' صحیح مسلم: ۱۸۴۰' الرقم المسلسل: ۴۶۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص (حاکم کی) اطاعت سے نکل جائے اور (مسلمانوں کی) جماعت کو چھوڑ دے تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کے جھنڈے تلے جنگ کرے یا کسی کی عصبیت کی بناء پر غضب ناک ہو یا عصبیت کی دعوت دے یا عصبیت کی خاطر جنگ کرے اور مارا جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور جس شخص نے میری امت پر خروج کیا اور اچھوں اور بُروں سب کو قتل کیا' کسی مؤمن کا لحاظ کیا نہ کسی سے کیا ہوا عہد پورا کیا' وہ میرے دین پر نہیں ہے اور نہ میرا اس سے کوئی تعلق ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۴۸' سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۸)

۱۰۹ - بَابُ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَاءِ الْإِمَامِ وَيُتَّقٰى بِهٖ

امام کے پیچھے جنگ کی جائے اور اس کے سبب سے بچاؤ کیا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام ڈھال ہے' اس کے پیچھے قتال کیا جائے' اس سے مراد یہ ہے کہ امام کی مدافعت میں قتال کیا جائے خواہ امام پیچھے ہو یا آگے ہو اور ''وراء'' کا لفظ دونوں معنی کے لیے آتا ہے۔

۲۹۵٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ الْاَعْرَجَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی کہ بے شک اعرج نے ان سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم (دنیا میں) آخر ہیں اور (آخرت میں) سابق ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں کیوں ذکر کیا ہے' یہ مجھ پر منکشف نہیں ہو سکا' تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری کی عادت ہے کہ اس سند کے ساتھ پہلے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں' بعد میں دوسری احادیث کی روایت کرتے ہیں اور علامہ ابن المنیر نے تکلف کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم ایسے آخر ہیں جو سابق ہیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ ہی امام ہیں اور ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ آپ کی طرف سے قتال کرے اور آپ کی نصرت کرے' اس لیے کہ آپ اگرچہ زمانہ کے لحاظ سے مؤخر ہیں لیکن آپ اس اعتبار سے مقدم ہیں کہ آپ سے پہلے ہر نبی نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اس نے آپ کا زمانہ پالیا تو وہ آپ پر ایمان لائے گا اور آپ کی نصرت کرے گا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس توجیہ میں تکلف کی وجہ بیان نہیں کی اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس توجیہ کا تکلف اور ضعف منکشف ہوا ہے' وہ یہ ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: امام کے پیچھے قتال کیا جائے۔ اس عبارت میں امام سے

مراد یہ ہے کہ جو کسی زمانہ میں بھی ملک کا سربراہ ہو اس سے خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد نہیں ہے جیسا کہ اس باب کی دوسری حدیث سے صراحتاً ظاہر ہو رہا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اس باب کے تحت اس حدیث کو ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

٢٩٥٧ - وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَّاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ. [طرف الحدیث: ٧١٣٧]

اور اسی سند کے ساتھ (یہ حدیث ہے کہ) جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر (سربراہِ ملک) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی' اس نے میری نافرمانی کی اور امام صرف ڈھال ہے اس کے پیچھے قتال کیا جائے اور اس کے سبب سے بچاؤ کیا جائے' اگر وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دے اور عدل کرے تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ اس کے خلاف کرے تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔

(صحیح مسلم: ١٨٣٥' الرقم المسلسل: ٤٦٤٠' سنن نسائی: ٨٧٢٨' سنن ابن ماجہ: ٢٨٥٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٢١٢' شرح السنۃ: ٢٤٥٠' مسند احمد ج ٢ ص ٢٥٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٤٣٤۔ ج ١٢ ص ٤٠٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سربراہِ ملک عادل ہو یا ظالم' اس کے خلاف بغاوت کرنے کا عدم جواز اور جنگ میں امام عادل کا ساتھ نہ دینے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب التوفی ٤٣٥ ھ نے کہا ہے کہ ''من وراء الامام'' کا معنی ہے کہ امام کے آگے قتال کیا جائے جیسا کہ قرآن مجید میں ''وراء'' کا لفظ اس معنی میں وارد ہوا ہے:

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ. (الکہف: ٧٩) اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: اس کے سبب سے بچاؤ کیا جائے۔ یعنی اس کی رائے پر عمل کیا جائے اور اس کی وجہ سے دین میں خطاء سے بچا جائے اور شبہات پر عمل کرنے سے اجتناب کیا جائے' اور امام لوگوں کے درمیان ڈھال ہے' کیونکہ امام کے سبب سے اللہ تعالیٰ کمزور لوگوں سے شر اور فساد کو دور کرتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے' سو امام ان کے لیے اور تمام مسلمان کی حرمات کے لیے ستر اور پردہ ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں جو امام کے آگے قتال کرنے کا حکم دیا ہے تو اس امام سے مراد امامِ عادل ہے' سو جو شخص امام عادل (نیک سربراہِ ملک) کے خلاف خروج (بغاوت) کرے تو تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ امام کی حمایت میں قتال کریں' سوا اس صورت کے کہ امام خود اپنی خلافت کی بقاء کے لیے باغیوں سے قتال کرنا نہ چاہے' جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا تھا' اور اگر باغی لوگ امام کو قتل کر دیں تو ان باغیوں سے امام کا قصاص لینا واجب ہوگا۔

اور اگر امام (سربراہِ ملک) غیر عادل ہو یعنی فاسق ہو تب بھی علماء اہل سنت کے نزدیک یہ واجب ہے کہ اس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے' اس کے ساتھ حدود قائم کی جائیں' اس کی اقتداء میں نمازیں پڑھی جائیں' حج اور جہاد کیا جائے اور اس کو زکوٰۃ ادا کی جائے اور جو لوگ کسی تاویل سے اس کے خلاف جہاد کریں تو وہ اپنی بغاوت میں فاسق اور ظالم ہوں گے کیونکہ ان کی بغاوت کی وجہ سے

مسلمانوں میں تفرقہ ہوگا اور خون ریزی ہوگی اور اگر امام ان باغیوں سے قتال کرے تو مسلمان اس کی حمایت میں قتال نہ کریں اور تحقیق یہ ہے کہ بہت سے صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں قتال کو ترک کر دیا حالانکہ دین اور عقل میں ان کا مقام کسی سے مخفی نہیں ہے اور ان صحابہ نے قتال کو فتنہ قرار دیا اور ہر فریق یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا مدِ مقابل باغی گروہ ہے اور اہل علم کے نزدیک یہی تعصب کا معیار ہے' اور جس شخص نے حضرت علی کی حمایت میں قتال نہیں کیا' وہ اس پر ناراض نہیں ہوئے اور انہوں نے ان لوگوں کو گناہ گار نہیں قرار دیا' حالانکہ حضرت علی نے ان کو اپنی حمایت میں قتال کرنے کی دعوت دی تھی' لیکن انہوں نے ان کی حمایت میں قتال کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت علی نے ان کو معذور قرار دیا۔ اسی طرح نیک سربراہِ ملک پر واجب ہے کہ وہ شوریٰ سے مشورہ کرے اور ان کی رائے پر عمل کرے اور ہم ''کتاب الفتن ''میں اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت کریں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۴۵۔ ۱۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگ ہوئی' اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ برحق تھے

میں کہتا ہوں کہ یہ درست ہے کہ بعض صحابہ نے اس جنگ میں حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما میں سے کسی کا ساتھ نہیں دیا' لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی حیثیت برابر تھی کیونکہ جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس مناقشہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے صائب تھی اور وہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی تھی' لیکن وہ اس میں اپنے اجتہاد کی وجہ سے معذور ہیں' علامہ مہلب نے جو یہ لکھا ہے کہ دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کا مخالف باغی ہے' اور اہل علم کے نزدیک یہی عصبیت میں ہوتا ہے۔ علامہ مہلب کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی حیثیت برابر تھی' جب کہ یہ صحیح نہیں ہے' اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ ہم علامہ المہلب کی اس غلطی سے قارئین کو آگاہ کریں۔

امیر کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دینے کی توجیہ اور امام کو ڈھال قرار دینے کا معنی

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی' اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش اور اس زمانے کے دیگر اہل عرب امارت (امیر مقرر کرنے) کو نہیں پہچانتے تھے' وہ صرف اپنے قبیلوں کے رئیسوں کی پیروی کرتے تھے اور جب ان پر امراء کو حاکم بنا دیا گیا' تو یہ ان کو ناگوار ہوا اور ان میں سے بعض لوگ امراء کے احکام کی پیروی کرنے سے منحرف ہوئے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے ان کو یہ تعلیم دی کہ امراء کی اطاعت آپ کی اطاعت کے ساتھ مربوط ہے تاکہ ان کے اوپر امراء کی اطاعت دشوار نہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ امام ڈھال ہے' اس میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید ہے کہ جس نے امراء کے کسی حکم کی اطاعت کی' پھر اس پر یہ منکشف ہوا کہ امیر کا یہ حکم غلط تھا تو وہ اس کے حکم پر عمل کرنے میں معذور ہے اور اس غلط حکم کی ذمہ داری حکم دینے والے پر ہے۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: امام ڈھال ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مسلمانوں کو دشمن کے حملہ سے پہنچنے والی ایذاء سے بچاتا ہے اور بعض مسلمانوں کو بعض دوسرے مسلمانوں کی ایذاء سے بچاتا ہے اور اس حدیث میں امام سے مراد ہر وہ شخص ہے جو لوگوں کے معاملات کا منتظم ہو اور ان پر حاکم ہو۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ امام ڈھال ہے اور اس کے آگے قتال کیا جائے' اس کا معنی یہ ہے کہ امام کے ساتھ کفار سے اور باغیوں سے اور تمام دہشت گردوں سے قتال کیا جائے' اگر امام کے آگے ان سے قتال نہ کیا جائے تو لوگوں کو قتل کیا جائے گا اور طاقتور ضعیف کا مال کھا جائے گا اور حدود وفرائض کو ضائع کیا جائے گا اور اہل حرب مسلمانوں پر حملہ کرنے لگیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۰۹' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱۰ - بَابُ الْبَيْعَةِ فِي الْحَرْبِ اَنْ لَّا يَفِرُّوْا وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى الْمَوْتِ

جنگ میں اس پر بیعت کرنی کہ وہ امیر کا ساتھ چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے' اور بعض لوگوں نے کہا ہے: موت پر بیعت کرنا

مراد یہ ہے کہ جنگ میں موت پر بیعت کرنا۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور اس پر مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: امام بخاری نے اس طرح اشارہ کیا ہے کہ ان دونوں روایتوں میں منافات نہیں ہے کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ دو باتیں الگ الگ مقام پر کہی گئی ہوں یا ان میں سے ایک بات دوسری کو مستلزم ہو۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس شرح پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں کسی وجہ سے منافات نہیں ہے' کیونکہ موت پر بیعت کرنے کا معنی ہی یہ ہے کہ وہ بھاگیں گے نہیں خواہ مر جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے حافظ عسقلانی پر جو رد کیا ہے' اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں سے ایک بات دوسری کو مستلزم ہے یعنی موت پر بیعت کرنا' اس کو مستلزم ہے کہ وہ بھاگیں گے نہیں خواہ وہ مر جائیں' اور یہ بات علامہ عینی نے بھی لکھی ہے۔

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح:۱۸).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: البتہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ مؤمنین سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ (الفتح:۱۸)

۲۹۵۸ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِيْ بَايَعْنَا تَحْتَهَا كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ فَسَاَلْتُ نَافِعًا عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ بَايَعَهُمْ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا بَلْ بَايَعَهُمْ عَلَى الصَّبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: (صلح حدیبیہ کے بعد) ہم اگلے سال لوٹے تو ہم میں سے کوئی دو شخص اس درخت پر جمع نہیں ہوئے جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی' یہ اللہ کی طرف سے رحمت تھی' (جویریہ نے کہا:) میں نے نافع

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں) سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کس چیز پر بیعت لی تھی، کیا موت پر بیعت لی تھی؟ نافع نے کہا: نہیں! بلکہ صبر پر بیعت لی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ سے ماخوذ ہے: بلکہ آپ نے ان سے صبر پر بیعت لی تھی۔ کیونکہ صبر پر بیعت کرنا اس کو مستلزم ہے کہ جنگ میں بھاگا نہ جائے اور یہ حدیث امام بخاری کی منفرد روایات میں سے ہے، یعنی وہ اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

٢٩٥٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ زَمَنَ الْحَرَّةِ اَتَاهُ اٰتٍ فَقَالَ لَهُ إِنَّ ابْنَ حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ عَلَى الْمَوْتِ فَقَالَ لَا اُبَايِعُ عَلٰى هٰذَا اَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ٤١٦٧] (صحیح مسلم: ١٨٦١، الرقم المسلسل: ٤٧١٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ جب حرہ کا زمانہ تھا تو ان کے پاس کوئی آنے والا آیا، پس ان سے کہا کہ بے شک ابن حنظلہ لوگوں سے موت پر بیعت لے رہا ہے، تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں کسی سے موت پر بیعت نہیں کروں گا۔

واقعہ حرّہ کی تاریخ اور اس کی تفصیل اور ابن حنظلہ کا تعارف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

واقعہ حرہ، مدینہ میں یزید بن معاویہ کے دورِ حکومت میں ٦٣ (تریسٹھ) ہجری میں ہوا تھا، اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے جو حضرت حنظلہ بن ابی عامر کے بیٹے تھے اور حضرت حنظلہ کا لقب غسیلِ ملائکہ ہے، اس لقب کا سبب یہ ہے کہ وہ جنگِ اُحد میں جنابت کی حالت میں شہید ہو گئے تھے تو ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا اور اس رات ان کی زوجہ حاملہ ہو گئی تھیں، اور اس سے ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن حنظلہ پیدا ہوئے اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد روایات یاد ہیں۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٣١٩، دار المعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

الواقدی اور ابوعبید نے لکھا ہے کہ حرہ اور اقم اور اطم مدینہ کی دو شرقی جانبوں میں ہیں اور حرہ، اصل میں اس زمین کو کہتے ہیں جو سیاہ پتھروں والی ہو، اور عرب کے ملکوں میں بہت حرار ہیں، (حرار: حرہ کی جمع ہے) مشہور یہ ہے کہ تیس حرہ ہیں، یہ یعقوب حموی کا قول ہے۔

واقعہ حرہ کا سبب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور دوسرے اہلِ مدینہ یزید کے پاس ایک وفد میں گئے تو انہوں نے وہاں پر کئی غیر شرعی چیزیں دیکھیں تو انہوں نے یزید کی بیعت توڑ دی، اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کر لی، یزید نے اہلِ مدینہ کی طرف مسلم بن عقبہ کو بھیجا جس کو مُسرِف بن عقبہ کہا جاتا تھا، اس نے اہلِ مدینہ کے ساتھ سخت ظلم کیا اور سترہ سو مرد قتل کر دیئے، اور عورتوں اور بچوں کے سوا ان کی تعداد دس ہزار تک پہنچتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣١٢، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٢٩٦٠ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث

يَزِيْدُ بْنُ اَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَدَلْتُ اِلٰى ظِلِّ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ قَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ اَلَا تُبَايِعُ قَالَ قُلْتُ قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيْضًا فَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ فَقُلْتُ لَهٗ يَا اَبَا مُسْلِمٍ عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُوْنَ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ.

[اطراف الحدیث:۴۱۶۹۔۷۲۰۶۔۷۲۰۸]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از سلمہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی، پھر میں آپ سے مڑکر درخت کے سائے کی طرف چلا گیا، پھر جب لوگ کم ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابن الاکوع! کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟ وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! میں بیعت کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا: اور بھی! پس میں نے دوبارہ بیعت کی۔ (یزید بن ابی عبید کہتے ہیں:) میں نے کہا: اے ابومسلم! اس دن آپ کس چیز پر بیعت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: موت پر۔

(اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو ہم نے صحیح البخاری: ۲۹۵۹ میں بیان کی تھی، یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے)

ابن الاکوع کے دوبارہ بیعت کرنے کی توجیہ اور موت پر بیعت کرنے کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن الاکوع رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم بیعت نہیں کرو گے حالانکہ لوگوں کے ساتھ آپ ان سے بیعت لے چکے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ان کی بیعت کی تاکید کا ارادہ کیا کیونکہ وہ بہت بہادر تھے اور جہاد میں ثابت قدم رہنے میں مشہور تھے۔

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ امام ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے الفتح: ۱۸ کی تفسیر میں یہ حدیث روایت کی ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم نہیں بھاگیں گے اور موت پر بیعت نہیں کی، اور عنقریب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت آئے گی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم آپ کے احکام سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بیعتِ رضوان کے موقع پر یہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے بیعت لے رہے تھے اور میں درختوں کی شاخوں میں سے کوئی شاخ آپ کے سر سے ہٹا رہا تھا اور اس وقت ہماری تعداد ۱۴۰۰ (چودہ سو) تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۱۳، مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے اس اعتراض کا جواب نہیں لکھا، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ آپ نے متعدد مواقع پر صحابہ سے بیعت لی تھی، کہیں کسی حدیث میں موت پر بیعت لینے کا ذکر ہے اور کہیں نہیں ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے۔

٢٩٦١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُوْلُ
نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا اَبَدًا
فَاَجَابَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار خندق کے دن یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

ہم وہ ہیں جنہوں نے (سیدنا) محمد سے بیعت کی ہے
جہاد پر جب تک ہم زندہ رہیں

فَاَكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا:
اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے
پس تو انصار اور مہاجرین کو عزت دے

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٨٣٤ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں انصار کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد پر تاحیات بیعت کی ہے۔

٢٩٦٢، ٢٩٦٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ مُجَاشِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَخِي فَقُلْتُ بَايِعْنَا عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِأَهْلِهَا فَقُلْتُ عَلَامَ تُبَايِعُنَا قَالَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے محمد بن فضل سے سنا از عاصم از ابی عثمان از حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کیا: آپ ہمیں ہجرت پر بیعت کرلیں، تو آپ نے فرمایا: ہجرت ان کے اہل کے لیے گزر چکی ہے، میں نے پوچھا: پھر آپ ہمیں کس چیز پر بیعت کریں گے؟ آپ نے فرمایا: اسلام اور جہاد پر۔

[اطراف الحدیث (٢٩٦٢): ٣٠٧٨ـ٤٣٠٥ـ٤٣٠٧][اطراف الحدیث (٢٩٦٣): ٣٠٧٩ـ٤٣٠٦ـ٤٣٠٨][صحیح مسلم: ١٨٦٣، الرقم المسلسل: ٤٧١٩)

حضرت مجاشع اور ان کے بھائی کا تذکرہ اور ان کو ہجرت پر بیعت نہ کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ کا پورا نام مجاشع بن مسعود السلمی ہے اور ان کے بھائی کا نام مجالد بن مسعود السلمی ہے۔ ابوعمر نے کہا: مجھے ان کے صحابی ہونے کا علم نہیں ہے اور نہ ان کی کسی روایت کا علم ہے، ان کے بھائی حضرت مجاشع فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے، امام ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ مجالد جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ بھی جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے۔

فتح مکہ تک اہل مکہ پر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھی، اس کے بعد اس ہجرت کی فرضیت زائل ہو گئی اور حضرت مجاشع چونکہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت پر ان کو بیعت نہیں کیا بلکہ ان کو اسلام اور جہاد پر بیعت کیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣١٤، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر گئے تاکہ آپ ان کو ہجرت پر بیعت کرلیں، تو آپ نے فرمایا: نہیں! ان کی اسلام پر بیعت کی جائے گی کیونکہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اور ان کے بھائی تابعین میں سے ہو گئے۔ (تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ٣٧٢١ـ ج ٦ ص ٦١١، دار بلنسیۃ، مکہ مکرمہ، ١٤٢٠ھ)

حدیث مذکور کی تخریج شیخ البانی سے اور مصنف کا اس پر اضافہ اور شیخ البانی کی غلطی

شیخ محمد ناصرالدین البانی، اس حدیث کی تخریج میں لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے مشکل الآثار (ج ٣ ص ٢٥٢) میں اور حاکم نے المستدرک (ج ٣ ص ٦١٦) میں دو سندوں کے ساتھ یہ روایت ذکر

کی ہے کہ حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں فتح مکہ کے بعد اپنے بھائی مجالد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گیا' تا کہ آپ اس کو ہجرت پر بیعت کرلیں تو آپ نے فرمایا: میں اس کو اسلام' ایمان اور جہاد پر بیعت کروں گا۔

پھر شیخ البانی نے اس حدیث کی تخریج میں صحیح البخاری: ۴۳۰۵' صحیح ابوعوانہ ج ۴ ص ۴۹۹' اور مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹ کا ذکر کیا۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ٦٦٢' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ شیخ البانی نے اس حدیث کی مکمل تخریج نہیں کی' اس کی مکمل تخریج حسب ذیل ہے:

مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹' صحیح البخاری: ۴۳۰٦-۴۳۰۵-۲۹٦۳-۲۹٦۲' المعجم الکبیر: ٦٦۷- ج ۲۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴٦۸' صحیح مسلم: ۱۸٦۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱٦۔

شیخ البانی نے صحیح ابن حبان: ۴۵۷۷ میں بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے' مگر اس نمبر میں یہ حدیث نہیں ہے۔

١١١ - بَابُ عَزْمِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ فِيمَا يُطِيقُوْنَ

امام لوگوں کو ان کی طاقت کے مطابق حکم دینے کا عزم کرے

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ لشکر کے امیر کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو ایسے کاموں کا حکم دے جن کو وہ کرسکیں' اسی عنوان میں عزم کا لفظ مذکور ہے' عزم کا معنی ہے: کسی کام کو کرنے کی پختہ نیت جس میں کوئی تذبذب اور تردد نہ ہو۔

٢٩٦٤ - **حَدَّثَنَا** عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَقَدْ اَتَانِي الْيَوْمَ رَجُلٌ فَسَاَلَنِيْ عَنْ اَمْرٍ مَادَرَيْتُ مَا اَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ اَرَاَيْتَ رَجُلًا مُّؤْدِيًا نَشِيْطًا يَخْرُجُ مَعَ اُمَرَائِنَا فِي الْمَغَازِيْ فَيَعْزِمُ عَلَيْنَا فِيْ اَشْيَاءَ لَا نُحْصِيْهَا. فَقُلْتُ لَهٗ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا اَقُوْلُ لَكَ اِلَّا اَنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَسٰى اَنْ لَّا يَعْزِمَ عَلَيْنَا فِيْ اَمْرٍ اِلَّا مَرَّةً حَتّٰى نَفْعَلَهٗ وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَنْ يَّزَالَ بِخَيْرٍ مَا اتَّقَى اللّٰهَ وَاِذَا شَكَّ فِيْ نَفْسِهٖ شَيْءٌ سَاَلَ رَجُلًا فَشَفَاهُ مِنْهُ وَاَوْشَكَ اَنْ لَّا تَجِدُوْهُ وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مَا اَذْكُرُ مَا غَبَرَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا كَالثَّغْبِ شُرِبَ صَفْوُهٗ وَبَقِيَ كَدَرُهٗ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابووائل' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ تحقیق یہ ہے کہ آج میرے پاس ایک شخص آیا' اس نے مجھ سے ایسی چیز کے متعلق سوال کیا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں اس کو کیا جواب دوں' اس شخص نے پوچھا تھا: یہ بتایئے کہ ایک شخص مسلح ہو اور خوش ہو اور وہ ہمارے امیروں کے ساتھ جہاد میں جائے اور وہ امیر ہم کو ایسے کاموں کا حکم دے جن کی ہم طاقت نہیں رکھتے؟ پس میں نے اس سے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں تمہیں کیا جواب دوں' مگر بات یہ ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے' تو آپ ہم کو کسی کام کے کرنے کا صرف ایک بار حکم دیتے تھے اور ہم اس حکم کو بجالاتے تھے' اور تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک خیریت سے رہے گا جب تک اللہ سے ڈرتا رہے گا اور جب تم میں کسی شخص کو کسی کام میں شک ہو تو وہ ایسے شخص سے سوال کرے جو اس کو شافی جواب دے سکے' اور ہوسکتا ہے کہ تم ایسے شخص کو نہ پاؤ اور اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! اب جتنی دنیا باقی رہ گئی ہے' اس کے متعلق مجھے یہی معلوم ہے کہ وہ تالاب کی طرح ہے

جس کا صاف اور شفاف پانی تو پیا جا چکا ہے اور صرف گدلا پانی اور
تلچھٹ باقی رہ گیا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور امیر لشکر کو یہ تلقین کہ مسلمانوں کو آسان اور قابل عمل حکم دے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: "لاتحصیھا" اس کا معنی ہے: (جن کی) ہم طاقت نہیں رکھتے۔قرآن مجید میں ہے: "عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ" (المزمل:۲۰) اللہ کو معلوم ہے کہ تم اس کی ہرگز طاقت نہیں رکھو گے۔

اور اس میں "مؤدیًا" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: مکمل ہتھیاروں کے ساتھ مسلح۔

"ثَغْب" ایسا تالاب جس کا پانی ٹھنڈا ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے فوت ہو چکے تھے وہ یہ فرماتے ہیں کہ اب لوگ گدلے اور تلچھٹ پانی کی طرح باقی رہ گئے ہیں یعنی نیک اور اچھے لوگ دنیا سے جا چکے ہیں تو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد اور اس کے بعد کے لوگ کیسے ہوں گے!

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے مخصوص سوال کا جواب نہیں دیا' بلکہ پہلے یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں جس کام کا حکم دیتے تھے' ہم اس کو بجالاتے تھے یعنی آپ ہمیں کسی ایسے مشکل کام کا حکم نہیں دیتے تھے جس کو ہم نہ کر سکیں' سو اسی طرح لشکر کے امیر کو بھی ایسے کام کا حکم دینا چاہیے جس کو لوگ آسانی سے کر سکیں اور کسی مشکل کام کا حکم نہیں دینا چاہیے' پھر بتایا: جب تم کو کسی مسئلہ میں تردّد ہو تو کسی ایسے عالم سے سوال کرو جو تم کو شافی جواب دے سکے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۲۱۔۳۲۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

تقلید شخصی پر دلائل اور غیر مقلد عالم شیخ میواتی کے اکاذیب

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن مسعود کے اس جواب میں تقلید شخصی کا ثبوت ہے' حضرت ابن مسعود نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اس صورت میں قرآن اور حدیث کی طرف رجوع کرو کیونکہ عام آدمی از خود قرآن اور حدیث سے پیش آمدہ مسئلہ کا حل نہیں نکال سکتا' اس لیے فرمایا: تم ایسے عالم سے سوال کرو جو تم کو شافی جواب دے سکے۔

شیخ داؤد راز نے اس حدیث کی شرح میں بالکل اس کے برعکس لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس سے تقلید شخصی کا بھی ردّ ہوا' یہ غلط ہے کہ عام آدمی ایک عالم ہی کے ساتھ چمٹ جائے بلکہ جو بھی عالم اس کو اچھا نظر آئے اس سے مسئلہ پوچھ لے' یہ حکم بھی ان عالموں کے لیے ہے جو زندہ موجود ہیں' پھر جن کو دنیا سے گئے ہوئے صدیاں بیت چکی ہیں' ان ہی کی تقلید کیے جانا بلکہ ان کے نام پر ایک مستقل شریعت گھڑ لینا' یہ وہ مرض ہے جس میں عام مقلدین گرفتار ہیں۔ جنہوں نے دینِ حق کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کر کے وحدتِ ملّی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ صد افسوس! کہ امت میں پہلا مہلک فساد اسی تقلیدِ شخصی سے شروع ہوا۔

دین حق را چار مذہب ساختند رخنہ در دین نبی انداختند

(صحیح بخاری مع ترجمہ وتشریح از محمد داؤد راز میواتی ج ۴ ص ۳۷۵' مکتبہ قدوسیہ لاہور)

میں کہتا ہوں: غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز نے لکھا ہے کہ ایک ہی عالم کے ساتھ چمٹ جانا غلط ہے' حالانکہ جس حدیث کی وہ شرح کر رہے ہیں' اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ عام آدمی ایک ہی عالم کے ساتھ وابستہ نہ رہے' یہ ان کا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر افتراء ہے' اسی طرح انہوں نے یہ بھی افتراء کیا ہے کہ مقلدین ایک عالم کے نام پر مستقل شریعت گھڑ لیتے ہیں' اسی طرح انہوں نے بلا دلیل لکھا کہ امت میں پہلا مہلک فساد اسی تقلید شخصی سے شروع ہوا۔

ہم نے تقلیدِ شخصی کے ثبوت میں اپنی تفسیر تبیان القرآن ج ٦ ص ٤٤٤۔ ٤٣٤' النحل: ٤٣ کی تفسیر میں ایک سو آثار صحابہ و تابعین پیش کیے ہیں۔

شیخ راز میواتی نے مقلدین کو یہ طعنہ بھی دیا ہے کہ وہ زندہ لوگوں کے بجائے فوت شدہ ائمہ کی تقلید کرتے ہیں' حالانکہ غیر مقلدین بھی اپنے فوت شدہ امام شیخ داؤد ظاہری المتوفی ٣٠٧ھ کی تقلید کرتے ہیں اور انہوں نے اس کو بھی غلط لکھا ہے کہ عام آدمی ایک ہی عالم کے ساتھ چمٹ جائے بلکہ جو بھی عالم اس کو اچھا نظر آئے اس سے مسئلہ پوچھے' حالانکہ غیر مقلدین بھی ایک ہی عالم شیخ داؤد ظاہری متوفی ٣٠٧ھ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں' اور ان کے علاوہ اور کسی عالم یا امام کی تحقیق پر عمل نہیں کرتے' ورنہ شیخ میواتی کے قول کے مطابق چاہیے تھا کہ وہ کبھی ایک عالم کے قول کے مطابق عمل کرتے' کبھی دوسرے عالم کے قول پر عمل کرتے' کبھی تیسرے کے قول پر۔

ہر دور میں مقلدین کے مقابلہ میں غیر مقلدین کی تعداد بہت کم رہی ہے اور شرق اور غرب کے تمام مسلمان چار اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرتے ہیں' اور غیر مقلدین مسلمانوں کی اس عظیم اکثریت کی ہر دور میں مخالفت کرتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے مسلمانوں کی جماعت سے کٹ کر الگ ہونے والے شخص کو گمراہ اور جہنمی قرار دیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا○ (النساء:١١٥)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور تمام مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے○

اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو جماعت سے الگ ہوا' وہ جہنم میں الگ رہے گا۔ (سنن ترمذی:٢١٦٨' مشکوٰۃ:١٧٣)

میں غیر مقلدین حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اس وعید سے ڈریں اور تقلید نہ کرنے کو چھوڑ دیں اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت سے وابستہ ہو جائیں۔

١١٢ - بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دن کے اوّل حصے میں قتال نہ کرتے تو دن کے آخری حصے میں قتال کرتے تھے حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا تھا

دن کے اوّل حصے میں قتال کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جب سورج نصف النہار سے زائل ہو جاتا ہے تو فتح اور نصرت کی ہوائیں چلتی ہیں اور ٹھنڈک کے وقت قتال کرنے کی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣١٥' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٩٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ عَنْ مُوْسٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث

بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ اَبِی النَّضْرِ مَوْلٰی عُمَرَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ وَكَانَ كَاتِبًا لَّهُ قَالَ كَتَبَ اِلَیْهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِی اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَقَرَأْتُهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِیْهَا انْتَظَرَ حَتّٰی مَالَتِ الشَّمْسُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ اور وہ ان کے کاتب تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے ان کی طرف ایک مکتوب لکھا انہوں نے کہا: پس میں نے اس مکتوب کو پڑھا (اس میں مذکور تھا) کہ بعض ان دنوں میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن سے مقابلہ ہوتا تو آپ انتظار کرتے رہتے حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢٩٣٣ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں زوالِ آفتاب کے بعد قتال کرنے کا ذکر ہے۔

٢٩٦٦ - ثُمَّ قَالَ فِی النَّاسِ قَالَ اَیُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ.

پھر آپ نے لوگوں کے سامنے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو پس جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرو اور یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے پھر آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے اور بادل کے چلانے والے! کافروں کی جماعتوں کو شکست دینے والے! ان کو شکست دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما!

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢٨١٨ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے زوال کے بعد مجاہدین سے خطاب فرمایا۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ٦٩٩ھ نے اس حدیث کی شرح میں چند مباحث لکھے ہیں جن کو ہم اپنی ترتیب اور تلخیص کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

مبحث اوّل: ٹھنڈے وقت میں قتال کرنا چاہیے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن سے مقابلہ ہوتا تو آپ انتظار کرتے رہتے حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دشمن سے قتال میں سنت یہ ہے کہ صبح کے وقت قتال کیا جائے یا پچھلے پہر قتال کیا جائے کیونکہ ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن کے اوّل حصہ میں قتال کرتے پھر اس کو زوال تک چھوڑ دیتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے: قتال کو چھوڑ دو حتیٰ کہ ہوائیں چل پڑیں اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ کی مدد صرف ہواؤں سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بادِ) صبا سے میری مدد کی گئی ہے اور قومِ عاد کو (بادِ) دبور سے ہلاک کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ١٠٣٥، صحیح مسلم: ٩٠٠، مسند احمد ج ١ ص ٢٢٨)

علامہ طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں: مشرق سے مغرب کی طرف چلنے والی ہوا کو صبا کہتے ہیں اور جو ہوا اس کے برعکس ہو اُسے دَبور کہتے ہیں۔ (مجمع بحارالانوار ج ۳ ص ۲۹۳' مکتبہ دارالایمان' مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ)

مبحث ثانی: مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا ذکر کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کے اوپر کوئی تکلیف دِہ حادثہ نازل ہو تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو یاد کرے خواہ وہ اس حکم کو پہلے سے جاننے والا ہو اس کی مثال یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا' اور اس میں یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ.

اور محمد (معبود نہیں) صرف رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (آل عمران: ۱۴۴)

مبحث ثالث: ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرنا

اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اور تم اللہ سے عافیت کا سوال کرو۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ امن کے زمانے میں بھی عافیت کا سوال کرتا رہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے عافیت کا سوال کرو۔ (سنن ترمذی: ۳۵۲۷) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا جس پر بہت زیادہ مصائب تھے' آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اللہ سے کوئی دعا کی ہے؟ تو اس نے کہا: میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا ہے کہ اے میرے رب! اگر تو نے آخرت میں میرے لیے کوئی عذاب رکھا ہے تو وہ مجھے دنیا میں ہی دے دے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اللہ سے عفو اور عافیت کا سوال کیوں نہیں کرتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کسی ممکن کو کرنے سے عاجز نہیں ہے' وہ جس طرح اپنے فضل سے (عذابِ) اکبر سے نجات دینے پر قادر ہے' اسی طرح (عذابِ) اصغر سے نجات دینے پر بھی قادر ہے' کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں اس کی مِلک ہیں اور ان میں اس کا حکم نافذ ہے' وہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا' اسی طرح ہم جس حال میں ہیں' اللہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ دشمن سے مقابلہ کے بغیر ہماری مدد فرمائے' پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرنا چاہیے۔

مبحث رابع: اس حدیث کی توجیہ جس میں ارشاد ہے: جنت تلواروں کے سائے میں ہے' اور اس میں مصنف کی تحقیق

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے' اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تلوار سے قتال اس وقت ہوتا ہے جب بہت شدید جنگ ہو' اور اس حالت میں کثرت کے ساتھ گرد و غبار اُڑ رہا ہو' حتیٰ کہ وہ لڑنے والوں کی طرف لوٹ کر سائے کی طرح ہو گیا ہو اور یہ سایا اس وقت حاصل ہوتا ہے جب تلواروں سے قتال کیا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں تلواروں سے مراد ہتھیار لینے چاہئیں خصوصاً وہ ہتھیار جو اس زمانہ میں مروج ہوں' جب دشمن اسلام سے جنگ ہو رہی ہو کیونکہ اب تو مشین گنوں اور رائفلوں اور ٹینک اور توپوں اور میزائلوں سے جنگ ہوتی ہے اور جس طرح پہلے زمانہ میں تلوار دشمن کے خلاف ایک مؤثر ہتھیار تھی' اسی طرح جس زمانہ میں دشمن کے خلاف جو مؤثر ہتھیار ہوں ان کو حاصل کرنا چاہیے' اور اگر ان ہتھیاروں کے باوجود مجاہدین شہید ہو گئے تو شہید کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جنت میں داخل فرماتا ہے' اس لیے جنت اسے

ان ہتھیاروں کے سائے میں ملے گی۔

مبحث خامس: اللہ تعالیٰ سے دعا میں اللہ تعالیٰ کی ان تین مخصوص صفات کے ذکر کی توجیہ

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا ہے: اے اللہ! کتاب کو نازل فرمانے والے! بادل کو چلانے والے! اور (کفار کی) فوجوں کو شکست دینے والے! ان کو شکست دے دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما! اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ان تین صفات کا کیوں ذکر فرمایا ہے اور کوئی دوسری صفات کا کیوں ذکر نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے یہ مقصود ہے کہ دشمن اسلام بہت زیادہ تھے اور ان کے خلاف فتح حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے سوا ممکن نہیں ہے' سو جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت سے اپنے کلام اور اپنی کتاب کو اپنے خاص بندہ پر نازل فرمایا' سو اسی عظیم قدرت سے ہم کو کفار کے خلاف فتح عطا فرما! اسی طرح بادل زمین اور آسمان کے درمیان بغیر کسی ستون کے معلق ہیں اور ان میں پانی رُکا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی عظیم قدرت سے ان بادلوں کو ہواؤں سے چلاتا ہے اور بارش نازل فرماتا ہے' اسی طرح اپنی قدرت سے مسلمانوں کی تھوڑی سی جماعت کو کفار کی بڑی جماعت کے خلاف فتح عطا فرما! اور فرمایا: کفار کی جماعتوں کو شکست دینے والے! کیونکہ حقیقت میں وہی کفار کو سرنگوں کرتا ہے اور مسلمانوں کو سربلند فرماتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو دعا میں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا ذکر کرے' جن صفات کا اس کی دعا کے قبول ہونے میں دخل ہو اور اثر ہو۔

مبحث سادس: شریعت اور طریقت اور مصنف کی بیان کردہ شریعت' طریقت اور حقیقت کی تعریفات

نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب بندہ پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اس مصیبت کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے خلاف شکست کی دعا کی اور مسلمانوں کے لیے فتح اور نصرت کی دعا کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر شریعت اور طریقت کو جمع فرمایا' کیونکہ ہتھیار اور مادی اسباب کو جمع کرنا شریعت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی احتیاج کو ظاہر کرنا طریقت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال پر عمل کرنا شریعت ہے اور آپ کے افعال کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے اور آپ کے احوال اور آپ کی قلبی واردات کے مطابق اپنے قلب کو ڈھال لینا حقیقت ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے اقوال اور افعال کے مطابق عمل کرنا شریعت ہے اور مشائخ کے بتائے ہوئے وظائف کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے اور قلب پر اس کا ثمرہ مرتب ہونا حتیٰ کہ مؤمن کا قلب تجلیاتِ الٰہیہ کا آئینہ ہو جائے' یہ حقیقت ہے۔

(بہجۃ النفوس ج ۳ ص ۱۳۸۔ ۱۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ ھ)

١١٣ - بَابُ اِسْتِئْذَانِ الرَّجُلِ الْإِمَامَ — کسی مرد کا امام سے اجازت طلب کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رعایا میں سے کوئی شخص سلطان کی مجلس سے اٹھ کر جانا چاہے تو اس سے اجازت طلب کر کے جائے۔

لِقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ﴾ (النور: ٦٢). اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایمان والے وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر حقیقۃً ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ کسی اجتماعی مہم میں رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے۔ (النور: ٦٢) آخر آیت تک۔

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' باقی آیت اس طرح ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O (النور:٦٢)

بے شک جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں' وہی حقیقت میں اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں' پس جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دے دیں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

مفسرین نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر چڑھتے اور کوئی شخص اپنے کسی کام سے یا کسی عذر سے مسجد سے جانا چاہتا تو جب تک وہ آپ سے اجازت نہ حاصل کر لیتا' نہیں جاتا تھا' مجاہد نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ وہ ہاتھ کے اشارہ سے اجازت دے اور اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو اجازت دینے کا حکم نہیں دیا۔

مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' انہوں نے غزوۂ تبوک میں اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی تھی' تو آپ نے فرمایا: تم جاؤ! تم منافق نہیں ہو! اور آپ یہ بات منافقین کو سنانا چاہتے تھے گویا یہ بات بہ طور تعریض تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٩٦٧ - **حَدَّثَنَا** اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْمُغِیْرَةِ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَلَاحَقَ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰی نَاضِحٍ لَّنَا قَدْ اَعْیَا فَلَا یَكَادُ یَسِیْرُ فَقَالَ لِیْ مَا لِبَعِیْرِكَ؟ قَالَ قُلْتُ عَیِیَ قَالَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَزَجَرَهٗ وَدَعَا لَهٗ فَمَازَالَ بَیْنَ یَدَیِ الْاِبِلِ قُدَّامَهَا یَسِیْرُ فَقَالَ لِیْ كَیْفَ تَرٰی بَعِیْرَكَ قَالَ قُلْتُ بِخَیْرٍ قَدْ اَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ قَالَ اَفَتَبِیْعُنِیْهِ قَالَ فَاسْتَحْیَیْتُ وَلَمْ یَكُنْ لَّنَا نَاضِحٌ غَیْرُهٗ قَالَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَبِعْنِیْهِ فَبِعْتُهٗ اِیَّاهُ عَلٰی اَنَّ لِیْ فَقَارَ ظَهْرِهٖ حَتّٰی اَبْلُغَ الْمَدِیْنَةَ قَالَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ عَرُوْسٌ فَاسْتَاْذَنْتُهٗ فَاَذِنَ لِیْ فَتَقَدَّمْتُ النَّاسَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ حَتّٰی اَتَیْتُ الْمَدِیْنَةَ فَلَقِیَنِیْ خَالِیْ فَسَاَلَنِیْ عَنِ الْبَعِیْرِ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا صَنَعْتُ فِیْهِ فَلَامَنِیْ قَالَ وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِیْ حِیْنَ اسْتَاْذَنْتُهٗ هَلْ تَزَوَّجْتَ بِكْرًا اَمْ ثَیِّبًا فَقُلْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از مغیرہ از شعبی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوہ (تبوک) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے سے آ کر مجھ سے مل گئے' اس وقت میں اپنے اس اونٹ پر سوار تھا جس پر ہم پانی لاد کر لاتے تھے' وہ تھک چکا تھا اور آہستہ آہستہ چل رہا تھا' آپ نے مجھ سے پوچھا: تمہارے اونٹ کو کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ تھک چکا ہے' حضرت جابر نے بتایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے سے آ کر اس کو جھڑکا اور اس کے لیے دعا کی' پھر وہ مسلسل تمام اونٹوں سے آگے چل رہا تھا' آپ نے پوچھا: اب تم اپنے اونٹ کو کیسا پا رہے ہو؟ حضرت جابر نے بتایا: میں نے کہا کہ بہت اچھا ہے! اس کو آپ کی برکت پہنچ گئی ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم اس کو فروخت کرو گے؟ حضرت جابر نے بتایا: پس مجھے حیاء آئی اور ہمارے پاس اس اونٹ کے علاوہ پانی لانے کے لیے اور کوئی اونٹ نہیں تھا' حضرت جابر نے بتایا: میں نے کہا کہ جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو' تو میں نے یہ اونٹ آپ کو فروخت کر دیا' پس میں نے اس شرط پر آپ کو فروخت کیا کہ مجھے

تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا فَقَالَ هَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُوُفِّيَ وَالِدِي أَوِ اسْتُشْهِدَ وَلِيَ أَخَوَاتٌ صِغَارٌ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ مِثْلَهُنَّ فَلَا تُؤَدِّبُهُنَّ وَلَا تَقُومُ عَلَيْهِنَّ فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا لِتَقُومَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّبَهُنَّ قَالَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيرِ فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ قَالَ الْمُغِيرَةُ هٰذَا فِي قَضَائِنَا حَسَنٌ لَّا نَرٰى بِهٖ بَأْسًا.

مدینہ جانے تک اس اونٹ پر سوار ہونے کی ضرورت ہے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں (تو) شادی شدہ ہوں، تو میں نے آپ سے اجازت طلب کی، پس آپ نے مجھے اجازت دے دی، سو میں مدینہ کی طرف لوگوں سے آگے نکلا حتیٰ کہ میں مدینہ پہنچ گیا، پھر مجھ سے میرے ماموں ملے تو انہوں نے مجھ سے اونٹ کے متعلق دریافت کیا تو میں نے اونٹ کے متعلق جو کچھ کیا تھا، وہ ان کو بتایا تو انہوں نے مجھ کو ملامت کی، حضرت جابر نے بتایا کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی تھی تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے بتایا کہ میں نے بیوہ سے شادی کی ہے، آپ نے فرمایا: تم نے کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی، تم اس سے دل لگی کرتے وہ تم سے دل لگی کرتی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد فوت ہو چکے تھے، یا کہا: شہید ہو چکے تھے اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں تھیں تو میں نے ناپسند کیا کہ میں ان جیسی لڑکی سے شادی کرلوں جو ان کو تربیت دے سکے نہ سدھا سکے، تو میں نے بیوہ سے شادی کی جو ان کی نگاہ داشت کرے اور ان کو ادب سکھائے، حضرت جابر نے بتایا: پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہنچے تو میں صبح کو آپ کے پاس اونٹ لے گیا، آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت عطا کی اور اونٹ (بھی) مجھے واپس کر دیا۔ مغیرہ نے کہا: یہ بیع اس شرط کے ساتھ ہمارے رواج میں بہت عمدہ ہے، ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، پھر آپ سے اجازت لے کر مدینہ گئے تھے، اس حدیث کے آخر میں مغیرہ کے قول کا ذکر ہے، یہ وہی مغیرہ ہیں جن کا اس حدیث کی سند میں ذکر ہے، اور بہ ظاہر یہ تعلیق ہے۔

١١٤- بَابُ مَنْ غَزَا وَهُوَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسِهٖ

نئی نئی شادی ہونے کے باوجود جو شخص جہاد کے لیے روانہ ہوا

فِيهِ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔

اس روایت سے مراد وہی حدیث ہے جس کی ابھی روایت کی ہے۔

١١٥ - بَابُ مَنِ اخْتَارَ

جس نے شبِ زفاف کے بعد جہاد

الْغَزْوَ بَعْدَ الْبِنَاءِ کرنے کو اختیار کیا ہو

یعنی جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ شبِ زفاف گزارنے کے بعد جہاد کے لیے جائے تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

فِيْهِ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اس باب کے ثبوت میں حضرت ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے جہاد میں یہ اعلان کیا کہ میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ جائے جس نے نکاح کیا ہو اور وہ شبِ زفاف گزارنے کا ارادہ کر رہا ہو' یہ حدیث صحیح البخاری: ٣١٦٧ میں مذکور ہے۔ علامہ کرمانی نے یہ لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی روایت نہیں کی کیونکہ یہ حدیث ان کی شرط کے مطابق نہیں تھی اور اس باب کے عنوان سے یہ اشارہ کیا کہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے اور علامہ کرمانی کو یہ مستحضر نہیں تھا کہ یہ حدیث صحیح البخاری: ٣١٦٧ میں مذکور ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ٣٢٢' عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ٣١٩)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث روایت نہیں کی' غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صحیح البخاری: ٣١٦٧ میں اس باب کے مناسب حدیث روایت کر دی ہے' نیز امام بخاری کا اسلوب یہ ہے کہ جس باب کے تحت وہ کوئی حدیث روایت نہ کریں' وہ باب' ابوابِ سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔

١١٦ - بَابُ مُبَادَرَةِ الْإِمَامِ عِنْدَ الْفَزَعِ دہشت کے وقت امام کا سبقت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی وجہ سے شہر میں خوف اور دہشت ہو تو امام گھوڑے پر سوار ہو کر تفتیش اور تحقیق کے لیے نکل جائے۔

٢٩٦٨ - **حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ** قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ فَقَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مدینہ میں دہشت تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے' پس آپ نے فرمایا: ہم نے کوئی (خطرہ والی) چیز نہیں دیکھی اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رو) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٢٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں پر سبقت کر کے تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر تحقیق کے لیے نکل گئے تھے۔

١١٧ - بَابُ السُّرْعَةِ وَالرَّكْضِ فِي الْفَزَعِ دہشت کے وقت سرعت کے ساتھ گھوڑے کو ایڑ لگانا

٢٩٦٩ - **حَدَّثَنَا الْفَضْلُ** ابْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن سہل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن محمد نے حدیث بیان

مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ فَزِعَ النَّاسُ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِّأَبِي طَلْحَةَ بَطِيْئًا ثُمَّ خَرَجَ يَرْكُضُ وَحْدَهُ فَرَكِبَ النَّاسُ يَرْكُضُوْنَ خَلْفَهُ فَقَالَ لَمْ تُرَاعُوْا إِنَّهُ لَبَحْرٌ فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ لوگ دہشت زدہ ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ست رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ تنہا اس گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے نکلے' پھر لوگ آپ کے پیچھے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے' آپ نے فرمایا: تم خوف نہ کرو' یہ گھوڑا تو (تیز رفتاری میں) سمندر ہے' تب اس دن کے بعد کوئی شخص اس گھوڑے پر سبقت نہیں کر سکا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے۔

١١٨ - بَابُ الْخُرُوْجِ فِي الْفَزَعِ وَحْدَهُ
دہشت کے وقت تنہا نکلنا

امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس سے پہلی حدیث پر اکتفاء کر لیا اور شاید تکرار سے بچنے کے لیے حدیث کو ذکر نہیں کیا۔

١١٩ - بَابُ الْجَعَائِلِ وَالْحُمْلَانِ فِي السَّبِيْلِ
کسی کو اُجرت دے کر جہاد کرانا' اور اللہ کی راہ میں سواری دینا

اس باب کے عنوان میں ''جعائل'' کا لفظ ہے' یہ ''جعیلة'' یا ''جعالة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کی اُجرت مقرر کرنا اور اس میں ''حملان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی شخص کو سواری مہیا کرنا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ الْغَزْوُ قَالَ إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أُعِيْنَكَ بِطَائِفَةٍ مِّنْ مَّالِيْ قُلْتُ أَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَيَّ قَالَ إِنَّ غِنَاكَ لَكَ وَإِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ يَّكُوْنَ مِنْ مَّالِيْ فِيْ هٰذَا الْوَجْهِ.

اور مجاہد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں جہاد پر جانے کا ارادہ کر رہا ہوں' حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے کچھ مال سے تمہاری مدد کروں' (مجاہد کہتے ہیں:) میں نے کہا: اللہ نے مجھے بہت وسعت دی ہے' حضرت ابن عمر نے فرمایا: تمہاری مالی وسعت تمہیں مبارک ہو! میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے مال میں سے کچھ حصہ جہاد میں خرچ ہو جائے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۳۸۹۹ میں مذکور ہے۔

حضرت ابن عمر کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی شخص اپنا کچھ مال نفلی طور پر جہاد میں خرچ کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح جب کوئی شخص کسی مجاہد کو جہاد کے لیے سواری مہیا کرے تو یہ بھی جائز ہے' اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شخص خود اپنے آپ کو اُجرت کے عوض جہاد کے لیے پیش کرے یا اپنی سواری کو جہاد کے لیے اُجرت پر پیش کرے۔ امام مالک نے کہا: یہ مکروہ ہے۔ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اپنے آپ کو اُجرت کے عوض جہاد کے لیے پیش کرنا مکروہ ہے' ہاں! اگر مسلمانوں میں ضعف ہو اور بیت المال خالی ہو تو پھر جائز ہے' سو ایسی صورت میں اگر بعض مسلمان بعض دوسرے مسلمانوں کی مدد کریں تو پھر جائز ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ اُجرت لے کر جہاد کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ اُجرت پر جہاد کرے گا تو میں اس کو مسترد کر دوں گا' انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے' جس نے جہاد کیا تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا' اس لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص

اُجرت لے کر جہاد کرے۔

وَقَالَ عُمَرُ إِنَّ نَاسًا يَّأْخُذُوْنَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ لِيُجَاهِدُوْا ثُمَّ لَا يُجَاهِدُوْنَ فَمَنْ فَعَلَهُ فَنَحْنُ أَحَقُّ بِمَالِهِ حَتّٰى نَأْخُذَ مِنْهُ مَا أَخَذَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ بیت المال سے جہاد کرنے کے لیے وظیفہ لیتے ہیں' پھر جہاد نہیں کرتے' سو جس نے ایسا کیا تو ہم اس کے مال کے زیادہ مستحق ہیں حتیٰ کہ جو مال اس نے لیا' وہ ہم اس سے وصول کر لیں۔

یہ تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۸۱۶ میں مذکور ہے۔ (ج ٦ ص ٤٥١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس نے بیت المال سے کسی کام کے عوض کوئی وظیفہ لیا' پھر وہ کام نہیں کیا اس سے وہ وظیفہ واپس لیا جائے گا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی دینی کام کرنے کا کوئی وظیفہ لیتا ہے اور وہ اس دینی کام کرنے کا اہل نہیں ہے تو اس سے وہ مال واپس لیا جائے گا۔

وَقَالَ طَاوٗسٌ وَّمُجَاهِدٌ إِذَا دُفِعَ إِلَيْكَ شَيْءٌ تَخْرُجُ بِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاصْنَعْ بِهٖ مَا شِئْتَ وَضَعْهُ عِنْدَ أَهْلِكَ.

اور طاؤس اور مجاہد نے کہا: جب تم کو کچھ مال اس لیے دیا گیا کہ تم اس سے اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو' تو تم اس مال سے جو چاہے کرو' اور اس مال کو اپنے گھر والوں کے پاس رکھو (یعنی ان پر خرچ کرو)۔

یہ تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ طاؤس اور مجاہد جہاد کے عوض اُجرت لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور سعید بن مسیب یہ کہتے تھے کہ جب کسی انسان کو جہاد کے عوض کوئی مال دیا جائے تو یہ اس کا حق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٢٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

''جعائل'' یعنی جہاد پر اُجرت لینے کے مسئلہ کو زیادہ واضح کرنے کے لیے ہم اس پر مزید آثار پیش کر رہے ہیں:

''جعائل'' یعنی جہاد کی اُجرت کے متعلق آثارِ صحابہ وتابعین

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ''جعالۃ'' کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا: میں جہاد سے اپنا حصہ فروخت نہیں کرتا (یعنی جہاد کے عوض کوئی مال نہیں لیتا)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٩٥١٩۔ ج ٤ ص ٢٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

عیزار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے ''جعائل'' کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اگر تم جہاد کے لیے کچھ مال لو تو اس کو جہاد میں خرچ کرو اور اس کو نہ لینا افضل ہے' اور میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: میں اس کے عوض مال لینا نہیں چاہتا مگر وہ مال جو اللہ مجھے خود عطا فرمائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ١٩٥٢٠۔ ج ٤ ص ٢٣٤)

عبید بن الاعجم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''جعائل'' کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اگر تم اس مال کو اللہ کی راہ میں ہتھیاروں اور گھوڑوں پر صرف کرو تو جائز ہے اور اگر تم اس مال کو غلام یا باندیوں میں خرچ کرو تو یہ بے سود ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ١٩٥٢١)

اسود سے ایک آدمی کے متعلق سوال کیا گیا جو اجرت پر پیسے لے کر جہاد کرتا ہے' اس کو کم پیسے ملتے ہیں اور وہ اس سے زیادہ

طلب کرتا ہے' تو انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے اور قاضی شریح سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: جس کام میں شک ہو اس کو چھوڑ کر وہ کام کرو جس میں شک نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۳۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ مکحول "جعالہ" میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۴۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر الحضرمی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے جو لوگ اُجرت لے کر جہاد کرتے ہیں' ان کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرح ہے' جو اپنے بچہ کو دودھ پلاتی تھیں اور اس کی اُجرت لیتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۵۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے سوال کیا کہ ایک آدمی جہاد کرتا ہے اور اس کی مدد کی جاتی ہے تو انہوں نے کہا: ہمیشہ سے مسلمان ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۶۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

بشر بیان کرتے ہیں کہ ربیع "جعالة" لیتے تھے اور اس کو مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۷۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن لیث کو اجرت دی تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۸۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

عامر بیان کرتے ہیں کہ عکرمہ' اسود اور مسروق لشکر میں "جعائل" کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۹۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

موسیٰ بن عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ نعمان بن ابی عیاش' ابن قسیط اور عمر بن علقمہ "جعائل" لیتے تھے اور جہاد میں روانہ ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۳۱۔ ج ۴ ص ۲۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ہر چند کہ بعض صحابہ اور تابعین نے "جعائل" کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن دوسرے صحابہ اور تابعین کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مباح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ درست ہے۔

۲۹۷۰ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ اَسْلَمَ فَقَالَ زَيْدٌ سَمِعْتُ اَبِىْ يَقُوْلُ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَرَاَيْتُهٗ يُبَاعُ فَسَاَلْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْتَرِيْهِ فَقَالَ لَاتَشْتَرِهٖ وَلَا تَعُدْ فِىْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مالک بن انس سے سنا' انہوں نے زید بن اسلم سے سوال کیا تو زید نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے (کسی کو) اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا' پھر میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت کیا جا رہا ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں اس کو خرید لوں؟ تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع مت کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں پر باب کا جو عنوان قائم کیا ہے' اس حدیث کی اس باب کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو جہاد کے لیے سواری مہیا کی اور یہ بھی اس باب کے عنوان میں داخل

ہے ہر چند کہ حضرت عمر رضی اللہ نے "جعائل" کو صراحۃً ناپسند کیا ہے۔

٢٩٧١ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهٗ يُبَاعُ فَاَرَادَ اَنْ يَّبْتَاعَهٗ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ نے اللہ کی راہ میں (کسی کو) ایک گھوڑے پر سوار کیا' پھر انہوں نے دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت کیا جا رہا ہے تو انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٨٩ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ایک گھوڑے کو اللہ کی راہ میں دینے کا ذکر ہے۔

٢٩٧٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ وَّلٰكِنْ لَّا اَجِدُ حَمُوْلَةً وَّلَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ وَيَشُقُّ عَلَيَّ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ وَلَوَدِدْتُّ اَنِّيْ قَاتَلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقُتِلْتُ ثُمَّ اُحْيِيْتُ ثُمَّ قُتِلْتُ ثُمَّ اُحْيِيْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید انصاری' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے نہ رہتا لیکن میرے پاس اتنی سواریاں نہیں ہیں اور میں اتنی سواریاں نہیں پاتا کہ میں ان سب کو سوار کر سکوں اور مجھ پر یہ دشوار ہے کہ وہ (میرے اصحاب) میرے ساتھ نہ ہوں' اور مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتال کروں' پھر مجھے شہید کیا جائے' پھر مجھے زندہ کیا جائے' پھر شہید کیا جائے' پھر زندہ کیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦ میں گزر چکی ہے۔

١٢٠ - بَابُ الْاَجِيْرِ — مزدور کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں مزدور کا کیا حکم ہے' آیا مالِ غنیمت سے اس کا حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟

وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ يُقْسَمُ لِلْاَجِيْرِ مِنَ الْمَغْنَمِ.

حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: مالِ غنیمت سے مزدور کا حصہ نکالا جائے گا۔

مالِ غنیمت سے مزدور کا حصہ نکالنے میں مذاہب فقہاء

امام عبدالرزاق نے از ثوری از اشعث روایت کیا ہے کہ حسن بصری اور ابن سیرین ان دونوں نے کہا کہ مزدور کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ٩٥١٩۔ ج ٥ ص ١٥٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

یہ حدیث امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیق کے خلاف ہے البتہ مصنف ابن شیبہ میں اس تعلیق کے موافق یہ اثر ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے از عبدالرحیم بن سلیمان از اشعث روایت کیا ہے کہ حسن بصری ابن سیرین اور الحکم نے کہا ہے کہ غلام اور مزدور جب جہاد میں حاضر ہوں تو ان کو مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٣٢٠٠- ج ٦ ص ٤٩٦ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

الثوری نے کہا ہے کہ مزدور کا حصہ صرف اس صورت میں نکالا جائے گا جب وہ قتال کرے اور جب اس کو قتال کے لیے اُجرت پر طلب کیا جائے گا تو فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک اس کا حصہ نہیں نکالا جائے گا اور دوسرے ائمہ نے کہا ہے کہ اس کا حصہ نکالا جائے گا اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر امام کچھ لوگوں کو لڑنے کے لیے اُجرت پر طلب کرے تو اس اُجرت کے سوا ان کا مالِ غنیمت سے حصہ نہیں نکالا جائے گا' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب اس پر جہاد واجب نہ ہو اور رہا آزاد بالغ' مسلمان جب وہ صف میں حاضر ہو تو اس پر جہاد متعین ہے تو اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا اور اس کی اُجرت واجب نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٢٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَاَخَذَ عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ فَرَسًا عَلَى النِّصْفِ فَبَلَغَ سَهْمُ الْفَرَسِ اَرْبَعَ مِائَةِ دِيْنَارٍ فَاَخَذَ مِائَتَيْنِ وَاَعْطَى صَاحِبَهُ مِائَتَيْنِ.

اور عطیہ بن قیس نے ایک گھوڑا (مالِ غنیمت کے حصہ کے) نصف کی شرط پر لیا' گھوڑے کے حصہ میں (فتح کے بعد مالِ غنیمت سے) چار سو دینار ملے' عطیہ نے دو سو دینار خود رکھ لیے اور دو سو دینار گھوڑے کے مالک کو دے دیئے۔

مالِ غنیمت کے نصف حصہ کی شرط پر گھوڑے کو کرائے پر لینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

عطیہ بن قیس الکلاعی ابو یحییٰ الحمصی' ان کو دمشقی بھی کہا جاتا ہے' ابو مسہر نے کہا: عطیہ بن قیس کی ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں سات ہجری میں ہوئی تھی' انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ١١٠ھ میں جہاد کیا' عطیہ بن قیس نے جو یہ کارروائی کی تھی' یہ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں' کیونکہ یہ مجہول اجارہ ہے کیونکہ پہلے مالِ غنیمت کا نصف معلوم نہیں تھا' اور ایسی صورت میں گھوڑے کے مالک کو دستور کے مطابق کرایا دیا جائے گا اور سوار کو مالِ غنیمت سے جو حصہ ملے گا' وہ اس کا ہوگا اور اوزاعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ جہاد میں گھوڑے کے مالک کو مالِ غنیمت کا نصف دیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٢٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٩٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَحَمَلْتُ عَلٰى بَكْرٍ فَهُوَ اَوْثَقُ اَعْمَالِيْ فِيْ نَفْسِيْ فَاسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا فَقَاتَلَ رَجُلًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک ہوا' پس میں نے جوان اونٹ پر (کسی کو) سوار کیا اور میرے خیال میں یہ میرا سب سے قابل بھروسا

الْاٰخَرَ فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ فِيهِ وَنَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَاَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَهَا فَقَالَ اَيَدْفَعُ يَدَهُ اِلَيْكَ فَتَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ.

عمل تھا' پس میں نے ایک مزدور کو اُجرت پر لیا تو وہ ایک آدمی سے لڑ پڑا' ان میں سے ایک نے دوسرے (کے ہاتھ) کو دانتوں سے کاٹا' دوسرے نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچ لیا اور اس کے سامنے کے دانت نکال دیئے' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس (اپنے دانتوں کی دیت کا مطالبہ لے کر) گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دانتوں کے معاوضہ کو ساقط کر دیا' پس فرمایا: کیا یہ اپنا ہاتھ تمہارے (منہ کے) پاس رہنے دیتا! اور تم اس کو بیل کی طرح چباتے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٤٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ایک مزدور کو کرائے پر لینے کا ذکر ہے۔

١٢١ - بَابُ مَا قِيلَ فِي لِوَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے متعلق احادیث

اس باب کے عنوان میں ''لواءٌ'' کا لفظ ہے' عربی میں جھنڈے کے لیے دو لفظ مستعمل ہیں: ''لواءٌ'' اور ''رَایةٌ''۔ ابن العربی نے کہا ہے کہ ایک کپڑے کو نیزے کی اوپر کی طرف باندھ کر لپیٹ دیا جاتا ہے' اس کو ''لِواءٌ'' کہتے ہیں اور ''رَایةٌ'' اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کو نیزے کی اوپر کی طرف باندھ کر اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور ہوا اس کو لہراتی رہتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''لِـواء'' لشکر کا جھنڈا ہے اور یہ ''رأیة'' سے چھوٹا ہوتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ ''لواء'' امیر کا جھنڈا ہے اور ''رایة'' جنگ جُو کا جھنڈا ہے۔

امام ترمذی نے ''لواء'' اور ''رایة'' میں فرق کیا ہے کیونکہ پہلے انہوں نے یہ عنوان قائم کیا: ''بـاب الالویة'' پھر اس میں یہ حدیث روایت کی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کا لواء سفید رنگ کا تھا۔

(سنن ترمذی: ١٦٧٩' سنن ابوداؤد: ٢٥٩٢' سنن نسائی: ٢٨٦٦' سنن ابن ماجہ: ٢٨١٧)

پھر انہوں نے دوسرا عنوان قائم کیا: ''باب في الرأیات'' اور اس میں یہ حدیث روایت کی:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''رأیة'' کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: وہ سیاہ اور سفید دھاریوں کا چوکور جھنڈا تھا۔ (سنن ترمذی: ١٦٨٠' سنن ابوداؤد: ٢٥٩١' مسند احمد ج ٤ ص ٢٩٧)

امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی نے از عبداللہ بن بریدۃ از والد خود روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رأیـة'' سیاہ رنگ کا تھا اور آپ کا ''لواء'' سفید رنگ کا تھا۔ (کامل ابن عدی ج ٣ ص ٣٤٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حاکم نے المستدرک: ٢٥٠٥ میں اس کے برعکس روایت کیا ہے:

سماک بن حرب اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رأیة'' زرد رنگ کا دیکھا۔

امام ابن عدی نے روایت کیا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رأیـة'' سیاہ رنگ کا تھا اور آپ کا ''لواء'' سفید رنگ کا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(المعجم الاوسط: ٢١٩' سنن ترمذی: ١٦٨١' حاکم نے المستدرک: ٢٥٠٦ میں اس کے برعکس روایت کیا ہے' مجمع الزوائد ج ٥ ص ٣٢٤)

امام ابن ابی عاصم نے کتاب الجہاد میں از کرز بن اسامہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کیا ہے کہ آپ نے بنو سلیم کا "رایۃ" سرخ رنگ کا باندھا اور انہوں نے حضرت مزیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' آپ نے انصار کا "رایۃ" زرد رنگ کا باندھا۔ (الآحاد والمثانی: ۲۷۹۱)

مذکور الصدر احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈوں کے مختلف رنگ بیان کیے گئے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف رنگوں کے جھنڈے استعمال کیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۳' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٩٧٤ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ الْقُرَظِيُّ أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَانَ صَاحِبَ لِوَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ الْحَجَّ فَرَجَّلَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ثعلبہ بن ابی مالک القرظی نے خبر دی کہ حضرت قیس بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا اٹھانے والے تھے' انہوں نے حج کا ارادہ کیا تو اپنے بالوں کو سنوارا۔

٢٩٧٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ فَقَالَ أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا فِي صَبَاحِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ قَالَ لَيَأْخُذَنَّ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوهُ فَقَالُوا هٰذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۳۷۰۲-۴۲۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گئے' اور ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی' پس انہوں نے دل میں کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گیا ہوں' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے' اس رات کی شام کو جس کی صبح کو خیبر فتح ہوا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور اس کو جھنڈا عطا کروں گا' یا فرمایا: ضرور صبح مجھ سے وہ شخص جھنڈا لے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہوگا' یا فرمایا: جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا تو اللہ اس کے ذریعہ خیبر فتح کرے گا' پھر اچانک حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے اور ہمیں ان کے آنے کی توقع نہیں تھی تو لوگوں نے کہا: یہ حضرت علی ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ خیبر فتح کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں جھنڈے کا ذکر ہے۔

٢٩٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَافِعِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام

جُبَیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ یَقُوْلُ لِلزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا هَاهُنَا اَمَرَكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْكُزَ الرَّایَةَ؟[طرف الحدیث:۴۲۸۰]

بن عروہ از والد خود از نافع بن جبیر' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے سنا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں اس جگہ جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا تھا؟

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۴۲۸۰ کا ایک قطعہ ہے' اس حدیث میں یہ جملہ مذکور ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے یہ کہا: اے ابوعبداللہ! کیا یہ وہ جگہ ہے جہاں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا تھا (یہ جگہ مقامِ الحجون ہے)۔

جھنڈا گاڑنے کے لیے امام کی اجازت ضروری ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المھلب متوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جھنڈا صرف امام کی اجازت سے گاڑا جاتا ہے کیونکہ وہ اس بات کی علامت ہے کہ امام اس جگہ موجود ہے' اس لیے جھنڈا گاڑنے میں امام کے حکم کے بغیر تصرف نہ کیا جائے' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ غزوۂ موتہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب زید بن حارثہ نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر بغیر کسی کے حکم کے حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا لیا تو ان کو فتح عطا کی گئی' اور اس سے پہلے حدیث میں ہے کہ جس آدمی نے حج کا ارادہ کیا تھا تو اس نے اپنے بالوں کو سنوارا یا ان میں کنگھی کی کیونکہ وہ بال کافی عرصے سے گرد و غبار میں اَٹے ہوئے تھے' اور حدیث: ۲۹۷۵ میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ذریعہ اللہ خیبر کو فتح کرے گا۔ اس حدیث میں آپ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ خبر صرف وحی سے حاصل ہوتی ہے اور اس میں آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۲۲ - بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد کی گئی ہے

وَقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران: ۱۵۱)

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: جن لوگوں نے کفر کیا ہم عنقریب ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے' کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک کیا جس کے لیے اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ (آل عمران: ۱۵۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور خصائص میں سے یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوف ڈال دیا' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالِ فئی عطا کیا گیا اور یہ ہر وہ مال ہے جس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رعب اور آپ کے خوف کی وجہ سے کفار اپنا جو مال چھوڑ کر چلے گئے' وہ مالِ فئی ہے' اسی طرح ان سے جو جزیہ اور خراج لیا جاتا ہے' اس کا بھی یہی حکم ہے۔

قَالَهٗ جَابِرٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کر کے کہا۔

اس تعلیق میں صحیح البخاری: ۳۳۵ کی طرف اشارہ ہے' جس کا متن حسب ذیل ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں: (۱) ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی (۲) تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور

طہارت کا ذریعہ بنادیا گیا (یعنی تیمم)' سو میری امت کا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے (٣) اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے ان کو حلال نہیں کیا گیا تھا (٤) اور مجھے شفاعت عطا کی گئی (٥) اور پہلے نبی ایک مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ٣٣٥، صحیح مسلم: ٥٢١)

٢٩٧٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ فَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُوتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَقَدْ ذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُونَهَا.

[اطراف الحدیث: ٦٩٩٨-٧٠١٣-٧٢٧٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی' میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں' اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کے پاس چلے گئے' اب تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو۔

(صحیح مسلم: ٥٢٣' الرقم المسلسل: ١٠٥٤' سنن ترمذی: ١٥٥٩' سنن نسائی: ٣٠٨٤' سنن ابن ماجہ: ٥٦٧' سنن بیہقی ج ٥ ص ١٧٤' مسند احمد ج ٢ ص ٤٥٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٩٨٦٧- ج ١٥ ص ٥٣٥' مؤسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے کہ میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے۔

رعب اور زمین کے خزائن کی تشریح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب متوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے' یہ وہ نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کو عنایت کی ہے اور آپ کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میرے پاس تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے لوگوں کے پاس مال بہت کم تھا تو آپ نے ان کو یہ بشارت دی کہ عنقریب کسریٰ اور قیصر کے اموال انہیں دے دیئے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے (رب کے پاس) چلے گئے' اب تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور آپ نے ان خزانوں میں سے کوئی چیز حاصل نہیں کی' بلکہ ان خزانوں میں سے جو کچھ ملا اس کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیا اور تمہیں ترجیح دی' پھر آج تم ان خزانوں کو آپ کے وعدہ کے مطابق نکال رہے ہو۔

(شرح ابن بطال ج ٥ ص ١٥٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

''جوامع الکلم'' اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''جوامع الکلم'' کا لفظ ہے' ''جوامع الکلم'' اس کلام کو کہتے ہیں جس کی عبارت مختصر ہو اور اس کے معانی بہت زیادہ ہوں' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ قرآن مجید ''جوامع الکلم'' ہے کیونکہ اس میں الفاظ بہت کم ہیں اور اس کے معانی بہت زیادہ ہیں اور اکثر احادیث نبویہ بھی اسی طرح ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''جوامع الکلم'' اس کلام کو کہتے ہیں جس کی عبارت مختصر ہو اور اس کے معانی میں بہت تفصیل ہو۔

اسماعیلی نے کہا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ایک یا دو جملوں میں ان مضامین کثیرہ کو جمع کر دیا جو آپ سے پہلے متعدد آسمانی کتب اور صحائف میں لکھے ہوئے تھے۔

نیز اس حدیث میں زمین کے خزانوں کی چابیوں کا ذکر ہے' علامہ ابن التین نے کہا: اس سے مراد وہ فتوحات ہیں جو آپ کے بعد آپ کی امت کو حاصل ہوئیں اور انہوں نے ان فتوحات سے اموالِ غنیمت کو حاصل کیا اور پہلے بادشاہوں نے جو خزانے جمع کر کے رکھے تھے' ان کو حاصل کر لیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زمین کے خزانوں سے مراد معدنیات ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۷)

میں کہتا ہوں کہ یہ آخری تفسیر بہت مناسب ہے کیونکہ زمین میں چھپے ہوئے وہ خزانے جو پہلے ظاہر نہیں تھے' وہ قدرتی گیس اور تیل ہے جن کو اس زمانے کے مسلمانوں نے حاصل کیا ہے' جزائر عرب' عرب امارات' عراق اور ایران اسی سیال دولت کی وجہ سے مالا مال ہیں۔

٢٩٧٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّ هِرَقْلَ اَرْسَلَ اِلَيْهِ وَهُمْ بِاِيْلِيَاءَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ فَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ وَ اُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِاَصْحَابِيْ حِيْنَ اُخْرِجْنَا لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِيْ كَبْشَةَ اِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْاَصْفَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی' ان کو (حضرت) ابوسفیان نے خبر دی کہ ھرقل نے ان کو بلوایا اور وہ اس وقت ایلیاء (بیت المقدس) میں تھے' پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب منگوایا' پھر جب وہ اس مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو وہاں بہت شور ہو گیا' پس آوازیں بلند ہو گئیں اور ہم کو نکال دیا گیا' پس جب ہم کو نکال دیا گیا تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ ابن ابی کبشہ (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بہت عظیم ہو گیا ہے' زرد رو لوگوں کا بادشاہ بھی ان سے ڈرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ زرد رو قوم کا بادشاہ بھی ان سے ڈرتا ہے یعنی آپ کا رعب اس پر بھی چھایا ہوا ہے' اور اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔

١٢٣ - بَابُ حَمْلِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ جہاد میں زادِ راہ کو لے جانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں زادِ راہ کو لے جانا جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ (البقرہ:١٩٧).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سفر میں کھانے کی چیزیں تیار رکھو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ (البقرہ:١٩٧)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ بغیر زادِ راہ لیے حج پر جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۸)

٢٩٧٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے

أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ وَحَدَّثَتْنِيْ أَيْضًا فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ صَنَعْتُ سُفْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ أَبِيْ بَكْرٍ حِيْنَ أَرَادَ أَنْ يُّهَاجِرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَتْ فَلَمْ نَجِدْ لِسُفْرَتِهٖ وَلَا لِسِقَائِهٖ مَا نَرْبِطُهُمَا بِهٖ فَقُلْتُ لِأَبِيْ بَكْرٍ وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ شَيْئًا أَرْبِطُ بِهٖ إِلَّا نِطَاقِيْ قَالَ فَشُقِّيْهِ بِاثْنَيْنِ فَارْبِطِيْهِ بِوَاحِدٍ السِّقَاءَ وَبِالْآخَرِ السُّفْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلِذٰلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ.

[اطراف الحدیث:۳۹۰۷-۵۳۸۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی اور مجھے فاطمہ نے بھی حدیث بیان کی از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہ میں نے حضرت ابوبکر کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کے لیے طعام تیار کیا' یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت اسماء نے کہا: ہم نے آپ کے طعام اور آپ کے پانی کے لیے کوئی چیز نہیں پائی جس سے ہم اس کو باندھتے' پس میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں سوائے اپنے نطاق (ازار بند) کے کوئی چیز نہیں پاتی جس کے ساتھ ان کو باندھوں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ازار بند کے دو ٹکڑے کر دو' ایک کے ساتھ پانی کے مشکیزے کو باندھ دو اور دوسرے کے ساتھ طعام کو باندھ دو' پس میں نے ایسا کر لیا۔ راوی کہتا ہے: اسی وجہ سے ان کا لقب ذات النطاقین (دو ازار بند والی) پڑ گیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید بن اسماعیل' ان کا نام اصل میں عبداللہ ہے' ان کی کنیت محمد الھباری القرشی الکوفی ہے' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) ابواسامہ' ان کا نام احمد بن اسامہ ہے (۳) ہشام' یہ عروہ کے بیٹے ہیں' یہ اپنے والد عروہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (۴) فاطمہ' یہ المنذر کی بیٹی ہیں اور ہشام کی زوجہ ہیں (۵) اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۹)

''سُفرۃ'' اور ''نِطاق'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''سُفرۃ'' کا لفظ ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا: ''سُفرۃ'' اس طعام کو کہتے ہیں جس کو مسافر اپنے سفر کے لیے تیار کرتا ہے' اور عموماً اس کو گول چمڑے میں باندھا جاتا ہے' پھر اس لفظ کو طعام کے بجائے اس چمڑے کے غلاف کے لیے بولا جانے لگا۔

نیز حدیث میں ''سقاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چمڑے کا وہ مشکیزہ جس میں پانی رکھا جاتا ہے' اس کی جمع ''اسقیہ'' ہے اور ''سقایا'' اس برتن کو کہتے ہیں جس میں پیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث میں ''نطاق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس چیز سے عورت اپنے کپڑے (تہبند) کو درمیان سے باندھے تاکہ کسی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس کا کپڑا پھسل نہ جائے' حضرت اسماء کو ''ذات النطاقین'' اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ پہلے وہ ایک کپڑے سے اپنے تہبند کو باندھتیں' پھر اس کپڑے کو ایک اور کپڑے سے باندھ لیتیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ پہلے ایک کپڑے سے اپنے تہبند کو باندھ لیتیں اور دوسرے کپڑے سے طعام اور مشکیزے کو باندھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غار میں

پہنچاتیں' تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کر لیے تھے' اس لیے ان کو ذات النطاقین کہتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۹' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٩٨٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُومَ الْأَضَاحِيِّ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از عمرو' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قربانی کا گوشت (بطور زادِراہ) مدینہ کی طرف لے جاتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲: ۱۹۷۲' الرقم المسلسل: ۴۹۹۷' سنن نسائی: ۴۴۲۵' السنن الکبریٰ: ۴۱۳۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۱' شرح السنۃ: ۱۹۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۴۱۲۔ ج ۲۲ ص ۳۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح: ۱۷۱۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہم مدینہ کی طرف زادِراہ لے جاتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ' اس سے مراد ابن المدینی ہے (۲) سفیان' اس سے مراد ابن عیینہ ہے (۳) عمرو' اس سے مراد ابن دینار ہیں (۴) عطاء' اس سے مراد ابن ابی رباح ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۹)

توکل' زادِراہ کو ساتھ لے جانے سے مانع نہیں' قربانی کے تین دن بعد اس کا گوشت کھانے کا جواز ۔۔۔ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں ان جاہل صوفیاء کا رد ہے جو توکل کا نام لے کر سفر کے لیے زادِراہ لے جانے سے منع کرتے ہیں' نیز اس حدیث میں قربانی کے گوشت کو بطورِ زادِراہ لے جانے کا جواز ہے۔ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کو تین دن کے بعد کھانے سے منع فرمایا تھا' لیکن بعد میں اجازت دے دی اور فرمایا: قربانی کے گوشت کو کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور بطورِ زادِراہ لے جاؤ۔

(صحیح مسلم: ۱۹۷۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۱۲' سنن نسائی: ۴۴۳۱)

نیز اس حدیث میں قربانی کے گوشت کو کھانے کا جواز ہے خواہ قربانی کرنے والا غنی ہو کیونکہ عادۃً زادِراہ اس لیے لے جاتے ہیں کہ سفر میں اس کو کھائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٩٨١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ وَهِيَ أَدْنٰى خَيْبَرَ فَصَلَّوُا الْعَصْرَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَطْعِمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے بشیر بن یسار نے خبر دی کہ حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ وہ (غزوہ) خیبر کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب وہ (مقام) صہباء میں تھے اور یہ خیبر (کے مضافات) میں سے ہے اور خیبر کے نزدیک ہے تو مسلمانوں نے عصر کی نماز پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کی

وَسَلَّمَ اِلَّا بِسَوِيقٍ فَلُكْنَا فَاَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا وَصَلَّيْنَا.

چیزیں منگوائیں تو آپ کے پاس صرف ستو لائے گئے' پھر ہم نے لقمے لے کر ستو کھائے اور پانی پیا' پھر نبی ﷺ نے کلی کی اور ہم نے کلی کی اور ہم نے نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں زادِ راہ کا ذکر ہے۔

۲۹۸۲ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ خَفَّتْ اَزْوَادُ النَّاسِ وَاَمْلَقُوْا فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ اِبِلِهِمْ فَاَذِنَ لَهُمْ فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ اِبِلِكُمْ؟ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ اِبِلِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادِ فِي النَّاسِ يَاْتُوْنَ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ. فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِاَوْعِيَتِهِمْ، فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتّٰى فَرَغُوْا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن مرحوم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمۃ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کے زادِ راہ کم ہو گئے اور وہ بھوکے رہنے کے قریب تھے تو وہ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے کی (اجازت لینے کے لیے) نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' پھر ان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت عمر کو یہ واقعہ بتایا تو انہوں نے کہا: پھر بعد میں تمہاری بقاء کیسے ہوگی! تب حضرت عمر' نبی ﷺ کے پاس گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد پھر بعد میں ان کی بقاء کیسے ہو گی؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ اپنے اپنے بچے ہوئے زادِ راہ لے آئیں' پھر آپ نے دعا کی اور طعام پر برکت کی (خصوصی) دعا کی' پھر آپ نے لوگوں کے برتن منگائے' پھر لوگوں نے مٹھی بھر بھر کر (ان برتنوں میں زادِ راہ سے ڈالا)' حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گئے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں زادِ راہ کا ذکر ہے۔

نبی ﷺ کا حسنِ خلق' تعلیم امت کے لیے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع' آپ کی نبوت کی دلیل اور دیگر مسائل

(۱) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے حسن خلق کا بیان ہے کہ آپ کے اصحاب جو آپ سے گزارشات کرتے تھے' آپ ان کو بہ غور سنتے تھے اور ان کا تدارک کرتے تھے (۲) اور یہ کہ آپ نے صحابہ کو سفر میں زادِ راہ ساتھ رکھنے کی عادت پر برقرار رکھا (۳) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے تعلیم امت کے لیے اپنی پہلی رائے کو ترک کر کے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع فرمالیا' پس اگر کوئی شخص اپنے پہلے قول سے رجوع کر کے اپنے کسی خادم اور تابع کے قول کو اختیار کر لے تو اس سے اس کی کوئی کمی نہیں

ہوتی (۴) اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے بعد کے احوال پر غور کیا کہ اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد ان کے لیے سواریوں کا مسئلہ پیدا ہوگا اور پیدل چلنے سے ان کو مشقت ہوگی (۵) اور اس حدیث میں طعام پر دعا کرنے کا ثبوت ہے (۶) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے کم طعام کے زیادہ ہونے کا ذکر ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے اس لیے آپ نے کلمہ شہادت پڑھا (۷) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کوئی ایسی چیز دیکھے جس سے اس کا ایمان تازہ ہو تو وہ کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے ایمان کی تجدید کرے (۸) اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلمہ شہادت میں ''انّی رسول اللّٰہ'' (میں اللہ کا رسول ہوں) پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ص ۳۳۱ مع زیادۃ الفوائد دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٢٤ - بَابُ حَمْلِ الزَّادِ عَلَى الرِّقَابِ — کندھوں پر زادِ راہ رکھنا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب سواریوں پر زادِ راہ رکھنا مشکل ہو تو کندھوں پر زادِ راہ رکھنا جائز ہے۔

٢٩٨٣ - **حَدَّثَنِیْ** صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ وَّهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلٰى رِقَابِنَا فَفَنِيَ زَادُنَا حَتّٰى كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا يَاْكُلُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةً قَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَاَيْنَ كَانَتِ التَّمْرَةُ تَقَعُ مِنَ الرَّجُلِ؟ قَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَقَدْنَاهَا حَتّٰى اَتَيْنَا الْبَحْرَ فَاِذَا حُوْتٌ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَاَكَلْنَا مِنْهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا اَحْبَبْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے صدقۃ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از ہشام از وہب بن کیسان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (جہاد کے لیے) روانہ ہوئے اور ہم تین سو افراد تھے' ہمارا زادِ راہ ہمارے کندھوں پر تھا' پھر ہمارا زادِ راہ ختم ہو گیا حتیٰ کہ ہم میں سے ہر مرد ہر روز ایک کھجور کھاتا تھا' ایک شخص نے کہا: اے ابوعبداللہ! وہ ایک کھجور ایک آدمی کے پیٹ میں کہاں جاتی ہوگی! حضرت جابر نے کہا: ہمیں اس ایک کھجور کی قدر تب معلوم ہوئی جب وہ ایک کھجور ملنا بھی بند ہو گئی حتیٰ کہ ہم سمندر پر آئے تو وہاں سمندر نے ایک (بہت بڑی) مچھلی کو باہر پھینک دیا تھا' پس ہم نے اس مچھلی سے اٹھارہ دن کھایا' جتنا ہم نے چاہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کندھوں پر زادِ راہ اٹھانے کا ذکر ہے۔

١٢٥ - بَابُ اِرْدَافِ الْمَرْاَةِ خَلْفَ اَخِيْهَا — عورت کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عورت کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنا جائز ہے۔

٢٩٨٤ - **حَدَّثَنَا** عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَرْجِعُ اَصْحَابُكَ بِاَجْرِ حَجٍّ وَّعُمْرَةٍ وَلَمْ اَزِدْ عَلَى الْحَجِّ فَقَالَ لَهَا اذْهَبِيْ وَلْيُرْدِفْكِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب تو حج اور عمرہ کا اجر لے کر واپس جائیں گے' اور میں نے تو حج پر کوئی اضافہ

يُّعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ فَانْتَظَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَعْلٰى مَكَّةَ حَتّٰى جَاءَتْ.

نہیں کیا' آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور عبدالرحمن تم کو (سواری پر) اپنے پیچھے بٹھائیں گے' پھر آپ نے حضرت عبدالرحمن کو حکم دیا کہ وہ ان کو مقامِ تنعیم سے عمرہ کرائیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے بالائی علاقہ پر ان کا انتظار کیا یہاں تک کہ وہ آ گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ایک خاتون کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے۔

٢٩٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُرْدِفَ عَائِشَةَ وَاُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عمرو بن اوس از حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں حضرت عائشہ کو (سواری پر) اپنے پیچھے بٹھا کر ان کو مقامِ تنعیم سے عمرہ کراؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں عورت کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے' اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

١٢٦ - بَابُ الْاِرْتِدَافِ فِي الْغَزْوِ وَالْحَجِّ

جہاد اور حج میں سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنا

٢٩٨٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفَ اَبِيْ طَلْحَةَ وَاِنَّهُمْ لَيَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا اَلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابوقلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں (سواری پر) حضرت ابوطلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور صحابہ بلند آواز سے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں حج کے موقع پر سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے' میں کہتا ہوں: اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں حج کے موقع پر سواری کے اوپر کسی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے' اور جہاد کے موقع پر سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر نہیں ہے' اگر امام بخاری مؤخر الذکر دونوں بابوں کو "کتاب الجہاد" کے بجائے "کتاب الحج" میں ذکر کر دیتے تو زیادہ مناسب ہوتا۔

١٢٧ - بَابُ الرِّدْفِ عَلَى الْحِمَارِ

گدھے کے اوپر کسی کا پیچھے بیٹھنا

اس عنوان میں "ردف" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سواری کے اوپر کسی کے پیچھے بیٹھنا۔

٢٩٨٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُّوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصفوان نے حدیث بیان کی از یونس بن یزید از ابن شہاب از عروۃ از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ بیان

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلٰى حِمَارٍ عَلٰى إِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ وَاَرْدَفَ اُسَامَةَ وَرَاءَهٗ. [اطراف الحدیث:٤٥٦٦۔ ٥٦٦٣۔ ٥٩٦٤۔ ٦٢٠٧۔ ٦٢٥٤] (صحیح مسلم:١٧٩٨، الرقم المسلسل:٤٥٥١)

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک گدھے کے اوپر پالان رکھ کر سوار ہوئے جس پر ایک چادر بچھی ہوئی تھی اور آپ نے (حضرت) اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا۔

نبی ﷺ کی تواضع اور حسن اخلاق

گدھے پر سواری کرنے میں نبی ﷺ کی تواضع ہے کیونکہ گدھے کو کم تر جانور خیال کیا جاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند مقام عطا کیا تھا' اس کے باوجود آپ گدھے پر سواری کر لیتے تھے اور اپنے کسی صاحب کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے تھے تا کہ آپ کی اُمت اس عمل میں آپ کی اقتداء کرے' لہٰذا گدھے پر سواری کرنے کو معیوب نہیں سمجھنا چاہیے اور اس حدیث میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی بھی فضیلت ہے۔

٢٩٨٨ - حَدَّثَنِیْ يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ يُونُسُ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُرْدِفًا اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَّمَعَهٗ بِلَالٌ وَّمَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتّٰى اَنَاخَ فِی الْمَسْجِدِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّاْتِیَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَفَتَحَ وَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ فَمَكَثَ فِيهَا نَهَارًا طَوِيلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَّرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَاَلَهٗ اَيْنَ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِیْ صَلّٰى فِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' یونس نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ فتح (مکہ) کے دن مکہ کے بالائی علاقہ سے اپنی اونٹنی پر آئے' آپ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا ہوا تھا' اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کے ساتھ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ تھے جو کعبہ کے کلید برداروں میں سے تھے' حتیٰ کہ آپ نے مسجد (کے احاطہ) میں اپنی اونٹنی بٹھائی' پھر آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کی چابی لے کر آئیں' پس انہوں نے (بیت اللہ کو) کھولا' اور رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت اسامہ' حضرت بلال اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے آپ اس میں دن کے طویل حصہ تک ٹھہرے' پھر آپ باہر آئے' پس لوگوں نے (اندر جانے میں) سبقت کی اور حضرت عبداللہ بن عمر سب سے پہلے داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت بلال دروازہ کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں' انہوں نے حضرت بلال سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس جگہ نماز پڑھی تھی تو انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَنَسِيتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰى مِنْ سَجْدَةٍ.

حضرت عبداللہ نے کہا: پس میں ان سے یہ سوال کرنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعات نماز پڑھی تھی؟

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری نے عنوان تو یہ قائم کیا تھا کہ گدھے پر دو آدمیوں کا بیٹھنا۔ اور اس حدیث میں اونٹنی پر دو آدمیوں کے بیٹھنے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کی گدھے سے مراد مطلقاً سواری ہے' خواہ وہ گدھا ہو یا اونٹنی' اور صحیح

البخاری میں حدیث کی عنوان کے ساتھ سو فی صد مطابقت تو بہت کم ہوتی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸ - بَابُ مَنْ اَخَذَ بِالرِّكَابِ وَنَحْوِهٖ — جس نے رکاب یا اس کی مثل کسی چیز کو پکڑا

یعنی جس نے کسی کو سوار ہونے میں مدد دینے کے لیے سواری کی رکاب کو پکڑا' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رکاب کو پکڑا تو حضرت زید نے کہ: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد! آپ ایسا نہ کریں! تو حضرت ابن عباس نے کہا: ہمیں علماء کی اسی طرح تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے' پھر حضرت زید نے حضرت ابن عباس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بوسا دیا تو حضرت ابن عباس نے منع کیا' اور کہا: آپ ایسا نہ کریں' اس پر حضرت زید نے کہا: ہمیں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۴)

۲۹۸۹ - حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ یَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ وَّیُعِیْنُ الرَّجُلَ عَلٰی دَابَّتِهٖ فَیَحْمِلُ عَلَیْهَا اَوْ یَرْفَعُ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَّالْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ خَطْوَةٍ یَّخْطُوْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَّیُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے (جسم کے) ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے' کوئی شخص اپنی سواری پر کسی کی مدد کرتا ہے' اس سواری پر اس کو بٹھاتا ہے یا اس سواری پر اس کا سامان رکھتا ہے تو یہ صدقہ ہے' اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جس کے ساتھ وہ نماز کی طرف جاتا ہے وہ صدقہ ہے اور راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹاتا ہے تو وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ سواری پر بٹھانے کے لیے رکاب کو پکڑتے ہیں اور اس باب کے عنوان میں رکاب کو پکڑنے کا ذکر ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابو محمد عبداللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی متوفی ۶۹۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جس شخص نے ان افعالِ مذکورہ میں سے کوئی فعل کیا مثلاً کسی شخص کو اپنی سواری پر بٹھایا تو یہ اس کا صدقہ ہے اور اس پر اس کو اجر ملے گا' سو اس حدیث میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: انسان کے تین سو ساٹھ اعضاء ہیں اور ہر عضو کا صدقہ یہ ہے کہ وہ اس عضو سے کوئی نیک کام کرے

''سلامٰی'' کا معنی ہے: بنو آدم کے اعضاء' گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبح کو تمہارے ہر عضو پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے اور انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑ ہیں اور اس پر دن میں تین سو ساٹھ بار صدقہ کرنا واجب ہے اور یہ بہت مشکل ہے کہ ہر انسان دن میں تین سو ساٹھ بار صدقہ کرے تو اس میں آسانی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ وہ ان افعال میں سے کوئی فعل کرے تو اس کا صدقہ ادا ہو جائے گا۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً. (المجادلہ:١٢)

اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کا ارادہ کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرو۔

مسلمانوں کے لیے اس حکم پر عمل کرنا بہت مشکل اور دشوار ہوا' کیونکہ ان کے پاس مال بہت کم تھا اور ہر بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کلام کرنے سے پہلے کچھ صدقہ کرنا بہت دشوار تھا اور اللہ تعالیٰ کو اس حقیقت کا علم تھا اور ان کا عذر معلوم تھا تو اس نے مسلمانوں کی توبہ قبول فرمائی اور فرمایا:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝ (المجادلہ:١٣)

کیا تم اپنی سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے سے گھبرا گئے' پس جب تم نے (صدقہ) نہ کیا اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' سو تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو' اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے۝

اسی طرح ہمارا معاملہ بہ طریق اولیٰ مشکل تھا' اور صحابہ کرام کی قوتِ ایمان اور ان کے یقین کی پختگی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے تعلق کے برابر ہم کہاں ہو سکتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جس قدر قوی محبت ان کے دلوں میں تھی' اس کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تو ہم اس کے زیادہ لائق نہیں کہ جب ہم ہر جوڑ کا صدقہ ادا نہ کر سکیں تو ہم پر تخفیف کی جائے' تب آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم یہ نہ کر سکو تو کسی کو نیکی کا حکم دو یا بُرائی سے روک دو اور اگر تم یہ بھی نہ کر سکو تو چاشت کے وقت دو رکعت نماز پڑھنے سے اس صدقہ کا تدارک ہو جائے گا' سو جو شخص ایک دن میں تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ ادا کرنے سے عاجز ہو تو چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنا اس کے لیے کافی ہوگا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کسی کے ساتھ نیکی کی بات کرنا صدقہ ہے اور نیکی کی بات میں قرآن مجید کی تلاوت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث کو پڑھنا' علومِ دینیہ کا درس' نیکی کا حکم دینا' بُرائی سے روکنا اور بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا' سب شامل ہے اور یہ سب طریقے زبان کا صدقہ ہیں۔ اسی طرح باقی اعضاء کا صدقہ ہے۔

مبحث ثانی: عدل کرنے کے تین معانی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: ہر جس دن سورج طلوع ہو تو دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے۔

عدل سے مراد یہاں کئی معانی ہیں: (١) دو لڑنے والے آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنا اور یہ معنی حکام کے ساتھ مخصوص ہے (٢) اس سے مراد اس کے مال' اس کے اہل' اس کے غلام اور اس کے حواس کے درمیان عدل کرنا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ٨٩٣) (٣) اس سے مراد ہے: حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنا۔

مبحث ثالث: کسی کو سواری پر بٹھانے سے صدقہ کا ثواب تب ہوگا جب جس کو بٹھایا ہے وہ ظالم یا فاسق نہ ہو اور اس کا سامان ناجائز اور حرام نہ ہو

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ کوئی شخص سواری پر بیٹھنے میں کسی کی مدد کرے یا کسی سواری کا سامان اپنی سواری پر رکھ لے تو یہ بھی صدقہ ہے اور اس تھوڑے سے کام کی وجہ سے اس کو اجر ملے گا۔

تاہم یہ حدیث بھی اپنے عموم پر نہیں ہے کیونکہ جس شخص کو وہ اپنی سواری پر بٹھائے گا' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ظالم' فاسق

اور بدعتی نہ ہو کیونکہ ان لوگوں کو چھوڑنا واجب ہے لہٰذا ان کی اعانت جائز نہیں ہے۔

دوسری تخصیص یہ ہے کہ اس کے جس سامان کو وہ اپنی سواری پر رکھے گا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سامان چوری کا مال نہ ہو یا شراب نہ ہو یا کسی سے چھینا ہوا مال نہ ہو ان چیزوں میں اعانت کرنا ان کاموں کے کرنے کی مثل ہے کیونکہ آپ نے شراب پینے والے پر شراب اٹھانے والے پر اور شراب پر گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اسی طرح باقی ممنوعات کا حکم ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی تائید ان حدیثوں میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمر (انگور کی شراب) پر لعنت فرمائی اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے پر اور اس کے اٹھانے والے پر اور جس کی طرف وہ اٹھا کر لائی جائے اور اس کے فروخت کرنے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر۔

(مسند البزار: ۲۹۳۷، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹۰)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمر پر لعنت کی اور اس کے پینے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کے فروخت کرنے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے اور اس کو اٹھا کر لانے والے پر۔

(المعجم الکبیر: ۸۳۸۷، اس حدیث کی سند کا ایک راوی عبداللہ بن عیسیٰ الخزاز ضعیف ہے مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹۰)

مبحث رابع: اچھی بات کہہ کر خوش کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ سچی بات کہے

اس حدیث میں ہے کہ اچھی بات کہنا صدقہ ہے اچھی بات سے اگر مراد یہ ہے کہ جس سے مخاطب خوش ہو تو یہ اپنے عموم پر نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے: اگر کوئی شخص اپنے گھر والوں کو ہنسانے کے لیے کوئی بات کرتا ہے اور اس میں (جھوٹ کی) کوئی پرواہ نہیں کرتا تو اس کو ستر سال تک دوزخ میں گرایا جاتا رہے گا۔

میں کہتا ہوں کہ بعینہٖ اس حدیث کا متن مجھے نہیں مل سکا تاہم اس کے قریب یہ حدیث ہے:

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو بات کرتا ہے پس جھوٹ بولتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے اس کے لیے ہلاکت ہو اور ہلاکت ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۴۹۹۰، سنن ترمذی: ۲۳۱۵، سنن کبریٰ: ۱۱۶۵۵، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳)

اور اس زمانہ میں ایسا بہ کثرت ہوتا ہے کیونکہ ایک آدمی کسی کی خوشامد میں جھوٹ بولتا ہے اور باطن میں اس سے بغض رکھتا ہے۔

حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو ظاہر میں سچے ہوں گے اور وہ باطن میں دشمن ہوں گے صحابہ نے پوچھا: ایسا کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ وہ کسی سے رغبت رکھیں گے اور کسی سے بغض رکھیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا بعینہٖ متن مجھے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملا تاہم اس کے قریب قریب متن یہ ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس زمانے میں اکثر آدمیوں کے چہرے تو آدمیوں کے ہوں گے اور ان کے دل پھاڑنے والے بھیڑیوں کے ہوں گے وہ خون بہانے والے ہوں گے اگر تم ان سے بیع کرو تو وہ تم کو فریب دیں گے اور اگر وہ تم سے بات کریں تو جھوٹ بولیں گے اور اگر تم ان کے پاس امانت رکھو تو وہ تم سے خیانت کریں گے اور اگر تم ان سے چھپ جاؤ تو وہ تمہاری غیبت کریں گے۔ الحدیث (کنز العمال: ۳۱۵۳۹)

مبحث خامس: اعمال نامہ سے برائیوں کا مٹنا' بعض علماء کے نزدیک محسوس ہے اور بعض کے نزدیک معنوی

نبی ﷺ نے فرمایا: ہر وہ قدم جس پر چل کر وہ نماز کی طرف جاتا ہے' صدقہ ہے۔ اس حدیث کا ظاہر نبی ﷺ کی دوسری حدیث سے معارض ہے' جس میں فرمایا کہ اس کے ایک قدم چلنے سے نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسرا قدم چلنے سے بُرائی مٹادی جاتی ہے' یعنی جب وہ مسجد کی طرف قدموں سے چل کر جائے' لیکن حقیقت میں دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں' کیونکہ صدقہ کا معنی ہے: نیکی کا کسب کرنا' اور بُرائی نیکی کے کسب سے مٹائی جاتی ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. (ھود:١١٤) نیکیاں بُرائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

لہٰذا ایک قدم چلنے سے جو نیکی حاصل ہوتی ہے وہ بُرائی کو دور کر دیتی ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا بُرائیوں کا مٹانا محسوس ہے یا معنوی۔ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ محسوس ہے' وہ کہتے ہیں کہ اعمال نامہ سے بُرائیوں کو مٹادیا جاتا ہے' حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ شخص اپنے اعمال نامہ میں وہ بُرائی نہیں پائے گا' اور جو کہتے ہیں: یہ مٹانا معنوی ہوتا ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کے اعمال نامہ میں بُرائی بدستور لکھی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس بُرائی پر اس کو عذاب نہیں ہوتا' پس گویا کہ وہ معنوی طور پر مٹادی گئی۔

مبحث سادس

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: راستے سے اذیت والی چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے' اس حدیث میں اذیت سے مراد وہ چیز ہے جس سے راستے پر چلنے میں اذیت ہو خواہ وہ اذیت چھوٹی ہو یا بڑی' جیسے کہ حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے راستے سے کانٹوں والی ٹہنی کو ہٹادیا' اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر افزائی کی' پس اس کو بخش دیا۔

میں کہتا ہوں یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں ہے:
صحیح البخاری: ٢٤٧٢' صحیح مسلم: ١٩١٤' سنن ترمذی: ١٩٥٨۔

راستے میں اذیت والی چیز سے مراد عام ہے خواہ وہ اذیت چھوٹی ہو یا بڑی۔

١٢٩ - بَابُ كِرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ

دشمن کی زمین میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنا مکروہ ہے

وَكَذٰلِكَ يُرْوٰى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اسی طرح محمد بن بشر سے روایت کیا گیا ہے از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ۔

اس تعلیق میں جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' اس کو امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اس طرح روایت کیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ کوئی شخص دشمن کے علاقے میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرے کہ کہیں دشمن قرآن مجید کو نہ چھین لے' یہاں قرآن مجید سے مراد وہ مجلّد کتاب ہے جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوتی ہیں اور قرآن مجید کی تعریف یہ ہے: وہ کلام جو رسول اللہ پر ﷺ نازل کیا گیا اور وہ مجلّد کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور آپ سے تواتر کے ساتھ بلاشبہ منقول ہے اور مصحف سے مراد وہ مجلّد کتاب ہے جس میں قرآن مجید لکھا ہوا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٣٥)

وَتَابَعَهُ ابْنُ اِسْحَاقَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

محمد بن بشر کی ابن اسحاق نے متابعت کی ہے از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ۔

اس تعلیق کی حدیث موصول امام بن اسحاق کی کتاب المغازی میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۵)

وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ الْقُرْآنَ.

اور تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے دشمن کے علاقے میں سفر کیا ہے اور وہ قرآن مجید کو جاننے والے تھے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور اس کو لانے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنے کی جو ممانعت ہے اس میں قرآن مجید سے مراد نفسِ قرآن نہیں ہے بلکہ وہ مجلّد کتاب ہے جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

۲۹۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کے علاقے میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۶۹، الرقم المسلسل: ۴۷۳۲، سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۹، سنن ابوداؤد: ۲۶۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۵۲، شرح مشکل الآثار: ۱۹۰۴، مسند احمد ج ۲ ص ۵۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۱۷۰۔ ج ۹ ص ۱۵۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

دشمن کے علاقے میں قرآن مجید کی جلد کو لے جانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب دشمن کے علاقے میں سفر کرتے تھے۔ اس سے آپ کی مراد یہ بیان کرنا ہے کہ دشمن کے علاقے میں قرآن کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت ہر صورت میں اور ہر حال میں نہیں ہے بلکہ یہ ممانعت ان لشکروں میں ہے جو محفوظ نہ ہوں اور رہے بڑے بڑے لشکر تو ان میں قرآن مجید کو دشمن کے علاقے میں لے جانا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب قرآن مجید کے حافظ نہیں تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کے پاس قرآن مجید کا مجلد نسخہ ہو جس کو وہ پڑھ کر قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہوں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے بڑے لشکر میں اور چھوٹے لشکر میں ممانعت کا فرق نہیں کیا ان کے نزدیک مطلقاً قرآن مجید کے مجلد نسخہ کو دشمن کے علاقے میں لے جانا ممنوع ہے کیونکہ اگر قرآن مجید ان کے ہاتھ آ گیا تو وہ اس کو ہاتھ سے چھوئیں گے اور کافروں سے جنابت زائل نہیں ہوتی لہٰذا وہ ناپاک ہیں اور قرآن مجید میں ہے:

لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ (الواقعہ: ۷۹)

اس کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں ○

اس لیے قرآن مجید کا مشرکین کے علاقے میں لے جانا ممنوع ہے تاہم امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر کی طرف جو مکتوب بھیجا تھا اس میں چند آیات لکھی ہوئی تھیں اور آپ کو معلوم تھا کہ قیصر اور اس کے متبعین نجس ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہ اس مکتوب کو پڑھیں گے جس میں آیات ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں قرآن مجید کو مشرکین کے علاقے میں لے جانا ممنوع ہے اور یہ وہ صورت ہے جب مسلمانوں کا لشکر چھوٹا ہو اور بعض صورتوں میں قرآن مجید کو مشرکین کے علاقے میں لے جانا ممنوع نہیں اور یہ وہ صورت ہے جب مسلمانوں کا لشکر بڑا ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ ھ)

۱۳۰ - بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الْحَرْبِ

جنگ کے وقت تکبیر پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ کے وقت نعرۂ تکبیر بلند کرنا جائز ہے۔

٢٩٩١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَبَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَقَدْ خَرَجُوْا بِالْمَسَاحِيْ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا هٰذَا مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ فَلَجَؤُوْا اِلَى الْحِصْنِ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ وَاَصَبْنَا حُمُرًا فَطَبَخْنَاهَا فَنَادٰى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ بِمَا فِيْهَا تَابَعَهٗ عَلِيٌّ عَنْ سُفْيَانَ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت خیبر میں پہنچے اور وہ اس وقت اپنے کندھوں پر کدالیں رکھ کر نکل رہے تھے' جب انہوں نے (ہمیں) دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ (سیدنا) محمد ہیں اور لشکر ہے' یہ (سیّدنا) محمد ہیں اور لشکر ہے' پھر انہوں نے قلعہ میں پناہ لی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور کہا: اللہ اکبر! خیبر ویران ہو گیا! بے شک ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح خراب ہوتی ہے جن کو (عذاب سے) ڈرایا گیا ہے اور ہمیں (پالتو) گدھے ملے تو ہم نے ان کو پکایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مُنادی نے پکار کر کہا: بے شک اللہ اور اس کا رسول تم کو گدھوں کے گوشت کے کھانے سے منع فرماتا ہے' تو دیگچیوں کو ان کے سالن سمیت اُلٹ دیا گیا۔ عبداللہ بن محمد کی متابعت علی نے کی ہے از سفیان' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧١ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اللہ اکبر! تاہم اس حدیث کے بعض فوائد و مسائل ذکر کیے جا رہے ہیں:

آپ کے منادی کا تعین' پالتو گدھوں کی تحریم کی پانچ وجوہ اور پالتو گدھوں کی تحریم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک منادی نے پکار کر کہا۔ یہ منادی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں پالتو گدھوں کے گوشت کھانے کی ممانعت ہے' اس ممانعت کی پانچ وجوہ ہیں:

(١) صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گوشت نجس ہے۔

(٢) پالتو گدھوں کو بار برداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں یہ لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ کہیں سواریوں کی کمی نہ ہو جائے' اور صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگوں کو ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(٣) گدھوں کو مالِ خمس میں شامل نہیں کیا گیا اور حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گدھوں کے گوشت میں سے بالکل نہ کھاؤ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ ان کو خمس میں شامل نہیں کیا گیا' اور دوسروں نے کہا: آپ نے یقینی طور پر ان کو کھانے سے منع فرمایا۔

(۴) گدھوں کا ''جلالۃ'' ہونا یعنی یہ کوڑا کرکٹ اور گندگی کھا لیتے ہیں اور امام ابوداؤد نے غالب بن ابجر سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے بستی کے گندگی کھانے والے جانوروں کو حرام کر دیا۔

(۵) خیبر میں گدھوں کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ وہ مالِ غنیمت میں تھے اور ان کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا' کیونکہ امام طبرانی نے سندِ جید کے ساتھ حضرت ثعلبہ بن الحکم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا تھا کہ آپ لوٹ کے مال کو کھانے سے منع فرماتے تھے۔

عاصم بن عمر بن قتادہ' عبید بن الحسن اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا مذہب یہ ہے کہ پالتو گدھوں کا گوشت کھانا جائز ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ابن ابجر نے کہا: یارسول اللہ! میرے مال سے کوئی ایسی چیز باقی نہیں ہے جسے میں اپنے گھر والوں کو کھلا سکوں' سوائے میرے پالتو گدھوں کے' تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو اپنے فربہ مال سے کھلاؤ' میں نے صرف تمہارے لیے ان گدھوں کو مکروہ قرار دیا ہے جو بستی کی گندگی کھاتے ہیں۔ اس حدیث کو امام طحاوی' امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۵۰۸۔۵۰۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اور جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء جن میں امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب ہیں' ان کے نزدیک پالتو گدھوں کا گوشت کھانا حرام ہے' اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے' اور ابن ابجر کی حدیث کی سند میں بہت شدید اختلاف ہے' امام بیہقی نے کہا: یہ حدیث معلول ہے' اور ابن حزم نے کہا: اس حدیث کے تمام طرق باطل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۹۔۳۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٣١ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ رَّفْعِ الصَّوْتِ فِي التَّكْبِيرِ

تکبیر پڑھتے ہوئے آواز بلند کرنا مکروہ ہے

٢٩٩٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّهٗ مَعَكُمْ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ تَبَارَكَ اسْمُهٗ وَتَعَالٰى جَدُّهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عاصم از ابی عثمان از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے' جب ہم کسی وادی میں اترتے تو ہم پڑھتے: لا الٰہ الا اللہ' اور اللہ اکبر! ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ کسی غائب کو پکار رہے ہو' بے شک وہ تمہارے ساتھ ہے' بے شک وہ سننے والا ہے' قریب ہے' اس کا نام برکت والا ہے اور اس کی عظمت بہت بلند ہے۔

[اطراف الحدیث: ۴۲۰۵۔ ۶۳۸۴۔ ۶۴۰۹۔ ۶۶۱۰۔ ۷۳۸۶]

(صحیح مسلم: ۲۷۰۴' الرقم المسلسل: ۶۷۵۶' سنن ابوداؤد: ۱۵۲۷۔۱۵۲۶' سنن ترمذی: ۳۳۸۵' سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۹۳' کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۶۶۸' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۰۵۔ ج ۳۲ ص ۳۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اربعوا علی انفسکم'' اس کا معنی ہے: بلند آواز کے ساتھ پڑھنے سے رک جاؤ۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ ابن بطال کا فقہاء مالکیہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے یہ نقل کرنا کہ ابتداء میں تعلیم کے لیے ذکر بالجہر جائز تھا' اب کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب التوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو جہر کے ساتھ تکبیر پڑھنے سے منع فرمایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سفر کی مشقت میں تھے تو آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ چلا چلا کر اپنے آپ کو مزید مشقت میں نہ ڈالیں اور آپ مؤمنین کے ساتھ بہت رحم دل تھے' پھر آپ نے ان کو بتایا کہ وہ آہستہ سے بھی تکبیر پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کو سن لے گا کیونکہ کوئی آفت اس کو سننے سے منع نہیں کر سکتی اور وہ بہت سننے والا بہت قریب ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ دعا میں آواز کو بلند کرنا مکروہ ہے' صحابہ اور تابعین کا یہی مؤقف ہے' قیس بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب تین مواضع پر آواز بلند کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے: ذکر کے وقت' جنگ کے وقت اور جنائز میں۔

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں جن کی لوگوں نے نئی ایجاد کی ہے: دعا میں آواز بلند کرنا' ہاتھ اٹھانا اور سجدہ مختصر کرنا' اور مجاہد نے دیکھا کہ ایک شخص دعا میں آواز بلند کر رہا تھا تو انہوں نے اس کو کنکری ماری۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کی یہ تصریح کہ صرف قتال کے وقت ذکر بالجہر ممنوع ہے اور باقی تمام اوقات میں ذکر بالجہر مشروع ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے زیر بحث حدیث کو ''کتاب الجهاد'' میں جو درج کیا ہے' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے کی کراہیت صرف قتال کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے تاکہ دشمن کو مسلمانوں کی جگہ کا پتا نہ چلے' اس کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنے کے متعلق ''کتاب الصلوٰة'' میں حدیث گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۳۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ذکر بالجہر کے متعلق احادیث اور ان کی شروح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہو کر واپس جاتے تھے تو بلند آواز سے ذکر کرنا لوگوں کا معمول تھا' حضرت ابن عباس نے کہا کہ جب لوگ واپس جاتے تھے تو مجھے معلوم ہو جاتا تھا کیونکہ میں اس ذکر کو سنتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۸۴۱' صحیح مسلم: ۵۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۲' سنن نسائی: ۱۳۳۱)

حضرت شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ میں ذکر کی آواز سن کر جان لیتا تھا کہ اب لوگ نماز پڑھ کر جا رہے ہیں' حُمیدی نے سفیان سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا اختتام صرف تکبیر کی آواز سے پہچانتے تھے' قاضی عیاض نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی کم سنی کی وجہ سے نماز میں دائماً حاضر نہیں ہوتے تھے' اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس نماز آخری صفوں میں پڑھتے ہوں' اور ان کو سلام سے نماز کے اختتام کا نہ پتا چلتا ہو' بلکہ تکبیر کی آواز سے ان کو پتا چلتا ہو کہ

نماز ختم ہوگئی ہے' ابن دقیق العید نے کہا: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں مکبر نہیں تھا' جو بلند آواز سے سلام کہتا اور تکبیر پڑھتا۔

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد پہلے بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہوں' اس کے بعد تسبیحات پڑھتے ہوں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۰۰-۳۹۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث اور حافظ ابن حجر کی اس شرح میں ذکر بالجہر کے مشروع ہونے پر واضح دلیل ہے۔

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے: ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ' لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ'' حضرت زبیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۹۴' سنن ابوداؤد: ۱۵۰۶' سنن نسائی: ۱۳۳۵' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ج ۱ ص ۴۹۶' السنن الکبریٰ: ۱۱۴۶۱' مسند ابویعلیٰ: ۶۸۱۰' صحیح ابن خزیمہ: ۷۴۰' صحیح ابن حبان: ۲۰۱۰' المعجم الکبیر: ۳۰۸' مسند احمد ج ۴ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے' یہ اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے پڑھتے تھے' تبھی تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ ذکر سن کر اس کو روایت کیا' اور اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو پڑھتے تھے: ''لا الٰـه الا اللّٰه وحده لا شريك لـه له الملك وله الحمد وهو على كل شیء قدير' اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطی لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد''۔ (صحیح البخاری: ۶۶۱۵' صحیح مسلم: ۵۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۵۰۵' سنن نسائی: ۱۳۴۷)

(ترجمہ:) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' اے اللہ! جس چیز کو تو عطا کرے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز سے تو منع کرے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے' اور کسی دولت مند کی دولت تیرے مقابلے میں نفع نہیں دے سکتی۔

شیخ محدث دہلوی کا ذکر بالجہر کے جواز کو راجح قرار دینا اور نواب بھوپالی کا ذکر بالجہر کو مستحب قرار دینا اور علامہ ابن بطال اور امام شافعی کا رد کرنا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو تکبیر کا ذکر ہے' اس سے مراد مطلق ذکر ہے اور بعض نے کہا: اس سے مراد وہ تکبیر ہے جو سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر میں تکبیر ہے' اور بعض نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد تین بار یا ایک بار تکبیر پڑھا کرتے تھے' اور بعض نے کہا: اس سے وہ تکبیر مراد ہے کہ جو نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقال کے وقت تکبیر پڑھی جاتی ہے اور یہ وجہ حدیث کے الفاظ سے بعید ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی روایت کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے ذکر کرتے تھے' اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلند آواز سے ذکر کرنا اپنے اصحاب کو تعلیم دینے کے لیے تھا اور علامہ نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ دعا اور ذکر میں افضل اخفاء ہے خواہ امام ہو یا منفرد' ہاں! اگر تعلیم کی ضرورت ہو تو بلند آواز سے ذکر کیا جائے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بلند آواز سے ذکر کیا ہے' وہ بھی اسی پر

محمول ہے' ورنہ افضل آہستہ ذکر کرنا ہے' اور حق یہ ہے کہ اوقات مختلف ہوتے ہیں' کبھی ذوق اور حضور اخفاء میں ہوتا ہے اور کبھی ذوق و شوق جہر میں ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۵۰-۴۴۹ ملخصاً' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ محمد صدیق خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ابن حزم ظاہری اور دیگر متاخرین نے ذکر بالجہر کو مستحب قرار دیا ہے اور علامہ ابن بطال اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ ذکر بالجہر مستحب نہیں ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آپ نے تعلیم کے لیے بلند آواز سے ذکر کیا تھا' یہ معنی نہیں ہے کہ آپ نے دائماً بلند آواز سے ذکر کیا تھا' شیخ بھوپالی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کی یہ حدیث صحیح ان تمام اقوال کا واضح رد کرتی ہے اور اس حدیث میں تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ظاہر حقیقی کو معنی مجازی کی طرف پھیرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

(السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن حجاج ج ۲ ص ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

علامہ خیر الدین رملی کا ذکر بالجہر اور ذکر خفی کے دلائل کو ذکر کر کے ذکرِ بالجہر کو راجح قرار دینا اور ذکر خفی کے دلائل کا محمل بیان کرنا

علامہ خیر الدین بن احمد بن نور الدین الرملی متوفی ۱۰۸۱ھ میں لکھتے ہیں:

رہا ذکر بالجہر کے لیے حلقہ بنانا اور ان میں قصائد پڑھنا تو یہاں ایسی احادیث ہیں جو جہر کا تقاضا کرتی ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندہ کے گمان کے موافق ہوتا ہے اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں' اگر وہ میرا ذکر تنہا کرے تو میں اس کا تنہا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرے تو میں اس کا ذکر اس سے افضل جماعت میں کرتا ہوں۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۷۴۰۵' صحیح مسلم: ۲۶۷۵' سنن ترمذی: ۳۶۰۳' سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۸)

اس حدیث میں جماعت کے ساتھ ذکر کا ثبوت ہے' اور جماعت کے ساتھ جو ذکر ہوتا ہے وہ جہر کے ساتھ ہی ہوتا ہے' اسی طرح حلقہ کا ثبوت بھی فرشتوں کے حلقہ بنانے سے ہے' اور یہاں ایسی بھی احادیث ہیں جو آہستہ ذکر کرنے کی دلیل ہیں:

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو۔ الحدیث

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۰ ص ۳۷۵' مسند ابو یعلیٰ: ۱۳۱' شعب الایمان: ۵۵۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۴' مسند احمد: ۱۴۷۷)

شعیب الارنؤط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند کا ایک راوی محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لبیبہ ضعیف ہے' پھر اس نے حضرت سعد بن مالک کو نہیں پایا' سو یہ حدیث منقطع ہے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ان مختلف حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ اشخاص اور احوال کے اختلاف سے حکم مختلف ہوتا ہے' پوشیدہ ذکر کی فضیلت اس وقت ہے جب ریاکاری کا خدشہ ہو یا جب نمازیوں اور سونے والوں کو جہر سے ایذاء ہوتی ہو اور جب یہ عوارض نہ ہوں تو پھر ذکر بالجہر افضل ہے' کیونکہ اس میں زیادہ عمل ہے (دل اور زبان کا) اور اس کا فائدہ سننے والوں کو پہنچتا ہے اور یہ ذکر کرنے والے کو بیدار رکھتا ہے اور وہ اس کو غور سے سنتا ہے اور جہر نیند کو دور کرتا ہے اور نشاط کو زیادہ کرتا ہے۔ جہر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ. (الاعراف: ۲۰۵)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو' عاجزی اور خوف سے اور زبان سے بغیر جہر کے آہستہ آہستہ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے، جب مسلمان نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے تو مشرکین قرآن کو سن لیتے، پھر وہ قرآن مجید کو بُرا کہتے، اس لیے مسلمانوں کو بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمادیا تاکہ مشرکین کو قرآن مجید کی مذمت کا موقع نہ ملے اور مذمت کے ذریعہ کا سدِ باب ہو جائے، جس طرح مسلمانوں کو بتوں کی مذمت کرنے سے منع فرمایا ہے تاکہ اس کے جواب میں مشرکین اللہ تعالیٰ کی مذمت نہ کریں، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں خاص طور پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے، عام مسلمانوں کو خطاب نہیں ہے، عام مسلمانوں کو جہر سے ذکر کرنا چاہیے تاکہ ان کے دل سے وسوسے دور ہو جائیں، ان کو جہر کا حکم دیا گیا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص رات کو نماز پڑھے وہ بلند آواز سے قراءت کرے کیونکہ فرشتے اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قراءت کو سنتے ہیں، اسی طرح مؤمنین جن بھی اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قراءت کو سنتے ہیں۔ الحدیث (مسند البزار: ۱۲۱۷، مجمع الزوائد: ۳۶۰۳)

اس آیت (الاعراف: ۲۰۵) کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس میں چلاّ چلاّ کر ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح اس آیت سے بھی ذکر بالجہر پر اعتراض کیا جاتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (الاعراف: ۵۵)

اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کرو، بے شک وہ (اللہ) حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۝

اس کا جواب یہ ہے کہ حد سے بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ خوب چلاّ چلاّ کر ذکر کیا جائے، اس آیت میں جہر معتدل اور جہر متوسط سے نہیں منع کیا اور ذکر بالجہر کے مشروع ہونے سے یہی مراد ہے کہ جہر متوسط کے ساتھ ذکر کیا جائے۔

اسی طرح یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے کہ ذکر میں آواز کو بلند کرنا حرام ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو، کیونکہ وہ ریاکاری سے دور ہے اور خضوع کے زیادہ قریب ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں بہ حوالہ بزازیہ علیٰ ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۷۹-۳۷۸، مطبعۃ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس جہر پر محمول ہے جو جہر مفرط ہو اور مضر ہو۔

کیونکہ فتاویٰ بزازیہ میں فتاویٰ قاضی خان سے یہ منقول ہے کہ مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جائے گا تاکہ منع کرنے والا اس آیت کی وعید میں نہ داخل ہو جائے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا. (البقرہ: ۱۱۴)

اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام ذکر کیے جانے سے روکا اور ان کی ویرانی میں کوشش کی۔

اسی طرح یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے بلند آواز سے ذکر کرنے والی ایک جماعت کو مسجد سے نکال دیا تھا، وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھ رہے تھے۔ (مسند دارمی: ۲۱۰، ص ۱۸۲) اور یہ ذکر بالجہر کے جواز کے خلاف ہے:

اس کا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر یہ اثر صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ وہ لوگ بہت چلاّ چلاّ کر ذکر کر رہے تھے۔

اسی طرح حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے والوں سے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ کسی غائب کو پکار رہے ہو۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ۲۹۹۲، صحیح مسلم: ۲۷۰۴، سنن ابوداؤد: ۱۵۲۶، سنن ترمذی: ۳۳۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۴، مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ممانعت کا محمل یہ ہے کہ اس موقع پر جہر کرنا مصلحت کے خلاف تھا۔ روایت ہے کہ وہ اس وقت ایک غزوہ میں تھے اور شاید کہ بلند آواز سے ذکر کرنا کسی مصیبت کا پیش خیمہ ہوتا (کیونکہ میدانِ جنگ میں اپنے مورچوں کو دشمن سے چھپا کر رکھا جاتا ہے) اور بہرحال بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہے۔

(فتاویٰ خیریہ علیٰ ہامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ج ۲ ص ۲۸۲۔۲۸۱، المکتبۃ الحقانیہ، پشاور)

علامہ شامی کی یہ تصریح کہ تمام متقدمین اور متاخرین کے نزدیک ذکر بالجہر مستحب ہے

خاتم الفقہاء علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صاحب بزازیہ کا ذکر بالجہر میں کلام مضطرب ہے، کبھی انہوں نے کہا: یہ حرام ہے، کبھی انہوں نے کہا: یہ جائز ہے (اس کے بعد علامہ شامی نے فتاویٰ خیریہ کی عبارت اختصار سے نقل کی ہے، پھر لکھتے ہیں:) حاشیۃ الحموی میں امام شعرانی سے منقول ہے کہ تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مساجد وغیر مساجد میں جماعت کامل کر ذکر بالجہر کرنا مستحب ہے، ہاں! اگر ان کے جہر سے کسی سننے والے کی نیند میں خلل ہو یا نمازی کی نماز میں خلل ہو یا قرآن پڑھنے والے کی تلاوت میں خلل ہو تو پھر یہ مستحب نہیں ہے (ہوسکتا ہے اس صورت میں یہ مباح ہو یا مکروہ تنزیہی ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار ج ۲ ص ۳۷۷۔۳۷۶، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ہمارا لکھا ہوا ایک رسالہ ''ذکر بالجہر'' چھپا ہوا ہے، اس میں اس مسئلہ کی مکمل تحقیق کی گئی ہے، اس سے پہلے نعمۃ الباری ج ۲ ص ۸۷۴۔۸۷۱، صحیح البخاری: ۸۴۲ میں بھی اس حدیث کی شرح کی جاچکی ہے، تاہم یہاں پر رسالہ ذکر بالجہر اور نعمۃ الباری ج ۲ سے زیادہ تفصیل وتحقیق کی ہے۔ وللہ الحمد

۱۳۲ - بَابُ التَّسْبِيحِ إِذَا هَبَطَ وَادِيًا — جب وادی میں اترے تو تسبیح پڑھے

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جہاد یا حج میں مسافر جائے اور کسی وادی میں اترے تو وہ تسبیح پڑھے۔

۲۹۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حصین بن عبدالرحمان از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہ جب ہم کسی جگہ چڑھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب کسی جگہ اترتے تو تسبیح پڑھتے۔

[طرف الحدیث: ۲۹۹۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بلندی پر تکبیر پڑھنے اور پستی میں تسبیح پڑھنے کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ہم کسی جگہ چڑھتے۔ اس کا معنی ہے: جب ہم کسی بلند جگہ پر جاتے مثلاً پہاڑ یا ٹیلہ پر۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: جب ہم کسی جگہ اترتے۔ یعنی کسی نچلی اور نشیب کی جگہ میں اترتے، مثلاً وادی میں۔

تکبیر کا معنی ہے: اللہ اکبر پڑھنا اور تسبیح کا معنی ہے: سبحان اللہ پڑھنا، ہم کسی بلند جگہ پر اللہ اکبر پڑھتے اور اس جگہ کی بلندی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو یاد کرتے، یعنی یہ جگہ بھی بلند ہے، مگر سب سے بلند اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اور کسی نچلی اور نشیب والی جگہ

میں سبحان اللہ پڑھتے یعنی یہ جگہ پست ہے اور اللہ تعالیٰ ہر پستی اور نشیب سے بَری ہے اور بلند ہے اور یہ حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ سے بھی ماخوذ ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اور مچھلی کا پیٹ بھی پستی اور نشیب کے حکم میں ہے' پستی اور نشیب میں تسبیح پڑھنا حضرت یونس علیہ السلام کی سنت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۴۰' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳۳ - بَابُ التَّكْبِيْرِ إِذَا عَلَا شَرَفًا جب کسی بلندی پر چڑھے تو تکبیر پڑھے

یعنی مسافر جب جہاد یا حج کے سفر میں کسی بلند جگہ پر چڑھے تو پھر اللہ اکبر پڑھے۔

٢٩٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا تَصَوَّبْنَا سَبَّحْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از حصین از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کسی جگہ چڑھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب کسی جگہ اترتے تو تسبیح پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث کی شرح میں بیان کی گئی ہے۔

٢٩٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ الْغَزْوَ يَقُوْلُ كُلَّمَا أَوْفَى عَلٰى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ قَالَ صَالِحٌ فَقُلْتُ لَهُ أَلَمْ يَقُلْ عَبْدُ اللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ لَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از سالم بن عبداللہ از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج سے یا عمرہ سے واپس آتے' راوی کہتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ یا جب کسی غزوہ سے واپس آتے' تو جب بھی آپ کسی بلند جگہ پر پہنچتے یا کسی بجری والی زمین پر پہنچتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے اور پھر یہ پڑھتے: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ' آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ'' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' ہم رجوع کرنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی عبادت کرنے والے ہیں اور اس کو سجدہ کرنے والے ہیں اور اس کی حمد کرنے والے ہیں' اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا اور اپنے (مکرم) بندے کی مدد کی اور کافروں کی جماعت کو اکیلے شکست دی۔ صالح نے کہا: میں نے راوی سے پوچھا: کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا؟ تو

انہوں نے کہا: نہیں!

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٧٩٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ کسی بلند جگہ پر جا کر اللہ کی کبریائی بیان کرتے تھے۔

١٣٤ - بَابٌ يُكْتَبُ لِلْمُسَافِرِ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِي الْإِقَامَةِ

مسافر دورانِ اقامت (یا بیمار دورانِ صحت) جو نیک کام کرتا تھا (بیماری اور) سفر میں بھی اس کے وہی نیک کام لکھے جاتے ہیں

یعنی جب مسافر سفرِ معصیت نہ کرے اور بیماری اور سفر کی مشقت کی وجہ سے ان نیک کاموں کو نہ کر سکے جو وہ دورانِ اقامت کیا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عذر کی وجہ سے اور اپنے فضل سے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ان نیک کاموں کو لکھتے رہیں۔

٢٩٩٦ - حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَبُو إِسْمَاعِيلَ السَّكْسَكِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ وَاصْطَحَبَ هُوَ وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي كَبْشَةَ فِي سَفَرٍ فَكَانَ يَزِيدُ يَصُومُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى مِرَارًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں العوام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم ابواسماعیل السکسکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوبردہ سے سنا اور وہ یزید بن ابی کبشہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے' تو یزید سفر میں روزے رکھ رہے تھے' پس ان سے ابوبردہ نے کہا کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے متعدد بار یہ سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ بیمار ہو یا سفر کرے تو اس کے لیے ان ہی نیک اعمال کے مثل لکھے جاتے ہیں جو نیک اعمال وہ حالتِ اقامت اور حالتِ صحت میں کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مطر بن الفضل المروزی (٢) یزید بن ہارون بن زاذان الواسطی (٣) العوام بن حوشب (٤) ابراہیم بن عبدالرحمان ابواسماعیل السکسکی (٥) ابوبردہ' ان کا نام عامر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام الحارث ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے (٦) یزید بن ابی کبشہ شامی' صحیح البخاری میں ان کا صرف اسی جگہ ذکر ہے (٧) حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٤٢)

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

میں کہتا ہوں کہ سنن ابوداؤد کی روایت بھی امام بخاری کی روایت کی مثل ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بار یا دو بار سے زیادہ مرتبہ سنا ہے کہ جب کوئی بندہ نیک عمل کرتا ہو' پھر وہ کسی بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ عمل نہ کر سکے تو اس کے لیے وہ نیک اعمال لکھ دیئے جاتے ہیں جو وہ تندرستی اور اقامت کی حالت میں کرتا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ٣٠٩١' دار الفکر' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ اچھے طریقہ سے عبادت کرتا ہو پھر وہ بیمار ہو جائے تو جو فرشتہ اس کے سپرد ہوتا ہے اس سے کہا جاتا ہے: اس بندہ کے ان اعمال کی مثل لکھو جو یہ صحت کے زمانہ میں کرتا تھا حتیٰ کہ تم اس کو میرے حوالے کر دو۔ اس حدیث کو امام عبدالرزاق امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مسند البزار: ٧٥٩ ' حلیۃ الاولیاء ج ٨ ص ٣٠٩ ' مسند احمد ج ٢ ص ٢٠٥ طبع قدیم ' مسند احمد ٦١١٦)

اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی مسلمان بندے کے جسم کو کسی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: اس کے اسی عمل کو لکھتے رہو جو یہ زمانۂ صحت میں کرتا تھا' پھر اگر اللہ عزوجل اس کو شفاء دے دیتا ہے تو اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس کو بخش دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٢٢٣ ' شرح السنۃ: ١٤٣٠ ' الادب المفرد: ٥٠١ ' مسند احمد ج ٣ ص ١٤٨ ' مسند احمد: ١٢٥٠٣)

اور امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہو (پھر کبھی) اس پر نیند غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نماز کا اجر لکھ دیتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے۔ (سنن نسائی: ١٧٨٠ ' سنن ابوداؤد: ١٣١٤)

١٣٥ - بَابُ سَيْرِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ بِاللَّيْلِ کسی مرد کا رات کو اکیلے سفر کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا مرد کا رات کو تنہا سفر کرنا مکروہ ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب باب کی پہلی دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے' پہلی حدیث کا تقاضا ہے مکروہ نہیں ہے۔

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو اکیلے سفر کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ رات کو شیاطین پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور اس وقت وہ اکیلے آدمی کو دیکھ کر اس کو طرح طرح کے وسوسے ڈالتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ وہ رات کو اپنے بچوں کو گھروں میں رکھیں اور باہر نکلنے نہ دیں' تاہم اگر کوئی تنہا سفر کرنے کے لیے نکلا تو یہ حرام نہیں ہے' مکروہ ہے۔

رہا یہ کہ اس باب کی حدیث میں حضرت زبیر کا قصہ آ رہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رات کے وقت دشمن کی جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا' سو یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رات کو تنہا سفر کرنا حرام نہیں ہے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو رات میں تنہا نہ بھیجتے' یہ فقط مکروہ تنزیہی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٥ ص ١٧٠ ' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب نے یہ صحیح نہیں لکھا' اگر کوئی شخص ازخود رات کو تنہا سفر کرے تو وہ بے شک مکروہ تنزیہی ہوگا لیکن جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات تنہا بھیجا ہو' وہ کیسے مکروہ تنزیہی ہو سکتا ہے' بلکہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم تھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شیاطین پریشان نہیں کر سکیں گے' اس لیے آپ نے ان کو رات کے وقت دشمن کی جاسوسی کرنے کے لیے تنہا بھیجا۔

٢٩٩٧ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن لوگوں کو طلب کیا' پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

الزُّبَيْرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ قَالَ سُفْيَانُ الْحَوَارِيُّ النَّاصِرُ.

نے لبیک کہا' آپ نے پھر لوگوں کو طلب کیا' پس حضرت زبیر رضی اللہ نے لبیک کہا' آپ نے پھر لوگوں کو طلب کیا' پس حضرت زبیر نے لبیک کہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ سفیان نے کہا: حواری کا معنی ہے: مددگار۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۴۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کسی مرد کو رات کے وقت تنہا بھیجنے کا ذکر ہے۔

۲۹۹۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَّحْدَهٗ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ (ح) اور ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اگر لوگ تنہا سفر کرنے کے اس ضرر کو جان لیتے جس کو میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات کو تنہا سفر نہ کرتا۔

باب مذکور کی دونوں حدیثوں کا فرق

پہلی حدیث کی اس پر دلالت ہے کہ تنہا سفر کرنا جائز ہے اور دوسری حدیث کی اس پر دلالت ہے کہ رات کو تنہا سفر کرنا ممنوع ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ کسی ضروری کام کے لیے مرد رات کو تنہا سفر کرے اور اس کو اپنی سلامتی کا غالب گمان ہو' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو رات میں تنہا بھیجا کیونکہ وہ ضروری کام سے جا رہے تھے اور انہوں نے دشمن کی جاسوسی کرنی تھی' اور ان کو اپنی سلامتی کا غالب گمان تھا' کیونکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیج رہے تھے' دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی از خود رات میں تنہا سفر کرے اور اس کی سلامتی کا کوئی قرینہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا رات میں تنہا سفر کرنا مکروہ ہے' اور یہی اس باب کی دوسری حدیث کا تقاضا ہے۔

علامہ ابن ابی جمرۃ کی شرح

علامہ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ٦٩٩ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ کسی سوار کا رات کو سفر کرنا ممنوع ہے اور اس میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: جس طرح سوار کا رات میں تنہا سفر کرنا ممنوع ہے' اسی طرح رات میں پیدل کا تنہا سفر کرنا ممنوع ہے

اس حدیث میں سوار کو رات میں تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آیا پیدل رات کو تنہا سفر کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص پیدل ہو' اس کا رات کو تنہا سفر کرنا بہ طریق اولیٰ ممنوع ہے' کیونکہ سوار کو بہر حال سواری کے ساتھ انس حاصل ہوتا اور پیدل اس انس سے خالی ہوتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص پیدل ہو اور اس کے ساتھ کوئی سواری نہ ہو تو اگر وہ راستہ میں سو جائے تو اس کو جگانے والا کوئی نہیں ہوگا اور اگر اس پر کوئی مصیبت آ جائے تو اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

مبحث ثانی: رات کو تنہا سفر کرنے کی ممانعت عام لوگوں کے لیے ہے' خواص کے لیے نہیں ہے

نیز رات کو تنہا سفر کرنے کی یہ ممانعت عام لوگوں کے لیے اور رہے خواص تو وہ سفر میں تنہا نہیں ہوتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں یہ دعا کی ہے:

اللهم انت الصاحب فی السفر. — اے اللہ! تو سفر میں میرا ساتھی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۴۲' الرقم المسلسل: ۳۱۶۵' سنن ابوداؤد: ۲۵۹۹)

اسی طرح درج ذیل حدیث ہے:

انا جلیس من ذکرنی. — جو میرا ذکر کرے' میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

(الدرر المنتثرہ: ۱۳۱ ص ۱۱۴' دارالفکر' بیروت ۱۴۱۵ھ)

اور خواص ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں تو ان کو اپنے مولیٰ کی مصاحبت حاصل ہوتی ہے اور سفر میں اس کی مجالست حاصل ہوتی ہے' لہٰذا وہ سفر میں تنہا نہیں ہوتے' اس لیے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اگر سفر میں تنہا ہوں تو اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔

مبحث ثالث: سفر سے مراد متعارف سفر نہیں بلکہ لغوی سفر مراد ہے

سفر کا معنی ہے: ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا' اور صوفیاء کے نزدیک اس سے مراد ہے: جہل سے علم کی طرف منتقل ہونا' اور رات کا اندھیرا جہل ہے' تو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بندہ جہل سے نکل کر علم کی روشنی میں آئے اور جب علم کی روشنی میں آئے گا تو شیطان اس کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ (بہجۃ النفوس ج ۳ ص ۱۴۴۔ ۱۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

١٣٦ - بَابُ السُّرْعَةِ فِی السَّيْرِ عِنْدَ الرُّجُوْعِ إِلَى الْوَطَنِ — وطن کی طرف واپسی میں تیزی سے چلنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وطن کی طرف واپسی کے وقت تیز تیز چلنا جائز ہے۔

قَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّیْ مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَّتَعَجَّلَ مَعِیَ فَلْيُعَجِّلْ.

ابوحمید نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں مدینہ کی طرف جلدی جا رہا ہوں' سو جو جلدی جانے کا ارادہ کرے' وہ میرے ساتھ جلدی چلے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے' ابوحمید کا نام عبدالرحمٰن ہے اور یہ انصاری صحابی ہیں۔

٢٩٩٩ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ أَبِیْ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ يَحْيٰى يَقُوْلُ وَأَنَا أَسْمَعُ فَسَقَطَ عَنِّیْ عَنْ مَّسِيْرِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَ فَكَانَ يَسِيْرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے (سفر حج میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار کے متعلق) سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یحییٰ اس کو بیان کر رہے تھے اور میں

الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ.

یہ بتانا بھول گیا کہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کیسی تھی؟ آپ سہولت کے ساتھ چلتے تھے، جب آپ راستہ میں کشادگی پاتے تو تیز چلتے، اور ''نصّ'' کا معنی ہے: سہولت سے زیادہ تیز چلنا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٦٦٦ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیز چلنے کا ذکر ہے۔

٣٠٠٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی اور وہ ابن اسلم ہیں، از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ کے راستہ میں تھا تو حضرت ابن عمر کو یہ خبر پہنچی کہ (ان کی بیوی) صفیہ بنت ابی عبید کو شدید درد ہے تو انہوں نے تیز چلنا شروع کیا حتیٰ کہ جب شفق غروب ہوگئی تو وہ سواری سے اترے اور انہوں نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں، اور انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد جانا ہوتا تو آپ مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے اور دونوں (مغرب اور عشاء) کو ملا کر پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٠٩١ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر گھر جاتے وقت تیزی کے ساتھ سفر کرتے تھے۔

شیخ البانی کا دو نمازوں کو جمع کرنے کی تمام احادیث کو جمع حقیقی پر محمول کرنا

محمد ناصر الدین البانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دو نمازوں کو جمع کرنے سے مراد جمع حقیقی ہے، اس کا معنی ہے: پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کرنا مثلاً ظہر اور عصر دونوں نماز کو معاً عصر کے وقت میں پڑھا جائے، اسی طرح مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھا جائے، اور اس کے متعلق احادیث صحیحہ صریحہ ہیں اور اس میں زیادہ صریح عصر کی نماز کو مقدم کر کے ظہر کے وقت میں پڑھنا ہے اور دونوں نمازیں جمع کر کے ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں، اسی طرح عشاء کی نماز کو مغرب کے ساتھ پڑھنا ہے، اس میں جمع صوری متصور نہیں ہے، اس کی زیادہ واضح مثال یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بارش کے وقت دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جائے، اس میں جمع تقدیم کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے، ان تمام کے متعلق احادیث کثیرہ صحیحہ وارد ہیں۔

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ٣٠٤٠، ج ٧، قسم اول، ص ٩٠-٨٩، مکتبۃ المعارف، ریاض، ١٤٢٢ھ)

مصنف کی یہ تحقیق کہ عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو جمع کرنے کی احادیث جمع صوری پر محمول ہیں

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا○ بے شک نماز ایمان والوں پر وقت مقرر میں فرض ہے○

(النساء: ۱۰۳)

اگر دو نمازوں کو جمع کر کے ایک نماز کے وقت میں پڑھا جائے تو یہ اس آیت کے خلاف ہے' عرفات میں عصر کی نماز کو مقدم کر کے ظہر کے وقت میں پڑھا جاتا ہے اور یہ جمع تقدیم ہے اور مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء وقت میں پڑھا جاتا ہے' اس کو جمع تاخیر کہتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں تواتر معنوی سے ثابت ہیں' لہٰذا یہ صورتیں النساء: ۱۰۳ سے مستثنیٰ ہیں' ان کے علاوہ جن دو نمازوں کو جمع کرنے کا احادیث میں ذکر ہے' وہ سب اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے قرآن مجید کو منسوخ قرار دینا جائز نہیں ہے' اگر ان کی توجیہ جمع صوری کے ساتھ ہو سکے تو ان کی توجیہ کی جائے گی ورنہ قرآن مجید کے مقابلہ میں ان اخبار آحاد کو چھوڑ دیا جائے گا' جمع صوری کی مثال اس حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب کی نماز کو اس کے آخری وقت میں پڑھا اور عشاء کی نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا' شیخ البانی کا اس قسم کی تمام صورتوں کو جمع حقیقی پر محمول کرنا اخبار آحاد کو قرآن مجید پر مقدم کرنا ہے' یہ قرآن مجید کے خلاف ہے اور اس کی اہمیت کو کم کرنا ہے۔

٣٠٠١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ فَإِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ فَلْيُعَجِّلْ إِلٰى أَهْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی مولیٰ ابی بکر از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے' وہ تم میں سے کسی ایک شخص کے سونے اور اس کے کھانے اور پینے کو منع کر دیتا ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص اپنا کام پورا کر چکے تو وہ اپنے گھر کی طرف جلد روانہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۰۴ میں گزر چکی ہے۔

١٣٧ - بَابُ إِذَا حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فَرَاٰهَا تُبَاعُ

جب کسی شخص نے کسی آدمی کو گھوڑے پر سوار کیا' پھر اس گھوڑے کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھا

یعنی جب کسی شخص نے کسی آدمی کو جہاد کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا' پھر دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت ہو رہا ہے تو آیا اس شخص کے لیے اس گھوڑے کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس باب کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے لیے اس گھوڑے کو خریدنا جائز نہیں ہے۔

٣٠٠٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهٗ يُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَّبْتَاعَهٗ فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو اللہ کی راہ میں گھوڑے پر سوار کیا' پھر انہوں نے دیکھا کہ اس گھوڑے کو فروخت کیا جا رہا ہے تو انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال

کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۹ میں گزر چکی ہے' صدقہ میں رجوع کی اس طرح وضاحت ہے کہ اگر وہ شخص کسی اور کو گھوڑا فروخت کرے گا تو شرح صدر کے ساتھ زیادہ قیمت لگائے گا اور جب حضرت عمر اس سے وہ گھوڑا خریدیں گے تو اس کو حجاب آئے گا کہ انہوں نے ہی تو مجھے یہ گھوڑا دیا تھا' ان سے میں زیادہ پیسے کیونکر مانگوں۔

٣٠٠٣ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَابْتَاعَهٗ اَوْ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِيَهٗ وَ ظَنَنْتُ اَنَّهٗ بَائِعُهٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَاِنْ بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (کسی شخص کو) اللہ کی راہ میں ایک گھوڑے پر سوار کیا' پس اس نے اس گھوڑے کو فروخت کیا یا اس کو ضائع کر دیا' جب وہ اس کے پاس تھا' تو میں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور میرا یہ گمان تھا کہ وہ مجھے کم پیسوں پر فروخت کر دے گا' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو خواہ وہ تمہیں ایک درہم کے عوض فروخت کر دے' کیونکہ اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو اپنی قے میں رجوع کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس نے اس گھوڑے کو فروخت کر دیا یا اس کو ضائع کر دیا' یعنی یہاں پر راوی کو شک ہے کہ حضرت عمر نے کیا فرمایا تھا کہ وہ اس گھوڑے کو فروخت کر رہا تھا یا وہ اس کو چارا کم ڈالتا تھا' جس کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو گیا تھا کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ اس نے اس کو ضائع کر دیا تھا' پھر انہوں نے سوچا کہ اس کو میں خرید لوں۔

١٣٨ - بَابُ الْجِهَادِ بِاِذْنِ الْاَبَوَيْنِ — والدین کی اجازت سے جہاد کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد والدین کی اجازت سے کرنا چاہیے' امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا کہ آیا والدین کی اجازت سے جہاد کرنا ضروری ہے' مستحب ہے یا کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے اور اس میں تفصیل ہے: اوزاعی' سفیان ثوری' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص والدین کی اجازت کے بغیر جہاد پر روانہ نہ ہو سوائے اس صورت میں کہ دشمن نے اس کے ملک پر حملہ کر دیا ہو' اس صورت میں جہاد کرنا فرضِ عین ہو جاتا ہے اور ہر شخص پر جہاد کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس کے لیے والدین کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے' البتہ ابن حزم نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کے جہاد پر جانے کی وجہ سے اس کے والدین ضائع ہو جائیں تو پھر اس سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور جمہور نے یہ کہا ہے: اس صورت میں بھی اس کا جہاد پر جانا والدین کی اجازت پر موقوف ہے۔ علامہ المنذری نے کہا ہے کہ یہ نفلی جہاد میں ہے لیکن جب اس پر جہاد واجب ہو تو پھر ان کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے' اگر وہ اس کو جہاد پر جانے سے منع کریں تو وہ ان کی نافرمانی کرے اور یہ اس

صورت میں ہے جب اس کے والدین مسلمان ہوں اور اگر اس کے والدین کافر ہوں تو پھر ان کی اجازت کی ضرورت نہیں خواہ جہاد نفل ہو یا فرض' اور اب ان کی اطاعت کرنا معصیت ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ تمام احکام اس صورت میں ہیں' جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہو چکی ہو اور ہجرت' جہاد اور غلبہ دین کی فرضیت ساقط ہو چکی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۷ ۳۴' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٠٠٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَيٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ.

[طرف الحدیث: ۵۹۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو العباس الشاعر سے سنا' اور وہ اپنی حدیث میں متہم نہیں تھے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' پس آپ سے جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ نے پوچھا: آیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم ان کی خدمت میں جہاد کرو۔

(صحیح مسلم: ۲۵۴۹' الرقم المسلسل: ۶۳۹۹' سنن ابوداؤد: ۲۵۲۹' سنن ترمذی: ۱۶۷۷' سنن نسائی: ۳۱۰۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۵۴' الادب المفرد: ۲۰' صحیح ابن حبان: ۳۱۸' شرح السنۃ: ۲۶۳۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۷۶۵۔ ج ۱۱ ص ۷۷ ۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اور اس حدیث کی مؤید دیگر روایات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: والدین سے جہاد کی اجازت لینا۔ اور اس حدیث میں والدین سے اجازت لینے کا ذکر نہیں ہے' سو اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو یہ سوال ذکر ہے کہ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ زندہ ہیں تو ان سے جہاد کی اجازت طلب کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص آیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس شخص سے مراد حضرت جاہمہ بن العباس بن مرداس ہوں' کیونکہ ابو عمر نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے کہ معاویہ بن جاہمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے جہاد میں جانے کا مشورہ طلب کیا تو آپ نے پوچھا: کیا تمہاری والدہ ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس جاؤ اور ان کی تکریم کرو۔ اس حدیث کو امام نسائی اور امام احمد نے بھی معاویہ بن جاہمہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۱' شرح مشکل الآثار: ۲۱۳۲' المستدرک ج ۲ ص ۱۰۴' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹ طبع قدیم)

اور امام ابن ابی عاصم نے سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ جس وقت ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ کے پاس ایک بہت قوی اور توانا اعرابی آیا' پس وہ کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہوں اور میں اپنے اندر اس کی قوت پاتا ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ دشمن سے قتال کروں اور میں آپ

کے سامنے شہید کیا جاؤں' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے والدین ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ! ان سے ملو اور ان کے ساتھ نیکی کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو اور ان کا بھی شکر ادا کرو' اس نے پھر کہا: میں اپنے اندر دشمن سے لڑنے کی قوت پاتا ہوں' آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنے ماں باپ سے ملو اور وہ چلا گیا اور ہم اس کی جسامت اور طاقت پر تعجب کر رہے تھے۔

(الاحاد والمثانی: ۷۲-۱۳ ۔ ۱۳ ۱۷ ۔ ج ۳ ص ۵۹ ۔ ۵۸' دارالرایۃ' ۱۴۱۱ھ)

امام ابوداؤد' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یمن سے ہجرت کی' آپ نے اس سے پوچھا: یمن میں تمہارا کون ہے؟ اس نے کہا: میرے ماں باپ ہیں' آپ نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: ان کی طرف جاؤ! پس ان سے اجازت طلب کرو' اگر وہ اجازت دے دیں تو تم جہاد کرو ورنہ ان کے ساتھ نیکی کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۳۰)

اس حدیث میں ماں' باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید ہے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کے کثرتِ ثواب کو بیان کیا ہے۔

۱۳۹ - بَابُ مَاقِيْلَ فِي الْجَرَسِ وَنَحْوِهٖ فِيْ اَعْنَاقِ الْاِبِلِ

اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹی وغیرہ لٹکانے کے متعلق احادیث

اس حدیث میں اونٹوں کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جہاد کی احادیث میں زیادہ تر اونٹوں کا ذکر ہے۔

۳۰۰۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ اَنَّ اَبَا بَشِيْرٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ وَالنَّاسُ فِيْ مَبِيْتِهِمْ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا اَنْ لَّا يَبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِّنْ وَتَرٍ اَوْ قِلَادَةٌ اِلَّا قُطِعَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم کہ حضرت ابوبشیر الانصاری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' عبداللہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ لوگ اپنی سونے کی جگہوں میں تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قاصد بھیجا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس شخص کے اونٹ کی گردن میں اُون کا ہار ہو' یا فرمایا: ہار ہو' اس کو کاٹ دیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۱۵' الرقم المسلسل: ۵۴۴۲' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف' ابومحمد التنیسی' یہ دمشق کے رہنے والے تھے (۲) امام مالک بن انس (۳) عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمر بن حزم (۴) عباد بن تمیم الانصاری (۵) ابوبشیر الانصاری' ایک قول ہے: ان کا نام قیس بن عبدالحریر ہے' امام ذہبی نے کہا: ابوبشیر انصاری مازنی بیعتِ رضوان میں حاضر تھے' یہ ۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ حرہ کے بعد فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۴۹)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب کے عنوان میں گھنٹی کا ذکر ہے اور حدیث میں گھنٹی کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عموماً ہار میں گھنٹی لٹکائی جاتی ہے اور اس حدیث میں ہار کو کاٹنے کا ذکر ہے اور یہ گھنٹی کے کاٹنے کو بھی مستلزم ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ گھنٹی میں کراہت کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گھنٹی شیطان کی مزمار ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۱۴)

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کراہت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہہ کے لیے ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ نووی وغیرہ نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ کراہت تنزیہی ہے اور ایک قول کراہتِ تحریمی کا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو گھنٹی باندھنا جائز ہے' ورنہ نہیں۔

١٤٠ - بَابُ مَنِ اكْتُتِبَ فِيْ جَيْشٍ فَخَرَجَتْ اِمْرَاَتُهٗ حَاجَّةً وَّكَانَ لَهٗ عُذْرٌ هَلْ يُؤْذَنُ لَهٗ

جو شخص کسی لشکر میں اپنا نام لکھوائے' پھر اس کی بیوی حج کرنے کے لیے نکلے اور اس شخص کا عذر ہو تو کیا اس شخص کو لشکر سے جانے کی اجازت دی جائے گی یا نہیں؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص اپنا نام لشکر میں لکھوائے' پھر اس کی بیوی حج کو جا رہی ہو یا اس کا کوئی اور عذر ہو تو آیا اس کو لشکر سے جانے کی اجازت دی جائے گی یا نہیں؟

٣٠٠٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ وَّلَا تُسَافِرَنَّ امْرَاَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَخَرَجَتِ امْرَاَتِيْ حَاجَّةً قَالَ اِذْهَبْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور نہ کوئی عورت بغیر محرم کے سفر کرے' پھر ایک شخص کھڑا ہوا' اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے' آپ نے فرمایا: تم جاؤ! اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۶۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے' اس حدیث میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: جب ایک حدیث چند احکام پر مشتمل ہو تو اس حکم کے متعلق سوال کرنا چاہیے'--------- جس کا اس شخص کے ساتھ تعلق ہو

کوئی شخص جب کوئی ایسی حدیث سنے جس میں چند احکام ہوں تو وہ صرف اس حکم کے متعلق سوال کرے جس کا اس کی ذات کے ساتھ تعلق ہو اور زیر بحث حدیث میں دو حکم تھے' ایک حکم یہ تھا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور دوسرا حکم یہ تھا کہ کوئی عورت بغیر محرم کے حج کے لیے نہ جائے اور اس شخص کا مسئلہ دوسرے حکم سے متعلق تھا' کیونکہ اس کی بیوی حج کو جا رہی تھی تو اس

نے جہاد میں شرکت سے اپنا یہ عذر بیان کیا۔

مبحث ثانی: دو مستحب حکموں میں سے کسی ایک مستحب حکم کو قرینہ کی بناء پر ترجیح دینا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جانے کا حکم دیا اور جہاد کو ترک کر دیا حالانکہ جہاد میں بہت فضیلت ہے جیسا کہ اس سے پہلے احادیث گزر چکی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جہاد فرضِ عین نہیں تھا بلکہ تبلیغِ اسلام کے لیے فرضِ کفایہ تھا اور اس شخص کے حق میں یہ جہاد مستحب تھا اور اس کا اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لیے جانا یہ بھی مستحب تھا' لیکن اس دوسرے مستحب کو اس لیے ترجیح دی گئی کیونکہ جہاد میں تو اور بھی بہت سے مسلمان جارہے تھے اور اس کی بیوی کے ساتھ حج پر جانے کے لیے کوئی محرم میسر نہیں تھا۔

مبحث ثالث: مسلمانوں کے امیر پر لازم ہے کہ وہ عوام کو اس کام کا حکم دے جس میں منفعت زیادہ ہو

مسلمانوں کے سربراہ کو چاہیے کہ وہ یہ غور کرے کہ عوام کا مفاد کس کام میں زیادہ ہے اور جس کام میں منفعت زیادہ ہو' اس کام کو کرنے کا حکم دے' اب وہ شخص اگر جہاد کرتا تو اس میں بھی اس کی منفعت تھی اور اگر اپنی بیوی کو اپنے ساتھ حج پر لے جاتا تو اس میں بھی اس کی منفعت تھی لیکن زیادہ منفعت اس دوسرے کام میں تھی کیونکہ جہاد میں تو اور بھی بہت سے مسلمان جارہے تھے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو حج پر لے جائے۔ (بہجۃ النفوس شرح بخاری ج ۳ ص ۱۴۷' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

١٤١ - بَابُ الْجَاسُوْسِ — جاسوس کا حکم

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافروں کا جاسوس اگر پکڑ لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ جاسوس کا لفظ تجسس سے ماخوذ ہے' اس کا وزن فاعول ہے اور اس کا معنی ہے: بواطنِ اُمور کی تفتیش کرنا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ﴾ (الممتحنۃ: ١).

قرآن مجید میں ہے: اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ (الممتحنۃ: ۱)

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان کا قصہ اس باب کی حدیث میں آرہا ہے۔

اَلتَّجَسُّسُ اَلتَّبَحُّثُ.

''التجسس'' کا معنی ہے: ''التبحث''۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے' انہوں نے بتایا ہے کہ ''التجسّس'' کا معنی ہے: تفتیش کرنا اور کھوج لگانا۔

٣٠٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ قَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً وَّمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا اِلَى الرَّوْضَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' میں نے ان سے دو مرتبہ سنا' انہوں نے کہا: مجھے حسن بن محمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن ابی رافع نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے' حضرت زبیر اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہم کو بھیجا' فرمایا: تم لوگ جاؤ حتیٰ کہ تم روضہ خاخ میں پہنچ جاؤ' بے شک وہاں پر ایک

فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ فَقُلْنَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِي مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ قَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَكُونَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ قَالَ سُفْيَانُ وَأَيُّ إِسْنَادٍ هٰذَا.

[اطراف الحدیث:٣٠٨١-٣٩٨٣-٤٢٧٤-٤٨٩٠-٦٢٥٩-٦٩٣٩] (صحیح مسلم:٢٤٩٤'الرقم المسلسل:٦٢٩٦'سنن ابوداؤد:٢٦٥٠'سنن ترمذی:٣٣١٦'مسند الحمیدی:٤٩'السنن الکبریٰ:١١٥٨٥'مسند ابویعلیٰ:٣٩٤'صحیح ابن حبان:٦٤٩٩'سنن بیہقی ج٩ ص١٤٦'دلائل النبوۃ ج٥ ص١٧'معالم التنزیل ج٤ ص٣٢٨'مسند احمد ج١ ص٨٠ طبع قدیم'مسند احمد:٦٠٠-ج٢ ص٣٧'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

مسافر عورت ہے اور اس کے پاس ایک مکتوب ہے' تم وہ مکتوب اس سے لے لینا' پس ہم لوگ روانہ ہوئے اور ہم نے اپنے گھوڑوں کو دوڑایا حتیٰ کہ ہم روضہ خاخ میں پہنچ گئے' پس ہم نے وہاں ایک مسافر عورت کو دیکھا تو ہم نے اس سے کہا: وہ مکتوب نکالو! اس نے کہا: میرے پاس کوئی مکتوب نہیں ہے' پس ہم نے کہا: تم وہ مکتوب نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے' اس نے اپنی مینڈھیوں کے گچھے سے وہ مکتوب نکالا' ہم اس مکتوب کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو وہ مکتوب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے اہلِ مکہ کے مشرک لوگوں کی طرف لکھا ہوا تھا اور اس میں مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض اقدامات کی خبر دی گئی تھی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے متعلق عجلت سے فیصلہ نہ کریں' میں ایسا شخص ہوں جو قریش کے ساتھ رہتا تھا اور قریش میں سے نہیں تھا اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں' ان کی مکہ کے مشرکین کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں' ان رشتہ داریوں کی بناء پر ان کے گھر والے اور ان کے اموال محفوظ رہیں گے اور جب کہ میری ان کے ساتھ کوئی نسبی قرابت نہیں تھی تو میں نے چاہا کہ میں ان کے اوپر کوئی احسان کردوں اور اس احسان کی وجہ سے وہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں' اور میں نے یہ فعل نہ کفر کی وجہ سے کیا ہے اور نہ ارتداد کی وجہ سے کیا ہے اور نہ اسلام کے بعد کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے کیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں' آپ نے فرمایا: یہ شخص غزوۂ بدر میں حاضر ہوا ہے اور تمہیں کیا پتا کہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کی طرف متوجہ ہوا' پس فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا' سفیان نے کہا: اس حدیث کی سند جیسی کون سی حدیث ہوگی؟

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ' المعروف بہ ابن المدینی (٢) سفیان بن عیینہ (٣) عمرو بن دینار المکی (٤) حسن بن محمد الحنفیہ' ابو محمد الہاشمی المدنی' یہ عبد الملک بن مروان کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے (٥) عبید اللہ بن ابی رافع' ان کا نام ہے: اسلم' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

آزاد کردہ غلام تھے (٦) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۵۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں اس مسافر عورت کا ذکر ہے جو جاسوسی کے لیے جارہی تھی' کفار کے جاسوس کو قتل کرنے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

روضہ خاخ کا محل وقوع' اللہ کے اس حکم کی توجیہ کہ تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے'۔۔۔۔۔۔۔۔ اور جاسوس کو قتل کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں روضہ خاخ کا ذکر ہے۔ یعقوب نے ذکر کیا ہے کہ عرب کے شہروں میں ایک سوتیس باغات ہیں' ان میں سے ایک روضہ خاخ ہے اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔

اس حدیث میں ''ظعینۃ'' کا لفظ ہے اور یہ اس عورت کو کہتے ہیں جو پالان میں بیٹھی ہو۔ حاکم نے اِکلیل میں لکھا ہے: یہ وہ عورت تھی جو نوحہ گا کر پڑھتی تھی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرتی تھی' فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا' سو اس کو قتل کر دیا گیا اور قاضی اسماعیل نے کتاب الاحکام میں حاطب کے قصہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ مسلمان عورت تھی اور جب حضرت علی اور ان کے اصحاب نے کہا: ہم تمہارے کپڑے اُتار دیں گے ورنہ مکتوب نکالو' تو اس نے کہا تھا: کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہو۔

(واللہ تعالیٰ اعلم!)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں' اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب کی تصدیق کر دی تھی تو پھر حضرت عمر نے ایسا کیوں کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق سے پہلے کہا تھا' اور راوی نے یہاں پر جملوں کی ترتیب اُلٹ پلٹ کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ بہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل بدر کو عام اجازت دے دی ہے کہ وہ خواہ نیک کام کریں یا بُرے' اللہ کی اطاعت کریں یا اس کی نافرمانی کریں' اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے کہا کہ یہ جملہ مستقبل کے لیے نہیں ہے بلکہ ماضی کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے زمانہ ماضی میں جو بھی گناہ کیے ہیں' ان کو میں نے بخش دیا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ تاویل بعید ہے کیونکہ کلامِ عرب میں امر کا صیغہ ماضی کے معنی میں نہیں آتا' پھر اُنہوں نے کہا کہ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعزاز کا کلمہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تکریم کی ہے اور ان کو یہ عزت دی ہے کہ ان کے سابقہ گناہ اللہ نے معاف فرما دیئے اور ان کو اس مرتبہ کا اہل قرار دیا کہ اگر ان سے بالفرض مزید گناہ بھی ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی ہر خبر کے صدق کو ظاہر فرما دیا کیونکہ تمام اہل بدر اپنی وفات تک اہل جنت کے عمل کرتے رہے اور اگر ان سے کوئی گناہ صادر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دے دی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جاسوس خواہ مرد ہو یا عورت' اس کا راز فاش کرنا جائز ہے جب کہ اس کا پردہ فاش کرنے میں مصلحت ہو اور برقرار رکھنے میں خرابی ہو۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جاسوس کو قتل کر دینا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب کو اس لیے قتل نہیں کیا تھا کہ آپ کو ان کے صدق کا علم تھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علمِ غیب کی دلیل ہے۔

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جو جاسوس مسلمان ہو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا' بشرطیکہ وہ معزز آدمی ہو اور امام ابوحنیفہ اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کو دردناک سزا دی جائے گی اور اس کو لمبے عرصہ تک قید میں رکھا جائے گا اور ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ غیب کی خبر دی تھی کہ ایک عورت حضرت حاطب کا مکتوب لے کر قریش کی طرف جا رہی ہے اور وہ روضہ خاخ میں ہوگی اور یہ تمام باتیں آپ کو وحی سے معلوم ہوئیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عورت اللہ اور اس کے رسول کی باغیہ ہو تو اس کو ضرورت کے وقت برہنہ کرنا بھی جائز ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معصیت کو اس کے وقوع سے پہلے بھی بخش دینا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۵۶-۳۵۳ ملخصاً' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۲۷۹- ج ۶ ص ۱۱۶۶ پر مذکور ہے' اس حدیث کے وہاں یہ عنوان ہیں:
(۱) کفار کے لیے جاسوسی کرنے والے کا حکم (۲) اے اہل بدر! تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہارے لیے مغفرت کر دی ہے' اس کی متعدد توجیہات۔

ہم نے تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۱۴۸ پر الممتحنہ: ۱ کی تفسیر میں بھی اس حدیث کی کافی تحقیق کی ہے۔

١٤٢ - بَابُ الْكِسْوَةِ لِلْاُسَارٰى — قیدیوں کو کپڑے پہنانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدیوں کو کپڑے پہنانا جائز ہے۔

٣٠٠٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ اُتِيَ بِاُسَارٰى وَاُتِيَ بِالْعَبَّاسِ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ثَوْبٌ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ قَمِيْصًا فَوَجَدُوْا قَمِيْصَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ يَقْدُرُ عَلَيْهِ فَكَسَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهُ فَلِذٰلِكَ نَزَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَهُ الَّذِيْ اَلْبَسَهٗ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ كَانَتْ لَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يُّكَافِئَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: جس دن جنگ بدر تھی قیدیوں کو لایا گیا اور عباس کو لایا گیا اور ان پر (پورے) کپڑے نہیں تھے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے قمیص تلاش کی' پس لوگوں نے دیکھا کہ عبداللہ بن اُبی کی قمیص ان پر پوری تھی' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو وہ قمیص پہنچائی' سو اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی موت کے وقت اپنی قمیص اس کو (بطور) کفن پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا: اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوپر احسان تھا تو آپ نے چاہا کہ اس کے احسان کا بدلہ اتاریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں قیدی کو کپڑے پہنانے کا ذکر ہے کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس وقت مشرک تھے اور مسلمانوں کی قید میں تھے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی کے مرنے کے بعد بھی اس کے احسان کا بدلہ اتارا جا سکتا ہے' اور اس حدیث میں قیدیوں کو

کپڑے پہنانے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے اور یہ کہ مشرکین کی شرم گاہوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

١٤٣ - بَابُ فَضْلِ مَنْ اَسْلَمَ عَلٰی یَدَیْهِ رَجُلٌ

جس شخص کے ہاتھ پر کوئی مرد مسلمان ہوا' اس کی فضیلت

٣٠٠٩ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِیُّ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَهْلٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَعْنِی ابْنَ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ خَیْبَرَ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یُّفْتَحُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَبَاتَ النَّاسُ لَیْلَتَهُمْ اَیُّهُمْ یُعْطٰی فَغَدَوْا کُلُّهُمْ یَرْجُوْهُ فَقَالَ اَیْنَ عَلِیٌّ فَقِیْلَ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْهِ فَبَصَقَ فِیْ عَیْنَیْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَاَ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ فَقَالَ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلٰی رِسْلِكَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا یَجِبُ عَلَیْهِمْ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ یَّهْدِیَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَیْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن عبد قاری نے حدیث بیان کی از ابی حازم' انہوں نے کہا: مجھے حضرت سہل رضی اللہ نے خبر دی یعنی ابن سعد نے' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا: میں کل ضرور اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھوں پر فتح حاصل ہو گی' وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرے گا' تو لوگوں نے (اس انتظار میں) اپنی رات گزاری کہ کس کو جھنڈا دیا جائے گا؟ پھر صبح کو وہ سب اس امید میں تھے' تو آپ نے پوچھا: علی کہاں ہیں؟ سو بتایا گیا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے' پس آپ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی' پس وہ ایسے تندرست ہو گئے کہ گویا ان کو درد تھا ہی نہیں' پس آپ نے ان کو جھنڈا عطا کیا تو حضرت علی نے کہا: میں ان سے قتال کرتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری مثل (مسلمان) ہو جائیں' آپ نے فرمایا: تم اسی طرح جاؤ حتیٰ کہ جب تم ان کے صحن میں اترو تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو بتانا کہ کیا احکام ان پر واجب ہیں' سو اللہ کی قسم! اگر تمہارے سبب سے اللہ کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٤٢ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اس شخص کی فضیلت بیان فرمائی ہے' جس کی بیعت سے کوئی شخص اسلام لائے۔

١٤٤ - بَابُ الْاُسَارٰی فِی السَّلَاسِلِ

قیدیوں کو زنجیروں میں باندھنا

اس باب میں ''اُسارٰی'' کا لفظ ہے' یہ ''اسیر'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: قیدی' اور ''سلاسل'' کا لفظ ہے' یہ ''سلسلة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: زنجیر۔

٣٠١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ.

[طرف الحدیث:۴۵۵۷] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم پر تعجب فرمائے گا جو جنت میں داخل ہوگی حالانکہ دنیا میں زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔

١٤٥ - بَابُ فَضْلِ مَنْ اَسْلَمَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ

یہودی اور نصرانی کے مسلمان ہونے کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تورات اور انجیل کے ماننے والوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو جائیں، ان کی کیا فضیلت ہے؟

٣٠١١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيٍّ اَبُوْ حَسَنٍ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْاَمَةُ فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيْمَهَا وَيُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ اَدَبَهَا ثُمَّ يُعْتِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا فَلَهُ اَجْرَانِ وَمُؤْمِنُ اَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْ كَانَ مُؤْمِنًا ثُمَّ اٰمَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَالْعَبْدُ الَّذِيْ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهٖ فَلَهُ اَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ وَاَعْطَيْتُكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ وَّقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيْ اَهْوَنَ مِنْهَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں صالح بن حی ابوحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے الشعبی سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوبردہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے اپنے والد سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین لوگوں کے اجر کو دوبارہ دیا جائے گا، ایک وہ شخص کہ جس کی کوئی باندی ہو، سو وہ اس کو تعلیم دے پس اس کو اچھی تعلیم دے اور اس کو ادب سکھائے، پس اس کو اچھا ادب سکھائے، پھر وہ اس کو آزاد کر دے، پس اس سے نکاح کرے تو اس شخص کو دو اجر ملیں گے، (اور دوسرا شخص) اہل کتاب میں سے ایمان لانے والا ہے جو پہلے (بھی) مؤمن تھا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لے آیا تو اس شخص کو بھی دو اجر ملیں گے، (اور تیسرا شخص) وہ غلام ہے جو اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے مالک کی بھی خیرخواہی کرتا ہے، اس کو بھی دو اجر ملیں گے، پھر شعبی نے کہا: ہم نے تم کو یہ حدیث بغیر کسی معاوضہ کے دی ہے اور ایک آدمی اس سے کم حدیث کے لیے مدینہ تک کا سفر کرتا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہودی اور نصرانی کے ایمان لانے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابو محمد عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے ان تین مذکور لوگوں کو دوبارا اجر دیا جائے گا اور یہاں پر چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: حدیث میں مذکور تین لوگوں کے دگنے اجر کی علّت اور علامہ ابن ابی جمرہ کے ایک استدلال پر مصنف کا تعاقب

ان تین لوگوں کو جو دگنا اجر دیا جائے گا آیا وہ ان تین لوگوں کے ساتھ ہی خاص ہے یا اگر اجر دگنا کرنے کی علت دوسرے لوگوں میں بھی پائی جائے تو ان کو بھی دگنا اجر دیا جائے گا اور یہاں پر دونوں صورتیں ہوسکتی ہیں' پس اگر ہم یہ کہیں کہ یہ اجور صرف ان تین لوگوں میں ہی بند ہیں تو پھر اس حدیث میں بحث کی گنجائش نہیں ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اگر کوئی علت مشترک ہو تو یہ دگنا اجر دوسروں کو بھی مل سکتا ہے تو پھر اس صورت میں وہ علت ایک ہے یا کئی علتیں ہیں' پس اگر وہ ایک علت ہو تو وہ علت ان کاموں کو جمع کرنے کا قصد ہے اور ان کاموں کی مشقت پر صبر کرنا ہے اور اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا ہے' پس جس عبادت کے ساتھ بھی یہ علت پائی جائے گی' اس عبادت میں دگنے اجر کی اُمید ہوگی' ہر چند کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس کو قطعی طور پر دگنا اجر ملے گا کیونکہ اعمال کے اجر کی حقیقت تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر موقوف ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ دوبارا اجر ملنے کی علت الگ الگ ہے تو باندی کی وجہ سے اجر دوبار ملنے کی تین علتیں ہوسکتی ہیں: (۱) اس کو تعلیم دینے پر صبر کرنا (۲) اس کو اس وقت آزاد کرنا جب اس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں (۳) اس سے نکاح کر کے اپنے نفس کے حصہ کو ترک کرنا اور اس باندی کے مرتبہ کو بلند کرنا اور ان تین علتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز اپنے نفس کو پسند ہو' اس کو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنا اور اپنے نفس کے حصہ کو ترک کر کے مجاہدہ کرنا' سو جہاں یہ علت پائی جائے' وہاں اجر کے دگنے ہونے کی امید ہوگی اور مؤمن اہل کتاب کے اجر کے دگنے ہونے کی علت یہ ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ اپنے پہلے نبی پر ایمان کو برقرار رکھا ہے اور اگر اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ ہوتا تو اس کا پہلا ایمان ضائع ہو جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے اس کے پہلے ایمان کا اجر بھی محفوظ رہے گا۔ حدیث میں ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: مجھے یہ بتایئے کہ میں زمانۂ جہالت میں جو عبادت کرتا تھا' آیا ان میں میرے لیے کوئی اجر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے جو پہلے نیکیاں کی تھیں' ان ہی کی وجہ سے (یا ان کی برکت سے) تم اسلام لائے ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۲۲' صحیح مسلم: ۱۲۳' الرقم المسلسل: ۲۲۳)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے علامہ ابن ابی جمرہ کا استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ علامہ ابن ابی جمرہ کا مدعا یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص پہلے نبی پر ایمان لایا ہو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد اس پہلے نبی پر ایمان لانے کا اس کا اجر بھی محفوظ رہے گا اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اہل کتاب میں سے نہیں تھے' مشرکین میں سے تھے اور انہوں نے زمانۂ جہالت میں جو عبادت کی تھی' اس کی تفصیل صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں زمانۂ جہالت میں کچھ عبادتیں کرتا تھا' میں صدقہ کرتا تھا' غلام آزاد کرتا تھا' رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا تھا' آیا ان کا مجھے کچھ اجر ملے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے جو پہلے نیکیاں کی تھیں' ان ہی کی وجہ سے تم اسلام لائے ہو۔ (صحیح مسلم: ۱۲۳' الرقم المسلسل: ۲۲۴)

اور ظاہر ہے ان نیکیوں سے مراد انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی پر ایمان لانا نہیں ہے۔

مبحث ثانی: ادب اور علم کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص کی کوئی باندی ہو' وہ اس کو تعلیم دے اور ادب سکھائے۔ سو جاننا چاہیے کہ علم اور ادب میں فرق ہے' علم سے مراد یہ ہے کہ جو کام دین میں فرض ہیں یا واجب ہیں یا مستحب ہیں اور جو کام دین میں حرام ہیں یا مکروہ ہیں' ان کی

تعلیم دی جائے' حدیث میں ہے: تعلیم دو اور آسانی کرو۔

میں کہتا ہوں: یہ پوری حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تعلیم دو اور آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو اور جب تم غصہ میں آؤ تو خاموش رہو اور جب تم غصہ میں آؤ تو خاموش رہو اور جب تم غصہ میں آؤ تو خاموش رہو۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۵۶۔ ج ۴ ص ۳۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اور ادب کا معنی یہ ہے کہ اس کو تہذیب اور حسن خلق سکھایا جائے اور اقوال اور افعال میں مکروہات پر سرزنش کی جائے۔

میں کہتا ہوں کہ ادب کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو ادب سکھائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ہر روز دو کلو (طعام) صدقہ کیا کرے۔

(سنن ترمذی: ۱۹۵۱' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۳۱۱' المعجم الکبیر: ۲۰۳۲' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۰ طبع قدیم' المستدرک ج ۴ ص ۲۶۳' شعب الایمان: ۸۶۵۵' مسند احمد ج ۵ ص ۹۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۹۰۰۔ ج ۳۴ ص ۴۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ایوب بن موسیٰ از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی والد نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے زیادہ کوئی چیز عطا نہیں کی۔ (سنن ترمذی: ۱۹۵۲' مسند احمد ج ۴ ص ۷۷ طبع قدیم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کی تکریم کرو اور ان کو اچھا ادب سکھاؤ۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۱)

مبحث ثالث: باندی کو تعلیم اور ادب سکھانے کا بیان

باندی کو تعلیم دینے سے مراد یہ ہے کہ اس کو گھر کے کام کاج' گھر کے سامان کی حفاظت اور امانت داری کے متعلق بتایا جائے' اور اس کو حسنِ ادب سکھایا جائے۔

میں کہتا ہوں: حسنِ ادب کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نرمی اور ملائمت جس چیز میں ہوتی ہے' اس کو مزین کر دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی اور ملائمت نکل جاتی ہے' اس کو عیب دار بنا دیتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۹۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا' پس اچھا ادب سکھایا۔ (کنز العمال: ۳۱۸۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت) (بہجۃ النفوس شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۴۹۔ ۱۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

١٤٦ - بَابُ أَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُونَ فَيُصَابُ الْوِلْدَانُ وَالذَّرَارِيُّ

اگر کافروں پر شبِ خون مارا جائے اور حملہ کی زد میں ان کی اولاد اور کم سن بچے آ جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

یعنی اگر اہل حرب پر شب خون مارا جائے اور اس میں ان کی اولاد اور بچے ہلاک ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿بَيَاتًا﴾ (الاعراف: ٤) لَيْلًا ﴿لَنُبَيِّتَنَّهُ﴾ (النمل: ٤٩) لَيْلًا ﴿يُبَيِّتُ﴾ (النساء: ٨١) لَيْلًا. "بَیَاتًا" (الاعراف: ۴) یعنی رات میں۔ "لَنُبَیِّتَنَّهٗ" (النمل: ۴۹) "لَیْلًا" یعنی ہم ضرور شب خون ماریں گے۔ "یُبَیِّتُ" (النساء: ۸۱)

شب خون مارا جائے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اس سے ان کا مقصود "یُبَیَّتُوْنَ" کے معنی کی وضاحت کرنا ہے۔

٣٠١٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ وَسُئِلَ عَنْ اَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِّسَائِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَا حِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے الابواء یا ودّان میں گزرے اور آپ سے مشرکین کے ان گھر والوں کے متعلق سوال کیا گیا جن پر شب خون مارا گیا پس اس کی زد میں ان کی عورتیں اور ان کے بچے آ گئے آپ نے فرمایا: وہ (بھی) ان ہی میں سے ہیں اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حفاظت صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبیداللہ سے سنا از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

(صحیح مسلم:١٧٤٥، الرقم المسلسل:٤٤٤٠، سنن ابوداؤد:٢٦٧٢، سنن ترمذی:١٥٧٠، سنن ابن ماجہ:٢٨٣٩، مصنف عبدالرزاق:٢٨٣٩، مصنف عبدالرزاق:١٩٧٥، المعجم الکبیر:٧٤١٩، سنن بیہقی ج٦ ص١٣٦، شرح السنۃ:٢١٩٠، مسند احمد ج٤ ص٣٨ طبع قدیم، مسند احمد:١٦٤٢٦۔ج٢٦ ص٣٥٦، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

دارالحرب میں کافر عورتوں اور کم سن بچوں کو قتل کرنے اور قتل نہ کرنے کی دو مختلف حدیثوں میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر عمل کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہاء نے اس حدیث پر عمل کو ترک کر دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ دارالحرب میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمان کافروں پر حملہ کریں اور کفار اپنے بچوں اور عورتوں کو ڈھال بنالیں تو ان عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اگر کسی قلعہ میں مسلمان قیدی ہوں اور اس میں کافروں کی عورتیں اور بچے ہوں تو اس قلعہ کو نشانہ بنانا جائز نہیں ہے اور ان کا استدلال درج ذیل حدیث کے عموم سے ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی غزوہ میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا۔ (صحیح البخاری، ٣٠١٤)

یہ امام مالک اور اوزاعی کا قول ہے اور فقہاء احناف اور امام شافعی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت اس وقت ہے جب خصوصاً عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کا قصد کیا جائے لیکن جب کفار کو قتل کرنے کا قصد کیا جائے اور وہ اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کو ڈھال بنالیں اور ان عورتوں اور بچوں کو قتل کیے بغیر کافروں کو قتل کرنا ممکن نہ ہو تو پھر ممانعت نہیں ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو شب خون مارنے سے منع نہیں فرمایا اور یہ بات معلوم ہے کہ کافروں کے گھروں میں عورتیں اور بچے بھی ہوتے ہیں جن کو قصداً قتل کرنا حرام ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر شب خون مارنے کی

زد میں کافر عورتیں اور بچے بھی آ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث میں ہے اور قصداً نشانہ بنا کر کافر عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا ممنوع ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار پر حملہ کرنے اور شب خون مارنے کا حکم دیا ہے اور آپ کو یہ علم تھا کہ اس حملہ کی زد میں کافر عورتیں اور بچے بھی آ سکتے ہیں، اس کے باوجود آپ نے ان پر حملہ کرنے سے منع نہیں فرمایا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ضمناً عورتیں اور بچے قتل کیے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور قصداً ان کو قتل کرنا ممنوع ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

٣٠١٣ - حَدَّثَنَا الصَّعْبُ فِي الذَّرَارِيِّ كَانَ عَمْرٌو يُحَدِّثُنَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ الصَّعْبِ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَلَمْ يَقُلْ كَمَا قَالَ عَمْرٌو هُمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الصعب نے الذراری کے بارے میں حدیث بیان کی کہ عمرو ہمیں حدیث بیان کرتے ہیں از ابن شہاب از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پس ہم نے اس کو الزہری سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت الصعب رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: وہ ان سے ہیں اور اس طرح نہیں کہا جس طرح عمرو نے کہا کہ وہ اپنے آباء سے ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٠١٢ میں گزر چکی ہے۔

١٤٧ - بَابُ قَتْلِ الصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ — بچوں کو دار الحرب میں قتل کرنے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بچوں کو دار الحرب میں قتل کرنا ممنوع ہے کیونکہ وہ کفر کرنے سے قاصر ہیں اور ان کو زندہ رکھنے میں ان کو غلام بنانے یا ان سے فدیہ لینے کا فائدہ ہے۔

٣٠١٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از نافع کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی غزوہ میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے پر انکار فرمایا۔

[طرف الحدیث: ٣٠١٥] (صحیح مسلم: ١٧٤٤، الرقم المسلسل: ٤٤٣٨، سنن ابوداؤد: ٢٦٦٨، سنن ترمذی: ١٥٦٩)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کو قصداً قتل نہ کیا جائے اور ان کو ضمناً قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث میں ہے۔

١٤٨ - بَابُ قَتْلِ النِّسَاءِ فِي الْحَرْبِ — عورتوں کو دار الحرب میں قتل کرنے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دار الحرب میں عورتوں کو (قصداً) قتل کرنا ممنوع ہے اور ان کو ضمناً قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث میں ہے۔

٣٠١٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وُجِدَتِ امْرَأَةٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا: میں نے ابو اسامہ سے کہا: کیا تم کو عبید اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں

مَقْتُوْلَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی غزوہ میں ایک عورت مقتولہ پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۰۱۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی سند میں یہ ذکر ہے کہ اسحاق بن ابراہیم نے ابواسامہ سے پوچھا: کیا تم کو عبید اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ اگر ابواسامہ کہہ دیتے کہ ہاں! تو ان سے اس حدیث کی روایت کرنا صحیح ہوتا اور اگر اس کے جواب میں خاموش رہتے اور اثبات میں ان کے جواب کا قرینہ ہوتا' تب بھی ان سے روایت صحیح ہوتی اور یہاں ایسا ہی ہے کہ ابواسامہ نے سکوت کیا ہے۔

۱۴۹ - بَابٌ لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰهِ — اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دیا جائے

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دیا جائے۔

۳۰۱٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ اِنْ وَّجَدْتُّمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا فَاَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ اِنِّي اَمَرْتُكُمْ اَنْ تَحْرِقُوْا فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ فَاِنْ وَّجَدْتُّمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از بکیر از سلیمان بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا' آپ نے فرمایا: اگر تم فلاں اور فلاں کو پاؤ تو انہیں آگ میں جلا دینا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب ہم روانہ ہونے کا ارادہ کر رہے تھے کہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ تم فلاں اور فلاں کو جلا دینا اور بے شک اللہ کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں دے سکتا' پس اگر تم ان کو پاؤ تو ان کو قتل کر دینا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں آگ کا عذاب دینے سے ممانعت کی گئی ہے۔

۳۰۱۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرَمَةَ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَرَّقَ قَوْمًا فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ اَنَا لَمْ اُحَرِّقْهُمْ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ.

[طرف الحدیث: ٦٩٢٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو آگ میں جلا دیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر میں (ان کی جگہ ہوتا) تو ان کو آگ میں نہ جلاتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دو اور میں ان کو قتل کر دیتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے' اس کو قتل کر دو۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۵۱' سنن ترمذی: ۱۴۵۸' سنن نسائی: ۴۰۷۱' سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۵' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۰۸' مصنف عبدالرزاق: ۹۴۱۳'

المنتقی: ۸۳۴، شرح مشکل الآثار ج ۴ ص ۶۳، صحیح ابن حبان: ۴۴۷۶، المعجم الکبیر: ۱۱۸۵۰، المستدرک ج ۵ ص ۳۳۸، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰۲، شرح السنۃ: ۲۵۶۰، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۷۱۔ ج ۳ ص ۳۶۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ، یہ ابن المدینی ہیں (۲) سفیان، یہ ابن عیینہ ہیں (۳) ایوب، یہ السختیانی ہیں (۴) عکرمہ، یہ حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۶۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دو۔

آگ کا عذاب دینے میں اختلافِ ائمہ

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح حسن ہے، اور مرتد مرد کے متعلق اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے، اور جو عورت اسلام سے مرتدہ ہو جائے، اس کے متعلق اختلاف ہے، اوزاعی، امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے گا اور قتل نہیں کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی ص ۶۱۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

آگ میں جلانے کے جواز پر امام مالک اور امام احمد کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آگ میں جلانے سے منع فرمایا ہے، یہ بطور تحریم نہیں ہے، یہ صرف بطور تواضع ہے اور اس لیے کہ مخلوق کو عذاب دینے میں اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ مشابہت نہ ہو، کیونکہ قتل کرنے سے بھی وہی کام ہوتا ہے جو جلانے سے ہوتا ہے۔

آگ سے جلانا حرام نہیں ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے سامنے عرنیین کو مدینہ کی عید گاہ میں آگ سے جلایا تھا، اور حضرت علی بن ابی طالب نے خوارج کو آگ سے جلایا تھا اور اکثر اہل مدینہ نے کفار کو ان کے قلعوں میں آگ سے جلانے کو جائز قرار دیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ آگ سے نہ جلانا مستحب ہے، یہ معنی نہیں ہے کہ آگ سے نہ جلانا واجب ہے۔

جن فقہاء نے کفار کو آگ میں جلانے سے منع کیا ہے، وہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اور امام مالک بن انس ہیں اور حضرت علی بن ابی طالب نے کفار کو آگ سے جلانے کی اجازت دی ہے، اور حضرت خالد بن ولید نے بعض مرتدین کو آگ سے جلا دیا تو حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا: یہ شخص جو اللہ کے عذاب سے عذاب دے رہا ہے اس کو معزول کر دیں، تو حضرت ابو بکر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس تلوار کو مشرکین پر مسلط کر دیا ہے، اس کو میان میں نہیں ڈالوں گا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۸۸۔ ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ابی جمرہ الاندلسی کی شرح

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرہ الاندلسی التوفی ۶۹۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ سزا اور حدود جلانے سے نہیں دی جاتیں، ان میں جلانے کے بغیر سزا دی جاتی ہے اگرچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو جو قوم لوط کا عمل کرتا تھا آگ میں جلا دیا، لیکن یہ ان سے ایک مرتبہ ہوا ہے اور اس کے بعد انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے اور پہلی بار بھی انہوں نے اس لیے ایسا کیا تھا کہ ان تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی

اور جب ان تک یہ حدیث پہنچ گئی تو پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا' اور یہاں پر چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: جب مجتہد کو اپنے اجتہاد کے خلاف دلیل ظاہر ہو تو وہ اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کر لے

مجتہد کے لیے یہ جائز ہے کہ جب وہ کوئی حکم مستنبط کرے' پھر اس کے لیے اپنے اجتہاد کے خلاف کوئی حکم ظاہر ہو تو اس کے لیے اپنے اجتہاد سے رجوع کرنا جائز ہے' کیونکہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ان دو آدمیوں کو جلا دینا' اور پھر اس سے رجوع فرما لیا۔

مبحث ثانی: جب مجتہد اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کرے تو اس کی وجہ بھی بیان کرے

مجتہد پر یہ لازم ہے کہ جب اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کرے تو اس کی دلیل بھی بیان کرے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کو جلانے کا حکم دیا تھا' پھر بعد میں جب ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تو آپ نے اس کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ آگ سے اللہ کے سوا کوئی عذاب نہیں دیتا۔

مبحث ثالث: حاکم سزا دینے میں کسی کو اپنا نائب بھی بنا سکتا ہے

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو آدمیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم نہیں دیا کہ ان کو آپ کے سامنے پیش کیا جائے بلکہ سزا جاری کرنے میں ان صحابہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔

مبحث رابع: جو اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی کرے' آیا اس سے توبہ طلب کی جائے گی یا نہیں؟

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے: جو شخص اللہ عزوجل اور اس کے رسول کو گالی دے' اس کو قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی' علامہ ابن ابی جمرہ اس پر یہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ جس شخص پر کسی وجہ سے عذاب واجب ہو' پھر اللہ عزوجل اس پر ستر فرما دے اور اس کو اپنی نعمتیں عطا کرے اور اس کو مہلت دے اور وہ بدستور اپنی معصیت پر قائم رہے اور یہ کہے کہ میں اللہ سے معافی کی اُمید رکھتا ہوں تو اس کو چاہیے کہ وہ قیامت کے آنے سے پہلے جلدی توبہ کر لے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

اَفَرَءَیۡتَ اِنۡ مَّتَّعۡنٰهُمۡ سِنِیۡنَ۝ ثُمَّ جَآءَهُمۡ مَّا کَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ۝ (الشعراء:٢٠٦-٢٠٥)	تو کیا آپ نے دیکھا اگر ہم کئی سالوں تک انہیں فائدہ اٹھانے کی مہلت دے دیں۝ پھر ان پر وہی (عذاب) آ جائے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۝

(بہجۃ النفوس ج ٣ ص ١٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

میں کہتا ہوں کہ کسی بُرے کام پر عذاب دینا یا اس کو معاف کر کے عذاب نہ دینا' یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' اس لیے بندوں کو جو اللہ کی حدود جاری کرنے کا مکلف کیا گیا ہے' اس کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا اور اس سلسلہ میں فقہاء احناف کا مسلک یہ ہے کہ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے' اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے: جو شخص اپنے دین کو تبدیل کر دے اس کو قتل کر دو۔ (صحیح بخاری:٣٠١٧)

اس کی شرح میں علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص بھی اپنے دین کو تبدیل کرے گا' اس کو قتل کیا جائے گا اور آگ سے نہیں جلایا جائے گا اور اس حدیث سے ابن ماجشون نے یہ استدلال کیا ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی اور جمہور فقہاء کا مختار یہ ہے کہ اس سے توبہ طلب کی جائے گی' اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اسی حدیث سے امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ جب کوئی یہودی نصرانی ہو جائے یا نصرانی یہودی ہو جائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' اور امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' کیونکہ کفر کی تمام اقسام "ملّة واحدة" ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ مرتدہ عورت کو بھی قتل کیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرتدہ کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو قید میں رکھا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳٦٧' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٥٠ - بَابُ ﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً﴾ (محمد: ٤)

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: پس یا تو ان پر احسان کر کے چھوڑ دو اور یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔ (محمد: ۴)

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافر قیدیوں کے متعلق حکام کو اختیار دیا گیا ہے' چاہے تو وہ ان پر احسان کر کے آزاد کر دیں' چاہے تو ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔ امام بخاری نے آیت کا ایک حصہ ذکر کیا ہے' پوری آیت اس طرح ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى إِذَآ أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا. (محمد: ۴)

تو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتیٰ کہ جب تم اچھی طرح ان کا خون بہا چکو تو (قیدیوں کو) مضبوط باندھ لو' پھر خواہ احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دو' حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے۔

فِيهِ حَدِيثُ ثُمَامَةَ.

اس میں ثمامہ کی حدیث ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے یعنی اس باب میں حضرت ثمامہ بن اثال کی حدیث ہے جو صحیح البخاری: ۸۲ میں گزر چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے سواروں کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے' جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا' پھر اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کھول دیا (یعنی اس پر احسان رکھ کر)۔

وَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ (حَتّٰى يَغْلِبَ فِي الْأَرْضِ) تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا﴾ (الانفال: ٦٧).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ اس کے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ (کافروں کا) زمین میں اچھی طرح خون بہا دے (حتیٰ کہ نبی زمین میں غالب ہو جائے)' تم (اپنے لیے) دنیا کا مال چاہتے ہو۔ (الانفال: ٦٧)

امام بخاری نے یہاں پر پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت درج ذیل ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ (الانفال: ٦٧)

کسی نبی کی شان کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہا دے' تم (اپنے لیے) دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے ○

الانفال: ٦٧ کی تفسیر

امام حاکم نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو عباس بن عبد المطلب بھی ان قیدیوں میں تھے جن کو ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا اور انصار نے عباس بن عبد المطلب کو ڈرایا کہ انہیں قتل کر دیں گے' نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں آج پوری رات اپنے چچا عباس کی وجہ سے سو نہیں سکا اور انصار کا یہ کہنا ہے کہ وہ ان کو قتل کر دیں گے' تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان کے پاس جاتا ہوں' آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت عمر انصار کے پاس گئے اور ان سے کہا: عباس کو چھوڑ دو! انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے! تب ان سے حضرت عمر نے کہا: خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا ان کے چھوڑنے میں ہو' پھر بھی؟ انصار نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ رضا ہے تو تم ان کو لے جاؤ' تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو پکڑ کر لے گئے اور ان سے کہا: اے عباس! اسلام قبول کر لو! پس اللہ کی قسم! تمہارا اسلام قبول کرنا مجھے میرے باپ خطاب کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ پسند ہے' اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے اسلام لانے سے خوش ہوں گے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کے متعلق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ سب آپ کے خاندان اور قبیلہ کے لوگ ہیں' آپ ان کو چھوڑ دیں' پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: ان سب کو قتل کر دیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فدیہ لیا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

کسی نبی کی شان کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہا دے۔ (الانفال:٦٧)

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک: ٣٣٢٣-ج ٣ ص ٦٢-٦١' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٧ھ)

مشرکین کو قتل کرنے یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنے یا فدیہ لے کر انہیں چھوڑنے میں فقہاء تابعین کے مختلف اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ کسی قیدی کو گرفتاری کی حالت میں قتل کرنا جائز نہیں ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ آیت: پس مشرکین کو قتل کرو جہاں تم انہیں پاؤ۔ (التوبہ:٥) یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہو چکی ہے: پس یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔ (محمد:٤) اور بعض دوسرے فقہاء تابعین نے کہا ہے کہ مشرک قیدیوں کو صرف قتل کرنا جائز ہے اور مجاہد نے کہا: التوبہ:٥' محمد:٤ کے لیے ناسخ ہے' اور ابن زید نے کہا کہ دونوں آیتیں محکم ہیں اور یہ صحیح قول ہے' کیونکہ ایک آیت دوسری آیت کی نفی نہیں کرتی' امام کو اس میں غور کرنا چاہیے کہ اس کی مصلحت کس چیز میں ہے' کافر قیدیوں کو قتل کرنے میں' یا فدیہ لے کر ان کو چھوڑنے میں' یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنے میں۔ امام مالک' امام احمد اور امام ابو ثور کا یہی مؤقف ہے اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جنگوں میں ان میں سے ہر صورت پر عمل کیا ہے۔

مشرکین کو قتل کرنے یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنے یا فدیہ لے کر انہیں چھوڑنے میں امام ابو حنیفہ اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب

امام طحاوی نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مختلف اقوال ہیں' ان سے ایک قول یہ مروی ہے کہ ان کو فدیہ لے کر نہ چھوڑا جائے ورنہ وہ دوبارہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور اس سے اہل حرب کو قوت حاصل ہو گی' اور ان سے دوسرا قول یہ مروی ہے کہ مشرک قیدیوں کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کا بھی قول ہے' اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنا منسوخ ہو چکا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ صرف سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا' اور ابو عبید نے یہ کہا ہے کہ ہمارا مختار قول یہ ہے کہ یہ تمام آیات محکم ہیں اور ان میں سے

کوئی منسوخ نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام آیات پر عمل کیا ہے آپ نے مشرکین کو قتل بھی کیا ہے اور گرفتار بھی کیا ہے اور مالی اور بدنی فدیہ لے کر ان کو چھوڑا بھی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی آپ نے غزوۂ بدر میں عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا اور نضر بن حارث کو بدر سے واپسی میں قتل کیا پھر آپ نے مدینہ آ کر بدر کے تمام قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا پھر بنو قریظہ سے جنگ کے دن آپ نے ان کے متعلق فیصلہ کرنے کے لیے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا انہوں نے جنگ جوؤں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور بچوں کو قید کرنے کا حکم دیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس حکم کو نافذ اور جاری کر دیا پھر غزوۂ بنو المصطلق میں حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پورے قبیلہ کو زندہ رکھا اور ان کو آزاد کر دیا پھر فتح مکہ کے موقع پر آپ نے ابن خطل اور اس کی دو باندیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اہل مکہ کو چھوڑ دیا پھر غزوۂ حنین میں آپ نے ہوازن کے لوگوں کو قید کیا اور ان پر احسان کیا اور ابوعزہ الجمحی کو غزوۂ اُحد میں قتل کیا اور جنگ بدر میں آپ نے اس پر احسان کیا تھا اور ثمامہ بن اثال کو آپ نے چھوڑ دیا تھا یہ احسان کرنے فدیہ لینے اور قتل کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال ہیں اور ان میں سے کوئی چیز منسوخ نہیں ہے اور اس میں فیصلہ کرنا ملک کے سربراہ کی طرف مفوض ہے اس کو اختیار ہے کہ وہ ان کو قتل کرے احسان کرے یا فدیہ لے کر چھوڑ دے اور اسلام کے لیے جو چیز سودمند ہو وہی کرے اور یہ امام مالک امام شافعی امام احمد اور ابوثور رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٦٩۔٣٦٨ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

١٥١ - بَابٌ هَلْ لِلْأَسِيْرِ اَنْ يَّقْتُلَ اَوْ يَخْدَعَ الَّذِيْنَ اَسَرُوْهُ حَتّٰى يَنْجُوَ مِنَ الْكَفَرَةِ

مسلمان قیدی کے لیے جائز ہے کہ وہ قتل کر کے یا قید کرنے والوں کو دھوکا دے کر اپنے آپ کو کافروں کی قید سے چھڑا لے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ آیا مسلمان قیدی کے لیے اپنے آپ کو کافروں کی قید سے کسی غیر معروف طریقہ سے چھڑا لینا جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

کافروں کی قید سے مسلمان قیدی کے خود کو چھڑانے میں مذاہب ائمہ

امام مالک نے کہا ہے کہ مسلمان قیدی کا کافروں کی قید سے بھاگنا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ مسلمان کا اس پر عہد کرنا باطل ہے اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ قید کے عہد کو پورا نہ کرے امام طبری کا بھی یہی مذہب ہے۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ مسلمان قیدی کے لیے ان کی قید سے بھاگنا جائز ہے اور اس کے لیے ان کا مال لوٹنا جائز نہیں ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر مسلمان قیدی کا کافروں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ ہو تو ہر طریقہ سے اپنے آپ کو ان سے چھڑانا جائز ہے خواہ اس کے لیے ان کو قتل کرنا پڑے یا ان کا مال لینا پڑے یا ان کے گھر میں آگ لگانی پڑے یا جس طرح بھی بن پڑے اس کے لیے اپنے آپ کو آزاد کرا لینا جائز ہے۔

ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن پر فرض کر دیا ہے کہ وہ کافر کے احکام کے تحت نہ رہے اور ان کے ملک سے ہجرت کرنے کو اس پر واجب قرار دیا ہے لہٰذا اس کا کسی بھی طرح ان کی قید سے نکلنا جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کافروں کی قید سے نکل آئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نکل آنے کو جائز قرار دیا تھا اور ان کے اس فعل سے راضی ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٦٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

فِيهِ الْمِسْوَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت مسور رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

یہ روایت، صحیح البخاری: ۲۷۱۱ میں ہے، اس روایت میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا ہے کہ وہ کس طرح کفار مکہ کی قید سے نکل کر آئے تھے اور اس کی مزید تفصیل، صحیح البخاری: ۴۱۵۸۔ ۴۱۵۷ میں ان شاء اللہ آئے گی۔

١٥٢ - بَابٌ إِذَا حَرَّقَ الْمُشْرِكُ الْمُسْلِمَ هَلْ يُحَرَّقُ

اگر کوئی مشرک مسلمان کو جلا دے تو کیا اس مشرک کو (جواب میں) جلا دینا جائز ہے؟

اس باب کے عنوان کی وضاحت اس کے تحت درج حدیث سے ہو رہی ہے:

٣٠١٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَهْطًا مِّنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْغِنَا رِسْلًا قَالَ مَا أَجِدُلَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِالذَّوْدِ فَانْطَلَقُوا فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا حَتّٰى صَحُّوا وَسَمِنُوا وَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ فَأَتَى الصَّرِيخُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتّٰى أُتِيَ بِهِمْ فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ ثُمَّ أَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتّٰى مَاتُوا. قَالَ أَبُو قِلَابَةَ قَتَلُوا وَسَرَقُوا وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَعَوْا فِي الْأَرْضِ فَسَادًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پس ان کو مدینہ (کا موسم) موافق نہیں آیا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے لیے (اونٹنی کے) دودھ کو مہیا کیجئے، آپ نے فرمایا: میں تمہارے لیے اس کو مہیا نہیں کر سکتا سوا اس صورت کے کہ تم اونٹوں کے باڑہ میں رہو، پس وہ وہاں گئے، وہاں انہوں نے اونٹنیوں کے پیشاب اور دودھ کو پیا حتیٰ کہ وہ تندرست اور فربہ ہو گئے اور انہوں نے اونٹنیوں کے محافظ کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو چُرا کر بھاگ گئے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چلّانے والے فریادی کی آواز پہنچی تو آپ نے ان کو پکڑنے کے لیے (مسلمانوں کو) بھیجا، پھر دن چڑھنے سے پہلے ان کو لایا گیا، پس آپ نے ان کے ہاتھ اور پیر کاٹنے کا حکم دیا، پھر آپ نے (لوہے کی) سلائیوں کو گرم کرنے کا حکم دیا، پھر وہ ان کی آنکھوں میں پھیری گئی، پھر ان کو مدینہ کی پتھریلی زمین میں ڈال دیا گیا، وہ پانی مانگتے رہے لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ ابو قلابہ نے کہا: انہوں نے قتل کیا اور چوری کی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اور زمین میں دہشت گردی کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ کسی مشرک نے مسلمان کو جلایا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں، یہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے چرواہوں یا محافظوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں،

اس لیے ان کو یہ سزا دی اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنا' ان کو جلانے کے حکم میں ہے اور اس کی وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں اس لیے پھیری تھیں کہ ان لوگوں نے اونٹنیوں کے محافظوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں۔

(صحیح مسلم: ١٦٧١' الرقم المسلسل: ٤٢٥١' یہ حدیث اس باب کی ساتویں حدیث ہے)

١٥٣ - بَابٌ باب

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان نہیں لکھا اور اس باب کے تحت بغیر عنوان کے حدیث روایت کی ہے اور یہ باب ابوابِ سابقہ کے ساتھ لاحق ہے۔

٣٠١٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِّنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ اللَّهَ.

[طرف الحدیث: ٣٣١٩] (صحیح مسلم: ٢٢٤١' الرقم المسلسل: ٥٧٤٢' سنن ابوداؤد: ٥٢٦٦' سنن نسائی: ٤٣٥٨' سنن ابن ماجہ: ٣٢٢٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سعید بن المسیب وابی سلمۃ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ فرما رہے تھے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹا تو انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹی کی پوری بستی میں آگ لگا دی جائے' سو ان کی بستی میں آگ لگا دی گئی تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹا تو آپ نے مخلوقات میں سے ایک پوری مخلوق کو جلا ڈالا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی تھی۔

اس حدیث کی اس سے پہلی احادیث کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ کسی کو جلانے میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے' اگر وہ نبی صرف اس چیونٹی کو جلاتے جس نے کاٹا تھا تو ان پر عتاب نہ ہوتا۔

ایک نبی علیہ السلام کے چیونٹیاں جلانے پر اعتراضات اور اس کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ چیونٹی کو قصاص میں جلانا کس طرح جائز ہوگا حالانکہ وہ مکلّف نہیں ہے' پھر بُرائی کی سزا اس کی مثل ہوتی ہے' پھر کاٹنے والی ایک چیونٹی تھی تو دوسری چیونٹیاں جنہوں نے کاٹا نہیں تھا' ان کو سزا کیوں دی گئی' کیونکہ کسی کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا؟ انہوں نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ان کی شریعت میں جائز ہو اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جو جانور طبعاً ایذاء پہنچائے' اس کو شرعاً قتل کرنا جائز ہے جیسے سانپ اور بچھو کو قتل کرنا جائز ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کا یہ فعل اگر جائز تھا تو ان پر عتاب کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں۔

علامہ عینی نے علامہ کرمانی کی تقریر پر یہ اعتراض کیا ہے کہ چیونٹی سانپ اور بچھو کی طرح طبعاً موذی نہیں ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس نے اتفاقاً کاٹ لیا ہو اور اس نبی پر خلافِ اولیٰ کے ارتکاب پر عتاب کیا گیا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام حیوانات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (بنواسرائیل:۴۴) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۷۲ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حشرات الارض کو مارنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جانوروں میں سے پانچ کل کے کل فاسق ہیں۔ان کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے: کوا' چیل' بچھو' چوہا' کاٹنے والا کتا۔

(صحیح البخاری:۱۸۲۹' صحیح مسلم:۱۱۹۸' سنن نسائی:۲۸۲۹' سنن ابن ماجہ:۳۰۸۷)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے: چیونٹی' شہد کی مکھی' ہدہد' لٹورا (سبز رنگ کا پرندہ جو چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے)۔ (سنن ابوداؤد:۵۲۶۷' سنن ابن ماجہ:۳۲۲۴' مسند احمد:۳۰۶۷' دارالفکر' بیروت)

بعض اوقات گھروں میں چیونٹیاں' مچھر' مکھیاں' کھٹمل وغیرہ بہت زیادہ ہو جاتے ہیں جن سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے' چیونٹیاں بستروں پر چڑھ جاتی ہیں اور انسان کی آنکھوں اور بدن کے دوسرے حصوں پر کاٹ لیتی ہیں' جس سے انسان شدید تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے' آیا ان کو فنس وغیرہ اسپرے کر کے مارنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خود سے ضرر کو دور کرنے کے لیے ان کو مارنا جائز ہے اور بلاوجہ کسی کو مارنا جائز نہیں ہے' اور اس کی اصل وہ احادیث ہیں جن میں آپ نے کاٹنے والے کتے' چوہے' سانپ اور بچھو کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

حشرات الارض کو مارنے کے متعلق فقہاء کی عبارات

علامہ محمد بن محمد ابن البزاز الکردری متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

مختار یہ ہے کہ چیونٹی جب اذیت پہنچانے کی ابتداء کرے تو اس کو ہلاک کرنا جائز ہے' ورنہ اس کو ہلاک کرنا مکروہ ہے اور اس کو پانی میں ڈالنا مطلقاً مکروہ ہے' جوؤں کو ہلاک کرنا مکروہ نہیں ہے' اس کو اور بچھو کو آگ میں جلانا مکروہ ہے' ٹڈیوں کو ہلاک کرنا جائز ہے' بلی جب ایذاء پہنچائے تو اس کو ہلاک کرنا مکروہ ہے' اس کو چھری سے ذبح کر دیا جائے' جس بستی میں کتے ہوں اور بستی والوں کو ان کتوں سے ضرر پہنچے تو بستی والے کتوں کے مالکوں سے کہیں کہ ان کتوں کو قتل کر دے اور اگر وہ انکار کریں تو حاکم شہر ان کو قتل کرنے کا حکم دے' گھروں میں کتوں کو چوروں اور دشمنوں سے حفاظت یا شکار کے سوا نہ رکھا جائے' اسی طرح شیر اور چیتے اور باقی درندوں کو' اگر کوئی کتا راستے سے گزرنے والوں کو کاٹتا ہو اور کوئی شخص کاٹنے کے بعد اس کو قتل کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور اگر وہ کاٹنے سے پہلے اس کو قتل کرے گا تو اس پر تاوان ہے اور ریشم کے کیڑوں کو پالنا بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ بزازیہ علیٰ ھامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۷۰' مطبع امیریہ کبریٰ' مصر' ۱۳۱۰ھ)

ان مسائل کو فتاویٰ عالم گیری میں زیادہ تفصیل سے لکھا ہوا ہے۔

١٥٤ - بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالنَّخِيْلِ

(حربی کافروں کے) گھروں اور کھجور کے درختوں کو جلانا

اس باب میں مشرکین کے گھروں اور ان کے کھجور کے درختوں کو جلانے کا بیان ہے۔

۳۰۲۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ قَالَ لِي جَرِيرٌ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِي خَثْعَمَ يُسَمَّى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ قَالَ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُهُ فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْوَفُ أَوْ أَجْرَبُ قَالَ فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ. [اطراف الحدیث: ٣٠٣٦-٣٠٧٦-٣٨٢٣-٤٣٥٥-٤٣٥٦-٤٣٥٧-٦٠٨٩-٦٣٣٣]

(صحیح مسلم: ٢٤٧٦، الرقم المسلسل: ٦٢٦٠)

کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل انہوں نے کہا: مجھے قیس بن ابی حازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھ سے جریر نے بیان کیا' انہوں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصۃ (کو تباہ کر کے) راحت نہیں پہنچاتے! حضرت جریر نے بتایا کہ ذی الخلصۃ قبیلہ خثعم کا ایک بت خانہ تھا' جس کا نام کعبہ الیمانیہ رکھا گیا تھا' حضرت جریر نے کہا: میں قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس گھوڑے سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ سب (اچھے) شہ سوار تھے' حضرت جریر نے کہا: میں گھوڑے پر ثابت نہیں رہتا تھا تو آپ نے میرے سینے پر ایک ضرب لگائی حتیٰ کہ میں نے آپ کی انگلیوں کا نشان اپنے سینے میں دیکھا اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ' اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' پھر وہ ذی الخلصۃ کی طرف روانہ ہوئے' پس انہوں نے اس کو منہدم کیا اور جلا دیا' پھر ایک آدمی کو اس کی خبر دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا تو حضرت جریر کے قاصد نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے پاس اس وقت تک نہیں آیا حتیٰ کہ میں نے ذی الخلصۃ کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ خالی پیٹ والا اونٹ ہے یا خارش زدہ اونٹ ہے' انہوں نے بتایا کہ آپ نے قبیلہ احمس کے گھوڑے سواروں اور پیادوں کے متعلق پانچ بار برکت کی دعا کی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس انہوں نے ذی الخلصۃ کو منہدم کر دیا اور جلا دیا۔

مشکل الفاظ کے معانی اور مسائل اور فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذی الخلصہ کا ذکر ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا: ذی الخلصۃ' قبیلہ دوس کا بت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ خثعم کا بت تھا جس کو وہ کعبہ یمانیۃ کہتے تھے۔ اس حدیث میں مذکور ہے: گویا وہ خالی پیٹ والا اونٹ تھا' یعنی پیٹ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اس سے خالی تھا' اس کی وجہ شبہ یہ ہے کہ اس سے بالکل ہی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا تھا یا بتایا کہ وہ خارش زدہ اونٹ کی طرح تھا' یعنی جس طرح خارش زدہ اونٹ سیاہ ہو جاتا ہے' اسی طرح وہ بھی جل کر سیاہ ہو گیا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس گھر میں کفار بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہوں' اس کو منہدم کرنا اور اس کو جلانا جائز ہے۔

اس حدیث میں لشکر اسلام کے لیے دعا کرنے کا ثبوت ہے۔

اور اس حدیث میں باطل کو بالکلیہ مٹانے کا ثبوت ہے اور سلطان کی طرف فتح کی خبر بھیجنے کا ثبوت بھی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۷ ۳۔ ۳۴۷ ۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۰۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے درختوں کو جلا دیا۔

اس حدیث کی شرح ’صحیح البخاری: ۲۳۲۹ میں گزر چکی ہے‘ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کھجور کے درختوں کو جلانے کا ذکر ہے۔

۱۵۵ - بَابُ قَتْلِ النَّائِمِ الْمُشْرِكِ سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو مشرک باعثِ شر ہو اس کو سوتے میں قتل کر دینا جائز ہے۔

۳۰۲۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ اَبِي زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى اَبِي رَافِعٍ لِيَقْتُلُوْهُ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَدَخَلَ حِصْنَهُمْ قَالَ فَدَخَلْتُ فِي مَرْبِطِ دَوَابَّ لَهُمْ قَالَ وَاَغْلَقُوْا بَابَ الْحِصْنِ ثُمَّ اِنَّهُمْ فَقَدُوْا حِمَارًا لَّهُمْ فَخَرَجُوْا يَطْلُبُوْنَهُ فَخَرَجْتُ فِيْمَنْ خَرَجَ اُرِيْهِمْ اَنَّنِيْ اَطْلُبُهُ مَعَهُمْ فَوَجَدُوا الْحِمَارَ فَدَخَلُوْا وَدَخَلْتُ وَاَغْلَقُوْا بَابَ الْحِصْنِ لَيْلًا فَوَضَعُوا الْمَفَاتِيْحَ فِيْ كَوَّةٍ حَيْثُ اَرَاهَا فَلَمَّا نَامُوْا اَخَذْتُ الْمَفَاتِيْحَ فَفَتَحْتُ بَابَ الْحِصْنِ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا اَبَا رَافِعٍ فَاَجَابَنِيْ فَتَعَمَّدْتُ الصَّوْتَ فَضَرَبْتُهُ فَصَاحَ فَخَرَجْتُ ثُمَّ جِئْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ كَاَنِّيْ مُغِيْثٌ فَقُلْتُ يَا اَبَا رَافِعٍ وَغَيَّرْتُ صَوْتِيْ فَقَالَ مَا لَكَ لِاُمِّكَ الْوَيْلُ قُلْتُ مَا شَاْنُكَ قَالَ لَا اَدْرِيْ مَنْ دَخَلَ عَلَيَّ فَضَرَبَنِيْ قَالَ فَوَضَعْتُ سَيْفِيْ فِيْ بَطْنِهِ ثُمَّ تَحَامَلْتُ عَلَيْهِ حَتّٰى قَرَعَ الْعَظْمَ ثُمَّ خَرَجْتُ وَاَنَا دَهِشٌ فَاَتَيْتُ سُلَّمًا لَّهُمْ لِاَنْزِلَ مِنْهُ فَوَقَعْتُ فَوُثِئَتْ رِجْلِيْ فَخَرَجْتُ اِلٰى اَصْحَابِيْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِبَارِحٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصار کو ابورافع (یہودی) کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس کو قتل کر دیں پس ان انصار میں سے ایک مرد روانہ ہوا پس وہ یہودیوں کے قلعہ میں داخل ہو گیا انہوں نے بیان کیا: پس میں ان کے مویشیوں کے اصطبل میں داخل ہوا اور ان لوگوں نے قلعہ کے دروازہ کو بند کر دیا پھر ان لوگوں نے اپنے گدھے کو گم پایا پس وہ اس کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے پس میں بھی ان نکلنے والوں میں شامل ہو کر نکلا میں ان لوگوں پر یہ ظاہر کر رہا تھا کہ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ گدھے کو تلاش کر رہا ہوں پھر ان لوگوں نے گدھے کو پا لیا پس وہ (قلعہ میں) داخل ہوئے اور میں (بھی) داخل ہوا اور انہوں نے رات کو قلعہ کا دروازہ بند کر دیا پھر انہوں نے چابیاں ایک طاق پر رکھ دیں جس کو میں دیکھ رہا تھا پس جب وہ سو گئے تو میں نے چابیاں اٹھا لیں پھر میں نے قلعہ کا دروازہ کھولا پھر میں ابورافع پر داخل ہوا پس میں نے کہا: اے ابورافع! تو اس نے مجھے جواب دیا میں نے قصداً آواز بلند کی تھی (تاکہ وہ مجھے جواب دے اور میں پہچانوں کہ یہ ابورافع ہے) سو میں نے اس کو ضرب لگائی پس وہ چیخا پس میں نکلا پھر اندر آیا پھر میں لوٹا گویا کہ میں اس کی مدد کر رہا ہوں پھر میں

حَتّٰی اَسْمَعَ النَّاعِيَةَ فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰی سَمِعْتُ نَعَايَا أَبِيْ رَافِعٍ تَاجِرِ أَهْلِ الْحِجَازِ قَالَ فَقُمْتُ وَمَابِیْ قَلَبَةٌ حَتّٰی أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْنَاهُ.

[اطراف الحدیث: ۳۰۲۲-۴۰۳۸-۴۰۳۹-۴۰۴۰]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے آواز بدل کر کہا: اے ابورافع! اس نے کہا: تمہیں کیا ہوا؟ تمہاری ماں کو عذاب ہو! میں نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: مجھے پتا نہیں کون میرے پاس آیا اور اس نے مجھے ضرب لگائی تھی' انہوں نے کہا: پھر میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی' پھر اس پر میں نے اپنا پورا بوجھ ڈالا' حتیٰ کہ اس تلوار نے ہڈی کو کاٹ ڈالا' پھر میں اس حال میں وہاں سے نکلا کہ میں دہشت زدہ تھا' پھر میں ان کی سیڑھی کے پاس آیا تا کہ اس جگہ سے اتروں' تو میں گر پڑا اور میرے پیر میں موچ آ گئی' پھر میں اپنے اصحاب کے پاس آیا' پس میں نے کہا: میں اس وقت تک یہاں سے جانے والا نہیں ہوں حتیٰ کہ میں اس کی موت کی خبر دینے والے کی خبر کو سن لوں' پھر میں وہاں سے نہیں گیا حتیٰ کہ میں نے موت کی خبر دینے والیوں سے سنا کہ اہل حجاز کا تاجر ابورافع مر گیا! انہوں نے کہا: پس میں اس حال میں اٹھا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی حتیٰ کہ ہم سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن مسلم بن سعید' ابوالحسن الطوسی' انہوں نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ' ان کا نام میمون الہمدانی الکوفی ہے' یہ قاضی تھے (۳) ابوزکریا الہمدانی الکوفی' یہ نابینا تھے (۴) ابواسحاق' عمرو بن عبداللہ الہمدانی السبیعی الکوفی (۵) حضرت البراء بن عازب الانصاری الخزرجی الاوسی رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۷٦)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا حالانکہ جس وقت ابورافع کو قتل کیا تو اس وقت وہ جاگ رہا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سوئے ہوئے سے مراد لیٹا ہوا ہے۔

ابورافع یہودی کو قتل کرنے والے انصار کے اسماء' ابورافع کو قتل کرنے کا سبب اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں چند انصار کا ذکر ہے' ان کے نام یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن عتیک' حضرت عبداللہ بن عقبہ' حضرت اسعد بن حرام اور حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہم۔ جس انصاری صحابی نے ابورافع یہودی کو قتل کیا تھا' ان کا اسمِ گرامی حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ہے' اس کو قتل کرنے کے حکم دینے کا سبب یہ تھا کہ جب غزوۂ خندق ختم ہو گیا اور بنوقریظہ کا قصہ تمام ہو گیا اور ابورافع ان یہودیوں میں سے تھا جس نے کفار کی جماعتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کے لیے بھیجا تھا تو اس وقت خزرج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' اور امام ابن سعد نے لکھا ہے کہ ابورافع کو قتل کرنے کے لیے ان انصار کے جوانوں کو رمضان ٦ ہجری میں بھیجا تھا۔

اس حدیث میں ابورافع کا ذکر ہے' اس یہودی کا نام عبداللہ تھا اور اس کو سلام بن ابی الحقیق کہا جاتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان انصار میں سے ایک مرد داخل ہوا۔ ان کا نام حضرت عبداللہ بن عتیک ہے' یہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کی مدد کرے خواہ اپنی جان سے مدد کرے یا اپنے مال سے یا اپنی رائے سے تو اس کو کسی بھی حیلہ سے قتل کرنا جائز ہے اور ابورافع یہودی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا اور آپ کے مخالفین کی مدد کرتا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین کی جاسوسی کرنے کے لیے حیلہ سے اور خفیہ طریقہ سے ان کے گھر میں گھسنا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عتیک سیڑھی سے جلدی سے اترے اور ان کے پیر میں موچ آ گئی اور انہوں نے ابورافع کو قتل کرنے کے لیے اس کی حویلی میں گھس کر اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیا تھا' حالانکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ممنوع ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کی سربلندی کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو قتل کرنے کے لیے اور شہادت کے حصول کے لیے ایسا کرنا جائز ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جو ممنوع ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنا کل مال خرچ کر دے اور اس کے اپنے کھانے' پینے' پہننے' اوڑھنے اور دوا دارو کے لیے کچھ نہ بچے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۷۹-۳۷۸' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٠٢٣ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى اَبِيْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَهٗ لَيْلًا فَقَتَلَهٗ وَهُوَ نَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی' از والدِ خود از اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصار کو ابورافع کی طرف بھیجا' پس حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس کے گھر میں رات کے وقت داخل ہوئے' پس اس کو قتل کر دیا اور وہ اس وقت سویا ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٢٢ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت ابورافع کو قتل کیا گیا تھا' وہ اس وقت سویا ہوا تھا۔

١٥٦ - بَابُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ

دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو

اس باب میں ''اللقاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ملاقات' مگر یہاں اس سے مراد مقابلہ ہے۔

٣٠٢٤ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ يُوْسُفَ الْيَرْبُوْعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِعُمَرَ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَاَتَاهُ كِتَابُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن یوسف الیربوعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الفزاری نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ' انہوں نے کہا: مجھے سالم ابوالنضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں عمر بن عبیداللہ کا کاتب تھا' ان کے پاس حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کا خط آیا (جس میں لکھا تھا کہ)

الْعَدُوِّ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح: ۲۸۱۸ میں گزر چکی ہے اس حدیث کو بعینہٖ باب کا عنوان بنایا گیا ہے۔

۳۰۲۵ - ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَ مُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ كُنْتُ كَاتِبًا لِعُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَأَتَاهُ كِتَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ.

پھر آپ لوگوں میں کھڑے ہو گئے پس آپ نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو پس جب تم ان سے مقابلہ کرو تو صبر کرنا اور یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے پھر فرمایا: اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے اور بادلوں کو چلانے والے اور کفار کی جماعتوں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے! اور ہماری ان کے خلاف مدد فرما! اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مجھے سالم ابوالنضر نے حدیث بیان کی کہ میں عمر بن عبیداللہ کا منشی تھا سو ان کے پاس حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا مکتوب آیا کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح: ۲۹۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۰۲۶ - وَقَالَ أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا.

اور ابو عامر نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو پس جب تمہارا اس سے مقابلہ ہو تو (جنگ کی مشقت پر) صبر کرو۔

دشمن کو مقابلہ کے چیلنج کا شرعی حکم

ان دونوں حدیثوں میں دشمن سے مقابلہ کی تمنا سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں اپنی قوت اور طاقت پر گھمنڈ ہے اور لوگ مشقت اور مصیبت پر صبر کرنے میں مختلف ہوتے ہیں اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ایک شخص جہاد میں شدید زخمی ہو گیا پھر وہ زخموں کی تکلیف برداشت نہیں کر سکا تو اس نے خودکشی کر لی۔ (صحیح البخاری: ۲۸۹۸) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں عافیت سے رہوں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مصیبت میں مبتلا رہوں اور اس پر صبر کروں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! تم کسی کو مقابلہ کے لیے مت للکارنا اور جو تم کو مقابلہ کی دعوت دے تو پھر اس سے مقابلہ کرنا کیونکہ وہ باغی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی مدد کا ضامن ہے جس کے خلاف بغاوت کی جائے۔

علامہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ تمام معتمد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ آدمی کے لیے مقابلہ کی دعوت دینا جائز ہے اور وہ ملک کے سربراہ کی اجازت سے دشمن کو مقابلہ کے لیے للکار سکتا ہے امام احمد سفیان ثوری اوزاعی اور اسحاق کا یہی مؤقف ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ دشمن کو للکارنا جائز ہے اور انہوں نے اس میں امام یا غیر امام کی اجازت کا ذکر نہیں کیا اور اگر کافر اس کو مقابلہ کے لیے للکارے اور چیلنج کرے تو اس سے مقابلہ کے لیے نکلنا مستحب ہے اور یہ اس کے لیے مستحب ہے جو اپنی ذات کو آزما چکا ہو اور سربراہِ ملک نے اس کی اجازت دی ہو اور امام مالک سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص صفوں کے درمیان کھڑا ہوا ہے وہ دشمن کو

مقابلہ کی دعوت دے سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اس کی نیت پر موقوف ہے' اگر وہ اس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کرتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور متقدمین ایسا کر چکے ہیں اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے البراء بن مالک مرزبان کو چیلنج کیا' پھر اس کو قتل کر دیا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے غزوۂ حنین میں ایک شخص کو چیلنج کیا' پھر اس کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے چھینا ہوا سامان مجھے عطا فرما دیا اور اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے آپ سے اجازت لے کر دشمن کو للکارا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابن بطال نے اس مسئلہ کو علامہ عینی کی بہ نسبت زیادہ تفصیل سے لکھا ہے اور مذکورہ شرح اسی کا خلاصہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٥ ص ٢٠٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٥٧ - بَابُ الْحَرْبِ خُدْعَةٌ — جنگ ایک دھوکا ہے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جنگ میں دشمن کو دھوکا دینا جائز ہے۔

٣٠٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلَكَ كِسْرٰى ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہو گیا' پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہو گا اور قیصر ضرور ہلاک ہو گا' پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہو گا اور ضرور ان کے خزانے اللہ کی راہ میں تقسیم کیے جائیں گے۔

[اطراف الحدیث: ٣١٢٠-٣٦١٨-٦٦٣٠]

(صحیح مسلم: ٢٩١٨' الرقم المسلسل: ٧٢٢١' سنن ترمذی: ٢٢٢٣' مسند الشافعی ج ٢ ص ١٨٦' مسند الحمیدی: ١٠٩٣' مسند ابویعلیٰ: ٥٨٧٢' مشکل الآثار: ٥٠٩' سنن بیہقی ج ٩ ص ١٧٧' دلائل النبوۃ ج ٤ ص ٣٩٣' شرح السنۃ: ٣٧٨٢' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٢٦٨- ج ١٢ ص ٢٠٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٣٠٢٨ - وَسَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً. آپ نے جنگ کو دھوکا قرار دیا۔

[طرف الحدیث: ٣٠٢٩] (صحیح مسلم: ١٧٤٠' الرقم المسلسل: ٤٤٣١)

دورانِ جنگ دشمن کو دھوکا دینے کی مثالیں اور قیصر و کسریٰ کے متعلق آپ کی دعا کا قبول ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

بعض اہل سیرت نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد غزوۂ احزاب کے دن فرمایا تھا' جب آپ نے حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ قریش' غطفان اور یہود کے درمیان حائل ہو جائیں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جنگ میں دشمن کو دھوکا دینا فوج کی کثرت سے زیادہ مفید ہے اور بغیر علم کے کوئی قدم اٹھانے سے زیادہ نفع آور ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جنگ میں عقل اور رائے کو استعمال کرنا' نیزوں کی ضرب سے زیادہ مفید ہے۔

علامہ المہلب متوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے: جنگ میں دشمن کو دھوکا دینا جس طرح بھی ممکن ہو' جائز ہے مگر جھوٹی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ جنگ میں جتنی جھوٹ کی گنجائش ہے اتنی اور کسی چیز میں نہیں ہے البتہ صراحۃً جھوٹ بولنے سے گریز کیا جائے اور تعریض سے کام نکالا جائے اور واقع کے خلاف کوئی خبر نہ دی جائے۔

علامہ المہلب متوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ دشمن سے کہے کہ اپنے گھوڑے کے زین کا تسمہ سنبھالو اس کی گرہ کھل چکی ہے اور اس کی مراد یہ ہو کہ زمانہ ماضی میں کبھی اس کی گرہ کھل چکی ہے اور جب دشمن اپنے گھوڑے کی زین کے تسمہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ تلوار سے اس کی گردن اڑا دے یا دشمن کو ایسی خبر دے جس سے وہ گھبرا جائے مثلاً اس سے کہے کہ تمہارے امیر کو تو موت آ چکی ہے اور اس سے مراد نیند لے اور صراحۃً واقعہ کے خلاف کوئی بات نہ کرے۔

اس حدیث میں ہے: اس قیصر کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر کو دعا دی تھی جب اس نے آپ کا مکتوب پڑھا تو دعا کی کہ تمہارا ملک سلامت رہے پھر شام سے اس کی حکومت ختم نہیں ہوئی اور رہا کسریٰ تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی کہ تمہارا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا سو اب تک کسریٰ کی حکومت قائم نہ ہو سکی اور اس حدیث میں نبوت کی علامت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے پس واقع میں اسی طرح ہوا۔ (شرح ابن بطال ج ٥ ص ٢٠٢، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

٣٠٢٩ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَصْرَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبَ خُدْعَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوبکر بن اصرم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کا نام دھوکا رکھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٠٢٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٠٣٠ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از عمرو انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنگ دھوکا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٧٣٩، الرقم المسلسل: ٤٤٣٠، سنن ترمذی: ١٦٧٥، سنن ابوداؤد: ٢٦٣٦)

جنگ میں دھوکا دینے کی وضاحت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

''خدعة'' میں تاء وحدت کی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ جنگ میں صرف ایک بار دشمنوں کو دھوکا دیں اور ''خدع'' کا معنی یہ ہے کہ آدمی ایک چیز کو ظاہر کرے اور اصل چیز کو مخفی رکھے اور اس میں اس پر برانگیختہ کیا گیا ہے کہ جنگ میں تدبّر اور رائے کو استعمال کریں علامہ ابن العربی نے کہا ہے: جنگ میں دھوکا دینے کا معنی یہ ہے کہ تعریض سے کام لے اور فکر اور رائے کو استعمال کرے بلکہ جنگ میں فکر اور رائے کو استعمال کرنا شجاعت اور بہادری سے زیادہ مفید ہے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٣٠٥، دار المعرفہ بیروت، ١٤٢٦ھ)

١٥٨ - بَابُ الْكَذِبِ فِي الْحَرْبِ
جنگ میں جھوٹ بولنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ آیا جنگ میں جھوٹ بولنا جائز ہے یا نہیں؟

۳۰۳۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لِّكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّهُ قَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَنَّانَا وَسَاَلَنَا الصَّدَقَةَ قَالَ وَاَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ فَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَنَكْرَهُ اَنْ نَّدَعَهُ حَتّٰى نَنْظُرَ اِلٰى مَا يَصِيْرُ اَمْرُهُ قَالَ فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُهُ حَتّٰى اسْتَمْكَنَ مِنْهُ فَقَتَلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ اس کو پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! راوی نے کہا: پس وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے پھر اس سے کہا: بے شک اس شخص نے ہم کو تھکا دیا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور یہ ہم سے صدقہ کا سوال کرتے ہیں کعب بن اشرف نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تم کو ضرور ملال میں ڈالیں گے حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: پس بے شک ہم نے ان کی پیروی کی ہے اور ہم ان کو اس وقت تک چھوڑنا ناپسند کرتے ہیں حتیٰ کہ ہم یہ دیکھ لیں کہ ان کی اس مہم کا کیا انجام ہوتا ہے راوی نے کہا: پس وہ اسی طرح کعب بن اشرف سے باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے موقع پا کر اس کو قتل کر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۵۱۰ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ نے کعب بن اشرف سے جو باتیں کی تھیں وہ بہ ظاہر جھوٹ تھیں اور درحقیقت وہ اس موقع کی تاک میں تھے کہ انہیں اس کو قتل کرنے کا موقع مل جائے۔

جھوٹ بولنے کے متعلق حدیث اور حضرت محمد بن مسلمہ کا توریہ اور تعریض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

''کِذب'' کی رخصت کے متعلق حدیث درج ذیل ہے:

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صرف تین صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے مرد اپنی عورت سے جھوٹ بولے تا کہ اس کو راضی کرے اور جنگ میں جھوٹ بولے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولے۔ (سنن ترمذی: ۱۹۳۹ مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۴)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ میں نے اپنے بعض اساتذہ سے اس حدیث کا معنی پوچھا تو انہوں نے مجھ سے کہا: جس کذب کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز قرار دیا ہے وہ تعریض ہے یعنی اصل بات کو دل میں چھپا کر مخاطب کے سامنے کوئی اور بات ظاہر کرنا۔

علامہ المہلب نے کہا: اس باب کی حدیث میں جو جھوٹ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: اس شخص نے ہم کو تھکا دیا ہے اور یہ ہم سے صدقہ کا سوال کرتا ہے اس کلام میں یہ تاویل ہے کہ انہوں نے کعب بن اشرف پر یہ ظاہر کیا کہ وہ دنیا کے حصول کے

لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر رہے ہیں' آپ کی پیروی کرنے میں تھک چکے ہیں اور یہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ توریہ اور تعریض ہے کیونکہ انہوں نے دل میں اس بات کو رکھا کہ وہ حق کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر رہے ہیں تا کہ انہیں آخرت میں اجر ملے اور ذکر اس تھکاوٹ کا کیا جوان کو دنیا میں ہوتی ہے' اور حضرت محمد بن مسلمہ نے واقع کے خلاف خبر نہیں دی تھی' ان کے کلام میں فقط ظاہری الٹ پھیر تھی' ورنہ حقیقتاً ان کا کلام باطنی معنی کے موافق تھا اور انہوں نے یہ حیلہ اس لیے کیا تھا کہ کعب بن اشرف کو ایسی باتوں میں لگایا جائے جس سے وہ ان کی طرف مائل ہو اور ان کے قریب آئے اور وہ جھپٹ کر اس کو قتل کر دیں۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٥٩ - بَابُ الْفَتْكِ بِاَهْلِ الْحَرْبِ — خفیہ منصوبہ سے اہل حرب (دشمن) کو قتل کرنا

اس باب کے عنوان میں ''الفتك'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کوئی شخص کسی کے پاس جائے اور اس کو غافل پا کر اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دے۔

٣٠٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاْذَنْ لِيْ فَاَقُوْلُ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ تو حضرت محمد بن مسلمۃ نے کہا: کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پھر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں (مصلحت کی خاطر اپنی اور آپ کی طرف سے کوئی بہ ظاہر غلط) بات کہوں' آپ نے فرمایا: میں نے ایسا کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۱۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں دشمن کو حیلہ سے قتل کرنے کا ذکر ہے۔

١٦٠ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْاِحْتِيَالِ وَالْحَذَرِ مَعَ مَنْ يَّخْشٰى مَعَرَّتَهٗ — جس سے فساد کا خطرہ ہو' اس کے ساتھ حیلہ اور احتیاط کے ساتھ باتیں کرنا

اس باب کے عنوان میں ''مَعَرَّة'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جس کے فساد کا اندیشہ ہو۔

٣٠٣٣ - قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ فَحُدِّثَ بِهٖ فِيْ نَخْلٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ طَفِقَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَابْنُ صَيَّادٍ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَّهٗ فِيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن صیاد کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کو یہ خبر دی گئی تھی کہ وہ (ابن صیاد) کھجور کے درختوں میں ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھجور کے درختوں میں آئے اور آپ

زَمْزَمَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَاصَافِ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَوَثَبَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ.

کھجور کے درختوں میں چھپ رہے تھے اور اس وقت ابن صیاد ایک چادر اوڑھے ہوئے گنگنا رہا تھا تو ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا تو اس نے کہا: اے صاف! یہ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں! پس ابن صیاد چھلانگ مار کر بھاگ گیا' تب رسول اللہ ﷺ نے کہا: اگر وہ اس کو چھوڑ دیتی تو (ابن صیاد کا معاملہ) کھل جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۵۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس شخص سے فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو' اس کی باتوں کو چپکے سے اور حیلہ سے سننا جائز ہے۔

١٦١ - بَابُ الرَّجَزِ فِي الْحَرْبِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِي حَفْرِ الْخَنْدَقِ

دورانِ جنگ رجز یہ کلام پڑھنا اور خندق کھودتے ہوئے آواز کو بلند کرنا

اس باب کے عنوان میں رجز کا ذکر ہے' رجز اس کلام کو کہتے ہیں جو شعر کی صورت اور اس کے وزن پر ہو۔

اس میں ہر مصرع منفرد ہوتا ہے اور اس کے قائل کو شاعر کے بجائے راجز کہتے ہیں۔

فِيْهِ سَهْلٌ وَّاَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت سہل کی اور حضرت انس کی نبی ﷺ سے روایت ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۳۷۹۷' اور ۴۲۸۳ میں مذکور ہے۔

اور اس میں حسب ذیل رجز یہ کلام ہے:

اے اللہ! آخرت کے عیش کے سوا کوئی عیش نہیں ہے۔

اور اس میں مذکور ہے:

اے اللہ! آخرت کی خیر کے سوا کوئی خیر نہیں ہے۔

وَفِيْهِ يَزِيْدُ عَنْ سَلَمَةَ.

اور اس میں یزید کی سلمہ بن اکوع سے روایت ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۴۱۹۶' میں مذکور ہے۔

٣٠٣٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ حَتّٰى وَارَى التُّرَابُ شَعَرَ صَدْرِهٖ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيْرَ الشَّعْرِ وَهُوَ يَرْتَجِزُ بِرَجَزِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا!
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ خندق کے دن دیکھا' نبی ﷺ مٹی کو منتقل فرما رہے تھے اور مٹی نے آپ کے سینہ کے بالوں کو چھپا لیا تھا اور آپ ایسے مرد تھے جن کے بہت زیادہ بال تھے اور آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے رجز یہ کلام کو پڑھ رہے تھے' جو حسب ذیل ہے:

اے اللہ! اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّا قَيْنَا — اور نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے
اِنَّ الْاَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا — سو تو ہم پر سکون نازل فرما
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا — اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ
يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهٗ. — بے شک دشمنوں نے ہم پر حملہ کیا ہے
جب وہ فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں
آپ اس رجزیہ کلام کے ساتھ آواز بلند کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۸۳۶ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں خندق کھودتے وقت رجزیہ کلام پڑھنے کا ذکر ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ محنت مشقت کے کاموں میں سربراہ ملک کو عام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا چاہیے تاکہ لوگ خوشی کے ساتھ ان کاموں کو کریں، اسی وجہ سے آپ نے رجزیہ کلام پڑھا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ وہ کیا عمل کر رہے ہیں اور کس کے لیے عمل کر رہے ہیں اور ان کو یہ بتائیں کہ ان کی اس تھکاوٹ اور مشقت کے مقابلہ میں یہ بہت عظیم کام ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کے کاموں کو کرتے وقت آواز کو بلند کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۶۲ - بَابُ مَنْ لَّا يَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ

جو گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھ سکتا ہو، اس کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا، اس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

۳۰۳۵ - **حَدَّثَنِيْ** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا حَجَبَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِيْ اِلَّا تَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ادریس نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مجھ سے حجاب میں نہیں رہے اور جب بھی آپ مجھے دیکھتے تو آپ میرے چہرے کے سامنے مسکراتے۔

(صحیح مسلم: ۲۴۷۵، الرقم المسلسل: ۶۲۵۷، سنن ترمذی: ۳۸۴۶-۳۸۴۷، المعجم الکبیر: ۲۲۸۷، شعب الایمان: ۸۰۴۵، تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۸۰، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۱۷۸۔ ج ۳۱ ص ۵۱۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

۳۰۳۶ - **وَلَقَدْ** شَكَوْتُ اِلَيْهِ اَنِّيْ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا.

اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے آپ سے یہ شکایت کی کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر مارا اور یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت رکھ! اور اس کو ہدایت دینے والا

اور ہدایت یافتہ بنا!

حضرت جریر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے اوجھل نہیں رہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت جریر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے گھر بھی جاتے تھے اور ازواجِ مطہرات کو بھی دیکھتے تھے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اکثر اوقات وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رہتے تھے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی قوم میں عزت اور وجاہت رکھتا ہو' اس کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی حضرت جریر کو دیکھتے تھے تو مسکراتے تھے' اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند اخلاق کا پتا چلتا ہے اور یہ وصف تکبر کے منافی ہے اور محبت کا سبب ہے۔

اس حدیث میں گھوڑے پر سواری کا ثبوت ہے اور اس کی فضیلت ہے اور جو آدمی ذوحیثیت اور ذووجاہت ہو' اس کو گھوڑے پر سواری کرنی چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حاکم یا استاذ کے لیے اپنے مخاطب کے سینہ پر ہاتھ مارنا جائز ہے اور یہ بھی تواضع کا اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا طریقہ ہے۔

اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت کا ذکر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس دعا کے بعد کبھی حضرت جریر گھوڑے سے نہیں گرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ تمام فوائدِ حدیث' شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۷ میں مذکور ہیں' ان کے علاوہ اس میں یہ اعتراض بھی مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا میں کہا ہے: اے اللہ! اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' اس میں تقدیم اور تاخیر ہے یعنی پہلے انسان خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے' پس کسی کو ہدایت دیتا ہے' حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس دعا میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو ترتیب کا مقتضی ہو۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۵۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے پہلے ''مھدیًا'' فرمایا ہو اور پھر ''ھادیًا'' فرمایا اور حدیث کے راوی نے اس ترتیب کو بدل دیا ہو۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۲۴۴۔ ج ۶ ص ۱۱۴۱ میں مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح میں صرف حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سوانح ذکر کی گئی ہے۔

١٦٣ - بَابُ دَوَاءِ الْجُرْحِ بِإِحْرَاقِ الْحَصِيرِ وَغَسْلِ الْمَرْأَةِ عَنْ أَبِيهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَحَمْلِ الْمَاءِ فِي التُّرْسِ

چٹائی کو جلا کر زخمی کی دوا بنانا اور عورت کا اپنے والد کے چہرے سے خون کو دھونا اور ڈھال میں پانی ڈال کر لانا

٣٠٣٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ قَالَ سَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی'

اَلسَّاعِدِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِاَيِّ شَيْءٍ دُوْوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَابَقِيَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ كَانَ عَلِيٌّ يَجِيْءُ بِالْمَاءِ فِيْ تُرْسِهٖ وَكَانَتْ يَعْنِيْ فَاطِمَةَ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَاَخَذَ حَصِيْرٌ فَاُحْرِقَ ثُمَّ حُشِيَ بِهٖ جُرْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انہوں نے کہا: ہمیں ابوحازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: لوگوں نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم کا علاج کس دوا سے کیا گیا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ اب لوگوں میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں ہے جو اس بات کو مجھ سے زیادہ جانتا ہو' حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی ڈال کر لاتے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ سے خون دھوتی تھیں اور چٹائی لی گئی' پس اس کو جلایا گیا' پھر (اس کی راکھ کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم میں بھر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں زخم میں راکھ کو بھرنے کا ذکر ہے اور عورت کا اپنے والد کے چہرہ سے خون کو دھونے اور ڈھال میں پانی ڈال کر لانے کا ذکر ہے۔

١٦٤ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالْاِخْتِلَافِ فِي الْحَرْبِ وَعُقُوْبَةِ مَنْ عَصٰى اِمَامَهٗ

جنگ میں اختلاف اور جھگڑا کرنا مکروہ ہے اور جو امیر غزوہ کی نافرمانی کرے' اس کی سزا کا بیان

اس باب کے عنوان میں دو لفظ ہیں: تنازع اور اختلاف' تنازع کا معنی ہے: مخاصمت اور جھگڑا کرنا' اور اختلاف کا معنی ہے: ہر فریق ایک رائے کو اختیار کرے اور اختلاف دنیا اور آخرت میں ہلاکت کا سبب ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (الانفال:٤٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپس میں جھگڑا نہ کرو' ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (الانفال:۴۶)

یہ مکمل آیت اور اس سے پہلی آیت اس طرح ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَO وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَO (الانفال:۴۶۔۴۵)

اے ایمان والو! جب دشمن کی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہوO اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہےO

ان آیات میں دشمن سے مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے اور جب دشمن مقابلہ کے لیے للکارے تو اس کے مقابلہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے' پھر اسی حال میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے' سو جس چیز کا حکم دیا ہے' اس پر عمل کرو اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے' اس سے رُک جاؤ اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرو' ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی' یعنی تمہاری قوت اور وحدت جاتی رہے گی۔

قَالَ قَتَادَةُ الرِّيْحُ الْحَرْبُ.

قتادہ نے کہا کہ ''ریح'' کا معنی حرب ہے۔

یہ قتادہ کی روایت ہے اور مجاہد نے کہا ہے: ''ریح'' سے مراد اللہ کی مدد ہے اور ایک قول ہے: ''ریح'' کا معنی ہے: حکومت' اور حکومت جس طرح اپنے امر کو نافذ کرتی ہے' اس کو ہواؤں کے چلنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۹۰)

٣٠٣٨ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا وَأَبَا مُوسٰى إِلَى الْيَمَنِ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از شعبہ از سعید بن ابی بردہ از والد خود از جدِ خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا فرمایا: تم دونوں آسان احکام بیان کرنا اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالنا اور لوگوں کو بشارت دینا اور ان کو متنفر نہ کرنا اور ایک دوسرے سے محبت کرنا اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرنا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۶۱ میں بیان کی گئی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اختلاف کرنے سے منع فرمایا ہے۔

٣٠٣٩ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ وَّكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ إِنْ رَّأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ وَإِنْ رَّأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَ أَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ فَهَزَمُوهُمْ قَالَ فَأَنَا وَاللّٰهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ وَأَسْوُقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْغَنِيمَةَ أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَسِيتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوا وَاللّٰهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ فَلَمَّا أَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ فَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ أَصَابَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً سَبْعِينَ أَسِيرًا وَّ سَبْعِينَ قَتِيلًا فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا وہ یہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے دن پچاس مردوں اور پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا پس فرمایا کہ اگر تم دیکھو کہ ہم پر پرندے جھپٹ رہے ہیں تو تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا حتیٰ کہ میں تم کو پیغام بھیجوں اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے اور ہم نے اس کو پامال کر دیا ہے تب بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا حتیٰ کہ میں تم کو پیغام دوں پس مسلمانوں نے مشرکین کو شکست دے دی حضرت براء نے کہا: میں مشرکوں کی عورتوں کو بھاگتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور ان کے پیروں کا زیور اور ان کی پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں اور وہ اپنے کپڑے اوپر اٹھائے ہوئے تھیں تو حضرت عبداللہ بن جبیر کے اصحاب نے کہا: مالِ غنیمت (لوٹو) اے لوگو! مالِ غنیمت (لوٹو) تمہارے اصحاب غالب آ گئے پس اب تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو! تو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم بھول گئے کہ تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور لوگوں کے پاس جائیں گے اور مالِ غنیمت سے اپنا حصہ لیں گے پس جب وہ (اپنا مورچہ چھوڑ کر) لوگوں کے پاس گئے پس ان کے چہرے پھیر دیئے گئے پس وہ شکست

اَفِی الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَنَهَاهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجِيْبُوْهُ ثُمَّ قَالَ اَفِی الْقَوْمِ ابْنُ اَبِی قُحَافَةَ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اَفِی الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَمَّا هٰٓؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوْا فَمَا مَلَكَ عُمَرُ نَفْسَهٗ فَقَالَ كَذَبْتَ وَاللّٰهِ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ عَدَدْتَّ لَاَحْيَاءٌ كُلُّهُمْ وَقَدْ بَقِیَ لَكَ مَا يَسُوْؤُكَ قَالَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ اِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ فِی الْقَوْمِ مُثْلَةً لَّمْ اٰمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِی ثُمَّ اَخَذَ يَرْتَجِزُ:

خوردہ ہو کر بھاگے اور یہی (اس آیت کا موقع ہے) جب رسول ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے' تو نبی ﷺ کے ساتھ صرف بارہ مرد رہ گئے تھے' پس ہم میں سے ستر مرد شہید ہو گئے' اور نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے غزوۂ بدر کے ان ایک سو چالیس مردوں کو مصیبت زدہ کیا تھا' ان میں سے ستر قید کیے گئے تھے اور ستر قتل کیے گئے' پھر ابوسفیان نے تین بار کہا: کیا لوگوں میں (سیّدنا) محمد (ﷺ) ہیں؟ تو نبی ﷺ نے صحابہ کو جواب دینے سے منع کر دیا' اس نے پھر تین بار کہا: کیا لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا ہے؟ پھر اس نے تین بار کہا: کیا لوگوں میں خطاب کا بیٹا ہے؟ پھر اس نے اپنے اصحاب کی طرف مڑ کر کہا: رہے یہ لوگ تو وہ بے شک قتل کر دیئے گئے' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر ضبط نہ کر سکے' پس انہوں نے کہا: تو نے جھوٹ بولا' اللہ کی قسم! اے اللہ کے دشمن! بے شک جن لوگوں کا تو نے شمار کیا ہے وہ سب ضرور زندہ ہیں اور بے شک تیرے لیے ایک ایسی چیز باقی ہے جو تجھ کو رنجیدہ کرے گی' ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ (کنوئیں کا) ڈول ہے' بے شک تم لوگوں میں ایک مُثلہ (جس کے اعضاء کاٹ دیئے گئے ہوں) ہوگا' میں نے اس کو مثلہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور میں اس سے رنجیدہ بھی نہیں ہوا' پھر اس نے رجز پڑھنا شروع کیا اور کہا:

اُعْلُ هُبَلْ اُعْلُ هُبَلْ.

ہبل بلند ہو! ہبل بلند ہو!

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُجِيْبُوْا لَهٗ؟ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَقُوْلُ؟ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ قَالَ اِنَّ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَكُمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُجِيْبُوْا؟ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَقُوْلُ؟ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَكُمْ. [اطراف الحدیث: ٣٩٨٦-٤٠٤٣-٤٠٦٧-٤٥٦١]

(سنن ابوداؤد: ٢٦٦٢)

نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کا جواب نہیں دو گے؟ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: اللہ بلند اور برتر ہے! ابوسفیان نے کہا: بے شک ہمارے لیے العزّیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزّیٰ نہیں ہے' تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کا جواب نہیں دو گے؟ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا: صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے کہا کہ مالِ غنیمت لوٹو' اور وہ اپنا مورچہ چھوڑ کر چلے گئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی' اس وجہ سے ان کو غزوہ اُحد میں

شکست ہوئی۔

مسلمانوں کے آپس کے اختلاف کی وجہ سے اللہ کا عذاب آنا' غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی شکست کی وجہ اور حضرت عمر نے جو ابوسفیان کا جواب دیا' اس میں ان کی معصیت نہیں تھی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ تنازع اور مخالفت' دنیا اور آخرت میں ہلاکت کا سبب ہیں' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ○ (ھود:۱۱۸)

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے ○

ایک قوم نے کہا: ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مخالفت کے لیے پیدا کیا' اور دوسروں نے کہا کہ ان کو اس لیے پیدا کیا کہ اپنے اختلاف کی وجہ سے ایک فریق جنت میں جائے اور دوسرا فریق دوزخ میں' اور یہ اللہ کی کتاب میں بہت جگہ مذکور ہے' اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ایک دوسرے کی مخالفت کی وجہ سے دشمن ان مخالفین کے اوپر فتح حاصل کرے گا' یہ ایک دوسرے سے مخالفت کرتے رہیں گے اور دشمن ان پر غلبہ پالے گا۔

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ ان کے اصحاب کی مخالفت کی وجہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان کو اس جنگ میں شکست ہوئی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (النور:۶۳)

سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ ان پر کوئی آفت آئے یا انہیں دردناک عذاب پہنچ جائے ○

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب کو شکست نہیں ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ابوسفیان کی بات کا جواب دینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو بے مقصد بات میں غور نہیں کرنا چاہیے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو ابوسفیان کو جواب دیا تھا کہ تم جھوٹ کہہ رہے ہو' جن کا تم نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں۔ اس سے ان کا مقصد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہیں تھی بلکہ ابوسفیان کے اس زعم کا رد کرنا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے اصحاب کی کمزوری کی وجہ سے شہید ہو گئے' یہ بہ ظاہر معصیت ہے' حقیقت میں معصیت نہیں ہے۔

حضرت عمر نے کہا کہ وہ چیز باقی ہے جو تم کو رنجیدہ کرے گی' کیونکہ ابوسفیان نے یہ گمان کیا تھا کہ اسلام کی شوکت ٹوٹ گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اکابر اصحاب دنیا سے گزر گئے تو حضرت عمر نے اس کو بتایا کہ وہ سب زندہ ہیں اور عنقریب دوسرے مقابلہ میں تم کو شکست دیں گے۔

اس حدیث میں ہبل کا ذکر ہے' ہبل وہ بت ہے جس کی مشرکین زمانۂ جاہلیت میں عبادت کرتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے جواب میں کہو: اللہ بلند اور برتر ہے' کیونکہ آپ اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں' پھر آپ نے جواب میں کہلوایا کہ اللہ اعلیٰ اور اجل ہے' کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کی اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ بت ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے' اس لیے ابوسفیان اس جواب پر کوئی اعتراض نہ کر سکا' پھر اس نے اپنے ایک اور بت کا ذکر کیا اور کہا: ہمارے لیے العزیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب دینے کا حکم دیا اور کہا: تم کہو: اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا

کوئی مولیٰ نہیں۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ عزیٰ اور اس کی مثل دوسرے بت ان کی کوئی حمایت اور مدد نہیں کر سکتے' سو آپ نے اس جواب سے یہ بتایا کہ مدد صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور بتوں کی طرف سے کوئی مدد نہیں ہوتی' اس وجہ سے ابوسفیان خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جواب اپنے اصحاب سے دلوائے اور خود جواب نہیں دیا' اور اس میں یہ تنبیہ کی کہ اس جیسے شخص کو منہ لگانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق نہ تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غزوۂ اُحد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے اصحاب کے اسماء گرامی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ اصحاب رہ گئے تھے' یہ مقاتل کا قول ہے' اور امام ابن سعد نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت قدم رہے اور آپ اپنی کمان سے مسلسل تیر مارتے رہے اور آپ کے ساتھ آپ کے چودہ اصحاب تھے' سات مہاجرین تھے اور سات انصار تھے اور البلاذری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت عبد الرحمان بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت طلحہ بن عبید اللہ' حضرت زبیر بن العوام اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم تھے' اور انصار میں سے الحباب بن المنذر' حضرت ابودجانہ' حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح' حضرت الحارث بن الصمہ' حضرت اسید بن حضیر اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٥ - بَابٌ اِذَا فَزِعُوْا بِاللَّيْلِ — جب لوگ رات کو خوف زدہ ہوں

اس باب میں یہ ذکر کیا ہے کہ جب لشکر یا شہر کے لوگ رات کو خوف زدہ ہوں تو امام یا سربراہ کو چاہیے کہ خود شہر کے گرد گشت لگا کر خوف اور دہشت کی وجہ معلوم کرے یا اپنے کسی نمائندہ کو بھیجے' اس باب کے عنوان میں ''فـــز ع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی اصل میں خوف اور گھبراہٹ ہے۔

٣٠٤٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ قَالَ وَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً سَمِعُوْا صَوْتًا قَالَ فَتَلَقَّاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ وَّهُوَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهٗ فَقَالَ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدْتُّهٗ بَحْرًا يَّعْنِي الْفَرَسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ فیاض تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے' حضرت انس نے بتایا کہ اہل مدینہ نے رات کو ایک آواز سنی (جس سے وہ ڈر گئے) تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر بیٹھ کر لوگوں کے پاس آئے اور اس وقت آپ نے گلے میں اپنی تلوار لٹکائی ہوئی تھی' پھر آپ نے فرمایا: تم مت ڈرو! تم مت ڈرو! پھر آپ نے فرمایا: میں نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رو) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں شہر کے لوگوں کے خوف زدہ ہونے کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے کہ آپ نے ان کا خوف زائل کیا۔

١٦٦- بَابُ مَنْ رَّأَى الْعَدُوَّ فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ يَا صَبَاحَاهُ حَتّٰى يُسْمِعَ النَّاسَ

جس نے دشمن کو دیکھ کر بہ آواز بلند کہا: ''یا صباحاہ'' حتیٰ کہ لوگوں کو سنائے

اس باب کے عنوان میں ''یا صباحاہ'' کے الفاظ ہیں اس کا معنی ہے: صبح کے وقت میں تم کو خبردار کرتا ہوں تاکہ تم اپنی احتیاطی تدابیر اختیار کرلو علامہ قرطبی نے کہا: اس کا معنی ہے: اس شدید مصیبت پر خبردار کرنا جو لوگوں پر اچانک پیش آنے والی ہے اس کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ دشمن رات کے وقت حملہ کرتا ہے گویا کہ یوں کہا گیا ہے کہ صبح کا وقت ہو چکا ہے تم دشمن سے مقابلہ کے لیے تیار ہو جاؤ' کیونکہ دشمن رات کو حملہ کر کے لوٹتا ہے اور دن کے وقت دوبارہ حملہ کرنے آتا ہے اس کا معنی یہ بھی ہے کہ منادی صبح کے وقت لوگوں کو مدد کے لیے پکارتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ وہ کلمہ ہے جس کو منادی امداد کے حصول کے لیے پکارتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٩٥)

٣٠٤١- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ قَالَ خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِينَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الْغَابَةِ حَتّٰى إِذَا كُنْتُ بِثَنِيَّةِ الْغَابَةِ لَقِيَنِي غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قُلْتُ وَيْحَكَ مَا بِكَ؟ قَالَ أُخِذَتْ لِقَاحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَنْ أَخَذَهَا؟ قَالَ غَطَفَانُ وَفَزَارَةُ فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ أَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يَا صَبَاحَاهُ يَا صَبَاحَاهُ ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتّٰى أَلْقَاهُمْ وَقَدْ أَخَذُوهَا فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ وَأَقُولُ

أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

فَاسْتَنْقَذْتُهَا مِنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يَشْرَبُوا فَأَقْبَلْتُ بِهَا أَسُوقُهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْقَوْمَ عِطَاشٌ وَإِنِّي أَعْجَلْتُهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا سِقْيَهُمْ فَابْعَثْ فِي إِثْرِهِمْ فَقَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ إِنَّ الْقَوْمَ يُقْرَوْنَ فِي قَوْمِهِمْ.

[طرف الحدیث: ٤١٩٤] (صحیح مسلم: ١٨٠٦ الرقم المسلسل: ٤٥٦٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے ان کو خبر دی کہ میں مدینہ سے غابہ کی طرف جارہا تھا حتیٰ کہ جب میں غابہ کی گھاٹی میں پہنچا تو مجھے حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ملا میں نے پوچھا: تم پر افسوس ہے! تم کہاں جارہے ہو؟ اس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ لیا گیا ہے میں نے پوچھا: ان اونٹنیوں کو کس نے لوٹا ہے؟ اس نے بتایا: غطفان اور فزارہ نے پس میں نے تین بار بلند آواز سے چیخ ماری میں نے مدینہ کے دونوں کناروں کی پتھریلی زمینوں والوں کو سنا دیا: میں صبح کے وقت تم کو خبردار کر رہا ہوں! میں صبح کے وقت تم کو خبردار کر رہا ہوں! پھر میں تیزی سے روانہ ہوا حتیٰ کہ لٹیروں تک پہنچ گیا اور وہ ان اونٹنیوں کو پکڑ چکے تھے میں نے ان پر تیر مارنے شروع کیے اور میں کہہ رہا تھا کہ میں الاکوع کا بیٹا ہوں اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے پس میں نے ان اونٹنیوں کو ان لٹیروں کے پانی پینے سے پہلے چھڑا لیا پھر میں ان اونٹنیوں کو ہنکا کر لے آیا پھر میری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ لوگ پیاسے ہیں اور میں نے ان کے پانی پینے سے پہلے ان پر جلدی کی آپ ان کے پیچھے کسی کو بھیجیں آپ نے فرمایا: اے ابن الاکوع! تم ان پر غلبہ پا چکے ہو اب تم ان سے درگزر کرو! بے شک ان لوگوں کی ان کی قوم کے لوگوں میں ضیافت ہو رہی ہے۔

یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے بارھویں ہے۔ کتاب المغازی باب غزوہ ذی قرد میں اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔

''الغابه' یوم الرضع'' کے معانی اور حدیث مذکور کے بعض مسائل

اس حدیث میں ''الغابه'' کا ذکر ہے' یہ مدینہ سے شام کی جانب بارہ میل کی مسافت پر ایک جگہ ہے' اس حدیث میں مذکور ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''لِقاح'' (اونٹنیاں) ''لقاح'' کا معنی ہے: دودھ دینے والی اونٹنی' اس کی جمع ''لقوح'' ہے' اور امام ابن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیس اونٹنیاں تھیں' جو ''الغابه'' میں چر رہی تھیں۔

اس حدیث میں غطفان اور فزارہ کا ذکر ہے' یہ عرب کے دو قبیلے ہیں' جو لٹیرے اونٹنیوں کو لوٹ کے لے گئے تھے' ان کا سردار عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری تھا اور وہ غطفان کے گھوڑے سواروں میں تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں ابن الاکوع ہوں' الاکوع لقب ہے اور ان کا نام سنان بن عبداللہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''یوم الرضع'' اس کا معنی ہے: جو شدید حرص سے اپنی ماں کا دودھ پیئے' ابوعمر نے کہا ہے: یہ وہ شخص ہے جو شدتِ حرص کی وجہ سے بکری یا اونٹنی کا دودھ دوہنے سے پہلے پی لے' ایک قول یہ ہے کہ ''رضع'' کا معنی ہے: کمینہ شخص' ابن درید نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اصل یہ ہے کہ قوم عمالقہ کے ایک مرد کے ہاں رات کو ایک مہمان آیا تو اس مرد نے رات کو بکری کے تھن سے منہ لگا کر دودھ پینا شروع کر دیا تا کہ مہمان کو پتا نہ چلے کہ وہ دودھ پی رہا ہے۔

اس حدیث میں جو ابن الاکوع کا یہ قول ہے کہ آج کا دن ''الرضع'' کا دن ہے' اس کا معنی ہے: آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

اس حدیث میں ابن الاکوع کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا ذکر ہے' اس کی توضیح اس طرح ہے کہ عیینہ بن حصن الفزاری نے غطفان کے چالیس گھوڑے سواروں کے ساتھ مل کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیوں کو بدھ کی رات کو لوٹ لیا تو صبح کو ایک چیخ کی آواز آئی کہ اے اللہ کی جماعت! گھوڑوں پر سوار ہو! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آواز سنتے ہی بدھ کی صبح کو ہتھیار پہن کر نکلے تو آپ کی سب سے پہلے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے زرہ پہنی ہوئی تھی سے اور سر پر خود اوڑھا ہوا تھا اور تلوار میان میں ڈالی ہوئی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نیزے کے ساتھ کپڑا باندھ کر اس کو جھنڈا بنا دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم روانہ ہو جاؤ! حتیٰ کہ گھوڑے سواروں کے ساتھ مل جاؤ اور میں تمہارے پیچھے ہوں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا دیا اور حضرت سعد بن عبادہ کو ان کی قوم کے تین سو مردوں کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا' حضرت مقداد نے کہا: میں نے دشمنوں کے پچھلے آدمیوں کو جا لیا اور حضرت ابوقتادہ نے مسعدہ کو قتل کر دیا اور حضرت عکاشہ نے ابان بن عمرو کو قتل کر دیا تھا اور حضرت مقداد نے حبیب بن عیینہ کو اور فرقد بن مالک بن حذیفہ بن بدر کو قتل کر دیا تھا اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے ان لٹیروں کو تیروں پر رکھ لیا تھا اور وہ کہہ رہے تھے: ان تیروں کو سنبھالو! میں ابن الاکوع ہوں! اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ حضرت سلمہ نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے صحابہ سے جا ملے اور یہ عشاء کا وقت تھا۔

انسان کو زیادہ مشقت والا کام کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ انسان کو مشقت والا کام کرنا چاہیے اور ایک آدمی کو دو سے زیادہ سے مقابلہ کرنا چاہیے کیونکہ حضرت سلمہ اکیلے تھے اور انہوں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال لیا تھا اور اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ جنگ میں انسان کو اپنی بہادری اور شجاعت کی خود تعریف کرنی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۹۸۔۳۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٧ - بَابُ مَنْ قَالَ خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ فُلَانٍ جس نے کہا: اس تیر کو سنبھالو! اور میں فلاں کا بیٹا ہوں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا دشمن سے مقابلہ ہو تو وہ تیر مارتے وقت اس سے یہ کہے: اس تیر کو سنبھالو! اور میں فلاں کا بیٹا ہوں! حضرت ابن عمر جب کسی کو تیر مارتے اور وہ نشانے پر لگ جاتا تو وہ کہتے: اس تیر کو سنبھالو! اور میں ابوعبدالرحمان ہوں! اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ابن العواتک ہوں۔

وَقَالَ سَلَمَةُ خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ.

اور حضرت سلمہ بن الاکوع نے کہا: اس تیر کو سنبھالو! اور میں ابن الاکوع ہوں۔

یہ تعلیق اس طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے جو اس سے پہلے باب میں مذکور ہے، دیکھئے: صحیح البخاری: ٣٠٤١۔

٣٠٤٢ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ يَا اَبَا عُمَارَةَ اَوَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ الْبَرَاءُ وَاَنَا اَسْمَعُ اَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُوَلِّ يَوْمَئِذٍ كَانَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهٖ فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ

اَنَا النَّبِىُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

قَالَ فَمَا رُئِىَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابواسحاق، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، پس کہا: اے ابوعمارہ! کیا تم لوگوں نے غزوۂ حنین میں پیٹھ موڑی تھی؟ حضرت براء نے کہا اور میں سن رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن پیٹھ نہیں موڑی اور حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ آپ کی خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے، پس جب مشرکین نے پرزور حملہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے:

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

حضرت براء نے کہا: اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید جنگ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا گیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٨٦٤ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اگر کوئی شخص دورانِ جنگ اپنا تعارف کراتے ہوئے یہ کہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں! تو یہ جائز ہے۔

میدانِ جنگ میں اپنی کوئی امتیازی علامت بنانے میں اختلافِ ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے: متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا کوئی بہادر شخص، دشمن سے مقابلہ کے وقت اپنی تعریف کر سکتا ہے یا اپنی کوئی علامت بنا سکتا ہے؟ بعض علماء نے کہا: یہ جائز ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے دن اپنے سینے پر شترمرغ کا پَر لگا رکھا تھا اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک پٹی باندھی ہوئی تھی، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے دن زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا، تو فرشتے بھی زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے نازل ہوئے۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے: میدانِ جنگ میں اپنی کوئی امتیازی علامت بنانا مکروہ ہے، اور انہوں نے کہا: یہ فعل شہرت کا تقاضا کرتا ہے اور مسلمان کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ خیر یا شر میں اپنی تشہیر کرے اور انہوں نے کہا کہ مؤمن کو چاہیے کہ جب وہ کوئی کام کرے تو اللہ کے لیے کرے اور لوگوں سے اس کو مخفی رکھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔

علامہ عینی ان دونوں فریقوں کے درمیان محاکمہ کرتے ہیں کہ فریقِ اوّل کا موقف صحیح ہے اور میدانِ جنگ میں اپنی کوئی

امتیازی علامت بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ اس سے لوگوں کو بہادری پر برانگیختہ کرنے کا ارادہ کرے‘ اور دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے اور مشقت برداشت کرنے کی ترغیب کا ارادہ کرے‘ اور دشمن کو ڈرانے کا ارادہ کرے جب کہ وہ اس کو اس کی امتیازی علامت سے پہچانتے ہوں‘ اور جب اس کا یہ مقصد نہ ہو بلکہ اس کا مقصد تکبر اور فخر کا اظہار ہو تو پھر یہ مکروہ ہے کیونکہ وہ اللہ کے نام کی سربلندی کے لیے لڑنے والا نہیں ہے بلکہ اپنی نام آوری کے لیے لڑنے والا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۹۹‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

١٦٨ - بَابٌ إِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلٰى حُكْمِ رَجُلٍ

جب دشمن کسی (مسلمان) مرد کے فیصلہ پر قلعہ سے اتر آئے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر دشمن کسی مسلمان مرد کے فیصلہ پر راضی ہو کر اپنے قلعہ سے اتر آئے تو آیا یہ جائز ہے؟ امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا‘ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! اگر لشکر کا سربراہ اس کی اجازت دے تو پھر یہ جائز ہے۔

٣٠٤٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ هُوَ ابْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدٍ هُوَ ابْنُ مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قَرِيبًا مِّنْهُ فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُومُوا إِلٰى سَيِّدِكُمْ فَجَاءَ فَجَلَسَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ إِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلٰى حُكْمِكَ قَالَ فَإِنِّي أَحْكُمُ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَأَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ قَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۰۴-۴۱۲۱-۶۲۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابوامامہ اور وہ ابن سہل بن حنیف ہیں از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ‘ انہوں نے بیان کیا کہ جب بنو قریظہ حضرت سعد اور وہ ابن معاذ ہیں‘ کے فیصلہ (کو مان کر قلعہ) سے اتر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا تھا اور وہ آپ کے قریب تھے تو وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے‘ پس جب وہ قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ! پس وہ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بیٹھ گئے‘ تو آپ نے فرمایا: یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر (قلعہ سے) اتر آئے ہیں‘ تو حضرت سعد نے کہا: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں جو جنگ جو ہیں‘ ان کو قتل کر دیا جائے اور جو بچے ہیں ان کو قید کر لیا جائے‘ تو آپ نے فرمایا: تم نے ان کے متعلق فرشتہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۶۸‘ الرقم المسلسل: ۴۴۸۷‘ سنن ابوداؤد: ۵۲۱۵‘ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۲۵‘ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۲۲‘ شعب الایمان: ۸۹۲۶‘ سنن سعید بن منصور: ۲۹۶۴‘ الادب المفرد: ۹۴۵‘ المعجم الکبیر: ۵۳۲۳‘ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۷۱‘ سنن بیہقی ج ۶ ص ۵۸-۵۷‘ شرح السنۃ: ۲۷۱۸‘ مسند احمد ج ۳ ص ۲۲ طبع قدیم‘ مسند احمد: ۱۱۱۶۸- ج ۱۷ ص ۲۵۹‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: جب دشمن کسی مسلمان مرد کے فیصلہ سے اپنے قلعہ سے اتر آئے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ سے بنو قریظہ اپنے قلعہ سے اتر آئے۔

بنو قریظہ کو سزا دینے کے معاملہ میں حضرت سعد بن معاذ کو حاکم بنانے کی توجیہ اور بنو قریظہ کا انجام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے ان کے متعلق فرشتہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس فرشتہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں' علامہ ابن الجوزی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اوّل تو کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ ان کے متعلق آسمان سے کوئی حکم نازل ہوا ہے' ثانیاً اگر ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نازل ہوا ہوتا تو اس حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا اور حضرت سعد بن معاذ کو حَکَم بنانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

(کشف المشکل ج ۴ ص ۱۶۲)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیا' صرف یہ لکھا ہے کہ متعدد احادیثِ صحیحہ میں حضرت سعد بن معاذ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ تاہم میں نے علامہ ابن جوزی کے اعتراض پر غور کیا تو مجھے اس کا یہ جواب سمجھ آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ رہتا تھا اور آپ کو معلوم تھا کہ اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے' جب ہی تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ سے فرمایا تھا کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے' رہا یہ کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو ان کے متعلق فیصلہ کرنے کا کیوں حکم دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس معاملہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح حکم دیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! ان کے متعلق فیصلہ کرو' حضرت سعد نے کہا: اللہ اور اس کا رسول یہ فیصلہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس فیصلہ کرنے کا تم کو حکم دیا ہے' اور امام ابن اسحاق کی حدیث مرسل میں ہے: حضرت علقمہ بن قاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے ان کے متعلق وہ حکم کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ متعدد احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے کہ خود بنو قریظہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ اگر آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ہمارے متعلق حاکم بنا دیں تو ہم قلعہ سے نیچے اتر آئیں گے' امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن میں نکلی' میں لوگوں کے قدموں کے نشانات پر جا رہی تھی' تو میں نے اپنے پیچھے لوگوں کے قدموں کے چلنے کی آواز سنی' میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پیچھے ان کے بھتیجے حضرت الحارث بن اوس رضی اللہ عنہ تھے' جو ان کی ڈھال اٹھائے ہوئے تھے' سو میں زمین پر بیٹھ گئی' پھر حضرت سعد گزرے اور انہوں نے لوہے کی زرہ پہنی ہوئی تھی جس سے ان کے بازو باہر نکلے ہوئے تھے' پس میں ان کے بازوؤں کے متعلق خطرہ محسوس کر رہی تھی' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعد لوگوں میں سب سے زیادہ قد آور اور جسیم تھے اور وہ چلتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے:

حمل (بن سعدانہ) تھوڑی دیر رکے تو انہوں نے جنگ کو پالیا' جب زندگی کا وقت پورا ہو جائے تو موت کتنی اچھی ہے

حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں کھڑی ہوئی' پھر ایک باغ میں داخل ہو گئی' تو وہاں چند مسلمان تھے' جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے' اور ایک شخص تھا جس کی زرّہ کے حلقے اس کی گردن تک تھے' یعنی اس کے سر پر خَود تھا' پس حضرت عمر نے کہا: آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟ مجھے اپنی زندگی کی قسم! آپ بہت دلیر ہیں' آپ یہاں پر کسی اچانک مصیبت سے یا اچانک فرار ہو جانے سے کیسے بے خوف ہوئیں' وہ مجھ کو مسلسل ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں' پھر اس شخص نے اپنے چہرے سے خَود ہٹایا تو وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ تھے' پس انہوں نے کہا: اے عمر! آپ پر افسوس ہے! آپ نے آج

بہت ملامت کی ہے اور اللہ عزوجل کو چھوڑ کر کوئی شخص اور کس کی پناہ لے سکتا ہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ مشرکین قریش میں سے ایک شخص جس کا نام ابن العرقۃ تھا' اس نے حضرت سعد کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور ان سے کہا: اس تیر کو سنبھالو اور میں ابن العرقۃ ہوں! وہ تیر حضرت سعد کے بازو کے وسط میں آ کر لگا اور اس کی رگ کو قطع کر دیا' تب حضرت سعد نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس وقت تک مجھ پر موت طاری نہ کرنا جب تک کہ بنو قریظہ (کی ہلاکت) سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں بنو قریظہ' حضرت سعد کے حلیف اور دوست تھے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر حضرت سعد کا خون بہنے سے رُک گیا اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اوپر زبردست آندھی بھیجی اور اللہ تعالیٰ اس آندھی کو بھیج کر مسلمانوں کے قتال اور جہاد سے کافی ہو گیا اور اللہ بہت قوی اور غالب ہے' پھر ابوسفیان اور اس کے ساتھی تہامہ چلے گئے اور عیینہ بن بدر اور اس کے ساتھی نجد چلے گئے اور بنو قریظہ اپنے قلعوں میں چلے گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس آ گئے' پس آپ نے ہتھیار رکھ دیئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں خیمہ لگانے کا حکم دیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور ان کے دانت گرد وغبار سے اَٹے ہوئے تھے' پس انہوں (آپ سے) پوچھا: کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے! اور اللہ کی قسم! فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے' آپ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوں اور ان سے قتال کریں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زرہ پہنی اور لوگوں کو کوچ کا حکم دیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے اور آپ کا بنو غنم کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا: تمہارے پاس سے کون گزرا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے پاس سے حضرت دحیہ کلبی گزرے تھے' حضرت دحیہ کلبی کی ڈاڑھی اور چہرہ حضرت جبریل علیہ السلام کے مشابہ تھا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچیس راتوں تک بنو قریظہ کا محاصرہ کیا' پھر جب ان پر محاصرہ سخت ہو گیا اور مصیبت زیادہ ہو گئی تو ان سے کہا گیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کے اوپر قلعہ سے اتر آؤ' تو انہوں نے حضرت ابولبابہ بن المنذر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے اپنے گلے پر ہاتھ پھیر کر یہ اشارہ کیا کہ وہ تم کو ذبح کر دیں گے' تو بنو قریظہ نے کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اتر آئیں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سعد بن معاذ کے فیصلہ پر قلعہ سے اتر آؤ' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا' پھر حضرت سعد بن معاذ کو لایا گیا' ایک گدھے پر کھجور کی چھال کی زین تھی جس پر وہ بیٹھے ہوئے تھے' ان کو ان کی قوم نے گھیر لیا' پس لوگوں نے کہا: اے ابوعمرو! وہ تمہارے دوست ہیں اور تمہارے حلیف ہیں' اور اب ان سے جنگ ہے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعد نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ان کی طرف کوئی توجہ کی حتیٰ کہ جب بنو قریظہ کے گھروں کے قریب پہنچے تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کروں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اپنے سید (سردار) کی طرف کھڑے ہو اور ان کو گدھے سے اتارو! تو حضرت عمر نے کہا: ہمارا سید تو اللہ عزوجل ہے (دوسری احادیث صحیحہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) تو صحابہ نے حضرت سعد بن معاذ کو گدھے سے اتارا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنو قریظہ کے متعلق فیصلہ کرو' حضرت سعد نے کہا: میں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں جو جنگ کرنے کے قابل ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال کو تقسیم کر لیا جائے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے ان کے متعلق اللہ عزوجل کے فیصلہ کے مطابق اور اس کے رسول کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

حضرت عائشہ نے بتایا: پھر حضرت سعد نے یہ دعا کی: اے اللہ! اگر تو نے اپنے نبی کی قریش کے خلاف کسی جنگ کو باقی رکھنا ہے

تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھ اور اگر تو نے اپنے نبی کی قریش کے ساتھ جنگ کو منقطع کر دیا ہے تو مجھے اپنی طرف اٹھا لے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر حضرت سعد کے زخم سے خون جاری ہو گیا اور اس سے صرف کان کی بالی کی طرح زخم دکھائی دے رہا تھا اور وہ اس خیمہ کی طرف لوٹ گئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے لگوایا تھا۔ (الحدیث)

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ص ۴۲۳۔۴۲۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ص ۴۱۱۔۴۰۸' صحیح ابن حبان: ۷۰۸۸' المعجم الکبیر: ۵۳۳۰' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۴۳۳' مجمع الزوائد ج ٦ص ۱۳۷۔۱۳٦' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴ص ۱۴۔۱۲' الکامل لابن عدی ج ۳ص ۱۲۸۲۔۱۲۸۱' مسند احمد ج ٦ص ۱۴۳۔۱۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۰۹۷۔ج ۴۲ص ۳۰۔۲٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی اسناد جید ہے اور اس کے بہ کثرت شواہد ہیں' نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا: پھر یہ لوگ قلعہ سے اترے اور مدینہ کی خندق میں ان کی گردنیں کاٹ دی گئیں' ان میں اللہ کا دشمن حُیی بن اخطب اور ان کا سردار کعب بن اسد بھی تھا اور ان کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی اور حضرت جابر سے مروی ہے: ان کی تعداد چار سو تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ص ۲۷۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

دو فریقوں کے درمیان حکم بنانے کا جواز

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دو فریقوں کی باہمی رضامندی سے کسی کو حکم بنانا جائز ہے خواہ وہ جنگ کا معاملہ ہو یا کوئی اور ہو' اور اس حدیث سے خوارج کا رد ہے جو حضرت علی پر اس لیے انکار کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے معاملہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص کو حکم بنایا تھا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سربراہ ہو یا کوئی اور ہو اس کے حکم اور اس کے فیصلہ سے دشمن کا قلعہ سے اترنا جائز ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کی نیکی اور اس کی خیر معلوم ہو اس کو حکم بنانا چاہیے۔

حضرت سعد بن معاذ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا حکم اور جن احادیث میں قیام تعظیمی کی ممانعت ہے' ان کے جوابات

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ سلطان یا حاکم کا مسلمانوں کے سردار کی تکریم کرنا اور اس کی تعظیم کرنا جائز ہے' اور مسلمانوں کو کسی سردار کی تعظیم کے لیے قیام کرنے اور کھڑے ہونے کا حکم دینا جائز ہے۔

اگر قیام تعظیم پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

ابو مجلز بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن الزبیر اور ابن عامر رضی اللہ عنہم کے پاس گئے تو ابن عامر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابن الزبیر بیٹھے رہے تو حضرت معاویہ نے ابن عامر سے کہا: بیٹھ جاؤ! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کو یہ پسند ہو (یا جس کو اس سے خوشی ہو) کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں' اس کو چاہیے کہ وہ دوزخ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنا لے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۲۹' سنن ترمذی: ۲۷۵۵' المعجم الکبیر: ۸۲۱۔۸۲۰۔۸۱۹۔ج ۱۹ص ۳۵۱' الادب المفرد: ۹۷۷' شرح السنۃ: ۳۳۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ص ۵۸٦' شرح مشکل الآثار: ۱۱۲۷' مسند احمد ج ۴ص ۹۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱٦۸۳۰۔ج ۲۸ص ۴۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ عینی نے اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے: یہ وعید متکبرین کی طرف راجع ہے یا ان کی طرف راجع ہے جن کے سامنے نہ کھڑا ہوا جائے تو وہ غضب ناک ہوں یا ناراض ہوں' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس صورت میں قیام مکروہ ہے کہ جس کے لیے قیام کیا جائے' وہ بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ اس توجیہ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ کی طرف کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کھڑے ہو جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ٥٢٣٠ 'سنن ابن ماجہ: ٣٩٣٦)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ عجمی سردار بیٹھا ہوا ہوتا تھا اور اس کے خدام اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ تعظیم اور تکریم کے لیے قیام کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

قیام تعظیمی کے متعلق مزید احادیث اور آثار

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں' میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا' جب حضرت سیدہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ ان کی طرف کھڑے ہو جاتے' ان کو بوسا دیتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کے پاس جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں' آپ کو بوسا دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔ الحدیث

(سنن ترمذی: ٣٨٧٢ 'سنن ابوداؤد: ٥٢١٧ 'الادب المفرد: ٩٩٩ 'شعب الایمان: ٨٩٢٧ 'مسند احمد ج ٨ ص ٢٨٢)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے' اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرہ میں تھے' انہوں نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف برہنہ پشت کھڑے ہو گئے اور چادر گھسیٹتے ہوئے گئے' اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے نہ اس کے بعد کبھی آپ کو برہنہ پشت دیکھا' آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا۔

(سنن ترمذی: ٢٧٣٢ 'کتاب الضعفاء للعقیلی ج ٤ ص ٤٢٨)

حضرت عمر بن السائب بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' اسی اثناء میں آپ کے رضاعی والد آ گئے' آپ نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنا کپڑا بچھایا' سو وہ اس پر بیٹھ گئے' پھر آپ کی رضاعی والدہ آ گئیں تو آپ نے اس کپڑے کو دوسری جانب سے ان کے لیے پھاڑ دیا' وہ اس پر بیٹھ گئیں' پھر آپ کے رضاعی بھائی آ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔ (سنن ابوداؤد: ٥١٤٥)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نیک مسلمانوں میں سے تھے' جب وہ یمن سے لوٹ کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف کھڑے ہو گئے' ان کو گلے لگایا اور فرمایا: مہاجر سوار کو خوش آمدید ہو!

(المعجم الکبیر: ١٠٢١- ج ١٧ ص ٣٧٣' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٣٨٥' اسد الغابہ ج ٤ ص ٦٨)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی' آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسا دیا' اور فرمایا: مجھے پتا نہیں کہ مجھے خیبر کی فتح سے زیادہ خوشی ہوئی یا جعفر کے آنے سے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٢٤٣' مجلس علمی' بیروت' المستدرک ج ٣ ص ٢١١' المعجم الکبیر: ١٤٧٠- ١٤٦٩' المستدرک ج ٢ ص ٦٢٤' علامہ ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے)

عتبہ بن ابی عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٢٤٤' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٧٣٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوبلج بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عمرو بن میمون اور اسود بن ہلال کی ملاقات ہوئی تو ہر ایک نے دوسرے کو گلے لگایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۲۴۵ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۷۳۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اجلال اور تعظیم سے یہ ہے کہ جس مسلمان کے سفید بال ہوں' اس کا اکرام کیا جائے (بزرگوں کی تعظیم کی جائے) اور جو قرآن کا حافظ عالم ہو' اور اس میں غلو نہ کرتا ہو اور اس سے بے وفائی نہ کرتا ہو (عالم باعمل ہو)' اس کی تعظیم کی جائے اور سلطان عادل کی تعظیم کی جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۴۳)

قیامِ تعظیمی کے متعلق زیادہ تفصیل اور تحقیق اور اس مسئلہ میں اقوالِ فقہاء ہم نے المطففین: ٦ کی تفسیر میں بیان کیے ہیں' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۶۲۶-۶۲۰۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو' اس کے متعلق بعض علماء نے فرمایا ہے کہ چونکہ حضرت سعد بن معاذ بیمار تھے' اس لیے ان کی طرف کھڑے ہونے کا حکم فرمایا تاکہ ان کو سواری سے اتارا جائے' لیکن ان بعض علماء کا یہ لکھنا بعید ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۰۱-۴۰۰ 'ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٩ - بَابُ قَتْلِ الْاَسِيْرِ صَبْرًا وَقَتْلِ الصَّبْرِ

قیدی کو قتل کرنا اور کسی کو باندھ کر قتل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدی کو باندھ کر قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس عنوان میں ''صبر'' کا لفظ ہے' اور ''صبر'' کا معنی ہے: کسی کو محبوس اور مقید کرنا' جب کسی شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر باندھ دیئے جائیں اور کوئی شخص اس کی گردن اُڑا دے تو کہا جاتا ہے: اس کو ''صبرًا'' (یعنی باندھ کر) قتل کیا گیا' اور احادیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۵۱۳ 'صحیح مسلم: ۱۹۵۶ 'سنن ابوداؤد: ۲۸۱۶ 'سنن نسائی: ۴۴۳۹ 'سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس چیز میں روح ہو' اس کو (ہتھیار سے) نشانہ نہ بناؤ۔

(سنن ترمذی: ۱۴۸۰ 'سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوپایوں میں سے کسی جانور کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۵۹ 'سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۸)

٣٠٤٤ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال (مکہ میں) داخل ہوئے' اس وقت آپ کے سر پر خَود تھا' جب آپ نے اس خَود کو اتارا تو ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر کہا کہ بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٦١٨٤٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عبداللہ بن خطل کو باندھ کر قتل کرنے کا حکم دیا' کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی' اور وہ اسلام سے مرتد ہو گیا تھا اور اس نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا' جو اس کی خدمت کرتا تھا' اور عبداللہ بن خطل' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجو کرتا تھا' اور اس کی دو باندیاں تھیں جو گا گا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجو کرتی تھیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گستاخی کرے' اس کو باندھ کر قتل کرنا جائز ہے۔

١٧٠ - بَابٌ هَلْ يَسْتَأْسِرُ الرَّجُلُ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَأْسِرْ وَمَنْ رَّكَعَ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ

آیا کوئی شخص خود کو قید کرا سکتا ہے اور جو خود کو قید نہ کرائے' اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو شخص قتل کیے جانے کے وقت دو رکعت نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا کوئی شخص اپنے آپ کو قید کرنے کے لیے پیش کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ عنوان تین اجزاء پر مشتمل ہے: (١) آیا کوئی شخص خود کو قید کرا سکتا ہے؟ (٢) جو قید نہ کرائے' اس کا کیا حکم ہے؟ (٣) جو شخص قتل کیے جانے کے وقت دو رکعت نماز پڑھے۔

٣٠٤٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ وَهُوَ حَلِيفٌ لِّبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ سَرِيَّةً عَيْنًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَانْطَلَقُوا حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَاةِ وَهُوَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُّقَالُ لَهُمْ بَنُو لَحْيَانَ فَنَفَرُوا لَهُمْ قَرِيبًا مِّنْ مِائَتَيْ رَجُلٍ كُلُّهُمْ رَامٍ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتّٰى وَجَدُوا مَا كَلَهُمْ تَمْرًا تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ فَلَمَّا رَآهُمْ عَاصِمٌ وَّأَصْحَابُهُ لَجَؤُوا إِلٰى فَدْفَدٍ وَّأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوا لَهُمُ انْزِلُوا وَأَعْطُونَا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ وَلَا نَقْتُلُ مِنْكُمْ أَحَدًا قَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَمِيرُ السَّرِيَّةِ أَمَّا أَنَا فَوَاللّٰهِ لَا أَنْزِلُ الْيَوْمَ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ اَللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةٍ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن ابی سفیان بن اسید بن جاریۃ الثقفی نے خبر دی اور وہ بنو زہرہ کے حلیف تھے اور وہ حضرت ابوہریرہ کے اصحاب میں سے تھے' وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دس آدمیوں کا لشکر جاسوسی کے لیے بھیجا اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری کو ان کا امیر بنایا' وہ عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا تھے' سو وہ لشکر روانہ ہو گیا' جب یہ لشکر عسفان اور مکہ کے درمیان مقام ہداۃ پر پہنچا تو قبیلہ ھذیل کی ایک شاخ بنولحیان میں ان کا ذکر کیا گیا' پس ان کے تقریباً دو سو تیر انداز ان کے پیچھے روانہ ہوئے' وہ ان کے نشانات پر چل رہے تھے' حتیٰ کہ ان کو اس لشکر کی کھائی ہوئی کھجوریں ملیں جن کو وہ مدینہ سے بہ طور زادِ راہ لائے تھے' انہوں نے کہا: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں' سو وہ ان کے نشانوں پر چلنے لگے' پھر جب حضرت عاصم اور ان کے اصحاب نے ان کافروں کو دیکھ لیا تو ان سب نے پہاڑ کی ایک چوٹی پر پناہ لی اور مشرکین نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے کہا: تم لوگ نیچے اتر آؤ اور اپنے ہتھیار ہمیں دے دو' اور ہم تم سے پکا عہد کرتے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے' لشکر کے امیر حضرت عاصم بن ثابت نے کہا: رہا

بِالْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ الْاَنْصَارِيُّ وَابْنُ دَثِنَةَ وَرَجُلٌ اٰخَرُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَاَوْثَقُوْهُمْ فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا اَصْحَبُكُمْ اِنَّ لِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ لَاُسْوَةً يُّرِيْدُ الْقَتْلٰى فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلٰى اَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَاَبٰى فَقَتَلُوْهُ فَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ وَّابْنِ دَثِنَةَ حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ خُبَيْبًا بَنُوْ الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَّكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَّوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ اَسِيْرًا فَاَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيَاضٍ اَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهُمْ حِيْنَ اجْتَمَعُوْا اِسْتَعَارَ مِنْهَا مُوْسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ فَاَخَذَ ابْنًا لِّيْ وَاَنَا غَافِلَةٌ حِيْنَ اَتَاهُ قَالَتْ فَوَجَدْتُّهٗ مُجْلِسَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ وَالْمُوْسٰى بِيَدِهٖ فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِيْ وَجْهِيْ فَقَالَ تَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتُلَهٗ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ اَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ وَّاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُّهٗ يَوْمًا يَّاْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ فِيْ يَدِهٖ وَاِنَّهٗ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرٍ وَّكَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّهٗ لَرِزْقٌ مِّنَ اللّٰهِ رَزَقَهٗ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوْا مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ ذَرُوْنِيْ اَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوْهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَوْ لَا اَنْ تَظُنُّوْا اَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ لَطَوَّلْتُهَا اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا:

وَلَسْتُ مَا اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى اَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ
وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ
يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٍ

فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ

میں تو اللہ کی قسم! میں آج کسی کافر کی پناہ میں ہرگز نہیں اتروں گا' اے اللہ! ہمارے حال سے اپنے نبی کو خبر کر دے! پھر کافروں نے ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے اور انہوں نے حضرت عاصم کو ان کے سات اصحاب سمیت شہید کر دیا' اور باقی تین اصحاب ان کے عہد و پیان پر اعتماد کر کے پہاڑی سے نیچے اتر آئے' یہ حضرت خبیب انصاری' حضرت ابن دثنہ اور ایک تیسرے صاحب (حضرت عبداللہ بن طارق) تھے' جب انہوں نے ان صحابہ پر قابو پالیا تو انہوں نے اپنی کمانوں کے تانت اتار کر ان کے ساتھ ان کو باندھ لیا' تو اس تیسرے صاحب نے کہا: یہ ان کی پہلی عہد شکنی ہے اور اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا' بے شک میرے لیے ان میں نمونہ ہے' ان کی مراد تھی: ان شہداء میں' مشرکین نے ان کو زبردستی کھینچ کر ان کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا' پس انہوں نے انکار کیا' سو مشرکین نے ان کو بھی شہید کر دیا' پھر وہ حضرت خبیب اور حضرت ابن دثنہ کو ساتھ لے گئے اور ان کو مکہ میں لے جا کر فروخت کر دیا' یہ غزوۂ بدر کے بعد کا واقعہ ہے' حضرت خبیب کو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خرید لیا' اور حضرت خبیب نے ہی غزوۂ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا' پس حضرت خُبیب ان کے پاس قیدی رہے' پس مجھے عبیداللہ بن عیاض نے خبر دی کہ ان کو حارث کی بیٹی نے خبر دی کہ جب مشرکین (ان کو قتل کرنے کے لیے) جمع ہوئے تو انہوں نے زیرناف بال کاٹنے کے لیے اس سے استرا مانگا تو اس نے ان کو استرا دے دیا' حضرت خبیب نے اس کے بیٹے کو پکڑ لیا اور جب اس کا بیٹا حضرت خبیب کے پاس گیا تو وہ اس سے غافل تھی' اس نے بتایا کہ اس کا بیٹا حضرت خبیب کے زانو پر بیٹھا ہوا تھا اور ان کے ہاتھ میں استرا تھا' تو وہ بہت خوف زدہ ہوئی' حضرت خبیب نے اس کے چہرے پر خوف محسوس کر کے کہا: کیا تم اس لیے ڈر رہی ہو کہ میں اس کو قتل کر دوں گا' میں ایسا نہیں کروں گا' حارث کی بیٹی نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے (حضرت) خبیب سے بہتر قیدی کبھی بھی نہیں دیکھا' اور اللہ کی قسم! میں نے ان کے ہاتھ میں ایک دن انگور کا گچھا دیکھا جس سے وہ کھا رہے تھے' حالانکہ وہ زنجیر سے بندھے ہوئے تھے اور

بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ أُصِيبَ فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ وَمَا أُصِيبُوْا وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ إِلٰى عَاصِمٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا أَنَّهُ قُتِلَ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَدْ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبُعِثَ عَلٰى عَاصِمٍ مِثْلُ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلٰى أَنْ يَقْطَعُوْا مِنْ لَحْمِهِ شَيْئًا.

[اطراف الحدیث: ۳۹۸۹-۴۰۸۶-۷۴۰۲] (سنن ابوداؤد: ۲۶۶۰)

ان دنوں میں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا' اور وہ کہتی تھی: بے شک وہ انگور اللہ کے رزق میں سے تھے جو اللہ نے (حضرت) خبیب کو دیئے تھے' جب وہ (حضرت) خبیب کو قتل کرنے کے لیے حرم سے خارج حرم کی طرف نکلے' تو ان سے (حضرت) خبیب نے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو' مشرکین نے ان کو چھوڑ دیا اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھ لی' پھر انہوں نے مشرکین سے کہا: اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں موت کے ڈر سے (لمبی نماز پڑھ رہا ہوں) تو میں نماز کو طول دیتا' اے اللہ! ان مشرکین کو ایک ایک کر کے ختم کر دے' اور پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ اللہ کی راہ میں مجھے خواہ کسی پہلو پر گرایا جائے' اور یہ گرنا صرف اللہ کی رضا کے لیے ہے اور اگر اللہ چاہے تو وہ اس جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت دے سکتا ہے جس کی بوٹی بوٹی کر دی گئی ہو۔

پس حارث کے بیٹے نے حضرت خبیب کو قتل کر دیا' اور حضرت خبیب نے ہی ہر اس مسلمان کے لیے جس کو قید کر کے قتل کیا جائے (قتل سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ ایجاد کیا' پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم بن ثابت کی شہادت کے دن کو قبول فرما لیا تھا' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان واقعات اور ان کی شہادت کی خبر دے دی تھی' کفارِ قریش کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عاصم کو شہید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے ان (کی لاش) کی طرف کچھ لوگوں کو بھیجا تا کہ وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لے آئیں جس سے ان کی شناخت ہو سکے' (کیونکہ) حضرت عاصم نے مشرکین کے ایک سردار (عقبہ بن ابی معیط) کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم (کی لاش) پر سائبان کی طرح بھڑوں کا ایک چھتہ بھیج دیا تھا' جس نے مشرکین کے بھیجے ہوئے آدمیوں سے ان کی حفاظت کی اور وہ اس پر قادر نہ ہو سکے کہ ان کے جسم سے کوئی ٹکڑا کاٹ سکیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابوالیمان الحکم بن نافع (٢) شعیب بن ابی حمزۃ (٣) محمد بن مسلم الزہری (٤) عمرو بن ابی سفیان' بعض اصحاب زہری نے کہا: یہ لفظ عمر ہے (٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٤٠٣)

اس باب کے عنوان کا جز اول ہے: آیا کوئی شخص خود کو قید کرا سکتا ہے؟ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے کہ حضرت خبیب' حضرت ابن الدثنہ اور ایک تیسرے شخص نے خود کو مشرکین کی قید کے حوالہ کر دیا تھا اور اس عنوان کا دوسرا جز ہے: جو خود کو قید نہ کرائے' اس کا ذکر حضرت عاصم بن ثابت اور ان کے چھ اصحاب میں ہے جو لڑ کر شہید ہو گئے اور انہوں نے خود کو مشرکین کی قید کے حوالہ نہیں کیا' اور اس عنوان کا تیسرا جز ہے: جس نے قتل کیے جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی' اور اس کا ذکر حدیث کے اس حصہ میں ہے: اور مشرکین سے حضرت خبیب نے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو' مشرکین نے ان کو چھوڑ دیا اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔

جان بچانے کے لیے دشمن کی قید میں جانے کی رخصت' دشمن سے لڑ کر شہید ہونے کی رخصت ...... اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی آدمی کو یہ معلوم ہو کہ اس کو دشمن قتل کر دے گا تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے رخصت پر عمل کرے اور خود کو دشمن کی قید کے حوالے کر دے' جیسا کہ حضرت خبیب اور ان کے دو ساتھیوں نے کہا۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عزیمت یہ ہے کہ مسلمان دشمن کی قید میں جانے کے بجائے لڑ کر شہید ہو جائے جیسا کہ حضرت عاصم اور ان کے چھ ساتھیوں اور حضرت خبیب کے ایک ساتھی نے کیا۔

جس شخص کو قید کے دوران قتل کیا جائے' اس کے لیے قتل کیے جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا حضرت خبیب کی سنت ہے۔

جو شخص قید میں ہو تو مرنے سے پہلے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ زیر ناف بالوں کو مونڈ لے تا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس پاک اور صاف حالت میں جائے اور مرنے کے بعد کوئی شخص اس کی شرم گاہ کی بُری حالت پر مطلع نہ ہو' جیسا کہ حضرت خبیب نے قتل کیے جانے سے پہلے استرا مانگا۔

حضرت خبیب کے ہاتھ میں استرا تھا اور وہ حارث کی بیٹی کے بچہ کو قتل کرنے پر قادر تھے لیکن انہوں نے اس کو قتل کرنے سے احتراز کیا' کیونکہ ہو سکتا تھا کہ وہ بڑا ہو کر مسلمان ہو جاتا۔

حضرت خبیب نے ایسے اشعار پڑھے جن میں دین کی حرمت پر جان دینے والے کے لیے تسلی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کے دین پر یا اس کی ذات پر کوئی ناگہانی آفت یا مصیبت نازل ہو تو اس کو اس طرح کے اشعار پڑھ کر اپنا غم زائل کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو صبر کرنے کے لیے تیار رکھنا چاہیے۔

حارث کی بیٹی نے کہا: میں نے حضرت خبیب کے ہاتھوں میں انگوروں کے خوشے دیکھے اور ان دنوں میں انگوروں کا موسم نہیں تھا' اس میں حضرت خبیب کی کرامت کا ثبوت ہے اور اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی برہان ہے اور ایک کافرہ کی زبان سے اس کی تصدیق ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی لاش کی حفاظت شہد کی مکھیوں سے کرائی اور مشرکین ان کے جسم کا کوئی

حصہ کاٹ کر نہ لے جاسکے۔

مشکل الفاظ کے معانی' مبہم لوگوں کے اسماء اور بعض دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''عین'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: جاسوس' جو اپنی آنکھ سے خفیہ چیزوں کی تفتیش کرتا ہے۔

اس میں ''رھط'' کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: چھوٹی جماعت جو دس سے لے کر چالیس افراد پر مشتمل ہو۔

''سـریّـة'' اس سے مراد وہ لشکر ہے جو دشمن کی طرف روانہ کیا جائے اس میں زیادہ سے زیادہ چار سو افراد ہوتے ہیں۔ حدیث میں جس لشکر کا تذکرہ کیا گیا ہے' اس سے الرجیع مراد ہے۔ اسے غزوۃ الرجیع بھی کہا گیا ہے۔ امام ابن سعد نے کہا: یہ لشکر چار ہجری میں روانہ ہوا تھا اور رجیع' عسفان سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے' اور عسفان' حجاز کی ایک جانب ہے اور یہ کراع الغمیم سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے' غمیم ایک وادی ہے اور کراع ایک سیاہ پہاڑ ہے۔ ھداۃ' مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ ہے۔

دثنہ کے بیٹے' ان کا نام زید بن دثنہ ہے' یہ صرف غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور اس معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔ اس حدیث میں تیسرے شخص کا ذکر ہے' یہ حضرت عبداللہ بن طارق ہیں۔

''اوصال'' ''وصل'' کی جمع ہے۔ ''شِلْو'' کا معنی عضو ہے۔ ''ممزع'' کا معنی ہے: مقطوع۔ ''الظلّة'' کا معنی ہے: سایا کرنے والا بادل۔ ''الدّبر'' کا معنی ہے: شہد کی مکھیاں۔

اس حدیث میں سیّدنا محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی دعا قبول فرمائی اور نبی ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دے دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۰۸۔ ۴۰۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۷۱ - بَابُ فَكَاكِ الْاَسِيْرِ — قیدی کو قید سے چھڑانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدی کو دشمن کی قید سے چھڑانا واجب ہے' خواہ لڑ کر چھڑایا جائے یا مال فدیہ دے کر۔

فِيهِ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابوموسیٰ کی نبی ﷺ سے روایت ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث خود اس باب میں آ رہی ہے' جو قتیبہ بن سعید سے مروی ہے۔

۳۰۴۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُكُّوا الْعَانِىَ يَعْنِى الْاَسِيْرَ وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ. [اطراف الحدیث: ۵۱۷۴۔ ۵۳۷۳۔ ۵۶۴۹۔ ۷۱۷۳]

(سنن ابوداؤد: ۳۱۰۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: العانی یعنی قیدی کو چھڑاؤ اور بھوکے کو کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو۔

قیدیوں کو چھڑانے اور بھوکوں کو کھلانے کی فرضیت اور بیماروں کی عیادت کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قیدی کو کافر کی قید سے چھڑانا فرضِ کفایہ ہے' کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: قیدی کو چھڑاؤ' اور تمام علماء کا یہی مختار ہے' حضرت

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمان قیدیوں میں سے ہر قیدی کو بیت المال سے چھڑایا جائے گا اور یہی اسحاق کا قول ہے۔

اشہب اور ابن نافع نے روایت کیا ہے کہ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کیا مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ ان میں سے جس کو قید کر لیا جائے وہ اس کو چھڑائیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیا مسلمانوں پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ مسلمان قیدی کو چھڑانے کے لیے جنگ کریں تو وہ اپنا مال دے کر مسلمان قیدی کو کیوں نہیں چھڑائیں گے۔

امام احمد نے کہا ہے کہ قیدیوں کے تبادلہ کے ذریعہ قیدی کو چھڑایا جائے گا' اور رہا مال دے کر قیدیوں کو چھڑانا تو اس کو میں نہیں پہچانتا۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: قیدی کو چھڑاؤ اور یہ حکم عام ہے' ہر وہ چیز جس کے عوض قیدی کو چھڑایا جا سکتا ہے' اس سے قیدی کو چھڑایا جائے اور امام احمد کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ. (البقرہ:٨٥) اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم ان کا (زر) فدیہ دے کر انہیں چھڑا لیتے ہو۔

نیز اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بھوکے کو کھلاؤ۔ بھوکے کو کھانا کھلانا بھی فرضِ کفایہ ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک آدمی بھوک سے مر رہا ہو اور تمہارے پاس ایسی چیز ہو جو تم اس کو کھلا سکو اور اس جگہ پر اور کوئی نہ ہو تو تم پر فرضِ عین ہے کہ تم اس کو کچھ کھلا کر اس کی رمقِ حیات قائم رکھو اور اس کو زندہ رکھو' اور جب یہ ضروری نہ رہے تو پھر یہ مستحب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا کہ مریض کی عیادت کرو۔ یہ حکم استحباب پر محمول ہے اور اس سے لوگوں کو نیکی کی ترغیب دلانا مقصود ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٥ ص ٢٢١-٢٢٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٣٠٤٧ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ اَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُمْ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِّنَ الْوَحْيِ اِلَّا مَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ مَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا فَهْمًا يُّعْطِيْهِ اللّٰهُ رَجُلًا فِي الْقُرْاٰنِ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ قُلْتُ وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفَكَاكُ الْاَسِيْرِ وَاَنْ لَّا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مطرف نے حدیث بیان کی کہ بے شک عامر نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کتاب اللہ کے علاوہ بھی کچھ وحی محفوظ ہے؟ انہوں نے بتایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے بیج کو چیرا اور روح کو پیدا کیا! مجھے اس کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے جو اللہ نے ہر مرد کو قرآن کی فہم عطا کی ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے' میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ انہوں نے بتایا: دیت اور قیدیوں کو چھڑانے کے احکام اور یہ کہ کسی مسلمان کو (حربی) کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١١ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں قیدیوں کو چھڑانے کا ذکر ہے۔

علم کی تعریف

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے قسم کھا کر فرمایا: کتاب اللہ اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فہم کے علاوہ انہیں اور کسی چیز کا علم نہیں ہے' حضرت علی کے اس قول میں امام مالک کے اس قول کی دلیل ہے کہ علم کثرتِ روایات سے نہیں ہوتا' بلکہ علم وہ نور اور وہ فہم ہے جس کو اللہ تعالیٰ جس مسلمان کے دل میں چاہتا ہے' رکھ دیتا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ علم کی اصل کتاب اللہ ہے' اور کتاب اللہ اور حدیث رسول سے جو فہم حاصل ہو' وہ معتبر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: جس ذات نے بیج کو چیرا' یعنی اس کو زمین میں چیرا' پھر اس سے سبزہ اُگایا' پھر اس میں پھل پیدا ہوا' پھر اس میں بہت زیادہ بیج پیدا ہو گئے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٧٢ - بَابُ فِدَاءِ الْمُشْرِكِينَ
مشرکین سے فدیہ لینا

اس باب میں مشرکین سے فدیہ لینے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

٣٠٤٨ - **حَدَّثَنَا** إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ائْذَنْ فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ فَقَالَ لَا تَدَعُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے چند مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ یارسول اللہ! آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عباس سے فدیہ لینے کو ترک کر دیں' آپ نے فرمایا: تم ان سے ایک درہم وصول کرنے کو بھی نہ ترک کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۳۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مشرک سے فدیہ لینے کا ذکر ہے کیونکہ عباس اس وقت مشرک تھے۔

٣٠٤٩ - **وَقَالَ** إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَجَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعْطِنِي فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا فَقَالَ خُذْ فَأَعْطَاهُ فِي ثَوْبِهِ.

اور ابراہیم نے کہا از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا تو آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ آئے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے عطا کیجئے! کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' تو آپ نے فرمایا: لے لو! پس ان کو ان کے کپڑے میں عطا فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ المہلب کا یہ کہنا غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافروں کا خون بہانے سے پہلے عباس سے فدیہ لیا تھا۔۔۔

اور اس پر اللہ نے آپ پر عتاب فرمایا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ عباس بن عبد المطلب کو غزوۂ بدر میں قید کر لیا گیا تھا' اور وہ مال دار تھے' پس

انہوں نے قتل ہونے کے بدلہ میں اپنا فدیہ بھی دیا اور عقیل کی طرف سے بھی مال فدیہ میں دیا' پھر اس کفر کے حال میں مکہ میں خیبر کے زمانہ تک رہے' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے' انصار نے عباس کو قید کیا تھا اور چونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے' اس لیے انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے سوال کیا کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا انکار کیا اور مشرکین کو کمزور کرنے کے لیے اور ان کے مال سے مسلمانوں کو قوی کرنے کے لیے ان سے فدیہ لینے کا عزم فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ عباس قرض لے کر کاروبار کرتے تھے اور قبولِ اسلام تک وہ مقروض تھے' اس لیے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا: مجھے عطا کیجئے! کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' پھر ان کے اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ فے سے عطا کر کے اس کی تلافی کی اور اس حدیث کا عنوان صحیح ہے کیونکہ مشرکین کا خون بہانے کے بعد ان سے فدیہ لینا مباح ہے' اور آپ نے عباس سے ان کا اور عقیل کا جو فدیہ لیا تھا' وہ خون بہانے سے پہلے لیا تھا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر عتاب فرمایا تھا' لہٰذا صرف مشرکین کا خون بہانے اور مسلمانوں پر مشرکین کی قوت کم کرنے کے بعد مشرکین سے فدیہ لینا جائز ہے یا کسی اور وجہ سے' جس کی بناء پر مسلمانوں کا امیر کفار کو قتل کرنے کے بجائے ان سے فدیہ لینے کو مناسب سمجھے۔

(شرح ابن بطال ج ٥ ص ٢٢٣۔٢٢٢)

میں کہتا ہوں کہ المہلب کا یہ کہنا غلط ہے کہ آپ نے کفار کا خون بہانے سے پہلے عباس سے فدیہ لیا تھا کیونکہ آپ نے ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد عباس سے فدیہ لیا تھا اور میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدیوں سے جو فدیہ لیا تھا' اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا۔ اس عتاب کی بنیاد ان کے نزدیک ایک آیت اور ایک حدیث ہے' اور ہم عنقریب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیان کریں گے کہ یہ بنیاد صحیح نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عتاب نہیں فرمایا۔

علامہ المہلب کا منشاءِ غلطی

قرآن کی جس آیت کو یہ لوگ عتاب کی وجہ سمجھتے ہیں' وہ یہ ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (الانفال:٦٧)

کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہا دے' تم اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ۝

اور جس حدیث کی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عتاب کا قول کیا گیا ہے' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اس کے آخر میں ہے: ابوزمیل نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب مسلمانوں نے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ان قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: یا نبی اللہ! یہ آپ کے عم زاد اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں' میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں' اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہوگی' پس ہو سکتا ہے کہ اللہ ان کو اسلام کی ہدایت دے دے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ تو میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے جو حضرت ابوبکر کی رائے ہے' لیکن میری رائے یہ ہے کہ آپ ہمیں ان کو قتل کرنے کا موقع دیں تو ہم ان کی گردنیں اڑا دیں' پس آپ حضرت علی کو عقیل کو قتل کرنے کا موقع دیں تو وہ ان کی گردن اڑا دیں اور آپ عمر کو اس کے فلاں رشتہ دار کو قتل کرنے کا موقع دیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں' کیونکہ یہ لوگ کفر کے ائمہ اور صنادید ہیں' سو

رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر کے قول کی طرف مائل ہوئے اور میرے قول کی طرف مائل نہیں ہوئے۔

پھر دوسری صبح کو میں آیا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر دونوں رو رہے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے بتائیں کہ آپ اور آپ کے صاحب کس سبب سے رو رہے ہیں؟ پس اگر میں روسکا تو روؤں گا ورنہ زبردستی روؤں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ تمہارے جن اصحاب نے فدیہ لیا تھا، مجھ پر ان لوگوں کا عذاب اس درخت کے قریب پیش کیا گیا، وہ درخت نبی ﷺ کے قریب تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں، حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہا دے۔ (الانفال:٦٧) اور یہ آیت: پس تم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے، اس میں سے کھاؤ وہ حلال اور طیب ہے۔ (الانفال:٦٩) پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٧٦٣، سنن ابوداؤد: ٢٦٩٠، سنن ترمذی: ٣٠٨١)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ان نومسلم افراد کے عذاب کا ذکر ہے جنہوں نے مالِ دنیا کی طمع میں فدیہ لیا تھا اور اس سے حضرت ابوبکر اور ایسے دوسرے قدیم اور مخلص صحابہ مراد نہیں ہیں اور اس وعید سے رسول اللہ ﷺ کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ذکر ہے۔

اور الانفال: ٦٧ سے بھی رسول اللہ ﷺ پر عتاب کی کوئی وجہ نہیں ہے، قرآن مجید میں فدیہ لینے کے جواز میں یہ آیت ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً. (محمد:٤)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو (تمہارا پہلا کام) ان کی گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھ لو (اس کے بعد تمہیں اختیار ہے) خواہ محض ان پر احسان کر کے انہیں رہا کر دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔

امام رازی کا بھی یہ کہنا غلط ہے کہ کفار کا فدیہ قبول کرنا، آپ کی اجتہادی خطاء تھی اور اللہ نے اس وجہ سے آپ پر عتاب فرمایا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ ھ الانفال: ٦٧ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

باقی رہا کہ جب یہ ایک جائز کام تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے عتاب کیوں نازل فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین پر خون بہانے کی کوئی حد اور کوئی مقدار نہیں ہے اور اس کا تعین اور انضباط نہیں ہے، بلکہ اس سے یہ مقصود ہے کہ اس قدر کثرت سے کافروں کو قتل کیا جائے کہ کفار کے دلوں پر رعب پڑے اور ہیبت چھا جائے تاکہ وہ دوبارہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی جرأت نہ کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حد تک کافروں کو قتل کرنا اجتہاد پر موقوف ہے، اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ گمان فرمایا ہو کہ جتنے کافروں کو قتل کیا جا چکا ہے، ان سے یہ مقدار حاصل ہو گئی ہے اور فی الواقع وہ مقدار حاصل نہ ہوئی ہو، تو یہ آپ کی اجتہادی خطاء ہے کیونکہ اس حد کے سلسلہ میں کوئی نص نازل نہیں ہوئی تھی اور ہر چند کہ اجتہادی خطاء بھی موجب اجر و ثواب ہوتی ہے اور اس پر مواخذہ یا ملامت نہیں ہوتی لیکن مقربین، قربِ الٰہی کے اُس درجہ پر فائز ہوتے ہیں کہ نیکوکاروں کی نیکیاں بھی ان کے ہاں بُرائی کے حکم میں ہوتی ہیں۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ازراہِ لطف و محبت بہ طورِ تعریض فرمایا: کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اچھی طرح خون بہائے بغیر کفار کو قیدی بنا لے۔ صراحۃً یہ نہیں فرمایا کہ آپ کو انہیں قیدی بنانا نہیں چاہیے تھا یا آپ کا یہ اقدام غلط تھا، بلکہ تعریض اور

کنایہ سے کام لے کر نبی ﷺ کی شان اور عظمت اور مرتبہ کی رفعت کو ظاہر فرمایا کیونکہ ایسے مواقع پر صراحت کو چھوڑ کر ان ہی کے لیے تعریض اور کنایہ سے کام لیا جاتا ہے جن کا مرتبہ بلند اور اونچا ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۱۰۔۵۰۹' داراحیاء التراث العربی بیروت)

صحابہ کرام کے کفار کے فدیہ کو قبول کرنے اور نبی ﷺ کے اس کو برقرار رکھنے کے متعلق مصنف کا مؤقف

میرے نزدیک اس مبحث کی تقریر اس طرح ہے:

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍO (الانفال:۱۲)

سو کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤO

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ تم تمام کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو' اور کسی کو زندہ نہ چھوڑو' لہٰذا جب صحابہ کرام نے ستر کافروں کو قتل کر دیا تو اس آیت کے حکم پر عمل ہو گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کافروں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور گرفتار کرنے سے منع نہیں کیا تھا' اس لیے اگر صحابہ نے بعض کافروں کو گرفتار کر کے قید کر لیا تو اس میں انہوں نے کوئی حکم عدولی اور گناہ نہیں کیا' اور جب کہ وہ کافر بعد میں اسلام لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمد میں خود جنگ کے بعد کافروں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ اقدام عین منشاء الٰہی کے مطابق تھا۔

علامہ ابن بطال' امام رازی' امام ابومنصور ماتریدی اور اسی طرح بعض دیگر مفسرین اور شارحین نے نبی ﷺ کے فدیہ قبول کرنے کو آپ کی اجتہادی خطاء قرار دیا ہے اور الانفال:٦٧ کو آپ پر عتاب قرار دیا ہے' میرے نزدیک نبی ﷺ کی ذاتِ مقدسہ اس تہمت سے بَری ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ ان بزرگوں کی اجتہادی خطاء ہو' میں نے یہ جو کچھ لکھا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا ہے۔ وللہ الحمد!

الانفال:٦٧ کی تفسیر میں بھی میں نے اس پر لکھا ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۴ ص ۶۹۷۔۶۹۴' لیکن زیر بحث حدیث کی شرح میں' میں نے اس مبحث کو بہت انضباط اور زیادہ عمدگی سے لکھا ہے۔ فلہٗ الحمد!

٣٠٥٠ - حَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ جَاءَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از محمد بن جبیر از والد خود اور وہ بدر کے قیدیوں میں آئے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا' آپ مغرب کی نماز میں سورۃ الطور پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۶۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بدر کے قیدیوں کا ذکر ہے۔

١٧٢ - بَابُ الْحَرْبِيِّ إِذَا دَخَلَ دَارَ الْإِسْلَامِ بِغَيْرِ اَمَانٍ

جب حربی دار الاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حربی دار الاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو تو اس کا کیا حکم ہے' آیا اس کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اس کا حکم اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس میں اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اس کا حکم اہل حرب کا ہے' یعنی اس کو قتل کر دیا جائے گا' اور اوزاعی اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اہل حرب کا سفیر ہے تو اس کا دعویٰ

قبول کیا جائے گا' اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ اس کا یہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ مسلمانوں کے لیے فے ہے' جس کو وہ مل جائے گا' وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۱۰)

٣٠٥١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ فِيْ سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ اَصْحَابِهٖ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ فَقَتَلْتُهٗ فَنَفَّلَهٗ سَلَبَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی از ایاس بن سلمۃ بن الاکوع از والدخود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (غزوۂ حنین کے) سفر میں تھے' آپ کے پاس مشرکین کا ایک جاسوس آیا' پس وہ آپ کے اصحاب کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا' پھر چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو تلاش کر کے اس کو قتل کر دو' پس اس کو (حضرت سلمہ بن اکوع نے) قتل کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا سامان ان کو عطا کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۵۴' الرقم المسلسل: ۴۴۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۵۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۵۳۲' شرح مشکل الآثار: ۳۰۱۱' صحیح ابن حبان: ۴۸۴۳' المعجم الکبیر: ۶۲۴۱' سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۷' مسند احمد ج ۴ ص ۵۰ طبع قدیم' مسند احمد ۱۶۵۲۳۔ ج ۲۷ ص ۵۵۔ ۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بغیر امان کے داخل ہونے والے حربی کے متعلق صحیح مسلم کی مفصل روایت

اس حدیث کو امام مسلم نے زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہے:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوازن کے خلاف جہاد کرنے گئے' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صبح کا ناشتہ کر رہے تھے' اس دوران سرخ اونٹ پر سوار ایک شخص آیا' اس نے اونٹ کو بٹھایا' پھر اس نے اپنی کمر سے ایک تسمہ نکال کر اس کے ساتھ اونٹ کو باندھ دیا اور لوگوں کے ساتھ ناشتہ کرنے لگا' اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا' ہم میں کچھ لوگ کمزور تھے اور کچھ سواریوں سے خالی تھے اور کچھ پیدل تھے' اتنے میں وہ تیزی سے دوڑا اور اپنے اونٹ کے پاس آیا' اس کا تسمہ کھول کر اس کو بٹھایا اور اس پر سوار ہو گیا' اس نے اونٹ کو دوڑایا اور اونٹ اس کو لے کر بھاگا' ایک شخص نے خاکی رنگ کی اونٹنی پر اس کا تعاقب کیا' حضرت سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اس کے پیچھے دوڑتا ہوا بھاگا' پہلے میں اونٹنی کی سرین کے پاس تھا' پھر میں اور آگے بڑھا حتیٰ کہ میں اس کے اونٹ کی سرین کے پاس پہنچ گیا' پھر میں نے آگے بڑھ کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی' میں نے اس اونٹ کو بٹھایا' جوں ہی اس اونٹ نے اپنا گھٹنا زمین پر ٹیکا میں نے تلوار سے آدمی کے سر پر ایک وار کیا' وہ آدمی گر پڑا' پھر میں اس آدمی کے ہتھیار اور کجاوے سمیت اس اونٹ کو لے آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ مجھے سامنے سے آتے ہوئے ملے' آپ نے پوچھا: اس شخص کو کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا: (حضرت) سلمہ بن اکوع نے' آپ نے فرمایا: اس کا سارا چھینا ہوا مال سلمہ بن اکوع کا ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۴۶۳۔ ۱۷۵۴)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ تطبیق اور حدیث مذکور کی مزید تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور اس باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے کیونکہ حدیث میں مشرکین کے جاسوس کا ذکر ہے اور باب کے عنوان میں مطلقاً اس حربی کا ذکر ہے جو دارالاسلام میں بغیر امان حاصل کیے ہوئے داخل ہوا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں جس جاسوس کا ذکر کیا گیا ہے' اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ اس کو امان حاصل ہے' پھر

جب اس نے جاسوسی کر لی تو وہ جلدی سے واپس چلا گیا' اس سے صحابہ نے یہ جان لیا کہ وہ حربی ہے اور بغیر امان کے داخل ہوا ہے' لہٰذا اس کو قتل کر دیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ غزوۂ ہوازن کے سفر میں تھے' اس سے مراد غزوۂ حنین ہے۔ اس حدیث کو اسماعیلی نے اس طرح روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو میرے سامنے لاؤ اور اس کو قتل کر دو' پھر لوگ اس کی طرف جھپٹے اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور بتایا کہ وہ مشرکین کا جاسوس ہے' تو آپ نے فرمایا: جس نے اس کو قتل کر دیا تو اس کو چھینا ہوا سامان اس کو ملے گا۔

اس چھینے ہوئے سامان سے مراد ہے: مقتول کی سواری' اس کے کپڑے' اس کے ہتھیار اور اس سواری کے اوپر جو اس کا سامان ہے' اسی طرح اگر دوسری سواری پر اس کا غلام ہو تو وہ بھی سَلَب میں شامل ہے۔

حربی' ذمی یا مسلم جاسوس کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حربی جاسوس کو قتل کر دیا جائے گا' اس پر اجماع ہے۔ رہا اس قوم کا جاسوس جس سے معاہدہ ہو یا ذمی جاسوس تو امام مالک اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ وہ جان اور مال کی حفاظت کا عہد توڑنے والا ہے' اگر ملک کا سربراہ اس کو غلام بنانا چاہے تو اس کو غلام بنا لے اور اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے اور جمہور کے نزدیک اس کی جاسوسی سے اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا اور اگر مسلمان جاسوس ہو تو امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور بعض مالکیہ کے نزدیک سربراہ اس کو تعزیراً کوئی سزا دے گا اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بلا اجازت دار الاسلام میں داخل ہونے والے حربی کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ کہتے ہیں:

یہ حدیث حربی جاسوس کو قتل کرنے کی اصل ہے' اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی مختار ہے اور جو حربی دار الاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو' اس کے متعلق اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے لیے فے ہے' امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا بھی یہی قول ہے اور امام محمد نے کہا ہے کہ جو اس کو پکڑ لے یا اس کو دریافت کرلے' اس کے لیے وہ مالِ فے ہے۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر وہ پکڑے جانے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو پھر وہ فے نہیں ہے' ورنہ وہ مالِ فے ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو اس حربی کو دریافت کرلے' وہ اس کے لیے مالِ فے ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے اس حربی سے چھینی ہوئی چیزیں صرف حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو عطا کی تھیں کیونکہ انہوں نے اس کو قتل کیا تھا اور جنہوں نے کہا ہے کہ وہ فے ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس کے اوپر اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے اور فے کے متعلق مسلمانوں کا سربراہ جو چاہے فیصلہ کر سکتا ہے اور جنہوں نے کہا ہے کہ جو اس کو پکڑ لے' اس کا مال اس کے لیے ہے' وہ اس کو مالِ غنیمت میں سے شمار کرتے ہیں۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ قیاس یہ ہے کہ جو اس کو حاصل کرلے' اسی کے لیے اس کا مال ہے اور اس میں سے خمس نکالا جائے گا کیونکہ اس کو مسلمانوں کی قوت سے نہیں حاصل کیا گیا۔

جو حربی دار الاسلام میں داخل ہو اور یہ کہے کہ اس کو امن دیا گیا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اس کے متعلق مسلمانوں کے سربراہ

کو اختیار ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ وہ فے ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۴۵۷۔ ج ۵ ص ۳۵۱۔ ۳۵۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① غزوۂ حنین کا مختصر بیان ② سَلَب کا لغوی معنی ③ سَلَب کی تفسیر میں مذاہب فقہاء ④ سلب کے احکام اور شرائط میں فقہاء کے نظریات ⑤ سلب کے حکم میں فقہاء احناف کے نظریات اور دلائل ⑥ جنگ بدر میں حضرت معاذ بن عمرو کو سلب کے ساتھ خاص کرنے کا سبب۔

١٧٤ - بَابُ يُقَاتَلُ عَنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَلَا يُسْتَرَقُّوْنَ

ذمیوں کی مدافعت میں جنگ کی جائے اور ان کو غلام نہ بنایا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ ذمی اہل کتاب کی مدافعت میں جنگ کی جائے گی کیونکہ انہوں نے اپنی جان' مال اور اہل و عیال کی حفاظت کے لیے جزیہ ادا کیا ہے' تو جس طرح مسلمانوں کی حفاظت کے لیے جنگ کی جاتی ہے' ان کی حفاظت کے لیے بھی جنگ کی جائے گی۔

۳۰۵۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَاُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَ ذِمَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَاَنْ يُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ وَلَا يُكَلَّفُوْا اِلَّا طَاقَتَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از عمرو بن میمون از حضرت عمر رضی اللہ عنہ' انہوں نے فرمایا: میں اللہ کے ذمہ اور رسول کے ذمہ کو ادا کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور یہ کہ (ذمیوں سے) ان کے عہد کو پورا کیا جائے اور یہ کہ ان کی مدافعت میں (ان کے دشمنوں سے) جنگ کی جائے اور یہ کہ ان کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہ کیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ذمیوں کی مدافعت میں جنگ کا ذکر ہے۔

امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے عنوان میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ذمیوں کو غلام نہ بنایا جائے' اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ذمیوں کی حفاظت کے لیے ان کے دشمنوں سے لڑنا اس کو مستلزم ہے کہ ان کو غلام نہ بنایا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جزیہ کی مقدار سے زیادہ ان سے نہ لیا جائے۔

١٧٥ - بَابُ جَوَائِزِ الْوَفْدِ

وفد کو انعام واکرام عطا کرنا

وفد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو جمع ہو کر کسی بڑے آدمی کی زیارت اور ملاقات کا قصد کرتے ہیں تاکہ وہ ان کی ضروریات کو پورا کرے اور ان کو انعام دے' امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی اور خالی جگہ چھوڑ دی' ان کا ارادہ ہوگا اس جگہ کوئی حدیث ذکر کریں گے لیکن اس کا اتفاق نہ ہو سکا۔

١٧٦ - بَابُ هَلْ يُسْتَشْفَعُ اِلٰى اَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُعَامَلَتِهِمْ

کیا ذمیوں سے سفارش کی جائے اور ان سے معاملہ کیا جائے؟

٣٠٥٣ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَاءَ فَقَالَ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ أَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا أَهَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِيْ إِلَيْهِ وَأَوْصٰى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيْزُهُمْ وَنَسِيْتُ الثَّالِثَةَ وَقَالَ يَعْقُوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَأَلْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ فَقَالَ مَكَّةُ وَالْمَدِيْنَةُ وَالْيَمَامَةُ وَالْيَمَنُ وَقَالَ يَعْقُوْبُ وَالْعَرْجُ أَوَّلُ تِهَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از سلیمان الاحول از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: جمعرات کا دن اور کیسا تھا جمعرات کا دن! پھر وہ اتنا روئے کہ کنکریاں تک ان کے آنسوؤں سے بھیگ گئیں' پھر انہوں نے بتایا کہ جمعرات کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس کاغذ لاؤ تا کہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے' تو صحابہ نے اختلاف کیا اور نبی کے سامنے اختلاف نہیں ہونا چاہیے تو انہوں نے کہا: کیا رسول اللہ (دنیا کو) چھوڑ رہے ہیں' آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو! میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے دعوت دے رہے ہو' اور آپ نے اپنی وفات کے وقت تین چیزوں کی وصیت کی: (۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو (۲) اور وفد کو اس طرح انعام دیتے رہو جس طرح میں انعام دیتا رہا ہوں' اور تیسری وصیت کو میں بھول گیا۔ اور یعقوب بن محمد نے کہا: میں نے المغیرہ بن عبد الرحمان سے جزیرۂ عرب کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مکہ اور مدینہ اور یمامہ اور یمن (جزیرۂ عرب ہے)' اور العرج' تہامہ کی ابتداء ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے۔

وفد کو انعام دینے کی وجہ' جس تیسری وصیت کو حضرت ابن عباس بھول گئے تھے اس کا ذکر ....

اور ''ھَجَر'' کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ وفد کو انعام واکرام دینا سنت ہے' اور اس سے لوگوں کے دلوں میں اُلفت ہوتی ہے' اور یہ حکم تمام وفود کے متعلق ہے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ہوں' کیونکہ اگر وہ روم (شام) سے آئے ہوں تو وہ اسی چیز کو لے کر آتے ہیں جس میں مسلمانوں کی منفعت اور خیر ہوتی ہے' اسی لیے آپ نے ان کو انعام واکرام دینے کی وصیت فرمائی ہے' نیز وہ مہمان ہیں اور مہمان کے متعلق فرمایا ہے کہ ایک دن اور ایک رات ان کی خاطر مدارت کی جائے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ تیسری چیز جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھول گئے' وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر کی روانگی ہے' مسلمانوں کا اس میں اختلاف تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت اس کی وصیت کی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں ''اَهَجَرَ'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کیا آپ دنیا کو چھوڑ رہے ہیں ''هَجر'' کا معنی ہذیان اور بے تکی باتیں کرنا بھی ہوتا ہے اور یہ معنی یہاں پر متصور نہیں ہے۔

١٧٧ - بَابُ التَّجَمُّلِ لِلْوُفُوْدِ — وفود سے ملاقات کے موقع پر خوب صورت لباس پہننا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب وفود ملاقات کے لیے آئیں تو خوب صورت لباس پہننا چاہیے۔

٣٠٥٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ عُمَرُ حُلَّةَ اِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوْقِ فَاَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِبْتَعْ هٰذِهِ الْحُلَّةَ فَتَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَلِلْوُفُوْدِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهٗ اَوْ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهٗ فَلَبِثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةِ دِيْبَاجٍ فَاَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ حَتّٰى اَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ اِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهٗ اَوْ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهٗ ثُمَّ اَرْسَلْتَ اِلَيَّ بِهٰذِهِ فَقَالَ تَبِيْعُهَا اَوْ تُصِيْبُ بِهَا بَعْضَ حَاجَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بازار میں دبیز ریشم کا ایک حُلّہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو وہ اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس عرض کیا: یارسول اللہ! اس حلّہ کو خرید لیجئے' پھر عید اور وفود سے ملاقات کے موقع پر اس سے زینت حاصل کریں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صرف ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' یا فرمایا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر جب تک اللہ نے چاہا آپ ٹھہرے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کی طرف ایک دیباج (ریشم) کا حلّہ بھیجا تو حضرت عمر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئے' پس کہا: یارسول اللہ! آپ نے اس کے متعلق فرمایا تھا: یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' یا فرمایا تھا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' پھر آپ نے یہ حُلّہ میری طرف بھیج دیا تو آپ نے فرمایا: تم اس حلّہ کو بیچ دو' یا اس کے سبب سے اپنی کوئی ضرورت پوری کرلو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٨٦ میں گزر چکی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں وفود سے ملاقات کے موقع پر خوب صورت لباس پہننے کا ذکر ہے۔

١٧٨ - بَابُ كَيْفَ يُعْرَضُ الْاِسْلَامُ عَلَى الصَّبِيِّ — بچے پر کس طرح اسلام پیش کیا جائے گا؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ بچے پر کس طرح اسلام پیش کیا جائے۔

٣٠٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی'

سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ فِيْ رَهْطٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ اُطُمِ بَنِيْ مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ يَوْمَئِذٍ ابْنُ صَيَّادٍ يَحْتَلِمُ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ الْاُمِّيِّيْنَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا تَرٰى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَاْتِيْنِيْ صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ قَدْ خَبَاْتُ لَكَ خَبِيْئًا قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْسَاْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِئْذَنْ لِّيْ فِيْهِ اَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهِ.

انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے ان کو یہ خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' نبی ﷺ کے چند اصحاب میں نبی ﷺ کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ آپ نے اس کو بنی مغالہ کے قلعوں کے پاس لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا اور اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا' اس کو پتا نہیں چلا حتیٰ کہ نبی ﷺ نے اس کی پشت پر اپنا ہاتھ مارا' پھر نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پس ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیین (ان پڑھ لوگوں) کے رسول ہیں' پھر ابنِ صیاد نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: میں اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتا ہوں' نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ ابن صیاد نے کہا: میرے پاس سچی خبر بھی آتی ہے اور جھوٹی خبر بھی' نبی ﷺ نے فرمایا: تم پر خبر مشتبہ ہوگئی ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک چیز چھپائی ہے' ابن صیاد نے کہا: وہ چیز الدُّخ ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: دفع ہو! تو اپنی حد سے ہرگز نہیں بڑھ سکے گا۔ حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن اُڑا دوں' نبی ﷺ نے فرمایا: اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۵۴ میں گزر چکی ہے۔

٣٠٥٦ - **قَالَ** ابْنُ عُمَرَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَاْتِيَانِ النَّخْلَ الَّذِيْ فِيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ حَتّٰى اِذَا دَخَلَ النَّخْلَ طَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهِ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَّهُ فِيْهَا رَمْزَةٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کھجور کے درختوں میں گئے جن میں ابن صیاد تھا حتیٰ کہ جب نبی ﷺ کھجور کے ان درختوں میں داخل ہوئے' آپ کھجور کے ان تنوں میں چھپتے ہوئے چل رہے تھے اور آپ کسی حیلہ سے ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کوئی بات سننا چاہتے تھے اور ابن صیاد اس وقت اپنے بستر کے اوپر لیٹ کر چادر اوڑھے ہوئے گنگنا رہا تھا' تب ابن صیاد کی ماں نے نبی ﷺ کو دیکھ لیا' اس وقت

بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ أَيْ صَافِ وَهُوَ إِسْمُهُ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ.

آپ کھجور کے درختوں کے تنوں میں چھپ رہے تھے اس کی ماں نے ابن صیاد سے کہا: ''اَیْ صَاف'' اور یہ اس کا نام ہے' تو ابن صیاد اچھل پڑا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ اس کو چھوڑ دیتی تو اس کی حقیقت منکشف ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٥٥ میں گزر چکی ہے۔ رہی دوسری حدیث تو وہ پہلی حدیث کا قطعہ ہے اور امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو اس لیے روایت کیا ہے کہ پہلی حدیث میں نابالغ لڑکے پر اسلام کو پیش کرنے کا ذکر ہے۔

٣٠٥٧ - وَقَالَ سَالِمٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّيْ أُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوْحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنْ سَأَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَّمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ.

[اطراف الحدیث: ٣٣٣٧-٣٤٣٩-٤٤٠٢-٦١٧٥-٧١٢٣-٧١٢٧-٧٤٠٧]

اور سالم نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے' پھر آپ نے اللہ کی ایسی تعریف کی جس کے وہ لائق ہے' پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا' پس فرمایا: بے شک میں تمہیں اس سے ڈرا رہا ہوں اور ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا' لیکن عنقریب میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات بتاؤں گا جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی' تم جانتے ہو کہ دجال کانا ہے اور بے شک اللہ کانا نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٩٣٠' الرقم المسلسل: ٧٢٤٨' سنن ابوداؤد: ٤٣٣١' سنن ترمذی: ٢٢٤٩' صحیح ابن حبان: ٦٧٨٥' الادب المفرد: ٩٥٨' شرح السنۃ: ٤٢٧٠' المعجم الکبیر: ١٣١٤٨-١٣١٤٦' مسند احمد ج ٢ ص ١٤٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٣٦٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صیاد سے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں رسول اللہ ہوں' اور آپ نے اس قول میں بچے کو اوپر اسلام کو پیش کیا ہے کیونکہ ابن صیاد اس وقت تک نابالغ تھا۔

ابن صیاد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشویش اور تفتیش

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صیاد کے اوپر اسلام اس لیے پیش کیا کہ یہ وہ دجال نہیں تھا' جس سے ڈرایا گیا ہے لیکن اس قول کو رد کیا گیا ہے کیونکہ ابن صیاد کے دجال ہونے کا بھی احتمال تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو آزمانے کا ارادہ کیا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کاہنوں کے طریقے سے خبر دیتا تھا' پس کبھی اس کی خبر صحیح نکلتی اور کبھی غلط نکلتی اور ابن صیاد کے متعلق آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پاس جانے کا ارادہ کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور آپ جو ابن صیاد کی طرف چل کر گئے تھے اس کا یہی سبب تھا۔ امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں میں ایک عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہوا' جس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی تھی اور دوسری آنکھ ٹھیک تھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خدشہ ہوا کہ شاید یہی دجال ہو۔

امام ترمذی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدینے کے کسی راستے میں دجال ملا' آپ نے

اس کو روک لیا اور وہ یہودی لڑکا تھا اور اس کے بالوں میں مینڈھیاں تھیں اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس نے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور اس کے تمام فرشتوں پر اور اس کی تمام کتابوں پر اور اس کے تمام رسولوں پر اور یوم آخرت پر' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں پانی کے اوپر عرش کو دیکھتا ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سمندر کے اوپر ابلیس کا عرش دیکھتا ہے' آپ نے پھر فرمایا: تم کیا دیکھتے ہو؟ تو اس نے کہا: میں ایک صادق اور دو کاذب دیکھتا ہوں' یا دو صادق اور ایک کاذب دیکھتا ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس پر معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ (سنن ترمذی: ٢٢٤٧)

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے' آپ کی مراد یہ تھی کہ آپ نے دُخان کا اسم اپنے دل میں چھپایا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے سورۂ دخان کی یہ آیت چھپائی تھی:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ○ پس آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان ظاہر دھواں لائے گا○ (الدخان:١٠)

ابن صیاد اس آیت تک نہ پہنچ سکا اور اس نے کہا کہ آپ نے الدُّخ چھپایا ہے۔ ابن صیاد نے جو الدُّخ کہا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سخت گھبرا گیا تھا اور دہشت زدہ ہو گیا تھا اور علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر یہ آیت لکھی ہوئی تھی اور ابن صیاد صرف الدخ ہی بتا سکا' یعنی کسی کاہن نے اس کے دل اور دماغ میں یہ بات ڈال دی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الدُّخ کو چھپایا ہے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: دفع ہو جاؤ! تم اپنی حد سے بڑھ نہیں سکتے' یعنی جس طرح دوسرے کاہن صرف اس بات کو محفوظ رکھتے ہیں جو ان کے دلوں میں شیاطین ڈالتے ہیں اور اس میں سچ اور جھوٹ کو ملا دیتے ہیں' سو تم بھی اسی طرح ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٤١٨۔٤١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو چپکے سے یہ بتایا ہو کہ میں نے الدخان:١٠ کو اپنے دل میں چھپایا ہے تا کہ آپ کے اصحاب کو یہ اطمینان اور تسلی ہو کہ ابن صیاد اس آیت کو نہیں سمجھ سکا' جو آپ نے چھپائی تھی اور شیطان وہ پوری آیت نہیں سن سکا اور اس نے صرف الدخ کا لفظ سنا اور وہی ابن صیاد کو بتا دیا' اور ہماری اس تقریر پر یہ اعتراض نہیں ہوتا ہے کہ ابن صیاد کو پوری آیت نہ سہی' وہ آپ کے دل میں چھپائے ہوئے الفاظ میں سے لفظ ''دُخّ'' پر بھی کیسے مطلع ہو گیا؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ابن صیاد کے پاس گئے اور اس کی باتیں سننے کی کوشش کی' اس سے آپ کا مقصود دجال کا امتحان لینا تھا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں؟

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

لوگوں کا ابن صیاد کے متعلق شدید اختلاف ہے اور اس کا معاملہ سخت مشکل ہے' حتیٰ کہ اس کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے اور یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جس شخص نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے برقرار رکھا اور اس کو مدینہ میں اپنے گھر میں رہنے دیا اور آپ اس کے پڑوس میں رہتے رہے' اس کی کیا وجہ تھی اور آپ نے اس کا امتحان کیوں لیا اور سورۂ دخان کی آیت اپنے دل میں کوئی چھپائی اور بعد میں یہ کیوں فرمایا: دفع ہو جا! تو اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا؟

میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ یہ قصہ اس وقت کا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے صلح کی ہوئی تھی اور ان کو اپنا حلیف بنایا ہوا تھا' جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ نے یہود کے ساتھ ایک صلح نامہ لکھا کہ وہ آپ کے خلاف کوئی شورش نہیں کریں گے اور

آپ ان کے معاملات کو ان پر چھوڑ دیں گے اور ابن صیاد بھی ان میں سے تھا یا ان میں داخل تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر پہنچتی رہتی تھی اور یہ خبر پہنچتی رہتی تھی کہ وہ غیب کی خبریں بیان کرنے کا دعویٰ کرتا رہتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا امتحان لینے گئے تاکہ آپ اس کے متعلق لوگوں کو بتا سکیں کہ وہ کیا چیز ہے؟ پھر جب آپ نے اس سے بات کی تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ باطل اور جھوٹا ہے اور وہ من جملہ کاہنوں اور ساحروں میں سے ہے یا اس کے پاس جنات اور شیاطین کی خبریں آتی ہیں، پھر وہ اس کی زبان پر القاء کر دیتے ہیں، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی زبان سے لفظ ''دُخّ'' سنا تو آپ نے فرمایا: دفع ہو جا! تو اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا، اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ وہ چیز ہے جس پر شیطان مطلع ہوا، پھر اس نے اس کو ابن صیاد پر القاء کیا اور اس کی زبان پر جاری کر دیا، اور یہ آسمانی وحی کے قبیل سے نہیں ہے کیونکہ ابن صیاد ان نبیوں کے مرتبہ کا نہیں تھا جن کو علم غیب ہوتا ہے اور نہ ان اولیاء کے درجہ کا تھا، جن کو غیب کی باتوں کا الہام کیا جاتا ہے اور وہ ان کو اپنے دلوں کے نور سے حاصل کرتے ہیں اور اس کو بعض اوقات شیاطین القاء کرتے تھے اور بعض اوقات وہ باتیں صحیح ہوتی تھیں اور بعض اوقات غلط ہوتی تھیں اور ابن صیاد نے جو کہا تھا کہ میرے پاس صادق اور کاذب خبر آتی ہے، اس کا یہی مطلب ہے اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا تھا: تجھ پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابن صیاد ایک فتنہ ہے جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو آزمائش میں مبتلا کیا تاکہ جس نے ہلاک ہونا ہے، وہ دلیل پر مطلع ہو کر ہلاک ہو اور جس نے زندہ رہنا ہے، وہ دلیل پر مطلع ہو کر زندہ رہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی قوم کو بچھڑے کے فتنہ میں مبتلا کیا تھا، پس جس نے ہلاک ہونا تھا وہ اس فتنہ میں ہلاک ہو گیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی، وہ اس فتنہ سے محفوظ رہا۔

ابن صیاد کے دجال ہونے کے متعلق مختلف روایات

ابن صیاد کے معاملہ میں روایات مختلف ہیں، اسی طرح اس کے بڑی عمر کو پہنچنے کے بعد روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس نے اپنے قول سے توبہ کر لی تھی اور وہ مدینہ میں فوت ہو گیا تھا، اور جب مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کے چہرے کو کھولا گیا اور لوگوں نے اس کو دیکھا اور ان سے کہا گیا: کلمہ شہادت پڑھو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن صیاد کی مذمت کی تو اس نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: دجال مکہ میں داخل نہیں ہو گا اور میں نے تمہارے ساتھ حج کیا ہے، اور آپ نے فرمایا ہے کہ دجال کی اولاد نہیں ہو گی اور میری اولاد ہوئی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور وہ اس میں بالکل شک نہیں کرتے تھے، حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ تو مسلمان ہو گیا تھا، حضرت جابر نے کہا: خواہ وہ مسلمان ہو گیا ہو، پھر حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ مدینہ میں تھا اور وہ مکہ میں داخل ہوا ہے، تو حضرت جابر نے کہا: خواہ وہ مکہ میں داخل ہوا ہو، نیز حضرت جابر نے کہا: واقعہ حرہ کے دن ہم نے اس کو گم پایا۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ تصریح ان لوگوں کی روایت کے خلاف ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ مدینہ میں فوت ہو گیا تھا۔

(معالم السنن ج ٤ ص ٣٢٣۔ ٣٢٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

١٧٩ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْيَهُوْدِ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دجال کے متعلق یہ ارشاد کہ تم اسلام قبول کر لو، سلامت رہو گے

اس باب کے عنوان میں جو فرمایا ہے: تم سلامت رہو گے' اس کا معنی یہ ہے کہ تم دنیا میں قتل ہونے اور جزیہ دینے سے سلامت رہو گے اور آخرت میں دائمی عذاب سے محفوظ رہو گے۔

قَالَهُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ. اس قول کے قائل المقبری ہیں از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۷۳۱۶۷ میں مذکور ہے اور مقبری سے مراد سعید بن ابی سعید مقبری ہیں' ان کو مقبری اس لیے کہتے تھے کہ یہ مقبرہ کے پاس رہتے تھے' ان کا نام کیسان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲۰)

۱۸۰ - بَابٌ اِذَا اَسْلَمَ قَوْمٌ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ وَلَهُمْ مَالٌ وَّاَرْضُوْنَ فَهِیَ لَهُمْ

جب دار الحرب میں کچھ لوگ اسلام قبول کر لیں اور ان کا مال ہو اور ان کی زمینیں ہوں تو وہ ان ہی کی ملکیت ہے

دار الحرب میں مسلمان کے چھوڑے ہوئے مال کے متعلق مذاہب ائمہ

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب اہل حرب میں سے کچھ لوگ دار الحرب میں اسلام قبول کر لیں اور ان کے پاس دار الحرب میں مال بھی ہو اور زمینیں بھی ہوں تو یہ سب ان ہی کی مِلک میں رہے گا یعنی جب مسلمان دار الحرب پر حملہ کریں تو ان کا وہ مال اور ان کی وہ زمینیں فے یا غنیمت میں شمار نہیں ہوں گی' اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام شافعی' اشہب مالکی اور سحنون مالکی نے یہ کہا ہے کہ جو شخص دار الحرب میں مسلمان ہو گیا اور دار الحرب میں اس کا مال اور اس کی اولاد باقی ہو' پھر وہ مسلمان ہونے کی حالت میں ہمارے ملک میں آئے' پھر وہ مسلمانوں کے ساتھ اپنے سابق ملک میں جہاد کرے تو وہ اس ملک میں اپنے مال اور اپنی زمین کو محفوظ رکھے گا' جہاں اس کے کم سن بچے ہوں گے کیونکہ وہ اسلام کے تابع ہیں۔

امام مالک اور لیث نے کہا ہے کہ اس کے اہل' اس کا مال اور اس کی اولاد اس کی ملک میں فے ہیں' جیسا کہ دار الحرب کا حکم ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس کے حکم میں فرمایا ہے: انہوں نے فرمایا: جب وہ دار الحرب میں مسلمان ہو جائے' پھر وہ ہماری طرف آئے تو اس کی کم سن اولاد آزاد اور مسلمان قرار پائے گی اور اس نے کسی مسلمان یا ذمی کے پاس جو امانت رکھی ہے وہ اسی کی ملکیت قرار پائے گی' اور جو مال اس نے حربی کے پاس امانت رکھا ہے تو وہ مال اور اس کی باقی زمینیں وہاں پر فے ہیں' اور جب وہ دار الاسلام میں اسلام قبول کرے' پھر مسلمان اس کے سابق ملک پر حملہ کر کے اس پر غالب ہو جائیں تو دار الحرب میں اس کی ہر چیز فے ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دار الاسلام اور دار الحرب کے احکام میں فرق ہے اور امام شافعی اور امام مالک نے اس کے سابق دار اور دار الاسلام میں فرق نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۰۵۸ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِیْ حَجَّتِهٖ؟ قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مَنْزِلًا؟ ثُمَّ قَالَ نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِیْ كِنَانَةَ الْمُحَصَّبِ حَيْثُ قَاسَمَهُ قُرَيْشٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از علی بن حسین از عمرو بن عثمان بن عفان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اپنے حج میں کل کہاں ٹھہریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہے؟ پھر آپ نے

عَلَى الْكُفْرِ وَذٰلِكَ اَنَّ بَنِيْ كِنَانَةَ حَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ اَنْ لَّا يُبَايِعُوْهُمْ وَلَا يُؤْوُوْهُمْ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَالْخَيْفُ الْوَادِيْ.

فرمایا: کل ہم خیف بنو کنانہ (وادی) المحصب میں ٹھہریں گے جہاں قریش نے کفر (کی حمایت) پر قسمیں کھائی تھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بنو کنانہ نے بنو ہاشم کے خلاف قریش کا ساتھ دینے پر حلف اٹھایا تھا کہ وہ بنو ہاشم سے خرید وفروخت کریں گے اور نہ ان کا ساتھ دیں گے۔ الزہری نے کہا: خیف ایک وادی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۸۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقیل کے اسلام قبول کرنے سے پہلے فرمایا: مکہ میں اس کا جو گھر ہے وہ اسی کا ہے' تو پھر اس کے اسلام لانے کے بعد تو بہ طریق اولیٰ وہ گھر اس کی ملکیت ہوگا' اس سے یہ واضح ہو گیا کہ جب دار الحرب میں کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو اس کی املاک پر اس کی ملکیت باقی رہتی ہے۔

٣٠٥٩ - **حَدَّثَنَا** اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِسْتَعْمَلَ مَوْلًى لَّهٗ يُدْعٰى هُنَيًّا عَلَى الْحِمٰى فَقَالَ يَاهُنَيُّ اضْمُمْ جَنَاحَكَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابَةٌ وَّاَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ وَاِيَّايَ وَنَعَمَ ابْنِ عَوْفٍ وَّنَعَمَ ابْنِ عَفَّانَ فَاِنَّهُمَا اِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَرْجِعَانِ اِلٰى نَخْلٍ وَّزَرْعٍ وَّاِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ اِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَاْتِيْنِيْ بِبَنِيْهِ فَيَقُوْلُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَفَتَارِكُهُمْ اَنَا لَا اَبَا لَكَ؟ فَالْمَاءُ وَالْكَلَأُ اَيْسَرُ عَلَيَّ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ اَنِّيْ قَدْ ظَلَمْتُهُمْ اِنَّهَا لَبِلَادُهُمْ فَقَاتَلُوْا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَاَسْلَمُوْا عَلَيْهَا فِي الْاِسْلَامِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَا الْمَالُ الَّذِيْ اَحْمِلُ عَلَيْهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام کو ایک چراگاہ کا حاکم بنایا' اس غلام کا نام ھُنَی تھا' حضرت عمر نے اس سے فرمایا: اے ھُنی! اپنے بازو کو مسلمانوں سے ملا کر رکھنا' اور مظلوم کی دعا سے ڈرتے رہنا' کیونکہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے' اور حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عفان رضی اللہ عنہ کے مویشیوں کو (چراگاہ میں نہ جانے دینا) کیونکہ اگر ان کے مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ (اپنے گزارے کے لیے) کھجور کے درختوں اور کھیتوں کی طرف رجوع کر لیں گے اور چند اونٹوں اور چند بکریوں کے مالکوں کو (چراگاہ میں داخل ہونے دینا) کیونکہ اگر ان کے مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ اپنی اولاد کو لے کر میرے پاس آئیں گے' پس وہ کہیں گے: اے امیر المؤمنین! (ہم فقراء اور محتاج ہیں) تیرا باپ نہ رہے! تو کیا میں ان کو چھوڑ دوں گا' پس ان کو (چراگاہ میں) پانی اور گھاس مہیا کرنا سونا اور چاندی دینے سے زیادہ آسان ہے! اور اللہ کی قسم! یہ لوگ گمان کریں گے کہ میں نے ان پر ظلم کیا ہے' بے شک یہ ان کا ملک ہے' انہوں نے اس ملک کی حفاظت کے لیے زمانۂ جاہلیت میں قتال کیا ہے اور دار الاسلام میں اس پر اسلام قبول کیا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر وہ اموال (یعنی گھوڑے) نہ ہوتے جن پر میں جہاد میں

(مجاہدین کو) سوار کرتا ہوں تو میں ان کے ملک میں ایک بالشت کو بھی چراگاہ نہ بناتا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی بستی کے راستے اور اس میں مویشیوں کی چراگاہیں بستی والوں کے حقوق سے ہیں اور سربراہ کے لیے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے سوائے اس صورت کے کہ اس میں کوئی چیز فاضل ہو اور ضرورت سے زائد ہو۔

١٨١ - بَابُ كِتَابَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ — سربراہ ملک کا لوگوں کی مردم شماری کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر ملک کا سربراہ مردم شماری کرے اور اپنے ریکارڈ میں یہ رکھے کہ کتنے ذمی ہیں کتنے مسلمان ہیں اور کتنے مجاہدین ہیں تو یہ جائز ہے۔

٣٠٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبُوا لِي مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ فَكَتَبْنَا لَهُ أَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةِ رَجُلٍ فَقُلْنَا نَخَافُ وَنَحْنُ أَلْفٌ وَّخَمْسُ مِائَةٍ فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا ابْتُلِينَا حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّيْ وَحْدَهٗ وَهُوَ خَائِفٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے روایت بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا: میرے لیے یہ لکھو کہ لوگوں میں سے کتنے آدمیوں نے اسلام قبول کیا ہے؟ پس ہم نے آپ کے لیے ایک ہزار اور پانچ سو مرد لکھے پس ہم نے (دل میں) کہا کہ ہم ایک ہزار اور پانچ سو ہیں اور پھر بھی ڈرتے ہیں پس تحقیق یہ ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ہمیں آزمائش میں مبتلا کیا گیا حتیٰ کہ ایک آدمی اکیلے نماز پڑھتے ہوئے ڈرتا تھا۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ فَوَجَدْنَاهُمْ خَمْسَ مِائَةٍ قَالَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ مَابَيْنَ سِتِّ مِائَةٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ.

ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از اعمش پس ہم نے ان کو پانچ سو پایا ابومعاویہ نے کہا: چھ سو سے سات سو تک۔

(صحیح مسلم: ١٤٩، الرقم المسلسل: ٢٧١، سنن ابن ماجہ: ٤٠٢٩، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٥ ص ٦٩، مسند البزار: ٢٨٦٨، السنن الکبریٰ: ٨٨٧٥، صحیح ابن حبان: ٦٢٧٣، سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٦٢-٣٦٣، شرح السنۃ: ٢٧٤٣، مسند احمد ج ٥ ص ٣٨٤ طبع قدیم مسند احمد: ٢٣٢٦٩ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مردم شماری کی مختلف روایات میں تطبیق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت حذیفہ کی روایت میں یہ ہے کہ مردم شماری میں ایک ہزار اور پانچ سو مسلمان تھے اور ابومعاویہ کی روایت میں ہے: چھ سو سے سات سو تک تھے ان روایات کے اندر تعارض ہے اس میں تطبیق کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کئی دفعہ مردم شماری کی گئی ایک بار پانچ سو تھے دوسری بار سات سو تھے اور تیسری بار پندرہ سو تھے۔

٣٠٦١ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عمرو بن دینار از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا پس اس نے کہا: یا رسول

كُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَامْرَاَتِيْ حَاجَّةٌ قَالَ اِرْجِعْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِكَ.

اللہ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج پر جا رہی ہے آپ نے فرمایا: واپس جاؤ! اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۶۲ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ایک مرد کا مجاہدین کی فہرست میں لکھے جانے کا ذکر ہے۔

۱۸۲ - بَابُ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

بے شک اللہ کسی فاجر مرد سے (بھی) دین کو تقویت دیتا ہے

اس باب کے عنوان میں فاجر کا ذکر ہے اور اس کا معنی ہے: جو شخص گناہوں اور حرام کاموں کو خوشی سے کرے اور اس کا معنی نافرمانی کرنا بھی ہے جیسے دعائے قنوت میں ہے: ''ونترك من يفجرك'' جو تیری نافرمانی کرتا ہے ہم اس کو چھوڑتے ہیں' اور ''فجور'' کا معنی فسق ہے اور فاجر کا معنی فاسق ہے۔

٣٠٦٢ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) وحَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ يَدَّعِي الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيْدًا فَاَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِيْ قُلْتَ اِنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاِنَّهُ قَدْ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيْدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّارِ قَالَ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ اَنْ يَّرْتَابَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ قِيْلَ اِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنَّ بِهٖ جِرَاحًا شَدِيْدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَاُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى بِالنَّاسِ اِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.

[اطراف الحدیث: ٤٢٠٣ـ ٤٢٠٤ـ ٦٦٠٦] (صحیح مسلم: ۱۱۱' الرقم المسلسل: ۲۰٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو یمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری (ح) اور مجھے محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از ابن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں موجود تھے تو آپ نے ایک ایسے مرد کے متعلق فرمایا جو اسلام کا مدعی تھا کہ یہ اہلِ دوزخ سے ہے' پھر جب جنگ چھڑ گئی تو اس مرد نے بہت شدید جنگ کی' پس اس کو ایک زخم لگ گیا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! جس مرد کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ یہ اہلِ دوزخ سے ہے' اس نے تو آج بہت زبردست جنگ کی اور وہ مر گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخ کی طرف ہے' راوی نے کہا: پس بعض لوگوں نے شک کرنے کا ارادہ کیا' پس جس وقت وہ اس کیفیت پر تھے تو اچانک بتایا گیا کہ وہ مرا نہیں ہے لیکن اس کو بہت شدید زخم لگا تھا' پس جب رات ہوئی تو وہ اس زخم پر صبر نہیں کر سکا' پس اس نے خودکشی کر لی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جنت میں صرف مسلمان شخص داخل ہوگا اور بے شک اللہ اس دین کی فاجر مرد سے (بھی) تقویت فرماتا ہے۔

اس غزوہ کی تعیین جس میں ایک مرد نے خودکشی کی اور خودکشی کی دو روایتوں میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے۔ امام بخاری نے اس غزوہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ امام ابن اسحاق' امام واقدی اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ غزوۂ اُحد کا واقعہ ہے اور اس مرد کا نام قزمان ہے اور اس کا شمار منافقین میں ہوتا تھا۔ یہ غزوۂ اُحد میں سب سے پیچھے رہ گیا تھا تو عورتوں نے اس کو ملامت کی اور عار دلائی تو پھر یہ جنگ کے لیے روانہ ہوا اور اس نے سات کافروں کو قتل کیا اور یہ زخمی ہوگیا' پھر اس نے خودکشی کر لی' لیکن امام ابن اسحاق وغیرہ پر ردّ کیا گیا ہے کہ قزمان کا قصہ غزوۂ اُحد میں تھا اور اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے' اور حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کا تعلق غزوۂ خیبر سے تھا جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ اسی وجہ سے صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس طرح مذکور ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خیبر میں تھے اور یہی بات صحیح ہے کیونکہ یہ دو الگ الگ قصے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بعض لوگوں نے شک کرنے کا ارادہ کیا' یعنی ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق میں شک کرنے کا ارادہ کیا۔

جس شخص نے خودکشی کی تھی آیا وہ کافر تھا یا مسلم فاجر؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے یہ اعلان کرایا کہ جنت میں صرف مسلمان شخص جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق میں شک کیا تھا' اسی وجہ سے اس نے زخمی ہونے کے بعد خودکشی کر لی۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اعلان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں تھا حالانکہ خودکشی کرنے سے کوئی شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاتا بلکہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باطن پر مطلع تھے اور آپ کو وحی کے ذریعے معلوم ہوگیا تھا کہ اس شخص کے باطن میں کفر ہے۔

اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فاجر مرد سے بھی دین کی تقویت عطا فرماتا ہے اور یہاں فاجر سے مراد کافر ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: وہ اہلِ دوزخ سے ہے۔

جنگ میں کفار سے مدد لینے کی دو مختلف روایتوں میں تطبیق

یہ حدیث صحیح مسلم کی اس حدیث سے معارض ہے' جس میں آپ نے فرمایا: ہم مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۱۷' سنن ابوداؤد: ۲۷۳۲' سنن ترمذی: ۱۵۵۸' سنن ابن ماجہ: ۲۸۳۲) میں کہتا ہوں: یہ تعارض نہیں ہے' اس لیے کہ مشرک اور مسلم فاجر میں فرق ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ ہم مشرک سے مدد نہیں لیتے' یہ کسی خاص وقت کے لیے تھا ورنہ آپ نے غزوۂ ہوازن میں صفوان بن امیہ سے مدد لی اور اس سے ایک سو زرہیں اور ہتھیار عاریۃً لیے اور آپ صفوان کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہوازن نے صفوان سے کہا کہ تم (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ قتال کر رہے ہو حالانکہ تم ان کے دین پر نہیں ہو' تو صفوان نے جواب دیا: بعض قریشی بعض ہوازن سے افضل ہیں اور امام طحاوی نے یہ جواب دیا ہے کہ صفوان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قتال کرنا اس کے اختیار سے تھا اور یہ آپ کے اس ارشاد کے معارض نہیں ہے کہ ہم مشرک سے مدد نہیں لیتے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوگیا تھا کہ صفوان بن امیہ اسلام قبول کر لے گا' اسی وجہ سے آپ نے جنگِ حنین کے دن اس کو مالِ غنیمت سے وافر حصہ دیا' پھر وہ مسلمان ہوگیا۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا: ہم مشرک سے مدد نہیں لیتے' یہ

اس مشرک کے متعلق ہے جس کا خاتمہ شرک پر ہو اور صفوان بن امیہ کے متعلق نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے معلوم تھا کہ بالآخر یہ مسلمان ہو جائیں گے' سو اس سے مدد لینا اُس مشرک سے مدد لینا نہیں ہے' جس کا خاتمہ شرک پر ہو اور اسی وجہ سے علماء نے سلاطین اور سربراہوں کے لیے ان کی حکومت کے دوام کی دعا کرنے کو مستحسن قرار دیا ہے' خواہ ان کے اپنے اعمال ٹھیک نہ ہوں' لیکن کسی نہ کسی طریقے سے اللہ تعالیٰ ان سے دین کا کام لے لیتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲۷-۴۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۳ - بَابُ مَنْ تَأَمَّرَ فِي الْحَرْبِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ إِذَا خَافَ الْعَدُوَّ

جو شخص جنگ میں از خود امیر بن جائے جب اسے دشمن سے خطرہ ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو مجاہدین کا امیر نہ بنایا جائے اور جنگ کے دوران وہ از خود امیر بننے میں مصلحت سمجھے تو اس کا امیر بننا جائز ہے۔

٣٠٦٣ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ عَلَيْهِ وَمَا يَسُرُّنِي أَوْ قَالَ مَا يَسُرُّهُمْ أَنَّهُمْ عِنْدَنَا وَقَالَ وَإِنَّ عَيْنَيْهِ لَتَذْرِفَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: زید نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر جعفر نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر کسی کے امیر بنانے کے بغیر خالد بن ولید نے جھنڈا لیا تو ان کو فتح عطا کی گئی اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہے' یا فرمایا: انہیں اس سے خوشی نہیں ہو گی کہ وہ ہمارے پاس ہوتے' راوی نے کہا: جب آپ یہ فرما رہے تھے تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت خالد بن ولید کو غزوۂ موتہ میں کسی نے امیر نہیں بنایا تھا' وہ از خود اپنے ہاتھ میں جھنڈا لے کر امیر بنے تھے۔

غزوۂ موتہ کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غزوۂ موتہ کا ذکر ہے' عنقریب کتاب المغازی میں اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔

غزوۂ موتہ جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری میں ہوا تھا' علامہ واقدی نے زہری کی روایت سے اس کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب بن عمیر غفاری کو پندرہ مردوں کے ساتھ روانہ کیا حتیٰ کہ وہ شام کے علاقہ ذات الملاح میں گئے' یہ جگہ البلقاء سے ایک رات کی مسافت پر ہے' وہاں پر انہوں نے بنو قضاعہ کی ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا' انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی' ان لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور ان صحابہ پر تیر برسانے شروع کر دیئے' یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے ان سے شدید قتال کیا' پس وہ شہید ہو گئے' ان میں سے ایک زخمی صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے ان

شہداء کا انتقام لینے کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین ہزار صحابہ کا ایک لشکر روانہ کیا اور فرمایا: اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے' اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے' سو یہ لوگ روانہ ہوئے حتیٰ کہ سرزمین شام میں معان کے مقام پر ٹھہرے' پھر ان کو یہ خبر پہنچی کہ ھرقل ایک لاکھ شامیوں کے ساتھ سرزمین البلقاء میں مآب کے مقام پر ٹھہرا ہے اور مختلف شہروں سے مزید ایک لاکھ فوجیں اس کے ساتھ شامل ہو گئی ہیں' جب یہ خبر مسلمانوں کو پہنچی تو وہ دو راتوں تک معان کے مقام پر ان کا انتظار کرتے رہے اور انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکتوب روانہ کرتے ہیں اور آپ کو بتاتے ہیں کہ ہماری کتنی تعداد ہے اور ہمارے مقابلہ میں دشمن کی کتنی تعداد ہے' پس یا تو آپ ہماری مدد کے لیے کمک روانہ فرمائیں گے یا پھر اس صورتِ حال کے مطابق آپ جو بھی حکم دیں گے ہم اس پر عمل کریں گے' راوی نے کہا: پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے مسلمانوں کی ہمت بڑھائی اور کہا: اے لوگو! کیا تم اس مقصد کو ناپسند کر رہے ہو جس کے لیے تم روانہ ہوئے تھے تم تو شہادت کے طلب گار تھے' اور ہم تعداد اور قوت کی بنیاد پر جنگ نہیں کرتے' ہم تو صرف اس دین کی سربلندی کے لیے قتال کرتے ہیں' پس آگے بڑھو اور تمہیں دو چیزوں میں سے ایک چیز حاصل ہوگی' یا کفار کے خلاف غلبہ حاصل ہوگا یا شہادت حاصل ہوگی' پھر مسلمان آگے روانہ ہوئے حتیٰ کہ البلقاء میں پہنچ گئے جہاں ھرقل اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا' پھر البلقاء کا ایک گاؤں جس کا نام مُوتہ تھا وہاں ان کا مقابلہ ہوا اور جنگ ہوئی' پس حضرت زید بن حارثہ شہید ہو گئے' پھر حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا پکڑ کر لڑنا شروع کیا' حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے' علامہ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت جعفر نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا ہوا تھا وہ ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا' وہ ہاتھ بھی کٹ گیا تو انہوں نے دونوں بازوؤں کو جوڑ کر جھنڈا تھاما اور پھر وہ شہید ہو گئے' اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی' اللہ تعالیٰ نے ان دو ہاتھوں کے عوض جنت میں ان کو دو بازو عطا فرمائے اور وہ جنت میں جہاں چاہتے تھے اُڑتے پھرتے تھے' پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لے لیا' پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے' پھر حضرت ثابت بن اقرم نے جھنڈا لے لیا اور کہا: اے مسلمانو! تم کسی ایک شخص کی قیادت پر متفق ہو جاؤ' مسلمانوں نے کہا: آپ ہی قیادت کریں' تو انہوں نے کہا: میں قیادت نہیں کروں گا' پھر مسلمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت پر متفق ہو گئے' علامہ واقدی نے بیان کیا کہ جب حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا لے لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب جنگ کی بھٹی بھڑک اُٹھی ہے' پس اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی اور مسلمان غالب ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲۸۔ ۴۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۴ - بَابُ الْعَوْنِ بِالْمَدَدِ — لشکر کی مدد کے لیے فوج روانہ کرنا

اس باب کے عنوان میں مدد کا لفظ ہے' لغت میں اس کا معنی ہے: جس چیز سے کسی کی مدد کی جائے' اور یہاں اس سے مراد ہے: جہاد میں مسلمانوں کے لیے کمک روانہ کرنا۔

۳۰۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَّسَهْلُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ رِعْلٌ وَّذَكْوَانُ وَعُصَيَّةُ وَبَنُو لِحْيَانَ فَزَعَمُوْا أَنَّهُمْ قَدْ أَسْلَمُوْا وَاسْتَمَدُّوْهُ عَلٰى قَوْمِهِمْ فَأَمَدَّهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعِيْنَ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی اور سہل بن یوسف نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان آئے' پس انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ اسلام لا چکے ہیں اور انہوں نے اپنی قوم کے خلاف مدد طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر (۷۰) انصار کو ان کی مدد کے لیے

الْاَنْصَارِ قَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُسَمِّيْهِمُ الْقُرَّاءَ يَحْطِبُوْنَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّوْنَ بِاللَّيْلِ فَانْطَلَقُوْا بِهِمْ حَتّٰى بَلَغُوْا بِئْرَ مَعُوْنَةَ غَدَرُوْا بِهِمْ وَقَتَلُوْهُمْ فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبَنِىْ لِحْيَانَ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّهُمْ قَرَءُوْا بِهِمْ قُرْاٰنًا اَلَا بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا ثُمَّ رُفِعَ ذٰلِكَ بَعْدُ.

روانہ کیا' حضرت انس نے بتایا: ہم ان کو قُرّاء (قرآن مجید پڑھنے والے) کہتے تھے' وہ دن میں لکڑیاں لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے' وہ ان کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بئر معونہ پر پہنچ گئے' وہاں مشرکین نے ان کو دھوکا دیا اور ان کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مہینہ رعل اور ذکوان اور بنولحیان کے خلاف دعا کرتے رہے۔ قتادہ نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (ان شہداء کے متعلق) وہ قرآن مجید میں یہ آیت پڑھتے رہے: سنو! ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔ پھر اس کے بعد اس آیت کو اٹھا لیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ رِعل اور ذکوان وغیرہ نے اپنی قوم کے خلاف مدد طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ستر انصار کو ان کی مدد کے لیے بھیج دیا۔

منسوخ التلاوت کا معنی

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ایک آیت کے منسوخ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اور نسخ تکذیب نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ فقط اس آیت کی تلاوت اٹھا لی گئی تھی' جیسا کہ احکام کے منسوخ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس حکم پر عمل کو ترک کر دیا جاتا ہے' پھر بعض اوقات اس حکم کے عوض کسی اور حکم کو لایا جاتا ہے اور بعض اوقات اس حکم کے عوض کوئی اور حکم نہیں لایا جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٤٢٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٨٥ - بَابُ مَنْ غَلَبَ الْعَدُوَّ فَاَقَامَ عَلٰى عَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا

جو شخص دشمن پر فتح پانے کے بعد تین دن تک اس کی جگہ میں رہا

اس باب کے عنوان میں "العرصة" کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: ایسی کھلی جگہ جس پر کوئی تعمیر نہ کی گئی ہو۔

٣٠٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثَ لَيَالٍ تَابَعَهُ مُعَاذٌ وَّعَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ٣٩٧٦] (صحیح مسلم: ٢٨٧٥' الرقم المسلسل:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ جب آپ کسی قوم پر غلبہ پا لیتے تو اس کی سرزمین میں تین راتوں تک رہتے۔ معاذ اور عبدالاعلیٰ نے سعید کی متابعت کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس از حضرت ابوطلحہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

۷۱۱۸' سنن ابوداؤد: ۲۶۹۵' سنن ترمذی: ۱۵۵۶)

دشمن کی سرزمین میں تین دن تک قیام کرنے کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کی سرزمین میں جو تین دن تک قیام کرتے تھے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے: آپ اس لیے وہاں تین دن تک قیام فرماتے تھے تاکہ آپ کی فتح کے آثار کا اظہار ہو اور آپ احکام نافذ فرمائیں گویا آپ یوں فرماتے تھے کہ ہم یہاں پر مقیم ہیں اگر تم میں طاقت ہے تو ہم پر جوابی حملہ کرو اور اپنا علاقہ واپس لے لو۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ تین دن اس لیے قیام فرماتے تھے کہ مسافر کے سفر کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن ہے اس لیے کہ چار دن کے بعد اقامت کا حکم ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کوئی شخص حج کے احکام پر عمل کرنے کے بعد تین دن سے زیادہ نہ رہے اور اس لیے کہ ان تین دنوں میں مالِ غنیمت تقسیم کرلیا جائے اور سواریوں کو آرام مل جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۳۰' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ رَافِعٌ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ فَاَصَبْنَا غَنَمًا وَّاِبِلًا فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ.

اور رافع نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذی الحلیفہ میں تھے تو ہم نے بکریاں اور اونٹ حاصل کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۴۸۸ میں مذکور ہے۔

١٨٦ - بَابُ مَنْ قَسَمَ الْغَنِيْمَةَ فِىْ غَزْوِهٖ وَسَفَرِهٖ

جس نے اپنے غزوہ میں اور سفر میں غنیمت کو تقسیم کیا

وَقَالَ رَافِعٌ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ فَاَصَبْنَا غَنَمًا وَّاِبِلًا فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ.

اور رافع نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذوالحلیفہ میں تھے تو ہم نے بکریوں اور اونٹوں کو پایا' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔

٣٠٦٦ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا اَخْبَرَهٗ قَالَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجعرانہ سے عمرہ کیا جہاں پر غزوۂ حنین کی غنیمتوں کو تقسیم کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۷۸ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ یہ بیان کریں کہ سفر میں کسی غزوہ کا مالِ غنیمت تقسیم کرنا جائز ہے۔ اس کے بعض دیگر مسائل لکھے جارہے ہیں:

فقہاء احناف کے نزدیک دارالحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم جائز نہیں' اس پر حافظ ابن حجر اور علامہ المہلب کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے فقہائے احناف کے قول کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ مالِ غنیمت کو دارالحرب میں تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ جب تک مالِ غنیمت پر غلبہ حاصل نہ ہو' اس وقت تک اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی اور غلبہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب مالِ غنیمت کو دارالاسلام میں محفوظ کر لیا جائے اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ یہ معاملہ امام کی نظر اور اس کے اجتہاد کی طرف راجع ہے اور جب مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہو جائے اس وقت غلبہ مکمل ہو جاتا ہے' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کفار اس وقت کوئی غلام آزاد کریں تو ان کا یہ آزاد کرنا نافذ نہیں ہوگا' اور اگر حربی کا غلام اسلام قبول کر لے اور مسلمانوں سے مل جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۶۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ ردّ مردود ہے' اس لیے کہ اس باب میں دو حدیثیں ہیں' اور ان میں سے کوئی حدیث بھی اس پر نہیں دلالت کرتی کہ مالِ غنیمت کی تقسیم دارالحرب میں ہوئی تھی' رہی حضرت رافع کی حدیث تو وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ تقسیم ذی الحلیفہ میں ہوئی تھی' اور رہی حضرت انس کی حدیث تو وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ تقسیم جعرانہ میں ہوئی تھی اور ذوالحلیفہ اور جعرانہ دونوں دارالاسلام میں ہیں' پس حقیقت میں یہ دونوں حدیثیں فقہاء احناف کی دلیل ہیں اور اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مالِ غنیمت کو تقسیم کرنا صرف دارالاسلام میں جائز ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ یہ تقسیم امام کی نظر اور اس کے اجتہاد پر موقوف ہے۔ امام جہاں پر لوگوں کی ضرورت محسوس کرے گا وہیں پر مالِ غنیمت کو تقسیم کرے گا' اور اگر وہ دیکھے کہ مسلمان مستغنی ہیں اور علاقے میں امن نہیں ہے تو پھر مالِ غنیمت کو مؤخر کرے گا۔ اور جن لوگوں نے دارالحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم کو جائز قرار دیا ہے' وہ امام مالک' امام اوزاعی' امام شافعی اور ابوثور ہیں' اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ مالِ غنیمت کو صرف دارالاسلام میں تقسیم کیا جائے گا اور صحیح قول ان کا ہے جو دارالحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم کو جائز قرار دیتے ہیں' اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا' یہ کوئی امر لازم نہیں ہے' اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب گوشت کی جنس مختلف ہو تو اس کو کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۳۶-۲۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کی یہ شرح صحیح نہیں ہے اور جس دلیل سے علامہ عینی نے علامہ ابن حجر کا ردّ کیا ہے' اسی دلیل سے علامہ المہلب کا بھی ردّ ہو رہا ہے۔

۱۸۷ - بَابٌ إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُونَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَهُ الْمُسْلِمُ

جب مشرکین کسی مسلمان کا مال لوٹ لیں' پھر وہ مسلمان اسی مال کو پالے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل حرب مسلمان کا مال لوٹ لیں' پھر جب مسلمانوں کا ان حربیوں پر غلبہ ہو جائے اور وہ مسلمان بعینہٖ اپنے مال کو پالے تو آیا وہ اپنے اس مال کو بعینہٖ لینے کا حق دار ہے یا اس کے اس مال کو بھی مالِ غنیمت میں شمار کیا جائے

گا؟ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اس لیے امام بخاری نے عنوان میں اس کا جواب ذکر نہیں کیا' ہم اس اختلاف کا ان شاء اللہ اس حدیث کی شرح میں ذکر کریں گے۔

٣٠٦٧ - قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ ذَهَبَ فَرَسٌ لَّهُ فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَقَ عَبْدٌ لَّهُ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ٣٠٦٨-٣٠٦٩]

(سنن ابوداؤد: ٢٦٩٩' سنن ابن ماجہ: ٢٨٤٧)

ابن نمیر نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا ایک گھوڑا بھاگ گیا تھا' پس اس کو دشمن نے پکڑ لیا' پھر مسلمانوں نے اس پر غلبہ پالیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس پر غلبہ پالیا گیا اور ان کا ایک غلام بھاگ کر روم (شام) میں چلا گیا' پھر مسلمانوں نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا تو حضرت خالد بن ولید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کو وہ غلام واپس کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ابن نمیر کا ذکر ہے' ان کا پورا نام عبداللہ بن نمیر الھمدانی الکوفی ہے' انہوں نے یہ حدیث عبید اللہ سے روایت کی ہے' ان کا پورا نام عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب القرشی ہے' یہ حدیث تعلیق ہے کیونکہ امام بخاری نے اس کا ابن نمیر سے سماع نہیں کیا کیونکہ ابن نمیر ١٩٩ ھ میں فوت ہوئے تھے اور امام بخاری ١٩٦ ھ میں پیدا ہوئے تھے' امام ابوداؤد نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابوداؤد: ٢٦٩٩) باقی رہے نافع اور حضرت ابن عمر تو ان کا تذکرہ پہلے کئی بار کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣)

حدیث مذکور کے متعلق امام بخاری کا مؤقف

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس گھوڑے کو دشمن نے پکڑ لیا' یعنی کسی حربی کافر نے اس گھوڑے کو پکڑ لیا اور حربی کافر غلبہ سے کسی مسلمان کے مال پر قبضہ کر لیں تو وہ اس کے مالک نہیں ہوتے اور مسلمان مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے اور اس کے بعد بھی اپنے اس مال کو لے سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں اس کا وقوع ہوا' جب کہ اس زمانہ میں صحابہ بہت زیادہ تھے اور انہوں نے اس پر انکار نہیں کیا' یہ اس مسئلہ پر استدلال کرنے کے لیے کافی ہے۔

اگر کافر مسلمان کے کسی مال پر قبضہ کر لیں تو مسلمان فتح کے بعد آیا اس مال کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟ ---

اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ' زہری' حسن بصری اور عمرو بن دینار نے کہا ہے کہ اس مسلمان کو وہ مال نہیں لوٹایا جائے گا' مالِ غنیمت سے پہلے اور نہ اس کے بعد اور وہ مال لشکر کے لیے ہوگا۔

امام ابوحنیفہ' ثوری' اوزاعی اور امام مالک نے کہا ہے کہ اگر اس مسلمان نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے یہ جان لیا کہ یہ اس کا مال ہے تو وہ بغیر معاوضہ کے اس مال کو لے سکتا ہے اور اگر اس مسلمان نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد اس مال کو پایا تو وہ قیمت کے عوض اس مال کو لے سکتا ہے' اور یہ حضرت عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما اور ابن المسیب' عطاء' قاسم اور عروہ کا قول ہے' اور ان کی دلیل

درج ذیل احادیث ہیں:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے اس اونٹ کو پالیا جس پر مشرکین نے قبضہ کرلیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: اگر تم نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس کو پالیا تو وہ تمہارا ہے اور اگر تم نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد اس کو پایا ہے تو تم اس کو قیمت کے عوض لے سکتے ہو۔ (سنن ابوداؤد)

مجھے سنن ابوداؤد میں یہ حدیث نہیں ملی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر حضرت عمر کے ارشاد سے استدلال

قبیصہ بن ذؤیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس چیز پر مشرکین نے قبضہ کرلیا' پھر اس کو مسلمانوں نے پالیا اور اس کے مالک نے اس کو پہچان لیا' اگر اس نے اس چیز کو مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے پایا ہے تو وہ چیز اس کی ہے اور اگر اس کی تقسیم ہو چکی ہے تو پھر اس میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۵۱۶۴۔ ج ۳ ص ۱۷۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا غلام دشمن کی طرف بھاگ گیا اور مسلمانوں نے اس پر غلبہ پالیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو واپس کر دیا اور اس وقت (مالِ غنیمت) تقسیم نہیں ہوا تھا۔ (شرح معانی الآثار: ۵۱۶۸' مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۲۔ ۴۲۸۔ ج ۵ ص ۱۲)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا گھوڑا دشمن کے علاقے میں چلا گیا' بعد میں مسلمانوں نے اس گھوڑے کو پالیا تو مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کو لے لیا۔ (شرح معانی الآثار: ۵۱۷۱۔ ج ۳ ص ۱۷۷)

امام طحاوی نے قبیصہ بن ذؤیب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو اثر روایت کیا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قبیصہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا' علامہ عینی نے اس اعتراض کے جواب میں کہا ہے کہ پھر یہ حدیث مرسل ہوئی اور ہمارے مخالفین کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۔ ۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۰۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ عَبْدًا لِّابْنِ عُمَرَ اَبَقَ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَرَدَّهٗ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنَّ فَرَسًا لِّابْنِ عُمَرَ عَارَ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِ فَرَدَّهٗ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا غلام بھاگ گیا اور روم (شام) کے کافروں سے مل گیا' پھر بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس پر غلبہ پالیا تو انہوں نے وہ غلام حضرت عبداللہ بن عمر کو واپس کر دیا اور حضرت ابن عمر کا گھوڑا شام میں پہنچ گیا' حضرت خالد نے جب شام کو فتح کیا تو انہوں نے وہ گھوڑا حضرت ابن عمر کو واپس کر دیا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَارَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْعِيْرِ وَهُوَ حِمَارٌ وَّحْشٍ اَیْ هَرَبَ.

امام ابوعبداللہ نے کہا: (اس حدیث میں ''عار'' کا لفظ ہے) اور یہ ''عیر'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: جنگلی گدھا' یعنی وہ بھاگ گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۰۶۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث

عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ عَلٰى فَرَسٍ يَّوْمَ لَقِيَ الْمُسْلِمُوْنَ وَ اَمِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعَثَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ فَاَخَذَهُ الْعَدُوُّ فَلَمَّا هُزِمَ الْعَدُوُّ رَدَّ خَالِدٌ فَرَسَهٗ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن مسلمانوں کے لشکر (کا شامیوں سے مقابلہ ہوا) اس دن مسلمانوں کے (لشکر کے) امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جن کو حضرت ابوبکر نے بھیجا تھا' پھر اس گھوڑے کو دشمن نے پکڑ لیا' پھر جب دشمن کو شکست ہوگئی تو حضرت خالد نے ان کا گھوڑا واپس کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۶۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری مختلف سندوں کے ساتھ اس حدیث کی بار بار روایت کر رہے ہیں کیونکہ ان کے زعم میں یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف ہے کیونکہ ان کے زعم میں اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مسلمان کے مال پر کافر قابض ہو جائے تو مسلمان کو اس کا مال واپس دیا جائے گا لیکن ان کا یہ زعم صحیح نہیں ہے کیونکہ ان تین حدیثوں میں سے کسی حدیث میں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد حضرت ابن عمر کو ان کا گھوڑا یا ان کا غلام واپس دیا گیا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک حضرت ابن عمر کو ان کا گھوڑا یا غلام مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے دیا گیا تھا' لہٰذا یہ احادیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت نہیں ہیں اور اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے ہوتی ہے جس کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔

۱۸۸ - بَابُ مَنْ تَكَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَالرَّطَانَةِ

فارسی یا کسی غیر عربی زبان میں کلام کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فارسی یا غیر عربی زبان میں کلام کرنا جائز ہے' اس باب کے عنوان میں ''الرطانة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: عجمی زبان میں کلام کرنا۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ﴾ (الروم:۲۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری زبانوں کا اور تمہارے رنگوں کا اختلاف۔ (الروم:۲۲)

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ﴾ (ابراہیم:٤).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا ہے۔ (ابراہیم:۴)

الروم: ۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا ہے اور تمہاری زبانوں کا اختلاف' یعنی تمہاری لغات کا اور کلام کی مختلف جنسوں اور شکلوں کا' اور تمام لغات کے اختلاف کی اصل حضرت ھود سے تھی' اللہ تعالیٰ نے ہر فریق کی زبان پر وہ لغت جاری کی جس سے وہ رات دن کلام کرتا ہے' نیز فرمایا: اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے' کیونکہ اگر سب کے رنگ ایک جیسے ہوتے اور سب کی شکلیں ایک جیسی ہوتیں تو بہت تجاہل اور التباس واقع ہوتا اور بہت ساری مصلحتیں فوت ہو جاتیں اور ابراہیم: ۴ میں فرمایا: اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا ہے تاکہ وہ انہیں واضح طور پر اللہ کا پیغام پہنچا دے' پھر اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ بہت غالب اور حکمت والا ہے اور امام بخاری نے اس آیت کو ذکر کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام زبانوں کو پہچانتے تھے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امتوں کی طرف بھیجا گیا تھا حالانکہ ان کی زبانیں مختلف تھیں' پس تمام امتیں آپ کی رسالت کے عموم کے اعتبار سے آپ کی قوم ہیں' پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ان کی زبانوں کو پہچانتے ہوں تاکہ آپ ان کی بات سمجھ سکیں اور وہ آپ کی بات سمجھ سکیں' اور آپ کی

رسالت کے عموم کی دلیل یہ آیت ہے:

قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. (الاعراف:١٥٨)

آپ کہیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

بلکہ آپ تمام جنات اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ان سب کی زبانیں مختلف ہیں۔

٣٠٧٠ - **حَدَّثَنَا** عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِىْ سُفْيَانَ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَّنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ فَصَاحَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُؤْرًا فَحَىَّ هَلًا بِكُمْ.

[اطراف الحدیث:٤١٠١-٤١٠٢] (صحیح مسلم:٢٠٣٩، الرقم المسلسل:٥٢٠٩، سنن ترمذی:٣٦٣٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے اپنی بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور چار کلوگرام جَو کو پیسا ہے، سو آپ اور چند مرد آئیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے با آواز بلند فرمایا: اے اہلِ خندق! بے شک جابر نے طعام تیار کیا ہے، پس تم سب لوگ کھانے کے لیے آؤ۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمرو بن علی بن بحر ابوحفص الباہلی البصری الصیرفی (٢) ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل البصری (٣) حنظلہ بن ابوسفیان الجمحی القرشی، یہ اہلِ مکہ سے ہیں اور ابوحنظلہ کا نام ہے: الاسود بن عبدالرحمان (٤) سعید بن میناء ابوالولید المکی (٥) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج١٥ ص٦)

اس حدیث میں ''سؤر'' کا لفظ ہے، یہ اس طعام کو کہتے ہیں جس کی دعوت دی جائے۔ دوسرا معنی ہے: مطلقاً طعام، اور یہ فارسی کا لفظ ہے، ایک قول یہ ہے کہ ''السؤر'' کا معنی ہے: ولیمہ اور یہ بھی فارسی کا لفظ ہے، ایک قول یہ ہے کہ ''السؤر'' حبشی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے: طعام، لیکن عرب اس سے کلام کرنے لگے تو اب یہ عربی زبان میں داخل ہو گیا اور ایک لفظ ''سؤر'' ہمزہ سے ہے، اس کا معنی ہے: کھانے اور پانی کا باقی ماندہ حصہ۔

اس میں ''بُهيمه'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: چھوٹا سا جانور، اور ابن فارس نے کہا: اس کا معنی ہے: بکری کا بچہ۔

اس حدیث میں ہے: ''فحی هلا بكم'' اس کا معنی ہے: پس تم کو دعوت دیتا ہوں یا تم جلدی جلدی آؤ۔

٣٠٧١ - **حَدَّثَنَا** حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَتْ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَبِىْ وَعَلَىَّ قَمِيْصٌ اَصْفَرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَنَهْ سَنَهْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَهِىَ بِالْحَبْشِيَّةِ حَسَنَةٌ قَالَتْ فَذَهَبْتُ اَلْعَبُ بِخَاتَمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از خالد بن سعید از والد خود از ام خالد بنت خالد بن سعید، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے والد کے ساتھ آئی اور مجھ پر زرد رنگ کی قمیص تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سَنَه، سَنَه''۔ عبداللہ نے کہا: حبشی زبان میں اس کا معنی ہے: خوب صورت۔ اُمِّ

النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِي أَبِي قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْلِي وَأَخْلِقِي ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَقِيَتْ حَتّٰى ذَكَرَ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۷۴-۵۸۲۳-۵۸۴۵-۵۹۹۳]

خالد نے کہا: پس میں جا کر مہر نبوت سے کھیلنے لگی' پس میرے والد نے مجھے ڈانٹا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو رہنے دو' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (تم اس قمیص کو) پرانا ہونے اور پھٹنے تک پہنو' پرانا ہونے تک پہنو اور پھٹنے تک پہنو' پرانا ہونے تک پہنو اور پھٹنے تک پہنو۔ عبداللہ نے کہا: پھر وہ قمیص اتنا عرصہ باقی رہی کہ ایک زمانہ تک اُس کا تذکرہ ہوتا رہا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حبان بن موسیٰ ابو محمد السلمی المروزی (۲) عبداللہ بن المبارۃ المروزی (۳) خالد بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص' یہ اسحاق بن سعید القرشی الاموی کے بھائی ہیں اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے' اور ان سے امام بخاری نے اس حدیث کو کئی مرتبہ روایت کیا ہے (۴) ان کے والد جن کا نام سعید ہے (۵) اُم خالد' ان کا نام امۃ بنت خالد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۷)

زرد رنگ کی قمیص پہننے کا جواز' والدین کے سامنے بچوں کو کھیلنے دینا' غیر عربی زبان میں بات کرنا اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں زرد رنگ کی قمیص پہننے کا جواز ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے اُم خالد کے والد پر اس قمیص کی وجہ سے انکار نہیں کیا۔

اور اس حدیث میں بچوں کو کھیلنے کی اجازت دینا ہے خواہ بچے اپنے والدین کے سامنے کھیلیں اور یہ نبی ﷺ کا خلق عظیم ہے۔

اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو نیا لباس پہنے' اس کو یہ دعا دی جائے کہ تم اس کو پرانا ہونے اور پھٹنے تک پہنو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ''سَنَہ ' سَنَہ'' حبشی زبان میں اس کا معنی ہے: خوب صورت' اس کا مطلب ہوا کہ غیر عربی زبان میں کلام کرنا بھی جائز ہے' البتہ جب حاضرین میں سے کوئی اس کو نہ سمجھتا ہو تو پھر اس زبان میں نہیں کلام کرنا چاہیے۔

۳۰۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخَذَ تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ كَخْ كَخْ أَمَا تَعْرِفُ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی تو نبی ﷺ نے ان سے فارسی زبان میں فرمایا: ''کخ کخ'' کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کا فارسی زبان میں بولنے کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں ''کخ کخ'' کا لفظ ہے' یہ وہ کلمہ ہے جو بچوں کو ناپسندیدہ

کام سے روکنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔اس کا معنی ہے: اس کو چھوڑ دو اور پھینک دو۔

١٨٩ - بَابُ الْغُلُوْلِ
خیانت کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خیانت کرنا حرام ہے علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس باب میں خاص خیانت مراد ہے یعنی مالِ غنیمت میں خیانت کرنا۔

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ''الغُلول'' کا معنی ہے: مالِ غنیمت میں خیانت کرنا' اور مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے سے پہلے اس میں سے کچھ چوری کر لینا۔ اور جس نے بھی کسی چیز میں پوشیدہ طریقے سے کچھ خیانت کی' اس کے متعلق ''غَلَّ'' کہا جاتا ہے اور اس کا نام ''غلول'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں قیامت کے دن ہتھکڑی ڈالی ہوئی ہوگی۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (آل عمران: ١٦١).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو خیانت کرے گا (وہ قیامت کے دن) اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی تھی۔ (آل عمران: ۱۶۱)

یہ پوری آیت اس طرح سے ہے:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ○ (آل عمران: ۱۶۱)

اور نبی کی شان کے لائق نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا وہ خیانت کردہ چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا' پھر ہر شخص کو اُس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے دن ایک سرخ چادر گم ہوگئی تو لوگوں نے کہا: شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کو لیا ہو تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیانت سے برأت کے لیے یہ آیت ارشاد فرمائی۔

(سنن ترمذی: ۳۰۰۹' تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۴۴۲۹۔ ج ۳ ص ۸۰۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں خیانت کی تمام وجوہ اور اقسام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنزیہ اور برأت بیان کی گئی ہے۔

٣٠٧٣ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ اَمْرَهُ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَّهَا ثُغَاءٌ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَّهَا حَمْحَمَةٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ بَعِيْرٌ لَّهٗ رُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی حیان' انہوں نے کہا: مجھے ابوزرعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے' پھر آپ نے خیانت کا ذکر کیا اور آپ نے بتایا کہ خیانت کرنا بہت سنگین جرم ہے' فرمایا: میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس حال پر نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو اور وہ ممیا رہی ہو اور اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو اور وہ ہنہنا رہا ہو' وہ شخص کہے گا: یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں' میں تم کو پوری تبلیغ کر چکا ہوں'

قَدْ اَبْلَغْتُكَ اَوْ عَلٰى رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ فَرَسٌ لَّهٗ حَمْحَمَةٌ.

اور ایک شخص کی گردن پر اونٹ سوار ہو اور وہ بلبلا رہا ہو‘ اور وہ شخص کہے گا: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں‘ میں تم کو پوری تبلیغ کر چکا ہوں‘ اور ایک شخص کی گردن کے اوپر سونے اور چاندی کا ڈھیر ہوگا‘ پس وہ شخص کہے گا: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں‘ میں تمہیں پوری تبلیغ کر چکا ہوں‘ یا ایک شخص کی گردن کے اوپر کپڑوں کا ڈھیر ہوگا جو اس کی گردن کو جھکا رہا ہوگا‘ وہ کہے گا: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں‘ میں تمہیں پوری طرح تبلیغ کر چکا ہوں اور ایوب نے کہا: ابوحیان سے روایت ہے کہ اس کا گھوڑا اہنہنا رہا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ١٤٠٢ میں گزر چکی ہے۔امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خیانت کا ذکر ہے۔

خیانت کی مذمت میں دیگر احادیث

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مالِ فے سے ایک بال اٹھا کر فرمایا: میرے لیے اس مال سے اس بال کے برابر بھی لینا جائز نہیں ہے اور میرے لیے بھی اتنا ہی جائز ہے جتنا تمہارے لیے جائز ہے‘ ماسوا خمس کے اور وہ بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جائے گا‘ پس تم دھاگے اور سوئی یا اس سے بھی کم کوئی چیز ہو تو اس کو ادا کر دو اور خیانت کرنے سے بچو کیونکہ یہ (دنیا میں) عار ہے اور قیامت کے دن خیانت کرنے والے کے لیے آگ اور بے عزتی ہوگی۔

(مسند احمد ج ٤ ص ١٢٨۔١٢٧‘ مسند البزار: ١٧٣٤‘ المعجم الکبیر ج ١٨ ص ٢٥٩)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنے فلاں غلام کی گواہی دیجئے‘ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں! میں نے اس کے اوپر وہ چادر دیکھی ہے جو اس نے فلاں دن خیانت سے لی تھی۔

(مسند احمد ج ٣ ص ١٥١۔١٨٠‘ مسند ابویعلیٰ: ٤٣٢٨)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نکلا اور بقیع الغرقد تک پہنچا‘ آپ نے میری طرف مڑ کر فرمایا: کیا تم وہ آواز سن رہے ہو جس کو میں سن رہا ہوں‘ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! میں نہیں سن رہا‘ آپ نے فرمایا: فلاں بن فلاں کو خیبر کے دن ایک تہبند میں خیانت کرنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

(مسند البزار: ١٧٣٥‘ حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں غسان بن عبید نام کا ضعیف راوی ہے‘ امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس سند کے باقی راوی ثقہ ہیں‘ مجمع الزوائد ج ٥ ص ٣٢٨)

١٩٠ - بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْغُلُوْلِ — تھوڑی سی خیانت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تھوڑی سی خیانت کرنے کا کیا حکم ہے‘ آیا وہ زیادہ خیانت کرنے کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اور

اس کا جواب یہ ہے کہ قلیل خیانت بھی کثیر خیانت کرنے کے حکم میں ہے۔

وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ حَرَّقَ مَتَاعَهُ وَهٰذَا اَصَحُّ.

اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کرنے والے کا سامان جلا دیا تھا اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ بعض احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کرنے والے کا سامان جلانے کا حکم دیا ہے وہ روایات صحیح نہیں ہیں ان کے مقابلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت زیادہ صحیح ہے جس میں سامان جلانے کا ذکر نہیں ہے سامان جلانے والی روایات درج ذیل ہیں:

امام ابوداؤد نے کہا: ابوواقد نے بیان کیا کہ میں مسلمہ کے ساتھ شام کے علاقہ میں داخل ہوا وہاں ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے خیانت کی تھی ابوواقد نے سالم سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اس شخص کو پاؤ جس نے خیانت کی ہو تو تم اس کا سامان جلا دو اور اس کو مار لگاؤ انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کے سامان میں مصحف کو پایا تو انہوں نے سالم سے اس مصحف کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اس مصحف کو فروخت کر دو اور اس کی قیمت کو صدقہ کر دو۔

(سنن ابوداؤد: ٢٧١٣، سنن ترمذی: ١٤٦١، سنن بیہقی ج ٩ ص ١٠٣، المستدرک ج ٢ ص ١٢٨، مشکوٰۃ: ٣٦٣٣، کنز العمال: ١١٠٧٤)

صالح بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ہم الولید بن ہشام کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے اور ہمارے ساتھ سالم بن عبداللہ بن عمر بھی تھے اور عمر بن عبدالعزیز بھی تھے پس ایک شخص نے کچھ سامان چرا لیا تو ولید نے حکم دیا کہ اس کا سامان چرا لیا جائے اور اس کو طواف کرایا گیا اور مالِ غنیمت سے اس کو اس کا حصہ نہیں دیا گیا۔

امام ابوداؤد نے کہا: یہ دونوں حدیثوں میں سے زیادہ صحیح حدیث ہے اور متعدد لوگوں سے روایت ہے کہ الولید بن ہشام نے زیاد بن سعد کا پالان جلا دیا جس نے خیانت کی تھی اور اس کو مار لگائی۔ (سنن ابوداؤد: ٢٧١٤)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے خیانت کرنے والے کا مال جلوا دیا اور اس کو مار لگائی۔ (سنن ابوداؤد: ٢٧١٥)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد کی پہلی دونوں حدیثوں میں ایک راوی صالح بن محمد ہے اور وہ ضعیف راوی ہے یحییٰ بن معین اور امام دارقطنی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے امام بخاری نے کہا ہے: اس حدیث سے خیانت کرنے والے کے مال کو جلا دینے پر استدلال کیا جاتا ہے حالانکہ یہ شخص باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ (التاریخ الصغیر: ١٩٥١) اور صحیح وہ حدیث ہے جس میں خیانت کرنے والے کے مال کو جلانے کا ذکر نہیں ہے اور امام بخاری نے تعلیق مذکور میں یہ کہہ کر کہ یہ زیادہ صحیح روایت ہے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٢-١١، دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣٠٧٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از سالم بن ابی الجعد از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وہ بیان

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كَرْكَرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا.

کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامان کا محافظ ایک شخص تھا جس کا نام کرکرہ تھا' سو وہ مرگیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہے' پس صحابہ اس کی تفتیش کرنے گئے' پس انہوں نے ایک چادر پائی جس میں اس نے خیانت کی تھی۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ سَلَامٍ كَرْكَرَةُ يَعْنِيْ بِفَتْحِ الْكَافِ وَهُوَ مَضْبُوْطٌ كَذَا. (سنن ابن ماجہ: ٢٨٤٩)

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ابن سلام نے کہا: (اس شخص کا نام) کرکرہ ہے' اور کاف پر زبر ہے اور یہ اسم اسی طرح منضبط ہے۔

خائن کا مال جلانے کے متعلق مذاہب ائمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی کی ظاہر حدیث پر ایک روایت کے مطابق امام احمد نے عمل کیا ہے اور مکحول اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے' اور حسن بصری سے مروی ہے کہ جاندار اور مصحف کے علاوہ خیانت کرنے والے کے تمام سامان کو جلا دیا جائے گا اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا' جب مالی سزا دینے کا رواج تھا۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٣٧٤' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

''ثقل'' کا معنی اور خائن کو دوزخ میں ڈالنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ کے سامان کے لیے ''ثـقـل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی عیال ہے اور وہ سامان جس کا اٹھانا ثقیل ہو اور مسافر کے سامان کو بھی ثقل کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ چادر میں خیانت کرنے والے کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ چادر میں خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے کفر تو نہیں ہے' پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے؟ علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے اس کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے: اس شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کو دوزخ میں ڈالا جائے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو قبر میں دوزخ کا عذاب دیا جائے' پھر وہ جہنم سے نجات پا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اصل میں منافق تھا اور اس کے نفاق کی وجہ سے اس پر دوزخ واجب ہوگئی' یا وہ خیانت کے جرم پر ہی بغیر توبہ کے مرگیا یا اس نے توبہ کرلی اور وہ اسلام پر مرا اور اپنے گناہ کی وجہ سے دوزخ میں گیا لیکن نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو' اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ٢٢' صحیح مسلم: ١٨٤)

١٩١ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ذَبْحِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ فِي الْمَغَانِمِ

مالِ غنیمت میں سے اونٹوں اور بکریوں کو ذبح کرنے کی کراہت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مالِ غنیمت میں سے اونٹوں اور بکریوں کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

٣٠٧٥ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهٖ رَافِعٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَاَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ وَاَصَبْنَا اِبِلًا وَّغَنَمًا وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُخْرَيَاتِ النَّاسِ فَعَجِلُوْا فَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ فَاَمَرَ بِالْقُدُوْرِ فَاُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ وَّفِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ فَطَلَبُوْهُ فَاَعْيَاهُمْ فَاَهْوٰى اِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ فَقَالَ هٰذِهِ الْبَهَائِمُ لَهَا اَوَابِدُ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ فَاصْنَعُوْا بِهٖ هٰكَذَا فَقَالَ جَدِّيْ اِنَّا نَرْجُوْ اَوْ نَخَافُ اَنْ نَّلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَّلَيْسَ مَعَنَا مُدًى اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَاُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَاَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ از جد خود' حضرت رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ذی الحلیفہ میں تھے' پس لوگوں کو سخت بھوک لگی اور ہم نے (مالِ غنیمت میں) اونٹوں اور بکریوں کو پالیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کے آخر میں تھے' پس صحابہ نے جلدی کی اور پتیلیاں چولہوں پر رکھ دیں' تو آپ نے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا' پھر مالِ غنیمت تقسیم کیا اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا' پھر ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا اور ان لوگوں کے پاس کم گھوڑے بھی تھے' پس انہوں نے اس اونٹ کا پیچھا کیا' اس اونٹ نے ان سب کو تھکا دیا' پھر ایک شخص نے تیر نکال کر اس اونٹ کو مارا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس اونٹ کو روک دیا تو آپ نے فرمایا: ان جانوروں میں تنفر ہوتا ہے جیسا کہ وحشی جانوروں میں تنفر اور توحش ہوتا ہے' سو جو اونٹ تم سے بھاگ جائے تو اس کے ساتھ اسی طرح کرو' تو میرے دادا نے کہا کہ ہمیں اُمید ہوتی ہے یا ہمیں یہ ڈر ہوتا ہے کہ کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوگا اور ہمارے پاس چھری نہ ہو تو کیا ہم سرکنڈے سے ذبح کر لیا کریں؟ آپ نے فرمایا: جو چیز بھی خون کو بہا دے اور اس پر اللہ عزوجل کا نام لیا جائے تو اس سے ذبح کر کے کھالو بشرطیکہ وہ دانت اور ناخن نہ ہو اور میں عنقریب تمہیں اس کی وجہ بتاؤں گا' رہا دانت تو وہ ہڈی ہے اور رہا ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پتیلیوں کو اوندھا کرنے کا حکم دیا' پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ مجاہدین جس جانور کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے بغیر ذبح کریں' اس کو کھانا مکروہ ہے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ آپ نے پتیلیوں کو اوندھا کرنے کا اس لیے حکم دیا کہ انہوں نے ان جانوروں کو ذوالحلیفہ کے اندر ذبح کیا تھا اور ذوالحلیفہ سرزمین اسلام ہے اور اہلِ اسلام کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ارضِ اسلام میں اس جانور کو پکڑ لیں جو ان کے لیے تقسیم نہ کیا گیا ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: ان کو یہ حکم دیا تھا کہ دیگچیوں سے صرف شوربہ کو گرا دیں' رہا گوشت تو اس کو انہوں نے ضائع نہیں کیا تھا۔ اور یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ آپ نے اس گوشت کو مالِ غنیمت کے مجموعے کی طرف لوٹا دیا اور یہ وہم نہ کیا جائے کہ آپ نے اس گوشت کو ضائع کرنے کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ مجاہدین اور غانمین کا مال تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا

ہے۔اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے اس گوشت کو مالِ غنیمت کے مجموعے کی طرف لوٹا دیا تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے اس گوشت کو جلا یا یا ضائع کر دیا' جس طرح پالتو گدھوں کے گوشت کو ضائع کر دیا تھا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: یہ نجس ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٣)

١٩٢ - بَابُ الْبَشَارَةِ فِي الْفُتُوحِ فتوحات کی بشارت دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بشارت دینا جائز ہے' بشارت سے دل میں سرور اور خوشی کو داخل کیا جاتا ہے اور اس خوشی کا اثر انسان کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے اور ''بشرہ'' کھال کو کہتے ہیں' اور اس عنوان میں فتوحات کا ذکر ہے۔اس کا معنی یہ ہے کہ جس خبر سے مسلمانوں کو خوشی ہو کہ اللہ کے دین کی سربلندی ہوئی ہے اور وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ شکر کرنے سے وہ نعمت کو زیادہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ. (ابراہیم:٧)

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ نعمت عطا کروں گا۔

٣٠٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِيْ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِيْهِ خَثْعَمُ يُسَمّٰى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ فَانْطَلَقْتُ فِيْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةٍ مِنْ اَحْمَسَ وَكَانُوْا اَصْحَابَ خَيْلٍ فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ اَصَابِعِهٖ فِيْ صَدْرِيْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا فَانْطَلَقَ اِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا فَاَرْسَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَاجِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْرَبُ فَبَارَكَ عَلٰى خَيْلِ اَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ وَ قَالَ مُسَدَّدٌ بَيْتٌ فِيْ خَثْعَمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ذی الخلصۃ (کو ڈھا کر) مجھے راحت نہیں پہنچاتے اور ذی الخلصہ قبیلہ خثعم کا بت خانہ تھا جس کا نام کعبہ یمانیہ رکھا گیا تھا۔ پس میں احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور یہ بہترین گھوڑے سوار تھے' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بتایا کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا حتیٰ کہ میں نے آپ کی انگلیوں کے نشان اپنے سینے میں دیکھے' پس آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا! پس وہ اس بت خانہ کی طرف روانہ ہوئے' پھر اس کو منہدم کر دیا اور اس کو جلا دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک خوش خبری دینے والے کو بھیجا' پس حضرت جریر کے قاصد نے کہا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کے پاس اس وقت آیا ہوں حتیٰ کہ میں نے اس بت خانے کو ایک خالی پیٹ والے اونٹ کی طرح چھوڑ دیا ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احمس کے گھوڑے سواروں اور پیادوں کے متعلق پانچ مرتبہ برکت کی دعا کی' اور مسدد نے کہا: وہ خثعم کا بت خانہ تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں فتح کی خوش خبری دینے کا ذکر ہے۔

۱۹۳ - بَابُ مَا يُعْطَى لِلْبَشِيْرِ — بشارت دینے والے کو جو چیز دی جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بشارت دینے والے کو انعام دیا جائے اور اس انعام کو ''بُشارَۃ'' کہتے ہیں۔

وَاَعْطٰى كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ثَوْبَيْنِ حِيْنَ بُشِّرَ بِالتَّوْبَةِ.

اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو دو کپڑے انعام میں دیئے جس نے ان کی توبہ قبول ہونے کی بشارت دی تھی۔

اس تعلیق کی حدیثِ موصول، صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں مذکور ہے۔ اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۴۴۱۸ میں آئے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے، تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے آکر ان کو بشارت دی تھی تو پھر انہوں نے دو کپڑے ان کو انعام میں دیئے تھے۔

۱۹٤ - بَابٌ لَّا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ — فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، کیونکہ مکہ سے ہجرت اس وقت فرض تھی جب وہ دار الکفر تھا، اور اب جب کہ مکہ فتح ہو گیا اور وہ دار الاسلام بن گیا تو اب مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف جانا لازم نہیں رہا، اب اس ہجرت کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

۳۰۷۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبان نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو تم روانہ ہو جاؤ۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

۳۰۷۸، ۳۰۸۹ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ مُّجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ مُجَاشِعٌ بِاَخِيْهِ مُجَالِدِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذَا مُجَالِدٌ يُّبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ وَلٰكِنْ اُبَايِعُهُ عَلَى الْاِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی از خالد از ابی عثمان نہدی از حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ اپنے بھائی مجالد بن مسعود کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آئے، پس کہا: یہ مجالد ہے جو آپ سے ہجرت پر بیعت کرے گا، آپ نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن میں اس کو اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح، صحیح البخاری: ۲۹۶۳، اور ۲۹۶۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۰۸۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو وَابْنُ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ ذَهَبْتُ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ بِثَبِيرٍ فَقَالَتْ لَنَا انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ. [اطراف الحدیث: ۳۹۰۰-۴۳۱۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی عمرو اور ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں عبید بن عمر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف گیا اس وقت آپ ثبیر (پہاڑ) کے پاس ٹھہری ہوئی تھیں پس انہوں نے ہم سے کہا: جب سے اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مکہ فتح فرمایا ہے ہجرت منقطع ہو گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۱۲' اور ۳۹۰۰ میں گزر چکی ہے۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہونے کا سبب

فتح مکہ کے بعد ہجرت کے منقطع ہونے کا سبب یہ ہے کہ صحابہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف مدینہ بھاگ کر جاتے تھے' اس خوف سے کہ کہیں ان کو مکہ میں فتنہ میں نہ مبتلا کر دیا جائے اور اب فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے اور اب مؤمن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے' لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔

ہجرت کے منقطع ہونے کے متعلق علامہ ابن بطال کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تعاقب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہو گئی ہے' لیکن فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہونے سے ان لوگوں سے اس کی ہجرت ساقط نہیں ہوئی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی' اس سے یہ معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وارد ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے' یہ اپنے عموم پر نہیں ہے' کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ جس نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی اس پر مکہ کی طرف لوٹ کر جانا حرام ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرے اور جہاں آپ جائیں وہ وہاں آپ کے ساتھ جائے تاکہ وہ آپ کی نصرت کرے اور آپ کی رفاقت سے فیض یاب ہو اور شریعت کو محفوظ کرے اور اس کی تبلیغ کر سکے' اور یہی وہ مسلمان ہیں جو مہاجرین کے لقب کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان ہی کی ہجرت کے وصف کے ساتھ مدح کی گئی ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر اس لیے افسوس کیا کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے' جس زمین سے انہوں نے ہجرت کی تھی' اسی لیے آپ نے مہاجرین کے لیے یہ دعا کی تھی:

اے اللہ! میرے اصحاب کے لیے ان کی ہجرت کو برقرار رکھنا اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹانا۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ۱۲۹۵-۳۹۳۶-۶۳۷۳' دار المعرفہ' بیروت)

ابو عبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے کہ غیر اہل مکہ پر ہجرت مستحبات میں سے تھی اور فرض نہیں تھی' اس کی دلیل یہ ہے کہ جس اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تھا' آپ نے اس سے فرمایا:

تم پر افسوس ہے! ہجرت کا عمل تو بہت سخت ہے' کیا تمہارے پاس اونٹنیاں ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ نکالتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم ان میں سے کچھ سخاوت کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں!

آپ نے پوچھا: جب تم ان کو پانی پلانے گھاٹ پر لے جاتے ہو تو کیا ان کا دودھ دوہ کر لوگوں کو پلاتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم سمندر کے پار عمل کرو' اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے کسی چیز کو ترک نہیں کرے گا۔

(صحیح البخاری: ٦١٦٥۔ ٣٩٢٣۔ ٢٦٣٣' دار المعرفۃ' بیروت)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اعرابی پر ہجرت واجب نہیں کی۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہجرت صرف اس صورت میں واجب تھی جب شہر کے بعض لوگ اسلام لاتے اور بعض لوگ اسلام نہ لاتے تو ان پر اس لیے ہجرت واجب کردی گئی کہ جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں' ان پر کفار کے احکام عائد نہ کردیے جائیں' لیکن جب 62
شہر کے تمام لوگ اسلام لے آئیں تو پھر ان پر ہجرت واجب نہیں ہے کیونکہ جب آپ کے پاس عبد القیس کا وفد آیا اور آپ نے ان کے سامنے احکامِ شرعیہ بیان کیے تو آپ نے ان کو ان کی سرزمین سے ہجرت کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(صحیح البخاری: ٥٢٣۔ ٨٧۔ ٥٣' سنن ترمذی: ١٥٩٩' سنن نسائی: ٥٠٤٦)

اور اللہ تعالیٰ نے کمزور مردوں اور عورتوں کو ہجرت کے حکم سے معذور قرار دیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًاO اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًاO فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًاO (النساء: ٩٩۔ ٩٧)

بے شک جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے' فرشتے (ان سے) کہتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے' (فرشتے) کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے' ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہےO مگر مردوں' عورتوں اور بچوں میں سے جو لوگ (واقعی) بے بس اور مجبور ہیں جو کسی تدبیر کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ وہ کہیں کا راستہ جانتے ہیںO تو قریب ہے کہ اللہ ان سے درگزر فرمائے' اور اللہ بہت معاف فرمانے والا' بے حد بخشش والا ہےO

اور جو ہجرت قیامت تک باقی ہے یہ وہ ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
مہاجر وہ ہے جس نے اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کرلی۔ (صحیح البخاری: ١٠' صحیح مسلم: ٤٠)

(شرح ابن بطال ج ٤ ص ٢٤٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قیامت تک صرف یہ ہجرت باقی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کرلی جائے بلکہ یہ ہجرت بھی باقی ہے کہ دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرلی جائے جیسے کوئی شخص بھارت یا چین سے ہجرت کرکے پاکستان یا کسی اور اسلامی ملک میں چلا جائے' اور یہ ہجرت بھی باقی ہے کہ کوئی شخص دار الخوف سے دار الامن کی طرف ہجرت کرلے جیسے کوئی شخص بھارت سے ہجرت کرکے برطانیہ یا جرمنی چلا جائے۔

١٩٥ - بَابٌ اِذَا اضْطَرَّ الرَّجُلُ اِلَى النَّظْرِ فِيْ شُعُوْرِ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْمُؤْمِنَاتِ اِذَا عَصَيْنَ اللّٰهَ وَتَجْرِيْدِهِنَّ

ضرورت کے وقت ذمیہ یا مسلمان عورت کے بال دیکھنے کا جواز اور جب مسلمان عورت اللہ کی نافرمانی کرے تو اس کو برہنہ دیکھنے کا جواز

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی فاسقہ عورت کے کپڑے اتارنے پر مجبور ہو جائے تو وہ اس کو برہنہ دیکھ سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت سے اس عورت کی عزت اور حرمت ساقط ہو جاتی ہے کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے اس عورت کے کپڑے اتارنے کا ارادہ کیا جو حضرت حاطب کا مکتوب چھپا کر لے جا رہی تھی اور زنا کی تحریم میں مؤمنات اور کافرات مساوی ہیں اسی طرح برہنہ عورت کو دیکھنے کی تحریم میں دونوں مساوی ہیں لیکن ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔

۳۰۸۱- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ الطَّائِفِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ عُثْمَانِيًّا فَقَالَ لِابْنِ عَطِيَّةَ وَكَانَ عَلَوِيًّا اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَا الَّذِیْ جَرَّاَ صَاحِبَكَ عَلَى الدِّمَاءِ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بَعَثَنِی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالزُّبَيْرَ فَقَالَ اِئْتُوْا رَوْضَةَ كَذَا وَتَجِدُوْنَ بِهَا امْرَاَةً اَعْطَاهَا حَاطِبٌ كِتَابًا فَاَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَقُلْنَا الْكِتَابَ قَالَتْ لَمْ يُعْطِنِیْ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ اَوْ لَاُجَرِّدَنَّكِ فَاَخْرَجَتْ مِنْ حُجْزَتِهَا فَاَرْسَلَ اِلٰى حَاطِبٍ فَقَالَ لَا تَعْجَلْ وَاللّٰهِ مَا كَفَرْتُ وَلَا ازْدَدْتُّ لِلْاِسْلَامِ اِلَّا حُبًّا وَّلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِكَ اِلَّا وَلَهٗ بِمَكَّةَ مَنْ يَّدْفَعُ اللّٰهُ بِهٖ عَنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَلَمْ يَكُنْ لِّیْ اَحَدٌ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا فَصَدَّقَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ دَعْنِیْ اَضْرِبْ عُنُقَهٗ فَاِنَّهٗ قَدْ نَافَقَ فَقَالَ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَهٰذَا الَّذِیْ جَرَّاَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ بن حوشب الطائفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے خبر دی از سعد بن عبیدہ از ابی عبدالرحمان اور وہ عثمانی تھے پس انہوں نے ابن عطیہ سے کہا اور وہ علوی تھے انہوں نے کہا: مجھے خوب علم ہے کہ تمہارے صاحب (یعنی حضرت علی) کو کس وجہ سے خون بہانے کی جرأت ہوئی میں نے خود حضرت علی سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ مجھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا اور فرمایا: تم فلاں باغ میں جاؤ وہاں تم کو ایک عورت ملے گی جس کو حاطب نے ایک مکتوب دیا ہے پس ہم اس باغ میں گئے ہم نے (اس عورت سے) کہا: وہ خط دو! اس عورت نے کہا: انہوں نے مجھے کوئی خط نہیں دیا ہم نے کہا: تم ضرور خط نکالو! ورنہ ہم (تلاشی لینے کے لیے) تمہارے کپڑے اتار دیں گے تو اس عورت نے اپنے نیفہ سے وہ خط نکالا پھر آپ نے حضرت حاطب کو بلایا تب حضرت حاطب نے کہا: آپ میرے معاملہ میں جلدی نہ کریں اور اللہ کی قسم! میں نے کفر نہیں کیا اور میرے دل میں اسلام ہی کی زیادہ محبت ہے اور آپ کے جتنے بھی اصحاب ہیں ان کی مکہ میں ایسی قرابت ہے جس کی وجہ سے اللہ ان کے اہل اور مال سے ضرر کو دور فرمائے گا اور میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں تھا تو میں نے چاہا کہ میں ان کے اوپر کوئی احسان کر دوں (جس کی وجہ سے میرے اہل اور میرا مال محفوظ رہیں) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان (کے عذر) کی تصدیق کر دی حضرت عمر نے کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ منافق ہے آپ نے فرمایا: تمہیں کیا پتا کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا پس فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو سو یہ وہ حدیث ہے جس نے حضرت علی کو اس (خون ریزی) پر جرأت دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٠٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ضرورت کے وقت کسی مسلمان عورت کو برہنہ کرنے کا ذکر ہے۔

معصیت کی وجہ سے عزت اور حرمت کا ساقط ہونا اور عورتوں کو برہنہ دیکھنے کی مطلقاً ممانعت ۔۔۔۔۔۔

اور بدری صحابی ہونے کے باوجود حضرت علی کا کسی کو ناحق قتل نہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی' اس کی کوئی حرمت نہیں ہے' اور یہ کہ معصیت عزت اور حرمت کو مباح کر دیتی ہے اور پردہ پوشی کو زائل کر دیتی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ اگر اس عورت نے وہ خط نکال کر نہیں دیا تو وہ اس عورت کے کپڑے اتار دیں گے' کیونکہ اس خط کو اہل مکہ کے پاس لے جانا مسلمانوں کے خلاف ایک قسم کی جاسوسی تھی' اور جس نے ایسا کیا اس کو امام کے اجتہاد کے موافق عبرت ناک سزا دی جائے گی خواہ اس جرم کا مرتکب مسلمان ہو یا کافر۔

اس پر اجماع ہے کہ زنا کے حرام ہونے میں مؤمنات اور کافرات میں کوئی فرق نہیں ہے' اسی طرح عورتوں کو برہنہ دیکھنے کی تحریم میں بھی مؤمنات اور کافرات میں کوئی فرق نہیں ہے اور شہادت دینے کے لیے یا ان پر حد قائم کرنے کے لیے جو عورتوں کو دیکھنا پڑتا ہے' یہ سب اُمور ان ضروریات میں سے ہیں جن کی وجہ سے ممنوعات مباح ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں ابوعبدالرحمان عثمانی کے اس قول کا ذکر ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تمہارے صاحب کو خون بہانے کی جرأت کس وجہ سے ہوئی ہے؟ یہ محض ان کا گمان ہے ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم اور فضل میں جو مقام ہے' اس کا یہ تقاضا ہے کہ وہ صرف اسی کو قتل کریں گے جس کو قتل کرنا واجب ہوگا خواہ بدر میں حاضر ہونے کی وجہ سے ان کو جنت کی ضمانت دی گئی ہو یا کسی اور وجہ سے۔

(شرح ابن بطال ج ٥ ص ٢٤٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

اکثر اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمان فضیلت میں حضرت علی پر مقدم ہیں اور بعض کے نزدیک اس کے برعکس ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوعبدالرحمان' عثمانی تھے اور ابن عطیہ' علوی تھے' عثمانی کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے جیسا کہ اکثر اہل سنت کا مذہب ہے اور علوی کا معنی یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے جیسا کہ اہل کوفہ کے اہل سنت کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔

ابوعبدالرحمان عثمانی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی

ابوعبدالرحمان عثمانی نے ابن عطیہ علوی سے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اہل بدر کو جنت کی جو بشارت دی گئی ہے' اس نے حضرت علی کو قتل کرنے پر جری کر دیا یعنی اگر انہوں نے اجتہادی خطاء سے کسی کو ناحق قتل بھی کر دیا تو قیامت کے دن ان کو معاف کر دیا جائے گا کیونکہ وہ اہل بدر میں سے ہیں' لیکن یہ ابوعبدالرحمان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی تھی کیونکہ حضرت علی کا علم اور تقویٰ میں جو مرتبہ تھا' اس کے پیش نظر یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ محض اپنے بدری صحابی ہونے اور اپنی مغفرت کی بشارت کی وجہ سے کسی

کو ناحق قتل کر دیں۔ علامہ داؤدی نے ابوعبدالرحمان کے اس قول کی بناء پر اس کی مذمت کی ہے۔

اس عورت نے وہ مکتوب اپنے بالوں سے نکالا تھا یا نیفہ سے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس عورت نے اس مکتوب کو اپنے نیفہ سے نکالا اور صحیح البخاری: ۳۰۰۷ میں مذکور ہے کہ اس عورت نے اس مکتوب کو اپنے بالوں کی مینڈھیوں کی چوٹی سے نکالا تھا' ان متعارض روایات میں اس طرح تطبیق ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس نے اس مکتوب کو پہلے اپنے نیفہ میں چھپایا ہو پھر بالوں میں چھپالیا ہو' یا اس کے برعکس ہو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس دو مکتوب ہوں' ایک مکتوب کو اس نے نیفہ میں چھپایا ہو اور دوسرے مکتوب کو اس نے بالوں میں چھپایا ہو' اور جب اس نے اس مکتوب کو اپنے بالوں سے نکالا تو اس سے یہ لازم آیا کہ حضرت علی اور حضرت زبیر نے اس کے بالوں کو دیکھا ہو' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے کہ ضرورت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی معصیت کرنے والی عورت کے بالوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۷۔ ۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٩٦ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْغُزَاةِ — غازیوں کا استقبال کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مجاہدین کسی غزوہ سے واپس آئیں تو ان کا استقبال کرنا جائز ہے۔

٣٠٨٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ وَّحُمَيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ عَنْ حَبِيْبِ ابْنِ الشَّهِيْدِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لِابْنِ جَعْفَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَتَذْكُرُ اِذْ تَلَقَّيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَنْتَ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَحَمَلَنَا وَتَرَكَكَ. (صحیح مسلم: ۲۴۲۷' الرقم المسلسل: ۶۱۶۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع اور حمید بن اسود نے حدیث بیان کی از حبیب بن شہید از ابن ابی مُلیکہ' حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہما سے کہا: تمہیں یاد ہے جب ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے' میں اور آپ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: ہاں! پس آپ نے ہم کو سواری پر بٹھالیا اور تم کو چھوڑ دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن ابی الاسود' یہ عبداللہ بن محمد بن حمید بن ابی الاسود ابوبکر ہیں اور یہ حافظ عبدالرحمٰن بن مہدی کے بھانجے ہیں اور ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۲) یزید بن زریع' ان کا تذکرہ پہلے کئی بار ہو چکا ہے (۳) حمید بن الاسود' یہ ابوالاسود البصری صاحب الکرابیسی ہیں اور ان سے بھی صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۴) حبیب بن الشہید ابومحمد الازدی الاموی البصری (۵) ابن ابی مُلیکہ' یہ عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ ہیں اور ان کا نام زہیر ابومحمد المکی الاحول ہے' یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی اور ان کے مؤذن تھے (۶) حضرت ابن الزبیر' یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر العوام رضی اللہ عنہما ہیں (۷) ابن جعفر' اس سے مراد حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت جعفر کے تین بیٹے تھے: عبداللہ' محمد اور عون' اور ظاہر ہے کہ یہ عبداللہ ہیں۔ علامہ عینی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ انہوں نے یقین سے نہیں کہا کہ یہ عبداللہ ہیں اور دوسرے شارحین نے یقین سے کہا کہ یہ عبداللہ ہی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔

اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے سواری پر بٹھانے سے حضرت ابن الزبیر کو چھوڑا تھا یا حضرت عبداللہ بن جعفر کو؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس آپ نے ہم کو سواری پر بٹھا لیا اور تم کو چھوڑ دیا' ظاہر یہ ہے کہ اس کلام کے قائل حضرت عبداللہ بن جعفر ہیں اور جن کو چھوڑ دیا تھا وہ حضرت ابن الزبیر ہیں اور صحیح مسلم کی روایت میں اس کے برعکس لکھا ہے۔ اس میں مذکور ہے: حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت ابن الزبیر سے کہا۔ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن جعفر کو سوال کرنے والا قرار دیا اور بات کرنے والا جس نے کہا: ہم کو سوار کیا' وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کو قرار دیا' اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ بات کرنے والے حضرت عبداللہ بن جعفر تھے اور یہی روایت زیادہ صحیح ہے اور اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے جو کتاب الحج میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو بنو عبدالمطلب کے لڑکوں نے آپ کا استقبال کیا تو آپ نے ایک لڑکے کو سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا اور دوسرے لڑکے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا کیونکہ حضرت ابن جعفر بنو عبدالمطلب میں سے ہیں' اس کے برخلاف حضرت ابن الزبیر کے باپ کے نانا اگرچہ عبدالمطلب ہیں لیکن وہ بہر حال نانا کی اولاد ہیں' اور امام احمد اور امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سواری پر ان کو اپنے پیچھے بٹھایا اور حضرت قثم بن عباس کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا' اور امام ابن التین نے داؤدی سے نقل کیا ہے کہ یتیم کی حفاظت کرنی چاہیے' اس سے انہوں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ شہید ہو چکے تھے تو نبی ﷺ نے ان کے بیٹے عبداللہ پر شفقت کی' پس ان کو اپنے آگے بٹھایا اور علامہ ابن التین نے عجیب بات کی کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کو سواری پر بٹھایا اور حضرت ابن جعفر کو نہیں بٹھایا اور شاید علامہ داؤدی نے یہ گمان کیا کہ اس حدیث میں جو ہے: پس آپ نے ہم کو سواری پر بٹھایا اور تم کو چھوڑ دیا۔ یہ حضرت ابن جعفر کا کلام ہے' حالانکہ ایسا نہیں ہے اور جو علامہ داؤدی نے کہا ہے وہی صحیح بخاری کے سیاق سے ظاہر ہے' پس میں نہیں سمجھ سکا کہ علامہ ابن التین نے یہ کیسے کہہ دیا کہ اس حدیث میں علامہ داؤدی کے خلاف کی تصریح ہے اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو عبارت صحیح بخاری میں ہے' وہی صحیح ہے اور امام مسلم کی روایت جو اس کے برعکس ہے' اس کی تاویل یہ ہے کہ حدیث میں جو ہے: ہم کو سوار کیا۔ یہ حضرت ابن جعفر کا کلام ہے' لہٰذا جن کو چھوڑ اگیا تھا' وہ حضرت ابن الزبیر تھے' اور مصنف ابن ابی شیبہ کے اندر بھی وہی صحیح روایت ہے جو امام بخاری نے روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٧٧ ٣' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری میں صحیح مسلم کے موافق مذکور ہے کہ حضرت ابن الزبیر نے حضرت ابن جعفر سے کہا اور حافظ ابن حجر نے صحیح نہیں لکھا۔

حجاج اور مسافرین کا استقبال اور جس کو شارع علیہ السلام اکرام سے نوازیں' اس کا اس پر فخر کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جو مسافر جہاد کر کے اور حج کر کے واپس آئے' ان سے خوشی اور فرحت کے ساتھ ملاقات کرنی چاہیے اور یہ چیز نیک کاموں کی اقسام سے ہے اور اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ جس کو شارع علیہ السلام اکرام سے نوازیں' اسے اس پر فخر کرنا چاہیے اور اس حدیث میں سات سال کے بچے کی روایت کا ثبوت ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے صحابی ہونے کی تصریح ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ ایک سواری پر تین آدمیوں کا سوار ہونا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹-۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۰۸۳ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَهَبْنَا نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الصِّبْيَانِ إِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ.

[اطراف الحدیث: ۴۴۲۶-۴۴۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی، از زہری، انہوں نے بیان کیا کہ السائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم بچوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنے کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف گئے۔

ثنیۃ الوداع سے مراد دو گھاٹیاں ہیں، ایک گھاٹی مکہ کی سمت پر واقع ہے اور دوسری گھاٹی شام کی سمت پر

ثنیۃ الوداع سے مراد یہاں پر وہ گھاٹی ہے جو تبوک کی سمت پر واقع ہے، چونکہ امام ترمذی نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ تبوک سے واپس آئے تو لوگ آپ کا استقبال کرنے کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف گئے، پس میں بھی لوگوں کے ساتھ نکلا اور میں اس وقت لڑکا تھا، اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۷۱۸، مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۹) اور دوسری روایات میں بھی ہو سکتا ہے کہ ثنیۃ الوداع سے مراد وہ گھاٹی ہو جس میں ہر جہت سے کسی کو رخصت کرنے والے پہنچتے ہوں اور اس کو ثنیۃ الوداع کہتے ہیں۔ ''ثنیۃ'' کا معنی ہے: گھاٹی کا راستہ، اور ''الوداع'' کا معنی ہے: رخصت کرنا، تو ثنیۃ الوداع کا معنی ہوا کہ جس گھاٹی پر کھڑے ہو کر لوگ کسی کو رخصت کرتے ہیں۔

صاحب الحکم نے نقل کیا ہے کہ ''ثنیۃ'' میں چار اقوال ہیں، پس انہوں نے کہا کہ (۱) ''ثنیۃ'' پہاڑ کے اندر کے راستے کو کہتے ہیں جیسے سرنگ ہوتی ہے (۲) ''ثنیۃ'' پہاڑ کی طرف کا راستہ ہے (۳) ''ثنیۃ'' گھاٹی ہے (۴) ''ثنیۃ'' خود پہاڑ کو کہتے ہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کی سمت سے بھی ہے اور ثنیۃ الوداع تبوک میں شام کی سمت سے بھی ہے اور یہ دونوں اس طرح مقابل ہیں جس طرح مشرق اور مغرب مقابل ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر کوئی اور گھاٹی اس سمت میں ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف آئے تو ایک گھاٹی پر کھڑے ہو کر لڑکوں اور مردوں نے آپ کا استقبال کیا اور اس گھاٹی کو ثنیۃ الوداع کہتے ہیں، اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب اس گھاٹی پر آپ کا استقبال کیا گیا تھا تو پھر اس کو ثنیۃ الوداع کیوں کہا گیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا استقبال کرنے کی وجہ سے اس گھاٹی کا نام ثنیۃ الوداع نہیں پڑا تھا بلکہ اس کا نام پہلے سے ثنیۃ الوداع تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب لوگ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوتے تو ان کو چھوڑنے کے لیے لوگ اس گھاٹی پر آتے تھے، اس وجہ سے اس کا نام ثنیۃ الوداع پڑ گیا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے غزوۂ تبوک میں شام کی طرف گئے تو جب آپ واپس سلامتی کے ساتھ آ گئے تو مدینہ سے شام کی طرف جو گھاٹی تھی، اس پر آپ کا استقبال کیا گیا اور اس کو بھی ثنیۃ الوداع کہتے تھے کیونکہ جو لوگ مدینہ سے شام کی طرف جاتے تو مدینہ کے لوگ ان کو رخصت کرنے کے لیے اس گھاٹی پر آتے، اس لیے اس کا نام بھی ثنیۃ الوداع ہے، تو جب آپ غزوۂ تبوک سے سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے تو بچیوں نے آپ کا اس گھاٹی پر چڑھ کر استقبال کیا اور یہ شعر گا گا کر پڑھا:

طلع البدر علینا ☆ من ثنیات الوداع ☆ وجب الشکر علینا ☆ ما دعا للّٰہ داع

ثنیۃ الوداع سے ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا، جب تک کوئی اللہ کے لیے دعوت دیتا ہے ہم پر اللہ کا شکر کرنا واجب

ہے۔

امام بیہقی نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۶۶۔۲۶۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۳ھ)

ہم نے نعمۃ الباری ج ۲ ص ۱۷۰۔۱۶۸ میں اس کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔

علامہ المہلب المالکی متوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسافروں اور مجاہدوں اور حجاج کو رخصت کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ ثنیۃ الوداع کو ثنیۃ الوداع اس لیے کہتے تھے کہ لوگ حجاج اور مجاہدوں کو اس گھاٹی تک رخصت کرنے کے لیے آتے تھے اور اس گھاٹی کی طرف بچے اور بڑے ملاقات کے وقت نکلتے تھے' اور اس کے بعد بھی حجاج اور مجاہدین سے ملاقات کرنا جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۴۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں لوگوں کو الوداع کرنے اور رخصت کرنے کا ثبوت ہے بلکہ اس حدیث سے کسی اچھی مہم سے واپس آنے کے بعد لوگوں کے استقبال کرنے کا ثبوت ہے۔ علامہ المہلب نے ثنیۃ الوداع کے لفظی معنی (رخصت کرنے کی گھاٹی) سے اس مسئلہ کو نکالا ہے اور اس پر غور نہیں کیا کہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کرنے کا ذکر ہے اور امام بخاری نے بھی اس حدیث کا عنوان مجاہدین کا استقبال کرنا' کیا ہے۔ اگر چہ حجاج اور مجاہدین کو رخصت کرنا بھی جائز ہے لیکن خوشی اور مبارک باد دینے کا موقع وہی ہوتا ہے جب وہ جہاد کر کے اور حج کر کے واپس آتے ہیں۔

١٩٧ - بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْغَزْوِ جب جہاد سے لوٹے تو کیا کہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب مجاہد جہاد سے واپس آئے تو کیا کہے!

٣٠٨٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ كَبَّرَ ثَلَاثًا قَالَ آيِبُونَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَائِبُونَ حَامِدُونَ لِرَبِّنَا سَاجِدُونَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس آتے تو تین مرتبہ فرماتے: اللہ اکبر! اور فرماتے: ہم رجوع کرنے والے ہیں! ان شاء اللہ توبہ کرنے والے ہیں! ہم اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں! سجدہ کرنے والے ہیں! اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور اکیلے نے کفار کی جماعتوں کو شکست دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۹۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس آتے تھے تو حمد و ثناء کے کون سے کلمات ادا کرتے تھے۔

٣٠٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَقَدْ أَرْدَفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عسفان سے واپسی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے' اور

صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهُ فَصُرِعَا جَمِيعًا فَاقْتَحَمَ اَبُوْطَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاءَكَ قَالَ عَلَيْكَ الْمَرْاَةَ فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلٰى وَجْهِهٖ وَاَتَاهَا فَاَلْقَاهُ عَلَيْهَا وَاَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا فَاكْتَنَفْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ.

آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا تو آپ کی اونٹنی لڑکھڑائی اور آپ دونوں گر گئے' پھر حضرت ابوطلحہ نے بھی اپنے آپ کو گرا دیا' پس کہا: یارسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر فدا کر دے! آپ نے فرمایا: پہلے عورت کی خبر لو! تو انہوں نے اپنے چہرے پر کپڑا ڈالا' پھر اس کپڑے کو حضرت صفیہ پر ڈال دیا اور آپ دونوں کی سواری کو درست کیا' پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے احاطہ میں لے لیا' پس جب ہم نے گردن اونچی کر کے مدینہ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: ہم لوٹنے والے ہیں! توبہ کرنے والے ہیں! عبادت کرنے والے ہیں! ہم اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں! آپ مسلسل یہ کلمات پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد سے واپسی میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے کلمات پڑھتے تھے۔

حافظ دمیاطی کا امام بخاری پر یہ تعاقب کہ حضرت صفیہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا خیبر سے واپسی کے موقع پر تھا نہ کہ عسفان سے واپسی پر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عسفان کا ذکر ہے' یہ مکہ سے دو مرحلہ کے فاصلہ پر ہے' حافظ دمیاطی نے کہا ہے: یہ امام بخاری کا وہم ہے' یہ واقعہ خیبر سے واپسی کے موقع کا ہے' کیونکہ غزوۂ عسفان جو بنولحیان کے خلاف تھا' چھ ہجری میں ہوا تھا اور غزوۂ خیبر سات ہجری میں ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت صفیہ سے نکاح اور ان کو اپنی سواری پر اپنے ساتھ اپنے پیچھے بٹھانا' یہ واقعہ غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا تھا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مرد کا اپنی بیوی کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھانا جائز ہے اور اس کو لوگوں سے پردہ میں رکھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اہل علم کو امام اور عالم کی خدمت کرنی چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب شہر قریب آئے تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ امام یا عالم کو اپنے احاطہ میں لے لیں' نیز جب مسافر صحت اور سلامتی کے ساتھ اپنے گھر والوں میں لوٹ آئے تو اسے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ ازواج مطہرات ہر چند کہ مؤمنوں کی مائیں ہیں لیکن ان کو لوگوں سے پردہ میں رکھنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری پر حافظ دمیاطی کے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ عسفان سے واپس آ رہے تھے تو آپ نے حضرت صفیہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا ہوا تھا' حافظ دمیاطی نے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت صفیہ سے آپ کا نکاح تو فتح خیبر کے بعد سات ہجری میں ہوا

تھا اور غزوۂ عسفان اس سے پہلے چھ ہجری میں ہوا تھا' امام بخاری نے اس مضمون کی دو حدیثیں دو سندوں سے ذکر کی ہیں: ۳۰۸۶' اور ۳۰۸۵۔ اور حدیث: ۳۰۸۵ میں اسی طرح مذکور ہے' بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ خیبر کے راستہ میں کوئی ایسی جگہ ہو جس کا نام عسفان ہو' لیکن یہ جواب مردود ہے اور اس کا یہ جواب ظاہر ہے کہ راوی نے غزوہ سے واپسی کی نسبت عسفان کی طرف کردی کیونکہ غزوۂ خیبر' غزوۂ عسفان کے بعد تھا اور راوی نے ان دونوں غزووں کے درمیان جو مدت تھی اس کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ یہ دونوں غزوے ایک دوسرے کے قریب تھے' اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع نے متعہ کی تحریم کی نسبت غزوۂ اوطاس کی طرف کی ہے' حالانکہ آپ نے متعہ کی تحریم مکہ میں کی تھی اور حضرت سلمہ نے اس کی تحریم کی نسبت اوطاس کی طرف کردی کیونکہ فتح مکہ اور غزوۂ اوطاس کا زمانہ ایک دوسرے کے قریب تھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ صحیح البخاری: ۳۰۸۴ میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ سے لوٹتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے۔ علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس سے پہلے ایک حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب کسی نشیب میں اترتے تو سبحان اللہ پڑھتے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۹۳)

اس حدیث (صحیح البخاری: ۳۰۸۵) سے معلوم ہوا کہ مرد کو چاہیے کہ سواری پر عورت کو اپنے پیچھے بٹھائے اور اس کو لوگوں سے مستور رکھے' اور اس میں یہ تصریح ہے کہ اجنبی عورت کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت صفیہ کے چہرے پر کپڑا ڈال دیا تھا۔

اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صفیہ سواری کے لڑکھڑانے سے گر گئے تو حضرت ابوطلحہ دونوں کو اٹھانے کے لیے سواری سے کود پڑے' اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو امام اور عالم کی اور اس کے اہل کی خدمت کرنی چاہیے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیر لیا تھا اور وہ آپ کے گرد جمع ہو گئے تھے اور یہ اس وقت ہوا جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب اکابر علماء میں سے کوئی شخص شہر میں داخل ہو تو لوگوں کا اس کے استقبال کے لیے اس کے گرد جمع ہونا' یہ سنتِ قدیمہ ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب انسان کسی نیک مہم سے سلامتی کے ساتھ لوٹ کر اپنے گھر آئے تو کہے: ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے ہیں اور توبہ کرنے والے ہیں۔

حدیث: ۳۰۸۴ میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم رجوع کرنے والے ہیں اور ان شاء اللہ توبہ کرنے والے ہیں!

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ متکلم اپنے کلام کی ابتداء میں ان شاء اللہ کہے' پھر اس کام کا ذکر کرے جو وہ کرنا چاہتا ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ صاحبِ فضیلت شخص یہ دیکھے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تازہ بہ تازہ حاصل ہو رہی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اقرار کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرے کہ وہ اس کو یہ نعمتیں ہمیشہ عطا فرماتا رہے' اگرچہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے والے اور اس کی حمد وثناء کرنے والے تھے' لیکن انبیاء علیہم السلام کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہیں' اور اس کی نعمتوں کی طرف رغبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں کہ انہیں گناہوں کو ترک کرنے کی اور نیک کاموں کو بجالانے کی ازخود قوت حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں مبالغہ کرنے کے لیے اسی کی طرف افتقار اور احتیاج کا اظہار کرتے ہیں تاکہ ان کی اُمتیں بھی اس انکسار میں ان کی پیروی کریں۔ صلوات اللّٰہ علیھم اجمعین.

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۵۲۔۲۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٠٨٦ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةُ مُرْدِفُهَا عَلٰى رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا كَانُوْا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ عَثَرَتِ النَّاقَةُ فَصُرِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْأَةُ وَإِنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ أَحْسِبُ قَالَ اِقْتَحَمَ عَنْ بَعِيْرِهِ فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَائَكَ هَلْ أَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ لَا وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالْمَرْأَةِ فَأَلْقٰى أَبُوْ طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلٰى وَجْهِهِ فَقَصَدَ قَصْدَهَا فَأَلْقٰى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا فَقَامَتِ الْمَرْأَةُ فَشَدَّ لَهُمَا عَلٰى رَاحِلَتِهِمَا فَرَكِبَا فَسَارُوْا حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِظَهْرِ الْمَدِيْنَةِ أَوْ قَالَ أَشْرَفُوْا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُهَا حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے آپ کی اونٹنی پر بیٹھی ہوئی تھیں' جب وہ راستے میں کسی جگہ پہنچے تو اونٹنی پھسلی یا لڑکھڑائی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی زوجہ دونوں اونٹنی سے گر گئے اور حضرت ابوطلحہ نے کہا: (کیا آپ کو کوئی چوٹ آئی ہے؟) اور وہ اپنے اونٹ سے نیچے کود دے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پھر کہا: اے اللہ کے نبی! اللہ مجھے آپ کے اوپر فدا کر دے! کیا آپ کو کوئی چوٹ آئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن تم اس عورت کو سنبھالو! سو حضرت ابوطلحہ نے اپنا کپڑا ان کے چہرے پر ڈال لیا' پھر آپ کی اہلیہ کا قصد کیا اور وہ کپڑا ان کے اوپر ڈال دیا تو آپ کی اہلیہ کھڑی ہو گئیں' حضرت ابوطلحہ نے آپ دونوں کے لیے اونٹنی کو مضبوطی سے تیار کیا' پس وہ دونوں سوار ہو گئے' پھر سب روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب وہ مدینہ کی پشت پر پہنچے تو انہوں نے سر اٹھا کر مدینہ کو دیکھا تو حضرت انس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی کہ ہم رجوع کرنے والے ہیں! توبہ کرنے والے ہیں! عبادت کرنے والے ہیں! ہم اپنے رب کی حمد وثناء کرنے والے ہیں! پھر آپ مسلسل یہی کلمات ادا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۷۱ میں گزر چکی ہے اور اس سے پہلی حدیث کے تحت بھی اسی حدیث کی شرح ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں بھی یہ ذکر ہے کہ جب انسان کسی اچھی مہم یا نیک مہم سے صحت وسلامتی کے ساتھ واپس آ جائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور اس کا شکر ادا کرے۔

١٩٨ - بَابُ الصَّلٰوةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ جب انسان سفر سے واپس آئے تو نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مجاہد یا مسافر اپنے سفر سے واپس آئے تو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور اپنے گھر میں جانے سے پہلے اللہ کے گھر میں جائے۔

٣٠٨٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی سَفَرٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا مِنَ الْمَدِیْنَۃَ قَالَ لِیْ اُدْخُلِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ.

محارب بن دثار' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' پس جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: مسجد میں داخل ہو! پس دو رکعت نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے وایت کیا ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ جب مسافر کسی سفر سے واپس آ جائے تو اپنے گھر جانے سے پہلے مسجد میں آئے اور دو رکعت نماز پڑھے۔

۳۰۸۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ کَعْبٍ عَنْ اَبِیْہِ وَعَمِّہٖ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ کَعْبٍ عَنْ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ضُحًی دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن شہاب از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب از والدِ خود و عمِ خود عبید اللہ بن کعب از حضرت کعب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر سے چاشت کے وقت واپس آتے تو مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سفر سے واپس آنے کے بعد مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سنت یہ ہے کہ سفر سے واپس آنے کے بعد مسجد میں نماز پڑھی جائے اور سلامتی سے اپنے واپس آنے پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے' اور اپنے وطن میں آنے کے بعد جو پہلا کلام کیا جائے' وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہر خیر کی کنجی ہے اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ بندہ اپنے رب سے مناجات کرے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور سنت ہے اور ہمارے لیے نمونہ ہے' اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ ابتداء میں اپنے گھر جانے سے پہلے اللہ کے گھر جاتے اور آنے کے بعد آپ لوگوں کے لیے مسجد میں بیٹھ جاتے تا کہ لوگ آپ سے ملاقات کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے جو یہاں پر شرح کی ہے وہ بعینہٖ علامہ ابن بطال کی عبارت ہے' جو شرح ابن بطال میں موجود ہے۔

(دیکھئے: شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۵۴)

۱۹۹ - بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ — سفر سے واپسی کے بعد کھانا تیار کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سفر سے واپسی پر کھانا تیار کرنا جائز ہے۔

وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یُفْطِرُ لِمَنْ یَّغْشَاہُ. حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ملاقاتیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

یعنی حضرت ابن عمر سے ملنے کے لیے جو لوگ آتے تھے اور جو ان کے پاس ٹھہرتے تھے' ان کے لیے کھانا تیار کرتے تھے' اور اس تعلیق کی قاضی اسماعیل نے احکام میں اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر جب مقیم ہوتے تو روزہ نہیں چھوڑتے تھے اور جب مسافر ہوتے تو روزہ نہیں رکھتے تھے اور جب وہ کسی سفر سے آتے تو کئی دن تک روزے نہیں رکھتے تھے' کیونکہ لوگ ان سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے اور وہ ان کو کھانا کھلاتے رہتے تھے اور پھر بعد میں روزے رکھتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٣٠٨٩ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا وَکِیْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُّحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ نَحَرَ جُزُوْرًا اَوْ بَقَرَةً زَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُّحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اِشْتَرٰی مِنِّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعِیْرًا بِاَوْقِیَتَیْنِ وَدِرْهَمٍ اَوْ دِرْهَمَیْنِ فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا اَمَرَ بِبَقَرَةٍ فَذُبِحَتْ فَاَكَلُوْا مِنْهَا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ اَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِیَ الْمَسْجِدَ فَاُصَلِّیَ رَكْعَتَیْنِ وَوَزَنَ لِیْ ثَمَنَ الْبَعِیْرِ. صِرَارٌ مَوْضِعٌ نَاحِیَةً بِالْمَدِیْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از شعبہ از محارب بن دثار از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ آئے تو آپ نے ایک اونٹ یا بیل کو نحر کیا اور معاذ نے از شعبہ از محارب یہ اضافہ کیا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دو اوقیہ (یعنی ٨٠ درہم) اور اس کے اوپر ایک درہم یا دو درہم کے عوض (اونٹ) خریدا' پھر جب آپ صرار پر آئے تو آپ نے بیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو لوگوں نے اسے کھایا' پھر جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ نے مجھے مسجد میں آنے کا حکم دیا تا کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں اور آپ نے وزن کر کے مجھے اونٹ کی قیمت ادا کی۔ صرار مدینہ کی جانب ایک جگہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ سفر سے آنے کے بعد لوگوں کو کھانا کھلایا جائے' نیز اس حدیث میں کچھ مزید وضاحت طلب باتیں ہیں' جن کو ہم ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

حضرت ابن عمر کا رمضان میں دورانِ سفر روزے نہ رکھنا اور بعد میں روزوں کی قضاء کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب امام اور رئیس سفر سے واپس آئے تو وہ اپنے اصحاب کو کھانا کھلائے اور یہ عمل مستحب ہے اور صالحین کی سیرت ہے۔

ابوعبداللہ بن ابی صفرہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی تعلیق میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر اُن لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے جو ان کو ڈھانپ لیتے تھے' یعنی جب وہ سفر سے آتے تو جو لوگ ان سے ملنے کے لیے آتے تھے' وہ ان کے ساتھ افطار کرتے تھے اور رمضان کے روزوں کی قضا کو ترک کر دیتے تھے کیونکہ وہ سفر کے دوران رمضان میں بالکل روزے نہیں رکھتے تھے' پھر جب ان کے کھانا کھلانے کا عمل ختم ہو جاتا اور لوگوں سے ملاقاتیں ختم ہو جاتیں تو سفر میں ان سے جو روزے رہ گئے تھے' ان کی قضاء کرتے تھے اور اس کو قاضی اسماعیل نے اپنی کتاب الاحکام میں تفصیل سے لکھا ہے۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے یہ روایت ہے کہ جب وہ مقیم ہوتے تو روزہ نہیں چھوڑتے تھے اور جب مسافر ہوتے تو روزہ نہیں رکھتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تو کئی دن تک روزہ نہیں رکھتے تھے کیونکہ لوگ ان سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے اور جب یہ سلسلہ ختم ہو جاتا تو پھر روزے رکھتے تھے' پس یہ تحریر اس پر نہیں دلالت کرتی کہ ان کا رمضان میں ہمیشہ سفر رہتا تھا نہ کہ باقی مہینوں میں' بلکہ اسماعیل نے جو کہا ہے کہ جب وہ مقیم ہوتے تھے تو روزہ نہیں چھوڑتے تھے' یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا روزہ چھوڑنا ملاقاتیوں کے رش کی وجہ سے تھا اور کبھی وہ نفلی روزے رکھتے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ملاقاتیوں کو رات میں کھانا

کھلاتے ہوں۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۵۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۴ھ)

۳۰۹۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمْتُ مِنْ سَفَرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محارب بن دثار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں سفر سے آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

یہ ''کتاب الجهاد'' کی آخری حدیث ہے اور ہم اسی حدیث پر نعمۃ الباری کی پانچویں جلد کو ختم کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نعمۃ الباری کی یہ پانچ جلدیں مکمل کرادی ہیں' اسی طرح نعمۃ الباری کی باقی ماندہ جلدوں کو بھی مکمل کرادے۔

''کتاب الجهاد'' کی تکمیل

''کتاب الجهاد'' میں کل تین سو چھہتر احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں سے چالیس تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' اور اس میں دو سو چھیاسٹھ احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث ایک سو دس ہیں اور اس میں ستائیس آثار صحابہ و تابعین ہیں۔

حرفِ آخر

الحمد للّٰه رب العالمين والصلوٰة والسلام علٰى سيّدنا محمد خاتم النبيين سيّد الانبياء والمرسلين وشفيعنا الٰى يوم الدين! آج ۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ/ ۱۳ نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء نعمۃ الباری کی پانچویں جلد مکمل ہوگئی' اس جلد کی پہلی حدیث کا نمبر: ۲۳۵۱ ہے اور اس کی آخری حدیث کا نمبر: ۳۰۹۰ ہے' اس کا مطلب ہے کہ اس جلد میں سات سو انتالیس احادیث آگئی ہیں اور اس جلد کو میں نے ۱۵ مارچ ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ کو شروع کیا تھا اور آج ۱۳ نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات کو یہ مکمل ہوگئی' اس کا مطلب ہے ۷ مہینے اور ۲۸ دن میں پانچویں جلد کی تکمیل ہوگئی' اس جلد کی تصنیف کے دوران میں کافی بیمار رہا' ایک دن نمازِ صبح سے پہلے وضوء کرتے ہوئے پھسل کر غسل خانہ میں گر گیا اور اس کے بعد تقریباً ۲ ماہ تک میرے بازو میں تکلیف رہی اور ایسا لگتا تھا جیسے پورے ہاتھ میں سوئیاں چبھتی ہوں' بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس مرض سے شفا نصیب فرمائی اور اس جلد کی تکمیل ہوگئی' اس کے بعد چھٹی جلد ''کتاب الخمس'' سے شروع ہوگی اور اس کی پہلی حدیث کا نمبر ہوگا: ۳۰۹۱۔ صحیح بخاری کی کل احادیث کی تعداد ۷۵۶۳ ہے اور اس کا نصف ۳۷۸۱ء۵ ہے' اور اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ العزیز چھٹی جلد میں صحیح البخاری کی نصف احادیث مکمل ہو جائیں گی۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس طرح اس نے اپنے بے پناہ کرم سے اس ناکارہ کو یہ توفیق دی کہ اس نے نعمۃ الباری کی پانچ جلدوں کو مکمل کر دیا' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں سے نعمۃ الباری کی باقی جلدوں کو بھی مکمل کرادے گا اور اگر میری تقدیر میں اس کی تکمیل نہیں ہے تو ان شاء اللہ اس کی تکمیل کی نیت کا ثواب مجھے ملتا رہے گا اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے کسی لائق شاگرد کو یہ توفیق دے کہ وہ نعمۃ الباری کی بقیہ جلدوں کی تکمیل کر دے۔

وما ذالك على الله بعزيز.

میں آخر میں اپنے ان احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں' جنہوں نے اس کتاب کے لکھنے کے سلسلے میں میری مدد کی' وہ مفتی محمد اسماعیل

نورانی زید علمہ ہیں اور سید عمیر الحسن برنی ہیں' جنہوں نے اب تک کی نعمۃ الباری کی تمام جلدوں کے مسودہ کو پڑھا اور مجھ سے لکھنے میں جو فروگزاشت ہوئی اس کی اصلاح کی' میں ان دونوں احباب کے لیے سعادتِ دارین کے حصول کی دعا کرتا ہوں اور خصوصاً محترم مولانا حافظ محمد اکرم ساجد زید حبہ' (فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ' بھیرہ شریف) کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین کی سعادت نصیب فرمائے کیونکہ انہوں نے بہت عرق ریزی سے نعمۃ الباری کی پروف ریڈنگ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزاء عطا فرمائے! آمین!

میں اپنے احباب اور معاونین وقارئین کے لیے دعا کرتا ہوں' خصوصاً اپنے والدین کے لیے' مفتی منیب الرحمٰن کے لیے' سید محسن اعجاز کے لیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور ان سب کو اپنی مغفرت سے نوازے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا اہل بنا دے اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت نصیب فرمائے! ہمارے گناہوں کو بخش دے! ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ و مامون رکھے! اور اپنے فضل سے کرم سے ہمیں جنت الفردوس نصیب فرمائے! وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین اکرم الاولین والاخرین وسیلتنا فی الدارین وعلٰی آلہٖ المطھرین واصحابہٖ الکاملین وازواجہ الطاھرات الٰی یوم الدین وجمیع المحدثین والمفسرین والفقھاء والمجتھدین وسائر المسلمین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث' دار العلوم نعیمیہ' بلاک ۱۵' فیڈرل بی ایریا'

عقب ایوب منزل' کراچی۔ ۳۸

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد خامس کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۱۵ مارچ ۲۰۰۸ء	ابتداء کی گئی ۶ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ	منگل	۴	۴	۲۳۵۱
یکم اپریل ۲۰۰۸ء	۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ	منگل	۵۶	۵۶	۲۴۰۲
یکم مئی ۲۰۰۸ء	۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ	جمعرات	۱۰۲	۱۵۸	۲۴۷۳
یکم جون ۲۰۰۸ء	۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ	اتوار	۸۴	۲۴۲	۲۵۶۳
یکم جولائی ۲۰۰۸ء	۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ	منگل	۱۲۳	۴۰۷	۲۶۸۹
یکم اگست ۲۰۰۸ء	۳۰ رجب ۱۴۲۹ھ	اتوار	۱۰۱	۵۰۸	۲۷۸۲
یکم ستمبر ۲۰۰۸ء	یکم شعبان ۱۴۲۹ھ	پیر	۱۳۰	۶۳۸	۲۹۱۶
یکم اکتوبر ۲۰۰۸ء	۲ شوال ۱۴۲۹ھ	ہفتہ	۱۲۱	۷۵۹	۳۰۴۳
اختتام ۱۳ نومبر ۲۰۰۸ء	۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ	جمعرات	۵۶	۸۱۵	۳۰۹۰

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبداللہ بن مبارک، متوفی ۱۸۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۷- امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۳ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، المسند، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود التوفی ۲۰۴ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ

۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۴ھ

۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی، متوفی ۲۱۹ھ، المسند، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت

۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی، مکی، متوفی ۲۲۷ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، المصنف، مطبوعہ ادارہ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ

۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ دارالوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، المسند، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۲۰- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان داری متوفی ۲۵۵ھ، سنن داری، مطبوعہ دارالکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، دارالمعرفۃ، بیروت،

۱۴۲۰ھ
۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ دار ارقم، بیروت
۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ کرمہ، ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بحستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بحستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۹۹۸ء
۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دارالرایہ، ریاض، ۱۴۱۱ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت
۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۶- امام احمد بن علی المثنی التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ دارالمامون التراث، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ دارالباز، مکہ مکرمہ
۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ دار بلنسیہ، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور، ۱۴۰۴ھ
۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبئی، ۱۴۲۶ھ
۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۴۴- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی،

بیروت' ۱۴۰۵ھ

۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت

۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالنفائس' بیروت

۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت

۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ

۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ

۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ

۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ

۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ

۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ

۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

٦٩- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ٦٠٦ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ

٧٠- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ٦٥٦ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ١٤٠٧ھ دارابن کثیر' بیروت' ١٤١٤ھ

٧١- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ٦٦٨ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دارالبخاری' مدینہ منورہ

٧٢- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ٧٤٢ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دارارقم' بیروت

٧٣- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ٧٦٢ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ١٣٥٧ھ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ

٧٤- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ٨٠٧ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ١٤٠٢ھ

٧٥- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ٨٠٧ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ١٤٠٤ھ

٧٦- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ٨٤٠ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ

٧٧- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ٨٤٥ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

٧٨- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ٨٤٨ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ

٧٩- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ٨٥٢ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ

٨٠- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ١٣٩١ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤٢٠ھ

٨١- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت ١٤١٤ھ

٨٢- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' البدور السافرہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ' دارابن حزم' بیروت' ١٤١٤ھ

٨٣- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ

٨٤- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٥ھ

٨٥- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ٩٧٥ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

٨٦- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ٣١٠ھ' جامع البیان' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ١٤٠٩ھ' دارالفکر' بیروت

٨٧- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ٣٢٧ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ

٨٨- امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ٣٣٣ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ

٨٩- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ٤٦٨ھ' الوسیط' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۲- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، مصر
۹۳- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، پشاور
۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ، بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی، لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ، لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبہ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ دار الوفا، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ
۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن النور پشتی، متوفی ۶۶۱ھ، کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۴۲۲ھ
۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض، ۱۴۱۷ھ
۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار، دار ابن کثیر، بیروت
۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، دار الکتب

العلمیہ ۱۴۲۱ھ
۱۱۲- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ
۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ
۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارة القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ
۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحوالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۱۱۸- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
۱۱۹- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ
۱۲۰- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور
۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی
۱۲۶- شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو
۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ
۱۲۸- شیخ عبد الرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۲۹- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ
۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی مؤطا مالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبۃ الحراء
۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

کتب اسماء الرجال

۱۳۴- امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاریخ الکبیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل دار الاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۴ھ

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۴ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۰- ابونعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۱- قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت و فضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ'الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۶۳- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ

۱۶۴- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم بیروت

۱۶۵- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۶۷- علامہ عبد الرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد

۱۶۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران

۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۷۲- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۷۳- علامہ تاج الدین ابونصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ

۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۱- علامہ محمد عبد الباقی زُرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ، افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ
۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان
۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ
۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۱ھ
۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۱- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۱۲ھ
۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۱۹۵- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴، فتح باب العنایہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ
۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ
۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ
۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ
۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۰۵- علامہ ابو اسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۳ھ
۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ

۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت

۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ